



جلد دوم
انوارات

- ۱- لقب اول مولانا رشید احمد گنگوہی مدظلہ
- ۲- شیخ العرب العجم مولانا میر حسین احمد مدظلہ
- ۳- شیخ الحدیث مولانا محمد رفیع مدظلہ

ترتیب

حضرت مولانا محمد عبدالقادر مدظلہ

کتاب خانہ مجیدیہ ملتان

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً

(اُردو)
تشریحِ بخاری

جلد دوم
افادات

قطب العالم مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ
شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ
شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ

مرتبہ
استاذ العلماء مولانا محمد عبدالقادر قاسمی فاضل دیوبند

ناشر

کتاب خانہ مجیدیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

جملہ حقوق بحق ناشر با ضابطہ محفوظ ہیں

نام کتاب _____ تشریحاتِ بحاری جلد دوم
 افادات _____ قطب عالم الشیخ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ
 _____ شیخ العرب والعجم الشیخ مولانا حسین احمد مدنیؒ
 _____ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ
 ترتیب، ترجمہ و تشریح _____ حضرت مولانا عبدالقادر صاحب قاسمیؒ
 ناشر _____ کتب خانہ مجیدیہ ملتان
 تعداد _____ ایک ہزار
 صفحات _____ ۶۴۰
 ایڈیشن _____ طبع دوم 2004ء
 طباعت _____ حسینہ پریس ملتان

ملنے کے پتے

کتب خانہ رشیدیہ _____ راجہ بازار راولپنڈی
 کتب خانہ رشیدیہ _____ سرکی روڈ کوئٹہ
 مکتبہ سید احمد شہید _____ اردو بازار لاہور
 مکتبہ رحمانیہ _____ اردو بازار لاہور
 مکتبہ زکریا _____ بنوری ٹاؤن کراچی
 اسلامی کتب خانہ _____ بنوری ٹاؤن کراچی
 مکتبہ قاسمیہ _____ بنوری ٹاؤن کراچی
 مکتبہ بنوریہ _____ بنوری ٹاؤن کراچی



اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ

كَصَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ

إِنَّكَ لَمِنَ الْمُتَّقِينَ

اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ

كَبَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ

إِنَّكَ لَمِنَ الْمُتَّقِينَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عرضِ ناشر

حضرات! اکابر علماء دیوبند کے وہ افادات جو عربی زبان میں تھے۔ ان کو عوام اور خواص تک پہنچانے کے لئے ہمارے ادارے نے کئی کتابیں شائع کی ہیں مدارس عربیہ اور عوام کے استفادہ کیلئے احادیث کے عربی سے اردو میں تراجم ایک خاص نظریہ فکر کے بازار میں موجود ہیں عربی متن ترجمہ اور اکابر کی وہ تشریحات جو عربی میں تھیں۔ حضرت مولانا محمد عبدالقادر قاسمی فاضل دیوبند نے بڑی عرق ریزی سے ان کو اردو میں منتقل کیا ہے تقریر ترمذی۔ تشریحات بخاری جلد اول اور اب جلد ثانی اس سلسلہ کی کڑیاں ہیں اللہ تعالیٰ خلوص قلب سے علم حدیث کی خدمت کی توفیق بخشے۔

بھم اللہ! تشریحات بخاری جزء اول میں جو شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی کے افادات پر مشتمل تھی۔ ہمارے ادارہ سے طبع ہوئی۔ اب اس جز ثانی کی اشاعت کی سعادت بھی ہمارے ادارہ کو حاصل ہو رہی ہے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبدالقادر قاسمی فاضل دیوبند کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے اس جلد میں حضرت قطب عالم مولانا رشید احمد گنگوہی کی تشریحات کا اضافہ کر کے کتاب کے افادات کی تکمیل کر دی۔ اور ارادہ یہ ہے کہ تشریحات بخاری کی ایک ایک جلد ہر سال شائع ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ توفیق ارزانی فرمائیں۔ آمین

الحمد للہ:- مولانا قاسمی کی مرتبہ کتاب تقریر ترمذی از افادات مولانا مدنی جو ہندو پاکستان میں مقبول عام ہوئی۔ اب ہمارے ادارہ اسے دوسری مرتبہ طبع کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔ آمین۔

فقط

بلال احمد

عرض مؤلف

تشریحات بخاری کی جلد اول کے مارکیٹ میں آنے کے بعد سوال ہوا کہ عنوان میں تین اکابر دیوبند کے اسماء گرامی درج ہیں۔ قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے افادات سے جلد اول خالی ہے۔ دراصل جلد اول کی ترتیب کے وقت کتاب لامع الداری علی جامع البخاری میسر نہ ہو سکی تھی۔ بعد ازاں ضمیمہ کی صورت میں جلد ثانی کے اوائل میں حضرت مولانا گنگوہیؒ کے افادات کو تحریر کیا گیا۔ بخاری شریف کا تیسرا پارہ موافقت الصلوٰۃ سے شروع ہو کر چوتھے پارہ کے آخر تک ہے جس میں تینوں اکابر کے افادات آگئے ہیں البتہ تحفۃ المسجد تک حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کے افادات حسب سابق جاری رہے۔

۲۔ ناسپاسی ہوگی اگر ان حضرات کا شکریہ ادا نہ کیا جائے جنہوں نے جلد ثانی مکمل کرنے میں تعاون کیا۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا زرولی خان مہتمم جامعہ احسن العلوم گلشن اقبال کراچی۔ سردار احمد یار خان ملغانی ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ پابلیک سیکنڈری سکول ملتان نیز! پاکستان بھر کے دیوبندی جید علماء و مہتمم مدارس عربیہ بھی شکریہ کے مستحق ہیں۔ جنہوں نے کتاب تشریحات بخاری جلد اول خرید کر کے میری حوصلہ افزائی فرمائی۔ کہ میں دوسری جلد کو جلد ہی منصہ شہود پر لانے کے قابل ہوں انشاء اللہ اب باقی جلدیں اللہ تعالیٰ کے فضل اور احباب علماء کے بھرپور تعاون سے ہر سال ایک جلد مارکیٹ میں آجایا کرے گی۔

نیز! قطب عالم حضرت گنگوہیؒ محدث۔ مفسر۔ اور فقہہ ہونے کے ساتھ ساتھ ادیب واریب بھی تھے۔ لامع کے متن میں ایجاز اور اغلاق تھا جس کو حل کرنے میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی شرح سے مدد لی گئی۔ نیز! مولانا شفیق الرحمن درخوآسی خانیپور۔ اور مولانا محمد عبداللہ اسلام آباد کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے جلد اول کی فروختگی میں خصوصی تعاون کیا۔

جَزَاهُمْ اللَّهُ أَحْسَنَ الْجَزَاءِ

فقط

محمد عبدالقادر قاسمیؒ فاضل دیوبند

فہرست تشریحات بخاری جلد ثانی

ضمیمہ از افادات حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ از باب بد الوجی تاحیۃ المسجد بخاری شریف

صفحہ	عنوان	نمبر شمار	صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۴۹	آجکل کی تقلید غیر شخصی کو چھوڑ دینا واجب ہے	۱۳	۸	حدیث انما الاعمال بالنیات کی بد الوجی سے	۱
۵۱	کتاب الوضوء			مناسبت کی وجوہ -	
۵۲	چہ ابواب وضوء میں مقدمات وضوء کا ذکر ہے	۱۴	۹	کیفیت وحی کی صورتیں	۲
۵۷	کتے کے بارے میں امام بخاریؒ کے دلائل اور ان کے جوابات۔	۱۵	۱۲	رمضان شریف میں قرآن مجید کا دور کس طرح ہوتا تھا۔	۳
۶۱	پانی کی پاکی اور ناپاکی کا حکم	۱۶	۱۳	ہر قتل بادشاہ روم اور حضرت ابوسفیان کی بات چیت۔	۴
۷۲	کتاب الغسل				
۷۲	غسل کے مستحبات کا بیان	۱۷	۱۷	ہر قتل کے کفر و اسلام کی بحث مؤقف گنگوہیؒ	۵
۷۶	منی کے ازالہ کیلئے غسل اور رگڑنا دونوں جائز ہیں	۱۸	۱۸	کتاب الایمان	
۷۷	کتاب الحيض		۲۶	ایمان کے معنی میں علما کا مسلک اس میں زیادتی اور نقصان کی بحث۔	۶
۷۸	حيض کے احکام اور اس کی ابتداء	۱۹			
۸۲	آیت مخلقہ اور غیر مخلقہ سے حیض پر استدلال	۲۰	۲۷ تا ۲۷	کفر و کفر کی بحث اور نفاق کی تعریف	۷
۸۷	کتاب التيمم		۳۰	ایمانی کا ایمان جبرائیل کی چھ توجیہات اور ادب کے ساتھ امام بخاریؒ پر ٹیٹھی تنقید۔	۸
۸۸	تیمم کی ابتداء اور اس کے احکام	۲۱	۳۷		
۸۸	جس شخص کو پانی اور مٹی دونوں نہ ملیں اس کا حکم	۲۲	۳۴	کتاب العلم	
۹۱	کتاب الصلوة		۳۴	علم کی فضیلت کہ اس پر بقا نظام عالم موقوف ہے	۹
۹۱	نماز کی ابتداء اور احکام	۲۳	۳۵	رات کے وقت قصہ گوئی سے ممانعت کی وجہ	۱۰
۹۵	ران ننگ ہے یا نہیں	۲۴	۳۶	علم تصوف پر ہمارے ائمہ کی کتابیں مطبوعہ موجود ہیں	۱۱
۱۱۱	حضرت عمرؓ نے حضرت حسان بن ثابتؓ کو شہر فی المسجد سے روک دیا۔	۲۵	۳۷	آجکل کے صوفیا کرام کا امور منکرہ کے ارتکاب پر حضرت خضرؑ کے طرز سے استدلال صحیح نہیں ہے	۱۲

صفحہ	عنوان	نمبر شمار	صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۲۰۲	نمازیں گناہوں کیلئے کفارہ ہیں اس کی توجیہ	۴۳	۱۱۴	حضرت ابو بکرؓ کی کھڑکی کی خصوصیت خلافت کی دلیل۔	۲۶
۲۰۶	نمازوں کے ضائع ہونے پر حضرت انسؓ کا روٹا	۴۴			
۲۱۳	نمازوں کے اول اور آخر وقت میں اختلاف ائمہ	۴۵	۱۲۵	نماز کے اوقات اور ان کے فضائل	۲۷
	نماز ظہر اور عصر کے درمیان نہ کوئی وقت مہمل ہے اور نہ مشترک۔	۴۶	۱۳۲	چھ طویل عثوں کو مختصر الفاظ میں اشارہ بیان فرمایا	۲۸
			۱۳۶	کتاب الاذان	
۲۲۳	نماز عصر اور عشاء کے اوقات تین طرح ہیں	۴۷	۱۳۷	ابتداء اور احکام	۲۹
۲۳۸	فضل صلوٰۃ الفجر والحدیث معروضہ لآراء ترجمہ	۴۸	۱۴۴	سنت فجر ادا کرنے کی اہمیت	۳۰
۲۴۲	ممنوعہ اوقات میں نماز پڑھنے کے بارے میں اختلاف ائمہ۔	۴۹		حضرت ابو بکر صدیقؓ امام نہیں۔ آنحضرت ﷺ کی تکبیرات سناتے تھے۔	۳۱
			۱۴۵		
۹۴۶	عجیب حدیث امام مالکؒ نبی کی روایت کے باوجود استواء کے وقت نماز کو جائز کہتے ہیں۔	۵۰	۱۵۵	اس میں تین احتمال ہیں ان کا بیان	۳۲
			۱۵۸	تکبیر اور افتتاح صلوٰۃ کی حد	۳۳
۲۴۸	قضاء نوات میں ائمہ کے اقوال	۵۱	۲۰۲	رفع یدین کی حد	۳۴
۲۵۶	حیات خضر کے بارے میں اقوال	۵۲	۱۶۳	وجوب قرآن فاتحہ کی حد	۳۵
۲۵۹	حضرت صدیق اکبرؓ کی دعوت کی برکات	۵۳	۱۶۱	حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی نماز کی تحقیق	۳۶
۶۲۶	تبلیغی جماعت کیلئے جمنڈا کیوں نہیں اور اسکی وجہ	۵۴	۱۶۶	جر آئین کی حد	۳۷
۲۶۳	تکبیر اور اذان کے کلمات میں اختلاف ائمہ کرام	۵۵	۱۷۴	تشہد میں جلوس کا سنون طریقہ	۳۸
۲۶۶	اذان کہنے سے شیطان بھاگ جاتا ہے نماز پڑھنے سے نہیں اس کی کیا وجہ۔	۵۶	۱۸۲	کتاب الجمعہ	
			۱۸۲	فرض جمعہ اور غسل جمعہ کی حد	۳۹
۲۸۳	اتمام نماز اور قضاء میں ائمہ کرام کی حد	۵۷	۱۸۵	بستی میں نماز جمعہ جائز نہیں اور اسکے دلائل	۴۰
۲۸۸	لام نخعیؒ کے نزدیک ماہلینا ہم نے نماز نہیں پڑھی یہ کہنا مکروہ ہے اس پر رد	۵۸		ضمیمہ کی فہرست مکمل ہوئی	
			۱۹۴	کتاب مواقیب الصلوٰۃ پارہ نمبر ۳	
۲۹۱	نماز باجماعت ادا کرنے میں پانچ مذاہب ہیں	۵۹	۱۹۵	نماز کی فضیلت اور اس کے اوقات کی اہمیت	۴۱
۳۰۲	اداء سنت فجر کے بارے میں اقوال ائمہ	۶۰	۱۹۶	اوقات خمسہ کی حکمت	۴۲

صفحہ	عنوان	نمبر شمار	صفحہ	عنوان	نمبر شمار
	کتاب الجمعة		۳۱۳	جلسہ استراحت کی بحث	۶۱
۴۶۴	جمعہ کی فرضیت اور اس کے احکام	۷۵	۳۱۶	حق بالامتہ کون ہے۔	۶۲
۴۶۶	غسل الجمعة کے بارے میں اقوال ائمہ	۷۶	۳۲۰	آنحضرت ﷺ کے نماز میں تشریف لانے پر	۲۶۳
۴۷۶	بستی والوں پر جمعہ واجب نہیں بلکہ اس کیلئے ہر کے نزدیک کچھ شرائط ہیں۔	۷۷		حضرت ابو بکرؓ تو پیچھے ہٹ گئے حضرت ابن عوفؓ نہیں بٹے اس کی وجہ۔	
۴۸۶	وقت جمعہ بعد از زوال سے شروع ہوتا ہے غیر مقلد بصر کے لفظ سے دہلی میں دس بجے جمعہ پڑھ کر کے فارغ ہو جاتے ہیں اور سقوط زکوٰۃ کے لئے حیلے کرتے ہیں۔	۷۸	۳۳۳	امام مالکؒ فتنہ کے دور میں صلوٰۃ خمسہ بلکہ نماز جمعہ تک گھر میں پڑھتے تھے۔	۶۴
	قیلولہ اور غذا بعد از جمعہ کی صحیح توجیہ	۷۹	۳۳۵	مسجد کا دایاں کون سا ہوتا ہے عجیب مسئلہ ہے	۶۵
۴۸۶	حضرت محمد انور شاہؒ کا ارشاد کہ فقہ میں مولانا گنگوہیؒ کا مرتبہ امام شامی سے بڑھا ہوا ہے۔	۸۰	۳۶۱	رفع یدین کا مسئلہ اتنا معرکہ الاراء نہیں تھا جتنا بنا دیا گیا۔ بہر حال اس میں پانچ اختلاف ہیں اور عمدہ بحث ہے۔	۶۶
۴۹۳	منبر نبوی کب بنا۔ بنانے والے کا نام اور عورت کا نام۔	۸۱	تا	تکبیر افتتاح کے بعد کیا پڑھا جائے۔ وہ تین وعائیں ہیں۔	۶۷
۴۹۷	خطبہ جمعہ کے بارے میں مذاہب ائمہ	۸۲	۳۸۲	نماز میں ادھر ادھر جھانکنا ممنوع مگر عند الضرورت جائز ہے۔	۶۸
۵۰۱	خطبہ جمعہ کی حقیقت کیا ہے خود علماء احناف میں اختلاف ہے۔	۸۳	۳۸۴	مسئلہ وجوب قرآۃ میں بائیس اختلاف ہیں	۶۹
۵۰۲	شیخ مدنیؒ کی تحیۃ المسجد کے بارے میں مکمل تحقیق انیق۔	۸۴	۳۹۱	آنحضرت ﷺ کی آخری نماز کون سی تھی	۷۰
۵۰۶	نماز استسقاء کی تین صورتیں	۸۵	۳۹۱	مفصلات کی تفصیل	۷۱
۵۰۷	استماع اور انصات کا فرق اور ان کے فوائد	۸۶	۴۰۲	آمین بالجہر کی بحث اور روایات میں تطبیق	۷۲
۵۰۸	جمعہ کے دن سامتہ مقبولہ ائمہ کرام کے اقوال	۸۷	۴۳۶	الحیات میں بیٹھنے کا کیا طریقہ ہے۔ اقوال ائمہ	۷۳
				افتراش با تورک۔	
			۴۵۸	بچہ کے بالغ ہونے کی نشانیاں اور قبل از بلوغ کے احکام۔	۷۴

صفحہ	عنوان	نمبر شمار	صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۵۵۳	وتر کی رکعات اور اس کی حقیقت	۹۷	۵۰۹	تعداد و مقتدی کی کمی کی صورت میں نماز جمعہ پر کیا اثر پڑے گا۔	۸۸
۵۵۶	وتر میں سترہ مسئلے اختلافی ہیں	۹۸			
۵۶۲	وعاء قنوت کی بحث	۹۹	۵۱۳	ابواب صلوة الخوف	
۵۶۳	ابواب الاستسقاء		۵۱۴	صلوة خوف کے باب باندھنے کی وجہ	۸۹
۵۶۳	استسقاء میں سات احاث ہیں	۱۰۰	۵۱۴	صلوة خوف کے سولہ طریقے ہیں	۹۰
۵۸۹	ابواب الحسوف۔ کسوف میں دس احاث ہیں	۱۰۱	۵۱۸	مسابقہ کی نماز کا بیان اور صلوة الطالب	۹۱
۶۰۳	جمع روایات کے بارے میں حضرت گنگوہی کا فیصلہ۔	۱۰۲		والمطلوب دوسری نماز ہے۔	
۶۰۳	صلوة کسوف میں جنت و دوزخ کو دیکھنا اس پر قول فیصل۔	۱۰۳	۵۲۲	کتاب العیدین	
۶۱۲	سجود القرآن	۱۰۴	۵۲۳	عید کی حقیقت اور اس کے احکام	۹۲
۶۱۲	سجدہ تلاوت سنت ہے۔ و دیگر احکام سجدہ قرآن	۱۰۵	۵۲۳	سماع مزامیر پر آنحضرت ﷺ کی خاموشی اور حضرت ابو بکرؓ کی تکبیر کرنے کی وجہ۔	۹۳
۶۱۷	سجدہ تلاوت تالی اور سامع دونوں پر واجب ہے	۱۰۶	۵۳۷	ایام معلومات کی تفسیر ایام تشریق پر بحث	۹۴
۶۲۲	ابواب تقصیر الصلوة		۵۴۰	بدعات مروّجہ کی کچھ نہ کچھ اصل ضرور ہے	۹۵
۶۲۳	قصر کے احکام	۱۰۷	۵۵۱	عید کی نماز فوت ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہے	۹۶
			۵۵۳	ابواب الوتر	

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ضمیمہ

افادات قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

منقول از کتاب لامع الداری علی جامع البخاری

ابتداء از بدء الوحي

تا

تحية المسجد

کتاب لامع الداری تحية المسجد تک لکھ لینے کے بعد دستیاب ہوئی۔ اس لئے ابتداء سے یہاں تک قطب عالم حضرت گنگوہیؒ کے افادات بطور ضمیمہ کے دوہری جلد میں شامل کئے گئے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کے افادات ابتداء سے آخر کتاب بخاری تک چلے گئے ہیں۔

ترتیب و ترجمہ۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالقادر قاسمی فاضل دیوبند ملتان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

باب بدء الوحي

اللهم لك على ما اوليت من آلاء لاحد لها ولانهاية وافضلت عن لغماء لبدء لها ولاغيت وعلى نبيك الصلوة والسلام على ما حمل من اعباء الرسالة ما يكاد يبهض كل ذي نجدة وبسالة وعلى من جمعه واقضى آثاره لاسيما حملة الدين الذين قصوا علينا لقباره واثاره وصلوة يوازي عناء هم في نشر شرائعه ويجازى امانتهم في تبليغ ودائعه ..

باب كيف كان بدء الوحي الى رسول الله ﷺ

مؤلف پر خطبہ ترک کر دینے کا الزام اس لئے صحیح نہیں ہے کہ مقصود ذکر اللہ ہے جو بسملہ سے حاصل ہو گیا۔ کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے اوصاف کمال کا ذکر ہے۔ لفظ جلالة کے ساتھ الرحمن الرحیم ہے۔ اور بسملہ کے بعد حمد کا ذکر ہوتا تو کتاب اللہ کی اقتداء ہو جاتی۔ یہ اشکال بھی وارد نہیں ہو سکتا کہ یہ صفات کمال حمد میں بھی داخل ہیں۔ جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ اگر ابتداء بالبسملہ اور بحمد اللہ کی احادیث صحیح بھی ہوں تو ان کی تعمیل الحمد للہ کہنے پر موقوف نہیں ہے۔ صرف بسملہ کا ذکر ہی کافی ہے۔ وجہ اس ترک کی غالباً جناب نبی کریم ﷺ کے وہ اکثر رسائل ہیں اور کتب ہیں جن میں صرف بسملہ پر اکتفاء کیا گیا ہے بلخصوص کتاب بخاری کی حدیث نبوی جس میں ہر قل کو خط لکھا گیا ہے۔ اس میں الحمد للہ نہیں ہے۔ اور علامہ عینی نے اس اشکال کے ساتھ جواب دینے کے بعد جو یہ جواب دیا ہے کہ اصل مسودہ میں الحمد للہ کا ذکر تھا ناسخین نے اسے ترک کر دیا۔ اس صورت میں تو کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔

ثم لا يخفى امام بخاری پر اکثر اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس باب بدء الوحي کے تحت چھ احادیث لائے لیکن ان کی ترجمہ سے مناسبت نہیں ہے۔ سو واضح رہے کہ امام بخاری اپنی عادت کے مطابق کبھی اونٹنی مناسبت پر اکتفا کرتے ہیں۔ کبھی باب کی ہر ہر حدیث سے ترجمہ کو ثابت نہیں کرتے۔ بلکہ مجموعہ احادیث سے مناسبت ثابت کرتے ہیں اس مقام پر بھی ترجمہ کو مجموعہ روایات سے ثابت کیا ہے۔ نیز غور و فکر سے معلوم ہو گا کہ ہر حدیث ترجمہ الباب سے مناسبت رکھتی ہے۔ جیسا کہ تفصیل سے واضح ہو گا۔ اور یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ ہر اس وقت

مؤلف ترجمہ میں کوئی آیت یا اثر لاتے ہیں جس کو باب سے مناسبت ہوتی ہے۔ یہ بات ابواب اور ان کے تراجم کی زیادہ تفصیل سے واضح ہوگی انشاء اللہ۔ اس مقام پر مقصود آیت اور روایت کی ترجمہ سے مناسبت کرنا ہے۔ پس جو شخص باب بدء الوحي میں اضافت میانیہ کا قائل ہے اس کے نزدیک عبارت یوں ہوگی۔ هذا باب فی بیان هذا الامر وهو الوحي اس صورت میں مناسبت تلاش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ بعد میں جو آیت اور روایات آ رہی ہیں ان کی وحی سے مناسبت ہے اور ان میں وحی کا ذکر ہے۔ اس طرح اگر لفظ باب کو کیف بدء کا مضاف نہ بنایا جائے بلکہ اس کو الگ جملہ قرار دیا جائے اور اسے مبتدأ محذوف کی خبر قرار دیا جائے تو معنی ہوں گے هذا باب من ابواب الحديث پھر اس باب کے تحت جو کچھ لائے اس کا عنوان ہے كيف كان بدء الوحي۔ اس صورت میں بھی ترجمہ اور ہر روایت واردہ میں مناسبت ثابت کرنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ ایسی روایت کا لانا مناسب ہے جس کا اثبات نبوت میں دخل ہو۔ اور ان خصائل حمیدہ کا تذکرہ ہو جن سے آنحضرت رسول اللہ ﷺ متصف تھے یا وہ عادات جو جبلی تھیں جو نبوت سے قبل آپ میں پائی جاتی تھیں۔ اگر اضافت میانیہ نہ ہو جیسا کہ اظہر ہے تو پھر مناسبت ثابت کرنے کی زیادہ ضرورت ہے۔ تو ہم کہیں گے قوله تعالیٰ اِنَّا اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ الْاٰیةِ اس میں جناب رسول اللہ ﷺ کی وحی کو انبیاء سابقین کی وحی سے تشبیہ دی گئی۔ کہ وہ وحی ارسال ہے جیسے وحی ارسال ان کی طرف ہوئی تھی۔ جب آپ کے لئے وصف ایحاء ثابت ہو گئی تو اس کی کیفیت بھی انبیاء سابقین کی وحی کی کیفیت کی طرح ہوگی اور اس کی ابتداء بھی ایسے ہوگی جیسے ان انبیاء کی طرف ابتداء ہوئی تھی۔ تو اس صورت میں بدء الوحي کی کیفیت کو بیان کرنا مقصود ہوگا جو دیگر انبیاء کی بدء الوحي کی کیفیت کے مماثل ہوگی اس طرح مناسبت ظاہر ہوگی۔ البتہ ایک اشکال باقی رہے گا کہ آپ کی وحی کو نوح علیہ السلام کی وحی اور من بعدہم کی وحی سے تشبیہ دی گئی۔ اس سے آدم علیہ السلام اور ان کے بعد کے انبیاء کی وحی خارج ہو گئی۔ جو اب یہ ہے کہ دو چیزوں کے درمیان تشبیہ غیر کے اندر وجہ شبہ کے نہ ہونے کو تقاضا نہیں کرتی۔ جیسے کالے بال کو اگر کتے سے تشبیہ دی جائے تو دوسروں کی نفی نہیں ہوتی بلکہ وہ کتے اور اندھیری رات وغیرہ کے مشابہ ہے۔ اگر بالفرض اعتراض تسلیم بھی کر لیا جائے تو کہا جائے گا کہ مقصود او العزم دسل سے تشبیہ دینا تھا۔ حضرت آدم و من بعدہم اگرچہ انبیاء تھے لیکن ان کے رسول ہونے میں کلام ہے کیونکہ جس قدر کفر و شرک نوح علیہ السلام اور من بعد کے انبیاء کے دور میں شائع فایع ہوا ہے وہ ان انبیاء کے دور میں نہیں ہوا۔ تو ان کی طرف سے وحی وحی رسالت نہ ہوئی۔ بلکہ ان کے دور میں دنیا آباد کرنے کے متعلق وحی آتی تھی کفر و شرک تھا ہی نہیں۔

قوله انما الاعمال بالنيات صفحہ ۲-۵ بظاہر اس حدیث کو ترجمہ الباب سے کوئی مناسبت نہیں اسلئے کہ اس میں سرے سے وحی کا ذکر ہی نہیں ہے۔ اس کے کئی جوابات دیئے گئے ہیں۔ ان میں سے زیادہ وقع یہ جواب ہے کہ اگرچہ رسالت اور نبوت وہی ہے کبھی نہیں محض اللہ کا فضل ہے۔ مگر بعض اعمال ایسے ہیں جن پر فواضل اور بعض انعامات مرتب ہوتے ہیں۔ آیت کریمہ ہے۔ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا اور حدیث شریف میں ہے اَسْكُمْتُ عَلٰی مَا اَسْلَفْتُ مِنْ خَيْرٍ۔ ترجمہ۔ کہ اپنی گزشتہ نیکیوں کی بنا پر اسلام لانے کی توفیق ملی۔ اسی طرح یہ حدیث بدء الوحي کا بیان ہوئی کہ بدء الوحي میں جناب نبی اکرم ﷺ کے اخلاص نیت کو اللہ رب العالمین سے

خیر خواہی کو اور مخلوق خدا سے خیر خواہی کو جبلی خصائل کا بھی دخل ہے۔ اور وہی اس کا سبب ہیں۔ البتہ یہ توجیہ اس پر مبنی ہے کہ لفظ کیف جیسے حال الشیء کے دریافت کرنے کے لئے آتا ہے۔ اس طرح سبب وجود الامر کے لئے بھی آتا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کیف جنت جس سے مقصود آنے کا سبب پوچھنا ہے آنے کی کیفیت نہیں پوچھنا کہ پیدل آئے یا سواری پر آئے۔ تو اس صورت میں لفظ کیف جو ترجمہ میں وارد ہے اس سے عموم فی المجاز پر وہ معنی مراد لئے جائیں گے جو ان تمام معانی کو شامل ہوں۔ مشہور معنی سوال عن حال الشیء نہیں ہوگا۔ پس اس روایت کو اوّل باب بلعہ اوّل کتاب میں لانے کی وجہ سے طالب کو تنبیہ کرنا ہے کہ حصول علم حدیث سے اس کا مقصد محض رضاء الہی ہونا چاہیے۔ اور اس کتاب میں جو مخالفین کے مذاہب کی تردید ہے اس سے بھی مقصود سنت کی مدافعت ہے تاکہ ان کے گمان کے مطابق لوگ سنت کو اختیار کریں اس کی مخالفت کو چھوڑ دیں۔ دریں صورت مناسب یہ تھا کہ اس حدیث کو ترجمہ سے پہلے ذکر کیا جاتا لیکن مؤخر اس لئے کر دیا کہ حدیث کے معنی وحی پر موقوف ہیں۔ اور کلمہ حصر کی وجہ سے جو بدون نیت عمل کی نفی معلوم ہوتی ہے وہ موجود شرعی ہے جو عند اللہ معتبر ہو۔ مطلق وجود کی نفی نہیں خواہ وہ حسی ہو یا شرعی ہو۔ تو عادت کے مطابق امام بخاریؒ نے ترجمہ کے بعد اس روایت کو اس لئے لائے ہیں تاکہ احتمالی معنی کی تعیین ہو جائے۔ نیز ! الاعمال پر الف لام عمد خارجی کا ہے استغراق کے لئے نہیں۔ اور نیت بھی مؤمن کی معتبر ہے۔ واللہ الہادی الی سبیل الرشاد

قولہ کیف یاتیک الوحی ظاہر یہ ہے کہ سائل نے وحی کے تمام اقسام کے متعلق سوال نہیں کیا بلکہ وحی اترنے کی اس کیفیت کو معلوم کرنا تھا جو اکثر اور غالب زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپؐ پر ہوتی تھی اس کا جواب تین طرح سے ممکن تھا خود آنحضرتؐ کی طرف جو وحی ہوتی تھی اس کی کیفیت کو بیان کیا جائے یا موحی وحی لانے والے فرشتہ کی کیفیت بتلائی جائے یا نفس وحی کی کیفیت بیان ہو۔ تو آپؐ نے مثل صلصلة الجرس سے وحی کے نزول کے وقت جو خود آنحضرتؐ کی کیفیت، ہوتی تھی اس کو بیان کیا یہ جبرائیل علیہ السلام کی آواز نہیں جیسے کہ بعض حضرات نے سمجھا ہے۔ اس لئے کہ صوت جبرائیل تو الفاظ اور حروف سے مرکب ہے۔ جو بات سمجھ نہ آئے اس کا تلفظ کیسے ممکن ہے۔ اس طرح وہ کلام جو مبہم اور چپ کر دینے والی ہو اس کی قرأت کیسے ہو سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَرَقِلَ الْقُرْآنُ تَوَاتُراً تو اس صورت میں احیاناً بتمثل یہ اصل جواب سے ایک زائد افادہ ہوگا جس سے بتلانا یہ ہے کہ وحی محض اسی ایک طریقہ پر منحصر ہے بلکہ اس کے اور وجوہ بھی ہیں۔ تو اس سے وحی کی کیفیت کا بیان واضح ہو گیا۔ یہ وحی مطلق کی کیفیات تھیں۔ تو بدء الوحی کی بھی مختلف صورتیں ہوں گی۔ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اب مجموعہ اجزاء ترجمہ کو ہر روایت سے ثابت کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ اور یہی حال آنے والی روایات میں رہے گا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

قول عائشة ان جبینہ فیفصد عرقاً صفحہ ۲-۱۱ نزول وحی کے وقت آپؐ کی پیشانی سے پسینہ بہتا تھا حالانکہ غار حراء سے نزول وحی کے بعد آپؐ نے زملمونی زملمونی فرمایا جیسے ٹھنڈک سے بخار والے پر کپڑے ڈالے جاتے ہیں۔ ان دونوں حالتوں میں منافات نہیں۔ اس لئے کہ ایک میں نزول وحی کے وقت کی حالت بیان کی گئی اور دوسری حدیث میں نزول وحی کے بعد کی کیفیت بتلائی ہے۔

وجہ یہ ہے کہ آپ کے باطن میں حرارت تھی۔ لیکن کبھی خوف اور ہشت کی وجہ سے ظاہر پر بردت آجاتی تھی۔ یہاں تک کہ آپ پر کپڑے ڈالے جاتے۔ تو دو مختلف حالتیں ہوئیں۔

قوله حتى بلغ مني الجهد صفحہ ۲-۱۵ لفظ جہد یا مفعول ہے تو فاعل ملک ہو گا یا وہ غلبہ ہو گا جو غطی میں مذکور ہے۔ جہد سے جہد نبی اکرم ﷺ بھی مراد ہو سکتے ہیں۔ اور بطور مجاز کے جہد الملک بھی ہو سکتا ہے۔ تو معنی ہوں گے کہ اگر فرشتہ کی جائے وہاں پر کوئی انسان ہو تا تو اس کو بھی یہ مشقت (سختی) پہنچتی۔ دوسری صورت یہ ہے کہ الجہد فاعل ہو معنی ہوں گے کہ یہ مشقت (سختی) میری طرف سے اپنی انتہا کو پہنچی۔ بہر حال یہ نہایت مشقت (سختی) سے کنایہ ہے۔ اسی بنا پر فرشتہ نے آپ کو چند مرتبہ دبایا ہے تاکہ آہستہ آہستہ آپ اس کے عادی ہو جائیں۔

ولقد خشيت على نفسي الخ صفحہ ۳-۱۵ ترجمہ۔ مجھے اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔ اور یہ خوف و ہشت اس وجہ سے تھی کہ میں رسالت کی کما حقہ ذمہ داریوں کے بوجھ اٹھانے سے عاجز ہوں۔ یا آپ کو سینہ چاک ہونے اور چھپڑنے کی وجہ سے جو سختی پہنچی اس کی وجہ سے اپنی ہلاکت کا خطرہ لاحق ہو گیا۔ چونکہ ان صورتوں میں آپ کے لئے جو اجر و ثواب اور ستائش مقدر تھی اس سے محرومی تھی۔ بنا بریں حضرت خدیجہؓ نے یہ کہہ کر اس کی نفی کر دی کہ لا۔ جزک اللہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن خصائل اور اخلاق کریمانہ پر آپ کو پیدا کیا ہے جو عموماً کسی عام انسان میں کاملاً نہیں پائے جاتے اور نہ ہی کسی انسان کے جمیع جسم میں یہ عادتیں ودیعت رکھی گئی ہیں۔ تو معاملہ ایسا نہیں ہو گا جس کا آپ کو خطرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی ذات ستودہ صفات کو جن بھوت کے حوالے کر دے۔ بلکہ انشاء اللہ تبلیغ و رسالت کا یہ کام آپ کے ہاتھوں انجام پائے گا گھبرانے کی ضرورت نہیں۔

وكان يكتب الكتاب صفحہ ۳-۶ یہاں سے زبان میں ان کی مہارت کا بیان ہے۔ اور یہ کہ وہ کتب منزلہ کی مرادات پر پوری اطلاع رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ ان کا ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کر سکتا ہے۔ اور ترجمہ کرنے کی طاقت اسی کو ہوتی ہے جو اپنے ہجو لیوں پر مہارت تامہ اور فوقیت کاملہ رکھتا ہو۔ اور اس میں شہرت کا مالک ہو اس بنا پر عرفی اور عبرانی کتابوں کی مراد اور مطالب ایک ہو گا۔

قوله هذا لنا موس الخ صفحہ ۳-۹ جاننا چاہیے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو نہ تو رسالہ کے معاملہ میں شک و شبہ تھا اور نہ ہی اس پیغام میں شبہ تھا کہ یہ وحی ہے۔ جیسا کہ ہم نے خشیت کی وجہ میں بیان کیا ہے کہ یہ خشیت شک و شبہ و ریب کی وجہ سے نہیں تھی۔ جیسا کہ بعض کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ البتہ بایں ہمہ یہ شک ممکن ہے کہ اس بارے میں ہو کہ آپ کو اس کا علم نہ ہو کہ یہ فرشتہ جو میرے پاس بھیجا گیا ہے یہ وہی ہے جو دیگر انبیاء سابقین علیہم السلام کی طرف وحی لایا کرتا تھا اور نہ ہی آپ کو اس کے نام کا علم ہو تو یہ کوئی نقصان کی بات نہیں ہے۔

قوله باليتنى اكون حيا صفحہ ۳-۸ یعنی اگر میری جوانی اور طاقت نے ساتھ نہ دیا پھر بھی میں اگر زندہ نہ رہا تو آپ کی زبان سے یا جو صورت بھی ممکن ہوئی آپ کی ضرورت مدد کروں گا۔ یہ دعا علی سبیل التنزل ہے۔ اَوْ مَوْجِرٍ جِئِيْهِمْ آخِضْرَتٌ ﷺ نے قوم کے

نکلنے کو تعجب اور استفہام انکاری کے طور پر اس لئے بعید سمجھا کہ آپ نے سوچا میں ان کو نصیحت کرتا ہوں اور خیر کی طرف دعوت دیتا ہوں پھر بھی وہ مجھے اپنے شر سے نکال دیں گے۔ آپ کا گمان تھا کہ کوئی عاقل اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ جو شخص ان کو بھلائی بلکہ نجات کی دعوت دیتا ہو اس سے دشمنی کریں۔ میں ان کو نفع پہنچانے کی کوشش کروں اور وہ مجھے نقصان پہنچائیں یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ تو درقہ بن نوفل نے ایک ایسا عجیب جواب دیا جس کے بعد حدیث کی ضرورت نہیں رہتی کہ عادت اللہ ایسے ہی جاری ہے کہ جو ذات عوام کی خیر خواہی کی طالب ہو لوگ اس سے عداوت رکھتے ہیں۔ اگرچہ یہ مدعی اس طرح بھی ثابت کرنا ممکن تھا جس میں قدرے طوالت تھی کہ انسانی نفوس کی جبلت یہ ہے کہ جن امور کے وہ عادی ہوتے ہیں اس کی مخالفت کو وہ ناپسند کرتے ہیں حالانکہ اس میں ان کی بھلائی اور بہتری ہوتی ہے۔ اس کی کچھ تفصیل بعد میں آئے گی۔

و یحدث من فترة الخ صفحہ ۳ - ۱۲ مطلب یہ ہے کہ حضرت جابرؓ نے ایک ایسی حدیث بیان کی جس کا اوائل ایام وحی سے تعلق تھا یہاں تک کہ ان کی حدیث یہاں تک پہنچی۔ الی قولہ وهو یحدث تین سال تک وحی اس لئے منقطع رہی تاکہ آنحضرت ﷺ پہلے نازل شدہ آیات کے معانی اور مفہم پر غور فکر کر لیں۔ وجہ یہ کہ کتاب کا جو حصہ پہلے نازل ہوا اس میں جمع نصوص کی مراد سمجھنے میں اجمالی اشارہ ہوتا ہے۔ جس پر فکر اور تدبر کی حاجت ہوتی ہے۔ دوسرے تاخیر وحی کی ایک وجہ یہ بھی ہے تاکہ شوق میں اضافہ ہو۔ اور مسلسل نازل ہونے میں کلفت محسوس ہوتی ہے۔ چنانچہ پہلی دفعہ آپ پر جب وحی کا نزول ہوا تو کلفت کا سامنا کرنا پڑا اور اسی طرح فترت کے بعد جب نزول ہوا تو سختی اور مشقت میں مبتلا ہوئے۔ اگر پہلے سے ہی وحی کا تسلسل ہو تا تو ممکن ہے آپ کی ہلاکت کی نوبت آجاتی۔ یا آپ کا جسم اطہر سخت مصائب و آلام کا نشانہ بنتا۔

قوله فرغبت منه صفحہ ۳ - ۱۲ یہ دہشت فرشتہ کو اپنی اصلی صورت میں دیکھنے سے لاحق ہوئی۔

ثم علينا ان نقرء صفحہ ۳ - ۲۲ قرأت سے دونوں جگہ ایک مراد نہیں بلکہ دوسری قرأ یعنی اِنَّ عَلَيْنَا لَلْيَاقُتُہ میں محض بیان مقصود نہیں بلکہ قرأ بھی مراد ہے۔ جبکہ حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ بیان کی تفسیر انہوں نے قرأ سے کی ہے۔ اور پہلا مقام یعنی اِنَّ عَلَيْنَا جَمَعُہُ وُقُرَآئُہ میں قرآن سے قرأ مراد ہے۔ اور دونوں قرأتوں میں بڑا فرق ہے۔ اس لئے کہ پہلی قرأ سے مقصد یہ ہے کہ ہم قرآن مجید کو آپ کے سینہ اور دل میں اس طرح جمادیں گے کہ آپ خود اس کے پڑھنے پر قادر ہو جائیں گے اور دوسری قرأ سے مراد قرأ علی الامۃ ہے۔ کہ وہ ایسی قرأ و احوہ ہوگی جو امت پر خلط ماط نہیں ہوگی۔ اور یہی لفظ بیان کا مدلول ہے۔ تو بیان سے مراد قرأ قرأ علی القوم ہے جس میں بیان کے معنی ملحوظ کے ہیں۔ کہ وہ قرأت نہایت واضح اور ظاہر ہوگی۔ نیز! حدیث کو باب سے مناسبت اس طرح ہوئی کہ جب اوائل ایام نبوت میں آپ کا یہ حال تھا تو پہلے پہل جو آپ پر وحی نازل ہوئی اس میں بھی یہی حال ہوگا۔ تو بدء الوحی کی بعض کیفیت کا بیان ہو گیا۔ کہ نزول وحی کے وقت آپ سختی برداشت کرتے تھے۔ اور یہ بھی ہم ذکر کر چکے ہیں کہ کیفیت وحی کا بیان بظاہر وحی کا سبب کیا بنا کہ ان میں سے ہر ایک فضل اور احسان الہی تھا۔ آیت نازل شدہ کا اور حکم نازل کردہ کا حال بیان ہوگا۔

اور منزل علیہ یعنی جن کی طرف وحی کی گئی ان کی اردات کا بیان یا فرشتہ کی بعض کیفیات کا بیان اور اس کے احوال کا بیان ہو گا۔ چنانچہ اس روایت میں موحی الیہ یعنی جناب رسول اللہ ﷺ کی کیفیت بیان کی گئی ہے۔ اگر یوں کہا جائے کہ یہ حدیث اس لئے لائی گئی کہ اس میں وحی کا ذکر ہے اس سے کوئی حجت نہیں کہ اس کی ابتداء یا کیفیت کیا تھی تو اس صورت میں کسی تکلف کی ضرورت نہیں رہتی مناسبت واضح ہے۔

اخبرنا یونس بن معمر نحوہ الخ صفحہ ۳ - ۲۵ نحوہ سے اشارہ ہے کہ معمر راوی کے الفاظ حدیث یونس راوی کے الفاظ حدیث کے خلاف ہیں۔ اگرچہ دونوں کا معنی میں اتحاد ہے۔ اگر لفظ اور معنی دونوں میں اتحاد ہو تو مثلہ کا لفظ بلا لا جاتا ہے۔

فیدارسہ القرآن صفحہ ۳ بظاہر روایت ترجمہ سے مناسبت نہیں ہے مگر امام سیوطیؒ کی یہ روایت صحیح ہو کہ حضرت جبرائیلؑ ہر سال رمضان شریف میں قرآن مجید کا آپ کے ساتھ دور کرتے تھے۔ خواہ وہ نازل ہو چکا ہو یا نازل نہ ہو اہو۔ بعد ازاں آنحضرت ﷺ اس کو بھول جایا کرتے تھے۔ تو پھر جبرائیلؑ کا آپ پر قرآء کرنا یہ بھی وحی کی ایک قسم ہوگی۔ کہ فرشتہ آپ کے سامنے آجاتا تھا تو اس کی ابتداء غیر منزل کے مقابل میں ظاہر ہے۔ یعنی وحی کی ابتداء کبھی پہلے طریقہ کے خلاف ہوئی تھی۔ کہ نزول ملک کی صورت میں ایک دوسری کیفیت ہوتی تھی۔ اور عادت کے خلاف ایک قرآء کا ایک دوسرا طریقہ اختیار کیا جاتا تھا۔ اگر مشہور روایت پر قرآء ہو کہ جبرائیلؑ مانزل یعنی جو حصہ اتر چکا تھا اس کی آپ پر قرآء کرتے تھے۔ پھر بھی یہ قسم اقسام وحی میں سے ہوگا۔ کہ دوسری مرتبہ قرآء وحی کی یہ قسم ہوگی کہ فرشتہ قرآء کرتا تھا۔ البتہ تکرار وحی کا الزام رہے گا کہ موحی ایک ہے اور قرآء دوبارہ ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ کیوں کہ بعض صورتوں کا نزول دوبار ہوا ہے۔ ہاں یہ تکرار تکرار سُور سے کم درجہ کا ہوگا۔ کیوں کہ یہ اسی فرشتہ کی طرف سے ہے آسمان سے اس کا نزول نہیں ہے اور کوئی بعید نہیں اگر یہ توجیہ بیان کی جائے کہ جب رمضان شریف میں جناب جبرائیلؑ سے ملاقات کے وقت آنحضرت نبی اکرم ﷺ کا یہ حال ہوتا تھا کہ باہمی دونوں کے انوار کا عکس ایک دوسرے پر چڑھ جاتا تھا تو بدو وحی کے وقت جب آپ کی جبرائیلؑ سے ملاقات ہوتی ہوگی تو یہی حال اس وقت بھی ہوتا ہوگا جیسا کہ روایت دلالت کرتی ہے کہ پہلی مرتبہ بدو الوحی میں جبرائیلؑ نے آنحضرت ﷺ کو توجہ القائی کے لئے جھپٹا تو جیسے جھپٹنے کا اثر آپ پر ظاہر ہوتا تھا۔ ایسے ہر ملاقات میں اثر خفی ضرور ہوتا ہوگا واقعی یہ غور طلب بات ہے۔ واللہ اعلم

قوله من الريح المرسلہ صفحہ ۴۔ اس جیسے سخت آندھی ہر چیز تک پہنچتی ہے آنحضرت ﷺ کی سخاوت اس سے بھی زیادہ ہوتی تھی۔ کہ جو چیز بھی آپ کے ملک میں ہوتی تھی اس کو آپ باقی نہیں چھوڑتے تھے۔

قوله ان هرقل ارسل الیہ فی ركب صفحہ ۴۔ ۳ فی ركب یا الیہ کی ضمیر مجرور سے متعلق ہے۔ تو معنی ہوں گے کہ یہ بھی اس قافلہ میں تھے۔ یا اس کا تعلق ارسل فعل سے ہے۔ کہ ان کی طرف پیغام اس لئے بھیجا تاکہ ان سے قافلہ کا حال معلوم کریں اور پھر ان کو اپنے ہاں بلائیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ کلمہ فی اجلیہ ہو۔ پھر بھی ابوسفیانؓ کا اس قافلہ سے خارج ہونا لازم نہیں آتا۔ اور نہ ہی ان کی طرف ارسال کے خلاف ہے۔ کیونکہ یہ قافلہ کے سردار تھے اور ان سب سے افضل تھے۔

وقوله وهم بائلبیا صفحہ ۴ - ۳ میں دجہ یہ ہوئی کہ کسریٰ بادشاہ فارس نے حملہ کر کے ہر قتل بادشاہ روم سے اس کا ملک چھین لیا تھا ہر قتل نے منت مانی تھی کہ اگر کسریٰ سے اس کا ملک ہر قتل کو واپس مل گیا تو وہ پیدل ایلیاء یعنی بیت المقدس آکر عبادت کرے گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے جب اس کا ملک اسے واپس کر دیا تو وہ بیت المقدس میں آکر ایک رات وہ خواب دیکھ رہا تھا جس کا روایت میں ذکر ہے کہ غنہ کرنے والوں کا بادشاہ اس ملک پر غالب آجائے گا۔ اتفاق سے بادشاہ غسان نے بھی ایک آدمی بھیج کر اس کی تصدیق کر دی۔ تو ہر قتل نے رومیہ کے حاکم کی طرف دریافت احوال کے لئے خط لکھا۔ ابھی اس کا جواب نہیں آیا تھا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا والانا مہ اس کے پاس پہنچ گیا۔ جس سے آنحضرت ﷺ کی بعثت اس کے نزدیک واضح ہو گئی۔ تو یہ تینوں واقعات ایلیاء بیت المقدس میں اس کے سامنے پیش آئے۔ تو اس نے اپنے وطن واپس ہوتے ہوئے دوبارہ اس کی تحقیقات شروع کی۔ چنانچہ جب وہ اپنے دار الخلافہ حرم میں پہنچا تو اسے حاکم رومیہ کا جواب موصول ہوا۔ تو اس نے اپنے حاشیہ نشینوں کو جمع کیا۔ اس طرح واقعات کی ترتیب مناسب رہے گی۔

قوله ایلک اقرب نسباً صفحہ ۴ - ۵ میں یہ اس نے اس لئے پوچھا کہ صاحب البیت ادری مالیہ کے مطابق قریبی رشتہ دار ہی اپنے قریبوں کی خوبیوں اور برائیوں سے خوب واقف ہوتا ہے۔

قوله ان کذبنی الخ صفحہ ۴ - ۳ میں یہ بادشاہ نے ان سے اس لئے کہا کہ اسے معلوم ہو چکا تھا کہ یہ سب لوگ کفر میں اس کے شریک رہے ہیں۔ میرا گمان ہے کہ جھوٹ کی قباحت بالخصوص بادشاہ کے سامنے اس کے جھٹلانے سے ان کو خاموش نہیں رہنے دے گی۔ اب جبکہ میں خود بادشاہ ان کو حکم دے رہا ہوں تو وہ کیسے اس کی تکذیب نہیں کریں گے۔ نیز! بادشاہوں کا رعب داب اور ان کا ہمارے شہروں کو آنا جانا یہ ایسے حالات ہیں جو اس کو بچ جانے پر مجبور کریں گے۔ اگر بالفرض اس نے اپنی گفتگو میں کوئی جھوٹی بات کہہ بھی دی تو اس کی جھوٹی باتیں کسی پر مخفی نہیں رہیں گی۔ اگرچہ کچھ زمانہ بعد ہی کیوں نہ ہو۔ شہروں میں اس کا جھوٹا پن مشہور ہو جائے گا۔ نیز! یہ بھی ممکن ہے کہ بادشاہ کو اس کا علم نہ ہو کہ یہ لوگ کفر میں ابو سفیان کی موافقت کرتے ہیں۔ اور ابو سفیان کی پیٹھ کے پیچھے اس لئے بٹھلایا کہ آمنے سامنے کسی کو جھٹلانا آسان نہیں ہوتا۔ شاید لحاظ و مردت اور آنکھوں کے سامنے ہونا ان کو اس کی تکذیب سے مانع ہو۔ اس لئے پیٹھ کے پیچھے بٹھایا۔

قوله ان یائرو الخ صفحہ ۴ - ۸ میں یعنی جب ان لوگوں کو میرے جھوٹے ہونے کا علم ہو جائے گا تو میری بعد کی گفتگو پر سے ان کا اعتماد اٹھ جائے گا۔ اور عرب کا جو آدمی بھی یہ واقعہ سنے گا وہ مجھے جھوٹا شمار کرے گا اس طرح اکتاف علم میں شہر و دیہات میں میرے جھوٹ کا چرچا ہو گا۔ عام شراح یہی معنی لے لے تے ہیں۔ اور علی کو عنی کے معنی میں لیتے ہیں۔ شیخ گنگوہی کے نزدیک دوسرا احتمال یہ بھی ہے کہ ہر قتل کی مجلس میں قوم عرب کا ان کو جھٹلانا اگرچہ معنی بعید ہے لیکن صحیح ہے۔ اس لئے کہ ابو سفیان کو اعتماد تھا کہ یہ لوگ میری تصدیق کریں گے۔ اور جو کچھ میں کہوں گا اس پر خاموش رہیں گے۔ کیونکہ معنی یہ ہو جائیں گے کہ یہ لوگ بادشاہ کی طرف

نقل کریں گے کہ میں نے جھوٹ بولا حالانکہ یہ معنی بعید ہیں۔

قوله ونحن منه في مدة الخ صفحہ ۳ - ۱۲ اس ایوسفیان کا مقصد یہ ہے کہ ہم اس وقت آنحضرت ﷺ سے غائبانہ نہیں جان سکتے۔ کہ آپ اس بارے میں کیا کرنے والے ہیں یا ہم نے ان سے صلح حدیبیہ کر تولی ہے اب دیکھیں وہ اس میں کیا کرتے ہیں۔ صلح کو بھاتے ہیں یا نہیں۔ بہر حال جو احتمال بھی ہو وہ اپنے اس قول سے اپنے ضمیر کے اعتقاد کے خلاف خبر دے رہے ہیں۔ اس لئے اسے یقین تھا کہ جناب نبی اکرم ﷺ دھوکہ باز نہیں۔ اور نہ ہی عہد شکن ہیں لیکن دل کے احوال اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ وہ سمجھتا تھا کہ اگر میں نے آپ کی طرف غدر کی نسبت کر دی تو مجھے کوئی نہیں جھٹلائے گا کیونکہ وہ کہہ سکتا تھا کہ مجھے جناب نبی اکرم ﷺ پر وثوق نہیں ہے کہ وہ غدر نہ کریں۔ تو یہ بات اس کے گمان کے مطابق جھوٹی نہ ہوتی۔ مگر اس کا یہ گمان واقع اور نفس الامر کے خلاف ہوتا۔ نیز! اس نے اپنے اس گمان کو کذب سے اس لئے تعبیر کیا کہ وہ اس کے یقین کے مخالف تھا کیونکہ وہ آپ کی صداقت امانت اور اس بات پر یقین رکھتا تھا کہ آپ نے کبھی اپنے عہد و پیمان میں غدراری نہیں کی۔

قوله وكذلك الرسل تبعث الخ صفحہ ۳ - ۱۶ یہ اس لئے تاکہ اہل قدر و منزلت انبیاء و رسل علیہم السلام کے پاس بیٹھنے سے نفرت نہ کریں۔ لو کوئی ان کی اطاعت سے گھمن نہ کرے اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتے کہ مصائب اور نتائج کی وجہ سے رسولوں کو عار دلائی جائے۔

قوله لو كان احد الخ صفحہ ۳ - ۷ اس معلوم ہوا کہ ان کی قوم میں سے کسی کی یہ عادت نہیں کہ وہ اس قسم کے دعوائی کرے

قوله ويكذب على الله الخ صفحہ ۳ - ۲۰ یہ دلیل اگرچہ کفار قریش پر حجت نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ لوگ تو حشر و نشر کے منکر تھے۔ مگر آنحضرت ﷺ کے نزدیک حجت بن سکتی ہے۔ کیونکہ آپ تو حشر و نشر کا اقرار کرنے والے ہیں اور یہ رسالت کے دعوائی کرنے والے پر حجت تامہ ہے۔ اس لئے کہ جب اس نے رسالت کا دعویٰ کیا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں تو آپ کے نزدیک یہ بات حق ہے کہ جھوٹ کا انجام آپ کو بھگتنا ہوگا۔ کیونکہ جو کام بھی آپ اچھایا بُرا کریں گے اس کا بدلہ ملے گا۔ تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس دعوائی کے باوجود آپ اللہ تعالیٰ پر افتراء کریں اور وہ چیز کہیں جو آپ کی طرف وحی نہیں کی گئی۔ نیز! یہ بھی ممکن ہے کہ یہ مشرک اور کافر اکثر حشر و نشر اور اللہ کی طرف واپس جانے کا اعتقاد نہ رکھتے ہوں لیکن مجموعی طور پر وہ لوگ اس کا انکار نہیں کرتے تھے کہ آدمی کو اپنے اعمال کا بدلہ ملے گا نیکی ہے تو نیک بُرائی ہے تو برا بہر حال بدلہ ملے گا۔ آخرت میں نہ سہی دنیا میں بدلہ ملنے کا ان کو بھی اعتراف تھا کیونکہ جو قبائح اور برائیاں ان میں شائع ذائع تھیں ان میں سے اکثر کی بنیاد اس پر قائم تھی کہ وہ اپنے گمان فاسد کے مطابق انہیں قربات اور طاعات شمار کرتے تھے۔ تو ہو سکتا ہے کہ آپ کا یہ ارشاد خود ان پر بھی حجت ثابت ہو۔ نیز! بادشاہ کا قافلہ کو طلب کرنا اور ان سے پوچھ گچھ کرنا اس سے اس کا مقصود جناب نبی اکرم ﷺ کے حالات کی تفتیش کرنا تھا۔ اور آپ کی بعثت پر یقین حاصل کرنا تھا کیونکہ اس نے ایک تو خود ستاروں سے غور و خوض

کرنے کے بعد معلوم کر لیا تھا۔ دوسرے غسانی بادشاہ کی طرف سے حالات پہنچے تھے۔ اس سے اس کا مقصد تو حاصل ہو گیا تھا لیکن وہ جانتا تھا کہ جو خیر و برکت اس کو ان سے حاصل ہوئی تھی وہ اپنے پاس سے بھی ان کو فائدہ پہنچائے۔ تاکہ غور و تدبر کے بعد جو بات انہیں بھی معلوم ہو اسے اختیار کریں۔ نیز! جناب نبی اکرم ﷺ کی جو محبت اس کے اندر پیدا ہو چکی تھی اس نے اسے مجبور کیا کہ وہ اپنی وسعت کے مطابق آنحضرت ﷺ کی ضرورت مدد کرے بایں ہمہ وہ اپنی سلطنت کے عمائدین کو حاضرین کو سنانا چاہتا تھا کیونکہ یہ بات ان کیلئے زیادہ نفع بخش تھی اس سے کہ بادشاہ خود ان سے بالمشافہات کرتا۔ اس طرح اب یہ کہنا خلوص اور خیر خواہی پر مبنی ہو گا اس لئے کہ یہ خطاب غیر لوگوں کو ہے۔ اور ہر قل کی قوم کتاب اور ملتہ والے لوگ تھے تو اس کا یہ کہنا لم یکن لیڈر الخ یہ اہل ملتہ پر حجت قائم کرنا ہے اسلئے کہ یہ لوگ حشر و نشر کو تسلیم کرتے تھے۔ اور حشر و نشر پر ان کا یقین تھا۔ اسی طرح ان کا یہ کہنا سیمٹک موضوع قد قطعی ہاتین کہ عنقریب وہ میرے ان دو قدموں کی جگہ کا بھی مالک ہو جائے گا۔ اس سے بھی اس کا مقصود اپنی قوم کو سنانا تھا تاکہ بعد میں اس کی دعوت خطاب نتیجہ خیز ثابت ہو سکے ولم یدکو الخ روایت میں گیارہ باتوں کا سوال تھا۔ جواب میں نو کا ذکر ہوا۔ دو باتیں یعنی آپ کے قتال اور ان کے قتال کا ذکر چھوڑ گئے صرف یہ جواب دیا کہ الحرب بیننا و بینہ سجال کیونکہ بادشاہ قتال کے سوال سے یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ آیا یہ وہی نبی موعود ہے یا کوئی اور ہے۔ اور کتب قدیمہ ساویہ میں قتال کے بارے میں لکھا ہوا تھا اس کو اس لئے نہیں دہرایا کہ یہ کوئی بوی علامت کی چیز نہیں تھی اور نہ ہی دشمن اور مخالف پر کوئی حجت قائم ہو سکتی ہے۔ کیونکہ ہر دو لڑنے والوں اور مخالف گروہوں میں یہی عادت جاری ہے کہ کبھی ایک کا پلڑا بھاری ہوتا ہے کبھی دوسرے کا۔ البتہ الحرب سجال پر ایک اشکال ہے کہ جب سے ان لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے محاربہ اور مقاتلہ شروع کیا ہے۔ نہ تو آپ نے شکست کھائی ہے اور نہ ہی کبھی آپ کی مدد چھوڑ دی گئی ہے۔ تو پھر الحرب سجال کیسے ہوا۔ جواب یہ ہے کہ بادشاہ نے نبی کی شکست اور بھاگ جانے کے متعلق اس لئے سوال نہیں کیا کہ اس کو یقین تھا کہ رسل کی شان ثابت قدمی اور صبر سے مصائب کو جھیلیا ہے۔ تو اب مقصود یہ ہو گا کہ آیا یہ لوگ قتل کرتے ہیں یا قتل ہوتے ہیں یا معاملہ مختلف رہتا ہے۔ تو یہ حق جس میں کوئی شک نہیں کہ کفار نے مسلمانوں کو احد کی لڑائی میں قتل کیا اور بدر کی لڑائی میں مقتول ہوئے۔ اور حرب کے ڈول سے تشبیہ اس لئے دی گئی کہ جب ڈول کسی کے ہاتھ میں ہو اور دوسرے لوگ خالی کھڑے ہوں تو جب فتح و کامیابی کا معاملہ مختلف ہو تو ڈول کی طرح ہو گیا۔ کہ ایک مرتبہ وہ اس کو پکڑتا ہے اور دوسرے مرتبہ دوسرے کو پکڑتا ہے۔ لکڑی کے دونوں کنارے پر ڈول باندھ دیتے تھے۔ جب کنویں میں پانی بھر نے کیلئے ان کو ڈالتے تو ان میں سے ایک نیچے چلا جاتا دوسرا اوپر کورہ جاتا۔ واللہ اعلم

قوله سنخطة لدينه الخ صفحہ ۴ - ۲۳ اس قید کے اضافے سے اس طرف اشارہ ہے کہ ارتداد کبھی دوسرے عوارض اور اسباب کی وجہ سے ہوتا ہے جو اسلام لانے کے بعد مرتد کو لاحق ہو جاتے ہیں۔ ایسا ارتداد نہ اسلام کے باطل ہونے کی دلیل ہے اور نہ ہی اس بات کی نشانی ہے کہ وہ دین جس سے وہ پھر گیا ہے اس میں کوئی نقص یا کچھ مفاسد ہیں۔ اسی وجہ سے ابوسفیانؓ نے ارتداد کی نفی کر دی۔ اگر مطلق ارتداد سے سوال کرتا تو پھر نفی سے جواب دینے کی گنجائش نہیں تھی۔ ورنہ وہ کہہ سکتا تھا کہ بعض لوگ اسلام سے پھر گئے ہیں۔

جیسے عبد اللہ بن الخطل وغیرہ کیونکہ ان کا ارتداد عن عوارض اور اسباب کی وجہ سے تھا جن کا ذکر تواریخ میں ہے ملت اسلام سے کراہت کی وجہ سے نہ تھا۔ عبید اللہ بن جحش زوج ام حبیبہ نصرانی اس لئے بن گیا کہ وہ اسلام میں علی وجہ البصیرت داخل نہیں ہوا تھا۔

لم اکن اظن انه منکم صفحہ ۳-۲۶ حالانکہ کتب سماویہ میں بھی لکھا ہوا تھا کہ نبی آخر الزمان عرب اور قریش میں سے ہوگا لیکن معلوم نہیں تھا کہ ابوسفیان خاص کر وہ تمہارے خاندان میں سے ہوگا تو ہوا مناف میں سے ہونا محضی نہ ہو بلکہ وہ تو اسکے نزدیک ظاہر تھا۔

قوله ثم دعا بكتاب رسول الله ﷺ صفحہ ۳-۲۷ یہ ہر قل کی کمال دانشمندی ہے کہ جب تک خط بھیجنے والے کی حقیقت اور اصلیت معلوم نہیں کر لی اس وقت تک خط کو نہیں کھولا۔ اور جناب نبی اکرم ﷺ نے حضرت دجیہ کلبیؓ کو عظیم بھرئی تک والا نامہ پہنچانے کا حکم دیا تھا۔ اور عظیم بھرئی اس کو لیکر بیت المقدس پہنچا اس لئے کہ ہر ایک کو بادشاہ تک پہنچنا ممکن نہیں ہوتا۔

قوله يؤتک اللہ اجرک مرتین صفحہ ۵-۲ یا تو اس کو کثرت پر محمول کیا جائے کہ یہ اجر و ثواب بار بار ملتا رہے گا اس لئے کہ اپنی رعایا اور تبعین کے اسلام لانے پر اسے ثواب ہوگا۔ یا حقیقتاً ثنویہ مراد ہے۔ کیونکہ وہ اپنے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی ایمان لایا اور آنحضرت ﷺ پر بھی ایمان لے آیا جس سے وہ دوہرے ثواب کا مستحق ہوا۔

قوله الی کلمۃ نسوا بیننا الخ صفحہ ۵-۳ اس سے مقصود یہ ہے کہ میں تمہیں ایسی بات کی طرف دعوت دے رہا ہوں جو فریقین کے درمیان تسلیم شدہ ہے۔ اور غیر اللہ کو رب بنانا کہ ان کے احکام کی اطاعت کی جائے یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مخالف ہے اسلئے کہ انجیل میں وجوہی حکم موجود ہے کہ محمد ﷺ پر ایمان لانا ضروری ہے۔ تو آپ پر ایمان لانا اور حقیقت اپنی کتاب کے مضمون پر ایمان لانا اور اس کی تصدیق کرنا ہے۔ بشرطیکہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے اس حکم انجیلی کی تعمیل کریں اور اپنے علماء کی بات کو نہ مانیں جو انہیں اسلام لانے سے روک رہے ہیں۔

فان تولوا الخ صفحہ ۵-۵ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خطاب ہے۔ شاید ہر قل کو یہ معلوم ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اسلئے اس کو اس پر تنبیہ کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ نیز! کلام کا سیاق سابق بھی یہی بتلاتا ہے۔ اس لئے اس کی تصریح کی ضرورت نہیں رہی کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

قوله کثر عنده الصخب الخ صفحہ ۵-۵ شاید ان لوگوں نے جناب نبی اکرم ﷺ کے معاملہ اور والا نامہ کے جواب دینے میں باہمی مشورہ کیا ہو۔ انجیلی زبان ہونے کی وجہ سے ابوسفیان اور ان کے ساتھی اس کو نہ سمجھ سکے ہوں جس کو انہوں نے شور و شغب سے تعبیر کیا۔

قوله وکان ابن الناطور الخ صفحہ ۵-۷ یہاں سے امام زہری کے قول کے مطابق قصہ کی ابتدا ہو رہی ہے۔

اور امام بخاریؒ نے بغیر فصل کے ایک قصہ کا دوسرے قصہ پر عطف اس لئے کر دیا کہ ان کے پاس یہ دونوں قصے ایک سند سے پہنچے ہوں گے۔ اور اس سے مقصد یہ ہے کہ ابن ناطور نے ہر قتل کے قصہ میں سے وہ حصہ بیان کیا جو امام زہریؒ تک نہیں پہنچا۔ اور جو کچھ ان تک پہنچ چکا تھا اتنا حصہ اس قصہ میں سے انہوں نے چھوڑ دیا جیسا کہ قصص کی ترتیب ہم ابھی ذکر کر چکے ہیں۔ اگر اعتراض ہو کہ جب ہر قتل کے نزدیک مختلف اسباب کی بدولت آنحضرت ﷺ کی رسالت کا معاملہ بیت المقدس میں واضح ہو چکا تھا تو پھر اس نے اس کو اپنے لواحقین تک پہنچانے میں حصص تک تاخیر کیوں کی۔ جواب یہ ہے کہ اسے خود تو یقین ہو چکا تھا مگر اپنی رائے کے ساتھ اپنے ساتھی رومیہ والے کی رائے بھی ملانا چاہتا تھا۔ کیونکہ ہر قتل کے علم کی طرح اس کے ساتھی کا علم بھی قوم کے نزدیک تسلیم شدہ تھا اور ان دونوں کی دانشمندی کے لوگ معترف تھے۔ تو کسی معاملہ پر ان دونوں کا اتفاق کر لینا غلطی کے احتمال کو زیادہ دور کرنے والا تھا اس لئے تاخیر ہوئی اور فوائد بھی ہوں گے۔

قوله فلا لا يهمنك شانهم صفحہ ۵۔۱۱ کیونکہ یہودیوں کی کوئی سلطنت اور حکومت نہیں تھی وہ تو ضربت علیہم الذلۃ والمسکنة کا مصداق ہیں۔ تو وہ آپ کی رعایا اور ذی بن کر رہیں گے جن کا قتل کرنا تھوڑی سی ہمت کرنے سے آسان ہو جائے گا۔

ثم كتب هرقل الى صاحب له صفحہ ۵۔۱۵ جناب رسول اللہ ﷺ کے والا نامہ کے آنے اور ہر قتل کے ابوسفیانؓ سے سوال جواب یہ اس کے ساتھی کے جواب آنے سے پہلے واقع ہوئے۔ کیونکہ اس کا جواب ہر قتل کو اس وقت پہنچا جب وہ ایلیا بیت المقدس سے اپنے دار الخلافہ کو واپس پہنچا ہے۔

قوله فلم يرم حمص الخ صفحہ ۵۔۱۵ ظاہر یہ ہے کہ ساتھی کے خط کے جواب کے لئے اس نے حمص میں انتظار نہ کیا کیونکہ اس سے پہلے اسے علم تو حاصل ہو چکا تھا لیکن اتفاقاً جب اسے حمص میں قیام کرنا پڑا تو وہاں اسے خط کا جواب موصول ہوا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہاں پر اس نے انتظار بھی کیا ہو۔ البتہ یہ انتظار حصول یقین کے لئے نہ ہو گا۔ کیونکہ وہ تو اسے حاصل ہو چکا تھا۔ بلکہ انتظار اس لئے ہو گا تاکہ قوم پر جتہ پوری ہو جائے۔

ثم امر بابوا بھا صفحہ ۵۔۱۷ دروازے اس لئے بند کرائے تاکہ حاضرین میں سے کوئی کھسک نہ سکے جس سے فتنہ برپا ہوگا اور جب سب قیدی اور محصور ہوں گے تو پھر کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اور یہ معاملہ طے شدہ تھا۔ چنانچہ بعد میں اس نے سب کے سامنے اس کا اظہار کیا۔ دراصل اس طرح وہ انہیں مانوس کرنا چاہتا تھا اور ان کی وحشت کو دور کرنا تھا۔ لیکن قوم بھڑک اٹھی۔ اس کے بعد اس سے کوئی اسلام کی علامت ظاہر نہیں ہوئی۔ بلکہ اس نے اپنے اسلام کو چھپایا۔ شاید سلطنت کی حرص تھی۔ یا اپنی جان کا خطرہ لاحق ہوا۔ یا اپنے سابقہ یقین سے پھر گیا۔ امام بخاریؒ کا کلام اس پر محمول ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں كان هذا آخر شان هرقل یعنی آخر میں جو اس نے بات کہی وہ یہی تھی کہ میں تمہارا امتحان لینا چاہتا تھا۔ ثابت ہوا کہ تم اپنے دین پر پختہ ہو۔ اب بین اللہ و بینہ کیا حکم ہے یقین اور جزم سے کچھ کہنا مشکل ہے اور نہ ہی کسی کو اس کی جرأت ہو سکتی ہے پس مؤلف امام بخاریؒ کی طرف یہ منسوب کرنا کہ انہوں نے ہر قتل کے کفر کا حکم دیا ہے

یہ ان کے ساتھ زیادتی ہوگی۔ غزوہ تبوک میں اس کا آنجناب محمد ﷺ کے مقابل میں آنا۔ اور اسی طرح غزوہ موتہ میں خروج کرنا یہ اس کفر کی دلیل نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ ان دونوں واقعات سے اس کا فسق لازم آئے گا۔

هل لكم في الفلاح والرشد صفحہ ۵-۱۸ جو چیز فلاح میں ہے وہ رشد میں نہیں۔ بنا علیہ دونوں حقیقی بھی ہو سکتے ہیں اور اضافی بھی۔ فلاح اور رشد کی حقیقت اسلام ہے یہاں دونوں جمع ہو گئے۔ اور ان میں سے ایک اضافی ہو اور ایک حقیقی۔ کفر اور سرکشی کی صورت میں دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔ البتہ جزئیہ خرچ کرنے اور ذمی ہونا قبول کر لینے میں فلاح ہے رشد نہیں ہے۔

قوله تبایعوا دونوں امور کو شامل ہے کیونکہ مباہیہ مباہیہ اسلام کی بھی ہو سکتی ہے۔ اور مباہیہ عمد اور ذمی ہونے کی بھی ہونے کی بھی ہے۔ تو اس نے ان کو افضل الامورین اسلام کی ہدایت کی پھر مفضول بتلایا کہ اہل کتاب رہ کر جزئیہ ادا کرتے رہو۔ واللہ اعلم قوله حمر الوحش صفحہ ۵-۱۹ گدھے زیادہ وحشت اختیار کرتے ہیں اور یہی وجہ شبہ ہے کہ انہوں نے سخت نفرت کا اظہار کیا

کتابُ الْإِيمَانِ

قوله وقول وفعل الخ صفحہ ۵-۲۵ شاید فعل سے امام بخاری کی مراد عام فعل ہو جو فعل قلب اور فعل الجوارح کو شامل ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ صرف اعضاء کا فعل مراد ہو۔ تو اس صورت میں ایمان کا تیسرا کن تصدیق کو اس لئے ذکر نہیں کیا کہ علماء کا اتفاق ہے کہ تصدیق قلبی ایمان میں بہر حال معتبر ہے۔ پھر اس عبارت سے مقصد مرجیہ پر رد کرنا ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ گناہ کرنے سے ایمان کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ اور معتزلہ پر بھی رد کرنا ہے جو ایمان اور کفر کے درمیان فسق کا ایک درجہ ثابت کرتے ہیں اور اس سے ہمارے فقہاء اور متکلمین کے مقصد کو بیان کرنا ہے۔ جو فرماتے ہیں کہ ایمان زیادہ اور نقصان کو قبول کرتا ہے۔ کیونکہ قول اور فعل کی پیشی کو قبول کرتے ہیں۔ چونکہ مرجیہ کے عقائد ایسے ہیں جن سے اعمال کا دروازہ بالکل بند ہو جاتا ہے۔ اس لئے مؤلف نے آیات روایات اور آثار کثرہ سے ان کا رد کیا ہے۔ پھر امام بخاری کے نزدیک ایمان اور اسلام میں اتحاد ہے۔ اس لئے ان کے استدلال کا دار و مدار بھی اسی پر ہے جس کے حق ہونے میں کسی کو شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ کیونکہ جو ایمان شریعت میں معتبر ہے وہ کبھی اسلام سے جدا نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ حمائہ کیوں نہ ہو اور ایمان انقیاد باطنی کا نام ہے۔ اپنے گناہوں اور تقصیرات کا اعتراف کرنا ہے۔ اگر اعمال میں کوئی خلل آجائے یا کئی گناہ اس سے سرزد ہوں تو توبہ سے ازالہ ہو سکتا ہے ایمان سے خارج نہیں ہوگا۔ اس طرح اسلام شرعی کا بغیر ایمان کے متحقق نہ ہونا بھی

ظاہر ہے۔ اور عبارت میں الہدی سے مراد ایمان ہے۔ روایات اور آیات میں سے جو ایمان کی زیادتی معلوم ہوتی ہے وہ مؤلف امام بخاریؒ کے نزدیک مؤمن بہ کی زیادتی پر محمول ہے نفس ایمان میں کوئی کمی بیشی نہیں ہے۔ یا یقینان کے مراتب اور تصدیق کی کیفیات کی زیادتی پر محمول ہے نفس ایمان میں کوئی زیادتی نہیں کیونکہ وہ تو ایک بسیط شئی ہے مرکب نہیں ہے۔

قوله ان للايمان فرائض الخ صفحہ ۶-۲ آثار کا بیان شروع کیا ظاہر ہے فرائض اور شرائع نفس ایمان نہیں ہیں۔ کیونکہ ایمان تو تصدیق عند الكل کا نام ہے۔ کیونکہ ایمان کے دو فرائض ہونے کے کوئی معنی نہیں ہیں جب تک کہ اعمال کا بھی اس میں دخل نہ ہو۔ اور خود امام بخاریؒ سے الایمان فرائض کے الفاظ منقول ہیں۔ اس صورت میں اعمال کا ایمان میں داخل ہونا بدیہی امر ہوگا۔ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے اثر کے یہ معنی تو ممکن نہیں ہیں کہ جس شخص کے اعمال میں خلل ہو وہ اس کی تکفیر کرتے تھے۔ جیسے اعمال کو ایمان میں داخل ماننے کی صورت میں یہ لازم ہے۔ کیونکہ یہ تو بالکل بعینہ مر جیہ کا مذہب ہے۔ جو نصوص قطعہ کے خلاف ہے۔ لہذا ان کی مراد یہ ہوگی کہ اعمال ایمان کامل میں داخل ہیں اور یہی بعینہ ہماری مراد ہے۔

قوله فمن استكملها الخ یہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے کلام سے دوسرا استدلال ہے۔

ولكن يطمئن قلبي صفحہ ۶-۳ اطمینان زیادہ یقین کا نام ہے۔ اس سے پہلے یقین کی نفی ممکن نہیں کیونکہ اگر ایمان علیہ السلام اس سے پہلے مؤمن تھے۔ تو لازم آیا کہ یقین اور تصدیق کے مراتب میں تفاوت اور تشکیک ہے اسی کو زیادتی فی الایمان کہا گیا ہے۔ اور اس آیت کو دوسری آیات سے الگ کر کے اس لئے لائے ہیں کہ حضرت امیر ایمان علیہ السلام کا کلام ہے اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں ہے۔ اگرچہ بطور حکایت قرآن مجید میں مذکور ہے۔ اسی طرح حضرت معاذ کا ارشاد کہ آؤذاکرہ سے کچھ گھڑی ایمان میں اضافہ کر لیں۔ اسی طرح حضرت ابن مسعودؓ کا قول بھی۔ یہ سب کے سب اقوال مؤلف امام بخاریؒ کے مقصد پر دلائل ہیں۔ ان سے ہمیں کوئی نقصان نہیں۔ اس لئے کہ کیفیات میں زیادتی تو تسلیم شدہ ہے سب کے نزدیک۔

قوله اليقين الايمان كله صفحہ ۶-۵ یعنی یقین کل ایمان ہے اس میں دو دلیلیں ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ ایمان کی تاکید لفظ کل سے لائی گئی ہے۔ اور لفظ کل سے تاکید ہمیشہ ذواجزاء اور ذواہعاض کی ہوا کرتی ہے۔ تو لازم آیا کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں کیونکہ نفس ایمان میں تو کوئی جزو اور حصہ نہیں ہے وہ بسیط ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ ایمان کا یقین پر حمل ہے یا اس کا عکس۔ کہ یقین پر ایمان کا حمل ہے۔ اور یقین کے مراتب مختلف ہوتے ہیں۔ لازم آیا کہ ایمان کے بھی اسی طرح مختلف مراتب ہیں۔

قوله حقيقة التقوى صفحہ ۶-۶ تقویٰ بھی ایمان ہے تو لازم آیا کہ جس طرح تقویٰ کے مراتب ہیں جو ایک دوسرے سے افضل ہوں گے۔ تقویٰ کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ شرک سے بچے اور اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ ماسوا اللہ کو چھوڑ دے۔ اس طرح ایمان کے بھی ادنیٰ اور اعلیٰ درجات ہوں گے۔ کیونکہ ایمان کا نام تقویٰ رکھا گیا ہے۔

قَوْلُهُ شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ الْخِصْمُ

یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ شرائع اور احکام کے درمیان اختلاف ہے تو ایمان و دین کی وحدت کا تقاضا یہ ہو گا کہ دین کی طرح ایمان میں بھی زیادتی و نقصان ہو۔ اس مطلب پر وہ روایت دلالت کرتی ہے جس میں ہے کہ میری مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے مکان بنایا اس میں اس بات کی تصریح ہے کہ دیگر ادیان میں جو کمی تھی آپ نے اسے مکمل کر دیا۔ اور یہی معنی حضرت ابن عباسؓ کے قول کے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر امت کے لئے ایک راستہ - سبیل اور طریقہ بنایا ہے۔ تو بعض سبیل میں زیادہ ہدایت ہو گی۔ اور بعض میں کم ہو گی تو اس سے بھی ایمان کے درجات میں تفاوت پایا گیا۔ کیونکہ دین اور ایمان ایک ہے۔ اور یہ توجیہ بھی ممکن ہے۔ لکل الخ سے افراد امت نبی اکرم ﷺ مراد ہوں۔ کہ ہم نے ہر ایک کے لئے شرعاً و منہا جانا یا ہے۔ تو اس صورت میں خطاب خاص طور پر امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو ہو گا۔ دوسری امم مراد نہ ہوں گی۔ مطلب یہ ہو گا کہ مناجح اور شرائع مختلف ہونے کے باوجود ان کا مقصود ایک ہے جب کہ ان کی شریعت اور ان کی کتاب ایک ہے۔ تو ہر ایک پر شریعت اور منہاج کا اطلاق اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ تسلیم کر لیا جائے کہ تعدد مراتب سے دین میں تعدد نہیں ہو گا۔ اور نہ ہی اس کے اوصاف شدت اور کمزوری میں تفاوت کی وجہ سے دین میں تفاوت ہو گا۔ تو اب آخری توجیہ پر شرعاً و منہاجاً کے معنی یہ ہوں گے کہ غلام - آزاد - مرد - عورت - مقتدا - اور مقتدی - جوان - اور بوڑھے - تندرست - اور بیمار وغیرہ کے احکام میں بہت اختلاف ہے۔ بایں ہمہ دین ایک ہے۔ یا امت کا ہر فرد جو عمل کرتا ہے اس میں کثرت عبادت - قلت عبادت دین میں سختی اور کمزوری - جمعہ - جماعات کی کثرت سے پابندی کرنا یا تھوڑی پابندی کرنا ان میں باہمی تفاوت کے باوجود دین ایک ہے تو ایمان کے درجات کے تفاوت کے باوجود ایمان ایک ہو گا۔ اسی طرح تصدیق کے بھی منازل ہوں گے۔ اگر اس نے اعمال کو ان میں داخل کر لیا تو پھر تفاوت اور زیادہ ظاہر ہو گا۔ محشی نے ایک اعتراض نقل کیا ہے کہ پہلی آیت کی تفسیر مجاہد باب ترجمہ سے مناسب نہیں ہے۔ البتہ تفسیر ابن عباسؓ اس کے مناسب ہے۔ تو قطب گنگوہیؒ اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ دونوں تفسیروں کا مجموعہ ایک دلیل ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تفسیر مجاہد کا حاصل یہ ہے کہ تمام ادیان متحد ہیں۔ اور ابن عباسؓ کی تفسیر کا خلاصہ یہ ہے کہ سنن اور مناجح وہی شرائع ہیں۔ تو دونوں آیات میں جمع کی یہی صورت ہو گی کہ فروع ایمان یعنی اعمال میں جو تفاوت ہے اس کو نظر انداز کر دیا جائے۔ کیونکہ ادیان میں اتحاد ہے۔ اور فروع اعمال میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ تو معلوم ہوا کہ دین واحد ہے اس میں کمی و بیشی قلت اعمال اور زیادہ اعمال کی وجہ سے ہے۔ اگر یہ وہم ہو کہ جب دین اور ایمان اعتقاد اور عمل کے مجموعہ کا نام ہے تو جو کچھ تغیر کل کے تغیر کو لازم ہو گا۔ تو تغیر جز کے بعد مجموعہ باقی نہ رہا یہ وہم اس لئے ساقط ہے کہ ایک اجزاء متقومہ ہوتے ہیں جن کے تغیر سے مجموعہ میں تغیر آجاتا ہے۔ دوسرے اجزاء مکملہ ہوتے ہیں جن کے ایک جز کے تغیر سے کل میں تغیر نہیں آتا۔ اس مقام پر اجزاء متوقفہ الوجوہ دیں بحث نہیں ہے۔ بلکہ ایمان کامل کے اجزاء سے بحث ہے۔ جیسے انسان بلکہ سب حیوانات میں مشاہدہ ہے کہ ان کے ہاتھ پاؤں کان ناک دانت اور دم ان کے اجزاء ہیں۔ لیکن ان میں سے کسی کے تغیر سے کل میں تغیر نہیں آتا۔ الحاصل اجزاء و قسم ہوئے۔ ایک وہ جن پر وجود اور تحقق موقوف ہوتا ہے

دوسرے وہ جو وصف کمال پیدا کرتے ہیں۔ تو اعمال کا ایمان میں داخل ہونا دوسرے قسم کمال میں سے ہے۔ اجزاء معقوّمہ میں سے نہیں۔ جیسے آدمی کی ناک یا کان کٹ جائے یا آگہ تامل کٹ جائے تو اس کے وصف کمال میں تغیر آیا وجود میں نہیں۔ اسی طرح اعمال کا تعلق ایمان کامل سے ہے مطلق ایمان سے نہیں۔

قولہ بنی الاسلام علی خمس الخ ۶-۹ اگر اشکال ہو کہ یہ حدیث تمہارے دعویٰ کی دلیل نہیں بن سکتی اس لئے کہ اس سے اسلام اور اعمال کی مغایرت معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ بنی اور بنی علیہ مغایر ہوتے ہیں۔ جواب یہ ہے کہ اسلام مجموعہ اعمال ہے اور مجموعہ ہر ہر کن کے مغایر ہوتا ہے۔ تو وجود کل وجود اجزاء کے مغایر ہوں۔

باب امور الایمان وقول اللہ عزوجل الخ صفحہ ۶-۱۰

قول اللہ الخ کا عطف امور الایمان پر ہے۔ جو ترجمہ میں داخل ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس باب میں دو باتیں بیان ہوں گی۔ ایک امور الایمان یعنی اس کا ذکر ہوگا کہ حقیقت ایمان ایک امر مبسوط ہے جس کا کوئی جز نہیں۔ دوسرا یہ کہ یہ حقیقت تالیغیہ ہے جو چند امور پر بنی ہے۔ جس کے ثبوت سے دوسرے امر کا ثبوت ہوگا اس کی طرف قولہ لَیْسَ الْبِرُّ الْبَحْثُ الخ سے اشارہ کیا ہے۔ الغرض باب کے تحت میں جو روایت لائی گئی ہے وہ دونوں امور کو ثابت کرتی ہے۔ اس لئے کہ روایت سے ثابت ہو کہ ایمان کی ساٹھ سے زائد شاخیں ہیں۔ تو ایمان ایک ایسی چیز ہوتی جو اجزاء والہا ض ہے۔ جس سے واضح ہو کہ ایمان ایک ایسی حقیقت ہے جو اجزاء متناسبہ سے مرکب ہے۔ اسی طرح قولہ تبارک وتعالیٰ لکن البر من امن باللہ الخ کو اگر ظاہر پر حمل کیا جائے بھر طیکہ مضاف محذوف مانا جائے۔ ای ذوالبر من امن اور بر حقیقی وہی ایمان ہے۔ تو سب امور مذکورہ ایمان میں داخل ہوں گے۔ اگر سوال ہو کہ امور الایمان کا معنی یہ ہے کہ وہ امور جن پر لفظ ایمان کا اطلاق ہوتا ہے۔ تو یہ اطلاق الکلی علی بعض اجزاء نہ ہو تو علاقہ مجازی تصحیح کے لئے ان اجزاء کو ایمان میں داخل ماننا پڑے گا جواب یہ ہے کہ علاقہ مجاز صرف کل اور جز میں منحصر ہے۔ ممکن ہے سبب و مسبب کا علاقہ ہو۔ یا انجام کے اعتبار سے ہو کہ مؤمن بالآخران امور کی طرف رجوع کرنے والا ہے۔ جیسے مبتدی کو مولوی کہہ دیتے ہیں وہ ماہیوں کے اعتبار سے ہے۔

قولہ لَیْسَ الْبِرُّ الْبَحْثُ صفحہ ۶-۱۰ ہر سے ایمان مراد ہے۔ کیونکہ وہی اعلیٰ البر ہے۔ اسی طرح ولکن البر من امن باللہ الخ میں بھی اگر شبہ ہو کہ عطف تو مغایرت چاہتا ہے جیسا کہ ضابطہ ہے۔ جب تک اس کے خلاف پر کوئی دلیل قائم نہ ہو تو معطوف علی الایمان ایمان کے مغایر ہوگا نہ کہ اس میں داخل ہوگا۔ تو جواب یہ ہے کہ ایمان دو قسم ہے کامل جس کو البر سے تعبیر کیا گیا تو وہ بھی ایمان ہے۔ اور وہ جن امور کا اس پر عطف کیا گیا ہے۔ دوسرا ناقص جس کو الایمان سے تعبیر کیا گیا تو معطوفات اس سے خارج ہوں گے۔ یہ ظاہر ہے اس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

قولہ قد افلح المؤمنون الخ صفحہ ۶-۱۱ قولہ سے پہلے واو عطف کو اس لئے حذف کر دیا کہ یہاں کوئی التباس نہیں ہے۔

ورنہ روایت اصلی میں واؤ عطف موجود ہے۔ اور آیت کا دلیل ہونا اس بات پر موقوف ہے کہ لفظ المؤمنون کے بعد جو صفات ذکر کی گئی ہیں۔ وہ ایمان اور مؤمنین کا بیان ہیں قید احترازی نہیں ہیں۔ اس پر یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ ترجمہ میں ہے باب امور الایمان تمام شرانح اس پر متفق ہیں کہ اس باب سے امام بخاریؒ کی غرض جزئیہ اعمال ثابت کرنا ہے۔ یا یہ کہ ایمان زیادہ و نقصان کو قبول کرتا ہے۔ حالانکہ یہ بحث تو ختم ہو چکی ہے بلکہ اس جگہ مقصود ایمان کے بعض مقتضیات اور اس کے آثار کی تفصیل کرنی ہے جس سے تشبیہ کرنا ہے کہ مؤمن کے لائق نہیں ہے کہ ان امور میں سے کسی کو چھوڑ دے۔ بلکہ یہ ان صفات سے متصف ہو۔ اس باب میں جو آیات اور روایات ذکر کی گئی ہیں وہ بھی اس کی تائید کرتی ہیں معارض نہیں ہیں۔

قولہ الایمان بصنع الخ صفحہ ۶-۱۳ یعنی ایمان کا کمال اور اس کا اثر کئی شاخیں ہیں۔ لیکن ذات ایمان منقسم نہیں ہے

وقال ابو معاویہ صفحہ ۶-۱۷ اس سے تصریح کرنا ہے کہ شبہی کا عبد اللہ سے سماع ہے اور بھی فوائد ہیں۔ نیز انکی اسناد سے

روایت میں قوت پیدا کرنا ہے۔

بین ایدیکم وارجلکم صفحہ ۷-۱۷ اس سے فعل انتر کی قباحت بیان کرنا ہے کہ اس میں جھوٹ تو ہے ہی لیکن

بین ایدیکم کا لفظ اگرچہ سامنے کی قریب اور بعید چیزوں پر صادق آتا ہے مگر لفظ بین ایدیکم وارجلکم قریب ترین چیز پر صادق ہے۔ جیسا کہ وجدان کی طرف رجوع کرنے سے ظاہر ہوتا ہے۔ تو قریب ترین چیز کے اندر جھوٹ بولنا یہ زیادہ معلوم ہونے والی چیز کے اندر افتراء ہوگا۔ جس کا خوب علم حاصل ہو۔ اور اس کے باطل ہونے سے اچھی طرح واقفیت ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے مراد نفس یا دل مراد ہو۔ کیونکہ وہ بھی ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان ہیں۔ یا اس کا فرج مراد ہو تو اس بنا پر افتراء کی تخصیص سے نسب کا ثابت کرنا اور اس کی نفی کرنا لازم آئے گا۔ تو اس صورت میں اس کا مصداق عورتیں ہو گئی۔ اگرچہ مردوں پر بھی اس کا صادق آنا ممکن ہے۔

قولہ یغو بدینہ صفحہ ۷-۲۲ ظاہر یہ ہے کہ دین سے مراد اعمال ہیں۔ کیونکہ فتنہ و فساد ان کے ارتکاب سے مانع ہے۔ لیکن

نفس اعتقاد کو فتنہ سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا اعمال میں ضرور گڑبڑ ہوتی ہے۔ مہمدریں یہ دلیل پوری ہو گئی کہ فراد من الفتن بھی دین ہے۔ یا یہ کہ اعمال دین ہیں کیونکہ روایت میں ان پر لفظ دین کا اطلاق کیا گیا ہے۔ لیکن یہ ہمارے بیان کردہ مقصد کے خلاف ہے البتہ اس میں مؤمنین کی بعض خصالتیں ذکر کی گئی ہیں۔ جنہیں مؤمن کو اختیار کرنا چاہیے۔ تو اب کسی توجیہ کی ضرورت نہیں رہے گی البتہ یہاں پر یہ اشکال ضرور ہے کہ روایت ترجمہ کے مطابق نہیں۔ کیونکہ ترجمہ کا خلاصہ یہ ہے کہ فتنوں سے بھاگنا دین کے بعض اجزاء میں سے ہے۔ جیسا کہ من تبعیضہ کا تقاضا ہے۔ اور مؤلفؒ بھی اس کے ثابت کرنے کے درپے ہیں۔ تو قطب گنگوہیؒ کا جواب والد محترم مرحوم یا تو بھول گئے یا شیخؒ سے رجوع کا موقع نہیں ملا۔ البتہ فتح الباری میں شیخؒ نوویؒ کی نظر میان کی ہے کہ فراد من الفتن تو دین نہیں بلکہ دین کی حفاظت کرنا ہے۔ جس پر لفظ دین کا اطلاق کیا گیا۔ علامہ عینیؒ نے اس کی توجیہ یہ بیان کی ہے کہ دین کے خوف سے بھاگ جانا یہ بھی دین کے

شعبوں میں سے ایک شعبہ ہے اس لئے من تبعیہ ذکر کیا۔ اس سے قطب گنگوہی کے اشکال کا جواب ہو جائے گا۔

باب قول النبی ﷺ انا اعلمکم باللہ الخ صفحہ ۷-۲۲

جاننا چاہیے کہ علم دو قسم ہے۔ ایک کسی جو اختیار سے حاصل ہوتا ہے دوسرا غیر کسی اور وہی جس کا جو اضطرار اول میں القاء ہوتا ہے۔ ایمان میں جو تصدیق معتبرہ وہ ہے جو اپنے اختیار سے ہو۔ جو اضطرار اول میں واقع ہو۔ وہ ضروری ہے کسی نہیں۔ جس کا اعتبار تصدیق میں نہیں۔ اسی کو یعرفونہ کما یعرفونہ ابنا ہم میں بیان کیا گیا ہے۔ اور کسی مدوح ہے اور وہی انا اعلمکم باللہ میں مراد ہے۔ اور یہ فعل قلب ہے آیت سے اس پر مواخذہ ثابت ہے۔ تو ترجمہ کا خلاصہ یہ ہوا کہ جب نبی اکرم ﷺ نے اپنے لئے اعلم ہونا ثابت کیا اور علم یہی ایمان ہے۔ تو افراد ایمان اور مؤمنین میں فرق واضح ہوا۔ جب ایمان علم کی طرح کسی ہوا مطلق نہ ہوا تو آیت سے استدلال صحیح ہوا۔ کیونکہ مواخذہ افعال اختیار پر ہوتا ہے تو مأمور بہ علم کسی ہو گا علم ضروری نہیں ہو گا۔ اور روایت میں یہی مراد ہے کیونکہ یہ مدح کے موقع پر لایا گیا ہے۔ اور مدح امر اختیار پر ہوتی ہے۔

قولہ اتقاکم یہ دوسری دلیل ہے کہ ایمان کی پیشی کو قبول کرتا ہے اس لئے کہ تقویٰ ایمان ہے۔ یا اس لئے کہ تقویٰ برائیوں سے بچنے کا نام ہے تو تقویٰ ایمان میں داخل ہوا۔ اور تقویٰ میں کمی و پیشی کا فرق ایسے ہو گا جیسے ایمان میں زیادتی و نقصان کا فرق ہوتا ہے کیونکہ جب کمال میں تغیر آگیا تو اجزاء ضرور تغیر سے متصف ہوں گے۔ واللہ اعلم

باب تفاضل الایمان الخ صفحہ ۸-۲

اس باب سے امام بخاری کی غرض متکلمین اور فقہاء کے مسلک کو ثابت کرنا ہے کہ ایمان میں زیادتی اور نقصان یہ کیفیات زائدہ اور ثمرات مرتبہ میں سے ہے۔ نفس تصدیق جو خلود جنم سے نجات دینے والی ہے وہ امر بسیط ہے جس میں ترکیب نہیں ہے۔ وہ زیادتی اور نقصان کو قبول نہیں کرتا۔ اس لئے فرمایا کہ تفاضل الایمان بحسب الاعمال تو ترجمہ میں لفظ اعمال کے اضافہ کرنے سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ روایات میں جو اس قسم کے الفاظ وارد ہوئے ہیں مثلاً قریب میں حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت گزری ہے۔ اس میں جو تفاوت ہے وہ بھی بحسب الاعمال ہے۔ نفس تصدیق سب میں موجود ہے۔ تو اس طرح امام بخاری کی ترتیب ابواب اس پر دال ہے کہ زیادہ نفس ایمان میں بطور جزئیہ کے مراد نہیں ہے۔ تاکہ ہمارے اور ان کے درمیان اختلاف ثابت کیا جائے۔ بلکہ ان کی غرض مرجیہ کارڈ کرنا ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ اعمال کا ایمان میں کوئی دخل نہیں اور نہ ہی ان کا کوئی فائدہ ہے۔

قولہ الدین صفحہ ۸-۱۱ ترجمہ میں لفظ اعمال کا اضافہ اس بنا پر ہے کہ دین عمر میں زیادتی کو اس پر محمول کیا جائے۔ اس لفظ من کا اضافہ جس پر پہلی حدیث مشتمل ہے کہ ان حضرات کے دین کا کمال کثرت عبادت سے پیدا ہوتا ہے۔ اور اس سے ہمیں مزید فائدہ

یہ بھی ہو کہ جزئیہ کی نفی ہوگئی۔ یعنی اعمال ایمان کا جز نہیں ہیں۔

بَابُ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ الْخ

ان لوگوں پر مواخذہ نہ کرنے کو تو یہ نماز کی پابندی اور زکوٰۃ سے معلق کیا گیا۔ کہ ایمان کا کمال بغیر ان دونوں کے معتبر نہیں۔ تو یہ دونوں ایمان کا مل کے اجزاء ہوئے یہی مراد ہے جس کو آیت اور روایت دونوں سے ثابت کیا ہے۔

بَابُ مِنْ قَالَ الْاِيْمَانُ هُوَ الْعَمَلُ صفحہ ۸-۲۰

اس عنوان سے امام بخاری بتلانا چاہتے ہیں کہ اگرچہ متبادر عمل کے ذکر سے اعضاء کے اعمال مراد لئے جاتے ہیں مگر کبھی فعل قلبی پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ جیسا کہ آیت اور روایت سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ کیونکہ جو شخص ایمان کی تفسیر عمل سے کرتا ہے اس کی مراد جوارح نہیں ہوتے تاکہ اس پر اعتراض ہو کہ یہ بدہمت کے خلاف ہے بلکہ اس کی غرض یہ ہوتی ہے کہ ایمان میں عمل قلبی ہے قَوْلُهُ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ صفحہ ۸-۲۱ ظاہر ہے کہ ایمان جنت کی وراثت کے اسباب میں سے سب قوی ہے تو لفظ عمل سے وہی مراد ہو گا اور یہی مقصود مؤلف ہے۔

قوله عدة من اهل العلم الخ صفحہ ۸-۲۱ اہل علم کی مراد حصر نہیں کہ لفظ عمل سے صرف ایمان ہی مراد لیا جائے۔ بلکہ ان کی مراد عمل میں تعمیم ہے۔ تاکہ وہ عمل قلب اور افعال جوارح کو شامل ہو۔ وجہ یہ ہے کہ اگر آیت میں مراد صرف ایک ہی ہو تو بظاہر دوسرے کا ثواب سے خالی ہونا لازم آئے گا۔ حالانکہ ثواب کا تعلق ان دونوں کے ساتھ متعلق ہے۔ لیکن جبکہ بظاہر عمل انہیں افعال پر صادق آتا ہے جو اعضاء سے سرزد ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کے ذکر کی ضرورت نہیں تھی۔ نیز! جن اعمال پر مواخذہ ہوتا ہے ان میں سے ایمان اعلیٰ درجہ کا عمل ہے پس بہتر تھا کہ اسی کا ذکر کیا جاتا۔

قوله اى العمل افضل صفحہ ۸-۲۴ اس حدیث سے ترجمہ تو ثابت ہے ہی۔ اس حدیث سے یہ بھی واضح ہو کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے۔ کیونکہ کامل مؤمن وہی ہے جس کا عمل بہتر ہو۔ اس لئے عمل ایمان میں داخل ہے۔ پس دیگر روایات اور اس روایت سے جو بعض اعمال کی فضیلت دوسرے اعمال پر ثابت ہوتی ہے اور فضیلت میں بھی زیادتی معلوم ہوتی ہے تو اس صورت میں بعینہ ایمان میں بھی زیادتی ہوگی۔

باب اذا لم يكن الاسلام على الحقيقة صفحہ ۸-۲۶

جاننا چاہئے کہ جو اسلام شریعت میں معتبر ہے وہ ایمان کو لازم ہے۔ اسی طرح ایمان بھی اسلام کو لازم ہے۔ اگرچہ اسلام اور انقیاد حکمی ہو حقیقی نہ ہو پھر بھی ان میں تلازم ہے۔ جس کا تھوڑا سا بیان گذر چکا ہے۔ تو جب ایسا ہے تو اسلام اور ایمان کبھی ایک دوسرے سے

جدائیں ہوں گے۔ اور نہ ہی ایک دوسرے کے بغیر ان کا تحقق ہوگا۔ البتہ جس طرح اسلام کا اطلاق اسی معنی پر ہوتا ہے جو ایمان کو لازم ہیں اسی طرح بسا اوقات اس کا اطلاق اس انقیاد ظاہری پر بھی ہوتا ہے جس کا شریعت میں اعتبار نہیں ہے۔ ہاں ایسے شخص پر مسلمانوں کے احکام جاری کرنے کے لئے اس کے اسلام کا اعتبار ہوگا۔ کیونکہ دلوں کے اسرار و موز پر لوگوں کا واقف ہونا مشکل ہے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی خاصیت ہے البتہ کسی علامت کا ہونا ضروری ہے۔ جس سے مسلمان کی غیر مسلم سے تمیز ہو سکے۔ اسلام کا ایسا اطلاق عرف شریعت میں جاری ساری ہے۔ اور بہت سی آیات اور روایات سے بھی ثابت ہے۔ اس لئے مؤلف نے اس کیلئے ایک باب باندھ کر اشارہ کر دیا کہ اگرچہ اسلام اور ایمان جو شریعت میں معتبر ہیں وہ ایک دوسرے کے بغیر نہیں پائے جاتے۔ لیکن کبھی شریعت میں لفظ اسلام کا اطلاق اس شرعی معنی کے علاوہ بھی ہوتا ہے جس کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ اس لئے دیکھنے والے پر معاملہ خلط ملط ہو جاتا ہے۔ نیز! مؤلف کے کلام میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ وہ بعض حضرات کے کلام سے ان دونوں میں مغایرت ثابت ہوتی ہے۔ تو ان حضرات کی غرض تقابلاً اعتبار مفہوم کے ہے مصداق کے اعتبار سے نہیں۔ کیونکہ مسلم اس کی صفت باعتبار ظاہر ہے۔ اور مؤمن اس کی صفت باعتبار اعتقاد کے ہے۔ اگرچہ ان دونوں میں تحقق اور وجود کے اعتبار تلازم ہے۔ یا مغایرہ سے ان کا مقصد یہ ہے کہ ان دونوں کا تقابلاً اس اسلام کے دوسرے اطلاق کی وجہ سے ہے جو شریعت میں معتبر نہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **وَلَيْكُنْ قَوْلُكُمْ أَوْ اٰسَلَمْنَا الْاٰيَةَ** کیونکہ اس آیت میں ان کو یہ حکم نہیں دیا گیا کہ وہ اپنے آپ کو اس حقیقی اسلام کی طرف منسوب کریں جس کا شریعت میں اعتبار ہے۔ کیونکہ اگر وہ اس سے متصف ہوتے تو ان سے ایمان کی نفی صحیح نہ ہوتی کیونکہ ان دونوں میں تلازم ہے۔ بلکہ ان کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی طرف صورت اسلام اور ظاہر اسلام کی نسبت کر سکتے ہیں اور اس روایت میں بھی یہی مراد ہے۔ جس میں حضرت سعد کو روک دیا گیا کہ وہ کسی آدمی پر ایمان کا حکم نہ لگائیں۔ کیونکہ وہ تو پوشیدہ معاملہ ہے جو خود اس پر مخفی ہے۔ اسلام حقیقی کا بھی یہی حکم ہے۔ البتہ جس شخص کو دیکھو کہ وہ احکام شرعیہ پر عامل ہے اور منہیات شرعیہ سے چپتا ہے تو اس پر حکم لگایا جاسکتا ہے کہ یہ مسلم ہے یعنی فرمانبردار ہے۔ اس لئے کہ یہ تو یقینی ہے جس میں کوئی شک نہیں۔ لیکن ایمان اور اسلام حقیقی کا حکم ظاہر کا اعتبار کرتے ہوئے گمان کے درجہ میں ممکن ہے کیونکہ ہمیں ظاہر کی بنا پر حکم لگانے کا امر ہے۔ البتہ یہ خلاف ادب ضرور ہے اس لئے کہ یہ حکم درحقیقت ان امور پر ہے جس کا ہمیں علم نہیں ہے۔ خوب غور کرو کیونکہ یہ باریک مسئلہ ہے پھر معلوم رہے کہ آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد میں **اَوْ مُسْلِمًا ظَاهِرًا** یہ ہے کہ کلمہ او معنی ہل کے ہے۔ کیونکہ جس چیز کو انہوں نے جزم اور یقین سے کہا آپ نے ان کو اس سے روک کر امر متیقن کی طرف واپس کیا۔ وہ انقیاد ظاہری ہے۔ اس لئے کہ حضرت سعد کو ان کے دل کے کفر و ایمان کا یقین نہیں تھا اگرچہ جناب نبی اکرم ﷺ جانتے تھے کہ وہ مؤمن ہے۔ جیسا کہ آپ کے قول **وَهُوَ اَحَبُّ اِلَيَّْ** سے معلوم ہوتا ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ کلمہ **اَوْ مُسْلِمًا** کے لئے ہو۔ اس لئے کہ جب تک ایمان اور نفاق اس کے نزدیک واضح نہ ہو جائیں بلکہ مشتبہ رہے تو ان میں سے ایک متعین کر دینا ان کی شان نہیں ہے۔ ان کو لائق یہ تھا کہ یوں کہتے کہ میں اس کو مؤمن سمجھتا ہوں اگر اس کا باطن ظاہر کی طرح ہے یا اسے مسلمان سمجھتا ہوں اگر وہ اس طرح ممکن ہے پس آنحضرت ﷺ کے ارشاد **اَوْ مُسْلِمًا** کا عطف قولہ اراد کے مفعول پر ہوگا۔

اور کلام عرب میں ایسا استعمال بہت ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

قَوْلُهُ أَحَبَّ إِلَيَّ صفحہ ۹-۶ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ایمان کی پیشی کو قبول کرتا ہے اسلئے کہ ایمان کے مراتب بڑھنے سے جناب نبی اکرم ﷺ کی محبت بڑھتی ہے۔ سیاق سابق حدیث اس پر دلالت کرتا ہے۔ پھر جب غیر کے لئے ثابت ہو گیا کہ آپ کو محبوب ہے تو اس کا ایمان اس شخص سے زائد ہو جو آپ کو محبوب نہیں ہے۔ اور حدیث کی باب سے مناسبت مسلمان کے لفظ سے حاصل ہو گئی۔ اس لئے کہ ایمان اور اسلام میں فرق ہو گیا۔ تو اب اطلاق ثانی جائز ہو گا اطلاق اول جائز نہ ہو گا۔ یہ اس لئے کہ اسلام کے لئے ایک ایسے معنی ہیں جو اس کے شرعی معنی سے عام ہیں۔ وہ معنی انقیاد ظاہر کے ہیں خواہ ان کے ساتھ پایا جائے یا نہ پایا جائے۔

قوله الانصاف من نفسك صفحہ ۹-۷ باب كفر ان العشير وكفردون كفر الخ صفحہ ۹-۱۱

اس میں صراحت ہے۔ ہمارے مذہب کے مطابق اعمال ایمان میں داخل نہیں۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو کفردون کفر کا تھق نہ ہوتا بلکہ گناہ کرنے والا اور ان کے چھوڑنے والا کافر ہوتا مؤمن نہ ہوتا۔ اس لئے کہ ایمان اس پر صادق نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا ایک جز اعمال کا لانا اس پر صادق نہیں ہے اور اس باب کے منفقہ کرنے سے امام بخاری کی غرض معتزلہ پر رد کرنا ہے جو ایمان اور کفر کے درمیان ایک درجہ مانتے ہیں اور یہ کہ گناہ کبیرہ کرنے والا ایمان سے خارج ہے۔ رد کا خلاصہ یہ ہے کہ آیات اور روایات میں مرتکب کبیرہ پر مؤمن کا اطلاق شائع ذائع ہے۔ اور وہ جو بعض گناہوں پر کفر کا اطلاق کیا گیا ہے اس سے وہ کفر مراد نہیں ہے جو ایمان کی ضد ہے۔ اس لئے کہ کفر کے بھی کئی اقسام ہیں جو ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہیں۔ اور اعلیٰ درجہ کا کفر وہ ہے جو ایمان کا مقابل ہے۔ روایت ترجمہ پر صراحت ذال ہے۔

ان امرء فيك جاهلية الخ صفحہ ۹-۱۵ حضرت ابو ذر کو جاہلیت کی طرف منسوب کیا گیا۔ حالانکہ جاہلیت کوئی آسان چیز نہیں ہے اس نسبت کے باوجود انہیں تجرید ایمان کا حکم نہیں دیا گیا۔ پاکفر کے دوسرے احکام جاری نہیں کئے گئے۔ معلوم ہوا کہ کبار کے ارتکاب سے عاصی کافر نہیں بن جاتا۔

اذا التقى المسلمان صفحہ ۹-۲۱ لڑائی جھگڑے میں مشغول ہونے کے باوجود انہیں مسلمان کہا گیا۔ حالانکہ مسلمان سے

مقاتلہ گناہ ہے۔

اینا لم یظلم صفحہ ۱۰-۲۰ صحابہ کرام نے آیت سے تبادری سمجھا کہ لم یلبس ایمانہم بظلم میں کفر و تحت النفی واقع ہے اس لئے ظلم کو عموم پر رکھا۔ نیز! ہم ہر قسم کے ظلم سے جو مکردہات تزییہ تحرمیہ اور چھوٹے بڑے گناہوں سے چپا مشکل ہے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام ہی اپنی معصومیت کی وجہ سے ان سے بچ سکتے ہیں۔ دوسروں کا چپا معتذر ہے۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا کہ لبس کا لفظ اس بات کا قرینہ ہے کہ ظلم سے اس کا معظم فرد شرک مراد ہے۔ چھوٹے گناہوں کا قصد کرنا اس سے اسلام میں کوئی فرق نہیں پڑتا اسی طرح بڑے بڑے گناہوں کا قصد کرنا بھی ایمان کے مقابل میں کچھ نہیں ہے جب تک کہ کفر کو اختیار نہ کرے۔

پس اس آیت نے بیان کر دیا کہ ظلم کا اطلاق کفر اور شرک پر ہوتا ہے۔ اور وہی اس کا بڑے سے بڑا فرد ہے۔ رہ گئی تنکیر سواس کا جواب یہ ہے کہ ظلم کے اندر تنکیر تعظیم کیلئے ہے جس پر لفظ لبس قرینہ ہے۔ کیونکہ ایمان کا شرک کے ساتھ خلط ملط اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

باب علامة المنافق صفحہ ۱۰-۳

ان احادیث کو اس لئے لایا گیا تاکہ مسلمان ان قبائح سے بچتا رہے۔ نیز! اس باب میں اس پر بھی دلیل ہے۔ کہ ان صفات اور دوسرے گناہوں کے ارتکاب سے ایمان سے خروج لازم نہیں آتا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ان روایات میں نفاق سے نفاق عملی مراد ہے۔ یا اس کو نفاق صورتہ کہا گیا ہے حقیقت نفاق نہیں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ایسے شخص پر لفظ نفاق کا اطلاق نہیں کیا گیا بلکہ اس کی علامتیں اور نشانیاں بتلائی گئی ہیں کہ جس میں ایک نشانی ہوگی اسی قدر اس میں نفاق ہوگا۔ جس میں زیادہ علامتیں ہوں گی اس میں زیادہ نفاق ہوگا۔ یہ نہیں فرمایا کہ وہ منافق ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ایمان کے اجزاء نہیں ہیں۔ پس یہ نہیں ہو سکتا کہ ایسا شخص جس میں ایک علامت یا دو علامتیں یا تین علامتیں نفاق کی پائی جائیں تو اس کے لئے کچھ حصہ ایمان کا ثابت کیا جائے۔ اور کچھ حصہ کفر کا ثابت ہو۔ نیز! یہ بھی معلوم ہوا کہ ان علامات کے پائے جانے کے باوجود ایسا شخص ایمان سے نہیں نکلتا جس کی دلیل حتی یدعھا کا لفظ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ محض چھوڑ دینا ہی کافی ہے تجدید ایمان کی ضرورت نہیں۔ نیز! اس سے ایمان کا زائد اور ناقص ہونا بھی معلوم ہو گیا کیونکہ جب وہ شخص منافقوں کی علامات سے متصف ہو تو اس قدر اس کے ایمان میں نقص آ گیا خوب غور کرو۔

قولہ ایمانا واحسابا صفحہ ۱۰-۱۰ روایت کا ترجمہ سے مناسب ہونا اس پر موقوف ہے کہ کسی چیز کا اثر اور اس کا حاصل بھی اس کے ساتھ لاحق ہوتا ہے۔ تو جب قیام ایمان پر مرتب ہو اور اس کا مسبب بنا تو اس سے لاحق ہو گا اور اس کا جزئے گا۔ اس کے بعد بہت سے تراجم میں اس کا لحاظ کیا گیا ہے۔ تو یہ کتنا ممکن ہو گا کہ اس قسم کے تراجم سے امام بخاری کا مقصد جزئیہ ثابت کرنا نہیں ہے جس کے لئے تکلف کرنا پڑے۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ وہ چیزیں ثابت کی جائیں کہ جو ایمان کا تقاضا اور اس کا سبب بنتی ہیں تاکہ مسلمان ان کی طرف متوجہ ہو اور انہیں عمل میں لائے۔

قولہ ولو یشاد الدین احد الخ صفحہ ۱۰-۲۲ یعنی جس شخص نے عظمت کے اعلیٰ مرتبہ کو لازم پکڑا تو دین اس پر غالب آجائے گا کہ اس مرتبہ پر قائم دائم رہنے کی اسے جرأت نہ ہو سکے گی کیونکہ عزیمت کا یہ درجہ بڑا سخت ہے جس پر بیچنگی بوی دشوار ہے۔ نیز! عزیمت کے بھی مختلف مقامات ہیں ہر مرتبہ دوسرے سے بڑھا ہوا ہے۔ مزید برآں اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوا کہ زیادتی اور نقصان کے اعتبار سے ایمان میں تفاوت ہوتا ہے کیونکہ جو شخص عزیمت کے اعلیٰ مرتبہ کو اختیار کرے گا وہ انبیاء علیہم السلام کی طرح سب سے زیادہ قوی ایمان والا ہوگا۔

قولہ واستعینوا الخ صفحہ ۱۰-۲۳ یعنی جب عزیمت کے اعلیٰ مرتبہ کا التزام باقی نہ رہے تو بالکل اسے چھوڑ دینا چاہیے

بلکہ جس قدر کثرت نوافل اور عبادات کا ان اوقات میں التزام ہو سکے اس پر ہنگامی کرنی چاہیے۔ ان اوقات عبادت کی تخصیص ظاہر ہے بہر حال دین میں نرمی اختیار کرے۔ عبادات میں تشدد و تعق عبادت کو ترک کر اے گا وہ غیر محمود ہے۔

قوله ما كان الله ليضع ايما نكم صفحہ ۱۰-۲۳ اس آیت سے ترجمہ کی تائید ہوئی کہ اس میں ایمان کا اطلاق نماز پر ہوا جو اطلاق الكل على الجز كاصداق ہے۔ تو نماز اگرچہ اعمال میں سے ہے لیکن وہ ایمان میں داخل ہے۔ نیز نمازوں کے تفاوت کی وجہ سے نمازیوں کے مراتب مختلف ہوں گے۔ یہ تفاوت حسن و قبول کے اعتبار سے ہوگا۔ تو اس سے ایمان کے مراتب بھی مختلف ہو جائیں گے اور شاید صحابہ کرام کے سوال کی غرض محض نفس ثواب نہ ہو بلکہ ان کا سوال اس لئے ہو کہ وہ جانتے تھے کہ ناخ منسوخ سے بہتر ہوتا ہے۔ یا اس کے برابر ہوتا ہے نیز! ان کو اس کا بھی علم تھا کہ دین تو دین بدن کمال ہو رہا ہے اس کا تقاضا ہے کہ ایک حکم کے بعد آنے والا حکم پہلے سے اکمل اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل ہوگا۔ اور جناب نبی اکرم ﷺ کعبہ کی طرف پھر جانے کو پسند کرتے تھے۔ تو یہ بھی اس کی دلیل ہے کہ کعبہ کی طرف نماز پڑھنا افضل ہوگا۔ تو آیت نے ثابت کر دیا کہ وہ ثواب جو بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے پر مرتب ہو گا وہ یا تو صلوة الى الكعبہ کے مساوی ہو گا یا اس سے کم ہوگا۔ بالکل یہ اسے ضائع نہ کیا جائے گا۔

قوله اول صلوة صلاحها الخ صفحہ ۱۰-۲۷ روایات باب سے جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ یہ کہ تحویل قبلہ کا واقعہ ظہر کی نماز کا ہے تو باقی روایات میں تاویل کی جائے گی۔ اس طرح کہ راوی نے ظہر کی نماز آپ کے ہمراہ نہ پڑھی ہوگی تو انہوں نے اپنے گمان کے مطابق کہہ دیا کہ پہلی نماز جو انہوں نے کعبہ کی طرف پڑھی وہ عصر کی نماز تھی یا معنی یہ ہوں کہ عصر کی نمازوں میں سے پہلی نماز جو انہوں نے کعبہ کی طرف پڑھی وہ یہی تھی مطلقاً نمازیں مراد نہ ہوں۔ اس کے علاوہ روایات بھی ہو سکتی ہیں۔ کہ مسجد نبوی میں جو پہلی نماز پڑھی وہ عصر کی تھی ظہر انہوں نے ہو سکتا ہے۔

قوله فحسن اسلامه صفحہ ۱۱-۶ حسن اسلامہ اور الی سبعمائتہ ضعف دونوں جملے اس پر دلالت کرتے ہیں کہ ایمان زیادتی اور نقص کو قبول کرتا ہے۔ کیونکہ حسن میں تفاوت ہوتا ہے اس طرح دس سے سات سو گنا تک کا ثواب بھی اس تفاوت کی خبر دیتا ہے اس طرح باب سابق میں لا یضع ایما نکم بھی مراتب ایمان کے تفاوت پر دلالت ہے۔ جیسے کہ نماز کے مراتب حسن و قبول میں مختلف ہیں کیونکہ جب نماز ایمان ہے تو اس کے درجات میں تفاوت اسی طرح ہوگا جس طرح ایمان کے درجات اور مراتب میں تفاوت ہے اور نمازیوں کے درمیان تفاوت تو کسی بیان کا محتاج نہیں ہے۔

باب احب الدين الخ صفحہ ۱۱-۱۰

محبت کے مختلف مراتب ہیں۔ تو جو ایمان اس پر مرتب ہو گا وہ بھی متفاوت ہوگا۔ جیسا کہ روایت سے یہ ترتیب واضح ہے۔ اور باقی

معنی حدیث ظاہر ہیں۔

باب زیادة الایمان ونقصانه صفحه ۱۳۱۱

اس زیادہ نقصان سے مراد مؤمن بہ کے اعتبار سے کمی و بیشی ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد اَلْيَوْمَ اَتَمَمْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ الْخ
 اس پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ اس اکمال سے مراد احکام اور شرائع کا اکمال ہے۔ اور یہی حق ہے جس میں کوئی شک نہیں۔ اور یہی مراد
 اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات میں ہے۔ وَزِدْنَا لَهُمْ هُدًى اَوْ لِيُزِدَا دَالِدِينَ اٰمِنُوْا اِيْمَانًا۔ کیونکہ جب کوئی حکم نازل ہوا تو وہ اس پر ایمان
 لائے تو احکام کی زیادتی سے ان کے ایمان میں زیادتی ثابت ہوئی اور مؤلف کے قول کے بھی یہی معنی ہیں۔ کہ جب کمال میں سے کوئی چیز
 چھوٹ گئی تو وہ ناقص ہو گا اس لئے جب دین کامل ہے تو اس سے کم پر ایمان لانا اس اعتبار سے ناقص ہو گا۔ جس پر اکمال کے وقت امر قرار پایا
 تھا اگرچہ درحقیقت یہ بھی کامل ہے پس جو لوگ اکمال سے پہلے وفات پا چکے ہیں ان کے ایمان میں نقصان لازم نہیں آئے گا یہ ایمان تفصیلی
 کے اعتبار سے ہے۔ پس جو لوگ احکام کے مکمل ہونے کے بعد ایمان لائے ان کی ان مؤمنین پر فضیلت ہوئی جو اکمال سے پہلے وفات پا گئے
 لیکن ایمان اجمالی کے اعتبار سے سب کے سب برابر ہیں۔ کیونکہ پہلے لوگ بھی بعینہ اسی پر ایمان لائے جس پر آخری لوگ ایمان لائے ہیں۔
 ہاں اس صورت میں روایت ترجمہ پر منطبق نہیں ہوگی کیونکہ مؤمنین میں مؤمن بہ کے اعتبار سے تفاوت ممکن نہیں ہے۔ اس لئے کہ
 اخروجوا من كان في قلبه مiscal ذرة من الايمان في انكسار مؤمن بہ کی قلت کے اعتبار سے ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ بعض پر ایمان
 لانا اور بعض پر نہ لانا یہ تو بعینہ کفر ہے۔ البتہ تفاوت کے اعمال کے اعتبار سے جواب دینا ممکن ہے تو روایت کا حاصل یہ ہو گا کہ جن امور پر
 مؤمنین کو ایمان لانے کا حکم تھا اس پر وہ ایمان لے آئے۔ البتہ ان کے درمیان اعمال خیر کے اعتبار سے بہت تفاوت ہو گیا۔ کہ بعض ان میں
 سے وہ ہیں جن کے پاس ایک ذرہ سے زیادہ کوئی نیکی نہیں ہے۔ اور بعض ایسے ہیں کہ ان کے پاس اس سے زیادہ نیکی ہے۔ البتہ اگر ترجمہ میں
 تعمیم کر دی جائے کہ وہ زیادتی اور نقصان باعتبار کیفیت کو شامل ہو۔ اور تفاوت مؤمن بہ کے اعتبار سے ہو تو اس طرح ترجمہ اور روایت
 میں مطابقت آسان ہو جائے گی۔ کیونکہ کیفیات کے مراتب اور تصدیق کے درجات میں تفاوت ہے۔ بعض کا یقین پختہ ہو گا بعض کا اس سے
 کم ہو گا۔ مگر ان میں ہر ایک اس ایمان سے متصف ہو گا جس پر خلود من النار سے نجات کا دار و مدار ہے۔ اور یہ مراتب ذرہ سے لے کر
 اوپر تک اور اس سے اوپر تک جاسکتے ہیں۔

قولہ بقیراطین صفحه ۱۲-۸ ثواب کی مقدار بیان کرنے اور اس کو اُحد پہاڑ سے تشبیہ دینے میں اس پر تنبیہ کرنا ہے کہ جنت
 کے قیراط اس مقدار پر ہیں تو ان وزنوں کا کیا کہنا جو قیراط سے اوپر ہوں۔ نیز اس سے بھی جاہل نہیں رہنا چاہئے کہ قیراط کو اُحد پہاڑ کے
 ساتھ تشبیہ دینے میں کوئی تعین اور تحدید کرنا نہیں ہے۔ بلکہ ان کے خیال خانہ میں ثواب کی کثرت ٹھکانا ہے۔ ورنہ نماز جنازہ کا اور اس
 میت کو دفن کرنے کا ثواب اس سے بہت زیادہ بڑھتا ہے گا۔ یہ ایسے ہے جیسے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ فجر کی دو سنتیں پڑھنے کا ثواب
 سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ چونکہ سرخ اونٹ عرب کے نزدیک عمدہ مال شمار ہوتا تھا تو اس پر اس کو فضیلت دینے سے مقصد یہ ہے کہ
 ان دو رکعت فجر پر بیشکی کی جائے۔ یہ نہیں کہ بس اتنا ہی ثواب ملے گا اور بس اس لئے کہ جب سبحان اللہ کہنا اور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنا

دنیا اور جو کچھ اس کے اندر ہے اس سے بہتر ہے۔ تو فجر کی دو سنتوں نماز جنازہ اور ان میں جو ذکر کثیر ہے اس کی تو کوئی انتہا نہیں۔ پھر جنازے کے ساتھ جانا و جنازہ کی نماز پڑھنا جو تکہ ایمان کے مسببات اور اس کے ثمرات میں سے ہیں لہذا ان کو بھی ایمان کے ساتھ لاحق کر دیا گیا جیسا کہ گذر چکا۔ ہمارے ترجمہ میں من الایمان ولیہ زیادة و نقصان للایمان یہ بھی اسی کے مطابق ہو گا جس کا ذکر پہلے کیا گیا ہے۔ کیونکہ جب اعمال ایمان میں داخل ہیں تو جو نماز جنازہ پڑھنے والا اور دفن کرنے میں شریک ہونے والا ہے تو یہ اس شخص سے کامل ایمان والا ہو گا جو ان میں ایک پر کفایت کرتا ہے۔

باب خوف المؤمن ان یحبط عمله الخ صفحہ ۱۲/۸

اس سے اشارہ ہے کہ مؤمن کو اپنے اعمال ضائع اور کفر کے خطرہ سے بے خوف نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ جب آدمی زندہ ہے اس کا فتنہ میں مبتلا ہونے کا خدشہ ہے۔ پس ضروری ہے کہ ہمیشہ مراقبہ اور انتظار میں رہے۔ پھر حبط اعمال کے بھی کئی مدارج ہیں۔ اس کا ادنیٰ یہ ہے کہ انسان اپنے افضل اعمال سے محروم ہو جائے۔ درمیان یہ ہے کہ اس کی قبولیت نہ ہو۔ اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ ایمان سلب ہو جائے اور کفر تک پہنچا دے۔ ان مراتب کے اعتبار سے ایمان میں قوت اور ضعف کے اعتبار سے تفاوت ہو گا۔ اگرچہ کسی مؤمن کو حبط کے ان تمام مراتب سے بے خونی نہ ہو مگر غالب یہ ہے کہ ان کا حال ان مراتب میں سے کسی ایک مرتبہ پر ضرور ہو گا اور اسی کے مطابق اس کا ایمان سے متصف ہونا مختلف ہوتا رہے گا۔ اسی طرح ایمان جبرائیل سے تشبیہ دینے سے معلوم ہوا کہ مؤمنوں کے درمیان اپنے ایمان کے اعتبار سے فرق ہے۔ بعض مؤمن وہ ہیں جو یقین کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہیں بعض اس سے کم درجہ کے ہیں اسی طرح گناہ کبیرہ پر اصرار کرنا انسان کو کفر تک اور اعمال کے ضائع ہونے تک پہنچانے والا ہے۔ تو جو مؤمن اصرار کبیرہ سے جس قدر دور ہو گا اسی قدر وہ کفر سے بعید ہو گا۔ اور اس شخص کی نسبت یہ قوی ایمان والا ہو گا جو کفر کے زیادہ قریب ہے جو کہ گناہ کبیرہ پر اصرار کرتا ہے۔ اور وہ روایت جو باب کے تحت لائی گئی ہے وہ اسی معنی پر محمول ہو گی جس پر ترجمہ باندھا گیا ہے۔ تو روایت کے اندر جو ہے اس سے جو کچھ مراد ہے ترجمہ اس کا بیان ہو گا۔ اور جب مؤمن پر ہر وقت حبط اعمال کا خطرہ ہے خود اس کے اقسام مذکورہ میں سے کسی ایک قسم کا حبط بھی ہو تو کبائر پر اصرار کرنا کفر تک پہنچانے والا ثابت ہو گا۔ تو اس سے مراد ہے کہ جو اس بات کے قائل ہیں کہ گناہ سے ایمان کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ پس گویا کہ باب کا انعقاد بھی اسی مقصد کے لئے ہے جیسا کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے جو باب کے تحت لائی گئی ہے۔ اور کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس باب سے امام حنبلؒ امام ہمام قدوة الامام ابی حنیفہ نعمان بن ثابتؒ پر رد کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ایمانی کا ایمان جبرائیل علیہ السلام اگر معاملہ اسی طرح ہے جیسا یہ قائل کہتا ہے فَحَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ کیونکہ امام اعظمؒ کا نہ تو اس مقالہ سے یہ مقصد ہے اور نہ ہی انہوں نے اس میں کسی قسم کی غلطی اور زلیج کا ارتکاب کیا ہے۔ اولاً تو اس لئے کہ یہ مقالہ جو ان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے وہ ان کی بعض تصانیف سے اس طرح واضح ہوتا ہے ایمانی کا ایمان جبرائیلؑ وَلَا أَقُولُ مِثْلَ إِيْمَانِ جِبْرَائِيلَ اور ان دونوں میں فرق ہے۔ اس لئے کہ پہلے جملہ سے کسی نہ کسی وصف سے مشارکتہ معلوم ہوتی ہے۔ اور دوسرا جملہ مماثلہ اور مساوات کا تقاضا کرتا ہے پس اپنے ایمان کو جبرائیلؑ کے ایمان سے

تشبیہ دینے میں کوئی حرج نہیں اس لئے کہ مؤمن بد میں اتحاد ہے۔ تو جبرائیلؑ بھی بعینہ اسی ذات پر ایمان لانے والے ہیں جس پر ہر مؤمن کا ایمان ہے۔ کیونکہ ایمان اجمالی میں سب کے سب متحد ہیں البتہ فرق اور تفاضل اگر ہے تو وہ تفاضل کے اعتبار سے ہے تو حضرت امام اعظمؒ نے اپنے تفصیلی ایمان کو جبرائیلؑ کے تفصیلی ایمان سے تشبیہ نہیں دی بلکہ ایمان اجمالی سے تشبیہ دی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ مراتب یقین کے بڑھنے سے ایمان میں زیادتی آتی ہے۔ اور ان کے اندر نقص سے ایمان ناقص ہوتا ہے لیکن یہ اس وقت ہے جب کہ ایمان کی حد شرعی کے اندر اس یقین کو داخل مانا جائے۔ اگر یقین سے کوئی کم درجہ ہے جو تصدیق اور یقین میں داخل نہیں ہے تو اس سے ہماری حجت نہیں۔ ہماری گفتگو تو یقین کے مراتب میں ہے۔ تو جب ایمان کی قوت اور ضعف کا دار و مدار یقین پر ہے تو اگر مؤمن ہمدوں میں سے کوئی اذعان اور یقین کے اس درجہ تک پہنچ جائے جہاں فرشتے پہنچے ہیں تو اس میں کیا استحالہ ہے۔ اگرچہ علم الیقین اور عین الیقین میں فرق بہت ہے۔ مگر اگر کسی کے علم الیقین کے درجات اس حد تک پہنچ جائیں جہاں تک دوسروں کا یقین مشاہدہ پہنچتا ہے تو اس میں سے کون سی چیز مانع ہے۔ حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ کا یہ قول بھی اسی کی تائید کرتا ہے کہ لو کشفتم الخ اگر درمیانی پردے ہٹ جائیں تو میرا یقین اور بڑھ جائے گا۔ تو اگر حضرت علیؑ کے اس ارشاد پر کوئی اشکال وارد ہو سکتا ہے تو مقالہ امام حاتمؒ پر وارد ہو جائے تو کوئی ضرر نہیں۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ رُوحوں کی حاضری اور ان بعض پر واقفیت جن پر اللہ تعالیٰ کسی کو مطلع کرے اس کا کوئی منکر نہیں ہے۔ تو اس میں کون سی دشواری ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنے بعض مخلص ہمدوں کو ان چیزوں پر مطلع فرمادیں جن کی اطلاع فرشتوں کو ہے اور فرشتوں کی طرح وہ بھی ان کا مشاہدہ کریں تو ان کا ایمان بھی فرشتوں کی طرح ہو گیا۔ کہ سماع اور میان کے علاوہ مشاہدہ اور معائنہ دونوں سے ان کو تقویت ملی۔ اور ان احوال و مقامات کی واقفیت بہت سے مشائخ سے منقول ہے۔ تو اگر امام اعظمؒ ابو حنیفہؒ مشاہدہ کر لیں تو اس کے جواز میں کون سی قباحت ہے۔ اس لئے کہ شیخ عبدالعزیز باغؒ کی کتاب الابویز کا مطالعہ کافی ہے۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ قوی ایمان والے اذعان اور یقین کی اس حد تک پہنچ جاتے ہیں بلکہ شرائع اور احکام کے تسلیم کرنے والے بھی اس حقیقی تسلیم کے اعتبار سے جو دوام کو مستلزم ہے ایسے مقام تک پہنچ جاتے ہیں کہ اس حد تک پہنچنے کے بعد مشکل ہے کہ ان کو کوئی ایسا عارض پیش آجائے جو ان کو مامورات سے روک دے۔ چہ جائیکہ تسلیم اور اذعان سے روکے۔ کیونکہ ان کو وثوق اور اعتماد ہے کہ اب وہ اپنے معتقدات سے پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ اس بارے میں وہ حدیث ثبوت کے طور پر کافی ہے جس میں آپؐ کا جملہ دعائیہ ہے۔ اللّٰہم ثبت قلبی علیٰ دینک و طاعتک جس پر ایک صحابی نے پوچھا یا نبی اللّٰہ هل تخاف علینا صحابہ کرامؓ کو یہ معلوم تھا کہ یہ دعامت کو تعلیم کے لئے ہے۔ لیکن انہیں اپنے اوپر اعتماد اور وثوق کی وجہ سے یہ مشکل نظر آیا اور اسے بعید سمجھا کہ جن منازل اور مقامات تک ہم پہنچ چکے ہیں وہ بدل جائیں یا ان سے یہ واپس آجائیں گے۔ تو متلاذن حضرات کا یہ کہنا هل تخاف علینا یا رسول اللّٰہ یہ امام اعظمؒ کے اس منقولہ کی طرح نہیں ہے جس پر آپؐ لوگ نکیر کر رہے ہیں۔ آنحضرتؐ رسول اللّٰہ ﷺ نے ان کے استبعاد پر شدت یقین کو رد نہیں فرمایا

بلکہ فرمایا اللہ تعالیٰ کو لوگوں کے قلوب پر قدرت حاصل ہے۔ وہ دلوں کو پھیرتے رہتے ہیں کفر و ایمان بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے جو چاہیں وہ کر سکتے ہیں اور جس چیز کا اردہ کریں اس کا حکم دے سکتے ہیں تو کسی ہمدے کے لائق نہیں اگرچہ وہ یقین کے اعلیٰ مقام تک پہنچ چکا ہو وہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے بے خوف نہ رہے۔ لایاً من مکر اللہ الا الخاسرون امام اعظمؒ کے اس کلام کا بھی یہی مقصد ہے کہ وہ یقین کے اس اعلیٰ مقام تک پہنچ چکے ہیں لیکن اپنے آپ پر فتنہ سے بے خوف نہیں ہیں۔ کیونکہ کفر و ارتداد اللہ تعالیٰ کی مقدرات میں سے ہیں۔ جب ایسا کلمہ کوئی قلیل القلم نہیں بول سکتا تو ایسا علامہ جلیل بحر مقام نبیل کیسے کہہ سکتا ہے۔ تو جیسے یہ بے خونی اللہ تعالیٰ کی طرف سے امام اعظمؒ کو نہیں اس طرح ملائکہ اور دیگر اللہ کے مکر و معزم ہمدے بھی بے خوف نہیں ہیں۔ کیونکہ کفر و ایمان ان کے حق میں بھی مقدر اللہ میں سے ہیں۔ تو امامؒ کے تشبیہ دینے میں کون سی وجہ ممانعت آئی۔

پانچواں جواب یہ ہے کہ عالم ارواح میں ان کا ایمان فرشتوں کی طرح ہو جب کہ کفر و طغیان کے عوارض طاری نہ ہوئے ہوں کیونکہ اس عالم سے پہلے ارواح کا وجود تھا اور اس دنیا کی پیدائش سے پہلے بھی پیدائش تھی جہاں نہ کفر تھا نہ سرکشی تھی وہاں پر محض اذعان اور تسلیم تھا پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے بیثاق و عمد لیا جہاں ہر ایک نے اپنے اپنے ایمان کا اظہار کیا۔ پھر جب ان کو دار تکلیف دنیا میں بھیجا گیا تو فرقہ بندی ہو گئی اور آپس میں کئی طبقتوں میں بٹ گئے۔ بعض لوگ تو اپنے عمد و مشاق پر قائم و دائم رہے۔ اور بعض نے اپنے قول اور وعدے کا احساں بھی نہ کیا کہ بالکل منکر ہو گئے۔ پس جو شخص اللہ پر ایمان لے آیا اس کے رسولوں کی تصدیق کی اور ان کے احکام کو اس طرح مانا کہ اوامر پر عمل کیا اور منہیات کو چھوڑ دیا تو اس کا ایمان بے شک فرشتوں کی طرح ہے جن میں کوئی مانع پیش نہیں آیا جو ایمان کے منافی ہوتا جب کہ اس شخص کے پیش آگیا جس نے اپنے برے اختیار سے کفر و ارتداد کا ارتکاب کر لیا۔ تو ملائکہ اور یہ لوگ جب سے انہوں نے ایمان قبول کیا اس وقت سے اس پر قائم و دائم ہیں۔ شیخ سعدی شیرازیؒ کا شعر ہے۔

بفریاد قالوئی در خروش

النت از ازل چہاں شان بخوش

چھٹا جواب یہ ہے کہ یہ جو نقل کیا جاتا ہے کہ ہم نے تیس ۳۰ علماء میں سے کسی سے نہیں سنا کہ اس نے ایسا کہا ہو یہ بھی کوئی نفع بخش قول نہیں ہے۔ اس لئے کہ ان حضرات کا ایسا قول نہ کرنا اس کے بطلان کی دلیل نہیں ہے۔ کیونکہ بہت سے اعتقادی امور ایسے ہیں جن کو بولنے کی زندگی بھر نوبت نہیں آتی۔ کیا ان تحویلات اور مختلف اسناد کے بولنے کی ان کو نوبت آئی۔ یا کسی نے اس پر کوئی تالیف یا تصنیف لکھی۔ تو کیا ان کی طرف سے یہ حکم لگایا جائے گا کہ سب ناجائز ہیں۔ یا ان میں سے کسی نے فن حدیث کے اندر کوئی جمع کردہ کتاب پڑھی ہو تو کیا یقین و وثوق سے کوئی کہہ سکتا ہے کہ صحیح بخاری کا پڑھنا اور استاد کے سامنے پیش کرنا یا اسناد کا اپنے شاگردوں پر اس کا پڑھنا ناجائز ہے۔ یہ ایسے واضح دلائل ہیں جو حضرت امام اعظمؒ کے مقالہ کے صحیح ہونے پر دال ہیں۔ اگر امام بخاریؒ کی رفعت شان اور علوم کے اندر ان کی جلالت قدر مانع نہ ہوتی تو ہم کہہ دیتے کہ حضرت امام اعظمؒ کے مقالہ کی مراد کو امام بخاریؒ سمجھے ہی نہیں۔ لیکن ہم ایسا اقدام نہیں کریں گے۔ البتہ اتنا ضرور کہیں گے کہ امام اعظمؒ پر اعتراض کرنے والے اس کی مراد سمجھے نہیں۔ ان کا مقصود تو یہ ہے کہ ایمان کے مراتب

مختلف ہیں۔ کیونکہ بہت سے ایسے ہیں جن کا ایمان ایمان ملائکہ اور ایمان عامۃ المؤمنین اور اہل فسق کے ایمان کے درمیان بہت ہی دوری ہے۔ وغیر ذلک واللہ اعلم

وقوله رُدُّوهُ الخ صفحہ ۱۲-۱۶ آنحضرت ﷺ کا ردوہ حکم اس جاننے کے باوجود ہے کہ یہ لوگ اس کی واپسی پر قادر نہیں ہیں۔ اس لئے دیا کہ تاکہ ان کے تعجب میں اضافہ ہو۔ اور جو کچھ انہوں نے سنا اس کے یاد رکھنے کی طرف پوری توجہ ہو کیونکہ آنحضرت ﷺ سے فرشتے نے سوال و جواب ان کی تعلیم کے لئے کئے تھے۔

قوله وكذلك الايمان حتى يتم الخ صفحہ ۱۳-۳ ایمان کے تمام ہونے سے ہر قیل کا مقصد تو ایمان کے شرائع اور احکام کا مکمل ہونا اور ان کا شہروں کے اندر پھیلا ہے۔ لیکن امام بخاری تمام کے لفظ سے اس پر دلیل قائم کر رہے ہیں کہ ایمان پورا بھی ہوتا ہے اور ناقص بھی ہوتا ہے۔ محدثین کے بہت سے دلائل اسی پر مبنی ہوتے ہیں کہ وہ عموم لفظ سے استدلال کرتے ہیں اگرچہ معنی مراد وہ نہیں ہوتے جن سے وہ استدلال کرتے ہیں۔ نیز! یہ اگرچہ ہر قیل بادشاہ روم کا کلام ہے مگر آنحضرت ﷺ نے اس کی تقریر فرمائی ہے۔ بلکہ آپ کے زمانہ میں بھی اس پر کوئی نکیر نہیں کی گئی تو اس کو سنت کے ساتھ لاحق کیا جائے گا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ تمام سے مؤمن بہ کی زیادتی کے اعتبار سے تمام اور کمال مراد ہو جو دن بدن بڑھنے والا ہے۔ اس بنا پر لفظ تمام سے جو ہر قیل کے کلام میں وارد ہے مؤلف کا استدلال کرنا ظاہر ہے۔

باب فضل من استبرأ لدينه الخ صفحہ ۱۳-۴

کیونکہ استبرأ مختلف ہوتا ہے لہذا ایمان میں بھی تفاوت ہوگا۔

قوله ان تعطوا من الغنم الخمس الخ اعطاء خمس کو ایمان میں داخل کرنے سے معلوم ہوا کہ زیادہ اعمال سے ایمان میں زیادتی ہوتی ہے۔ لیکن یہ تقریر ان لوگوں کی رائے کے مطابق ہے جو امور مذکورہ کو ایمان کی تفسیر قرار دیتے ہیں باقی تین امور کا یہاں ذکر نہیں ہے جو مذکور ہیں وہ ایمان کی تفسیر ہیں اور یہ ایمان ان چار میں سے ایک ہے۔

باب ما جاء ان الاعمال بالنية صفحہ ۱۳-۱۷

امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ اعمال کا ثواب نیت کے مطابق ہو گا یہی احناف کا مسلک ہے۔

قوله حتى ياتيكم امير صفحہ ۱۳-۲ حضرت امیر مغیرہ نے ان کو تقویٰ کا حکم اس لئے دیا کہ ان کے شر کا امیر سے خالی رہنا ان کیلئے فساد کا باعث ہوگا۔ کہ گناہوں کے ارتکاب پر جب حدود اور تعزیرات قائم کرنے والا کوئی نہ ہوگا تو فساد و فتنہ برپا ہوگا۔ اس لئے ان کو تقویٰ اللہ کی وصیت کی۔

استعينوا لاميركم صفحہ ۱۳-۱۴ جیسے پہلے دو کام قوم کی خبر خواہی کے لئے تھے۔ اور یہ حکم امیر کی خواہی کے لئے ہوگا۔

ثم قال اپنے آپ کو امارت کی تہمت کو دفع کرنے کے لئے فرمایا کہ اپنے آپ کو امارت کی طرف منسوب کریں یہ لائق نہیں

ہے واللہ اعلم بالصواب ..

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

كِتَابُ الْعِلْمِ

باب فضل العلم صفحہ ۱۳/۱۴

علم کی فضیلت دو آیتوں سے ثابت ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم ﷺ کو حکم دیا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے زیادتی علم کا سوال کریں۔ دوسرے علم کو علماء کے درجات کی بلندی کا سبب قرار دیا۔ لیکن اس بارے میں حدیث کوئی نہیں لائے۔ جس سے اشارہ کرتا ہے کہ مسائل کو آیات سے نکالا جائے یا یہ کہ ان کی شرط پر کوئی حدیث انہیں ملی نہیں۔ حقیقت حال تو اللہ تعالیٰ بہتر جاننے والے ہیں بظاہر یہ ہے کہ دوسرے باب کی روایت سے ان کا مدعی ثابت ہوتا ہے۔ لیکن ان کے درمیان باب کو ایک نئے فائدہ کے لئے لایا گیا ہے۔ جب کہ مؤلف کی بہت سے تراجم میں یہ عادت ظاہر ہو چکی ہے کیونکہ حدیث جس سے مدعی ثابت ہوتا ہے وہ آپ کا ارشاد مبارک ہے۔ اِذَا وَتِدَ الْأَمْرِ إِلَىٰ خَيْرِ أَهْلِ الْحَدِيثِ کہ جب معاملات نا اہلوں کے سپرد ہوں گے تو قیامت کا انتظار کرو اور یہ اس پر موقوف ہے کہ معاملات کے مراتب اور ان کے اہل ان کی وضاحت کی جائے تو اس کا علم پر موقوف ہونا واضح ہے۔ حاصل معنی یہ ہوا کہ تمام عالم کی بقاء اس پر موقوف ہے کہ معاملات ان کے اہل کے سپرد کئے جائیں اور یہ علم پر موقوف ہے۔ تو علم کی فضیلت یہ ہے کہ اس پر بقاء نظام عالم موقوف ہے۔

باب من سئل علماء وهو مشغول صفحہ ۶/۱۱۳

اس حدیث میں سے یہ فائدہ معلوم ہوا کہ مستفتی کا جواب دینا فوری طور پر ضروری نہیں جب تک وقت کے فوت ہونے کا خطرہ نہ ہو۔

فقال بعض القوم صفحہ ۸/۱۱۳ ای فی نفوسہم یعنی بعض نے بعض سے کہا۔

قوله اذا وسد الامر الى غير اہلہ صفحہ ۸/۱۱۳ یہ بھی امانت کو ضائع کرنے کی ایک قسم ہے اس لئے کہ ہر کام کا یہ حق ہے کہ وہ اس کے اہل میں ہو۔ جب نالائق کے سپرد ہو گیا تو یہ امانت تھی جو اس کے اہل کے پاس نہ پہنچی بلکہ ضائع ہو گئی۔ یہ حدیث مدعی پر دلالت کرنے میں زیادہ ظاہر تھی بایں ہمہ ضیاع امانت کو بعید بھی نہیں سمجھا جاتا اس لئے اس حدیث کی طرف رجوع کیا۔ تاکہ قاعدہ کو ایک صورت جزئیہ یا اس کے افراد میں سے ایک معین مثال کی صورت میں پیش کیا جائے۔

باب من رفع صوتہ فنادی بأعلیٰ صوتہ صفحہ ۹/۱۱۳

چونکہ آواز کو بلند کرنا اور شور مچانا عرف میں عیب شمار کیا جاتا ہے۔ اور شریعت میں اس سے ممانعت آچکی ہے۔ حضرت لقمان کی حکایت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وَاحْضَضْ مِنْ صَوْتِكَ آواز کو پست کرو۔ اس لئے وہ ہم ہوتا تھا کہ شاید رفع صوت ناجائز ہو۔ امام بخاری نے باب باندھ کر ثابت کر دیا کہ دور کے لوگوں کو خبر سنانے کی ضرورت کی بنا پر رفع صوت جائز ہے۔

باب قول المحدث اخبرنا حدثنا وابنانا صفحہ ۱۳/۱۱۳

امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ متقدمین کے یہاں ان سب الفاظ کا استعمال جائز رہا ہے وہ ان الفاظ کے بولنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ تو ان الفاظ کا استعمال ایک دوسرے کی جگہ جائز ہو گا۔ کیونکہ یہ سنت سے ثابت ہے۔ رہ گیا فرق اصطلاحی شاید اس کا کوئی بھی انکار نہ کرے۔ چہ جائیکہ مؤلف اس کا انکار کرے۔ تو مؤلف کے اس مقالہ کا مقصد اس مقام پر یہ ہو گا کہ اکثر شرعاً ان الفاظ کو ایک دوسرے کی جگہ استعمال کیا جائے تو یہ بھی جائز ہو گا۔ اگرچہ لونی یہ ہے کہ اصطلاحی فرق ملحوظ رکھا جائے۔ اس بارے میں جو روایت امام بخاری لائے ہیں وہ بھی اس پر دلالت کرتی ہے۔ کہ لفظ حدثنا کا اطلاق معلم کی طرف سے جائز ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے حدثنونی ماہی تو اخبروا عنها ماہی کی جائے تحدیث سے تعبیر کیا گیا۔ نیز اگر جناب رسالت مآب ﷺ کو وہ لوگ ماہی کی خبر دے دیتے تو لفظ ان کے فائدہ کے لئے ہوتا نہ کہ آپ کے فائدہ کے لئے غور کرو اور غنیمت سمجھو۔

باب القراءة والعرض علی المحدث وقوله یقرء علی القوم صفحہ ۱۳-۲۲/۲۵

دستاویز کو یا تو قاضی پڑھے گا یا اس کے اتباع میں سے کوئی ایک پڑھے گا۔ اس کے باوجود گواہ یہی کہیں گے کہ ہمیں فلاں نے گواہ بنایا تو گواہ بنانے کی نسبت یا تو وہ مدعی کی طرف کریں گے یا قاضی کی طرف کریں گے۔ حالانکہ لفظ مدعی کے نہیں ہیں کیونکہ یا تو ان دو میں سے

ایک غیر معین ہے۔ یا قاضی کے نائب کے الفاظ ہیں تو وہ متعین ہے اور گواہ اسے قاضی کی طرف منسوب کر رہے ہیں۔ یہ گفتگو اس دستاویز کے بارے میں ہے جس کو قاضی اپنے دوسرے قاضی کی طرف بھیجتا ہے۔ یا اس صورت میں ہے جب کہ بائع اور مشتری میں سے کوئی ایک اسے لکھ دیتا ہے تو مثلاً بائع کے حکم سے کاتب اس دستاویز کو پڑھتا ہے جس میں یہ مضمون تحریر ہو کہ یہ وہ چیز ہے جس کو فلاں نے فلاں سے خرید کیا۔ پھر کاتب اس کے بعد اس مضمون کو متعاقدین یعنی بائع و مشتری اور گواہوں کو پڑھ کر سنا ہے۔ کہ فلاں نے ہمیں گواہ بنایا۔ بائع یا مشتری کا نام لیتے ہیں۔ کاتب کا کوئی نام نہیں لیتا۔ تو اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عرض جائز ہے اور جس کی طرف روایت منسوب ہے وہ صرف ہاں کہنے پر اکتفاء کرے۔ اور اس طرح جو کچھ قاری قرآن کرتا ہے کہ شاگرد استاد کے سامنے قرآن پڑھتا ہے نہ کہ استاد شاگرد پر قرآن پڑھتا ہے پھر لوگ ایسی قرأت پر اعتماد کرتے ہیں۔ اسے فضول اور بے فائدہ شمار نہیں کرتے۔ شرقا و غربان دونوں فعلوں کا پھیل جانا اور علماء کا ان کو قبول کرنے پر اتفاق کر لینا یہ اس کے جواز کے سبب سے قوی دلیل ہے۔

باب ما یدکر فی المناولۃ صفحہ ۱۷۱۵ ۱۷۱۵ قولہ ان یدفعہ الی عظیم البحرین صفحہ ۲۳

اس حدیث سے واضح ہوا کہ مکاتبہ (خط و کتابت) جائز ہے۔ اگر کتابت علم کے لئے فائدہ بخش نہ ہوتی تو آپ ﷺ بادشاہ روم کی طرف خط نہ بھیجتے۔ کتابت کی طرح مناولۃ کا جواز بھی ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے فوج کے سالار کو خط دیا کہ مقام نخلہ پر جا کر ان کو سنا

قولہ باب من قعد حیث ینتہی بہ المجلس صفحہ ۲۶/۱۵

اس باب کے باندھنے کی غرض یہ ہے کہ مردوں میں جو غرور و نخوت پائی ہے کہ وہ قوم کے اواخر میں بیٹھنے کو پسند نہیں کرتے اس کو دفع کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ علم کا ادب یہ ہے کہ اس مجلس میں جہاں پر جگہ مل جائے وہاں بیٹھ جائے۔ اس جگہ بیٹھنے سے گھن نہ کرے اور نہ ہی اس قسم کی مجالس سے روگردانی کرے۔ استحیاء جو روایت کے اندر موجود ہے اس کا معنی یہ ہے کہ لوگوں پر بھڑ بھڑ کنا کرنے سے گریز کرے۔ اور اللہ تعالیٰ کا اس سے حیاء کرنا یہ ہے کہ اس کو بہت بڑا ثواب عطا فرمائے اور اس کے سخت کو بڑھائے۔ اور استحیاء سے جو لوگ استحیاء عن الاعراض مراد لیتے ہیں اس سے میری توجیہ بہتر ہے۔ اس لئے کہ روایات میں مطلق کو مقید پر محمول کرنا اسی طرح بعض کو بعض پر محمول کرنا اگرچہ فقہاء اور مجتہدین کے نزدیک شائع ذائع اور کثیر الوقوع ہے۔ لیکن محدثین کی جماعت میں ایسا کرنا قلیل الوقوع بالخصوص امام بخاریؒ کے یہاں۔ کیونکہ وہ تو مطلق کو الگ دلیل بناتے ہیں اور مقید کو الگ دلیل بناتے ہیں اور جب تک خلاصی ممکن ہو ایک بعض کو دوسرے بعض پر محمول نہیں کرتے۔

باب رب مبلغ أوعى من سامع صفحہ ۵/۱۶

اس باب کے انعقاد سے امام بخاریؒ نے اس مشہور مفروضہ کا دفعیہ کیا ہے کہ شاگرد کا علم استاذ سے کم ہوتا ہے اور کہہ دے تے ہیں

کہ (جائے استاذ ذخالی است)

قولہ فسکتنا صفحہ ۱۶/۷ ان حضرات کے خاموش رہنے کی وجہ ظاہر ہے۔ کہ آنحضرت ﷺ کا اس بارے میں سوال کرنا اسلئے تو نہیں تھا کہ آپ پر یہ امر پوشیدہ تھا۔ کوئی حکمت ضرور ہوگی اس لئے اللہ ورسولہ اعلم کہہ دیا۔

قولہ عسی ان یبلغ صفحہ ۱۶/۱۰ اس سے معلوم ہوا کہ بہت سے وہ آدمی جن تک بات پہنچے وہ اس شخص سے زیادہ بات کو محفوظ کرنے والے ہوتے ہیں جو بغیر واسطے کے خود سنے۔

باب العلم قبل القول والعمل صفحہ ۱۶/۱۰

آیات کریمہ سے واضح ہوا کہ وعظ و نصیحت کرنے اور ان کے تقاضے پر عمل کرنے سے پہلے علم ضروری ہے کیونکہ وہ افضل ہے اور جس پر دار و مدار ہو اس کو دوسرے سے پہلے لانا اولیٰ ہے۔ اسی طرح لائی ہوئی روایات اور آثار میں تھوڑا سا غور کرنے سے یہ فضیلت علم ظاہر ہوگی۔

قولہ حکماء علماء فقہاء صفحہ ۱۶/۱۶ علم کے مراتب میں سے اعلیٰ مرتبہ حکمت و دانش کا ہے۔ ادنیٰ درجہ علم کا ہے اور فقہ یعنی دین کی سمجھ ہو یہ درمیانی درجہ ہے۔ باوجود کم درجہ ہونے کے علماء کو درمیان میں اس لئے ذکر کیا تاکہ یہ گمان نہ ہو کہ علم فضل کے مراتب میں سے خارج ہے۔

وقال الربانی ربانی کے اصل معنی بیان کرنے کے بعد يقال للربانی سے ظاہر یہ ہے کہ اس کی الگ تفسیر بیان کرنا مقصود ہے اور یہ بھی ممکن ہے علماء کو ربانین کہنے کی وجہ تسمیہ پر تنبیہ کرنا ہو تو پھر یہ معنی اول کا تہمت ہو گا نہ کہ دوسرے معنی کا۔

قولہ کراہیة السأمة صفحہ ۱۶/۱۸ اس باب سے مقصد اس وہم کو دفع کرنا ہے کہ جب علم کے یہ فضائل ہیں جو ذکر کئے گئے ہیں تو ضروری ہے کہ انسان ہر گھڑی اس میں مشغول رہے۔ کوئی وقت اس سے خالی نہ ہو۔ فرمایا علم ہو جس سے نفرت پیدا نہ ہو۔

باب من جعل لاهل العلم ایاما معلومة صفحہ ۱۶/۲۰

جن امور میں زمانی اور مکانی تعیین ہو شرعاً ثابت نہ ہو اسے بدعت اور کراہت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ تو امام بخاری نے اس وہم کا دفعیہ کر دیا کہ علم میں ایام کی تعیین جائز ہے۔ کیونکہ اگر یہ نہ ہو تو طلاب حرج و تنگی میں ہوں گے حالانکہ علم واجب التحصیل ہے جس کا چھوڑنا ممکن نہیں۔ اس لئے کوئی دن اس کے لئے مقرر کرنا ضروری ہوگا۔ تاکہ لوگ اس مقررہ وقت میں حاضر ہوں اور فیض حاصل کریں اسی طرح ان کے گذرانی معاملات میں حرج نہیں ہوگا۔ اور مقصود بھی حاصل ہو جائے گا۔ واللہ اعلم

باب الفہم فی العلم صفحہ ۱۶/۲۶

اس سے امام بخاریؒ یہ ثابت کر رہے ہیں کہ فقہ علماء کے اعلیٰ مراتب میں سے ہے۔ اگر کسی کو یہ مقام حاصل نہ ہو سکے تو کم از کم مطالب (معانی) سمجھنے کی کوشش ضرور کرے اور یہ مدوح بھی ہے۔ جیسا کہ حضرت ابن عمرؓ کا ذہن کھجور کی طرف گیا جس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تو نے اسے کیوں ذکر نہیں کیا۔ اس سے مجھے فخر حاصل ہوتا۔ حر نعم (سرخ اونٹ) سے بہتر تھا۔ اس سے فہم فراست کی انتہائی مدح و منقبت ثابت ہوئی۔ لیکن یہ فقہ نہیں وہ تو مسائل کے نکالنے اور شریعت کی باریکیوں پر واقفیت حاصل کرنے کا نام ہے۔ تاکہ احکام شریعت کے دلائل اور علل معلوم ہوں۔ البتہ یہ بھی ممکن ہے اس باب سے امام بخاریؒ یہ میان کرنا چاہتے ہوں کہ فقہ اور فہم کوئی دو الگ متغایر چیزیں نہیں بلکہ دونوں ایک شئی ہیں۔ واللہ اعلم

باب الاغباط فی العلم والحکمة صفحہ ۲۰۱۷

اس سے امام بخاریؒ نے اشارہ کیا کہ روایت میں جو مفید کا لفظ ہے وہ غبط اور اوشک پر محمول ہے۔ اور حضرت عمرؓ کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ سردار بننے سے پہلے فقہ حاصل کرو۔ مطلب یہ ہے کہ اگر سرداری فقہ میں مشغول ہونے سے مانع ہو تو فقہ کو پہلے حاصل کرو۔ کیونکہ سرداری میں فقہ حاصل کرنے میں بڑی مشکلات اور اشغال رکاوٹ بنتے ہیں پس بہتر یہ ہے کہ سردار بننے سے پہلے فقہ بن جاؤ یہ مطلب نہیں کہ سرداری کے بعد فقہ حاصل نہ کرو۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ سرداری کے بعد اس کا حصول آسان نہیں رہے گا۔ پس مؤلفؒ نے اپنے قول بعدہا سے حضرت عمرؓ کی مراد پر تنبیہ کر دی تاکہ کوئی یہ گمان نہ کرے کہ سیادت کے بعد علم حاصل کرنے سے روک دیا ہے

قوله لَا حَسَدَ صفحہ ۶۱۷ مطلب یہ ہے کہ اگر حسد جائز ہو تا تو ان دو چیزوں علم اور مال میں ہوتا۔ یا یہ معنی ہیں کہ اگر کوئی حسد کرنا چاہے تو ان دو چیزوں پر حسد کرے۔ ان دونوں صورتوں میں حسد کے حقیقی معنی مراد ہوں گے۔ لیکن ان دو کے علاوہ اور کوئی چیز اس لائق نہیں ہے کہ ان پر حسد کیا جائے۔

باب ما ذکر فی ذہاب موسیٰ فی البحر الی الخضر صفحہ ۶۱۷

الی الخضر کے لفظ نے حضرات شرح کو مشکل میں ڈال دیا۔ کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سمندری سفر حضرت خضر علیہ السلام کی طرف نہیں تھا۔ جواب یہ ہے کہ کلمہ الیٰ معنی کلمہ مع کے ہے۔ اور یہ استعمال میں کثیر واقع ہے۔ یا یوں کہا جائے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خضر علیہ السلام کی طرف جانے کا حکم ملا تو ان پر واجب تھا کہ جس طرح ممکن ہو ان تک پہنچیں خواہ ان کا سفر خشکی کا ہو یا سمندری ہو۔ تو لفظ بحر اس حکم ذہاب کے اطلاق سے مفہوم ہوا۔ لیکن پہلی توجیہ بہتر ہے۔

قوله بلیٰ عبدنا خضر اعلم منك صفحہ ۱۲۱۷ یعنی بعض وہ علوم جو آپ نہیں جانتے۔

قوله اثر الحوت فی البحر صفحہ ۱۳۱۷ جار مجرور اثر کے متعلق ہے تتبع کے متعلق نہیں ہے خوب سمجھو۔

باب قول النبی ﷺ اللهم علمه الكتاب صفحہ ۱۵/۱۷

اس میں اشارہ ہے جس شخص کے پاس کتاب اللہ کا علم ہو گویا کہ وہ جناب نبی اکرم ﷺ کے سینہ مبارک سے فائدہ حاصل کر رہا ہے۔ گویا کہ اس کا سینہ جناب اکرم ﷺ کے سینہ مبارک سے مل رہا ہے۔ کیونکہ آپ آنحضرت ﷺ نے اپنا سینہ حضرت لکن عباسؓ کے سینہ سے ملا یا تھا اس میں لطیف اشارہ ہے۔

قولہ منیٰ یصبح سماع الصغیر صفحہ ۱۶/۱۷ باب کا مقصد یہ ہے کہ تحمل علم کے لئے بلوغ شرط نہیں ہے البتہ دوسرے کو سنا بعد البلوغ ہے۔

باب الخروج فی طلب العلم صفحہ ۲۱/۱۷

چونکہ سفر کے بارے میں ہے السفر قطعة من النار اور یہ بھی وارد ہے کہ لا تشد الزجال الا الی ثلاث الخ اگرچہ اسکی مراد خاص سفر ہے لیکن یہ باب باندھ کر امام بخاریؒ نے ان سب اوہام کو دفع کر دیا کہ حصول علم کے لئے ہر قسم کا سفر جائز ہے۔

باب فضل من علم وعلم صفحہ ۳/۱۸

حضرت شیخ الحدیث کے تراجم میں ہے کہ بواب ساہقہ میں تحصیل علم کی فضیلت بیان ہوئی اس سے فراغت کے بعد چند بواب میں تعلیم کی فضیلت پر توجیہ فرماتے ہیں۔

قولہ ونفعه بما بعثنی اللہ صفحہ ۶/۱۸ شاید اس جملہ میں وضع المظہر موضع المضموم ہے یا یہ باب تنازع فعلن میں سے ہے بہر حال اس سے مشہور اعتراض کا جواب دیتا ہے کہ مشبہ بہ کی جانب میں تین اقسام ہیں۔ مشبہ میں دو قسم بیان ہوئے۔ قلب گنگوہیؒ اس کا جواب دے رہے ہیں کہ یہ جملہ تینوں اقسام کو شامل ہے۔ مشبہ کے دو قسم تو آپ کے قول فعلم وعلم میں داخل ہیں کیونکہ تعلیم کا نفع فقط غیر تک پہنچے گا۔ جیسے محدثین حضرات کہ جنہوں نے مسائل کا استنباط نہیں کیا یا اس کا نفع اپنے آپ کو اور غیر دونوں کو ہوگا۔ جیسے فقہاء عظام جن کا نفع محدود ہے تو اہل نفع کو ایک ہی زمرہ میں بیان کر دیا۔ اور طائفہ مذمومہ جن میں کوئی نفع نہیں ان کو شوزمین سے تشبیہ دی اور الگ ذکر کیا۔

قولہ ومثل من لم یرفع بذلك رأسا صفحہ ۶/۱۸ بظاہر اس سے کافر مراد ہے۔ اگرچہ اس کو اس شخص پر محمول کرنا ممکن ہے جس نے مسلمان ہو کر علم قبول نہیں کیا۔ اور وہ شخص بھی مراد ہو سکتا ہے جو لفظ حدیث کے ظاہری معنی بھی نہیں جانتا۔ فقہ اور دین کی سمجھ تو اس سے بہت دور ہے۔

قولہ قال یعلوه الماء صفحہ ۹/۱۸ یعنی وہ چٹیل میدان جس پر پانی چڑھتا تو ہے لیکن نہ تو زمین اسے جذب کر کے

قبول کرتی ہے اور نہ ہی پانی کو روک لیتی ہے۔ گویا کہ پانی اور زمین دونوں میں سے ہر ایک دوسرے سے انکاری ہے اور اونچا ہے۔ اور ضعف کی تفسیر اس لئے کر دی کہ وہ قاع کے پہلو میں آیت کریمہ کے اندر واقع ہے۔ قَاعًا صَفْصَفًا۔

قولہ ان بصیع نفسه صفحہ ۹/۱۸ یعنی جو شخص اپنے علم پر عمل کرنے سے اور امت کو تعلیم دینے سے رک گیا جس سے اس نے اپنے آپ کو ضائع کر دیا۔

قولہ تشریب الخمر وتظہر الزنا صفحہ ۱۱/۱۸ شراب خوری اور زنا کی کثرت علم دین کے اٹھ جانے کی وجہ سے ہوگی جو کہ گناہوں کے قبائح کو ظاہر کرنے والا تھا۔ علم کے نہ ہونے کی وجہ سے کثرت اور شہرت آجائے گی۔

قولہ لا یحدثکم احد بعدی الخ صفحہ ۱۲/۱۸ یعنی میرے اور جناب نبی اکرم ﷺ کے درمیان بلا واسطہ حدیث بیان کرنے والا کوئی نہیں رہے گا۔ اس لئے صحابہ کرام میں سے کوئی بھی میرے سوا اس جگہ موجود نہیں ہے۔

قولہ باب فضل العلم صفحہ ۱۲/۱۸

اول باب میں علماء کی فضیلت بیان ہوئی اس باب میں علم کی فضیلت بیان فرمائی لہذا تکرار نہیں ہوگا۔

قولہ ینخرج فی اظفار ی صفحہ ۱۵/۱۸ اس جملہ میں کنایہ اور مبالغہ ہے۔ کہ علم ان کے دواخل بدن میں اس قدر سرایت کر جائے گا حتیٰ کہ بھنے لگ جائے۔ اور مولانا مکی فرماتے ہیں کہ پہلے باب میں علم کی فضیلت جزئی بیان ہوئی۔ اور اس باب میں فضیلت کلیہ کا ذکر ہے فلا تکرار۔ اور حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس شخص نے علم کا جس قدر حصہ حاصل کیا۔ اس نے جناب نبی اکرم ﷺ کے نصیب سے ایک حصہ حاصل کیا اور یہ علم کی بہت بڑی ظاہری فضیلت ہے۔ اس طرح روایت ترجمہ کے مطابق ہو جائے گی حضرت شیخ السنہ کے تراجم میں ہے کہ اس جگہ علم سے فاضل عن الحاجة مراد ہے تب بھی تکرار نہیں ہوگا۔ زیادہ علم کی ترغیب ثابت ہوئی جو قدر حاجت سے زیادہ ہو۔

قولہ باب الفتیا وهو واقف علی ظہر الدابۃ وقولہ وقف فی حجة الوداع صفحہ ۱۵/۱۸

اور حجۃ الوداع میں آپ نے اونٹنی پر کھڑے کھڑے خطبہ دیا جیسا کہ روایات سے معلوم ہے۔ اس مقصد کے لئے امام بخاری کو مستقل باب باندھنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ احادیث میں وارد ہے کہ اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے دابہ پر ٹھہرنا چھوڑ دو چنانچہ آپ کا ارشاد ہے اَبَايَ اَنْ تَسْخَلُوْا اَطْهُوْرًا ذَوَاتِهِمْ مَّنَا بو یعنی اپنے جانوروں کی پیٹھوں کو منبر نہ بناؤ۔ نیز! اس صورت میں جانوروں کو تکلیف پہنچانا ہے۔ تو امام بخاری نے اس کا دفعیہ کیا کہ اشاعت علم کی ضرورت کے لئے وقوف علی الدابہ جائز ہے۔ ورنہ دوسری صورت میں سوائے نزدیکی لوگوں کے اور کوئی آپ کے خطبہ کو نہ سن سکتا۔

باب من اجاب الفتيا باشارة اليد والرأس

مصنف نے ترجمہ سے جواز اشارہ بالید والرأس کو ثابت فرمایا

قوله فحرفها صفحہ ۲۲/۱۸ یعنی راوی نے واضح کر دیا کہ ہاتھ اشارہ تحریف تھا جیسے قتل کے وقت تلوار کو حرکت دی جاتی ہے اس طرف ہاتھ کو حرکت دی تو اس ہیئت کی طرف اشارہ ہوا۔

قوله اشارت برأسها صفحہ ۲۳/۱۸ ظاہر یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ کا آسمان کی طرف اشارہ کرنا اور سبحان اللہ کہنا یہ دونوں سوال کے جواب کی نیت سے نہیں تھے۔ بلکہ یہ ان کی اپنی طرف سے ایک نئی نیکی تھی۔ پس اس سے نماز کا فاسد ہونا لازم نہیں آئے گا۔ شیخ گنگوہی نے تسبیح اور اشارہ ایک حکم میں جمع کر دیا۔ جیسے تسبیح مفید صلوٰۃ نہیں ایسے اشارہ سے بھی فساد لازم نہیں آئے گا۔

باب الرحلة في المسئلة النازلة صفحہ ۹/۱۹

مقصود یہ ہے کہ جیسے کلیات العلم کے لئے سفر جائز ہے ایسے کوئی جزئی مسئلہ پیش آجائے تو اس کے لئے بھی سفر کرنا جائز ہے جمالت کوئی عذر نہیں ہے۔

قوله باب التناوب في العلم صفحہ ۱۳/۱۹

تراجم شیخ المنذ میں ہے کہ جو شخص تحصیل علم کے لئے اپنی ضروریات کی وجہ سے تمام وقت نہ دے سکے تو اسے وقفہ وقفہ سے علم سیکھنا چاہئے اگر خود علم کی مجلس میں حاضر نہیں ہو سکتا تو کسی معتمد علیہ کو بھیج کر علم حاصل کرے۔ جیسے حضرت عمرؓ کرتے تھے۔

قوله فاذا هي تبكي جب لوگوں میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے۔ تو اس خبر سے حضرت حصہؓ رورہی تھیں یا اس وجہ سے رونا تھا کہ جناب نبی اکرم ﷺ کا اپنی بیویوں سے ناراض ہو کر بالا خانہ پر جانے کا علم ہوا تو یہ رونے لگیں۔ حضرت عمرؓ کے سوال پر جب آپؐ نے فرمادیا کہ میں نے ان کو طلاق نہیں دی تو اپنے انصاری کے گمان پر کہ انہوں نے علیحدگی پسندی کو طلاق سمجھ لیا۔ تعجب کرتے ہوئے اللہ اکبر کہا کہ مرد لوگ ایسی باتیں کر دیتے ہیں جن کا کوئی اصل نہیں ہوتا ان هو الاظن

باب الغضب قوله لك اولا خيك صفحہ ۲۶/۱۹

ظاہر یہ ہے کہ امام بخاریؒ اس باب سے واعظ اور معلم کے لئے صرف غصہ کرنے کا جواز ہی نہیں بلکہ استحسان ثابت کر رہے ہیں البتہ حاکم کو غصہ کی حالت میں فیصلہ نہیں کرنا چاہئے لك او لا خيك میں متعلق محذوف ہے۔ یعنی تم شدہ بگری تم شدہ اونٹ کی طرح نہیں ہے بلکہ اس کو پکڑ لو۔ اگر تم نہیں پکڑو گے تو اس کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔ کسی دوسرے کے ہاتھ آئے گی یا بھید یا اٹھا کر لے جائیگا۔

باب من برك علی ركبتيه صفحہ ۲۰

حاکم اور امام کے پاس بردک سے ظاہر امر ادیہ ہے کہ اپنے اوپر کے نصف اعلیٰ حصہ کو اپنے گھٹنوں پر کھڑا رکھے۔ جیسا کہ کوئی شخص بیٹھے ہوئے کسی چیز کو جھانک رہا ہو۔ اور اس کی طرف تک رہا ہو چونکہ یہ ہیئت ادب کے خلاف تھی۔ بلکہ اس کے منافی تھی۔ جو از کو ثابت کیا جائے جیسا کہ حضرت عمرؓ نے کیا جب کہ ان کو وہم ہوا کہ جناب نبی اکرم ﷺ غضب ناک ہیں۔ اور ان لوگوں پر ناراضگی کا اظہار کر رہے ہیں۔ اگر بردک سے مراد الخیات والا بیٹھنا مراد ہے تو پھر مسئلہ ظاہر ہے کہ امام اور حاکم کے پاس کس طرح بیٹھنا چاہیے۔ لیکن اس پر اعتراض ہو گا کہ جب حضرت عمرؓ آپ کے بیٹھے تو انہوں نے اس ادب پر عمل کیوں نہیں کیا۔ کیونکہ ان کی بات چیت کے وقت یہ بردک تشدد تو نہیں تھا۔ اس کا جواب یہی دیا جاسکتا ہے کہ خطاب کی بابت میں وہ اہتمام کرنا پڑتا ہے جو غیر خطاب کی حالت میں نہیں کرنا پڑتا۔ پس ادب کا تقاضا یہ ہے کہ خطاب کے وقت ان کا بیٹھنا اسی حالت و ہیئت پر ہو جیسے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آکر بیٹھتے تھے جب کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے ایمان۔ اسلام۔ اور احسان کے متعلق سوال کیا تھا۔ اور غیر حالت خطاب میں ادب اور مستحب طریقہ وہی ہے۔ عام شراخ نے دوسرے معنی لئے ہیں لیکن حین قعد کے اعتراض کا جواب نہیں دیا۔ شیخ گنگوہی نے پہلے معنی مراد لے کر اعتراض سے چنی کی کوشش کی ہے کہ متادب کے لئے رکوب تشدد واجب ہے۔

باب من اعاد الحدیث ثلاثا لیفہم صفحہ ۲۰

اس علت کی زیادہ نے بتلادیا کہ روایت میں جہاں پر تثلیث وارد ہے۔ اس سے وہ تثلیث مراد ہے جو سمجھانے کے ارادہ سے ہو وہاں یہ اہتمام اور توجہ تام کی جائے یا جہاں پر بھیر بھڑ کے کی وجہ سے نہ سنے جانے کا خدشہ ہو اس بنا پر۔

قولہ سلم ثلاثا یہ تاویل مناسب ہو گی کہ مسلم علیہ سلام نہ سن پائے تو تین مرتبہ سلام کیا جائے۔ لیکن اس صورت میں یہ حکم دروازے سے واپس چلے جانے کے بارے میں ہو گا جیسا کہ حضرت ابو ذرؓ کی روایت میں وارد ہے کہ تین مرتبہ سلام کرنے پر اجازت نہ ملے تو دروازے سے واپس لوٹ جاؤ۔ اور جو لوگ تین تسلیمات میں سے ایک کو استیذان اجازت طلب کرنے پر محمول کرتے ہیں۔ اور دوسرا سلام دخول کے وقت ہو اور تیسرا واپسی کے وقت ہو۔ اگرچہ معنی روایت کے طور پر صحیح ہے۔ لیکن ترجمہ الباب کے مناسب نہیں ہے۔ اور عرف عام میں گزرنے والا سلام پر تکرار نہیں کرتا۔ طبرانی میں حضرت جناب بن عبد اللہ سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا اذ استاذن احدکم ثلاثا فلم یوذن فلیرجع۔ حضرت ابو ذرؓ سے یہ روایت میری نظر سے نہیں گزری۔

باب تعلیم الرجل امتہ واهلہ صفحہ ۲۰

یعنی اپنی باندی اور بیوی کو دین کی تعلیم دینے سے نفرت نہ کرنی چاہیے اس لئے کہ اگرچہ باندی اور بیوی سے خدمت لینے کا

اسے حق حاصل ہے تو ان کو تعلیم دینے کا حق بھی اس پر واجب ہے۔ **قَوْلُهُ اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيكُمْ نَارًا** حدیث میں باندی کا لفظ صراحتاً ہے اہل کی تعلیم کو قیاس سے ثابت کیا۔ ترجمہ سے امام بخاری نے ثابت کر دیا کہ جب باندیوں کی تعلیم کا حکم ہے تو اہلہ حرہ کی تعلیم اس سے زیادہ اہم ہے۔ کہ ان کو فرائض اللہ اور سنن رسولہ کی تعلیم دی جائے۔

باب عظة الامام النساء وتعليمها صفحہ ۲۰/۳۰

چونکہ عورتوں کا خلوت اور تنہائی میں مردوں کے ساتھ جمع ہونا ممنوع تھا اس لئے اس کا دفعیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کی حرمت فتنہ کی وجہ سے ہے۔ اگر فتنہ کا خطرہ نہ امام کو ہو اور نہ عورتوں پر ہو تو ان کے لئے خیر خواہی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ چونکہ آنحضرت ﷺ امام اعظم تھے۔ آپ کا وعظ اور تعلیم امیر المؤمنین کی حیثیت سے تھا نہ کہ نبی کی حیثیت سے۔ لہذا امام بخاری نے اس باب سے اشارہ کر دیا کہ ہر امام اور اس کا نائب یہ فریضہ انجام دے سکتا ہے۔ اسے آنحضرت ﷺ امام اعظم کی اقتدا کرنی چاہیے۔

قوله حتى يكون العلم سراً صفحہ ۲۰/۲۳ مولانا حسین علی پنجابیؒ کی تقریر میں یہ زائد قول ہے کہ علماء باریک مسائل کو لوگوں سے پوشیدہ رکھیں تاکہ کوئی ان جیسا نہ ہو جائے۔

باب من سمع شيئاً فلم يفهمه فراجعه صفحہ ۲۱

جو شخص کوئی مسئلہ سمجھ نہ آئے تو دوبارہ اس کا سوال کر سکتا ہے۔ روایت باب سے اس کا جواز ثابت ہوا۔ بلکہ استجاب معلوم ہوا۔ اس لئے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اس پر بیٹگی کی۔ اور آنحضرت نبی اکرم ﷺ نے اس کی تقریر فرمائی۔ نیز! حضرت عائشہؓ کا من حوسب هلك جس کا حساب ہو لو وہ تباہ ہوا۔ کے متعلق سوال کرنا احناف کے اصول کے مطابق ہے کہ لفظ عام کو اپنے عموم پر رکھنا چاہیے جب تک اس کے خلاف کوئی قرینہ نہ ہو۔ اگر عقل اس کا استثناء کر دے تو اس سے ہماری بحث نہیں۔ کیونکہ وہ تو عقلاً خارج ہے ہماری گفتگو تو شریعت میں ہے۔ اگر ہر عام مخصوص البعض ہو تا جیسا کہ شوافع کے یہاں ضابطہ ہے تو پھر حضرت عائشہؓ کو سوال کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ وہ آیت کو ان بعض افراد پر حمل کر سکتی تھیں۔ جو من حوسب هلك کے عموم سے خارج تھے۔ جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہؓ کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آیت کے اندر جو حساب کا ذکر ہے اس سے مراد پوشی ہے۔ جس کا نام حساب رکھا گیا۔ کیونکہ صورتہ محاسبہ کی ہے۔ دراصل حساب نہیں ہے کیونکہ حساب تو اس کو کہتے ہیں کہ نقصان کی پوری پوری تلافی کر دی جائے۔ لیکن اس پوشی میں نہ تو حقوق واجبہ کا بالکل مطالبہ ہو گا۔ اور نہ ہی تمام کبیرہ گناہوں پر بلکہ محض اس کے اعمال نیک و بد کے پیش کرنے پر اکتفا کیا جائے گا اور بس۔ واللہ اعلم بالصواب

قَوْلُهُ صَدَقَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الخ صفحہ ۲۱/۱۴ جب کہ آنحضرت ﷺ کو اپنی قوم اور اپنی امت میں تلوار چلنے کا خطرہ محسوس ہوا تو آپ نے خون بہانے اور عزت برباد کرنے کی حرمت کی تاکید فرمائی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا آپ نے خبر دی تھی۔

اگرچہ اس حدیث میں صراحتاً آپؐ نے خون بہانے کی خبر نہیں دی تھی۔ لیکن قتل کے بارے میں آپؐ کی تاکیدات سے یہی ظاہر ہوتا ہے جبکہ آپؐ نے فرمایا ان دمانکم الخ ہمیشہ اسی حکم کی تاکید کی جاتی ہے۔ جس پر عمل نہ کرنے کا خدشہ ہو۔ اور نہ ہی کی تاکید وہاں لائی جاتی ہے جہاں کسی کام کے عمل میں آنے کا خطرہ ہو۔ تو قطب گنگوہیؒ کے نزدیک ابن سیرین کے مقالہ میں ذلک کا اشارہ سفک الدماء یعنی خون بہانے کی طرف ہوا دیگر شرح حضرات کی توجیہات سے یہ توجیہ عمدہ ہے اور یہی مولانا حسین علی پنجابیؒ کی تقریر سے واضح ہوتا ہے

کان ذلک ای القتال ای وقع بعده ﷺ القتال ...

باب اثم من کذب علی النبی ﷺ

یہ ترجمہ ترجمہ سابقہ کا تہمہ اور تکملہ ہے تاکہ آنحضرت ﷺ پر کذب بیانی سے بچا جائے۔

باب کتابت العلم صفحہ ۲۱/۲۴

جن روایات سے کتابت علم کی نہی معلوم ہوتی ہے اس کا دفعیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ نہی و ممانعت اول الامر میں تھی۔ بعد میں رخصت دی گئی کیونکہ ابتداء اسلام میں قرآن مجید سے خلط ملط ہونے کا خطرہ تھا بعد ازاں جب یہ خطرہ نہ رہا تو اجازت دی گئی۔ بلکہ کتابت علم مستحب ہے تاکہ نسیان کی وجہ سے علم ضائع ہونے سے بچ جائے۔

قولہ الاماکان من عبداللہ بن عمر وبن عاصؓ صفحہ ۲۲/۷ حضرت عبداللہؓ کی کتابت کے متعلق یہ حضرات

ابو ہریرہؓ کا گمان ہے ورنہ ان کی روایات روایات ابو ہریرہؓ سے قلیل ہیں۔ حالانکہ حضرت عبداللہؓ حضرت ابو ہریرہؓ سے بہت پہلے اسلام لائے تھے۔ اور ان کا روایت کو سننا حضرت ابو ہریرہؓ کے روایات کو سننے سے زیادہ ہے۔ تو اب یہ اشکال وارد نہیں ہوگا کہ حضرت ابو ہریرہؓ کے محفوظات تو ان کی کتابت سے اس لئے کم نہ ہوں گے کہ ایک آپؐ نے حضرت ابو ہریرہؓ کے لئے چادر والا عمل کیا۔ جس سے ان کے حافظہ میں اضافہ ہوا کوئی چیز بھولی نہیں۔ تو حضرت ابو ہریرہؓ کا حضرت عبداللہؓ کو مستثنیٰ کرنا صحیح نہیں ہوگا۔ اعتراض اس لئے وارد نہیں ہو سکتا کہ حضرت عبداللہ بن عمر وبن عاصؓ کا سماع تو حضرت ابو ہریرہؓ کے آنے سے پہلے اور بعد دونوں حالتوں میں رہا ہے۔ اور دونوں اوقات میں برابر لکھتے رہے۔ جس سے ان کی روایات کی زیادتی ثابت ہوتی ہے۔ اور یہ اعزاز صحابہ کرامؓ میں سے اور کسی کو حاصل نہیں۔ اس لئے وہ محض سماع پر اکتفاء کرتے تھے کتابت سے رکے رہتے تھے۔

قولہ فخرج ابن عباسؓ صفحہ ۲۲/۱۱ حضرت نبی اکرم ﷺ کی وفات حسرت آیات کے بعد جب صحابہ کرامؓ کا اختلاف

اس حد تک پہنچا کہ حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے درمیان جنگ وجدال تک نوبت پہنچی اور اس میں لاکھوں جانیں قربان ہوئیں تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو صحابہ کرامؓ کے اس عمل پر افسوس ہوا کہ انہوں نے صرف کتاب اللہ پر اکتفا کیا۔ حسبنا اللہ کتاب اللہ

اگر آنحضرت ﷺ بالترتیب خلفاء کی خلافت کی تصریح فرمادیتے تو کسی کو نہ مخالفت کی جرأت ہوتی نہ قتل و قتال تک نوہت پہنچتی۔ اور حضرت عمرؓ کا معاملہ اس لئے قابل تحسین ہے کہ ان کو علم تھا کہ آنحضرت ﷺ حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کے متعلق لکھنے والے تھے جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت ادعی لی ابانہ حتی اکتب کتابا الخ کہ اپنے باپ کو بلاؤ میں اس کو کتاب لکھ دوں کہیں کوئی آرزو مند آرزو کرنے لگے کیونکہ ہم تو اس پر اتفاق کرنے والے ہیں اس کے کھول کر بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ کو ان کی یہ بات اس لئے پسند آئی کہ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی کتابت واجب ہوتی تو کسی کے کہنے پر آپ اسے ترک نہ کرتے روایت کی دلالت ترجمہ پر ظاہر ہے۔ کہ اگر آپ لکھ دیتے تو وہ چیز لکھتے جو قرآن میں نہیں یہ وہ احکام تھے جن کی وصیت کی جاتی تو اس سے کتابت العلم کا جواز ثابت ہوا۔ آپ اس واقعہ کے پانچ دن بعد تک زندہ رہے چند وصایا فرمائیں۔ وفود کی تعظیم۔ جزیرۃ العرب سے مشرکین کو باہر نکال دینا وغیر ذلک۔ اگر خلافت کی وصیت کرنی تھی تو اس کے بعد بھی کی جاسکتی تھی۔ نیز آپ نے کاغذ قلم دوات لانے کا حکم حضرت علیؓ کو دیا تھا وہ کیوں نہ لائے بلکہ انہوں نے فرمایا یا رسول اللہ اسمع واعی میں سنتا ہوں اور محفوظ کر رہا ہوں۔ حضرت ابن عباسؓ کا شبہ ان کے دوسرے شبہات کی طرح ہے۔ کہار صحابہؓ نے آپ کا مقصود سمجھ لیا اس لئے کتابت نہ ہوئی۔

باب العلم والعظة باللیل صفحہ ۱۲/۲۲

رات کے وقت قصہ گوئی ممنوع ہے۔ اس باب سے بتلایا گیا کہ قصہ گوئی ممنوعہ امور دنیا کے بارے میں ہے۔ مطلقاً ممانعت نہیں ہے کیونکہ سمر عشاء کے بعد سونے سے پہلے ہوتا ہے۔ سونے کے بعد قصہ گوئی ہمارے ہوگی۔ اس لئے امام بخاریؒ نے ہر مقصد کے لئے الگ باب باندھا ہے۔

باب السمر بالعلم صفحہ ۵/۲۲

جواز کی وجہ یہ ہے کہ قصہ گوئی لذائذ ممنوع نہیں بلکہ وہ ممنوع ہے جو فجر کی نماز کے فوت ہو جانے کا سبب بنے یا جماعت نہ مل سکے علمی گفتگو عادتاً ان امور کا باعث نہیں بنتی۔ کیونکہ اتنا لمبا وعظ جس سے قوم آتا جائے اس کی ممانعت ہے۔ بس وعظ تو تھوڑے وقت کیلئے ہو گا خلاف سمر فی امور الدنيا یا قصہ گوئی کے کہ نفس ان کی طرف مائل ہوتا ہے۔ بے قصہ کہانیاں۔ کھیل تماشائے اور آجکل کے ڈرامے۔ وی سی آر۔ ان سے تو نمازیں قضا اور فوت ہو جاتی ہیں۔ دوسرے علم اور وعظ کی مجلسیں خیر کے لئے معاون بنتی ہیں۔ اس لئے نیند میں اگر وقت سے تاخیر ہو جائے تو خیر کی توفیق ملنے سے اس کا نقصان پورا ہو جائے گا۔ نقصان نہیں ہو گا خلاف لمو لعب اور کھیل تماشائے ڈرامہ وغیرہ سے جو بیداری ہوتی ہے اسے اس سے ایک تو بلاوت پیدا ہوتی ہے۔ دوسرے وہ شر سے نہیں روکتی بلکہ شر کا اثر اس میں ہوتا ہے لہذا مصیبت پر مصیبت کا اضافہ ہوا۔

قولہ نام الغلیم صفحہ ۲۰/۱۲ لڑکا سو گیا۔ شاید استفہام کے لئے ہو یا خبر دینا ہے تاکہ آدمی اپنی بیوی سے بوس و کنار میں

مشغول ہو سکے۔ نام الغلیم ہی محل ترجمہ ہے۔ کہ سمر کا اطلاق کبھی ایک جملہ پر بھی کیا جاتا ہے۔ اور آپ کے استفسار سے ثابت ہوا کہ بیوی سے چھیڑ چھاڑ پوشیدہ ہونی چاہیے ہے بھی نہ دیکھیں یہی علم ہے۔

قولہ بشبع بطنہ صفحہ ۲۲/۲۳ یعنی پیٹ بڑداری پر قناعت کرتے تھے۔ زیادہ مال حاصل کرنے کی کوشش اس لئے نہیں کرتے تھے کہ ایسا کوئی شخص موجود نہیں تھا جن کا حق ان کے ذمہ ہوتا ہو یعنی بال بچوں کی کفالت ان کے ذمہ نہیں تھی۔ یہ حضرت ابو ہریرہؓ اور دوسرے صحابہ کرام کا حال بیان ہوا۔ جس سے ان کی کثرت روایات کا سبب واضح کرنا ہے کہ یہ لوگ اسی کام کے لئے فارغ تھے۔ معاشی مسئلہ سے بے نیاز تھے۔ معاذ اللہ! ان حضرات کی تحقیر یا بے قدری کرنا مقصود نہیں ہے کہ یہ لوگ روٹی کھانے کے لئے یہاں پڑے رہتے تھے حاشا و کلاً ایسا نہیں تھا۔ واما الآخر کو بَشْتَتُهُ الخ اگر میں دوسرے علم کو پھیلا دوں تو میری گردن اڑادی جائے۔ صوفیاء کرام نے اس کو اپنے ڈھب پر ڈالا ہے اور وہ بعید بھی نہیں ہے۔ کہ پہلا علم الاحکام ہے اور دوسرا علم الاسرار ہے۔ جو اغیار سے محفوظ ہے اور علماء نے اسے امراء سوء پر محمول کیا ہے۔ شیخ المشائخ نے اسے علم الفتن اور تغیر احوال الناس پر محمول کیا ہے۔ شیخ گنگوہی کے نزدیک اس سے باطنیہ فرقہ مراد نہیں ہے۔ کیونکہ تصوف پر شاہ ولی اللہ اور مولانا اشرف علی تھانویؒ کی کتب موجود ہیں جس کی صحت پر قرآن و احادیث سے دلائل پیش کئے گئے ہیں۔ التشریف فی احادیث التصوف مولانا تھانویؒ کا رسالہ چھپا ہوا ہے۔

باب الانصات للعلماء صفحہ ۲۳/۲۴

قولہ استنصت الناس حدیث باب سے ثابت ہوا کہ علم کے لئے چپ کرانے کا حکم دینا جائز ہے۔ اگرچہ لوگ ذکر و اذکار میں مشغول ہوں کیونکہ آنحضرت ﷺ نے جب چپ کرانے کا حکم دیا تو لوگ تلبیہ کَبَيْتُكَ اللَّهُمَّ كَبَيْتُكَ کہہ رہے تھے۔ اور تلبیہ ذکر ہے۔ اس جواز کو ثابت کرنے کے لئے باب باندھنے کی ضرورت پیش آئی۔ ورنہ ظاہراً ذکر تلاوت قرآن اور دوسری طاعات سے روکنا جائز معلوم نہیں ہوتا روایت سے ثابت کر دیا کہ علم اور وعظ نصیحت کے لئے ذکر وغیرہ سے روکنا جائز ہے۔ ابن بطال فرماتے ہیں کہ علماء کیلئے شاگردوں پر چپ کرانا لازم ہے۔ تراجم شیخ المنذم میں ہے کہ ابن عباسؓ کی حدیث ہے کہ کسی قوم کے کلام کو قطع نہ کرو۔ اس باب سے ثابت ہوا کہ ضرورت کے لئے قطع کلام جائز ہے۔

باب ما يستحب للعالم اذا سئل أي الناس اعلم صفحہ ۲۳/۵

جب کسی عالم سے یہ پوچھا جائے کہ لوگوں میں سے کون سا شخص سب سے زیادہ عالم ہے تو بظاہر اس کے لئے جائز ہے کہ وہ انا اعلم کہہ سکتا ہے۔ لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان اس سے بلند تھی کہ وہ اپنے آپ کو صاحب کمال گمان کرتے۔ کیونکہ اس سے کبر اور عجب کا دروازہ کھلتا ہے۔ بالخصوص ہوا اسرائیل کے لئے۔ کیونکہ وہ تو اس میدان کے شاہسوار تھے۔ سرکشی اور کبر کے جھنڈے اٹھانے والے تھے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایسا کلام جلدی میں کہنے کی اس لئے ضرورت لاحق ہوئی کہ ان کو معلوم تھا کہ اللہ کا رسول اللہ تعالیٰ کے

مردوں میں سے برگزیدہ اور برتر ہوتا ہے۔ اسی بنا پر تو انہیں اپنے شہروں کی طرف رسالۃ کے لئے منتخب کیا جاتا ہے۔ اس لئے وہ اپنے اس گمان کے اندر صائب تھے۔ کیونکہ اس سے زیادہ سے زیادہ علم الاحکام والشرائع میں اعلم ہونا لازم آتا ہے جو بالکل صحیح ہے۔ لیکن کریم اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی مخلوقات میں کئی طرح کے عجائبات ہیں۔ بظاہر اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ علی الاطلاق اعلم ہیں۔ یعنی ہر قسم کے علوم کو خوب جاننے والے ہیں۔ اس لئے ان پر عتاب ہوا۔ کہ انہیں کیا معلوم شاید کوئی اور شخصیت بعض دوسرے علوم کے اعتبار سے ان سے اعلم ہو۔ اگرچہ ان کو اقسام علوم میں سے اعلیٰ قسم کے علم میں فضیلت حاصل ہو۔ وہ علم الشریعت ہے جو تمام علوم سے افضل ہے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خضر علیہ السلام کی پیروی کرنا اللہ تبارک و تعالیٰ کے حکم سے تھا۔ تو حضرت خضر علیہ السلام جو کچھ کر رہے تھے وہ بالکل قطعی طور پر حق تھا۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے ممکن نہیں تھا کہ وہ خضر علیہ السلام کی کارگزاری پر صبر کرتے۔ پس آجکل ہمارے زمانہ کے صوفیاء جو شرعی امور منکرہ کار تکاب کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ ہم پر اعتراض نہ کیا جائے کیونکہ ہم تو حضرت خضر علیہ السلام کا طریقہ اختیار کئے ہوئے ہیں۔

میں سجادہ رنگین کن گرت پیر منال گوید کہ سالک بے خبر بنو ذراہ و رسم منزلما (از مرتب غفرلہ)

اس لئے کہ حضرت خضر علیہ السلام تو نبی تھے تم تو نبی نہیں ہو اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی نہیں تھے ولی تھے پھر بھی یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کی پیروی کرتے تھے۔ تو معلوم ہوا کہ جو کچھ وہ کر رہے تھے وہ یقیناً ٹھیک تھا۔ لیکن جن خلاف شرع امور کو تم لوگ انجام دیتے ہو ان پر یقین نہیں کہ وہ شرع کے موافق ہوں۔ لہذا کسی اہل علم کو تمہاری ان بدعات اور رسوم پر خاموشی اختیار نہیں کرنی چاہیے اور نہ ہی تمہارے لئے جائز ہے کہ تم ان منکرات کا ارتکاب کرو۔ البتہ جو شخص جذب کی حالت میں اپنے آپ پر اختیار نہ رکھتا ہو وہ تو پانگلوں میں داخل ہے اس سے تکلیف شرعی مرفوع ہے۔ بہر حال حضرت شیخ السنڈ کے تراجم میں ہے کہ علماء کو تواضع اختیار کرنے پر تنبیہ کی گئی ہے۔ کیونکہ علماء میں کبر و عجب کے بہت اسباب پائے جاتے ہیں۔

قولہ وهو اعلم منك صفحہ ۸۲۳ یعنی وہ بعض علوم میں تم سے زیادہ علم رکھنے والے ہیں دراصل نون ہکالی کو ان دونوں ہم نام موسیٰ کے درمیان مغایرت کا وہم ہوا کہ انہوں نے سمجھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام او لو العزم پیغمبر ہیں اور کلیم اللہ ہیں وہ خضر علیہ السلام کی شاگردی اور تعلیم کیسے حاصل کر سکتے ہیں۔ یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس تعلیم کا حکم انہیں کیسے دیا جاسکتا ہے۔ درحقیقت نون ہکالی کعب الاحبار کی بیوی کا بیٹا تھا جس نے تورات میں پڑھا تھا کہ وہ موسیٰ بن میثا تھا۔ اس لئے ابن عباس کو غصہ آیا۔ کیونکہ خضر علیہ السلام نبی مرسل تھے۔ جو ما فعلتہ عن اموی فرما ہے ہیں۔ ایک نبی دوسرے نبی سے تعلیم حاصل کر سکتا ہے۔ اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ (از مرتب)

قولہ فنا ما صفحہ ۹۲۳ نوم سے مجاز الینا مراد ہے۔ کیونکہ یوشع علیہ السلام سوائے ہوئے نہیں تھے۔ اگر سو جاتے تو انہیں

مچھلی کا حال کیسے معلوم ہوتا۔

وقوله و كان لموسى و لفتاه عجيباً صفحہ ۱۰/۲۳ شبہ ہے کہ جب دونوں سوئے ہوئے تھے یا ایک سویا ہوا تھا تو دونوں کے لئے تعجب کیسے ہوا جو اب یہ ہے کہ یہ قصہ کے آخر کا بیان ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگرچہ یوشع علیہ السلام کے لئے تعجب نہیں تھا لیکن آخر الامر جب دونوں تعجب میں شریک ہو گئے تو اختصاراً دونوں کو جمع کر دیا۔ یا ممکن ہے کہ یہ معنی ہوں کہ مچھلی کا چلا جانا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی کے لئے تعجب کا باعث بن گیا تو اس وقت سبب تو تحقیق ہو گیا۔ لیکن اس میں اس بات کی صراحت نہیں ہے کہ انہیں تعجب ابھی لاحق ہوا تاکہ اشکال وارد ہو بلکہ مراد یہ ہے کہ جب ان دونوں حضرات نے اس معاملہ کو دیکھا تو یہ حضرت موسیٰ اور یوشع کے لئے تعجب کا سبب بن گیا۔ خواہ وہ دونوں حضرات اس معاملہ پر اکٹھے واقف ہوئے ہوں۔ یا یوشع حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے مطلع ہوئے ہوں خوب سمجھ لو اللہ ہی توفیق دینے والے ہیں۔

قوله قال نعم هل اتبعك صفحہ ۱۳/۲۳ اس مقام پر عبارت محذوف ہے محض مدعی پر اکتفاء کیا گیا ہے عبارت یوں تھی ای فقام والتقیاء وتحاطبا یعنی خضر علیہ السلام کھڑے ہوئے۔ دونوں پیغمبر آپس میں ملے اور گفتگو شروع کی جو کچھ موسیٰ نے فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہاں میں موسیٰ بنی اسرائیل ہوں کیاں میں آپ کی پیروی میں چل سکتا ہوں۔

قوله وانت على علم من علم الله الخ صفحہ ۱۳/۲۳ اس سے صاف واضح ہے جیسا کہ ہم بتلا چکے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام کی اعلمیۃ مخصوصہ تھی۔

قوله فقال الخضر يا موسى ما نقص الخ صفحہ ۱۷/۲۳ یہ حضرت موسیٰ پر لطیف چوٹ ہے کہ انہوں نے علم کو کوئی معتدبہ شئی سمجھ لیا۔ اور خضر علیہ السلام کو یہ بات کہاں سے معلوم ہوئی یا تو خود موسیٰ علیہ السلام کے بیان سے ان کو معلوم ہوا یا ذریعہ کشف انہیں اس کا علم ہوا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں نقص محال ہے۔ اس لئے علم بمعنی معلوم ہو گا۔ ورنہ علم تو اللہ تعالیٰ کی صفت قدیمہ ہے اس میں کمی بیشی ممکن نہیں۔

قوله لا تؤاخذنني بما نسيت صفحہ ۱۸/۲۳ نسیان کی وجہ یہ ہوئی کہ انہوں نے ایک منکر شرعی کو دیکھا تو اس پر صبر نہ کر سکے تیسرے منکر کا غلبہ ہوا۔ اور اسی طرح باقی میں سے پہلے یعنی قتل غلام وغیرہ میں یہ غلبہ کار فرما تھا۔ یہ نسیان مع شرط تھا۔

قوله فقال له موسى لو شئت الخ صفحہ ۲۲/۲۳ یہ بات حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جان بوجھ کر کہی کیونکہ اب وہ جدائی کے طالب تھے۔ کیونکہ انہوں نے دیکھ لیا کہ اس علم اسرار میں کوئی زیادہ فائدہ نہیں ہے۔ دوسرے یہ شان نبوت کے خلاف ہے اس لئے اس میں اسرار و موزکی باتیں ہیں اور انبیاء علیہم السلام کو ظاہر امور کے لینے کا حکم ہے۔ دوسرے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے آنے کی غرض بھی پوری ہو گئی۔ کہ خضر علیہ السلام کے ایک قسم کے علم کی واقفیت ہو گئی۔ وهو المطلوب

باب من سئل وهو قائم صفحہ ۲۳/۲۳

اس باب اور آئندہ باب سے ان لوگوں کا رد کرنا مقصود ہے جن کو وہم ہے کہ کھڑے ہو کر سوال کرنا اور مفتی کی مشغولیت کی حالت میں سوال کرنا مسئلہ پوچھنا بے ادبی ہے۔ اس کا دفعیہ اس طرح ہوا کہ ضروریات ممنوعات کو مباح کر دیتی ہیں۔ مناسک حج کے بارے میں سوال کرنے والا اگر آنحضرت ﷺ کے بیٹھنے کا انتظار کرتا یا آپ کی مشغولیت سے فراغت کا منتظر ہوتا تو وقت یہہ جاتا۔ نیز! اس باب سے یہ بھی واضح ہوا کہ اگر مفتی عبادات میں مشغول ہو تو مسائل اس سے مسئلہ پوچھ سکتا ہے۔ بشرطیکہ کلام ان عبادات کے منافی نہ ہو اگر منافی ہے جیسے نماز میں کلام مفسد ہے تو پھر مسئلہ پوچھنا جائز نہ ہو گا۔ شیخ المنذ کے تراجم میں ہے کہ یہ جواز اس پر تنبیہ کرنے کے لئے بیان کیا کہ امام اور محدث کے سامنے گھنٹوں پر بیٹھنا انوادب نہ کرنا واجب نہیں ہے۔

قوله باب وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ الْأَقْلِيَّالًا صفحہ ۲۳/۲۳

ہول علامہ یعنی اس باب سے مقصود اس پر تنبیہ ہے کہ بعض علوم ایسے ہیں جن پر نبی کو اطلاع ہوتی ہے اور نہ غیر نبی کو۔ اس ترجمہ سے مقصود غیر اللہ تعالیٰ سے علم غیب کلی کی نفی کرنا ہے۔ اور شیخ المنذ کے تراجم میں ہے کہ اس باب سے غرض تنبیہ کرنا ہے کہ کوئی اگرچہ اکابر علماء میں سے ہو وہ بھی اپنے علم کو قلیل اور ناقص شمار کرے۔ کیونکہ جب لوگوں کے جمیع علوم قلیل ہیں تو ہر فرد کے متعلق کیا گمان ہے۔ اس کا ثمرہ انتہائی تواضع ہے تاکہ عجب میں مبتلا نہ ہو۔

باب من ترك بعض الاختيار صفحہ ۲۳/۲۳

یعنی فتنہ کے خوف سے بعض عبادات اور مستحبات کو چھوڑ دینا جائز ہے۔ امام بخاری نے اس ترجمہ کو عام رکھا ہے۔ قول ہو یا فعل اس کا ترک کرنا جائز ہے۔ حالانکہ آنے والی روایت میں صراحت ہے کہ فعل کا چھوڑنا جائز ہے قول کا ترک جائز نہیں۔ امام بخاری کی تعمیم سے اس طرف اشارہ ہے کہ ان میں کوئی فرق نہیں۔ کیونکہ جب فتنہ کے خوف سے مستحبات اور سنن کا ترک جائز ہے تو مباحات کو کیسے نہیں چھوڑا جائے گا۔ چونکہ آئندہ ترجمہ بھی اس کے قریب قریب ہے۔ اس لئے یوں فرق کیا گیا کہ یہ ترجمہ اقوال کے بارے میں ہے۔ اور وہ افعال کے بارے میں یادوں کے لئے ہے۔ اور صاحب فیض نے یوں فرق بیان کیا ہے کہ پہلا باب سمجھ دار ذکی اور بے وقوف اور غبی کے درمیان فرق کے لئے ہے۔ اور دوسرا باب شریف اور ذلیل کے درمیان فرق کرنے کے لئے ہے۔ حالانکہ دون معنی ادون کے نہیں بلکہ سوی کے معنی میں ہے۔ نیز! اس حدیث سے ثابت ہوا کہ تقلید غیر شخصی اگرچہ دراصل چھوڑ دینا جائز ہے لیکن ہمارے زمانے میں تقلید غیر شخصی کا چھوڑ دینا واجب ہے۔ کیونکہ ہر شخص نہ تو استنباط کے طریقوں کو جانتا ہے اور نہ ہی اسے روایات کے قواعد کا علم ہے۔ چہ جائیکہ زبان عربی سے نا بلد ہوں بلکہ محض تراجم پر ان کی نظر ہو۔

باب الحياء في العلم

کلام شیخ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے اس ترجمہ کی غرض یہ ہے کہ علم میں حیا کو چھوڑ دینا چاہیے۔ آثار اور روایات سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث کے تراجم میں ہے کہ بظاہر اس سے عدم استحباب ثابت ہوتا ہے۔ لیکن نظر دقیق کے اعتبار سے اس میں تفصیل ہے۔ البتہ اشارات لطیفہ سے بیان کرنا ہے کہ غرض یہ نہیں کہ علم میں حیا نہ کرنا چاہیے بلکہ تعلیم میں حیا کا اہتمام کیا جائے۔ یہی ترجمہ کی غرض اصلی ہے۔ کیونکہ آپ نے چہرہ کو ڈھانپ لیا تبت یدناک فرمایا تیرے دنوں ہاتھ خاک آلودہ ہوں۔ جس کی تائید بعد والے باب سے ہوتی ہے۔

قوله لان تكون قلتها احب الي الخ اگر تم کہہ دیتے حیا نہ کرتے تو مجھے زیادہ پسند تھا۔ اس سے ترجمہ ثابت ہوا کہ حضرت عمرؓ نے ان عمرؓ کے حیا کی وجہ سے نہ متانے پر نکیر کیا اور اس پر وہ ان سے راضی نہ ہوئے۔ اگر ان عمرؓ کی اور کے ذریعہ بتا دیتے تو حیا بھی رہ جاتا اور حضرت عمرؓ کو مسرت بھی حاصل ہوتی دراصل ان کا عتاب اسی پر تھا۔ چنانچہ مصنفؒ اسی کو دوسرے باب سے واضح کر رہے ہیں

باب من استحیی فامر غیرہ

یعنی کوئی شخص حیا کی وجہ سے خود مسئلہ نہیں پوچھتا تو دوسرے کو حکم دے وہ مسئلہ پوچھ لے۔ تو امام بخاریؒ کا مقصد اس ترجمہ سے یہ ہے کہ پہلے باب میں جو مسئلہ میں حیا کی کراہت معلوم ہوئی اگر دوسرے کو حکم دے کر مقصود حاصل ہو جائے اور حیا بھی برقرار رہے تو اس میں کوئی کراہت نہیں کیونکہ حیا کلمہ خیر ہے۔ اور اپنی طرف سوال کرنے کی نسبت بنی الامیر المدینہ کے اعتبار سے ہے۔ ورنہ حضرت علیؓ نے حضرت عمارؓ اور مقدادؓ کو سوال کرنے کو کہا تھا۔

باب ذکر العلم والفتيا في المسجد الخ صفحہ ۲۲۵

امام بخاریؒ نے اس باب سے اس وہم کا دفع کیا ہے کہ جب مسجد میں آواز بلند کرنا ممنوع ہے حتیٰ کہ علماء کرام نے ذکر جہری کو اس صورت میں مکرہ قرار دیا ہے جب کہ اس سے نمازیوں کو نقصان پہنچتا ہو۔ پس اولیٰ ہے کہ علم اور فتویٰ بھی مسجد میں نہ ہو۔ کیونکہ عادتاً یہ بھی رفع صوت سے خالی نہیں۔ تو جواب دیا کہ رفع صوت کی کراہت تب ہے جب کہ حد معتاد سے بڑھ جائے۔ اگر حد کے اندر رہ کر علم کے لئے رفع صوت ہو تو یہ جائز ہے۔ کیونکہ خود جناب نبی اکرم ﷺ نے مواقت احرام کو مسجد نبوی کے اندر بیان فرمایا۔ اگر رفع صوت نہ ہوتی تو ان عمرؓ جو ابھی سے تھے وہ کیسے سن لیتے۔ اگر کہا جائے ممکن ہے کہ وہ آپ کے قریب ہوں۔ تو کہا جائے گا پھر میقات پلملم ان پر کیوں مبہم رہا۔ معلوم ہوا کہ وہ قریب نہیں تھے۔ شیخ الحدیث کے تراجم میں ہے کہ مساجد میں تعلیم افتاء اور قضاء کے بارے میں کراہت کا گمان تھا۔ مصنفؒ نے اس باب کے انعقاد سے اس کی وسعت بیان کر دی۔ جیسے کہ کتاب العلم والقضاء سے واضح ہے۔

افسوس یہاں تک شیخ الحدیث کے تراجم ختم ہو گئے امراض اور مشاغل کی وجہ سے ان کی تکمیل نہ ہو سکی۔ نور اللہ مرقدہ

باب من اجاب السائل صفحہ ۲۵

فضول باتوں سے رکنا اور سوال سے زیادہ بات نہ کرنا روایات سے واضح ہے۔ اس سے وہم ہوتا تھا کہ شاید جواب میں زیادتی اسی میں داخل ہو۔ تو اس وہم کو دفع کرتے ہوئے ثابت کیا کہ ایسا مکروہ نہیں بلکہ مندوب ہے۔ اس لئے کہ ہمیں علم دین کی اشاعت کا حکم دیا گیا ہے اور روایت ترجمہ پر ظاہر طور پر دلالت کر رہی ہے۔ کیونکہ سائل نے محض ملبوسات کے متعلق سوال کیا تھا۔ آپ ﷺ نے ملبوسات بھی بتائے۔ اور جس لباس کو چھوڑ دینا ہے وہ بھی بتلایا بلکہ جوتے اور موزوں کے متعلق بھی بیان فرمایا جب کہ جوتے نہ ہونے کی صورت میں موزے پن لئے ہوں تو ان کو کاٹ کر جوتے کی شکل بنا لیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کِتَابُ الْوُضُوءِ

وَقَوْلُهُ بَيْنَ النَّبِيِّ ﷺ صفحہ ۱۰۲۵ اگر آنحضرت ﷺ اس کو بیان نہ بھی کرتے تب بھی حکم اسی طرح تھا۔ اس لئے کہ امر نکرار کو نہیں تقاضا کرتا۔ تو مصنف کی غرض یہ بتلانا نہیں ہے کہ ہر ہر عضو ایک مرتبہ دھونا اس کی مشروعیت سنت سے ثابت ہے۔ بلکہ بتلانا یہ ہے کہ جس طرح افراد یعنی ہر ہر عضو کا ایک مرتبہ دھونا کتاب اللہ سے ثابت ہے اسی طرح سنت سے بھی ثابت ہے۔

باب لا تقبل صلوة بغير طهور

یہ روایت مسلم کی ہے جو امام حاری کی شرط کے مطابق نہیں تھی اسلئے اس کو ترجمہ میں رکھ دیا اور باب میں اس کے قائم مقام کولائے۔
قوله ما الحدث الخ صفحہ ۱۳۲۵ جب کہ حدث کے معنی مشترک تھے اس حدث کو بھی کہتے ہیں جو طہارت کے مقابل ہے اور احدث امر کے معنی میں بھی کہ معاملہ خلط ماط رل مل گیا تو سائل نے ایک معنی کی تعیین کے بارے میں پوچھا آپ نے پہلے معنی وہ بھی اس طرح کہ اس کے بعض افراد کو بیان کر دیا۔ سب اقسام اس لئے نہیں بیان کئے کہ ان کے بغیر مقصود حاصل ہو گیا۔

قولہ غیر المحجلین صفحہ ۱۵۲۵ بظاہر یہ ہے کہ ہاتھ پاؤں و چہرہ کاروشن ہونا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امت مرحومہ کی تعظیم اور ان پر احسان ہے۔ ورنہ وضو تو پہلی ام کے اندر بھی تھا غرہ محجل ہونا یہ اس امت کی خصوصیت ہے۔

باب اسباغ الوضوء صفحہ ۲۵

باب سابق سے معلوم ہوا تھا کہ وضو میں تخفیف افضل ہے۔ اس باب سے اس کا دفعہ کر دیا کہ تخفیف کے ساتھ اکمال ضروری ہے۔ دراصل اسباغ سے مراد انقاء ہے۔ کیونکہ محدود شرعی سے کیت میں زیادتی کرنا بھی اکمال نہیں۔ اور نہ ہی تعداد میں زیادتی اکمال ہے۔ بلکہ مراد اکمال کیفیت ہے۔ تاکہ انقاء اور صفائی حاصل ہو جائے۔ تو ان دونوں باتوں کا مقصد وضو کے دونوں طرف بتلانے ہیں اور اعلیٰ اکمال ہے۔

قولہ نزل فتوٰ ضیاء صفحہ ۱۲۶ ہمارے علماء احناف کے نزدیک وضو پر وضو کرنا اس وقت تک مستحب نہیں ہے جب تک ان دونوں میں کسی چیز کا فصل نہ کر لیا جائے۔ یعنی ذکر ہو یا کوئی نماز ادا کر لی جائے اس لئے کہ وضو عبادت تب بنے گا جب وہ نماز یا ذکر کیلئے مفتاح بنے۔ تو جب تک اس سے اس کا کام نہ لیا جائے وہ عبادت نہیں بنے گا۔ کیونکہ عبادت مقصودہ تو ہے نہیں بلکہ عبادت کا ذریعہ ہے۔ پس اس میں تسلسل مناسب نہیں ہے۔ روایت کا جواب یہ ہے کہ کبھی ان دونوں کے درمیان ذکر حائل ہو جاتا ہے۔ دوسرے پہلا وضو نامکمل تھا پس اس کو مکمل کرنا چاہا اس لئے دوسرا وضو کیا تاکہ فرائض کی ادائیگی میں طہارت نامکمل نہ رہے۔ پس دوسرا وضو پہلے کے منافی نہ ہوا بلکہ اس سے پہلے کی تکمیل ہوئی۔ نیز! مرآتی الفلاح میں ہے کہ وضوء علی الوضوء تب نور علی نور ہوگا جب کہ مجلس بدل جائے یا پہلے وضوء سے عبادت ادا کر لی جائے۔

قولہ ثُمَّ أَخَذَ عَرْفَةَ مِنْ مَّاءٍ فَجَعَلَ بِهَا الْخ صفحہ ۴۲۶ مقصد یہ ہے کہ پانی ایک چلو کے برابر ایک ہی ہاتھ سے لیا جائے۔ پھر دونوں ہاتھوں سے دھوئے تاکہ پانی ضائع نہ ہو۔ دوسرے دونوں ہاتھوں سے دھونے پر زیادہ قدرت حاصل ہوگی جسبت ایک ہاتھ کے۔

باب التَّسْمِيَةِ عِنْدَ كُلِّ حَالٍ الْخ

تراجم کی ترتیب میں امام بخاریؒ پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس مقام پر تسمیہ یعنی بسم اللہ پڑھنا تو منہ دھونے سے پہلے ہوتا ہے نہ کہ اس کے بعد پھر ایوب الوضوء میں خلاء اور جماع کی بحث چھیڑ دی۔ پھر کتاب الوضوء کے چھ ایوب ایسے ذکر کئے ہیں جن میں مقدمات وضو تو ہیں اوصاف وضو نہیں ہیں۔ تو ایک تو مصنف نے ان ایوب سے یہ بتلانا ہے کہ ترتیب اور ولاء وضوء میں شرط نہیں ہے۔ نیز! تھوڑے سے غور سے ان کی مناسبت باہمی سمجھ میں آجاتی ہے۔ جیسا کہ اس جگہ مقصود اصلی تسمیہ عند الخلاء ہے کہ بیت الخلاء جاتے وقت

بِسْمِ اللّٰهِ پڑھے اس لئے خلاء کو وضوء پر مقدم کر دیا۔ جب خلاء اور جماع کے وقت تسمیہ سنت ہے وضوء کے وقت بطریق اولیٰ ہوگا۔
قولہ فاخبر الخ صفحہ ۱۵۲۶ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابن عباسؓ کے اس فعل کو جو انہوں نے بغیر کسی کے اشارے کے خواہ انجام دیا تھا کہ استنجاء کے لئے پانی رکھ دیا اس فعل کو اچھا سمجھا اور انہیں دعادی۔ آپ ﷺ کی دعا کا نتیجہ تھا کہ ابن عباسؓ صحابہ کرامؓ میں فقیہ مشہور ہوئے۔

باب من تبرز علی لبنتین صفحہ ۱۶۲۶ ترجمہ۔ جو شخص دو کچی اینٹوں پر بیٹھ کر پاخانہ پھرے

باب سابق سے جو مقصد حاصل تھا روایت باب نے بھی اسی کو بتلایا لیکن اس میں ایک فائدہ ہے کہ قضاء حاجت والے کو کسی اونچی چیز پر بیٹھنا چاہیے تاکہ نجاست اس کے بدن کو نہ پہنچے۔ اس زیادتی پر تنبیہ کرنے کیلئے الگ باب باندھا۔ گویا روایت باب سابق کے مضمون پر مشتمل ہونے کے ساتھ ساتھ قضاء حاجت والا کس طرح بیٹھے اس کا ادب بھی بتلادیا۔ اس طرح کے فوائد جلیلہ مصنفؐ کی کتاب میں بہت ہیں جنہیں خوب یاد رکھنا چاہیے۔ پھر پہلے ترجمہ میں عند البناء جدار او نحوہ سے دوروائتوں کے حمل کے اختلاف کی طرف اشارہ کیا تاکہ روایات جمع ہو جائیں۔ اور اختلاف معانی کی وجہ سے جو تعارض پیدا ہوتا ہے وہ رفع ہو جائے۔ دراصل یہاں مشہور اختلافی مسئلہ ہے کہ عند قضاء الحاجت استقبال استدبار قبلہ کیسے ہے۔ امام بخاریؒ نے بیان اور صحاری میں فرق بیان کر کے ائمہ ثلاثہ کا مسلک بیان کر دیا کہ آبادی میں استقبال استدبار جائز ہے اور صحاری میں ناجائز ہے۔ احناف کا مسلک ہے کہ دونوں مطلقاً ممنوع ہیں۔ تیسرا مذہب اللہ ظواہر کا ہے جو مطلقاً حاجت کے قائل ہیں اور احادیث نبویؐ کو منسوخ مانتے ہیں۔ اس کی تفصیل کو کتب درسی بذل اوجز وغیرہ میں ہے۔

قولہ فانزل اللہ الحجاب صفحہ ۲۶۲۶ اس جاب سے وہ تسمیہ یعنی کپڑوں سے چھپنا مراد ہے جو حضرت عمرؓ کی خواہش تھی کیونکہ جاب شرعی تو اس سے پہلے نازل ہو چکا تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ یہ چاہتے تھے کہ ازواج مطہرات پردے میں بھی باہر نہ نکلیں اور قضاے حاجت گھروں میں ہو۔ چنانچہ کچھ عرصہ بعد ایسے ہی مستحب ہو گیا۔ اگرچہ اس کے بعد جوازاب بھی باقی ہے۔ تو قولہ فانزل اللہ میں فاء ایسی تعقیب کے لئے نہیں ہے جس میں ترافی نہ ہو۔ تو ازواج مطہرات کے علاوہ دوسری نساء مؤمنین کے لئے براز کیلئے باہر نکلنا بھی جائز رہا۔ جیسا کہ دیہات میں آج کل رائج ہے۔ ازواج مطہرات کے لئے جاب سے وَقَوِّنِيْ مِيُوْتِكُنِّيْ والا جاب ہے۔ کہ وہ گھروں سے نہ نکلیں حضرت عمرؓ یہی چاہتے تھے۔

باب التبرز فی البيوت الخ صفحہ ۲۷۲۶

جب کہ گھر میں پاخانہ پھرنے سے گندری کا قریب ہونا اور اس کا گھر میں موجود ہونا ناپسندیدہ فعل تھا۔ چنانچہ دیہات والے گھروں کو پاک صاف رکھتے ہیں۔ قضاے حاجت باہر کھیتوں میں جا کر کرتے ہیں۔ تو اس وہم کو رد کرتے ہوئے گھروں میں اس کا جواز

ثابت کرتے ہیں۔ ساتھ ہی پاکی اور صفائی بھی مطلوب ہے۔ اس لئے گندگی کے بدبودار اور خراب ہونے سے پہلے گھر سے اسے دور کر دینا چاہیے۔ اور اسے چھوڑنا نہ جائے کہ گندگی کے ذہیر لگ جائیں۔ حدیث میں ہے کہ اذا اراد البراز ابعده (الحدیث) آپ قضاے حاجت کے لئے بہت دور نکل جاتے تھے۔

باب الاستنجاء بالحجارة صفحہ ۱۶/۲۷

اس باب سے ان لوگوں کا رد کرنا ہے جو کہتے ہیں کہ استنجاء پانی کے ساتھ مختص ہے۔ دوسرے مؤلف کا استنجاء بالحجارة کی حقیقت میں جو اختلاف ہے اس کی طرف بھی اشارہ فرماتے ہیں کہ شوافع اور حنابلہ کے نزدیک اس سے طہارتہ تعبدی حاصل ہوتی ہے۔ احناف اور مالکیہ کے نزدیک نجاست کو قلیل کرنے والا ہے۔ امام بخاری نے اپنی عادت کے مطابق کوئی حکم بیان نہیں کیا۔

قولہ بالحجارة صفحہ ۱۷/۲۷ پیشاب کرنے کے بعد پتھر سے استنجاء نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ اس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا مطلوب قطروں کو جذب کرنا ہے۔ پتھروں میں جاذبیت نہیں ہے کچے ڈھیلے میں ہے۔ البتہ اگر کسی کو تقاطریول ہو یعنی پیشاب کے قطرے نہ رکتے ہوں تو وہ استنجاء کے لئے پتھر استعمال کر سکتا ہے۔ اگر تقاطریول نہ ہو تو استنجاء بالحجر سے تلوٹ ہو گا کہ بدن لڑا جائے گا۔

قولہ وقال انھار کس صفحہ ۲۱/۲۷ اس حدیث سے واضح ہوا کہ جانوروں کا گوبر نجس ہے ایسے نہیں جو امام مالک فرماتے ہیں کہ گوبر پاک ہے۔ امام بخاری کا میلان بھی مسلک احناف کی طرف معلوم ہوتا ہے۔

قولہ ما بینہ وبين الصلوٰۃ صفحہ ۳/۲۸ مطلب یہ ہے کہ اس بندے کی ذات اور اس نماز کے درمیان کے گناہ معاف ہوں گے۔ اور نفس سے مراد اس کا حد تکلیف کو پہنچنا ہے۔ کیونکہ بلوغ سے پہلے گناہوں کا شریعت میں کوئی اعتبار اور شمار نہیں۔ یہ تقریر اس وقت ہے جبکہ ما تقدم میں باموصولہ مع صلہ کے فعل مجہول یعنی غفر لہ کا مفعول ہو۔ اگر کلمہ ما ظرفیہ ہو تو معنی ہوں گے کہ وضو شروع کرنے کے اوقات سے لیکر نماز کے تمام کرنے کے وقت کے اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ مزید بحث کو کب درمی میں دیکھی جائے

باب الاستجمار و تر الخ صفحہ ۲۸

یہ باب بھی باب سائت کی طرح ایک زائد فائدہ پر مشتمل ہے۔ وہ یہ کہ پتھروں سے استنجاء کرنے میں ایثار یعنی طاق اور وحدت کو ملحوظ رکھا جائے اس لئے ایک باب کا اضافہ کر کے اس فائدہ پر متنبہ کر دیا۔

قولہ ذکرہ عثمان صفحہ ۶/۲۸ یعنی اس باب میں روایت ان حضرات سے بھی مروی ہے اختصاراً ایسا کیا ہے۔

باب غسل الرجلین ولا یمسح صفحہ ۲۸

پاؤں کو وضوء میں دھویا جائے ان کا مسح نہ کیا جائے۔ اس لئے اگر مسح کرنا جائز ہوتا تو پھر اس پر جنم کی دھمکی نہ دی جاتی۔ دوسرے کسی مسح میں استعاب یعنی پورا کرنا شرط نہیں مسح ہوتا ہی بعض اعضاء پر ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ غسلِ رجلیں یعنی پاؤں کا دھونا ہی فرض ہے۔ اس باب کو باب الاستجمار والمضمضہ کے درمیان داخل کرنے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ مصنف اس باب کو پہلے باب کے بعد اس لئے لائے ہیں کہ اس سے اشارہ لطیف کرنا ہے کہ مأمورہ میں اپنی طرف سے معنی کی طرف نظر کرتے ہوئے بدل مقرر نہیں کرنا چاہیے جیسے مسح قدمین ان کے غسل کا بدل نہیں ہو سکتا۔ اور کپڑے اور انگلی سے ناک کو صاف کرنا ناک میں پانی ڈالنے اور ناک جھاڑنے کا بدل نہیں ہو سکتا۔ ان اشارات لطیفہ کے لئے مصنف نے ابو اب الوضوء کی ترتیب رکھی ہے۔ اس ترجمہ سے ایک توشیحہ کا رد کرنا ہے دوسرے حدیث کی شرح کرنی ہے۔ جس میں نمسح علی ارجلنا کا لفظ وارد ہوا ہے۔ اس سے مسح علی نعلیہ وقد میہ کا رد کرنا ہے۔

باب غسل الاعقاب

مصنف اس باب کو باب المضمضہ کے بعد لائے ہیں۔ حالانکہ اس سے پہلے لانا چاہیے تھا۔ شیخ الشیخ نے اس کی وجہ یہ بتلائی ہے کہ پہلے باب سے روانہ کرنا درجہ ناقص کا ہے کہ پاؤں کا مسح کا ہے دھونا نہیں ہے۔ دوسرے اس باب سے بتلانا ہے کہ اعضاء وضو میں استیجاب واجب ہے۔ اور اعقاب کو اس لئے ذکر کیا کہ وہ حدیث میں وارد ہے۔ لیکن ظاہر یہ ہے کہ امام بخاری نے اس باب سے ایک دقیقہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ جس طرح پاؤں کے آخری حصہ کو دھونے کا خاص اہتمام کرنا ہے وہیل الاعقاب کی وجہ سے اس طرح مضمضہ یعنی کلی کرنے میں بھی منہ کے آخری حصہ کا خاص خیال رکھنا چاہیے کہ آخری حصہ میں پانی کو گھمایا جائے۔ یعنی غرغره کیا جائے۔ البتہ پاؤں کا دھونا فرض ہے اس کے آخری حصہ کو چھوڑ دینے پر عذاب ہے۔ کلی کرنا فرض نہیں۔ لہذا اس کے آخری حصہ کے ترک پر عذاب نہ ہوگا۔ قالہ الشیخ زکویا

باب غسل الرجلین فی النعلین ولا یمسح علی النعلین

غرض یہ ہے کہ جب پاؤں جوتے کے اندر ہوں تب بھی ان کا دھونا ضروری ہے جو توں پر مسح کرنا کافی نہیں ہوگا اور قولہ فیہما سے مراد یا تو یہ ہے کہ پاؤں دھو کر تہر ان کو جو توں میں داخل کر دیا جائے تو بعد ازاں جو توں پر مسح کرنے کی ضرورت نہیں۔ یا دوسرا مطلب یہ ہے کہ جب پاؤں دھوئے جائیں تو وہ جو توں کے اندر ہوں ان کو جو توں سے نہ نکالا جائے۔ اس صورت میں بھی جو توں پر مسح کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن یہ عربی جو توں میں صحیح ہے۔ ہندی جو توں میں پاؤں چھپ جاتا ہے اس لئے ان کا نکالنا ضروری ہے۔ ربو کے چپل پہننے ہوں تو ان میں پاؤں دھولینا جائز ہے۔ شیخ زکریا کے نزدیک ایک لطیف اشارہ اس طرف بھی ہے جب کہ جوتے میں مشغول ہونے کے باوجود دھونے کے لئے پاؤں کو جوتے سے نکالنا ضروری ہے۔ اس طرح کلی کرتے وقت اگر منہ میں کوئی چیز پان تمباکو ہو تو

اس کو نکال کر کلی کرنی چاہیے ان کے ہوتے ہوئے کلی کرنا ترک نہ کیا جائے۔

قَوْلُهُ اَبْدَانُ بَمِيَامِيهَا صفحہ ۲۱۲۹ جب مُردے کو غسل دینے میں دائیں جانب سے شروع کرنے کا حکم ہے تو زندہ میں بطریق اولیٰ دائیں جانب سے شروع کرنا ہوگا۔ اس حدیث سے مصنفؒ نے پاؤں کو دھونے کا ادب بتلایا ہے۔ یہ باب ابواب ساہقہ کا تکرار ہے۔

باب التماس الوضوء اذا حانت الصلوة

جب نماز کا وقت آجائے تو وضو کا پانی تلاش کرنا چاہیے مقصد باب یہ ہے کہ تیمم کرنے کی اجازت تب ہے جب تلاش کرنے کے باوجود وضوء کے لئے پانی نہ مل سکے۔ تو تفصیح تلاش ضروری ہو۔ جس پر فالتمیو ماء کے الفاظ دلالت کرتے ہیں۔ مناسبت ظاہر ہے کہ مفسولات کے بیان سے فراغت حاصل کرنے کے بعد اب مسح ہی باقی رہ گیا۔ اس کے بعد اب پانی کے احکام بیان کر رہے ہیں جس کی غسل یعنی دھونے کے لئے ضرورت پیش آتی ہے۔ اس لئے طلب الماء کو بیان کیا۔ کیونکہ پانی کا پایا جانا طلب پر مرتب ہے۔ اور امام بخاریؒ کا مقصد صحابہ کرامؓ کی عادت بتلانا ہے۔ کہ جواز تیمم کے لئے صرف پانی کا موجود ہونا کافی نہیں سمجھتے تھے بلکہ اس کی تلاش کے بعد تیمم کرتے تھے۔

باب الماء الذى يغسل به شعر الانسان

امام بخاریؒ طلب ماء کے بعد احکام میاہ بتلا رہے ہیں۔ فرماتے ہیں وہ پانی جس سے انسان کے بال دھوئے جائیں اس سے وضو جائز ہے۔ کیونکہ بال پاک ہیں۔ احنافؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں انسان بالوں سے نفع نہ حاصل کرنے کا اس لئے حکم ہوا کہ اس طرح اس کے بالوں کی اور باقی اجزاء بدن کی تنظیم ملحوظ ہے۔ حضرت عطاءؒ نے جو انسان کے بالوں سے رسیاں اور دھاگے بنانے کے جواز کا فتویٰ دیا ہے اس سے ان کی غرض یہ ہے کہ بالوں کی طہارت کی طرف نظر کرتے ہوئے ایسا کرنا جائز ہے۔ اگرچہ انسانی اجزاء سے نفع حاصل کرنا مکروہ بلکہ ممنوع ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ بابت اور حرمت کبھی الگ الگ دلیلوں پر مبنی ہوتے ہیں۔ حالانکہ وہ دونوں ایک چیز میں پائے جاتے ہیں تو حرمت یا بابت کا حکم اس دلیل پر مبنی ہوگا کہ ایک علت اس کا جواز ثابت کرتی ہے دوسری علت اس کے خلاف کو ثابت کر رہی ہوتی ہے۔ ہماری انسان کے بالوں کے بارے میں دونوں احتمال جاری ہیں۔ طہارت کو مد نظر رکھتے ہوئے انسانی اجزاء سے نفع حاصل کرنا جائز معلوم ہوتا ہے۔ لیکن انسان کی اہانت کرنا اس کی حرمت کی تقاضی ہے۔ ہمیں انسان کی اکرام و تعظیم کا حکم دیا گیا ہے۔ تو جہاں محترم اور مبیح دونوں جمع ہو جائیں وہاں محترم کو ترجیح دی جاتی ہے۔ تو انسانی بالوں میں حکم حرمت کا ہوا۔ حضرت عطاءؒ کے قول کو اسی پر محمول کیا جائے گا

قوله سور الكلاب وممرها صفحہ ۹۲۹ کتوں کا جھوٹا اور ان کا مساجد میں سے گذرنا۔ امام بخاریؒ اس باب میں روایت نہیں لائے اگلے باب کی روایت ان کے مدعی پر صریح دلالت کرنے والی ہے اس پر اکتفاء کرتے ہوئے وہ اس روایت کو اس باب میں نہیں لائے۔

قوله باب اذا شرب الكلب الخ

یہ باب درباب کے قبیلہ میں سے ہے۔ اور اس کو درمیان میں لانا الگ دوسرے مسئلہ پر دلالت کرنے کے لئے ہے۔ جو ایک مزید فائدہ ہے جو پہلے ذکر نہیں ہوا بایں ہمہ یہ پہلے ترجمہ پر بھی دلالت کرنے والا ہے۔

قَوْلُهُ يَتَوَضَّاءُ وَيَتِيمَمُ صفحہ ۲۹/۹ گویا کہ امام حناریؒ نے سور کلب کی نجاست کے قائل ہیں اور نہ ہی اس کا خیال ان کو آیا اور نہ وضو اور تیمم دونوں کو جمع نہ کرتے۔ بلکہ اس سے اس کی پاکی کا فائدہ دینے میں شک پیدا کر دیا۔ جیسا کہ ما مشکوٰۃ کا حکم ہے اگر دونوں کو جمع کرنا جائز ہو تو یقیناً طوریت ثابت ہو جائے گی۔

قَوْلُهُ احب الي من الدنيا الخ صفحہ ۲۹/۱۲ یہ قول اور اس طرح اول من اخذ من شعره کا قول دونوں اس کی طہارت پر دلالت کرتے ہیں کیونکہ مسلمان کو حکم ہے کہ وہ نجاست سے بچے نہ یہ کہ نجاست کا تلبیس کرے یعنی ان کو استعمال میں لائے۔

قَوْلُهُ فَجَعَلَ يَغْرِفُ لَهُ بِهِ صفحہ ۲۹/۱۷ یعنی اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے جب اس واقعہ کا ذکر فرمایا تو یہ ذکر نہیں فرمایا کہ اس کے اس فعل سے اس کا موزہ نجس ہو گیا۔ اور اسی طرح آنے والی روایت میں جو یہ ہے **لَقَتَلُ الْكَلْبُ الْخ** لاریب کتنے نے اپنے منہ سے شکار کو پکڑا ہو گا۔ اور یہ بھی ثابت نہیں کہ اتنے حصے کو کاٹ کر پھینک دیا گیا ہو تو یہ تو آنحضرت ﷺ کی طرف اس کی طہارت کی دلیل ہو گئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے نجس ہونے کے دوبارہ ذکر کرنے کی ضرورت اس لئے پیش نہیں آئی کہ اس سے پہلے آنحضرت ﷺ جس برتن میں کتابانی پی جائے اس برتن کو دھونے کا حکم دے چکے تھے۔ اسی طرح کی چیزیں بہت سی ہیں جن کا ذکر اس جگہ نہیں ہے۔ مثلاً یہ نہیں فرمایا کہ نہ اس کے پاخانہ کو کھاؤ اور نہ ہی اس کے پیشاب کو پیو۔ اور اسی طرح اس کے دوسرے اجزاء بدن کا ذکر نہیں ہے جن کا کھانا جائز نہیں۔ اور آنحضرت ﷺ نے صرف اپنے قول فکل کھاؤ پر اکتفاء نہیں فرمایا بلکہ بعض روایات میں ہے **كل ما امسك عليك** یعنی جو شکار اس نے تمہارے لئے روک رکھا ہے اس کو کھا سکتے ہو۔ پس کھانے کا حکم تو سارے حیوان پر واقع ہے پھر تو شکاری جانور کے سارے اجزاء کھانے کا حکم ہوا۔ پس اس اشکال سے بچنے کیلئے جو جواب تمہارا وہی جواب ہماری طرف سے اس اشکال کا ہے جو خلاصی کی صورت آپ نکال لیں گے وہی خلاصی کی صورت ہمارے لئے ہے۔ جاننا چاہیے کہ سور کلب کے بارے میں جمہور علماء اسکی نجاست کے قائل ہیں کہ کتے کا جھوٹا نجس اور ناپاک ہے امام مالکؒ اس کی طہارت کے قائل ہیں۔ امام حناریؒ بھی اسی طرف مائل ہیں۔

فلا يكونوا يروون شيئا من ذلك صفحہ ۲۹/۱۹ امام حناریؒ کے استدلال کا دارودار اس پر ہے کہ کتوں کا مسجد نبوی میں آنے کا یہ فعل عام ہے جو کسی زمانہ کے ساتھ مقید نہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ کتوں کے مسجد آنے جانے سے کبھی مسجد ناپاک نہیں ہوتی۔ خواہ وہ گیلے بدن سے مسجد میں داخل ہوں یا خشک پاؤں سے وجہ یہ ہے کہ جب کتوں کی عادت ہے کہ وہ مسجد داخل ہوتے رہتے ہیں تو بارش

اور کچھڑ کے بعد ان کو داخل ہونے سے کوئی روکنے والا نہیں۔ پس اگر کتے ناپاک ہوتے تو مسجد بھی ناپاک ہوتی۔ اور یہ ثابت نہیں ہے کہ صحابہ کرامؓ کو مسجدوں کے پاک کرنے کا حکم دیا گیا ہو۔

پہلا جواب یہ ہے ذکوۃ الارض بیسہا کہ جب زمین خشک ہو جائے تو وہ پاک ہو جاتی ہے پس پانی چھڑکنے کی کوئی ضرورت نہیں اور صحابہ کرامؓ سے اس کا ثبوت نہ ہونا ہمارے لئے نقصان دہ نہیں ہے۔

دوسرا جواب جو بالکل حق ہے وہ یہ ہے کہ کتے کا جھوٹا نجس ہے نہ اس کا پسینہ ناپاک ہے اور نہ ہی اس کے بدن کے چمڑے کا کوئی حصہ ناپاک ہے۔ پس اگر اس کا چمڑا کسی چیز کو لگ گیا تو وہ چیز نجس نہیں ہوگی۔ اسی بنا پر یہ کہا جاتا ہے کہ کسی کتے کا اس طرح منہ بند کر دیا جائے کہ اس سے کوئی چیز باہر نہ نکلے پھر کتے کو کنویں میں اس طرح ڈال دیا جائے کہ اس کا منہ پانی سے باہر رہے تو کتے کے کنویں میں گرنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوگا۔ اسی بنا پر کتے کے مسجد میں داخل ہونے سے مسجد ناپاک نہیں ہوگی۔ اگرچہ کتا گلیا کیوں نہ ہو۔ بات یہ ہے کہ احناف کا مذہب اسحیح یہ ہے کہ کتا نجس العین نہیں ہے۔ تو اس کا چمڑا ہمارے نزدیک طاہر اور پاک ہوگا۔ خواہ کتے کے پاؤں تر ہوں یا خشک اس کے داخلہ سے مسجد ناپاک نہ ہوگی۔ البتہ شوائع کے نزدیک کتا نجس العین ہے تو اس کا چمڑا بھی نجس ہوگا پھر وہ حدیث کو خشک پاؤں پر محمول کریں گے۔

باب من لم یر الوضوء الا من المخرجین صفحہ ۲۹

اگلی اور پچھلی طرف کے علاوہ جس جگہ سے بھی نجاست نکلے اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اس پر جس قدر دلائل پیش کئے گئے ہیں ان سے امام مختاری کا مدعا ثابت نہیں: و تا کیونکہ جو لوگ اس کے قائل ہیں کہ قبل اور دبر کے علاوہ کسی اور جگہ سے نکلنے والی چیز ناقض وضو نہیں۔ ان کا استدلال اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ہے کہ اِذَا جَاءَ أَحَدَكُمْ مِنَ الْغَائِطِ کہ جس میں صرف پاخانہ کا ذکر ہے۔ ان کا استدلال اس سے اس لئے صحیح نہیں کہ کسی خاص چیز کے حکم کا ذکر کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے علاوہ جتنی چیزیں ہیں ان سے حکم کی نفی ہے یہ تو ظاہر ہے۔ اور جو لوگ ان دو راستوں کے علاوہ نکلنے والی چیز کو بھی ناقض سمجھتے ہیں پھر بھی وہ یہ ثابت کرتے ہیں کہ طہارت ان سے زائل نہیں ہوتی تو جس سے وہ اپنے مدعی کو ثابت کرتے ہیں اس میں اس کے خلاف کا احتمال ہے۔ کہ ممکن ہے اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہو۔ تو جب احتمال آگیا دلیل باطل ہوگئی۔ نماز نہیں ہنس دینا اس سے وضو نہیں ٹوٹتا اس سے ہم بھی متفق ہیں۔ البتہ احناف کے نزدیک نماز میں زور سے ہنسا اس سے وضو نہیں رہتا نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے۔ رہ گیا موزے اتارنے سے وضو کا ٹوٹ جانا ہم بھی اس کے قائل نہیں ہمارے نزدیک موزے اتارنے سے دونوں پاؤں کا دھونا واجب ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کا یہ فرمانا کہ حدث کے بغیر وضو نہیں ٹوٹتا یہ دونوں کے مذہب کے موافق ہے۔ بحث تو اس میں ہے کہ حدث کیا چیز ہے۔ اگر حدث سے وہی مراد ہے جس کی تفسیر حضرت ابو ہریرہؓ نے پھسکی اور پاد سے کی ہے پھر تو ان پر لازم آئے گا کہ پیشاب نکلنے سے پاخانہ نکلنے سے منی نکلنے سے اور مذی کے آنے سے بے ہوشی طاری ہونے سے

جنون یعنی پاگل ہو جانے سے یا انزال کے بغیر محض ذکر کے داخل کرنے سے وضو نہ ٹوٹے۔ حالانکہ اس کے آپ لوگ بھی قائل نہیں ہیں اور قولہ فنزله الدم فو كع وسجد کہ خون نکل آیا پھر بھی رکوع اور سجدہ کرتے رہے۔ تو اس سے دونوں فریق پر اشکال ہے کہ اس میں کپڑوں کے نجس ہونے کے باوجود نماز پڑھتے رہے۔ نیز اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ان کو نماز لوٹانے کا حکم دیا ہو راوی نے اس کا ذکر چھوڑ دیا ہو۔ اور امام حناری کا یہ استدلال کہ مسلمان برابر اپنے زخمی ہونے کی حالت میں نماز پڑھتے رہے۔ یہ حکم یا تو نہ پہننے والے خون کے بارے میں ہے یا وہ لوگ معذور تھے۔ معذور خون پہننے کی حالت میں بھی نماز پڑھ سکتا ہے۔ جیسے مستحاضہ پڑھتی ہے۔ اسی طرح ان کا یہ کہنا کہ خون میں وضو نہیں ہے ممکن ہے نہ پہننے والے خون کے بارے میں ہو۔ اس طرح جب پھوڑے کو نچوڑنے سے خون نکل آئے تو وہ خود نکلنے والا نہیں بلکہ نکالا گیا ہے اس سے بھی وضو نہیں ٹوٹے گا۔ یہی حکم اس تھوک کے بارے میں ہے جب کہ خون مغلوب ہو تھوک غالب ہو تو اس سے طہارت زائل نہیں ہوتی۔ اور حضرت حسن بصریؒ اور ان کے ساتھیوں کا یہ کہنا کہ صرف پھینچنے لگانے کی جگہ کو دھونا لازم ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ پھینچنے لگانے سے غسل واجب نہیں البتہ جس جگہ خون لگ گیا ہے اس جگہ کے دھونے پر اکتفا کرے۔ رہ گیا وضو کرنا اس بارے میں نہ نفی ہے اور نہ ہی اس کا اثبات کا حکم دیا گیا ہے۔ باقی جو روایات مؤلف لائے ہیں ان سے دلیل پکڑنے کا خلاصہ یہ ہے کہ دوسری چیزوں کا ان میں ذکر نہیں ہے۔ تو معلوم ہوا کہ بغیر ان چیزوں کے اور کوئی چیز ناقض وضو نہیں کیونکہ محل بیان میں سکوت اختیار کرنا بیان ہی کا حکم رکھتا ہے۔ آپ کو اس کا جواب معلوم ہے کہ مفہوم مخالف ہمارے نزدیک معتبر نہیں ہے یعنی یہ ضروری نہیں کہ جس چیز کا ذکر نہ ہو اس کا حکم نفی ہے۔ کو کب درمی میں قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ وضو واجب ہونے کے اسباب میں تین قول ہیں۔ پہلا قول احناف اور امام احمدؒ اور سفیان ثوریؒ کا ہے۔ کہ بدن سے نجاست کا نکلنا وضو کا سبب ہے۔ اس لئے جو نجس چیز مخرج معتاد اور غیر معتاد سے نکلے گی اس سے وضو کرنا واجب ہوگا۔ خون نکسیر اور تے وغیرہ اس میں داخل ہیں۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ہر وہ چیز جو دونوں راستوں سے عاڈہ خارج ہوتی ہے یا نکالی جائے تو اس سے وضو واجب ہوگا ورنہ نہیں۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مخرج معتاد سے جو چیز نکلے وہ ناقض وضو ہے اور کچھ نہیں۔ شرح حضرات امام حناری کا مسلک امام شافعی کے مسلک کے مطابق کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ امام شافعیؒ تو مس ذکر اور مس مرآة کو بھی ناقض وضو کہتے ہیں۔ اور امام حناریؒ اس کے قائل نہیں ہیں۔ ان حضرات کے مسلک پر احناف کی طرف سے یہ اشکال ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی کی ناف میں نیزہ مارا جس سے پیشاب اور پاخانہ نکل آیا تو تمہارے نزدیک بھی وضو نہیں رہتا۔ معلوم ہوا مخرج معتاد وغیر معتاد برابر ہیں۔

قوله ولم يقل غندر ويحيى عن شعبة الوضوء صفحہ ۳۰/۱۱ اس عبارت کے معنی میں شرح اختلاف ہے بعض فرماتے ہیں کہ آپ نے لفظ الوضوء نہیں فرمایا صرف لفظ عليك پر اکتفا کیا۔ دوسرے حضرات فرماتے ہیں و عليك لفظ بھی نہیں فرمایا کیونکہ یہ دونوں مل کر ایک جملہ بن جاتا ہے۔ امام حناریؒ نے لفظ الوضوء کی نفی کر کے لفظ عليك کی بھی نفی کر دی جو کچھ بھی ہو جناب نبی اکرم ﷺ نے جو کچھ جن الفاظ سے ارشاد فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ غسل کی نفی فرمادی۔ معنی ہوئے ليس عليك غسل۔

قوله باب الرجل يوضي صاحبه صفحه ۳۰

اس باب سے امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ حدیث باب یا دوسری روایات سے جو عبادات میں دوسرے سے مدد لینے کی ممانعت وارد ہے وہ تحریم کے لئے نہیں۔ بلکہ عند الضرورت مدد لی جاسکتی ہے۔ یعنی ایک آدمی دوسرے کو وضوء کر سکتا ہے۔

باب قراءة القرآن بعد الحدث وغيره صفحه ۳۰

وغیرہ سے سلام اور ذکر اذکار مراد ہیں جن کے لئے وضو کا پہلے ہونا ضروری نہیں ہے۔ اگرچہ افضل ہے۔ حمام وغیرہ میں اکثر بے وضو لوگ داخل ہوتے ہیں تو باب سے متلادیا کہ طہارۃ والا اور بے وضو داخل ہو سکتے ہیں۔ اس مسئلہ کی خصوصیت سے ضرورت اس لئے پیش آئی کہ منصور اور ابراہیم حمام میں قراۃ قرآن کو جائز کہتے ہیں تو معلوم ہوا کہ قراۃ کے لئے طہارت شرط نہیں ہے۔ اس طرح خطوط وغیرہ جو ذکر اللہ اور آیت قرآنیہ مثلاً بسم اللہ وغیرہ سے خالی نہیں ہوتے۔ جب ان کی کتابت بغیر وضو کے جائز ہے تو ان کا پڑھنا بھی جائز ہوگا۔ اسی طرح حمام والوں پر سلام کرنا جائز ہوگا۔ حالانکہ وہ ذکر ہے جس کا تقاضا ہے کہ ذکر بے وضو جائز ہے۔ اس لئے کہ جب سلام کرنے والا ان پر سلام کرے گا تو لازماً وہ لوگ اس کو سلام کا جواب دیں گے اور وہ بے وضو ہوں گے۔ تو معلوم ہوا کہ بے وضو ذکر اللہ تعالیٰ جائز ہے۔ کیونکہ سلام بھی تو ذکر ہے۔ اسی طرح روایت سے بھی استدلال ہے۔ کیونکہ نیند سے بیدار ہونے کے بعد وضو سے پہلے آپؐ نے ان آیات کو پڑھا۔ اگرچہ انبیاء علیہم السلام کی نیند ناقض وضو نہیں ہوتی مگر رات کے وقت گھر والوں سے دل لگی بھی ہوتی ہے جس سے مذی نکل سکتی ہے پیشاب اور پاخانہ وغیرہ بھی نکلتے ہیں۔ دوسرے حضرت ابن عباسؓ نے آنحضرت ﷺ کے فعل کی نقل اتاری تو وہ طہارت پر نہیں تھے۔ یہ کام انہوں نے جناب نبی اکرم ﷺ کی موجودگی میں کیا جس سے ان کے فعل کی آپؐ کی طرف سے تقریر بھی ہو گئی۔ تو اس فعل کو بھی دلیل بنایا جاسکتا ہے۔

باب من لم يتوضأ الا من الغشى المثقل

امام بخاریؒ اس باب سے ان لوگوں کا ذکر رہے ہیں جن کے نزدیک مطلق غشی ناقض وضو ہے۔ روایت اس معنی پر ظاہر ہے کیونکہ حضرت اسماءؓ پر غشی طاری ہوئی لیکن انہوں نے وضو نہیں کیا۔ اس لئے ثقیل بے ہوشی وہ ہے جس سے اپنے حال کی بالکل خبر نہ رہے حضرت اسماءؓ تو آسمان کی طرف اشارہ کر رہی ہیں اور گرمی کی شدت سے اپنے اوپر پانی بھی ڈال رہی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر غشی ناقض وضو نہیں۔ البتہ جس غشی کے بعد اپنے حال کا بالکل علم نہ رہے وہ ناقض ہے۔ اس طرح جنوں اور نشہ آجانا بھی ناقض ہے۔

باب مسح الرأس كله صفحه ۳۱

فَامَسْحُوْا رُءُوسِكُمْ (الایة) میں آیت کریمہ تو مطلق ہے۔ اس سے سر کے بعض حصہ میں فرضیت ثابت کرنا اور

دوسرے حصہ میں فرضیت کا نہ ہونا ترجیح بلا مرجح ہے۔ تو آیت مجملہ ہوئی آنحضرت ﷺ کے فعل سارے سر پر مسح کرنے نے اجمال کو دور کر دیا۔ لہذا سارے سر کا مسح واجب (فرض) ثابت ہوا۔ اس طرح امام بخاری نے آیت اور حدیث سے سارے سر کے مسح کی فرضیت ثابت کر دی۔ جو اب واضح ہے کہ آپ سے بعض حصہ سر کا مسح کرنا بھی ثابت ہے۔ پیشانی پر مسح کر کے آپ نے سارے سر پر مسح کرنے کی فرضیت کو ساقط کر دیا۔ باقی آپ کا سارے سر کا مسح کرنا وہ سنت کے طور پر ہے۔ جس سے ہمیں کوئی نقصان نہیں۔ مسح کل راس کی سنیۃ ثابت ہونے سے ہمارا کوئی نقصان نہیں۔ اگر آپ نے ناصیہ و مادون الکحل کا کبھی مسح نہ کیا ہوتا تو پھر نقصان تھا۔ جب وہ ثابت ہے تو فرضیت ساقط ہوئی کل راس کے مسح کی سنیۃ ثابت ہوئی جس کا کوئی بھی انکار نہیں کرتا۔ مسح راس میں مشہور یہ ہے کہ امام مالک کے نزدیک سارے سر کا مسح کرنا فرض ہے۔ شوافع کے نزدیک سر کے بعض حصہ کا فرض ہے جس قدر بھی ہو۔ احناف کے نزدیک مقدر ناصیہ فرض ہے۔ ویسے جمیع راس کا مسح باقی علماء مستحب ہے۔

باب استعمال فضل وضوء الناس صفحہ ۳۱

ماء مستعمل امام بخاری کے نزدیک طاہر ہے۔ روایت سے احناف کا رد کرتے ہیں۔ جو ماء مستعمل کو طاہر مانتے ہیں بطور تسلیم نہیں کرتے۔ امام بخاری کے استدلال کا دار و مدار طاہر اور طہور کے درمیان فرق نہ کرنے پر ہے۔ حالانکہ ان دونوں میں فرق ہے۔ احناف کے نزدیک ماء مستعمل طاہر ہے۔ غیر طہور یعنی دوسرے کو پاک نہیں کر سکتا۔ لیکن اس کے لئے بھی یہ شرط ہے کہ اس پانی کو عبادت کیلئے استعمال کیا گیا ہو۔ اگر ٹھنڈک حاصل کرنے یا نظافت کے لئے استعمال ہو تو وہ اپنی طہارت پر باقی رہے گا۔ روایت ابو حنیفہ سے ماء مستعمل کی طہارت ثابت ہوتی ہے۔ وہ ہمارے نزدیک بھی مسلم ہے۔ لیکن وہ مطہر نہیں ہے۔ اگر فضل وضوء سے وہ پانی مراد ہو جو برتن میں جمع جاتا ہے تو اس کے طاہر اور طہور ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ دوسری روایت ابو موسیٰ میں اس پانی سے کوئی عبادت ادا نہیں کی گئی بلکہ وہ تو تبرک کے لئے ہے۔ جس سے پانی کی صفت طہوریت کا زائل ہونا لازم نہیں آتا۔ ہماری بحث تو اسی میں ہے۔ گویا کہ ان حضرات نے دھونا ائے عبادت اور بغیر عبادت میں فرق نہیں کیا۔ حالانکہ یہ فرق تو ملحوظ ہے۔ چوتھی روایت سے جو پینے کا جواز معلوم ہوتا ہے وہ بھی مسلم ہے کہ اسے عبادت کے لئے استعمال نہیں کیا گیا بلکہ علاج مرض کے لئے استعمال کیا ہے۔ جس کی طہارت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ خلاصہ یہ ہو کہ ہمارا نزاع اس پانی کی طہوریت کے بارے میں ہے جس سے کوئی عبادت ادا کرنا مقصود ہو۔ اور روایات سے جو کچھ ان حضرات نے ثابت کیا ہے وہ اس سے عام ہے۔ جس سے ہم پر الزام عائد نہیں ہو سکتا اور نہ ہی ان کے لئے مفید ہو گا۔ تیسری حدیث کا ذکر قطب گنگوہی نے اس لئے نہیں کیا کہ اس کا جواب حضرت ابو حنیفہ کی روایت میں آچکا ہے۔ حدیث سائب میں صرف مستعمل نے باب بلا ترجمہ ذکر کیا ہے۔ باقی حضرات نے اس کو ذکر نہیں کیا۔ اگر باب کا لفظ نہ ہو جیسے اکثر کی روایت ہے پھر تو کوئی اجمال نہیں۔ اگر لفظ باب موجود ہو تو اس سے مؤلف "فضل الوضوء کی دو قسمیں بیان کرنا چاہتے ہیں۔ جن کا ذکر اول باب استعمال الفضل میں آیا ہے ایک باقی رہنے والا برتن میں

اور دوسرا ماء مستعمل ہے۔ اس کے بعد مؤلفؒ نے مضمعہ اور استعاق من غروفہ واحدة کا ذکر کیا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ امام بخاریؒ ماء مستعمل (استعمال) کے جواز کو ثابت کر رہے ہیں اس لئے اس جگہ اس کا ذکر کیا۔

قوله وتوضاء عمرؓ صفحہ ۹۱۳۲ جانا چاہیے کہ مؤلفؒ نے دو ترجمے قائم کئے ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ وضوء الرجل مع

اہلہ دوسرے الوضوء بفضل المرأة یعنی دوسرا ترجمہ مقصود بالذکر ہے۔ اس لئے کہ نص حدیث سے یہی ثابت ہے۔ اور دوسرا ترجمہ دلیل کے طور پر ہے اور نمذہ شرح حدیث کے ہے کہ عورتوں سے خاص کر گھر کی عورتیں مراد ہیں۔ اس لئے ترجمہ میں مع امراتہ کے الفاظ لائے۔ حضرت عمرؓ کا اثر ترجمہ پر اس طرح دلالت کرتا ہے کہ عام لوگوں کی عادت ہے کہ جب پانی آگ پر گرم ہو رہا ہو تو انگلی ڈال کر اس کی حرارت کی مقدار معلوم کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے ان سے یہ نہیں پوچھا آیا کسی نے اس گرم پانی میں ہاتھ ڈالا ہے یا نہیں ڈالا۔ تو معلوم ہوا کہ اس القاء اور عدم القاء سے حکم میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اور اس میں بھی کوئی فرق نہیں کہ آیا یہ ہاتھ قرمت اور عبادت کے لئے ڈالا گیا ہے یا کسی اور ضرورت کے لئے ڈالا گیا ہے۔ تو جب گرم پانی کے استعمال کا جواز ثابت ہوا تو ماء مستعمل کے استعمال کا جواز ثابت ہوا اور دماء مستعمل کے جواز سے گرم پانی کے استعمال کا جواز ثابت ہوا۔ یہ ایک واقعہ ہوا۔ دوسرا نثرانیہ کے گھر سے وضو کرنے کا دوسرا مسئلہ اس طرح ہے کہ حضرت عمرؓ نے نثرانیہ عورت سے یہ نہیں پوچھا کہ آیا اس نے اس پانی کو استعمال کیا ہے یا نہیں کیا۔ یا کیا اس نثرانیہ نے اس پانی میں ہاتھ ڈالا یا نہیں ڈالا معلوم ہوا کہ اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔ تو اس سے حضرت عمرؓ کے اس دوسرے اثر سے ترجمہ کا دوسرا جزء الوضوء بفضل المرأة ثابت ہوا۔ کیونکہ اس میں کوئی تفصیل نہیں۔ نیز یہ بھی جائز ہے کہ وہ کسی مسلمان کے نکاح میں ہو اور اس نے حیض سے غسل کیا ہو تاکہ اس سے وطی حلال ہو سکے پس اس سے پانی بیج رہا ہو۔ اور اس بات کی دلیل بھی ہے کہ مسلمان عورت کے وضو کے چوہے ہوئے پانی سے وضو کرنا جائز ہے کیونکہ وہ نثرانیہ سے توبری نہیں ہے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بغیر تفصیل کے اہل کتاب کے پانی کو استعمال کرنا جائز ہے۔

باب الغسل والوضوء فی المخبض والقذح والخشب والحجارة الخ صفحہ ۳۲

ٹپ اور پیالے۔ لکڑی اور پتھر یا جو ٹپ اور پیالہ لکڑی اور پتھر سے بنے ہوئے ہیں ان میں سے غسل کرنا اور وضو کرنا جائز ہے۔ اس صورت میں والمخبض والحجارة میں واؤ خطف تفسیر کے لئے ہو گا اس باب کا فائدہ یہ ہے کہ سارے برتن زمین کی پیداوار ہیں پاک اور صاف ہیں غسل اور وضو دونوں جائز ہیں بجز طیکہ ان میں نجاست نہ ہو۔ البتہ پیتل کے برتن جو ہمارے زمانہ میں ہندوؤں کے لئے خاص تھے اور ان کی علامت ہیں۔ اس لئے ان کا استعمال مشابہت کی وجہ سے ممنوع ہو گا۔ کلمہ فی اس پر دال ہے کہ برتن اس متوضی وغیرہ کے فعل کے لئے ظروف ہوں گے۔ خواہ وہ غاسل ان میں بیٹھ کر غسل اور وضو کرے۔ جیسے آنحضرت نبی اکرم ﷺ نے کیا اپنی مرض کے زمانہ میں ایسا کیا۔ یا غسل اور وضو تو باہر ہو لیکن غسل کے قطرے اس میں پڑتے ہوں۔ تو یہ بھی ان میں سے ایک قسم کی

وضو ہے۔ کیونکہ جب آپ کسی حوض سے اس طرح وضو کریں کہ غسلہ کے قطرے اس میں گرتے ہوں۔ تو آپ کہہ سکتے ہیں کہ میں نے حوض میں وضو کیا۔ لیکن ٹپ اور پیالے سے وضو کرنا جب ہوگا جب کہ آپ اس سے پانی لیں اور بدن کے کسی عضو کو اس سے اس طرح دھوئیں کہ دوبارہ پانی برتن میں نہ جائے کیونکہ کلمہ من میں ابتداء کے معنی ملحوظ ہیں، تاہم میں انکا ترجمہ جس میں ہے باب الوضوء من التور اس پر یہ اشکال نہ ہوگا کہ جب ان برتنوں کی طہارت معلوم ہوگئی تو پھر تکرار ترجمہ کی کیا ضرورت تھی۔ تو دونوں ترجموں میں فرق ظاہر ہو گیا کہ پہلے ان برتنوں کا بیان تھا جن میں غسلہ کے قطرے گرتے تھے۔ تو یعنی چھاگل اور ٹھلیہ وہ برتن جس میں استعمال شدہ پانی واپس نہیں جاتا۔ اس لئے ترجمہ میں تکرار نہیں رہے گا۔ لیکن اس میں خوب غور فکر کی ضرورت ہے۔ کیونکہ روایات کے بعض الفاظ اس مقصد پر دلالت نہیں کرتے۔ کلمہ من ابتداء دوسرے باب میں ہے پہلے ترجمہ میں نہیں ہے وہاں فی مخصب ہے۔ اور اس تقریر سے یہ دوسرا اشکال بھی رفع ہو جائے گا۔ کہ حضرت انسؓ کی حدیث کو دونوں باب میں ذکر کیا گیا ہے۔ تو اس کی تاویل یہ ہوگی کہ پہلے باب میں تو اس اعتبار سے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک اس برتن میں ڈالا تھا اور دوسرے باب میں اس حیثیت سے ذکر ہوا کہ صحابہ کرامؓ نے اس برتن سے وضو کیا۔ اور حضرت ابو موسیٰؓ کی حدیث دونوں باب میں اس لئے دوبارہ لائی گئی کہ اس باب میں حدیث ابو موسیٰؓ میں وضو بالکل نہیں بلکہ پانی کا استعمال اعضاء وضو پر ہے۔ لیکن وضو کرنے کی نیت سے نہیں ہے تبرک کے لئے ہے۔

قوله كان عمي يكثر من الوضوء صفحہ ۳۳/۳۴ مقصد یہ ہے کہ ان کے چچا ہر نماز کے لئے الگ وضو کرتے تھے خواہ وہ نماز فرض ہو یا نفل ہو۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بغیر فصل نماز کے وہ وضو پر وضو کرتے تھے۔ اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہر حدث کے بعد وضو بنا لیتے تھے۔ کیونکہ ہمیشہ با وضو ہونا پسند کرتے تھے۔

قوله سأل عمر عن ذلك صفحہ ۳۳ حضرت عمرؓ کا سوال کرنا شاید اس لئے ہو کہ ان کو حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ کے قول پر اعتماد نہ ہو یا اس لئے کہ اس سے مزید اطمینان حاصل ہو جائے۔ یہ مقصد نہیں تھا کہ وہ خبر واحد کو قبول نہیں کرتے تھے۔ اس لئے کہ بخاری میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے ابن عمرؓ سے فرمایا جب حضرت سعدؓ نبی اکرم ﷺ سے کوئی بات روایت کریں تو پھر کسی دوسرے سے اس کے متعلق مت پوچھو۔ دوسرے خود حضرت ابن عمرؓ سے مسح علی الخفین کی روایات مرفوعہ مروی ہیں تو ممکن ہے پہلے ان کو علم نہ ہو بعد میں علم ہو گیا ہو تو روایت کرنے لگے۔

قوله ادخلتهما طاهرتين الخ صفحہ ۲۶/۳۳ اس سے معلوم ہوا کہ جواز مسح کے لئے موزے پہننے وقت حدث سے پاک ہونا ضروری ہے۔ پہننے وقت جواز مسح کے لئے کمال طہارت شرط نہیں ہے۔ شیخ گنگوہیؒ نے ایک اختلافی جزئیہ کی طرف اشارہ کیا ہے جس کی توضیح یہ ہے کہ خوارج اور شیعہ تو بالکل مسح علی الخفین کا انکار کرتے ہیں لیکن اہل سنت والجماعہ اس پر متفق ہیں کہ جب موزے کا طہارت پر پہننے جائیں تو ان پر مسح کرنا جائز ہے پھر ائمہ اربعہ میں ایک جزئیہ میں اختلاف ہو گیا۔ جس کی طرف شیخ گنگوہیؒ نے

اشارہ کیا ہے کہ اگر کسی شخص نے وضوء کی ترتیب میں عکس کرتے ہوئے پاؤں پہلے دھولے۔ موزے پہن کر پھر وضوء مکمل کیا۔ آئمہ خلافت فرماتے ہیں کہ ایسے شخص کے لئے مسح موزوں پر کرنا جائز نہیں ہے۔ علماء حنفیہ فرماتے ہیں کہ مسح جائز ہے۔ ترتیب وضوء میں واجب نہیں ہے۔

قوله فمضمض ومضمضنا صفحہ ۱۱۳۴ کئی مرتبہ گزر چکا ہے کہ باب درباب کا اضافہ وہاں ہوتا ہے جہاں کوئی مزید فائدہ ہو چونکہ روایت ایک مستقل مسئلہ پر مشتمل تھی۔ اس لئے باب درباب لائے۔ تو اب یہ اشکال نہیں ہو گا۔ اس باب میں حدیث میمونہؓ کو کیوں لائے جس میں بحری کے کندھے کے گوشت کا ذکر ہے۔ تو یہ ترجمہ کے مناسب نہ ہوئی۔ لیکن کہا جائے گا کہ اس باب سے ستو کھانے سے وضوء نہیں کرنا۔ البتہ اس سے کلی کرنا مستحب ہے۔ تو فائدہ جدیدہ یہ ہوا کہ ستو اور اسی طرح آگ کی پکی ہوئی چیز سے صرف کلی کرنا ہی کافی ہے۔ وضوء کی ضرورت نہیں ہے۔

باب الوضوء من النوم صفحہ ۱۳۴

امام بخاری نے اس ترجمہ سے دو مسئلے بیان کئے ہیں پہلا یہ ہے کہ نیند سے وضوء ہے اور دوسرا یہ کہ اونگھ سے وضوء نہیں ہے۔ دلیل یہ ہے کہ نیند میں غفلت کی وجہ سے ہوا کے خارج ہونے کی اطلاع نہیں ہوتی کیونکہ اونگھ میں معلوم نہیں رہتا کہ اس کے اندر سے کیا خارج ہوا ہے۔ تو جب سو جائے بطریق اولیٰ معلوم نہیں ہو گا کہ سرین سے کیا نکلا اس لئے نیند میں اونگھ سے زیادہ غفلت ہوتی ہے۔ امام اسحاق بن راہویہؒ کے نزدیک نیند ہر حال میں ناقض ہے۔ امام اوزاعیؒ کا مسلک اس سے بالکل برعکس ہے۔ کہ نیند کسی حال میں ناقض وضوء نہیں۔ تیسرا مسلک آئمہ اربعہ کا یہ ہے کہ نوم کثیر ناقض ہے۔ قلیل ناقض نہیں ہے پھر قلیل و کثیر کی تفسیر ہر ایک کے نزدیک الگ ہے۔ بہر حال باب کی دونوں روایتیں اس معنی پر واضح ہیں۔

باب الوضوء من غیر حدث صفحہ ۱۸۳۴

بغیر بے وضوء ہونے کے وضوء کرنا مستحب ہے واجب نہیں ہے۔ باب کی دونوں روایتوں میں سے پہلی روایت ترجمہ کے دونوں جزؤں پر دلالت کر رہی ہے۔ اور دوسری روایت محض دوسرے جزء پر دلالت ہے۔ امام بخاری نے اس ترجمہ سے عدم وجوب پر اجماع کی طرف اشارہ کیا ہے۔

باب اِذَا تَبَرَّزَ لِحَاجَتِهِ اَتَيْتَهُ بِمَاءٍ صفحہ ۶۳۵

ظاہر حدیث ترجمہ کے مطابق نہیں کیونکہ ترجمہ غسل البول کے بارے میں ہے حدیث سے غسل بوز معلوم ہوتا ہے۔ شیخ منگوہنی نے جواب دیا کہ قضاء حاجت کے لئے پانی لے جائے گا تو اس سے قبل دو دبر دونوں کو دھوئے گا یہ نہیں کہ صرف ایک کو دھوئے

تو اس سے بول کا حکم بھی معلوم ہو گیا۔ تو اس عموم سے امام بخاریؒ نے ثبوت غسل من البول پر استدلال کیا۔ اگرچہ اس کے دھونے کیلئے تھوڑا سا پانی لینا پڑے۔ اس مقام پر امام بخاریؒ نے مطلق کو علی الاطلاق نہیں رہنے دیا بلکہ اسے مقید پر محمول کر دیا حالانکہ یہ نہ ان کا مسلک ہے اور نہ ہی اس کتاب میں ان کی یہ عادت ہے کہ لا یتستر من البول بول مطلق کو خاص کر بول الناس پر محمول کیا ہے۔

ولنا روایات کثیرة اس سے شیخ گنگوہیؒ نے اختلاف ائمہ کی طرف اشارہ کیا۔ امام مالکؒ وغیر ہم جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کے پیشاب کو نجس کہتے ہیں۔ ائمہ ثلاثہ کا مسلک ہے تنزهو امن البول کہ پیشاب سے جو ہر ایک کا پیشاب نجس ہے حالانکہ استنزهو امن البول کا حکم خاص طور بحر یوں کے پیشاب کے بارے میں تھا۔

قوله باب صفحہ ۳۵

اس باب کی غرض بیان کرنے میں کئی اقوال ہیں۔ قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ پہلے باب میں بول انسان کے ساتھ مقید کیا تھا اس لفظ باب بلاترجمہ کے اضافہ سے مطلق بول کی طرف اشارہ کیا تو وہ ہر بول کو شامل ہو گا۔ پھر یہ وہم نہ کیا جائے کہ حکم نئی تو اپنے پیشاب کے ساتھ خاص تھا۔ تو اسکے غیر کو کیسے شامل ہو گا۔ خواہ وہ انسان ہی کیوں نہ ہو۔ اس لئے ایسے مواقع پر حکم کسی شخص کے ساتھ مخصوص نہیں ہوتا۔ بلکہ حکم عام ہوتا ہے۔ چنانچہ استنزهو امن البول کا حکم بھی عام ہے۔ (۲) شیخ المشیخؒ کی رائے ہے کہ اس جگہ لفظ باب کا اضافہ صحیح نہیں ہے۔ شیخ المنذہبیؒ کی رائے ہے کہ تمبیہ کرنا ہے کہ پیشاب عذاب قبر کا باعث بنتا ہے۔ حافظ کی رائے ہے کہ جب پیشاب اپنے محل سے دوسری جگہ پھیل جائے تو اس کا دھونا واجب ہے اس پر تمبیہ کرنا ہے۔ علامہ عینیؒ کی رائے ہے کہ اختلاف مسئلہ پر تمبیہ کرنا ہے کرمانیؒ کی رائے ہے کہ وجوب غسل البول پر تمبیہ کرنا ہے۔ اور مولانا زکریا کاندھلویؒ کے نزدیک وجوب الاستنجاء پر تمبیہ کرنا ہے امام بخاریؒ نے اپنے قول ولم یدکرو سوی بول الناس سے اس نئی مخصوص کی طرف اشارہ کیا ہے۔

باب تَرَكَ النَّبِيُّ ﷺ وَالنَّاسُ الْأَعْرَابِيَّ الخ صفحہ ۳۵

پیشاب کے بارے میں سخت احکام نازل ہوئے تھے۔ جن کا تقاضا تھا کہ جو کام دیرانی نے کیا کہ مسجد نبوی میں پیشاب کر دیا ایسے شخص پر سخت تشدد کیا جاتا۔ امام بخاریؒ نے اس کے لئے الگ باب منعقد کر کے اشارہ کیا کہ دیرانی کو پیشاب کرنے سے روکنے پر بہت سے مفسد کا سامنا کرنا پڑتا جو اس سے اکثر اور اشد تھے۔ مثلاً اگر اسے روکا جاتا تو ممکن ہے وہ ساری مسجد کو ناپاک کر دیتا۔ اور اس کے اپنے کپڑے بھی ناپاک ہوتے۔ یا اس کے مرض میں اضافہ کا باعث بنتا جو پیشاب روک دینے سے پیدا ہوتا پھر دوسرے باب صب الماء امام بخاریؒ لائے ہیں۔ اس کے بارے میں قطب گنگوہیؒ نے نو کوب درمی میں اور حاشیہ ابو داؤد میں لکھا ہے کہ پانی کا ڈول اس پیشاب پر اس لئے ڈالا گیا ایک تو اس وجہ سے کہ بدبو کا ازالہ ہو۔ دوسرے اگرچہ زمین خشک ہو جانے سے پاک ہو جاتی ہے پھر بھی لوگوں کے دفع و سولوس کے لئے پانی کا ڈول بہایا گیا۔ تیسرے جب پانی اس مقام پر بہا دیا گیا تو نجاست اس جگہ سے زائل ہو گئی۔ اب وہ جگہ نماز پڑھنے اور تیمم کرنے کے

لائق ہوگی۔ خشک ہونے سے محض نماز پڑھنے کے قابل ہوتی تیمم کے قابل نہ ہوتی۔ اور زمین کا جو پانی جمع ہوا ممکن ہے وہ مسجد سے باہر ہو جس کا نجس باقی رہنا کوئی مضر نہیں۔ یا اگر وہ ماء جاری کی حد تک پہنچ جائے تو پھر اس جگہ کی طہارت بھی بعید نہیں ہے۔

باب البول قائماً وقاعداً

امام بخاریؒ نے ترجمہ میں دو جزء بیان کئے لیکن ان میں سے ایک مسئلہ کے اثبات کے لئے حدیث لائے ہیں دوسرے کے لئے نہیں۔ دراصل امام بخاریؒ مسلک امام احمدؒ کی طرف مائل ہیں کیونکہ بول قائماً میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام احمدؒ اسے مطلقاً مباح فرماتے ہیں امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر چھینے اڑ کر بدن اور کپڑوں پر نہیں پڑتے پھر تو کوئی حرج نہیں ورنہ بول قائماً مکروہ ہے۔ عامۃ العلماء فرماتے ہیں کہ بول قائماً مکروہ ہے۔ کراہت بھی تنزیہی ہے تحریمی نہیں۔ الاعلندر مگر عذر کی وجہ سے کوئی کراہت نہیں۔ اور بول قاعداً تو قیاس سے ثابت ہے یا اس کی دلیل اس لئے ذکر نہیں کی کہ وہ متفق علیہ ہے۔

باب غسل الدم صفحہ ۳۶/۶

امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے یہ بیان کرنا ہے کہ اگرچہ خون نکلنے سے نقض وضوء میں ائمہ کا اختلاف ہے لیکن وہ اس کی نجاست پر متفق ہیں۔ باب کی پہلی روایت سے کپڑے سے خون دھونے کا حکم ثابت ہوتا ہے اور دوسری روایت سے اگر بدن کو خون لگا جائے تو بدن کو دھونا واجب ہے۔ ممکن ہے ترجمہ کی غرض ان لوگوں کے قول کو ترجیح دینا ہے۔ جو خون کے قلیل و کثیر کا فرق نہیں کرتے بلکہ مطلقاً خون سے دھونے کا حکم دیتے ہیں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خون کے بارے میں جو نضح کے الفاظ وارد ہیں ان کی شرح کرنا مقصود ہو کہ نضح سے غسل مراد ہے۔ جیسے بول صبیان میں علماء احناف نضح سے غسل مراد لیتے ہیں۔ چنانچہ پہلے حدیث نضح کو لائے بعد ازاں حدیث غسل کو لائے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے ترجمہ سے بتلانا ہو کہ خون کے لئے غسل ضروری ہے رگڑنا کافی نہیں۔ جیسے منی میں رگڑ دینے پر بھی اکتفا کیا جاتا ہے۔ ہمارے دو نوبوں باب متصل لائے ہیں تاکہ دونوں کے حکموں کے درمیان فرق ہو جائے۔

باب غسل المنی وفرکہ وما یصیب من المرأة صفحہ ۲۶/۱۲

اصل مسئلہ کے بارے میں قطب گنگوہیؒ کو کب درمی میں طویل بحث کر چکے ہیں کہ احناف کے نزدیک منی نجس ہے۔ اس کا قلیل معاف ہے۔ اور خشک منی کو رگڑنا کافی ہوگا۔ تر منی کے لئے غسل ضروری ہے۔ امام مالکؒ منی کو نجس کہتے ہیں لیکن تر اور خشک منی دونوں کے لئے غسل ضروری ہے۔ فرک جائز نہیں امام احمدؒ سے تین روایات ہیں ان میں سے ایک میں ہے کہ منی طاہر ہے۔ دوسری نجس کی ہے خون کی طرح قلیل معاف ہے۔ تیسری یہ ہے کہ قلیل بھی معاف نہیں البتہ رگڑنا دونوں کے لئے کافی ہوگا۔ خواہ تر ہو یا خشک ہو امام شافعیؒ سے بھی تین روایات ہیں۔ مشہور یہ ہے کہ منی طاہر ہے دوسری یہ ہے کہ مرد کی منی طاہر ہے عورت کی نہیں۔ تیسری روایت

یہ ہے کہ مرد اور عورت دونوں کی منی نجس ہے۔ ترجمہ کے تین اجزاء ہیں۔ ترجمہ کا پہلا جزء کہ منی کو دھونا واجب ہے وہ دونوں روایات کے الفاظ سے ثابت ہے۔ تیسرا جزء کہ عورت کی طرف سے مرد کو جو کچھ لگ جائے وہ جنابت کے لفظ سے ثابت ہے۔ کیونکہ جنابت مطلق ہے۔ چنانچہ رجل اور مرأة دونوں کو شامل ہے۔ ترجمہ کا دوسرا جزء فرک وہ قیاس سے ثابت ہے۔ کیونکہ جب نماز اس کپڑے میں جائز ہے جس میں منی کا کچھ اثر باقی ہو تو اس کپڑے میں بھی جائز ہوگی جس سے منی کو گزردیا گیا ہو اور اسے دھویا نہ گیا ہو۔ کیونکہ دونوں صورتوں میں میں نجاست کو تھوڑا کرنے کا مقصود حاصل ہے۔ وجہ یہ ہے کہ منی کے معاملہ میں اکثر لوگ جتلا ہوتے ہیں۔ اس لئے اس کا بالکل ازالہ واجب نہیں کیا گیا بلکہ نجس ہونے کے باوجود اس کا تھوڑا حصہ معاف کر دیا گیا ہے۔ اس تقریر سے ترجمہ کے تینوں اجزاء میں سے کوئی جزء بھی فوت نہ ہو گا۔ باقی شرح حضرات اثبات ترجمہ میں پریشان ہیں۔ شیخ گنگوہی نے دوسرے جزء کو قیاس سے ثابت کر کے بہت اچھا کارنامہ انجام دیا۔ نیز! امام بخاری نے اس باب میں منی کی روایات ذکر کی ہیں۔ اور آنے والے باب میں اکسال کی روایات لائے ہیں جس میں منی نہیں ہوتی۔ اس میں صرف فرج کی رتوت ہوتی ہے۔ جس کا حکم کتاب الغسل کی آخری حدیث عثمان میں بیان کیا ہے۔ اس صورت میں مؤلف پر تکرار ترجمہ کا اشکال بھی وارد نہیں ہوگا۔

قوله وان بقع الماء في ثوبه الخ بقع الماء سے مراد اس جگہ بقیہ منی ہے کیونکہ اس سے خشک منی کے رگڑ دینے کے جواز پر استدلال کیا ہے۔ اور اس پر بعد کا ترجمہ باب اذا غسل الجنابة او غيرها فلم يذهب اثره کی ضمیر منی کی طرف راجع ہے۔ بقع جمع بقعة کی ہے جس میں دو معنی کا احتمال ہے۔ ایک تو اس پانی کی تری جس سے کپڑا دھویا گیا ہے۔ دوسرے اثر چنانچہ جس کو پانی سے دھویا گیا ہے۔ اس صورت میں ضمیر اثر الجنابة کی طرف راجع ہوگی۔ اثر الماء کی طرف راجع نہیں ہوگی۔ کیونکہ دوسری روایت میں ہے كانت تغسل المنى سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ ضمیر اقرب کی طرف راجع ہے۔

باب ابوال ابل صفحہ ۳۶/۲۳

امام بخاری کی تبویب سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا میلان اونٹوں کے پیشاب کی طہارت کی طرف ہے جو امام مالک کے مسلک کے تو موافق ہے لیکن احناف اور شوافع اور جمہور علماء کے خلاف ہے۔ نیز! امام بخاری نے لفظ الدواب کے اضافہ سے اہل ظاہر کے مذہب کی موافقت کی ہے۔ جو تمام حیوانات کے پیشاب کو اونٹوں کے پیشاب پر قیاس کر کے ان کی طہارت کا حکم لگاتے ہیں۔ اس لئے وصلی ابو موسیٰ کہہ کر تمام حیوانات کے گوہر اور ان کے پیشاب کی طرف اشارہ کیا ہے احناف اور شوافع سب حیوانات کے گوہر کو نجس کہتے ہیں امام مالک جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کے گوہر ان کے پیشاب پر قیاس کرتے ہوئے طہارت کا قول کرتے ہیں۔

قوله والسرقيين المي مجنبه صفحہ ۳۶/۲۵ دار ایرید میں حضرت ابو موسیٰ اشعریٰ امیر کوفہ کے گندگی کے قریب نماز پڑھنے سے امام بخاری نے جانوروں کے گوہر اور پیشاب کے پاک ہونے پر اس طرح استدلال کیا کہ اگر یہ جگہ ناپاک ہوتی تو حضرت ابو موسیٰ

نماز نہ پڑھتے۔ امام حثاریؒ کے اس استدلال پر یہ اشکال تھا۔ اثر ابو موسیٰؓ سے گور کا پاک ہونا معلوم ہوتا ہے پیشاب کی پاکی کیسے ثابت ہوگی شیخ گنگوہیؒ اس کا جواب دیتے ہیں اور امام حثاریؒ کے استدلال کو پختہ کر رہے ہیں کہ ناممکن ہے کہ ایسی جگہ پر پیشاب نہ ہو۔ کیونکہ جانور جب پیشاب کرتا ہے تو اس کے چھینٹے اس جگہ اور اس کے کناروں میں پھیل جاتے ہیں۔ تو ضروری ہے کہ اس کا کچھ حصہ حضرت ابو موسیٰؓ کے قدموں کے نیچے ہو گا لہذا پیشاب اور گور دونوں کا پاک ہونا ثابت ہوا۔ جواب یہ ہے کہ اس میں یہ تصریح نہیں ہے۔ ان کا نماز پڑھنا اور کسی چیز پر نہیں تھا جائز ہے۔ کہ انہوں نے کسی پاک چیز پر نماز پڑھی ہو اس سے اہمنا و تم کا برابر ہونا صحیح ہو جائے گا۔ کیونکہ گور کی نجاست پر سب کا اتفاق ہے۔ تو یقیناً اس جگہ کوئی کپڑا اچھا کر نماز پڑھی ہوگی۔ لیکن یہ سبقت قلم ہے۔ کیونکہ امام مالکؒ اور امام حثاریؒ کے نزدیک حیوانات کا گور اور پیشاب دونوں پاک ہیں۔ دراصل اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابو موسیٰؓ نے ایسی جگہ نماز پڑھی جس کے قریب گندگی تھی۔ جس پر مقتدیوں نے اعتراض کیا کہ آپ دروازے کے پاس نماز پڑھ لیتے اس جگہ نہ پڑھتے۔ حضرت شیخ گنگوہیؒ نے قصہ عربین کو اس لئے پیش نہیں کیا کہ وہ کوکبؓ کی میں اس پر عث کر چکے ہیں۔

قوله فی موابض الغنم صفحہ ۷۵۳ بحریوں کے باڑے میں نماز پڑھنے سے مخالفین کا مدعی اس وقت ثابت ہوتا جب آپؐ نے بغیر حائل کے اس جگہ نماز پڑھی ہوتی۔ ممکن ہے جائے نماز اچھا کر نماز پڑھی ہو نیز! ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ زمین گندگی کے بعد سوک جانے سے پاک ہو جاتی ہے۔ اور عقل بھی اس کو قبول نہیں کرتی کہ جناب نبی اکرم ﷺ جیسا لطیف مزاج انسان ایسی جگہ نماز پڑھے جو جانوروں کے پیشاب سے تبرز ہو۔ نیز! آپ لوگ جو چھینٹوں کے پھیل جانے کا استدلال کرتے ہیں تو ہمارا جواب یہ ہے کہ زمین کی بہت چھینٹے جلدی خشک ہو جاتے ہیں۔ پہلی روایت یعنی اثر ابو موسیٰؓ میں بھی یہی جواب چل سکتا ہے۔

قوله ما یقع عن النجاسات فی السمن الماء صفحہ ۷۵۳ امام حثاریؒ کے اس کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا مسلک بھی امام مالکؒ کے مسلک پر ہے۔ کہ اگر پانی میں نجاست گر پڑے اس وقت تک پانی نجس نہیں ہو گا جب تک اس کی تین اوصاف میں سے کسی ایک میں تبدیلی نہ آئے۔ وہ رنگ ہو اور ذائقہ ہیں۔ خواہ پانی تھوڑا ہو یا بہت ہو۔ اس بارے میں امام حثاریؒ ایک اثر لائے ہیں اور حدیث بیان کی ہے۔ یہ مسئلہ مشہور اختلافی ہے۔ شیخ گنگوہیؒ نے اس کی تفصیل کو کب درمی میں بیان کر دی ہے۔ ظاہر یہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر نجاست غالب ہے تو پانی نجس ہو گا ورنہ نہیں۔ امام مالکؒ کا مسلک یہ ہے کہ جب تک تین اوصاف میں سے کسی وصف میں تغیر نہ ہو پانی وقوع نجاست سے نجس نہیں ہوتا۔ امام شافعیؒ قلتین کا اعتبار کرتے ہیں قلتین سے کم نجس ہو گا زیادہ نجس نہ ہو گا۔ پھر قلتین کی مقدار میں اختلاف ہے۔ احناف کا اصلی مسلک رائے المبطلی بہ کا اعتبار ہے۔ وہ درودہ اس کی لمیک صورت ہے۔ امام زہریؒ کا کلام امام مالکؒ کے مسلک پر ظاہر الدلالت ہے۔ حضرت حمادؒ جو حضرت امام ابو حنیفہؒ کے استاد ہیں ان کا ارشاد ہے کہ لا بأس یویش المیتة الخ تو ان کے کلام کا مطلب یہ ہے کہ کسی پرندے کا پر یا مردہ جانور کی ہڈی جب پانی میں گر جائے تو جب تک پانی میں تغیر نہ آئے پانی نجس نہیں ہو گا اور اسی طرح امام زہریؒ نے ہاتھی دانت کے بارے میں فرمایا ہے اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ محض کسی نجاست کا پانی سے مل جانا یہ نجاست کا

موجب نہیں جب تک اس کا غلبہ نہ ہو۔

امام حناریؒ کے استدلال کا خلاصہ یہ ہے کہ گھی اور پانی کا ایک حکم ہے۔ اگر گھی میں چوہا گر کر مر جائے تو گھی نجس نہیں ہوگا کیونکہ گھی کی کسی وصف میں تغیر نہیں آیا۔ مردہ پرندے کا پر جو نجس ہے بھول حماد اس کے گرنے سے پانی نجس نہیں ہوتا کیونکہ تغیر نہیں آیا ہاتھی دانت کی ہڈی نجس ہے جب تیل اس سے مل گیا تو وہ نجس ہوتا لیکن علماء اس کی پرواہ نہیں کرتے۔ معلوم ہوا کہ نجاست کا دارودہ اوتین اوصاف میں سے کسی ایک کے تغیر پر موقوف ہے۔ ان کا جواب یہ ہے کہ امام زہریؒ کا پہلا کلام ماکثیر میں ہے۔ مطلقاً کے بارے میں نہیں اس طرح حضرت حمادؒ کے کلام میں جو مردار کے پر کا ذکر ہے جب پر کے اوپر کی نجاست خشک ہو جائے تو وہ نجس نہیں۔ اس لئے کہ وہ ہڈی ہے۔ اسی طرح ہاتھی کا دانت ایک ہڈی ہے۔ ہڈی پاک ہے۔ اور یہی بال کا حکم ہے۔ تو اسی طرح امام زہریؒ کا تیسرا کلام اس سے بھی دلیل نہیں پکڑی جاسکتی۔ نیز! ان حضرات کے کلام کا اس لئے اعتبار نہیں کہ وہ آنحضرت ﷺ کی حدیث کے مخالف ہے۔ اور روایات جو امام حناریؒ باب کے تحت لائے ہیں ان کی مؤلف کے مقصد پر دلالت ظاہر ہے۔ کیونکہ ان کا مقصد یہ ہے کہ گھی نجس اس لئے نہیں ہوا کہ اس میں چوہے کے گرنے سے کسی وصف میں تغیر نہیں آیا۔ اسی طرح امت کا ستوری کے پاک ہونے پر اتفاق ہے۔ حالانکہ وہ دراصل خون ہے۔ تو معلوم ہوا کہ طہارت سے نجاست کی طرف تغیر یا نجاست سے طہارت کی طرف تغیر تغیر ذات کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اسی طرح اوصاف کے تغیر سے حکم متغیر ہوتا ہے۔ تو جب تک کسی وصف میں نجاست کے گرنے سے تغیر نہیں آئے گا طہارت سے نجاست کی طرف حکم متغیر نہیں ہوگا۔ ان سب کا جواب یہ ہے کہ حضرت امام اعظمؒ اور امام شافعیؒ پانی کی نجاست کا حکم دیتے ہیں۔ اگرچہ اوصاف میں سے کسی میں تغیر نہ آئے۔ کیونکہ وہ فرماتے ہیں تغیر صرف ان اوصاف میں منحصر نہیں ہے جن کا آپ لوگوں نے ذکر کیا بلکہ تغیر کبھی ایسی چیز کی وجہ سے بھی آجاتا ہے جن کا ادراک حواس خمسہ نہیں کر سکتے۔ بلکہ شارع علیہ السلام کے بتلانے سے اس کا علم ہوا پھر اس تحدید شارع میں دونوں مذاہب مختلف ہیں۔ شوافعؒ کے نزدیک قلتین کے بعد تغیر آتا ہے۔ احنافؒ کے نزدیک دائیہ منبلی بہ سے اس کی تعیین ہوتی ہے۔ بہر حال اس سے یہ ضرور معلوم ہوا کہ پانی تھوڑا ہو یا بہت اس میں نجاست کے وقوع سے مطلق تغیر مراد نہیں بلکہ اس کی تحدید ہے۔ کہ پانی وقوع نجاست سے نجس نہیں ہوگا۔ ماء قلیل نجس ہو جائے گا۔

باب اذالقى على ظهر المصلى قدر اوجيفة لم تقسد عليه صلوته صفحہ ۱۷۳

جب نمازی کی پیٹھ پر کوئی گندگی یا مردار ڈال دیا جائے تو اس سے اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔ حدیث باب کی دلالت ترجمہ پر غیر واضح ہے اس لئے کہ شاید آپ نے نماز لوٹائی ہو۔ اس مقام پر اس لئے نہیں لوٹائی کہ وہاں شیاطین سرکش قریش کا اجتماع تھا۔ رہے آثار کہ ابن عمرؓ نے اپنے کپڑے پر خون دیکھا اور مرد نماز پڑھتے رہے ممکن ہے کہ وہ خون قدر درہم سے کم ہو تو استدلال تام نہ ہو اور اسی طرح ابن المنیب اور شعبیؒ کے آثار ہیں کہ وہ خون اور جنابت کے علم ہو جانے کے بعد بھی نماز پڑھتے رہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ

اتنی مقدار ہو جو قابل معافی ہے تب بھی استدلال تام نہ ہو۔ کیونکہ علماء احناف کے نزدیک جو شخص نماز میں کسی نجاست پر مطلع ہو اور وہ مقدار درہم سے کم ہے تو اس کی نماز جائز ہے۔ البتہ حالت نماز میں تیمم والے نے پانی دیکھ لیا تو ہمارے اور ان دونوں حضرات کے درمیان اتفاق ہے کہ تیمم کی صورت میں اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر نماز میں معلوم ہو کہ استقبال قبلہ نہیں ہو تو نماز ہی میں صحیح سمت کی طرف پھر گھوم جانا چاہیے۔ یہی احناف اور شوافع کا قول ہے۔ یاد رہے کہ امام بخاری کے اس طرز سے یہ واضح ہوتا ہے کہ منیٰ ان کے نزدیک نجس ہے۔ ورنہ اس باب میں لانا صحیح نہ ہوتا۔ قطب گنگوہی نے جو آثار کی توجیہات بیان فرمائی ہیں مسلک حنفیہ کے مطابق ہیں۔ اور امام بخاری کا استدلال تب مکمل ہوتا ہے کہ ان میں سے کچھ مقدار معاف نہ ہو۔ اور دورانِ صلوة ان کا علم ہو جائے۔

قوله بسلا جز وربنی فلان صفحہ ۲۶۱۳۷ جناب نبی اکرم ﷺ نماز میں تھے کہ اشقی القوم نے وہ جھلی جس میں چہرہ ہوتا ہے۔ خون پیشاب اور گوبر سمیت آپ کی پیٹھ پر رکھ دیا جس کا آپ کو علم نہ ہو سکا کہ کوئی پاک چیز رکھی ہے یا نجس ہے۔ ممکن ہے وہ چیزیں رکھتے وقت سوکھ چکی ہوں۔ رہ گئی اوجھر کی نجاست۔ سجدے کی حالت میں آپ کی پیٹھ پر رکھی ہوئی چیز کا علم نہ ہو سکا۔ وہ جھلی جس میں چہرہ ہوتا ہے وہ ایک قسم کا پٹھ ہے جو نیا ذرا نجس ہے۔ محض اس کی طرف نظر کرتے ہوئے تو آپ کی نماز فاسد نہیں ہو سکتی۔ باقی اشیاء کا علم نہ ہونے کی وجہ سے آپ نے نماز جاری رکھی۔ علم ہو جانے کے بعد نماز کا اعادہ کر لیا اور روای نے اس کا ذکر نہیں کیا اور نماز کو لوٹانے کی تصریح پائی نہیں جاتی۔

قوله وانا انظر لا اغنی شیشا صفحہ ۲۷۱۳۷ حضرت ابن مسعودؓ قبیلہ ہذیل میں سے تھے جو قریش کا حلیف تھا باقی اشقیاء قریش میں سے تھے۔ نہ تو میں اکیلے ان کا مقابلہ کر سکتا تھا اور نہ ہی اپنی قوم کے ساتھ مل کر ان سے مقابلہ کر سکتا تھا۔ ہاں حضرت فاطمہؓ قریش میں سے تھیں جن کو وہ کچھ زک نہیں پہنچا سکتے تھے۔ اگر انہیں کوئی گزند پہنچتی تو دونوں گروہوں میں لڑائی چھڑ جاتی۔

قوله اذا دعا علیہم صفحہ ۲۷۱۳۸ قریش کو علم تھا کہ جناب محمد ﷺ کی دعا مستجاب ہوتی ہے۔ بالخصوص مکہ معظمہ میں وکانو یرون سے یہ بتلانا ہے کہ ان کا مقصود حصر کو ایک شق میں بند کرنا نہیں تھا۔ بلکہ ان کا اعتقاد تھا کہ آنحضرت ﷺ کی دعا بھی مقبول ہے۔ اور مکہ مکرمہ میں جو دعائیں مانگی جائے وہ بھی مقبول ہوتی ہے۔

قوله دلک بہا وجہہ صفحہ ۲۷۱۳۸ تھوک کو صحابی نے اپنے چہرہ پر مل لیا جس سے معلوم ہوا کہ تھوک پاک ہے کیونکہ نجس کا استعمال ناجائز ہوتا ہے اور ما تنخم سے دوسری حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جس کا معاملہ حدیبیہ میں پیش آیا۔ اس سے امام بخاری نے اشارہ کیا کہ اگر تھوک اور رینک پانی میں گر جائے تو وہ نجس نہیں ہوگا اس سے وضو کرنا جائز ہے۔

باب لا یجوز الوضوء بالنیذ ولا بالمسکر صفحہ ۲۷۱۳۸

امام بخاریؒ نبیز کو مسکر کے مقابلہ میں لائے ہیں۔ جس سے واضح کرنا ہے کہ نبیز سے وہ نوع مراد ہے جو نشے کی حد تک نہ پہنچی ہو۔ نبیز جو حد سکر کو پہنچ جائے اس سے بالاتفاق وضو جائز نہیں ہے۔ تیسرا قسم کھجور یا کشمش کو پانی میں ڈالا جائے اس میں نہ مٹھاس آجائے اور نہ ہی رقت دور ہو یعنی پتلا پن باقی ہو اس سے بالاتفاق وضو جائز ہے۔ اختلاف دوسرے قسم میں ہے جس میں مٹھاس تو آجائے لیکن اس کا پتلا پن زائل نہ ہو۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ اس سے وضو کو جائز فرماتے ہیں۔ حالانکہ یہ ماء مطلق نہیں رہا۔ امام اعظمؒ صاحب آیت سے اس کی تخصیص اس لئے کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ کی لیلۃ العجن والی روایت اس بارے میں اچھی ہے۔ تو اس خبر واحد سے کتاب اللہ کی تخصیص نہیں ہوگی۔ بلکہ آیت میں ماء طہور واقعہ ہوا۔ اس حدیث نے اس کی تفسیر کر دی۔ شیخ گنگوہیؒ نے کوکب دری میں اس مسئلہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے جو نبیز حد سکر کو پہنچ جائے اس سے بالاتفاق وضو کرنا جائز ہے۔ دوسری قسم کے جواز میں ائمہ ثلاثہ احنافؒ کی مخالفت کرتے ہیں۔ ایک چوتھی قسم ہے جس میں خود احنافؒ کے درمیان اختلاف ہے۔ امام بخاریؒ احنافؒ کے خلاف کوئی روایت نہیں لائے تابعین کے آثار ذکر فرمائے ہیں۔ حضرت حسن بصریؒ ابو العالیہؒ وغیرہ تابعین ہیں۔ جن کا اتباع امام اعظمؒ پر لازم نہیں ہے کیونکہ وہ بھی تو ان کی طرح تابعی ہیں ہم رجال ونحن رجال ترجمہ وہ بھی آدمی ہیں ہم بھی آدمی ہیں۔

حدیث باب ترجمہ کے ایک جزء پر دلالت کرتی ہے۔ وہ یہ کہ مسکر سے وضو کرنا حرام ہے۔ رہ گیا نبیز اس سے وضو کرنا اگر حد سکر تک پہنچ گیا ہے تو ظاہر ہے کہ اس سے وضو کرنا جائز ہے۔ اگر حد سکر تک نہیں پہنچا تو اس میں ایک قسم کا خفاء ہے یہی وجہ ہے کہ شرع کو مطابقت حدیث بالترجمہ میں اشکال پیش آیا کہ حدیث جو ثابت ہے وہ یہ کہ مسکر کا پینا حلال نہیں اور نہ ہی اس سے وضو جائز ہے۔ اور جو نبیز مسکر نہیں وہ باقی رہ گیا۔ شاید امام بخاریؒ کی اس جگہ مسکر لفظ لانے سے اور باب میں اس روایت کے لانے سے جو مسکر کا حکم بیان کرنے والی ہے۔ نبیز کے دو معنی میں سے ایک کی تعیین کرنا ہو پھر تو احنافؒ کے موافق ہے۔ کہ جس نبیز میں نشہ آجائے وہ جوش مارنے لگے اور جھاگ پھینکے اس سے وضو کرنا حرام ہے۔ اور جو ایسا نہیں اس سے وضو جائز ہے۔ تو امام بخاریؒ احنافؒ کے موافق ہو گئے۔

باب غسل المرأة اباحا الدم صفحہ ۱۱۳۸

عورت کا اپنے باپ سے خون کو دھونا۔ بظاہر اس ترجمہ کے انعقاد سے امام بخاریؒ کی غرض یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ اگر مس مرأۃ یعنی عورت کو ہاتھ لگانا ناقض وضو ہو تا تو نہ حضرت فاطمہؓ اپنے باپ کو ہاتھ لگاتیں اور نہ آپؐ اسے ہاتھ لگاتے۔ معلوم ہوا کہ دونوں جائز ہیں اور اس حدیث فاطمہؓ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر مس مرأۃ ناقض ہے تو اس چھونے سے مس مرأۃ کی حرمت لازم نہیں آتی اور نہ ہی اس کی کراہت لازم آتی ہے اور ممکن ہے اس باب سے امام شافعیؒ پر تعریض کرنا ہو جو فرماتے ہیں کہ مس مرأۃ سے طہارت چلی جاتی ہے وہ اس طرح کہ حضرت فاطمہؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ کا زخم دھویا اور یہ ثابت نہیں ہے کہ آپؐ نے دوبارہ وضو کیا ہو۔ نیز اگر مس مرأۃ ناقض ہوتا تو جناب رسول اللہ ﷺ کو ان کے مس کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی اس لئے ایسے بہت سے لوگ موجود تھے جن کے مس کرنے سے وہ انتقاض وضو لازم نہیں آتا جو عورت کے مس کرنے سے لازم آتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ ہمیشہ

وضو کے ساتھ رہنا پسند کرتے تھے جو محتاج بیان نہیں ہے۔ یہ شوافعؒ پر ہمارا الزام ہے۔ ورنہ ہمارے احنافؒ کے نزدیک تو خون بہنے سے آنحضرت ﷺ کی طہارت زائل ہو گئی۔ اور حضرت ابو العالیہؓ کے اثر کو بھی انہیں دو جہوں پر حمل کیا جاسکتا ہے۔ دلیل یہ ہے کہ ابو العالیہؓ کی روایت میں اَمْسَحُوْا کا امر ہے جو صیغہ عموم کے ساتھ ہے کسی کی تخصیص نہیں۔ تو یہ امر عورتوں اور مردوں دونوں کو شامل ہے اگر مس مرآة ناقض ہو تا یا ممنوع ہو تا تو آپؐ عورتوں کو روک دیتے معلوم ہوا کہ مس مرآة ناقض وضوء نہیں ہے۔ اسی طرح مس ذکر بھی ناقض نہیں رہتا۔ امام بخاریؒ نے ان کا ترجمہ نہیں باندھا اس اثر کی باب سے مناسبت ظاہر ہے کہ ازالہ نجاست دوسرے کے ہاتھ سے جائز ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصّٰوَابِ۔

كِتَابُ الْغُسْلِ

آیت کریمہ میں فَاَطَهَّرُوْا کا صیغہ مبالغہ کا ہے جس کا مصداق غسل ہی ہو سکتا ہے۔

قولہ دخلت انا اخو عائشة الخ صفحہ ۱۲/۳۹ شاید ابو سلمہ ان دنوں چھوٹے ہوں اس لیے حضرت عائشہؓ کے پاس حاضر ہوئے یا ان کے رضاعی بھائی ہیں تب بھی داخل ہونا جائز ہوا۔ بیننا و بینہا حجاب حجاب سے بالکل ستر مراد نہیں ہے۔ ورنہ ان کی موجودگی میں غسل کرنا کیسے ثابت ہو گا۔ بلکہ حجاب سے ننگ کی مقدار کو چھپانے والا حصہ مراد ہے۔ گویا کہ انہوں نے حضرت عائشہؓ کا وہ حصہ دیکھا جس کو محرم دیکھ سکتا ہے۔ جیسے سر وغیرہ بدن کا وہ اوپر کا حصہ جس کو محرم دیکھ سکتا ہے۔ اور بدن کا نچلا حصہ جس کی طرف محرم کو بھی دیکھنا جائز ہے وہ حصہ انہوں نے چھپا رکھا تھا حضرت عائشہؓ کا یہ فعل دلیل ہے کہ تعلیم فعلی مستحب ہے۔ ان حضرات کا سوال کیفیت اور کیت سے تھا کیفیت تو پانی بہانے سے بتلائی اور ایک صاع پانی پر اکتفاء کر کے کیت بتلائی۔

قولہ الصحيح مارواه ابو نعيم صفحہ ۱۱/۳۹ مقصد یہ ہے کہ ابن عباسؓ کی ایسے امور میں اکثر روایات ان کی

حضرت میمونہؓ سے ہو کر تھی ہیں۔ بعض نے اس مقام پر حضرت عائشہؓ کے نام کا اضافہ کیا ہے جو صحیح نہیں۔ کیونکہ حضرت ابن عباسؓ بہت سے صحابہ کرام اور حضرت میمونہؓ کے علاوہ باقی ازواج مطہرات سے بھی روایت کرتے ہیں۔ شاید یہ روایت حضرت میمونہؓ کے علاوہ کسی اور ملی سے مروی ہو۔ بہر حال اس صورت میں حدیث مسانید میمونہؓ سے ہوگی۔ اور پہلی صورت میں مسانید ابن عباسؓ میں سے ہے۔

قوله يعرض بالحسن صفحہ ۲۱/۳۹ یہ مقولہ ابو جعفر کا ہے۔ اور یرض کا فاعل جاہل ہے۔ ابو جعفر سے امام باقر محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب مراد ہے۔ اور حسن سے حسن بن محمد بن الخلیفہ مراد ہے۔ بہر حال حسن بن محمد دونوں مسئلوں میں حضرت جاہل سے جھگڑا کرنے والے ہیں۔

باب من بدء بالحلاب والطيب قبل الغسل صفحہ ۲۶/۳۹

امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے یہ ہے کہ غسل سے پہلے خوشبو کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ اگرچہ جناب نبی اکرم ﷺ سے غسل سے پہلے خوشبو کا استعمال ثابت ہے۔ یہ اس لئے کرتے تھے تاکہ خوشبو کا اثر سارے جسم کے اطراف میں پھیل جائے۔ ترجمہ کا حاصل یہ ہوا۔ ان ہذا باب یذکر فیہ جواز الابتداء بالحلاب من غیر ان يتقدمه طيب گویا کہ خوشبو سے غسل کی ابتدا کرنا اور نہ کرنا دونوں جائز ہیں۔ جب روایت میں ابتداء بالحلاب کا ذکر آگیا تو اس سے معلوم ہوا کہ خوشبو کو چھوڑ دینا جائز ہے۔ ابتداء غسل میں خوشبو کا استعمال کرنا واجب نہیں ہے۔ اگرچہ اس روایت کے علاوہ دوسری روایت میں وارد ہونے کی وجہ سے ابتداء بالطیب جائز ہے خوب غور کرو یہ مسئلہ معرکہ الآراء ہے۔ مشائخ اور شرح امام بخاریؒ کی مراد بیان کرنے میں بڑی مشکل میں ہیں۔ بعض حضرات نے حلاب دودھ دہنے والا برتن کی بجائے ایک قسم کی خوشبو مراد لی ہے۔ اور بعض نے اور معنی مراد لئے ہیں۔ فیض الباری میں ہے کہ حلاب سے دودھ والا برتن مراد ہے۔ جس میں دودھ کی چکناٹ باقی رہ گئی ہو۔ تو امام بخاریؒ اس باب سے اشارہ کر رہے ہیں کہ اگر برتن میں دودھ کی بو اور رنگ رہ جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اسی طرح خوشبو کا اثر بعد از غسل رہ جائے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

باب المضمضة والاستنشاق صفحہ ۱/۴۰

کلی کرنا اور ناک میں پانی دینا دونوں حدیث سے ثابت ہیں۔ بعض ان کے وجوب کے قائل ہیں جیسے احنافؒ اور بعض اس کے سنت ہونے کے قائل ہیں جیسے امام مالکؒ اور امام شافعیؒ و ضو اور غسل دونوں میں سنت کہتے ہیں۔ احنافؒ وضو میں سنت اور غسل میں واجب کہتے ہیں۔

باب المسح بالتراب صفحہ ۶/۴۰

علماء احنافؒ کے نزدیک مخرج کی طہارت اور ہاتھ کی طہارت کے بارے میں اختلاف ہے۔ جب کہ جرم نجاست زائل ہو جانے کے بعد

ہاتھ میں کچھ بدبو رہ جائے تو بعض نے کہا ہاتھ پاک ہے۔ اور بعض نے کہا جب تک نجاست کا اثر زائل نہ ہو ہاتھ ناپاک رہے گا۔ امام بخاریؒ نے ترجمہ سے اس اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس بات کو راجح قرار دیا ہے کہ زمین پر ہاتھ کا ملنا تطہیر کیلئے نہیں بلکہ تنظیف کے لئے ہے۔ اور شیخ گنگوہیؒ نے کوکب دری میں اسی طرح اشارہ کیا ہے فرماتے ہیں۔ هذا الدلك للمبالغة في التنظيف

باب هل يدخل الجنب يده في الاثناء قبل ان يغسلها صفحہ ۸/۴۰

کیا جنبی آدمی ہاتھ کو دھونے سے پہلے اسے برتن میں ڈال سکتا ہے۔ امام بخاریؒ کا جواب یہ ہے کہ ہاں ایسا کرنا اس کے لئے جائز ہے۔ اگرچہ اولیٰ اور افضل یہ ہے کہ ان کو دھولے۔ روایات اور آثار دونوں امور کے جواز پر دلالت کرتے ہیں جس کی طرف امام بخاریؒ نے اشارہ کیا ہے۔ اس سے غرض ماء مستعمل کی طہارت اور طہوریت کو ثابت کرنا ہے۔ لیکن اس سے پہلے معلوم ہو جائے ماء مستعمل اس وقت بتا ہے جب پانی کسی عبادت کے لئے استعمال کیا جائے۔ یا حدث کے ازالہ کے لئے استعمال ہو۔ جمہور کے نزدیک ابھی اس کا تحقق نہیں ہوا اور امام بخاریؒ کے استدلال کا دارومدار اس پر ہے کہ وہ اس پانی کے درمیان فرق نہیں کرتے جواز الہ حدث کے لئے استعمال ہو یا اس کے بغیر کسی اور مقصد کے لئے استعمال ہو۔ اور نہ ہی طاہر اور طہور کے درمیان فرق کرتے ہیں۔ دراصل امام بخاریؒ ہاتھ کو دھونے سے پہلے برتن میں داخل کرنے کے جواز کو بیان کر کے ان لوگوں کا رد کرنا چاہتے ہیں جن کے نزدیک ہاتھ داخل کرنے سے باقی پانی نجس ہو جاتا ہے اور حضرت عائشہؓ کی روایت میں جو تُخْتَلِفُ أَيُّدُنَا کے الفاظ ہیں اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ ہم ہاتھوں کو پہلے دھوتے تھے یا نہیں دھوتے تھے۔ اسی طرح ابو الولید کی تیسری اور چوتھی روایت جس میں ہے کہ ہم ایک ہی برتن سے غسل جنابہ کرتے تھے۔ اس میں بھی ہاتھوں کو پہلے دھونے کا ذکر نہیں ہے۔ البتہ ان کے درمیان جو روایت ہے اس سے معلوم ہوتا ہے ہاتھ کو پہلے دھونا مستحب ہے۔ اور جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اس میں ادنیٰ غور و فکر سے مخالفت کے دلائل کے جوابات حاصل ہو جاتے ہیں۔ مؤلفؒ کے استدلال میں غور کرنے سے بھی جواب مل جاتا ہے کہ دونوں امر جائز ہیں۔

باب من افرغ يمينه على شماله صفحہ ۱۸/۴۰

اس ترجمہ سے امام بخاریؒ اس مشوربات کا رد کرنا چاہتے ہیں کہ غسل سے پہلے استنجاء کرتے وقت دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالنا یہ عورتوں کا شیوہ ہے۔ روایت باب اگرچہ اس کے جواز پر دال ہے کہ جب شرمگاہ کو دھونے کا ارادہ کرے تو دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالے۔ تو یہاں مطلق مقید کے ضمن میں ثابت ہوا۔ بہر حال اگرچہ شرمگاہ دھونے کا ارادہ نہ بھی ہو پھر بھی اس سے اس فعل کا جواز واضح ہوا تو مقید سے مطلق کو ثابت کیا گیا۔ دراصل امام بخاریؒ نے ایک باریک مسئلہ پر تنبیہ فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ غسل فرج میں دو حکم ہیں ایک پانی ڈالنے کا دوسرا اعضاء کو دھونے کا اور یہ معلوم ہے کہ افعال شریفہ دائیں ہاتھ کے ساتھ شروع کئے جاتے ہیں تو امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمائی کہ پانی کا ڈالنا اعضاء کو ملنے سے اشرف ہے۔ لہذا اصب الماء دائیں ہاتھ کا وظیفہ ہوگا۔ اور ذلك الاعضاء بائیں کا فریضہ ہوا

نیز! ترجمہ سے صب الماء باليمين على اليسرى کی ترجیح پر تنبیہ فرمائی کہ دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالنا افضل ہے

باب تفریق الغسل والوضوء صفحہ ۲۳/۴۰

بعض حضرات جیسے امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ وضو اور غسل میں تسلسل مستحب ہے۔ امام احمدؒ اس کے وجوب کے قائل ہیں ان میں تفریق نہ ہونی چاہیے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک تفریق جائز ہے۔ تسلسل ضروری نہیں۔ تو امام بخاریؒ نے اس باب سے ان حضرات پر رد کیا جو موالات اور تسلسل کی فرضیت کے قائل ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ کے فعل سے ثابت کیا کہ ارکان غسل میں باہمی تفریق جائز ہے۔

قوله ثم تنحى من مقامه صفحہ ۲۶/۴۰ شاید کوئی مٹی و کچھڑ لگ گیا ہو اس کے ازالہ کے لئے دوسری مرتبہ پانی طلب کیا یا اور کوئی امور انجام دیئے۔ حالانکہ تھوڑی سی تفریق وجوب موالات کے منافی نہیں ہے۔ پس اگر موالات واجب ہوتی تو اس مکان سے الگ ہونے سے پہلے اپنے دونوں پاؤں کو دھو لیتے۔ پھر اگر چاہتے تو کچھڑ وغیرہ کے دور کرنے کے لئے دوسری مرتبہ انہیں دھو لیتے۔ اگر چاہتے تو گارے کو دور کرنے کے لئے پاؤں کو کسی چیز کے ساتھ مل دینے پر کفایت کرتے۔ بہر حال ثم تنحى میں لفظ ثم بھی تراخی پر دال ہے۔ اور یہ لفظ وضو اور غسل دونوں میں موجود ہے۔ لہذا دو اجزاء ترجمہ ثابت ہوئے۔ توجہ وضو میں تفریق کا جو اثبات ہوا تو غسل میں بطریق اولیٰ ثابت ہوگا۔

قوله كما في انظر الي وبیض صفحہ ۱۱/۴۰ پہلی روایت میں اسکی تصریح نہیں تھی۔ دوسری روایت میں یہ الفاظ اسلئے زائد کئے تاکہ بیان ہو جائے کہ خوشبو چھیننے والی تھی۔

قوله كنت اغتسل انا الخ صفحہ ۱۳/۴۱ حضرت عائشہؓ اس قول سے ظاہر کرنا چاہتی ہیں کہ وہ اس قصہ کو خوب جانتی ہیں کیونکہ وہ آنحضرت ﷺ کے پاس موجود تھیں۔ امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے ایک اختلافی مشہور مسئلہ کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ آئمہ ثلاثہ کے نزدیک غسل جنابت اور غسل حیض دونوں برابر ہیں۔ مخالف امام احمدؒ کے ان کے نزدیک غسل حیض میں مینڈھیوں کا کھولنا واجب ہے غسل جنابت میں واجب نہیں۔ امام بخاریؒ کامیلان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ حنیفہؒ پر رد کرنا ہو۔ کہ وہ غسل کے وقت مرد کے لئے بال کھولنا ضروری قرار دیتے ہیں عورتوں کے لئے ضروری نہیں ہے۔ حالانکہ ابو داؤد کی روایت احناف کیلئے نص صریح ہے۔

باب اذا ذكر في المسجد انه جنب صفحہ ۲۵/۴۱

یعنی جب کسی کو مسجد میں داخل ہونے کے بعد یاد آئے کہ وہ جنبی ہے تو کیا اسے تیمم کرنا ضروری ہے یا نہیں۔ تو شاید امام بخاریؒ کی مراد

اس ترجمہ سے یہ ثابت کرنا ہو کہ اگرچہ مسجد سے نکلنے کے لئے تیمم کر لینا مستحب ہے جیسا کہ احناف کے ہاں مشہور ہے لیکن واجب نہیں ہے کیونکہ جناب نبی اکرم ﷺ نے مسجد سے نکلنے کے لئے تیمم نہیں کیا اگر اس ترجمہ سے احناف پر رد کرنا مقصود ہو جو اسے مستحب کہتے ہیں تو یہ صحیح نہیں۔ اس لئے کہ حدیث سے جناب نبی اکرم ﷺ اور حضرت علیؓ کے لئے تو جنبی حالت میں مسجد سے نکلنا گذرنا اور داخل ہونا ایک حدیث سے جائز ثابت ہوتا ہے۔ ترمذی میں ابو سعید خدریؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا لا یحل لاحد ان یطرق هذا المسجد جنباً غیری وغیرک ترجمہ۔ یعنی میرے اور تیرے سوا اور کسی کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ جنابت کی حالت میں اس مسجد کو راستہ بنائے۔ توجو لوگ ان حضرات کے مرتبہ کے نہیں ان کو ان دو پر کیسے قیاس کیا جاسکتا ہے۔

باب من اغتسل عریاً واحده صفحہ ۱۴۲/۱

جو شخص اکیلے ہو کر ننگا نہائے۔ اس ترجمہ سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ اگرچہ اکیلے آدمی کے لئے بھی پردہ کرنا عند الغسل افضل ہے جب کہ اس پر دلیل دال ہے۔ کہ ان اللہ حتیٰ یتبوا اللہ تعالیٰ حیاء دار اور پردہ پوش یا پردہ پسند ہیں۔ اور تستور یعنی پردہ اس وقت افضل ہے جب کہ کسی کے جھانکنے کا خطرہ ہو۔ اگر اس سے بے خونی ہو جیسا کہ غسل خانہ میں تو پھر پردہ نہ کرنا جائز ہے تو یہ حکم اس حکم کے خلاف نہیں ہو گا جو ہمارے علماء کے درمیان مشہور ہے۔ ہمارے مشائخ میں اختلاف ہے کہ آیا جناب نبی اکرم ﷺ نے چادر باندھ کر غسل کیا ہے یا نہیں۔ شیخ گنگوہی کا میلان بھی اسی طرف ہے کہ آنحضرت ﷺ بغیر ساتر کے غسل نہیں کرتے تھے۔

قولہ ثوبی یا حجور صفحہ ۱۴۲/۵ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پتھر نے حیوانات کے کام شروع کر دیئے کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے کپڑے لے کر بھاگا۔ اور بنی اسرائیل کی ایک مجلس کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر ایسی زندگی رکھ دی ہے جو حیوانات اور جمادات سے بڑھ کر ہے تو اس کو خطاب کرنا پکارنا صحیح ہوا۔ اس لئے موسیٰ علیہ السلام کی مار کے نشانات اس کے جسم میں پڑ گئے۔

ومن هذه صفحہ ۱۴۲/۱۲ شاید ابھی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نماز شروع نہ کیا۔ اور اپنے کپڑے پورے طور پر نہ اتارے ہوں۔ یا غسل سے فارغ ہو کر کپڑے پہن لئے اس لئے گفتگو شروع کر دی۔

قولہ یحتجم الجنب ویقلم الخ صفحہ ۱۴۲/۲۲ یعنی آدمی بچنے لگوا سکتا ہے اور ناخن کاٹ سکتا ہے۔ اس باب سے امام بخاریؒ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ جنبی آدمی پر جلدی غسل کرنا واجب نہیں ہے۔ حضرت عطاء کے قول کے مطابق ان امور میں اس کا مشغول ہونا جائز ہے۔ جب غسل میں تاخیر کرنا جائز ہو تو بازارد وغیرہ کی طرف جانا بھی جائز ہوا۔ کیونکہ پھر بازارد وغیرہ حکم میں برآمد ہیں۔ اس لئے کہ ایک کے جواز ثابت کرنے سے دوسرے کا جواز ثابت ہو جائے گا۔ یا یوں کہا جائے کہ جب مطلق ثابت ہے تو اس کا جواز جس فرد میں چاہے ثابت ہو جائے گا۔ توجو بازارد وغیر بازارد ثابت ہوا۔

باب اذالتقی الحثاقان صفحہ ۵۴۳

اس پر اجماع ائمہ ہے کہ محض دو شرمگاہوں کا ملنا و جوہ غسل کے لئے کافی نہیں بلکہ ایک کا دوسرے میں داخل کرنا ضروری ہے۔ تو التقاء ختانین ایلاج سے کننا یہ ہوا۔ یہ مسئلہ صحابہ کرامؓ میں مشہور رہا ہے۔ ابتداء میں کچھ لوگ اس کے قائل تھے کہ جب تک منی کا انزال نہ ہو غسل واجب نہیں۔ الماء من الماء لیکن بعد میں امت کا اجماع ہو گیا کہ محض ایلاج سے ہی غسل واجب ہو جائے گا۔ انزال کبھی مخفی رہتا ہے۔ لیکن مشکل معاملہ امام بخاریؒ کا ہے۔ جو اس میں اختلاف کرتے ہیں کہ ایلاج سے غسل کرنا مستحب ہے۔ دراصل امام بخاریؒ نے ترجمہ تو التقاء ختانین کا باندھا اور جو حدیث اس کے تحت لائے ہیں اس سے ایجاب غسل معلوم ہوتا ہے۔ حدیث اکسال کو اس جگہ ذکر نہیں کیا کہ جو شخص انزال سے پہلے آئہ تناسل کو نکال لے۔ اور جب حدیث اکسال کا ذکر کیا تو اس پر ترجمہ باندھا کہ شرمگاہ کی رتوت کو دھونا ضروری ہے۔ اور امام بخاریؒ کا الغسل احوط کہنا دونوں احادیث کے تعارض کی وجہ سے ہے۔ یعنی دین میں احتیاط برتنا ضروری ہے۔ تو یہی امام بخاریؒ کی شان کے لائق ہے تاکہ اجماع کی مخالفت لازم نہ آئے۔ تو قولہ احوط کے معنی یہ ہوں گے اس صورت میں غسل واجب کرنا احتیاط کی وجہ سے ہے جیسے نیند میں احتیاطاً وضوء واجب ہے۔

وقوله هذا اجود واوكد صفحہ ۷۴۳ ہذا کا اشارہ وجوب کی طرف ہے اور دوسرا حکم الماء من الماء کا منسوخ ہے جو معمول بہ نہیں رہا۔ کیونکہ ائمہ حدیث کے نزدیک الفعل التفضیل کا صیغہ اثر توکید اور تشدید کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ ماخذ اشتقاق کی دوسرے پر زیادتی مراد نہیں ہوتی۔ پس الاخر اور مفضل علیہ بہر اور زیادہ مؤکد نہ ہو گا۔ اور جو لوگ اکسال کی صورت میں وضو کی روایت نقل کرتے ہیں کہ اس میں یہ صراحت نہیں کہ ان حضرات کا مذہب یہی ہے۔ کیونکہ احتمال ہے کہ یہ ان کی پہلی روایت ہو۔ اور بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا ہو۔ اور اس طرح کے احکام بہت ہیں۔ اس لئے راوی حضرات بسا اوقات احکام منسوخہ کو روایت کر دیتے ہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ عدم ایجاب غسل ان کا مذہب ہو۔ جب ان کو شیخ کا حکم پہنچا تو انہوں نے اپنے مذہب سے رجوع کر لیا اور اسے چھوڑ دیا تو ذلك الاخر موصوف صفت مل کر مبتدا ہوا انما بیناہ اس کی خبر ہوگی یہ نہیں ذلك مبتداء اور باقی اس کی خبر ہو۔

كِتَابُ الْحَيْضِ

امام بخاریؒ نے کثرت ابواب کی وجہ سے کتاب الحيض کا ترجمہ قائم کیا اور کتاب میں استحاضہ اور نفاس کو جمعاً ذکر کیا۔

وقال بعضهم ارسل صفحہ ۱۷۴۳/۱ ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حیض کی ابتدا حضرت حواء سے ہوئی۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی عورتوں پر بطور عذاب کے بھیجا امام بخاری کا یہ قول کہ قول النبی اکثر یعنی نبی اکرم ﷺ کا قول بنات آدم اور بنات اسرائیل کو شامل ہے۔ شیخ کنکوینی فرماتے ہیں کہ دونوں کو جمع کرنے کی ایک یہ صورت بھی ممکن ہے کہ مطلق حیض کی ابتدا تو حضرت حوا اور ان کے بعد آنے والی عورتوں سے ہوئی ہو۔ لیکن اس کی کثرت و اسرائیل سے ہوئی ہو۔ جیسا کہ لفظ ارسل اس پر دلالت کرتا ہے۔

قوله هذا امر كتبه الله علي بنات آدم صفحہ ۲۰۴۳/۲ امام بخاری اس روایت کو اس لئے لائے ہیں کہ بنات آدم کا کلمہ ثابت کرنا ہے اس اور کوئی مقصد نہیں۔ جس سے بتانا ہے کہ حیض کا وجود کسی زمانہ کے ساتھ مختص نہیں ہے۔ کہ ایک زمانہ میں ہو اور دوسرے میں نہ ہو جب سے بنات آدم کا وجود ہے حیض کا وجود بھی ہے۔ ترجمہ کی غرض یہ ہے کہ احرام کے وقت حائضہ کو بھی نفاذت کیلئے غسل کرنے کا حکم ہے۔

ترجمہ۔ حیض والی عورت اپنے خاوند کا سر دھو سکتی ہے۔

قوله باب غسل الحائض
رأس زوجها صفحہ ۲۰۴۳/۲

امام بخاری اس ترجمہ کو اس وجہ سے دفع کرنے کے لئے لائے ہیں کہ اس نجاست حمیہ کی وجہ سے حائضہ سے مصاحبہ اور مخاطبہ حرام نہیں۔ جیسے کہ یہود کا گمان تھا۔ اور وہ ایسے کرتے تھے کہ حائضہ کو الگ ایک کونٹری میں بند کر دیتے تھے اس کے ساتھ کھانا پینا اٹھنا بیٹھنا سب حرام تھا۔ اسلام میں حائضہ سے جماع کرنا حرام باقی سب جائز ہے۔ مصاحبہ کی نسبت جائز ہے۔ آپ کا ارشاد لَيْسَتْ حَيْضَتُكَ فِي يَدِكَ کہ تیرے ہاتھ میں حیض نہیں ہے۔ آپ مجھے مسجد سے چٹائی اٹھا کر دے سکتی ہیں۔ مسجد میں داخل نہیں ہو سکتیں۔ یہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا تھا۔

ترجمہ۔ آدمی اپنی حائضہ بیوی کی گود میں قرآن مجید پڑھ سکتا ہے۔

باب قراءة الرجل في
حجر امرأته صفحہ ۲۷۴۳/۲

حضرت ابوداؤدؒ اپنے خادم کو قرآن مجید کا نسخہ دے کر حضرت عائشہؓ کے پاس بھیجے تھے جس کو وہ غلاف سے پکڑ لیتی تھیں اس اثر سے ترجمہ کی تائید ظاہر ہے۔ کہ جب حائضہ نقش قرآن کی مقارنت کر سکتی ہے تو الفاظ قرآن کی نزدیکی اس کے لئے جائز ہوگی گویا کہ نقش اور الفاظ دونوں قابل احرام ہیں۔ جب ابوداؤدؒ کے اثر سے حائضہ کے لئے نقش قرآن کی نزدیکی ثابت ہوئی تو حائضہ کی جمولی میں قرآن کا پڑھنا بھی جائز ثابت ہوا۔ اگرچہ اس میں حائضہ کو الفاظ قرآن کے ساتھ ایک قسم کی نزدیکی ثابت ہے۔ صاحب توضیح فرماتے ہیں کہ

اس باب سے حائضہ کا قرآن اٹھانا جائز ثابت کرنا ہے۔ کیونکہ حضرت عائشہؓ حائض تھیں۔ ان کے کپڑے بمنزلہ علاقہ کے ہو گئے۔ اور شارع علیہ السلام بمنزلہ مصحف کے ہوئے۔ قرآن آپ کے سینہ میں تھا اور آپ اس کے حامل تھے۔ تو حضرت عائشہؓ بھی اس طرح قرآن کی حامل ہو گئیں۔ ایک اختلافی مسئلہ کو بیان کیا ہے۔

باب من سمي النفاس حیضا صفحہ ۲۴۴

اس باب سے امام حناریؒ کی غرض یہ بتلانا ہے۔ کہ حیض اور نفاس دونوں خون ہیں جو بچہ دانی سے نکلنے ہیں۔ تو اس اشتراک مطلق کی وجہ سے نفاس کا اطلاق حیض پر اور حیض کا نفاس پر جائز ہوگا۔ اس باب سے غرض اسی صفت میں اشتراک کو بتلانا ہے۔ یہ اطلاق دونوں کے جمیع احکام میں اشتراک کو مقتضی نہیں ہے بلکہ ہر ایک کے احکام مختصہ ہیں البتہ احکام میں دونوں شریک ہیں۔ اور ہر ایک کے لئے اطلاق مجازی میں بھی اشتراک ہے۔ کہ ہر ایک کا دوسرے پر اطلاق مجازاً جائز ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ قولہ حیضا سمي کا مفعول اول ہو۔ والنفاس مفعول ثانی ہو۔ تو اس صورت میں روایت کی مطابقت ترجمہ کے ساتھ ظاہر ہے۔ تو پھر اس باب کی غرض اس وہم کو دفع کرنا ہے کہ اشتراک اسمی کی وجہ سے کہیں احکام میں اشتراک نہ سمجھ لیا جائے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ روایات میں جو نفاس کا اطلاق حیض پر آیا ہے وہ محض اشتراک اسمی ہے۔ کہ دونوں خون ہیں۔ جو بچہ دانی سے نکلنے ہیں۔ ایک ولادت بچہ کے بعد اور دوسرا ہر ماہ میں کچھ مدت کے لئے خارج ہوتا ہے۔ یہ نہیں کہ سب احکام میں متحد ہوں۔ لکن عابدین نے نفاس کا حیض سے سات چیزوں میں افتراق بیان کیا ہے۔ خوب سمجھ لو کہ اس میں کچھ خفاء ہے۔ شیخ گنگوہیؒ نے اس قول سے اس طرف اشارہ کیا کہ جب احکام میں اشتراک نہیں ہے تو اتحاد اسمی کا کیا فائدہ ہوا شیخ کاندھلویؒ کے نزدیک امام حناریؒ نے اس سے دونوں کے احکام کے اتحاد پر استدلال کیا ہے۔ کہ جب اشتراک اسمی ہے تو اشتراک احکام بھی ہوگا۔

باب تقضى الحائض المناسك كلها

ترجمہ۔ حائضہ سب عبادات ادا کر سکتی ہے

اس مقصد پر روایت باب کی دلالت ظاہر ہے۔ اس کے بعد امام حناریؒ نے آثار سے بھی اس ترجمہ کو ثابت کیا ہے۔ ان آثار سے قرآن قرآن اور ذکر کا جواز ثابت کیا ہے۔ جب ذکر جائز ہے تو سب احکام حج جلالا نے جائز ہوں گے۔ کیونکہ ان سے منع کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ سوائے اس کے کہ ان میں ذکر ہے۔ جب ذکر اور قرآن قرآن حائض کے لئے جائز ہوا تو باقی احکام حج کا جلالا بھی جائز ہوگا۔ البتہ طواف زیارت اس کے لئے جائز نہیں۔ کیونکہ وہ مسجد حرام میں ہوتا ہے۔ اور عورت حائضہ کا داخلہ مسجد میں ممنوع ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ طواف حول البیت ایسے ہے جیسے نماز کا حکم ہے۔ جب نماز جائز نہیں ہے تو حائضہ کے لئے طواف بھی ممنوع ہوگا۔ یہ سب تقریر اس وقت ہے جب مؤلف امام حناریؒ کا ان آثار کے ذکر کرنے سے مقصد ترجمہ کو ثابت کرنا ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان آثار کا اس مقام پر لانا اس مناسبت سے ہو کہ جب حائضہ کے روزیے نماز اور حج کا ذکر ہوا تو اب بعض دوسرے احکام بھی ذکر کر دیئے۔ بہر حال دونوں تقاریر کی بنا پر

احناف پر تھوڑا اور شوافع پر زیادہ اعتراض ہوگا۔ کہ ابن عباسؓ جنہی کو قرآن کی اجازت دیتے ہیں۔ احناف اس کا یہ جواب دے سکتے ہیں کہ یہ رخصت مَادُونِ الْآيَةِ یعنی آیت سے کم کی قرآن پر محمول ہو۔ البتہ شوافع جنہی کو کثیر اور قلیل قرآن پڑھنے کی اجازت نہیں دیتے ان سے خلاف رہے گا۔ احناف کے ساتھ خلاف نہیں رہے گا۔ روایت سے استدلال اس طرح ہو کہ جب آنحضرت نبی اکرم ﷺ ہر وقت ذکر الہی کرتے تھے تو جنات کی حالت میں بھی ذکر کرتے ہوں گے۔ کیونکہ جنات بھی آپ کا ایک حال ہے۔ تو جنہی اور حائضہ کا حکم مختلف نہ ہوگا۔ تو حائضہ کو بھی ذکر اور اداء مناسک کی اجازت ہوگی۔ نیز! امام بخاری نے آپ کے خط سے استدلال اس طرح کیا کہ آنحضرت نبی اکرم ﷺ نے ہر قل کی طرف اپنا والا نامہ لکھتے ہوئے آیت قرآنی تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ الْخَالِصَةِ لکھی۔ حالانکہ آپ کو علم تھا کہ وہ مشرک ہے۔ اور مشرکین جنات سے غسل نہیں کرتے یہ استدلال قوی نہیں۔ اسلئے کہ اصل انسان میں طہارت ہے اور کسی عارض کا ان عوارض میں سے پیش آجانا جو انسان کو اس کی اصل جبلت سے نکالنے والے ہوں۔ اس عارض کے طاری ہو جانے کے احتمال سے رسالہ کے اہم امر تبلیغ کو نہیں چھوڑا جاسکتا۔ اور آیت کریمہ آپ کی عبادت سے مقصودی معنی پر زیادہ دلالت کرنے والی ہے۔ نیز! آیت کریمہ میں اعجاز بلاغت اور دلوں کے اندر اثر کرنا ایسے فوائد ہیں جن کو شمار نہیں کیا جاسکتا۔ احناف کی طرف سے جواب دیا جاتا ہے کہ کافر کا وضو اور اس کا غسل کرنا صحیح ہے۔ کیونکہ کوئی کافر ایسا نہیں جس نے کبھی غسل نہ کیا ہو بلکہ ان کے نزدیک تو ہر دن صبح کو غسل کرنا معروف و مشہور ہے۔

باب الاستحاضة صفحہ ۲۷ / ۲۴

یعنی اس کا کیا حکم ہے۔ شیخ گنگوہی نے اس ترجمہ سے جو مصنف کی غرض ہے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس لئے کہ روایات میں مختلف احکام وارد ہوئے ہیں۔ امام ابو داؤد نے تو ہر حکم پر ایک مستقل ترجمہ قائم کیا ہے۔ بہر حال جمہور ائمہ کے نزدیک حیض کے ختم ہونے پر ایک مرتبہ غسل کرنا واجب ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ امام بخاری نے ترجمہ سے ایک اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ کیا ہو۔ اور روایت جواب میں لائے ہیں اس سے فریقین کے دلائل کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اپنی طرف سے کوئی فیصلہ نہیں دیا۔

باب غسل دم الحیض

اس باب کی غرض اور جو کتاب الوضوء میں گذرا ہے قطب گنگوہی نے ان میں فرق کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کہ چونکہ منی اور حیض میں ابتداء عام ہے۔ منی میں تخفیف کا حکم تھا کہ غسل اور فرک دونوں جائز تھے۔ شاید حیض میں بھی یہی حال ہو تو مؤلف حیض کو منی پر قیاس کرنے کے واہمہ کو دفع کرنا چاہتے ہیں کہ اس میں سہولت نہیں دی گئی۔ کیونکہ منی میں تخفیف کا حکم خلاف قیاس تھا۔ لہذا اس کی تعدی نہیں ہوگی۔ بلکہ حیض کے خون کو دھونا ہی پڑے گا۔

باب اعتكاف المستحاضة صفحہ ۴ / ۳۵

امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے یہ ہے کہ استحاضہ کی حالت میں عورت کسی چیز سے نہیں رُک سکتی جن سے حالت حیض میں بچتی تھی۔ مثلاً حالت حیض میں مسجد میں اعتکاف نہیں بیٹھ سکتی استحاضہ کی حالت میں بیٹھ سکتی ہے۔ البتہ مساجد وغیرہ کو اپنے خون سے ناپاک کرنے میں احتیاط برتتے یہ مسئلہ متفق علیہا ہے کسی کا اختلاف نہیں۔ امام بخاریؒ کو اس باب کے منعقد کرنے کی ضرورت اسلئے پیش آئی کہ بظاہر احکام مسجد سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اعتکاف مستحاضہ حرام ہوگا۔ لیکن روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مستحاضہ کا مسجد میں اعتکاف بیٹھنا جائز ہے۔

قوله من كست اظفار صفحہ ۱۴/۲۵ مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ قوله من كست اظفار در اصل من كست و اظفار عطف کے ساتھ تھا کیونکہ یہ دونوں خوشبو کی قسمیں ہیں۔ لیکن كست کی اظفار کی طرف اضافت قلت میں تشبیہ دینے کیلئے ہے۔ ای من كست مثل اظفار كست الکت ہے اور اظفار رنگ ہے۔ نیز اظفار ایک شہر کا نام بھی ہے۔ اور بگ ہندوستان میں ایک مشہور خوشبو ہے جو ناخن کی طرح ہوتی ہے۔ عموماً دہن کے کپڑے اس سے مکائے جاتے ہیں۔ اسے کٹ ہندی میں بولتے ہیں فارسی میں کوشتہ اور یونانی میں قرسوس کہتے ہیں بہر حال عبارت میں حرف عطف محذوف ہے۔ اور یہ محاورت میں جاری ساری ہے۔ اس سے مراد قسط اظفار ہے۔ الحاصل یہ دونوں خوشبو ہوں یا کوئی اور خوشبو ان کے علاوہ ہو عدت گزارنے والی عورت کے لئے اس خوشبو کا استعمال جائز ہے۔ تاکہ رائحہ کریمہ کا ازالہ ہو حالانکہ عدت گزارنے والی کو خوشبو استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ لیکن روایت باب کی ترجمہ پر دلالت واضح ہے کہ جب معتدہ عورت کو اس خوشبو کے استعمال کی اجازت ہے تو غیر معتدہ کو تو بطریق اولیٰ اجازت ہوگی۔ تاکہ خون کی بدبو کو اس سے دفع کرے۔ کیونکہ بعد میں اس نے نماز ادا کرتی ہے۔

قوله تَبَعِي بہا اثر الدم صفحہ ۱۸/۲۵ یہ خوشبو لگانا اس وقت سود مند ہوگا جب اس جگہ سے خون زائل کر دیا جائے تو ضرورت کی بنا پر اس جگہ کارگزار نہ ملنا ثابت ہوا۔ کیونکہ خون بغیر خوشبو ملنے کے زائل نہیں ہوتا۔ یہ مطلب اس وقت ہو سکتا ہے اگر ترجمہ کے لفظ نفس سے مقام مخصوص مراد لیا جائے جو خون کی جگہ ہے۔ اگر نفس سے مراد عورت کی ذات اور اس کا باقی بدن ہے تو پھر دلک اور رگڑنے کو محض قیاس سے ہی ثابت کیا جائے گا۔ اس لئے کہ جب خون والی عورت کو اس اہتمام کے ساتھ مقام مخصوص سے میل پچیل دور کرنے کا حکم ہے اور غسل کے بعد خوشبو استعمال کرنے کا اور خوب ملنے کا حکم بھی ہے تو بدن کے باقی حصہ کے لئے بھی اس کا حکم ثابت ہوگا کیونکہ اس مدت میں وہ بھی میلا پھیلا ہو چکا ہے پھر اس نے مسلمان عورتوں سے ملنا ہے اور رب تبارک و تعالیٰ کے دربار میں نمازوں اور دعاؤں میں حاضر ہونا ہے اور فرشتوں سے بھی ملاقات ہوگی۔ پس بہتر ہوگا کہ اس کو سارے بدن کے صاف ستھرے کرنے کا حکم دیا جائے اور سب میل پچیل دور کی جائے۔ اور یہ سب کچھ دلک یعنی بدن کو خوب ملنے سے حاصل ہوگا۔ صرف پانی بہانے سے کام نہیں چلے گا۔ مولانا مکیؒ فرماتے ہیں کہ بدن کو خوب ملنا قولہ تطہری اور قولہ تبعی سے ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے کہ یہ دونوں صیغے مبالغہ کے ہیں تو جیسے طہارت میں مبالغہ باطن بدن کے اندر تھا اس طرح ظاہر بدن میں بھی مبالغہ کرنا ہوگا۔ خلاصہ یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے ترجمہ میں

الدلك کا لفظ بڑھا کر اس طرف اشارہ کیا کہ غسل کرنے میں دلك کے مناسب مراد ہے خوشبو مراد نہیں۔ کیونکہ اس کو تو پہلے ترجمہ سے ثابت کر چکے ہیں۔

بابُ غُسلِ المَحِيضِ صفحہ ۱۸/۳۵

اگر غسل بضم الغین ہے اور محیض مصدر ہے تو اضافہ اختصاص کے لئے ہوگی معنی ظاہر ہیں۔ اگر غسل بفتح الغین ہو اور محیض اسم مکان ہو تو حدیث ترجمہ کے مطابق ہوگی لیکن تکرار لازم آئے گا۔ کیونکہ باب غسل دم المحیض گذر چکا ہے۔ اس کا جواب قطب گنگوہی کے یہاں یہ ہے کہ پہلے باب میں کپڑے نئے دھونے کا حکم تھا جس کو خون لگ جائے۔ اور اس جگہ بدن کے دھونے کا حکم ہے جیسا کہ ان دونوں روایات سے واضح ہوتا ہے جو اس باب میں لائی گئی ہیں۔ تو اس وقت جو نئی روایت بھی ہو تکرار لازم نہیں آئے گا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ امام بخاری نے پہلے باب غسل الجنابة کو بیان کیا اور اس باب میں حیض سے غسل کرنے کی کیفیت بیان کی ہے۔ اس بیان فرق کی وجہ سے دونوں ابواب میں تکرار نہیں رہے گا۔

ترجمہ۔ حیض سے غسل کرتے وقت

باب امتشاط المرأة عند غسلها

کنگھا استعمال کر سکتی ہے۔

من الحيض صفحہ ۳۵

یہاں اشکال یہ ہے کہ حدیث باب میں کہیں حیض سے غسل کرتے وقت کنگھا کرنے کا حکم نہیں ہے تو حدیث باب سے حکم ثابت کرنا قیاس سے ہو گا۔ وہ اس طرح کہ حضرت عائشہؓ کو احرام کے وقت غسل کرنے اور اس کے بعد کنگھا کرنے کا حکم ہے۔ غسل عند الاحرام سنت ہے۔ اور غسل حیض فرض ہے۔ جب غسل احرام میں کنگھا کرنا سنت ثابت ہو تو غسل حیض میں بطریق اولیٰ ثابت ہو گا کیونکہ اس سے مقصود نظافت ہے۔ تو حیض جو نجاست غلیظہ ہے اس کے اثر کو زائل کرتے وقت اس امتشاط کا ہونا نام ہو گا۔ دوسرے یہ کہ جب نفل میں مسنون ہے تو فرض میں بطریق اولیٰ ہو گا۔ حضرت عائشہؓ اس غسل میں حائضہ تھیں۔ تو جب ان کو اس غسل احرام میں کنگھا کرنے کا حکم ہوا تو غسل حیض میں افضل ہو گا۔ کیونکہ اس میں خوشبو اور طہارت زیادہ پسندیدہ ہے کیونکہ وہ نماز کے لئے ہے۔ اور یہ غسل افعال حج کے لئے ہے۔ بلکہ ایک امر زائد ہے جس کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ غسل احرام تو اس سے پہلے تھا۔ ذوالخلیفہ میں اب تو وہ احرام باندھنے والی نہیں رہی تھیں کیونکہ وہ عمرہ چھوڑ چکی تھیں۔ ارفضی عمر تک کا حکم ہوا تھا۔

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى وَعَزَّ وَجَلَّ مَخْلَقَةٌ وَغَيْرُ مَخْلَقَةٍ صفحہ ۱۸/۳۶

اس ترجمہ سے مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ مخلوقہ کا اطلاق دو معنی پر ہوتا ہے ایک تو وہ بچہ جس کی پیدائش پوری اور مکمل ہو چکی ہو تو اس اعتبار سے غیر مخلوقہ وہ ہو گا جس میں کچھ نقص ہو۔ اور دوسرے وہ جس نے ابھی کوئی صورت اختیار نہ کی ہو۔ اور ولد کا ابھی

تھوڑا سا حصہ پیدا ہوا ہو۔ مثلاً ہاتھ پیاؤں تو اس صورت میں غیر مخلقہ کا معنی یہ ہوگا کہ ابھی تک اس سے کچھ بھی پیدا نہ ہوا ہو۔ پس اس مقام پر اگر مخلقہ کے پہلے معنی مراد ہیں۔ تو اس باب کے اندر اس کے لانے کی غرض یہ ہوگی کہ مخلقہ اور غیر مخلقہ احکام میں دونوں برابر ہیں۔ مثلاً عدت ختم ہونے میں اور نفاس وغیرہ کے حکم میں۔ اگر مراد دوسرے معنی ہیں تو پھر اس باب کے لانے کا فائدہ یہ ہے کہ مخلقہ اور غیر مخلقہ حکم میں برابر نہیں ہیں۔ بلکہ مخلقہ کا حکم ان احکام مذکورہ میں ولد کا حکم ہے۔ غیر مخلقہ میں یہ حکم نہیں ہوگا۔ حتیٰ کہ غیر مخلقہ کے اس معنی کے اعتبار سے جو خون اس کے بعد آئے گا وہ نفاس نہیں بلکہ حیض ہوگا۔ اس حیثیت سے اس تفسیر کا کتاب الحیض میں لانا صحیح ہو جائے گا۔ کیونکہ علماء احناف کے نزدیک حاملہ کو حیض نہیں آتا اس لئے کہ حمل پورا ہو جاتا ہے۔ اور چہ دانی اس میں مصروف ہو جاتی ہے جو خون وغیرہ اس سے ٹپکے گا وہ غذا کا فضلہ ہے۔ تو حیض کا خون نہ ہو اور حم سے لکتا ہے۔

بَابُ اِقْبَالَ الْحَيْضِ وَاِدْبَارِهِ الْخِ صَفْحَةُ ۲۶۶/۹

حیض کے آنے اور جانے کے کچھ علامات ہیں۔ جن سے وہ پہچانے جاتے ہیں اور حیض کے آنے کا حکم جانے کے حکم کے خلاف ہے۔ پہلے میں نماز و روزہ وغیرہ چھوڑنا پڑے گا اور دوسرے میں اس کے خلاف کرنا پڑے گا۔ بشرطیکہ یہ سب خون کا آنا حیض کے ایام میں ہو اور حیض کے جانے میں اختلاف ہے۔ بعض تو خشک ہو جانے کو علامت قرار دیتے ہیں بعض نے کہا سفید خالص پانی نکلے۔ امام بخاری کا میلان بھی اسی طرف ہے کہ وہ خون کے رنگوں کا اعتبار نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عائشہ کے اثر کو لائے ہیں۔

حتیٰ تو بین القصة البيضاء اس سے غرض حضرت عائشہ کی یہ ہے کہ طہر اس وقت تک تحقق نہیں ہوگا جب تک خاص سفید پانی نہ دیکھیں۔

قوله وکانت اختی معہ الخ صفحہ ۲۵۶/۲۵ یہ سب آنے والی عورت کے گفتگو کے الفاظ میں سے ہے۔ تقدیر عبارت یوں ہے۔ قالت المرافو کانت اختی معہ

قوله اذا حاضت فی شہر ثلاث حیض صفحہ ۲۶۴/۲ اس کا دار و مدار اس پر ہے کہ اس کے قائل کے نزدیک اقل مدت حیض و اکثر مدت تحقق نہیں ہے۔ اس ترجمہ سے امام بخاری کی غرض دو مسئلے بتلانا ہے۔ ایک تو یہ کہ مدت حیض میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ اس جزء کو اس دعویٰ سے ثابت کیا کہ ایک مہینہ میں عورت کو تین حیض آسکتے ہیں۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ حیض کے بارے میں غورتوں کی بات کو سچ مانا جائے گا۔ روایت باب سے پہلا جز ترجمہ اس طرح ثابت ہوا۔ آیت کریمہ مطلق ہے اس میں کسی مقدار کا ذکر نہیں ہے۔ تو اپنی طرف سے دنوں کی قید نہ لگائی جائے۔ جب کہ حیض کے بارے میں بغیر تعیین ایام کے عورتوں کی رائے کا اعتبار ہے۔ امام اعظم کے نزدیک جب روایت ثابت ہوگئی کہ اقل حیض تین دن ہے اور اکثر حیض دس دن ہے۔ تو اقبال اور اوبار شرعاً متعین ہو گئے۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں ہے لَا یَجْعَلُ لَّهُنَّ مَنَیَّ اَنْ یَّکْتُمْنَ الْاٰیةِ تَوَالِدُ اللّٰهِ تَعَالٰی کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جب اس آیت کی رو سے ستمان یعنی چھپانا

حرام ہے تو ان کی بات کو جھوٹ پر محمول کرنا ایک مسلمان کی گفتگو کو جھوٹ پر محمول کرنا ہوا جو جائز نہیں ہے۔

ایذکر عن علی و شریح صفحہ ۴۱۴ حضرت علیؑ اور قاضی شریحؒ کے مکالمہ سے واضح ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک اقل الطہر متعین نہیں ہو سکا تو فیصلہ کیسے ہو گا۔ اور حضرت عطاءؒ کا یہ قول کہ اس کے حیض وہی ہیں جو اس کی عادت تھی۔ ان اقوال سے ظاہر ہے کہ امام بخاریؒ ان کے اطلاق اور کسی مدت کے قید نہ ہونے سے ثابت کر رہے ہیں کہ ایام حیض متعین نہیں ہیں۔ اور جو کچھ عورت کے اس کی بات مان لی جائے گی۔ خواہ وہ ایک مہینہ میں تین حیض کا قول کرے۔

وقول عطاء الحیض یوم الی خمسة عشر الخ صفحہ ۵۱۴ اس سے مصنفؒ اپنا دعویٰ ثابت کر رہے ہیں کہ جب طہر کی اقل مدت متعین نہیں ہے تو ایک مہینہ میں تین حیض کا گذرنا کیسے ناممکن ہو گا۔ اس طرح اگر پانچ دن طہر ہو تو ایک ماہ میں پانچ حیض ممکن ہیں۔

قوله ومعنی قول ابن سیرین الخ در اصل لفظ قرء کے معنی احناف کے نزدیک حیض کے ہیں۔ اور ائمہ ثلاثہ اس سے طہر مراد لیتے ہیں۔ اب اگر کسی آدمی نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور ایک مہینہ کے اندر تین حیض گذر جانے کا دعویٰ کرتی ہے تو امام احمدؒ کے نزدیک اس عورت کی تصدیق کی جائے گی۔ جب کہ اس پر گواہ قائم ہوں۔ اس طرح امام مالکؒ کے نزدیک تیس دن اور چار لخطات میں اس کی بات مانی جائے گی۔ امام شافعیؒ کے نزدیک بیس دن اور دو لخطہ میں اس کا قول قابل قبول ہو گا۔ اور احناف کے نزدیک ساٹھ دن سے کم میں اس کی بات مقبول نہیں ہو گی۔ اس بناء پر امام بخاریؒ کا ترجمہ امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے مسلک کے موافق ہو گا۔ لیکن احناف اور شوافع کے مذہب کے موافق نہ ہو گا۔ اور لندن سیرین کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ اس قسم کے سوالوں کے بارے میں ان عورتوں کو ہمارے پاس آنے کی ضرورت نہیں ان کی اپنی بات معتبر ہو گی۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہمیں اس کا علم نہیں ہے۔ تو اس سے بھی مؤلف کے دعویٰ کی دلیل ثابت ہوئی کہ جب عورتیں اپنے حالات کو بہتر جاننے والی ہیں تو اپنے حالات کے متعلق جو کچھ وہ دعویٰ کریں اس کی تصدیق کی جائے گی۔ پس اگر کوئی عورت خبر دیتی ہے کہ ایک مہینہ میں اس کے تین حیض گذر چکے ہیں تو اس کی تصدیق کی جائے گی۔

باب الصفرة والكدرة صفحہ ۱۲۴

وقوله فی غیر آیام الحیض اس لفظ کی زیادتی سے امام بخاریؒ روایات میں تطبیق دینا چاہتے ہیں جن میں تعارض ہے۔ کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جلدی نہ کرو جب تک سفید پانی نظر نہ آئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ زردی مثیلا رنگ حیض کا ہے۔ اور اہم عطیہ کی روایت سے صفرت اور کدرت یعنی زردی اور مثیلا خون حیض میں سے نہیں ہے تو امام بخاریؒ نے ترجمہ میں تنبیہ کر دی کہ صفرت اور کدرت کا حیض ہو نا ایام حیض کے ساتھ مختص ہے اگر ایام حیض کے نہ ہوں تو وہ کوئی چیز نہیں ہے تو امام بخاریؒ نے دونوں احادیث کے جمع کی طرف اشارہ فرمایا کہ صفرت کدرت کا حیض نہ ہونا تب ہے جب کہ حیض کے ایام نہ ہوں۔ اور ایام حیض میں انہیں حیض کا خون شمار کیا جائیگا۔

باب عرق الاستحاضة صفحہ ۷۱۰/۳

یعنی اس باب میں یہ بیان کرنا ہے کہ استحاضہ کا خون رگ کا خون ہے بچہ دانی کا نہیں ہے کیونکہ یہ احد السبیلین یعنی قعر الرحم اور فم الرحم میں سے کسی سے نکلنے والا نہیں اس لئے دونوں خون کا حکم ایک نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ اصل اور ذات میں ان کے بہت دوری ہے۔ لہذا آثار اور ثمرات میں اختلاف کا باعث ہوگا۔ بات یہ ہے کہ حیض اس خون کا نام ہے جو عورت کی چہ دانی کی گہرائی سے نکلتا ہے۔ اور استحاضہ وہ خون ہے جو رحم کے منہ کے پاس ایک رگ سے خارج ہوتا ہے۔ تو جب یہ دونوں مختلف خون ہوئے تو ان کے احکام میں بھی اختلاف ہوگا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے تصریح فرمادی۔ انما ذلك عرق ليست بالحیضة واحد السبیلین میں سبیل سے مراد پیشاب جاری ہونے کی جگہ ہے فرج مراد نہیں ہے۔ قعر رحم سے حیض کا خون اور فم رحم سے استحاضہ کا خون جاری ہوتا ہے۔

قوله لا تنفر الخ صفحہ ۱۸/۳ حضرت ابن عمرؓ فتویٰ دیتے تھے کہ چونکہ طواف صدر یا طواف وداع واجب ہے اس لئے اسے نہیں چھوڑا جائے گا۔ حائضہ عورت اس کے لئے انتظار کرے لیکن جب انہیں آنحضرت ﷺ کی طرف سے نص پہنچ گئی تو انہوں نے اپنے قیاس کو چھوڑ دیا اور نص کی طرف رجوع کیا۔ یا بھول گئے تھے اب انہیں یاد آ گیا۔

باب اذارات المستحاضة الطهر صفحہ ۱۹/۳

قال ابن عباس تغتسل الخ اس ترجمہ کی مراد میں اختلاف ہے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کی مراد اس ترجمہ سے یہ ہے کہ جب مستحاضہ طہر دیکھے یعنی اس کا خون منقطع ہو جائے تو وہ غسل کرے اور نماز پڑھے اگرچہ اس کا طہر ایک گھڑی کا ہو۔ اس کی دلیل اثر ابن عباسؓ ہے جس کو اس کے بعد ذکر کیا ہے۔ کہ ابن عباسؓ کے نزدیک طہر کی اقل مدت ایک گھڑی ہے اور جمہور علماء کے نزدیک طہر کی اقل مدت پندرہ دن ہے۔ دوسرا مسئلہ امام بخاریؒ نے مسئلہ استظهار میں مالکیہ کا رد کیا ہے۔ جو فرماتے ہیں کہ حیض میں نہ عادت کا اعتبار ہے نہ تمیز لون کا اعتبار ہے۔ اگر عورت متمیزہ نہ ہو تو زمانہ عادت کے بعد تین دن انتظار کرے پھر طہر پندرہ دن سے تجاوز نہ کرے اس کے بعد وہ مستحاضہ ہوگی۔ امہ ثلاثہ میں سے کوئی استظهار کا قائل نہیں ہے۔ تیسرا مسئلہ ان لوگوں پر رد کرنا ہے جو مستحاضہ سے وطی کرنے کو منع کرتے ہیں۔ جیسا کہ اس پر ان کا قول يَأْتِيهَا زَوْجُهَا کہ اس کا خاوند مستحاضہ سے وطی کر سکتا ہے۔ اثر ابن عباسؓ اور قولہ وَالصَّلَاةُ اعظم سے استدلال کیا کہ جب نماز جائز ہے تو وطی بطریق لوٹی جائز ہوگی۔ شیخ گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ سب توجیہات سے بہتر توجیہ یہ ہے کہ اس ترجمہ سے امام بخاریؒ کی مراد یہ ہے کہ مستحاضہ جب پاک ہو مطلب یہ ہے کہ جب اس کی جو مدت حیض ہے ختم ہو جائے تو اس کے بعد وہ اور کسی شے کا انتظار نہ کرے۔ بلکہ دن اور رات کی جس گھڑی میں بھی فارغ ہو تو غسل کرے اور نماز پڑھے یا یہ مطلب ہے کہ اگر دن کی ایک گھڑی بھی باقی ہو تو مدت گزرنے کے بعد اور کسی چیز کا انتظار نہ کرے۔ اگر اس سے وہ مطلب لیا جائے کہ جس گھڑی بھی پاک ہو اسی وقت نماز پڑھے اس سے اطلاع دم مراد نہیں کیونکہ وہ تو مستحاضہ ہے۔ بلکہ اطلاع حیض مراد ہے کیونکہ یہ ابن عباسؓ کی شان سے

بعید ہے کہ وہ ایام حیض میں خون کے بند ہونے پر اگرچہ وہ ایک گھڑی بھی ہو۔ نماز پڑھنے کا حکم کیسے دے سکتے ہیں۔ اور یہ اس سے زیادہ بعید ہے کہ ایام حیض کے علاوہ ایام استحاضہ میں نماز پڑھنے کے حکم کا ارادہ کر رہے ہوں۔ کیونکہ استحاضہ کی حالت میں نماز طہر پر موقوف ہے اور نہ ہی خون کے بند ہونے پر موقوف ہے۔ کیونکہ روایات اس پر ظاہر اولادت کر رہی ہیں کہ استحاضہ اسے نہ نماز سے روکتا ہے اور نہ ہی روزہ رکھنے سے روکتا ہے۔ تو ترجمہ میں مستحاضہ سے حائضہ مراد ہوگی یا وہ عورت مراد ہے جو استقرار عادت کے بعد اب اس کا خون بند ہونے میں نہیں آتا۔ تو جب اس کی عادت کی مدت گزر جائے اور اس کے ایام طہر آجائیں تو وہ غسل کرے اور نماز پڑھے اگرچہ اس کا طہر معتاد ایک گھڑی کا بھی ہو۔ پس وہ اسی گھڑی غسل کر کے نماز پڑھے تو حضرت ابن عباسؓ سے ایسی عورت کے متعلق سوال ہوگا جس کا انہوں نے یہ جواب دیا۔

قوله وَالصَّلَاةُ اعظم یعنی جب نماز اس عنصرت کے باوجود استحاضہ کی حالت میں جائز ہے تو خاندان کا بیوی مستحاضہ سے وطمی کرنا اس سے آسان ہے۔

فاغسلی عَنْكَ الدَّمُ صفحہ ۲۲/۴۷ شیخ گنگوہیؒ نے اس جملہ سے استدلال کیا ہے کہ ترجمہ میں طہر سے مراد اور ابن عباسؓ کے اثر میں طہر سے مراد اتقضاء الحيض ہے انقطاع دم نہیں ہے کیونکہ مدت حیض ختم ہو جانے کے بعد خواہ وہ عادت سے ہوا تیز سے ختم ہو جمع فقہاء کے نزدیک یہی اہم حیض ہے۔ کہ حیض چلا گیا حالانکہ خون ابھی موجود ہے۔

بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى النِّسَاءِ صفحہ ۲۳/۴۷

امام بخاریؒ نے اس باب میں دو مسئلے بیان کئے ہیں۔ پہلا مسئلہ یہ کہ نفاس والی عورت اگرچہ اس کا حکم شفاء کا ہے لیکن شدید قتال نہیں ہے کہ اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے بلکہ نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے اس کی نماز جنازہ پڑھانے وقت امام کہاں کھڑا ہو تو پہلے مسئلہ کے بارے میں شیخ گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ متوہم کا یہ واہمہ دفع کرنا ہے کہ اگر نساء موت کی وجہ سے نجس نہ ہوتی تو شارع علیہ السلام اسے حکم نہ دیتے کہ نہ وہ نماز پڑھے نہ روزہ رکھے اور نہ ہی وہ مسجد میں داخل ہو۔ اور میت پر نماز پڑھنے کی شرط یہ ہے کہ وہ ظاہر ہو تو نفاس والی عورت کی نماز جنازہ نہ پڑھی جاتی۔ حالانکہ نماز پڑھنا حدیث باب سے ثابت ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ قول غلط ہے کہ ابن آدم موت سے نجس ہو جاتا ہے۔ کیونکہ نفاس والی نے تو موت کو بھی جمع کیا اور اس نجس خون کو بھی اٹھالیا ہے جو اس کے ساتھ لازم ہے لیکن بایں ہمہ یہ اس کے لئے نقصان دہ نہیں ہے۔ تو جس سے خون نہیں بہہ رہا ہودہ بطریق اولیٰ ظاہر ہے۔ اور ترجمہ کا دوسرا جز یہ ہے کہ حائضہ نساء وغیرہا کے جنازہ میں امام کے لئے سنت یہ ہے کہ وہ چارپائی کے درمیان میں کھڑا ہو تاکہ پردہ حاصل ہو۔ چونکہ اس زمانہ میں جنازہ پر نعش پردہ نہیں بنایا جاتا تھا۔ اس لئے عورت کے تسر کے لئے اس کی سرین کے پاس کھڑا ہونے کا حکم تھا۔ اب نعش بن چکے ہیں لہذا اب جیسے مردوں کے لئے سینے کے وسط میں امام کھڑا ہوتا ہے عورتوں کے لئے بھی یہی حکم ہے اس لئے عورتیں بھی مرکوں کی جوڑ ہیں

پس عارض کے اٹھ جانے کے بعد ان کے لئے بھی مردوں والا حکم ہو گا۔ البتہ یہ اشکال باقی رہے گا۔ کہ اس مسئلہ کا محل کتاب الجنائز ہے کتاب الحيض سے اس کو کیا مناسبت ہوگی۔ تو کہا جائے گا کہ امام بخاریؒ اس سے تنبیہ کرنا چاہتے کہ نساء وغیرہ میں کوئی فرق نہیں ہے کتاب الجنائز میں وہ بر محل ہے۔

وَهِيَ مُفْتَرِكَةٌ صفحہ ۷۲/۲۶ اس ترجمہ کی مناسبت یہ ہے کہ حائضہ او نساء دونوں پاک ہیں۔ جیسے نساء پر نماز جنازہ ہے ایسے حائضہ کے قریب بھی نماز پڑھنا جائز ہے۔ کہ حائضہ کا قرب نماز کے جواز سے مانع نہیں ہے اس لئے کہ آنحضرت ﷺ کا کپڑا اس بی بی کو لگتا تھا جب کہ آپ سجدہ میں جاتے تھے حالانکہ وہ حائضہ ہوتی تھیں۔ تو یہ مسئلہ پہلے باب کی نظیر کے طور پر ہو گا۔ اس لئے اس باب کو بلا ترجمہ لائے۔ لیکن ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ پہلا کیونکہ پہلے نساء میں قرب سے اس پر نماز جنازہ پڑھنا مراد ہے خلاف ثانی کے اس سے محض سامنے لیٹنا مراد ہے جو مقصود نہیں۔ دوسرا ان کے لئے پہلا باب نساء کے ذکر کے لئے منعقد ہوا ہے۔ اور دوسرے میں حائضہ کا ذکر ہے۔ تیسرا فرق یہ ہے کہ پہلے باب میں نمازی کے آگے لیٹنے والی مقصود ہے کیونکہ اس پر نماز جنازہ قصد اذہنی ہے خلاف ثانی کے کہ وہ اتفاقی طور پر امام کے آگے سوئی ہوئی ہے۔ چوتھا فرق یہ ہے کہ دوسرے باب میں نماز ہیئتہ مراد ہے اور پہلے باب میں میت پر محض دعا کرنا ہے۔ ان دو جہ کی بنا پر اس باب کو پہلے باب سے الگ کر دیا اور باب بلا ترجمہ لائے جو فصل کی طرح ہے۔

کتاب التَّيْمَمِ

صفحہ ۷۷/۲۷

قوله الآية بعض نسخوں میں لفظ آیت کے بعد تمام آیت ذکر کی گئی ہے۔ شیخ گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ ان دونوں کو جمع کرنا اچھا نہیں ہے۔ دراصل بخاری کے دو نسخے ہیں بعض نسخے میں آیت بتما مہا مذکور ہے اور بعض میں صرف لفظ آیت پر اکتفاء کیا گیا ہے۔ آیت کے ذکر سے مبداء تیمم کی طرف اشارہ کیا ہے۔

باب اذا لم يجد ماءً اولاً تراباً صفحہ ۸۸/۱۱

جس کو نہ پانی ملے اور نہ مٹی ملے جسے فاقد الطہرین کہتے ہیں امام مالکؒ تو فرماتے ہیں کہ وہ بالکل نماز نہ پڑھے اور نہ اس پر قضاء ہے جیسے حائضہ کا حکم ہے اور امام احمدؒ فرماتے ہیں ادا بلا وضو واجب ہے۔ قضا واجب نہیں۔ امام شافعیؒ کے چار قول ہیں۔ امام اعظمؒ کا مسلک وجوب القضاء اور ادا واجب نہیں۔ امام بخاریؒ کا میلان امام احمدؒ کے مسلک کی طرف ہے کہ بغیر وضو کے نماز پڑھے تیمم نہ کرے اور نہ قضا واجب ہے۔ روایت سے استدلال ظاہر ہے کیونکہ جب انہیں مٹی کا حکم معلوم نہیں تو مٹی ان کے بارے میں عدم کے حکم میں ہے۔ اس سے مصنفؒ پر جو اشکال ہوتا تھا کہ ترجمہ میں تو مٹی اور پانی دونوں کا ذکر کیا تھا روایت میں پانی کا بیان ہے تو اس کا جواب یہ ہے ہوا کہ جب ان کو مٹی کا حکم معلوم نہیں تو گویا مٹی ان کے حق میں نایاب ہے احنافؒ کی طرف سے جواب کا دار و مدار اس پر ہے۔ جب کہ وہ قضاء کو واجب کہتے ہیں اور ادا کو نہیں کہ نماز کے قضاء نہ کرنے کا ثبوت مل جائے۔ اور وہ ثابت نہیں اور عدم ثبوت عدم کے برابر نہیں ہوتا۔ کہ جو چیز ثابت نہیں وہ ہے ہی نہیں۔ نیز! ابھی تک ان کو تیمم کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا یہ نہیں کہ انہیں حکم تو تھا لیکن انہیں حکم کا علم نہ ہو سکا کیونکہ حکم تو تبلیغ کے بعد واجب العمل ہوتا ہے ابھی تک حکم پہنچا نہیں تو عمل کیسے واجب ہو گا۔ اور حدیث میں ہے لَا صَلَوةَ اِلَّا بِطَهْوَرٍ جس سے معلوم ہوا کہ جب طہارت نہ ہو تو نماز صحیح نہیں ہے۔ اس لئے احنافؒ نے پانی اور مٹی دونوں کی عدم موجودگی میں عدم جواز صلوة کو اختیار کیا اور اس کی صورت آجکل تو یہ ہے کہ ہوائی سفر میں اگر دونوں پانی اور مٹی نایاب ہوں تو نماز قضا پڑھے اور شوافعؒ کے نزدیک راجح قول یہ ہے کہ ادا بھی واجب اور قضا بھی واجب ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام نے بغیر وضو کے نماز پڑھی۔ آنحضرت ﷺ نے ان پر کوئی تکبیر نہیں کیا۔ اور قضا اس لئے واجب ہے کہ اصل الطہور رین مل گیا۔

باب التيمم في الحضر صفحہ ۱۵ / ۳۸

آیت تیمم سفر کے بارے میں وارد ہوئی ہے۔ تو اس ترجمہ سے اشارہ ہوا کہ سفر کی قید اتفاق ہے۔ حضر میں بھی تیمم جائز ہے۔ جبکہ مریض کو پانی نہ ملے یا اس کے استعمال سے مرض کے بڑھ جانے کا خطرہ ہو۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک تیمم کی اجازت تو ہے لیکن وجوب قضاء اور عدم قضاء میں ان کا اختلاف ہے۔ لیکن نماز میں تیمم کا حکم قیاس سے ثابت کیا ہے۔ کہ جب ان صورتوں میں تیمم حضر کے اندر جائز ہے جو فوت ہونے کے خطرہ پر موقوف نہیں ہیں تو نماز بطریق اولیٰ جائز ہوگی۔ کیونکہ وہ اہم ہے۔ مگر وہ فوت کے خطرہ پر موقوف ہے اس لئے رد اسلام کے لئے حدیث تیمم ثابت ہے جو بغیر طہارت کے بھی جائز ہے۔ تو جب نماز کے فوت ہونے کا خطرہ ہو اس کے لئے تیمم بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔

باب هل ينفخ في يديه صفحہ ۱۹ / ۳۸

چونکہ تیمم وضو کا خلیفہ ہے۔ اور جیسے وضو میں ہر وہ عضو جیسے دھویا جاتا ہے اس کو پورا دھویا جائے تو یہاں پر بھی وہ ہم ہوتا تھا۔ کہ شاید عضو مسموح پر مٹی کو پورے عضو پر استعمال کیا جائے تو اس واہمہ کا دفعیہ اس طرح کیا کہ اگرچہ استیعاب مشروط ہے مگر مٹی کا استیعاب

سارے عضو پر مشروط نہیں ہے اور روایت اس معنی پر واضح الدلالة ہے۔ کیونکہ مٹی کا بھی استیعاب مقصود ہوتا تو جناب نبی اکرم ﷺ اپنے دونوں ہاتھوں پر پھونک نہ مارتے۔ کیونکہ اس سے مٹی کم ہوتی ہے۔ اور اس صورت میں مٹی کا کم کرنا خلاف مقصود ہے۔ اور لفظ هَلْ تردد کے لئے نہیں بلکہ احتمال اور اختلاف مذاہب کے لئے ہے۔ کیونکہ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ تیمم صرف ایک ضرب ہے جو چہرے اور دونوں ہتھیلیوں کے لئے کافی ہے۔ امام بخاریؒ کا میلان بھی اسی طرف ہے۔ احنافؒ اور شوافعؒ فرماتے ہیں کہ اَلتَّيْمُمُ ضَرْبَتَانِ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ایک ضربہ فرض اور دوسری سنت ہے۔ اور پہلی ضربہ چہرے کے لئے اور دوسری دونوں ہاتھوں کے لئے کہیں تک ہے۔

وقال النضر انا شعبة الخ صفحہ ۲۵/۳۸ اس سند میں اس کی تصریح ہے کہ حکم کاروای سے سماع ثابت ہے۔

وقال الحكم وسمعه الخ صفحہ ۲۶/۳۸ اس سے بتلانا ہے کہ جس طرح حکم نے اس روایت کو خود روای سے لیا ہے

اس طرح ان کے استاد سے بھی اسے سنا ہے۔ پھر مؤلف کا مقصود ان کثیر اسانید کو لانے سے یہ ہے کہ حضرت عمارؓ کی روایت جو کثیر الاضطراب ہے جس کا مشاہدہ کتب حدیث بالخصوص ابوداؤد میں کیا جاسکتا ہے اور اس التیمم ضربتان ضربة للوجه وضربة لليدين الى المرفقين کی وجہ سے مرجوح ہوا اور روایت ضربة للوجه والكفين کی روایت کثرت طرق کی وجہ سے راجح ہے۔ حالانکہ ائمہ صحیح نے باوجود اضطراب کے عمارؓ کی حدیث پر اتفاق کر لیا ہے۔

باب الصعيد الطيب طهور المسلم صفحہ ۵/۳۹

اس ترجمہ سے مقصود امام بخاریؒ کا یہ ہے کہ پانی کی عدم موجودگی میں پاک مٹی کا حکم پانی کا ہے تو پانی سے وضو کی طرح اس سے بھی فرائض اور نوافل سب ادا کئے جاسکتے ہیں۔ جب تک بے وضو نہ ہو۔ امام شافعیؒ اور دیگر ائمہ کا حنفی سے اختلاف ہے۔ امام بخاریؒ احناف کی موافقت میں ہیں اور حدیث باب میں ترجمہ عليك بالصعيد فانه يكفيك سے ہے۔ کیونکہ کفایت کے لفظ سے متبادری ہی معلوم ہوتا ہے کہ پاک مٹی کا حکم پانی کی طرح ہے ورنہ کفایت ناقصہ ہوگی۔ نیز اثر حسن بصریؒ سے بھی احناف کی موافقت ثابت ہوتی ہے۔ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ہر عبارت کے لئے الگ الگ تیمم کرنا پڑے گا۔

قوله علي السبخة صفحہ ۶/۳۹ سبخہ شوزمین کو کہتے ہیں۔ اس سے ترجمہ میں وہ زمین مراد ہے جس میں کچھ شور ہو

بالکل شور زمین نہ ہو جس سے کچھ پیدا نہیں ہوتا۔ ترجمہ کا مقصد یہ ہے کہ طیب کے معنی ظاہر کے ہیں۔ اور سبخہ ظاہر ہے۔ اس لئے اس سے تیمم کرنا جائز ہوگا۔ اسحاق بن راہویہ مخالف کرتے ہوئے اس کے عدم جواز کے قائل ہیں۔ کیونکہ حدیث میں دار الہجوت مدینہ کو سبخہ ذات فخیل کہا گیا ہے۔ اور مدینہ کا نام آپؐ نے طیبہ رکھا ہے۔ لہذا سبخہ طیبہ میں داخل ہوگا۔ جس سے تیمم کرنا جائز ہوگا بالکل شور کی نفی اس لئے کر دی تاکہ مذہب احناف کے خلاف نہ ہو۔ صراح میں ہے سبخہ شورہ گندھک لیکن محیط اعظم میں ہے کہ گندھک اور چیز ہے جسے عربی میں کبریت کہا جاتا ہے۔ کلام شیخ سے یہ معنی واضح ہوئے کہ شورہ فوراً آگ سے جل جاتا ہے اور بالکل شور زمین

آگ سے نہیں جلتی۔

أَمْسِنَ هَذَا لِسَاعَةَ صفحہ ۱۵/۳۹ تو اس سے ایک دن رات کی مسافت ثابت ہوئی۔

وَنَفَرْنَا خَلُوفًا یہ عورت کا پانی لینے کے لئے جانے کا عذر بیان کرنا ہے۔ کہ ہمارے مرد سفر پر گئے ہوئے ہیں۔ مخالف معنی

مسافر کے ہے۔ اور ہم عورتیں باقی رہ گئی ہیں جن کو پانی وغیرہ ضروریات کا انتظام خود کرنا پڑتا ہے۔

فَأَسْتَنْزَلُوها صفحہ ۶/۳۹ اس کو نیچے اتار لو تاکہ محل برکت سے دور ہو جائے کیونکہ وہ مشترکہ تھی۔ اس کے پانی میں

تصرف اس لئے کیا گیا کہ وہ حریہ تھی۔ یا آنحضرت ﷺ نے کئی وغیرہ کرنے سے اس میں تصرف کر کے اسے پورا کر دیا۔ یا ممکن ہے آپ نے اس پر کچھ پڑھا ہو۔ جس سے پانی بڑھ گیا۔ یا آپ کی حق مبارک پانی کے ساتھ ملائی ہوئی تو اس کی برکت سے پانی میں اضافہ ہوا۔

قالت باصبعيها الوُسْطَى الخ صفحہ ۲۳/۳۹ یعنی دونوں انگلیوں کو ملا کر پہلے اس نے آسمان کی طرف اشارہ کیا

بعد ازاں زمین کی طرف۔

ان هؤلاء القوم صفحہ ۲۴/۳۹ حرف ان بالکسر والفتح یعنی زیر زبر دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ بہر حال دونوں صورتوں

میں کلمہ ما موصولہ ہوگا۔ پہلی صورت میں کلمہ ان مع جملہ کے قائم مقام خبر کے ہوگا۔ اور دوسری صورت فتح میں بتاویل مفرد ہوگا مفعول بنے گا۔

اذالم يجد الماء لا يصلي صفحہ ۱/۵۰ اور یہ اختلاف جنبی کے بارے میں تھا جیسا کہ روایات اس پر دلالت کرتی ہیں

یعنی لمن مسعود اور حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ جنبی کے لئے تیمم جائز نہیں ہے۔ اور یہ حضرات آیت کریمہ أَوْ لَا مَسْتُمْ الْمَسَاءَ سے لمس بالید مراد لیتے ہیں کہ جس نے عورت کو شہوت سے ہاتھ لگالیا تو اس کا وضو نہیں رہے گا۔ آیت کے جواب سے حضرت ابن مسعود کا خاموش رہنا جیسا کہ بعد میں اس کی تصریح ہے وہ اس پر دل ہے کہ ان کے نزدیک مس سے مراد جماع ہے۔ ورنہ اگر لمس بالید مراد ہوتا تو وہ آیت کی تفسیر کرتے وقت خاموش نہ رہتے بلکہ فرمادیتے کہ اس سے جماع مراد نہیں بلکہ ہاتھ لگانا مراد ہے۔

قوله وزاد يعلى عن الاعمش صفحہ ۱۴/۵۰ اور زیادہ اس میں باعتبار معنی کے ہے۔ اس لئے کہ مؤلف اس کے ثابت

کرنے کے درپے ہیں کہ تیمم کی ایک ہی ضربہ ہے۔ اور پہلی روایت اس کو ثابت نہیں کرتی جس طرح دوسری روایت جو اس کے بعد ہے ثابت کرتی ہے۔ کیونکہ اس میں اس بات کی تصریح ہے کہ ضربہ ایک ہے۔ پہلی روایت میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی تین وحدت کے

فائدہ دینے میں نص نہیں ہے۔ نیز اس میں زیادہ لفظیہ بھی ہے۔ وہ لفظ انا وانت ہے۔ اور ترجمہ الباب میں جو ضربة واحدة ہے

مکن ہے اس سے مسحة واحدة مراد ہو جو لفظ واحدة سے ظاہر ہے۔ پھر تیمم ضربتین رہے گا۔

کِتَابُ الصَّلَاةِ

صفحہ ۵۰/۱۶

نماز واقعہ معراج میں فرض ہوئی۔ معراج اور اسراء کو امام بخاری نے ایک باب میں ذکر کر کے اس کو ترجیح دی ہے۔ ورنہ اس میں اختلاف مشہور ہے۔ بعض اسے خواب کہتے ہیں لیکن درحقیقت جمہور کے نزدیک ہیداری میں ستائیس ربیع الثانی ہجرت سے ایک سال پہلے معراج ہوئی۔ امام زہری کے نزدیک پانچ سال بعثت کے بعد ہوا ہے۔ اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ حضرت خدیجہ نے نماز کی فرضیت کے بعد آپ کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔ اور ان کی وفات ہجرت سے تین یا پانچ سال پہلے ہے۔ اور اس باب میں فرضیہ صلوٰۃ کے تین وقت کی تعیین بتلائی گئی اور اس میں دیگر شرائط صلوٰۃ کا ذکر بھی ہوا۔

قولہ لستم بنیۃ صفحہ ۲۷/۵۰ کہ آدم کے بیٹوں کی صورتیں دکھائی گئیں یا خود اشخاص دکھائے گئے۔ شاید یہ وہ ہوں جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئے تھے۔

نعم مورد بموسیٰ الخ صفحہ ۴/۵۱ حضرت انسؓ جیسے میان فرما چکے ہیں ان کے قول کے مطابق لفظ نعم ترتیب ذکر کے لئے ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت انسؓ نے اس واقعہ کو حضرت ابو ذرؓ کے علاوہ اور کسی سے بھی سنا ہو۔

قولہ فاذا فیہا حباثل اللؤلؤ صفحہ ۱۳/۵۱ بعض حضرات نے اس میں تصحیف قرار دیتے ہوئے جنا بد پڑھا ہے جس کے معنی خیمہ کے ہیں۔ کہ موتیوں کے خیمے ہوں گے لیکن شیخ گنگوہی کے نزدیک اس کی ضرورت نہیں۔ حبا فل جمع حبالہ کی جس طرح اس کے معنی خوشے کے آتے ہیں اس طرح ہار کو بھی کہتے ہیں تو معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے لئے موتیوں کے ہار تیار کئے ہیں جن کو وہ پہنیں گے۔

قولہ وزید فی الحضر اس سے شیخ گنگوہی نے ایک مشہور اعتراض کا جواب دیا ہے۔ اشکال یہ ہے کہ یہ حدیث دو وجہ سے آیت قرآنیہ لیس علیکم جناح ان تقصروا کے خلاف ہے اسلئے کہ آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ صلوٰۃ سفر میں قصر کی گئی ہے حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قصر نہیں بلکہ حضر میں زیادتی ہوئی ہے۔ دوسرے یہ حضرت عائشہ کے فعل کے مخالف ہے۔ کیونکہ ان سے مروی ہے کہ وہ قصر نہیں بلکہ سفر میں بھی پوری نماز پڑھتی تھیں۔ تو قطب گنگوہی نے ایک توجیہ یہ بتلائی کہ صلوٰۃ سفر کو قصر باعتبار انجام کے کہا ہے۔

کہ پوری نماز میں کمی کی گئی۔ تو اس اعتبار سے باقی نماز اپنے حال پر مقصورہ یعنی کمی شدہ رہی۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں فاقوت صلوة السفر یعنی باعتبار انجام کے تخفیف رہی۔ یہ نہیں کہ اسی طرح برقرار ہی جیسا کہ فرض ہوئی تھی۔

بَابُ وُجُوبِ الصَّلَاةِ صَفْحَةَ ۱۶/۵۱

ترجمہ کی غرض مالحیہ پر رد کرنا ہے کہ ان کے نزدیک **مُحْدُو اَزِیْنَتِكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ** الآیہ سے تستو یعنی بدن کو چھپانا سنت ہے جس کے چھوڑنے سے نماز باطل نہیں ہوگی۔ دوسرے جان بوجھ کر کرنے والا اور بھول کر کرنے والے میں بھی فرق کرتے ہیں امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ سے تستر کا وجوب ثابت ہوتا ہے اور یہ بھی کہ جس سے کم از کم بدن چھپ جائے اس پر اكتفاء کیا جاسکتا ہے اس آخری جزئی کچھ تفصیلات ہیں اور اس کے کئی شعبے ہیں۔ جن کے اکثر پر امام بخاریؒ نے تنبیہ کی ہے۔ اور ان اقسام کے تمام ابواب اس پہلے باب کی تفصیل ہیں۔ لہذا انکار تراجم کا اعتبار لازم نہیں آئے گا۔ گویا کہ **خَذُو زینتکم** سے مطلق بدن چھپانا مراد ہو اگرچہ وہ کسی چھوٹے لباس سے بھی ہو۔ تحمل اور عرفی زینت مراد نہیں۔ بناہیں **ومن صلی ملتحقاً** یہ آیت کی تفسیر ہوگی۔ اسی کی طرف امام بخاریؒ نے یہ باب باندھ کر اشارہ کیا ہے کہ آپؐ نے حکم دیا کہ لا یطوف بالبيت عریان کہ کوئی ننگے بدن بیت اللہ کا طواف نہ کرے۔ چونکہ آیت میں محض بدن ڈھانکنا مراد ہے اور طواف بیت اللہ نماز کا حکم رکھتا ہے اس لئے ترجمہ کے اس جز کو الگ ثابت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ و اللہ اعلم بالصواب

قوله لتلبسها صاحبہا صفحہ ۲۰/۵۱ کہ اگر کسی کے پاس پردہ کا کپڑا نہ ہو تو اس کی ساتھی عورت اسے اپنی لمبی چادر میں لے لے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کپڑے کے بغیر نماز جائز نہیں ہوتی۔ خواہ وہ کپڑا عاریت کا یا کسی اور طریقہ سے حاصل کیا گیا ہو جب یہ حکم نماز عید کے لئے ہے تو فرض نماز کے لئے بطریق اولیٰ یہ حکم ثابت ہوگا۔

وقوله احمق مثلك صفحہ ۲۳/۵۱ ترجمہ کی غرض ایک کپڑے میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ اس کو ثابت کرنا ہے اور احمق سے جاہل مراد ہے جو واجبات سنن اور مستحبات میں امتیاز نہیں کرتا۔ اس سخت لفظ کو استعمال کرنے کی غرض یہ ہے کہ علماء پر انکار نہیں کرنا چاہیے کبھی وہ میان جواز کے لئے بھی ایک کام کر لیتے ہیں جس پر لوگ عیب گیری کرتے ہیں۔ ان روایات اور آثار کے لانے سے امام بخاریؒ کی غرض یہ ثابت کرنا ہے کہ ہر قسم کے کپڑے میں نماز جائز ہے۔ اگر چادر چھوٹی ہے تو اس کو لنگی کی طرح باندھ لے۔ اگر لمبی چادر نہیں تو اس کو کندھے پر ڈال کر گدی کے پاس گرہ باندھ دی جائے جب کہ یہ ممکن ہو۔ اگر اس سے بوی لمبی چادر ہے تو اسے لحاف کی طرح اوڑھ لے تاکہ زیادہ تاکید کی رعایت ہو جائے۔

یصلی فی ثوب صفحہ ۲۵/۵۱ جناب نبی اکرم ﷺ سے جو ایک کپڑے کے اندر نماز پڑھنا ثابت ہے وہ یہ ہے کہ آپؐ اسے لحاف کی طرح لپیٹے ہوئے تھے۔ اگرچہ التحاف سے کم میں بھی نماز جائز ہے لیکن افضل التحاف ہے۔

ذہبت الی رسول اللہ ﷺ صفحہ ۶/۵۲ آنحضرت ﷺ فتح مکہ کے دن حضرت ام ہانیؓ کے گھر میں تھے وہ کسی کو امان دینا چاہتی تھیں جسے حضرت علی المرتضیٰؓ امان نہیں دے رہے تھے تو یہ اپنے گھر میں جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے لئے امان لے آئیں یا وہ اپنی کسی ضرورت کے لئے اپنے گھر کی کسی کو ٹھڑی کی طرف گئیں۔

اولکل لکم ثوبان صفحہ ۱۰/۵۲ اس سے اشارہ ہے کہ یہ سوال بے محل ہے۔ کیونکہ جب جناب نبی اکرم ﷺ نے ان کو ایک ایک کپڑے میں نماز پڑھتے دیکھا اور انہیں نہیں روکا تو یہ آپ کی طرف سے تقریر ہو گئی۔ پھر اس کے بعد اس کے متعلق سوال کرنا بے معنی ہے مطلب یہ ہو کہ سوالات نہیں کرنے چاہئیں۔ اس تنگی کے وقت کو یاد کرو کیا تم میں سے ہر ایک کیلئے دو کپڑے ہو کرتے تھے۔
قوله فلیجعل علی عاتقہ الخ صفحہ ۹/۵۲ اپنے کندھوں پر کپڑے کو ڈالنے کا حکم اس وقت ہے جب کہ کپڑا میں وسعت ہو ورنہ اس کی لنگی باندھ لے۔

قوله هذا الاشمال صفحہ ۱۶/۵۲ اشمال یہ ہے کہ کپڑے کو بدن پر اس طرح لپیٹ لے کہ ہاتھ بھی اس سے نہ نکال سکے اور اوڈ میں حضرت جاہڑ کے واقعہ کی تفصیل بیان ہوئی ہے کہ میری ایک چادر تھی جس کو میں اپنے دونوں کندھوں پر مخالفانہ باندھنا چاہتا تھا لیکن وہ پوری نہیں تھی۔ میں نے اس کے کناروں کو ٹیڑھا کر کے اس کو اس طرح جھکا لیا کہ وہ گر نہ پڑے۔ یہ سارا واقعہ آنحضرت ﷺ دیکھ رہے تھے مجھے علم نہیں تھا میں نماز سے فارغ ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اگر کپڑا وسیع ہے پھر تو کندھوں پر ڈالو۔ تنگ ہو تو اسے کمر پر باندھ لو اگر یہ اشمال کا اور تو ناقص والا واقعہ اور اوڈ والا ایک ہیں پھر تو کوئی اعتراض نہیں۔ البتہ اگر یہ دو واقعے ہیں تو پھر اشکال ہے کہ ممانعت کے بعد حضرت جاہڑ نے اس کا کیوں ارتکاب کیا۔ جواب یہ ہے کہ دوسری مرتبہ ان کا گمان یہ تھا کہ اگرچہ کپڑے میں الخفاف کی گنجائش نہیں ہے کم از کم اتنا کر لو کہ اس کی توڑ مروڑ سے سینہ اور پیٹ تو چھپ جائے۔ اسی گمان کی بنا پر انہوں نے اس سے لنگی نہیں باندھی اور ٹیڑھا توڑ مروڑ کر کے سینہ اور پیٹ چھپا لیا۔ اگر یہ معلوم ہو کہ کپڑا فرسخ ہے تو پھر ادب یہ ہے کہ اس سے الخفاف کیا جائے یہی قصہ پر دال ہے۔

بَابُ الصَّلَاةِ فِي الْجُبَّةِ الشَّائِبَةِ صفحہ ۱۹/۵۲

کفار اور مشرکوں کے علاقہ کے کپڑوں میں بغیر دھوئے نماز پڑھنا جائز ہے۔ کیونکہ اصل طہارت ہے اور نجاست عارضی ہے جب تک دلیل نہ ہو اصل کو ترک نہیں کیا جائے گا۔ البتہ اگر نجاست کا علم ہو جائے تو پھر انہیں دھو لینا چاہیے۔ جیسے آجکل امریکہ، برطانیہ سے ہمارے ملک میں لنڈے کے کپڑے آتے ہیں جن میں شراب وغیرہ کے پڑنے کا احتمال ہی نہیں بلکہ یقین ہے۔ تو انہیں دھونے کے بعد استعمال کیا جائے۔

وما صبغ بالبول یعنی جن کپڑوں کو پیشاب کے ساتھ رنگا جاتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ رنگ میں پیشاب ڈال کر

عادت یہ ہے کہ یہ لوگ دھو لینے کے بعد اسے پچھتے ہیں اسلئے نجاست کا وہ ہم نہ کیا جائے جب تک اس کا نشان ظاہر نہ ہو۔ یا جب تک کہ ان کے دھونے کا یقین نہ ہو جائے۔ جب کہ نجاست کے ڈالنے کا پہلے سے یقین ہو پھر وہ نہ دھوئیں تو استعمال نہ کیا جائے۔

باب کراہیۃ التعری فی الصلوۃ وغیرھا صفحہ ۵۲ / ۲۳

نماز اور غیر نماز میں ننگا ہونا ناپسندیدہ ہے۔ آخری جملہ سے باب سے مطابقت ہو گئی ورنہ نماز کے لئے کپڑا کا ہونا ضروری ہے اس کا بیان ہو چکا ہے۔ تو جب غیر نماز میں روایت سے کراہیہ ثابت ہو گئی تو نماز میں یہ حکم بطریق اولیٰ ثابت ہو گا۔

باب الصلوۃ فی القمیص والسرویل والتبان والقباء وغیرھا صفحہ ۵۲ / ۲۶

اس باب کا مقصد یہ ہے کہ جس کپڑے سے ننگ ڈھکا جاسکے۔ اس میں نماز جائز ہے۔ خواہ وہ قمیص ہو یا سلوار ہو یا کچھا (جانگیہ) ہو یا چکن ہو۔ تما جانگیہ میں اگرچہ نماز کے اندر تسڑ نہیں ہو سکتا لیکن دوسرا کپڑا ملا کر بدن چھپایا جاسکتا ہے۔ پس اسی طرح وہ کپڑا جس کے ساتھ دوسرے کپڑے کو ملانے سے ستر ہو جائے اس سے نماز جائز ہے یہ جواز کا حکم ہے۔ مستحب یہ ہے جس کو جس قدر گنجائش ہو وہ لباس میں وسعت اختیار کرے۔ جس پر اذاک تشیع اللہ فَاَوْسَعُوا دلائل کرتا ہے۔

قولہ ولا یلبس القمیص الخ شاید اس روایت کو اس جگہ لانے کی وجہ یہ ہو کہ اس قسم کے کپڑوں سے جس کو روکا گیا ہے کہ وہ پہلے ہوئے نہ پہنے وہ محرم یعنی احرام باندھنے والا ہے۔ تو غیر محرم کے لئے ان کا پہننا جائز ہو گا۔ کیونکہ اس محرم کو بھی نماز پڑھنے کا حکم ہے۔ زعفران اور گیر و کار ننگا ہو کپڑا بھی محرم کے لئے ناجائز ہے لیکن اس کا ثبوت دوسری نص سے ہے۔ یا یوں کہا جائے گا کہ رنگدار کپڑے عورتوں کے لئے کافی ہیں ان سے وہ نماز ادا کر سکتی ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس حدیث کا اس مقام پر لانا اس وجہ سے ہو کہ وہ کپڑے جن میں نماز ادا کرنا جائز ہے ان کے استثناء کے بعد اب باقی دو کپڑے چادر اور لنگی رہ گئے۔

باب ما یستر من العورة صفحہ ۵۳ / ۷

ننگ کتنا چھپانا ضروری ہے ننگ کی حد میں اختلاف ہے۔ اہل ظواہر کے نزدیک تو قبیل اور در کے علاوہ مرد کے لئے اور کوئی ننگ نہیں۔ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک ناف اور گھٹنے کے درمیان کا حصہ ننگ ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ گھٹنا بھی ننگ میں شامل ہے۔ یستر کا صیغہ معروف اور مجہول دونوں طرح سے پڑھا جاسکتا ہے۔ پہلی صورت میں مفعول محذوف ہو گیا کلمہ من زائد ہو گا۔

قولہ احییت ان یرانی الجہال صفحہ ۵۳ / ۱۸ پہلے ایک روایت میں احمق مثلک کے الفاظ گزرے ہیں اس جگہ جہاں مثلک کے الفاظ ہیں۔ اپنی گفتگو میں یہ الفاظ کا فرق اس لئے ہے کہ یا تو روایات بالمتنی ہیں ہر راوی نے اپنی سمجھ کے مطابق کہہ دیا

یا بعض روایات میں اختصار سے کام لیا گیا۔ اور دوسری میں اس کی تفصیل آگئی۔ یا واقعات میں تعدد ہے کہ کئی واقعات ہیں۔ اگرچہ نماز میں کپڑا پر اکتفا کرنا مکروہ ہے۔ مگر تعلیم کی وجہ سے کراہت نہ رہے گی۔ وجہ اس تعلیم کی یہ ہے کہ عوام سنن اور آداب کے ساتھ وہی معاملہ کرتے ہیں جو واجب کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اس لئے کبھی کبھی تعلیم کے لئے سنن اور مستحبات کو چھوڑ دینا چاہیے۔ زبانی کلامی کہہ دینا اتنا کارگر نہیں ہوتا جس قدر فعل اوقع فی النفس ہوتا ہے۔

باب ما یدکر فی الفخذ صفحہ ۱۹/۵۳

ران ننگ ہے یا نہیں۔ ائمہ کا اس بارے میں اختلاف گذر چکا۔ امام بخاریؒ نے اپنے مسلک کی تائید میں کہ ران ننگ نہیں ہے حضرت انسؓ کی حدیث باب بیان کی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ کی ران کھلی رہ گئی تھی۔ شیخ گنگوہیؒ قولہ حسر النبی ﷺ صفحہ ۲۰/۵۳ سے جواب دے رہے ہیں کہ ران کے کھل جانے کی نسبت جناب نبی اکرم ﷺ کی طرف مجاز ہے۔ کیونکہ یہ کھل جانا جانور کے دوڑنے کی وجہ سے تھا۔ آپؐ نے قصداً ایسا نہیں کیا بھڑکی وجہ سے ایسا ہو گیا۔ جس پر حضرت انسؓ کے گھٹنے کا آپؐ کی ران کو چھونا دالالت کرتا ہے چنانچہ مسلم کی روایت ہے میں حسر کی بجائے اُنْحَسَرَ کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ دوسرا استدلال حضرت امام بخاریؒ نے حضرت عثمانؓ کے واقعہ سے کیا ہے کہ جب وہ داخل ہوئے تو آپؐ نے اپنی ننگی پنڈلی یا ننگے گھٹنے کو ڈھانپ لیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ڈھانپنا ننگا ہونے کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ فرج گھٹنے اور پنڈلی یہ سب پہلے سے ڈھکے ہوئے تھے۔ پنڈلی یا گھٹنے سے کپڑا کھسک گیا تو اس کو آپؐ نے ٹھیک کر لیا جب گھٹنے یا پنڈلی کا ڈھانپنا ثابت ہو گیا تو ران جو فرج کے زیادہ قریب ہے اس کا ڈھانپنا بطریق اولیٰ ہو گا۔ تیسرا استدلال امام بخاریؒ کا حضرت زید بن ثابتؓ کی روایت سے ہے جس میں فخذہ علی فخذی کہ آپؐ کی ران میری ران پر تھی۔ لیکن یہ استدلال اس پر موقوف ہے کہ فخذ کا لفظ جب بولا جائے اس کے ساتھ کپڑا نہ ہو۔ احنافؒ فرماتے ہیں کہ کہ دونوں کے فخذ مستور اور چھپے ہوئے تھے۔ امام بخاریؒ کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ کپڑا کا ہونا یہ امر زائد کا ثابت کرنا ہے جو محتاج دلیل ہے۔ شیخ گنگوہیؒ جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جہاں اصل ضابطہ یہی ہے لیکن ہمیں یہ بتلایا جائے کہ کیا وہ ران جس پر کپڑا ہو کیا اس کے لئے فخذ کے سوا کوئی اور لفظ بولا جاتا ہے۔ کیونکہ ہمیں تو یہ معلوم ہے کہ ران ہو بیلدن کا کوئی اور عضو ہو ستر چھپانے سے پہلے جو بھی ان کے نام تھے ستر کے بعد ان میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔ نیز اگر ہم یہ کہیں کہ ران ننگ نہیں ہے تو پھر حضرت جرہد کی قولی حدیث جس میں ہے کہ الفخذ عودہ کہ ران ننگ ہے مہمل رہ جاتی ہے جس کا مہمل ہونا جائز نہیں۔ تعجب ہے کہ یہ حضرات فخذہ علی فخذی میں تو بلا حائل کے قائل ہیں اور حدیث عائشہؓ میں جب کہ نماز میں آپؐ ان کی چنگلی کاٹتے تھے تو وہاں یہ حضرات کہتے ہیں کہ پاؤں پر کوئی کپڑا ہوا ہو گا۔ حالانکہ پاؤں عموماً کھلے ہوتے ہیں۔

بہین تغادت الخ

قولہ من كان عندہ شیء فلیجعی بہ صفحہ ۸/۵۳ جس کے پاس کوئی چیز ہو وہ لے آئے بظاہر یہ ترجمہ بعید معلوم ہوتا ہے

کیونکہ ولیمہ ہمیشہ شوہر کے مال سے ہوتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے دیگر ازواج مطہرات کے ولیمہ جات میں اور کسی سے کچھ نہیں لیا تو ملی صفیہؓ کے ولیمہ میں آپؐ صحابہ کرامؓ سے کیسے طلب کر رہے ہیں کہ جو کچھ جس کے پاس ہو وہ لے آئے۔ حالانکہ ابھی آپؐ خیبر سے واپس لوٹے تھے اور وہاں سے آپؐ کو بہت کچھ مال حاصل ہوا۔ پس یہ وہم بھی نہیں کیا جاسکتا کہ آپؐ کے پاس کچھ نہیں تھا۔ عام شارحؒ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کا اپنا مال پیش کرنا بطور تبرع و احسان کے تھا۔ لیکن قطب گنگوہیؒ کا ایک عجیب جواب ہے جو کسی شارحؒ کو نہیں سوجھا۔ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرامؓ کا ان کا خالص مال نہیں لیا۔ بلکہ مال غنیمت تقسیم کرنے سے پہلے جو کھانے پینے کی چیزیں جن کے وہ ضرورت مند تھے ان میں بانٹ دی تھیں ان کو لوٹو لیا۔ اور تقسیم غنیمت سے پہلے جو کچھ امام کسی کو عطا کرے اس میں سے جو کچھ بچ رہے اس کو واپس لانے کا حکم دے سکتا ہے۔ جب کہ وہ حد سے بڑھ جائے۔ پھر آپؐ نے جو کچھ بھی صحابہ کرامؓ سے واپس کر لیا اس کا واپس کرنا ان پر واجب نہ تھا۔ اور یہی تواضع کی دلیل ہے کہ امام درحاکم کی تقسیم غنیمت سے پہلے اور قبضہ کرانے سے پہلے مجاہدین کا ملک ثابت نہیں ہوتا۔ اگرچہ امام اور حاکم اموال غنیمت ان کو دے بھی دے۔ کیونکہ اگر ملک ان کا ثابت ہوتا تو امام عطیہ کرنے کے بعد ان سے کیسے واپس لے سکتا ہے۔ حالانکہ خمس کی وجہ سے امام خود اس سے مستغنی ہے۔ جب ان کا ملک ثابت ہو جائے تو معلوم ہو کہ یہ ولیمہ آپؐ کے اس خالص حق میں سے تھا جو غنیمت کے خمس میں سے آپؐ کے لئے تھا۔ اس ترجمہ سے امام بخاریؒ نے اہل کوفہ پر رد کیا ہے جو کہتے ہیں مال غنیمت کو دار الحرب میں تقسیم نہ کیا جائے۔ وجہ یہ ہے کہ ملک غلبہ کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔ اور غلبہ اس وقت تک مکمل نہیں جب تک اسے دارالاسلام میں محفوظ نہ کر لیا جائے۔ لیکن جمہور علماء فرماتے ہیں کہ یہ امام کے اختیار اور اجتہاد پر موقوف ہے۔ جب مال مسلمانوں کے ہاتھ میں پہنچ گیا تو غلبہ حاصل ہو گیا۔

متلفعات بمر و طہن صفحہ ۱۲/۴۵ عورتیں اپنی گرم چادروں میں لپٹی ہوئی تھیں۔ امام بخاریؒ اس سے ترجمہ یوں ثابت کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ان عورتوں سے یہ نہیں پوچھا کہ آیا کہ ان کی چادروں کے نیچے کوئی اور کپڑا ہے یا نہیں۔ تو آپؐ کی تقریر ہو گئی۔ کہ جب کپڑا ننگے بدن کو چھالے تو اس کپڑے پر نماز میں کفایت کرنا جائز ہے۔ تو ترجمہ سے امام بخاریؒ کی غرض سلف کے اس اختلاف کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ عورت کتنے کپڑوں میں نماز پڑھے۔ بعض نے چار کپڑے، بعض نے تین کپڑے ضروری قرار دیئے ہیں جمہور علماء فرماتے ہیں کہ عورت ایک کپڑے میں بھی نماز پڑھ سکتی ہے۔ بجز طیکہ وہ ایک کپڑا جس سے بدن اور سر کو چھپا لیا جائے۔ اس سے عورت نماز ادا کر سکتی ہے۔

باب اذا صلی فی ثوب لہ اعلام ترجمہ۔ جب کہ کوئی ایسے کپڑے میں نماز پڑھے جس میں نقش و نگار ہوں صفحہ ۱۲/۵۴

اس ترجمہ سے مقصد یہ ہے کہ اگرچہ اس صورت میں دل کو مشغول رکھنا خلاف اولیٰ ہے لیکن نماز جائز ہے۔ اس لئے شیخ المشائخؒ

فرماتے ہیں کہ اس سے نماز فاسد نہ ہوگی۔ لیکن اس کا ترک کرنا اولیٰ ہے۔ اور یہ دونوں جو حدیث سے ثابت ہیں کہ آپؐ نے نماز جاری رکھی بعد ازال کر اہت کا اظہار فرمایا۔

باب ان صلی فی ثوب مصلب صفحہ ۱۶/۵۴

قولہ لاتزال تصاویرھا صفحہ ۱۹/۵۴ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی کپڑا میں صلیب کا نشان بنا ہوا ہو یا اس کا نقش ہو یا کپڑا تصاویر اور فوٹو والا ہو تو چونکہ صلیب اور تصاویر کی پوجا کی جاتی ہے۔ لہذا ایسے کپڑے میں نماز پڑھنا کراہت کے ساتھ جائز ہے۔ حدیث باب اگرچہ تمام ترجمہ کو ثابت نہیں کرتی لیکن تاہل کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ ساتر ہونے کی وجہ سے نماز جائز ہے۔ فاسد نہیں ہوگی کراہت ضرور ہے اس طرح آنے والی روایت کہ جس میں ریشم کے ٹکڑے استعمال کئے گئے لیکن آپؐ نے ان کو اتار پھینکا۔ جس سے واضح ہے کہ ایسے کپڑے میں نماز پڑھنا لائق نہیں ہے۔ یعنی ایک قسم کی کراہت ہے پھر بھی نماز جائز ہے۔ کیونکہ آپؐ نے نماز کا اعادہ نہیں فرمایا۔

قولہ فنزعہ نزعاً شدیداً الخ صفحہ ۲۱/۵۴ معلوم ہوتا ہے کہ وحی کا نزول دوران نماز ہوا صحیحی تو آپؐ نے کپڑے اتارنے کی جلدی کی تاکہ نماز اس سے محفوظ رہے۔ آپؐ نے جلدی سلام پھیر دیا۔ جس سے واضح ہوا کہ نماز جائز ہے۔ جواز کے ساتھ حرمت جمع ہو گئی جیسا کہ حنفیہ فرماتے ہیں۔ کیونکہ یہ حرام ایک دوسری حیثیت سے جو حرام نہیں ایک نعمت کا سبب بن گیا۔ اعادہ صلوٰۃ آپؐ نے اسلئے نہ کیا کہ یہ واقعہ ریشم کی حرمت سے پہلے کا تھا۔ الحاصل امام بخاریؒ کے ان ابواب مختلفہ کے لانے کی غرض یہ ثابت کرنا ہے کہ ان امور سے نماز فاسد نہیں ہوگی۔ البتہ کراہت اور استحباب دو الگ امور ہیں۔ آپؐ نے یہ محض اس لئے کیا تاکہ میان جواز حاصل ہو جائے سرخ کپڑے کے اندر بھی یہی تاویل جاری ہوگی۔ کہ سرخ کپڑے کے استعمال میں جواز تو ہے لیکن کراہت بھی ہے۔ اسی بنا پر اگر صفر اور زعفران کا رنگا ہوا کپڑا ہو تو وہ بھی اس لئے نقصان دہ نہیں ہے کہ اس سے نفس جواز نماز ثابت کرنا ہے کہ فریضہ کی ادائیگی تو ہو جائے گی لیکن کراہت تحریمی ساتھ رہے گی۔ اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ اگر ان کردہات کا استعمال تعلیم دینے کے لئے ہو تو کراہت بھی ساقط ہو جائیگی چنانچہ کوکب درمی اور فتاویٰ رشیدیہ میں صراحت ہے کہ فتویٰ توجواز کا ہے۔ والنقوی فی الاحتیاط جیسے صلوٰۃ فی ثوب واحد اور صلوٰۃ علی المنبر کے بارے میں ہے۔ اور یہ حضرت بریرہؓ کے واقعہ سے ظاہر ہے کہ آپؐ نے فرمایا اشترطی واخصی کہ شرط مان لو خرید کر پھر آزاد کر دو۔

قولہ علی ظہر المسجد بصلوٰۃ الامام صفحہ ۱/۵۵ یعنی مقتدی مسجد کی چھت پر اور امام مسجد کے اندر ہو تو یہ نماز جائز ہے۔ البتہ احناف کے نزدیک یہ شرط ہے کہ مقتدی امام سے آگے نہ بڑھے۔ اور امام مسجد کے اندر اکیلا نہ ہو اور یہ دونوں مسئلے ظاہر ہیں

قولہ وقام رسول اللہ ﷺ صفحہ ۴/۵۵ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام کا قوم سے اونچا کھڑا ہونا جائز ہے بشرطیکہ وہ ہندی مقدر مخصوص سے زائد نہ ہو۔ اب اس کی تعیین میں اختلاف ہے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ انسان کے قد کے برابر اونچائی ہو

بعض کے نزدیک ایک ذراع یعنی ہاتھ کے برابر ہو۔ اصح یہ ہے کہ ایک ذراع سے کم میں کراہت نہیں ہے۔ اگر اونچائی ایک ہاتھ سے اوپر نہ ہو تو مکروہ ہے۔ اگر یہ اونچے حصہ پر کھڑا ہو تا خواہ منبر پر ہو یا اور کسی چیز پر ہو تو تعلیم و تبلیغ کے عارض کی وجہ سے یہ کراہت بھی رفع ہو جائے گی اگر امام مقتدیوں سے انسان کے قد کی مقدار اوپر ہو یا نیچے ہو تو اقتدافاسد ہو جائے گی۔ وجہ یہ ہے کہ اس سے اہل کتاب سے مشابہت ہو جاتی ہے۔ تھوڑی سی بلندی میں کوئی حرج نہیں ہے۔ نیز احادیث سے یہ بھی واضح ہوا کہ عمل قلیل کے ساتھ نماز جائز ہے جیسے دو قدم یا اس سے زائد کے ساتھ تھوڑا سا آگے پیچھے چلانا ہو تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

فصلی بہم جالساً صفحہ ۱۴/۵۵ مسئلہ یہ ہے کہ اگر امام قوم سے ایک انسان کے قد سے اوپر کھڑا ہو جب کہ اس کے ساتھ کچھ لوگ اور بھی ہوں تو اس میں کوئی گناہ نہیں۔ ایسے اس جگہ بھی ایسا ہی تھا کہ قوم کا ایک گروہ آپ کے ہمراہ بالا خانہ پر تھا اور دوسرے لوگ نیچے مسجد میں تھے۔ شیخ گنگوہیؒ کی اس توجیہ کی تائید مسلم کی روایت سے ہوتی ہے۔ جس میں ہے عَنْ جَابِرٍ قَالَ اِشْتَكِي رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَصَلَّيْنَا وَرَاهُ وَهُوَ قَاعِدًا وَأَبُو بَكْرٍ يَسْمَعُ النَّاسَ تَكْبِيرَ (الاحديث) حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ ہمارے ہونے آپ کے پیچھے نماز ادا کی جبکہ آپ بیٹھے ہوئے تھے اور ابو بکرؓ آپ کی تکبیر لوگوں کو سناتے تھے۔ اگر طائفہ قلیلہ ہوتا تو تکبیر سننے کی ضرورت ہی نہیں تھی معلوم ہوتا ہے کہ طائفہ کثیرہ آپ کے پیچھے تھا۔ اس باب سے امام بخاریؒ کی غرض چھت پر نماز پڑھنے کا جواز ثابت کرنا ہے۔ اور بیٹھ کر نماز آپ نے تین جگہ پڑھی ہے۔ ایک تو ۵۵ میں جب کہ آپ گھوڑے سے گر پڑے۔ دوسرے مرض وصال میں۔ تیسرے غزوہ احد میں جب کہ آپ زخمی ہو گئے تھے۔ تو آپ نے ظہر کی نماز بیٹھ کر پڑھائی جب کہ مسلمان بھی آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ نیز امام بخاریؒ کی ترتیب سے معلوم ہوتا ہے کہ گھوڑے سے گرنے کا واقعہ اور واقعہ ایلاء ایک ہی وقت میں ہوئے۔ حالانکہ گھوڑے سے گرنے کا واقعہ ۵۵ کا ہے۔ اور ایلاء کا واقعہ ۹۹ کا ہے۔ اس جگہ امام بخاریؒ سے تسامح ہو گیا۔ جیسا کہ ظاہر الفاظ حدیث انسؓ سے معلوم ہوتا ہے۔

قوله ما لم تشق على اصحابك صفحہ ۲۰/۵۵ مسئلہ یہ کہ نماز میں قیام فرض ہے۔ کشتی میں سوار ہونے والا اگر قیام پر قادر ہے تو کھڑے ہو کر نماز پڑھے۔ ورنہ بیٹھ کر نماز ادا کرے یہی صحابین کا مسلک ہے۔ آجکل ریل گاڑی کا بھی یہی حکم ہے حضرت امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ کشتی اور ریل گاڑی میں بیٹھ کر ہی نماز ادا کرے خواہ قیام گراں ہو یا نہ ہو کیونکہ سب کو سبب کے قائم مقام کیا جاتا ہے جیسے سفر میں مشقت ہو یا نہ ہو قصر صلوٰۃ کا حکم ہے۔ کیونکہ احکام عامہ ہوتے ہیں خواہ پہلے ان کی ممانعت پر ہو۔ حضرت حسن بصریؒ کے کلام کا محمل بھی یہی امام اعظمؒ کا مذہب ہے۔ چنانچہ شیخ گنگوہیؒ حضرت حسن بصریؒ کے اثر کی توجیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ راکب سفینہ پر کھڑا ہونا گراں نہ ہو۔ چونکہ عادت یہ ہے کہ جو خود اپنے اوپر گراں ہو وہ دوسرے پر بھی گراں ہوتی ہے۔ اس لئے فرمایا ما لم تشق على اصحابك کہ جب تک تمہارے ساتھیوں پر گراں نہ ہو جب رفقائے پر گراں ہے تو عادت یہ ہے کہ اس کے اپنے اوپر بھی گراں ہو گا تو یہ حکم عادت پر مبنی ہوا اور حضرت حسن بصریؒ کے اثر سے معلوم ہوا کہ حکم کا مدار عدم استطاعت پر نہیں بلکہ رفقائے کی رعایت پر جواز کا حکم دیا ہے۔

قوله بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الْخَمْرَةِ الْخ

بعض احادیث سے ثابت ہے کہ ترب و جھک کہ اپنے چہرہ کو خاک آلودہ کرو۔ بظاہر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین پر نماز پڑھی جائے۔ کشتی۔ چٹائی۔ اور قالین پر نماز جائز نہ ہو۔ امام حنبلی نے ان ابواب کو ذکر کر کے بتلادیا کہ کشتی اور زمین کے اوپر چٹائی اور قالین چھا کر نماز پڑھنا جائز ہے۔ خمرہ وہ چھوٹی چٹائی جو کھجور کے خوشے کے پتوں سے بنائی جائے۔ تو چھوٹے مصلیٰ کو خمرہ کہتے ہیں بولے کو حصیر کہتے ہیں اس باب سے ثابت کرتا ہے کہ اگر نمازی کا کچھ حصہ زمین پر اور کچھ چٹائی اور قالین پر ہو تو اس کی نماز جائز ہے تو صلوة فی السفینہ اور صلوة علی الخمرہ دو مسئلے محتاج بیان تھے۔ اس لئے ان کو بیان کر دیا خلاصہ یہ ہے کہ زمین کے علاوہ دوسری اشیاء پر نماز جائز ہے۔

بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الْفِرَاشِ ص ۲۶ / ۵۵

بعض حضرات نے کہا کہ یہ ترجمہ مہمل بے فائدہ ہے یا لغو ہے حالانکہ اثر اور افعال صحابہ کرام سے اس باب میں ثابت کیا ہے کہ بسوز پر نماز جائز ہے۔ خواہ سب کا سب بسوز پر ہو۔ یا بعض بسوز پر نہ ہو۔ جیسے کپڑے پر سجدہ جائز ہے ایسے پاک بسوز پر بھی جائز ہے۔ خواہ اس کے ساتھ بیوی سوئی ہوئی ہو یا نہ ہو۔ اون پر نماز پڑھنا سوائے شیعہ کے باقی سب مسلمانوں کے نزدیک جائز ہے۔ تو اون اور بالوں کے قالین پر نماز پڑھنا جائز ثابت ہوا۔

باب السجود علی الثوب ص ۶ / ۵۶

کپڑے پر نماز پڑھنا جائز ہے جب کہ سخت دھوپ ہو۔ پہلے تعلیقات سے اس پہلے کو ثابت کیا تھا اب شد ذکر کر کے اسے بیان کیا لہذا انکار نہ ہوا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے شوافع کا رد کرنا ہو۔ کو جو ثوب منفصل یعنی الگ کپڑے پر نماز کو جائز کہتے ہیں اور جو کپڑا انسان کے بدن کے متصل ہے اس پر نماز جائز ہے۔ حدیث باب سے ثابت ہوا کہ بگڑی کے پلے پر سجدہ کر کے دھوپ سے چلتے تھے۔

قَوْلُهُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ص ۲۱ / ۵۶ کہا جاتا ہے کہ امام حنبلی کو جب کہیں کلمت یا جمع کرنے میں لکھتے لکھتے کوئی رکاوٹ پیش آجائے تو وقفے کے بعد جو لکھنا شروع کرتے ہیں تو اس کی بسملہ سے ابتدا کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ مؤلف ایک ہی کتاب میں ابواب کے درمیان بسملہ لکھ دیتے ہیں۔ یاد رہے کہ مؤلف نے باب فضل استقبال القبلة میں یہ قول ذکر کیا ہے۔ يَسْتَقْبِلُ بِأَطْرَافِ رِجْلَيْهِ يَعْنِي أَيْنِ پَاوُنِ كِ الْاَلْيُوْنِ كُوْهُيْ قِبْلَةَ كِيْ طَرْفِ مَتَوَجِّهْ كَرِے تُوْیْہِ قَوْلُهُ بَے مَعْلُ نَمِيْنِ۔ بَلِیْہِ اسْتِقْبَالِ قِبْلَةَ مِيْنِ مَبَالِغِ كَيْلِیْہِ مِيَانِ كَيْآہِ۔

قوله واكلوا ذبيحتنا ص ۲۵ / ۵۶ یہ قید ان کفار کو خارج کرنے کیلئے لگائی گئی جو مسلمان کا ذبیحہ کھانا پسند نہیں کرتے ورنہ مشرکین اور یہود و نصاریٰ دونوں مذہب والے مسلمان کا ذبیحہ کھاتے تھے تو یہ ان سے احتراز نہ ہوگا۔ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پُر

اقتضار ہے اور رسالہ بھی اس کے ضمن میں مراد ہے۔ دوسرے اقرار توحید کے بعد ان افعالِ شکر کا ذکر کرنا اس لئے ہے کہ واجبات دین میں سے اعظم ہیں۔ اور پہلے دن کی ملاقات سے اس کی نماز اور کھانے پینے کا علم ہو جاتا ہے۔ روزہ کا علم تو سال میں ایک مرتبہ ہو گا اور حج تو کہیں مہینوں اور سالوں کے بعد معلوم ہو گا اور کبھی تو بالکل واجب نہیں ہوتا۔ اور بعض لوگ غیر اللہ کے نام پر ذبح کرتے ہیں اور بعض مسلمانوں کا ذبیحہ نہیں کھاتے۔ تو بعض روایات میں ہے ذبح مثل ذبیحتنا اس سے پہلے فریق پر اور اکل ذبیحتنا سے دوسرے فریق پر رڈ ہوا۔

باب قِبْلَةُ أَهْلِ الْمَدِينَةِ وَأَهْلِ الشَّامِ صَفْحَةٌ ۱۵۷

یعنی مدینہ اور شام والوں کا قبلہ کہاں ہے۔ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مشرق و مغرب کے درمیان ہے پھر قولہ المشرق اگر قولہ قبلہ پر معطوف ہے تو باب کے تحت داخل ہو گا۔ مطلب یہ ہو گا کہ مشرق و مغرب پر قبلہ دارو مدار نہیں ہے۔ بلکہ قبلہ بیت اللہ ہے جس سمت پر بھی واقع ہو بہر صورت مغرب کا ذکر اس لئے چھوڑ دیا کہ وہ ظاہر ہے۔ اس لئے کہ مشرق و مغرب اس حکم میں ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوتے۔ ایک کا ذکر نادرے کے ذکر سے بے پرواہ کرنے والا ہے۔ اور سماوات معطوف کو اس لئے حذف کر دیتے ہیں کہ مطوف علیہ اس پر دلالت کرتا ہے۔ ترجمہ سے مؤلف نے نئی کو عام اور شرق و غرب کو اہل مدینہ اور اہل شام کے ساتھ خاص کر کے ابو عوانہ کے مذہب کا رد کیا ہے۔ جو کہتے ہیں کہ قبلہ کی طرف استقبال اور استدبار اہل مدینہ اور ان کی سمت والوں کے لئے ہے۔ دوسرے لوگوں کے لئے استقبال و استدبار جائز ہے۔ مؤلف نے ان کا رد کرتے ہوئے نئی کو عام رکھا۔

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ وَاتَّخَذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى صَفْحَةٌ ۱۵۷

اس باب سے قبلہ کے حکم کو پکا کیا گیا۔ چنانچہ جب یہ آیت وارد ہوئی تو جناب نبی اکرم ﷺ نے مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھتے وقت استقبال قبلہ کے فرض کو نہیں چھوڑا۔ نیز! ترجمہ منعقد کرنے میں اس پر دلالت ہے کہ آیت مقام ابراہیم کے استقبال کو واجب نہیں کرتی کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو آپ بیت اللہ کے سامنے نماز نہ پڑھتے اس لئے اس صورت میں مقام ابراہیم آپ کے پیچھے ہو جاتا ہے۔ پس امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ آیت کریمہ میں امر ایجاب کے لئے نہیں بلکہ یہ امر سنہ اور استحباب کا ہے۔ بہر حال امام بخاری کے ترجمہ پر دو اعتراض تھے۔ ایک تو یہ کہ آیت استقبال مقام ابراہیم کے امر کو متقاضی ہے۔ لیکن اس پر روایات دلالت نہیں کرتیں۔ قطب گنگوہی نے اس کے دو جواب دیئے ایک تو یہ کہ اس آیت سے استقبال الی الکعبہ کے امر کی تاکید کی ہے کہ اس امر کے باوجود آپ نے استقبال الی الکعبہ نہیں چھوڑا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جو امر آیت ترجمہ میں ہے وہ مذہب اور استحباب کے لئے ہے وجوب کے لئے نہیں ہے۔ نیز! اگر استقبال مقام واجب ہو تا تو آپ خانہ کعبہ کے اندر نماز نہ پڑھتے معلوم ہوا کہ تمام جہات کعبہ کی طرف منہ کرنا جائز ہے۔

قولہ حرف القوم صفحہ ۲۶/۵۷ حدیث باب سے ترجمہ واضح ہوا کہ مسجد حرم میں کسی خاص ایک جگہ پر نماز پڑھنا

ضروری نہیں ہے۔ بلکہ جس جگہ بھی نمازی ہو اسے کعبہ کی طرف منہ کرنا چاہیے کیونکہ جہاں نبی اکرم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے وہاں قوم نے

نہیں پڑھی بلکہ تحویل قبلہ کے وقت آپ اس طرح پھر گئے کہ مرد مقتدی بھی اس طرح پھر گئے کہ وہ آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ اور عورتیں اس طرح پھریں کہ وہ مردوں کے پیچھے کھڑی ہو گئیں۔ تو کسی مکام کی تخصیص نہ رہی جیسا کہ اہل القبلین نے کیا اس طرح آپ نے سجدہ سو میں کیا۔ سفر و حضر میں یہی حکم ہے۔

قوله فَنَتَى رَجُلِيهِ صفحہ ۴/۸۵ یعنی اپنے دونوں پاؤں موڑ لئے اور استقبال قبلہ کیا جس سے معلوم ہوا کہ کسی حال میں استقبال کعبہ کو ترک نہیں کیا۔ فنی رَجُلِيهِ محل استدلال ہے۔

ثُمَّ اَتَمَّ مَا بَقِيَ صفحہ ۴/۵۸ یعنی جو کچھ رہ گیا تھا حد ازاں اسے پورا کیا معلوم ہو کہ جو استقبال قبلہ بھول جائے وہ معاف ہے اور یہ عمل کثیر کلام سے پہلے کا ہے۔ جب کلام منسوخ ہو تو جو کچھ اس کے ضمن میں تھا وہ بھی منسوخ ہوا یعنی وہ قبلہ کی دوسری طرف کو پھرنا ہے۔ کیونکہ فرائض نماز اور اس کے مفصلات میں ذکر اور نسیان دونوں برابر ہیں۔ یعنی پہلے جو نسیا نَافَهُو عفو گذرا ہے وہ امام بخاری کے استدلال کے مطابق ہے۔ ورنہ مولانا حسین علی پنجابیؒ کی تقریر کے مطابق جس شخص نے سوا تیسری رکعت کے بعد سلام پھیر دیا اور اپنے سینہ کو کعبہ کی طرف سے ہٹالیا تو احناف کے نزدیک اس کی نماز فاسد ہوگی اور اس حدیث کو منسوخ ماننا پڑے گا جیسا کہ اس کے بعد نماز میں کلام کرنا منسوخ ہوا۔ امام بخاری نے پہلے ترجمہ میں مختلف احادیث بیان کیں جن سے استقبال قبلہ کی ضرورت بیان ہوئی ہے۔ اور دوسرے ترجمہ سے بتایا گیا کہ اگر نسیا نا کوئی استقبال ترک کر دے تو اس کے اعادہ کرنے میں اختلاف ہے۔ احناف کے نزدیک اعادہ ہے اور شوافع کے نزدیک نہیں۔ البتہ اگر قبلہ کو تلاش کرنے میں غلطی ہو جائے اور وقت نہ رہے تو اعادہ لازم نہیں ہے۔

قَوْلُهُ وَاتَّخَذُوا مِنْ مَقَامِ اِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى صفحہ ۱۰/۵۸ آیت سے استدلال اس طرح ہوا کہ فرض استقبال کو کسی صورت میں نہیں چھوڑا جاسکتا یہی وجہ ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے اس پر اس طرح عمل کیا کہ اس پر عمل کرنے سے استقبال قبلہ فوت نہیں ہوا۔ آیت میں مصلیٰ فرمایا گیا قبلہ نہیں فرمایا جو اس بات کی دلیل ہے کہ مقام کو مصلیٰ بنانے کی صورت میں قبلہ کی طرف توجہ ضروری ہے۔

باب حَكِّ الْبِزَاقِ صفحہ ۱۷/۵۸

کھنگار کو مسجد میں کھر چنا اگرچہ طبعاً مکروہ ہے اس سے وہم ہوتا تھا کہ ایسا کرنا جائز نہ ہو۔ لیکن امام بخاری نے اس پر رد کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ تو جناب نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے کہ راتہ کیسی۔ اس باب سے لے کر آگے بچپن ۵۵ ابواب تک کا تعلق احکام مسجد سے ہے حدیث باب سے ثابت کیا کہ جب آنحضرت ﷺ نے اپنے ہاتھ یا کٹڑی کے ذریعہ کھنگار یا بیک کو دور کیا ہے تو مسجد کو اس سے پاک رکھنا ثابت ہوا۔

قوله ان دَطُتْ عَلَيَّ قَدِيرٌ وَطَبٌ صفحہ ۲۶/۵۸ حضرت ابن عباسؓ کا اثر نقل کر کے امام بخاری نے اشارہ کیا کہ بیک

اور کھنکار کی کراہت کی وجہ صرف گندگی نہیں ہے کہ وہ فضلہ ہے ناک یا سینہ کا بلکہ احترام قبلہ مقصود ہے۔ جس میں خشک اور تر کا فرق نہیں کیا گیا۔ جیسا کہ ابن عباسؓ نے جوتے میں اس کا فرق کیا ہے۔ کہ خشک گندگی کو تور گڑنے سے پاک کیا جائے گا اور تر گندگی کے ازالہ کے لئے دھونا ضروری ہوگا۔ کیونکہ رطب تو پھینے سے اور پھیلے گا اس کا ازالہ نہیں ہوگا۔

قوله ولكن عن يساره صفحہ ۱۵۹/۷۱ یہاں سے امام بخاریؒ نے پانچ تراجم ایسے قائم کئے ہیں جن میں باہمی قرب کی وجہ سے باب سے مناسبت واضح نہیں ہوتی۔

۱۱ پہلا باب ان میں سے باب لا یبصق عن یمینہ فی الصلوۃ ہے

اس سے امام بخاریؒ نے ایک اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کہ آیا دائیں نہ تھوکننا نماز کے ساتھ مختص ہے یا عام ہے۔ خارج صلوٰۃ بھی دائیں جانب نہ تھوکننا چاہیے۔ امام بخاریؒ کا میلان پہلے قول کی طرف ہے۔ امام مالکؒ کا مسلک بھی یہی ہے جن روایات میں مطلق حکم ہے اس کو وہ اپنی عادت کے مطابق مقید پر محمول کر رہے ہیں۔ جمہور ائمہ کے نزدیک ممانعت کا حکم عام ہے۔ داخل صلوٰۃ ہو یا خارج صلوٰۃ مسجد میں ہو یا غیر مسجد میں منع کا حکم عام ہے۔

۱۲ دوسرا ترجمہ باب لیبصق عن یساره اوتحت قدمہ الیسری

پہلا ترجمہ مقید بالصلوٰۃ تھا اور حدیث مطلق تھی۔ تو یہ ترجمہ اس کا برعکس ہے کہ ترجمہ مطلق ہے اور حدیث مقید ہے۔ قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ بائیں طرف تھوکنے کی اجازت تب ہے جب کہ نہ تو مسجد میں ہو اور نہ ہی اس کے بائیں طرف کوئی دوسرا آدمی ہو۔ اور بائیں قدم کے نیچے تھوکننا تب جائز ہے جب کہ مسجد میں ہو یا اس کے بائیں جانب اور کوئی موجود ہو۔

۱۳ باب کفارة البزاق فی المسجد خطیۃ والی حدیث ذکر کر کے اس کی برائی اور غلطی

کی طرف اشارہ کیا جس کا کفارہ یہ ہے کہ اسے دفن کر دیا جائے۔ چنانچہ

۱۴ چوتھا باب ہے دفن النخامة فی المسجد جمہور کا مسلک یہ ہے کہ سبک اور کھنکار کو مسجد کی مٹی

یا اس کی کٹکریوں اور ریت میں دفن کر دے۔

۱۵ پانچواں باب اذا بدرہ البزاق الخ کہ جب بزاق نکل کرے تو گندگی کی وجہ سے بغیر ضرورت کے

کپڑے میں نہ تھو کے۔

قوله وذكر القبلة صفحہ ۱۵۹/۲۲ یعنی یہ وہ باب ہے جس میں قبلہ کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ کس سمت کو ہونا چاہیے واللہ اعلم

امام بخاریؒ نے یہاں دو ترجمے قائم کئے ہیں۔ پہلا عظة الامام ہے اور دوسرا ذکر القبلة ہے۔ مقصود اصلی پہلا ترجمہ ہے کہ امام کو مقتدیوں کے احوال کا لحاظ کرنا چاہیے کوئی کوتاہی ہو تو متنبہ کرے۔ اور دوسرے جز کو اس سے ثابت کیا کہ میرا قبلہ ایک جنت میں نہیں میں تو پیٹھ پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔

قوله باب هل يقال مسجد بنی فلان

چونکہ مسجد اللہ کا گھر ہے اور اس کی عبادت کی جگہ ہے جس سے وہم پیدا ہوتا تھا کہ شاید غیر اللہ کی طرف اس کی نسبت کرنا شرک ہو یا کم از کم مکروہ تو ضرور ہو گا اور بے اولیٰ بھی ہے۔ تو روایت لا کر امام بخاریؒ نے ثابت کر دیا کہ غیر اللہ کی طرف نسبت کرنا جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔ جیسے مسجد بنی ذریق کہا گیا۔

باب القسمة وتعلیق القنو صفحہ ۱۶۰

جناب نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے ان هذه المساجد لا يصلح فيها شيء من امور الناس کہ ان مساجد میں لوگوں کے کام نہیں ہونے چاہئیں۔ دوسری روایت میں ہے ان المساجد لم تبین لہذا کہ مساجد ان کاموں کے لئے نہیں بنائی گئیں۔ بظاہر اس سے ہر قسم کے معاملہ کی ممانعت معلوم ہوتی تھی۔ تو یہ باب منعقد کر کے مؤلفؒ نے واضح کر دیا کہ ان معاملات سے وہ معاملات مراد ہیں جو غیر ضروری ہیں ضروری معاملات تو مسجد میں ہونے چاہئیں۔ امام بخاریؒ تقسیم کی روایت تو لائے ہیں لیکن تعلیق القنو مسجد کے دروازہ پر کھجور کے خوشے لٹکانے کی روایت نہیں لائے۔ تو کہا جائے گا کہ اس حکم کو قیاس سے ثابت کیا کہ جب مال غنیمت محتاجوں میں تقسیم کرنے کیلئے رکھنا جائز ہے تو اصحاب صفہ یا دیگر محتاجوں کے لئے خوشے کا لٹکانا بھی جائز ہوگا۔ علت میں شرکت ہے۔ یا یہ کہ اس میں بھی کھجور کو مساکین میں تقسیم کرنا ہوتا ہے لہذا وہ بھی جائز ہوگا۔ کو کب درمی میں قطب گنگوہیؒ نے اس سے مساجد میں بچھے لٹکانے کا حکم ثابت کیا ہے۔

قوله ولم يلتفت اليه صفحہ ۱۶۰ حدیث باب سے ثابت ہو کہ اہم کام سے ابتدا کرنا افضل ہے۔ اور یہ کہ دنیاوی اموال کی طرف بالکل توجہ نہ کی جائے۔ اور اہم کام نماز ہے جس سے آپؐ نے ابتدا فرمائی بعد ازاں مال تقسیم فرمایا۔

قوله فانتي فاذا ديت نفسي صفحہ ۱۶۰ بظاہر الفاظ حدیث سے معلوم ہوتا تھا کہ تاوانوں کی وجہ سے حضرت عباسؓ فقیر

ہو گئے تھے اسلئے زکوٰۃ کا مصرف قرار پائے۔ حالانکہ واقعہ بدر کے بعد تو وہ بہت مالدار ہو گئے تھے۔ تو فا دیت نفسي سے اپنا فلاں اور غربت و ناداری کو بیان کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ ان مصائب کا بیان کرنا ہے جنہوں نے ان کے کثیر مال کو تباہ کر دیا جس کی بنا پر آج وہ امداد کے طالب ہوئے۔ غزوہ بدر میں انہوں نے اپنی طرف سے اور اپنے بھائی عقیل کی طرف سے فدیہ ادا کیا تھا۔ تو آپؐ نے ان کو بغیر کمیال و میزان یعنی بغیر ناپ تول کے مال دیا جس کو وہ اٹھا نہیں سکے۔ اس سے حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اگر مصارف زکوٰۃ میں سے آٹھ قسموں میں سے کسی ایک پر اقتصار اور ہدش کر لی جائے تو جائز ہے۔ کیونکہ آپؐ نے حضرت ابن عباسؓ کو دوسروں کے برابر نہیں دیا بلکہ بغیر وزن کے زائد دیا

قوله فارفعه انت قال الخ صفحہ ۷۶۰ حضرت ابن عباسؓ جب خود مال کو نہ اٹھا سکے تو اپنے لئے جناب نبی اکرم ﷺ سے مدد کرنے کی اپیل کی۔ آپ نے نہ خود اٹھوایا اور نہ دوسرے کو حکم دیا۔ یہ اس لئے کیا تاکہ مال کی مقدار ان کے پاس کم رہے ضرورت کے مطابق لیں حرص نہ کریں۔ دوسرے یہ بتلانا تھا کہ کوئی دوسرے کا جو جھ نہیں اٹھایا کرتا خود ہمت کرو۔

قوله قلت نعم صفحہ ۱۲/۶۰ امام بخاریؒ کے ترجمہ پر اشکال وارد ہوتا تھا کہ حضرت انسؓ کی حدیث باب میں تو دعوت طعام کا ذکر نہیں ہے پھر ترجمہ کیسے ثابت ہوگا۔ قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت انسؓ کا نعم ارسلنی لطعام یہ دعوت للطعام میں داخل ہے۔ اس لئے کہ دلالت اللس سے ثابت ہوا کہ جب مسجد میں طعام کا لینا جائز ہے تو اس کی طرف دعوت بطریق اولیٰ جائز ہوگی۔ توفی المسجد کا تعلق جب طعام سے ہوگا تو مناسبت ظاہر ہے۔ کیونکہ طعام مسجد میں موجود ہے۔ دعویٰ کے ساتھ متعلق کرنے کی ضرورت نہیں۔ تو باب منعقد کرنے کی وجہ وہی ہے جو ہم نے ابھی بیان کی ہے کہ امور ضروریہ مسجد میں ناجائز ہیں۔

قوله باب القضاء واللعان صفحہ ۱۳/۶۰

امام بخاریؒ کی غرض اس اختلاف کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ مسجد میں فیصلے کرنا اور لعان کرنا جائز ہے کہ نہیں۔ فرمایا جائز ہے بناہیں کتاب الاحکام میں یہ ترجمہ دوبارہ لارہے ہیں۔

باب من قضی ولعن فی المسجد

لفظ بین الرجال والنساء کو بعض حضرات نے زائد قرار دیا ہے۔ حالانکہ بین الرجال والنساء کا تعلق قضاء سے ہے لعان سے نہیں ہے۔ البتہ لفظ لعان اجنبی درمیان میں لایا گیا سو ایسا کرنا جائز ہے۔

قوله ان اصلی بقومی صفحہ ۲۱/۶۰ چونکہ امام کو دوسرے لوگوں کی نسبت زیادہ اہتمام کرنا پڑتا ہے اسلئے اسے مسجد میں ضرور حاضر ہونا چاہیے۔ اس کا ذکر کر کے انہوں نے چاہا کہ جناب نبی اکرم ﷺ اس کے لئے ایک ایسی جگہ مقرر کر دیں جس میں وہ ان بارش وغیرہ کے دنوں میں نماز پڑھا کریں۔ اور وہ مقتدیوں سے کہہ دیں گے کہ وہ ان دنوں اس کا انتظار نہ کریں۔ نیز! حدیث کے الفاظ سے یہ ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے اس مقام پر نماز پڑھی جہاں کا صحابی نے حکم دیا۔ اپنی مرضی سے آپ نے کوئی جگہ مقرر نہیں کی۔

قوله فلم یجلس صفحہ ۲۵/۶۰ اس سے واضح ہوا کہ پہلے مقصود کو جلدی پورا کرنا چاہیے بعد ازاں دوسرے کاموں میں مشغول ہو کیونکہ وہ مقصود کے توابع میں سے ہے۔

قوله ذلك لنا فقی صفحہ ۶۱ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جس شخص کے ظاہر حال اور علامتوں سے مشاہدہ ہو تو اس پر نفاق کا

حکم لگانا جائز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ان کے اس قول پر سختی نہیں فرمائی۔ البتہ چونکہ آپ کو اس کے مؤمن ہونے کا علم تھا اس لئے ان کے گمان کے خلاف انہیں منافی کہنے سے روک دیا گیا۔ ہمارے حدیث سے واضح ہوا کہ ایسے مواقع پر کلام میں تاویل کی جائے اور بھلائی کا گمان کرنا چاہیے۔ اور جہاں تک ممکن ہو ایسے شخص کے کلام کو کسی صحیح حمل پر حمل کیا جائے۔ یا بیعت کے تقاضا کے مطابق اس کا ادنیٰ مرتبہ اختیار کیا جائے۔ کیونکہ نفاق کا حکم لگانا سخت حکم ہے۔ البتہ فسق اور گناہ پر حمل کرنا آسان ہے۔ انہیں ظاہری علامات کی بنا پر حضرت عمرؓ نے مخاطب بن ابی بلتعہؓ پر نفاق کا حکم لگایا تھا۔

قولہ فصدقہ صفحہ ۵۶۱/۵ سوال یہ ہے کہ جب محمود عادل تھے تو نام زہریؒ نے دسرے سے کیوں پوچھا جنہوں نے ان کی تصدیق کی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مزید اطمینان کے لئے سوال کیا۔ قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ سوال اس لئے کیا کہ حضرت محمود سن رسیدہ بزرگوں میں سے نہیں تھے۔ ممکن ہے بچپن میں انہوں نے حدیث سنی ہو کیونکہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں یہ محمود بمسئل پانچ سال کے تھے۔ اور حضرت عثمانؓ کی وفات خلافت معاویہ کے دور ۴۰ھ میں ہوئی ہے۔

باب ہل ینبش قبور المشرکین ویتخذ مکانها مساجس صفحہ ۸۶۱

مشرکوں کی قبور کو تو پھوڑ کر ان کی جگہ مساجد بنا جازز ہے اس کی دلیل جناب نبی اکرم ﷺ کا یہ قول ہے کہ لعن اللہ الیہود النخ یہود لعنتی اس لئے بنے کہ انہوں نے بت پرستوں کی مشابہت کا ارتکاب کیا تو ان کی قبروں کو ہموار کر دیا جائے۔ تاکہ مشابہت کی صورت ختم ہو کر وہاں پر نماز پڑھنا جائز ہو سکے۔ اب یہ زمین کا ہموار کرنا دو طرح سے ممکن تھا۔ یا تو قبر توڑ پھوڑ دی جائے یا اس جگہ سے میت کی ہڈیاں تک نکال دی جائیں۔ یا قبر کو براد کر دیا جائے تاکہ دیکھنے والے کو نظر نہ آئے جس سے مشابہت کا خطرہ پیدا ہو تو جب معاملہ اس طرح ہے تو مشرکین کی قبور کو تو بالکل اکھیڑ دیا جائے کیونکہ وہ محل غضب الہی ہیں۔ ان کو تو مساجد باقی رکھنا کسی طرح مناسب نہیں ہے مسلمانوں کی قبور کو نہ اکھیڑا جائے۔ کیونکہ ان کی ہڈیوں کا مسلمانوں کے قدموں کے نیچے ہونا کوئی نقصان کی بات نہیں ہے اور کراہت کی وجہ بت پرستوں سے مشابہت تھی سو وہ یہاں منتفی ہے۔ پس روایت سے استدلال تو کافر اور مؤمن دونوں کو شامل ہوا کہ قبور پر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ اور قبور کی توڑ پھوڑ وہ کفار کے لئے خاص ہوئی جو روایت کا خلاصہ ہے اس مقام پر زیادہ غور و فکر کی ضرورت ہے۔ کیونکہ ترجمہ اور اس کا اہمیت کرنا مشکلات تراجم میں سے ہے۔ تو دلیل کا خلاصہ یہ ہوا کہ ایسے مکانات پر جہاں قبور ہوں نماز پڑھنا جائز تو ہے لیکن کراہت تحریمی ضرور ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے نماز کے لوٹانے کا حکم نہیں دیا۔ البتہ حکم دیا کہ قبر سے چا جائے۔ معلوم ہوا کہ جب قبر کی طرف سجدہ نہ ہو تو مقبرہ کی طرف نماز پڑھنا جائز ہے اگرچہ کراہت سے خالی نہیں ہے۔ یاد رہے کہ قبور خواہ مشرکین کی ہوں یا مسلمانوں کی ان پر مساجد بنا اس وقت جائز ہے جب کہ قبور کو زمین کے ساتھ براد کر دیا جائے۔ کہ قبور کا نام و نشان نہ رہے۔ یا انہیں اکھاڑ پھینکا جائے پھر مشرکین کی ہڈیاں کسی جگہ پھینک دی جائیں۔ اور مسلمانوں کی ہڈیاں کسی مکان میں دفن کر دی جائیں۔ بہر حال ان کی تعظیم کرنی چاہیے

کہتے ہیں کہ میزاب رحمت کے نیچے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قبر ہے۔ اور حجر اسود اور زمزم کے درمیان ستر انبیاء علیہم السلام کی قبور ہیں۔ لفظ هل یا تو معنی قد کے ہے یا اس سے اختلاف ائمہ کی طرف اشارہ ہے کہ امام اوزاعیؒ قبور کی جگہ مساجد بنانے کے قائل نہیں ہیں اور ترجمہ میں مایکروہ کا عطف لفظ قول النبی ﷺ پر ہے۔ جو ترجمہ سابقہ کی دلیل ہے کہ نبش کے بعد مسجد بنانا جائز ہے۔ لیکن ایسی مساجد فی المقابر میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

قوله اولئك شرار خلق الله صفحہ ۱۳ / ۶۱ حدیث بالا سے معلوم ہوا کہ قبرستان میں اور اس مکان میں جس میں تصویریں ہوں نماز فاسد تو نہیں ہوتی لیکن کرہتہ ضرور ہے اور بُرا کام ہے جس سے چننا چاہیے۔ چونکہ تصویر کشی گناہ ہے۔ لوگ ان کی پوجا پاٹ بھی کرتے ہیں۔ اس لئے ان کو شرار خلق اللہ کہا گیا۔ اس لئے کہ انہوں نے کافروں والا کام کیا۔ بلکہ غیر اللہ کی عبادت کفر ہے۔ ہنریس شیخ گنگوہیؒ نے اس کے لئے اسأۃ کا لفظ اختیار کیا ہے کہ اہت کا لفظ نہیں لائے۔

قوله ازیعاً وعشرين لیلۃ صفحہ ۱۵ / ۶۱ قبا میں چوبیس راتیں قیام کرنے کے باوجود آپؐ نے وہاں جمعہ نہیں پڑھا معلوم ہوا کہ ہستیوں میں جمعہ جائز نہیں ہے۔ کیونکہ پہلا جمعہ آپؐ نے ہو سالم میں ادا کیا ہے جیسا کہ فریقین کے نزدیک مسلم ہے حالانکہ جمعہ مکہ مکرمہ میں واجب ہو چکا تھا۔ پس اگر جمعہ ہستیوں میں جائز ہوتا تو آپؐ اسے کبھی نہ چھوڑتے۔

باب الصلوٰۃ فی مواضع الابل صفحہ ۲۵ / ۶۱

ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ اونٹوں کے بٹھانے کی جگہ پر نماز نہ پڑھو کیونکہ وہ شیاطین میں سے ہیں۔ ہنریس اہل ظواہر مبارک اہل یا معاطن اہل میں نماز کے فساد کے قائل ہیں۔ امام بخاریؒ نے مبارک اور معاطن کی جائے عام لفظ مواضع ترجمہ میں لائے۔ اس سے ظاہر یہ پر رد کرتے ہوئے فرمایا کہ ان مواضع میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ کیونکہ اونٹوں کی ذات میں کوئی خرابی نہیں۔ بلکہ کرہتہ کی وجہ دل کی تشویش ہے اور فکر کی پریشانی ہے۔ اس لئے کہ سدھائے ہوئے اونٹوں میں ایک قسم کا اطمینان اور تسلی ہوتی ہے کہ اونٹوں کو بٹھادینے کے بعد وہ کھڑے نہیں ہوتے اور نہ ہی بٹھادینے کے بعد وہ وحشی بن کر بھاگتے ہیں۔ بعض حضرات نے کہا کہ ایک اونٹ ہو تو پریشانی اور بھاگ جانے کا خدشہ ہوتا ہے بہت ہوں تو کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔ قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ بات تو اطمینان اور تسلی کی ہے۔ اس میں ایک ہو یا زیادہ ہوں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہنریس حضرت امام بخاریؒ کا حضرت ابن عمرؓ کے اس فعل سے استدلال کرنا صحیح ہوا کہ وہ اپنی اونٹ کی سواری کو بٹھا کر اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ تو معلوم ہوا کہ اطمینان کے وقت مبارک اہل میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ جیسا کہ خود اونٹوں سے اطمینان کے وقت نماز جائز ہے۔

مبارک الابل اونٹوں کے بٹھانے کی جگہ اصطلیل اور معاطن خاص ہے کہ جہاں پانی کیلئے اونٹ بٹھائے جائیں۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ نبی معاطن اہل کے ساتھ خاص ہے۔ ورنہ دوسرے مواضع اہل میں نماز پڑھنا جائز ہے۔

باب من صَلَّی وَقَدَامَهُ تَنُورٌ أَوْ نَارٌ

اَوْشَعُ مِمَّا يَعْبُدُ الْخُصْفُ صَفْحَةُ ۲۷۶/۲

ترجمہ۔ جس شخص نے ایسی حالت میں نماز پڑھی کہ اسکے آگے تنور ہے یا آگ ہے یا ایسی چیز ہے جس کی عبادت کی جاتی ہے۔

توجہ نمازی کی نیت محض اللہ تعالیٰ کی رضا ہو تو ان سب صورتوں میں نماز جائز ہے۔ لیکن چونکہ اس میں بیوں کی پرستش سے مشابہت ہے اس لئے کراہت سے خالی نہیں ہوگی۔ البتہ فریضہ صلوٰۃ ذمہ سے ساقط ہو جائے گا۔ معبودات باطلہ کا قبلہ کی طرف ہونا کوئی نقصان دہ نہ ہوگا۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے صلوٰۃ کسوف میں قبلہ کی طرف آگ کو دیکھا جس سے آپ کی نماز میں کوئی فرق نہیں آیا امام بخاری نے اس روایت سے ایک لطیف طریقہ پر استدلال کیا ہے۔ کیونکہ امام بخاری نے اس استدلال سے ظاہر کر دیا کہ وجہ شبہ مخفی غیر مدرك بالعقل تھی جس کا تقاضا تھا کہ کراہت بھی نہ ہوتی کیونکہ آنحضرت ﷺ کو جو آگ نماز میں دکھائی گئی وہ آگ معبود نہیں تھی وہ تنور جہنم تھی جو لوگوں کی آنکھوں سے پوشیدہ تھی۔ اور یہ فقہاء کا مسئلہ ہے کہ اگر کسی نمازی کے آگے آگ ہو یا تصویر ہو یا قبر ہو اگر اس کے آگے پردہ کر لیا جائے تو پھر بیوں کی پرستش سے مشابہت نہیں رہتی۔ اس طرح یہ آگ جو لوگوں کی آنکھوں سے غائب تھی جس کو آپ نے اپنے آگے نماز میں دیکھا تو یہ بھی مشابہت کا سبب نہیں بنے گی کیونکہ وہ پردہ میں ہے۔ اس سے ترجمہ کے اندر جو تنور کا ذکر ہے اس کا حال بھی معلوم ہو گیا کہ آگ تنور کے اندر پردہ میں ہے۔ لہذا کراہت کی علت اس سے بھی اٹھ جائے گی۔ اسی طرح آگ۔ قبور اور تصاویر کا حکم ہے کہ علت کے رفع ہو جانے کی وجہ سے نماز میں کراہت بھی نہیں رہے گی۔ جب کہ یہ اشیاء آنکھوں سے اوجھل ہوں۔ بہادر میں آنحضرت ﷺ کا نماز کے اندر آگ کو دیکھنا اس سے بھی آپ کی نماز مکروہ نہیں ہوگی۔ کیونکہ حقیقی آگ کی تصویر تھی جس کو دیوار میں دکھایا گیا۔ بعض حضرات نے آپ کی نماز میں کراہت کو تسلیم کرتے ہوئے یہ جواب دیا ہے کہ یہ روئے اضطراری تھی اختیاری نہیں تھی۔ یہ جواب اس لئے بعید ہے کہ اگرچہ آگ آپ کے اختیار میں نہیں تھی لیکن اس کا دیکھنا تو آپ کے اختیار میں تھا۔ پس اگر کراہت ہوتی وہ بھی تحریمہ تو آنحضرت ﷺ ضرور اس نماز کو توڑ دیتے۔ خوب غور کرو دقیق مقام ہے۔

بَابُ الصَّلَاةِ فِي مَوَاضِعِ الْخُسْفِ وَالْعَذَابِ صَفْحَةُ ۵۶۲/۵

جہاں زمین دھنس جائے یا کوئی عذاب کی جگہ ہو وہاں پر اگرچہ نماز پڑھنا جائز ہے لیکن مکروہ ہے۔ کراہت کی وجہ یہ ہے کہ ہمیں ایسے عذاب کے مقامات پر نہ ٹھہرنے کا حکم ہے۔ جب نماز پڑھنی شروع کر دی تو ایسے امکان عذاب پر ٹھہرنا ہو گیا۔ ہالانکہ یہ عبرت کے مقامات ہیں جہاں سے ہمیں جلدی گزر جانے کا حکم ہے بلکہ روتے ہوئے گزر جانا چاہیے نہ کہ ایسے مقامات کو وطن بنایا جائے۔ نماز کے لئے تو طمانیت چاہئے۔ لہذا نماز پڑھنا مکروہ ہوگا۔ ترجمہ میں والعذاب کی قید تعمیم بعد تخصیص ہے۔ یعنی بتلانا ہے کہ کراہت صلوٰۃ کوئی خسف کے لئے خاص نہیں بلکہ عام عذاب کی جگہ پر نماز نہ پڑھے۔

بَابُ الصَّلَاةِ فِي الْبَيْعَةِ صَفْحَةٌ ۹/۶۲

بیعہ معبد نصاریٰ اور کئی معبد یود ہے۔ لیکن ایک دوسرے پر اطلاق کی وجہ سے روایت میں کئی معبد وارد ہے۔ ترجمہ میں بیعہ کا لفظ لائے ہیں۔ معلوم ہوا کہ ان میں کوئی فرق نہیں۔ شاید امام بخاری کی غرض اس باب سے یہ ہو کہ معابد غیر مسلم میں نماز بلا کراہت جائز ہے۔ بعثتیکہ اس میں کوئی گناہ کی بات نہ ہو مثلاً اس میں شرک نہ ہو تاہو تصویریں نہ ہوں اور نہ ہی قیور وغیرہا ہوں جن کی طرف سجدہ کیا جاتا ہو۔ اگر امور مذکورہ میں سے کوئی چیز ان معابد میں موجود ہو تو جو از صلوة مع الکرہیۃ اس لئے ہو گا کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے جُعِلَتْ لِي الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهْرًا ترجمہ کہ تمام روئے زمین میرے لئے سجدہ گاہ اور پاک کرنے والی بنائی گئی ہے۔ اس باب میں جس قدر روایات اور آثار ذکر کئے گئے ہیں وہ اس معنی پر واضح دلالت کرنے والے ہیں کیونکہ ان معابد میں تصویروں کا ہونا اور ان کا رکھنا یہ موجب لعنت ہے۔ پھر یہ لعنت کا سبب ان لوگوں کے لئے بن جائے گا جو ان مقامات پر عبادت میں ان کے شریک ہوتے ہیں۔ اگرچہ وہ لعنت تصویر بنانے والوں پر ان مسلمان عبادت گزاروں سے زیادہ پڑے گی۔

قَوْلُهُ وَأَسْلَمْتُ صَفْحَةٌ ۳/۶۳ وہ لڑکی خادمہ جس پر چڑے کا ہار چرانے کا شبہ کیا گیا اس کی تلاش لی گئی اسے بہت بے عزت کیا گیا۔ حالانکہ چڑے کا یہ ہار کوئی اتنا قیمتی نہیں تھا جس کے گم ہونے پر اس بے چاری سے اتنا بُر اسلوک ہوا۔ یہ بد سلوکی ان لوگوں سے اور ان کے دین سے نفرت کا باعث بنی۔ اگرچہ وہ پہلے سے ان کے نزدیک بڑی باعزت اور قابل احترام تھی۔ چیل جو ہار اٹھا کر لے گئی تھی اس کے واپس پھینک جانے کے بعد اس کو قبیلے والوں سے بالکل نفرت ہو گئی۔ چنانچہ ان کو اور ان کے دین کو چھوڑ کر مسلمان ہو گئی۔ آنحضرت ﷺ نے اس کے لئے مسجد نبوی کے اندر خیمہ بویا جہاں وہ رہائش پذیر ہوئی اور حضرت عائشہؓ سے اپنے اس واقعہ کا ذکر کرتی تھی

الاقالت ویوم وشاح صَفْحَةٌ ۴/۶۳ یہ شعر بطور تحدیث نعمت کے وہ پڑھا کرتی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر بہت انعام کیا کہ اسے اسلام کی دولت نصیب ہوئی۔ اس لئے وہ بار بار اس شعر کو پڑھتی تھی۔ وہ ہر ایک دلہن کا تھا جو غسل خانہ میں داخل ہوئی اسے اتار کر رکھا چیل نے اسے گوشت کا ٹکڑا سمجھ کر اچک لیا اور لڑکی کی دعا کی بدولت اسے لوگوں کے سامنے پھینک گئی۔

قَوْلُهُ وَكَانَ أَصْحَابُ الصُّفَّةِ الْفُقَرَاءُ الخ صَفْحَةٌ ۷/۶۳ اصحاب صفہ فقراً طلبہ کا ایک گروہ تھا جن کی تعداد ستر سے چار سو ۴۰۰ تک جو گھٹتے بڑھتے تھے۔ ان کا نہ اہل تھانہ مال نہ کوئی حویلی تھی نہ کوئی گھر تھا۔ ان کا قیام اور نیند کھانا پینا سب مسجد نبوی میں ایک چبوترہ کے اندر ہوتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں ان کے لئے مسجد سے باہر الگ ایک مکان بویا تھا۔

قَوْلُهُ أَيْنَ ابْنِ عَمِّكَ صَفْحَةٌ ۱۱/۶۳ بسا اوقات محاورات میں ابن عم کا اطلاق ایک دادے کی اولاد پر بھی ہوتا ہے اس طرح پوتے اور اولاد کی اولاد پر بھی ہوتا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰؓ جناب نبی اکرم ﷺ کے چچا زاد بھائی تھے حضرت فاطمہ الزہراءؓ کے ابن عم نہیں تھے

تو اس کا جواب یہ دیا جائے گا۔ کہ یہاں حرف مضاف ہے۔ اِحِبُّ اِبْنِ عَمِّ اَبِيكَ یہ قرابت قریبی مرہبان ہونے کے لئے جتلائی گئی۔

قوله قم ابا تراب صفحہ ۶۳/۱۳ حضرت علیؑ کے لئے اگرچہ جائز نہ تھا کہ وہ بغیر اپنے گھر کے مسجد نبوی میں قیلولہ کرنے گئے تھے جس پر آپؑ نے فرمایا اے ابو تراب یہاں سے اٹھو اور گھر جا کر آرام کرو۔ معلوم ہوا کہ فقیر مسافر کے علاوہ کے لئے بھی مسجد میں سونا جائز ہے۔ اگر جائز نہ ہوتا تو جناب نبی اکرم ﷺ حضرت علیؑ کے عزم مسجد پر انکار کر دیتے۔ بہر حال حضرت جبرین بن مطعم کی روایت ہے **لَا تَمْنَعُوا الْقَائِلَةَ فِي الْمَسْجِدِ مُقِيمًا وَلَا ضَيْفًا** الحدیث ترجمہ۔ کسی شہری اور مہمان کو مسجد میں سونے سے نہ روکو۔ تو غیر فقرا کے لئے مسجد میں سونا ثابت ہوا۔

قوله فَيَجْمَعُهُ بِيَدِهِ صفحہ ۶۳/۱۷ اصحاب صفہ پر ایسی چھوٹی کملی ہوتی تھی جو پنڈلیوں تک پہنچتی اور بعض کو ٹخنوں تک چھوٹے ہونے کی وجہ سے وہ اپنے چلنے کے وقت رکوع اور سجدہ میں اپنے ہاتھ سے سمیٹ لیتے تاکہ کہیں ان کا ٹنگ ظاہر نہ ہو جائے۔

قوله قَبْلَ أَنْ يَجْلِسَ صفحہ ۶۳/۲۲ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ محض بیٹھنے سے پہلے تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں ادا کرے وہ جو بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اعتکاف کی نیت سے تھوڑا سا بیٹھ جانے کے بعد تحیۃ المسجد پڑھے تاکہ اسے اعتکاف کا ثواب بھی حاصل ہو جائے یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ اعتکاف کا صحیح ہونا کوئی بیٹھنے پر موقوف نہیں ہے۔ وہ تو مسجد میں داخل ہوتے اگر کوئی اعتکاف کی نیت کر لے تو وہ محتلف ہو جائے گا۔ دوسرے روایت میں تصریح ہے کہ بیٹھنے سے پہلے تحیۃ المسجد ادا کرے۔ تحیۃ المسجد کو خواجواہ مؤثر کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ بلکہ امام شافعیؒ کے نزدیک تو اگر کوئی ادائے صلوٰۃ سے عدا پہلے بیٹھ گیا تو تحیۃ المسجد کا وقت فوت ہو گیا احتلاف اور مالکیہ کے نزدیک جلوس سے تحیۃ المسجد کا وقت فوت نہیں ہوتا۔

باب بنیان المسجد صفحہ ۶۳/۱

اس ترجمہ کے تحت جو آثار امام بخاریؒ لائے ہیں اور وہ روایت جو بظاہر ترجمہ کے مخالف ہے۔ ان دونوں کو جمع کرنے سے اشارہ کیا کہ مسجدوں کا نقش و نگار ان کو چوڑے اور سینٹ سے پختہ کرنا اس وقت مکروہ ہے جب یہ فخر اور ریا کے لئے ہو۔ اور نمازیوں کے شغل کا سبب بنے۔ اور ان کے دلوں کے توجہ کا مرکز بنے۔ لیکن اگر ایسا نہ ہو تو پھر کراہت نہیں ہے۔ یہی سیدنا عثمانؓ کے مسجد نبوی میں تعمیر کرنے کا جواب ہے۔ کہ انہوں نے کھجور کی لکڑیوں کی بجائے ساگون کی لکڑی استعمال کی۔ اور کچی اینٹوں کی بجائے پتھر رکھے۔ جس پر صحابہ کرامؓ نے ان پر اعتراض کیا۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے سب کچھ اپنے مال سے بنایا ہے بیت المال کا پیسہ خرچ نہیں کیا۔ جس پر صحابہ کرامؓ نے سکوت کیا۔ گویا کہ جواز صحابہ کرامؓ کے سکوتی اجماع سے ثابت ہوا۔

قوله باب التعاون في بناء المسجد

مسجد کے بنانے میں ایک دوسرے کی مدد کرنا۔ اس ترجمہ سے امام حارثی نے دو امر کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ایک تو یہ کہ مساجد کے بنانے میں تعاون کرنا جائز ہے۔ دوسرے تعاون کے عدم جواز کے وہم کو دفع کیا کہ آنحضرت ﷺ نے مسجد نبوی کے لئے جو بنجار سے مفت زمین حاصل نہ کی بلکہ اس کی قیمت ادا فرمائی۔ ترجمہ میں آیت کو ذکر کرنے سے اشارہ کیا کہ مشرکین کی تعمیر مسجد قبول نہیں جب کہ وہ اشراک کی صفت پر ہو۔ یعنی اس میں ان کے معبودان باطلہ کی تعظیم مقصود ہو یا فخر ریا اور شہرت مقصود ہو۔ اسی طرح مسلمانوں میں سے بھی جس نے ایسا کیا اس کی تعمیر بھی غیر مقبول ہوگی۔ جبکہ وہ اس سے شہرت اور فخر حاصل کرنا چاہتا ہو۔ البتہ اگر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہو تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں اگرچہ تعمیر کرانے والا مشرک کیوں نہ ہو۔ اور اس کی دلیل جناب نبی اکرم ﷺ اور امت کے مسلمانوں کا حرم مکہ میں نماز پڑھنا ہے۔ حالانکہ وہ مشرکین کا بنا کر وہ ہے جس میں کوئی تبدیلی نہیں لائی گئی۔ خوب غور کرو۔ وباللہ التوفیق

قولہ یدعونہ الی النار صفحہ ۱۲/۶۳ حضرت عمار بن یاسرؓ جنگ صفین میں حضرت امیر معاویہؓ کی جماعت کے ہاتھوں شہید ہوئے جن کے بارے میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد تھا کہ **فعله الفتنۃ الباہیۃ یدعونہ الی النار** او کما قال ترجمہ کہ انہیں ایک باغی گروہ قتل کرے گا جو انہیں جہنم کی طرف بلائے ہوں گے۔ اس حدیث سے حضرت علیؓ کے حامیوں نے اپنی حقانیت پر استدلال کیا حضرت امیر معاویہؓ کے لوگ تبویل کرتے تھے کہ ہم باغی نہیں بلکہ ہم تو حضرت عثمانؓ کے خون کے طالب ہیں۔ تو باغیہ بغاوت سے نہ ہوا بلکہ اسی سے ہوا جس کے معنی طلب کرنے کے ہیں۔ حضرت قلب گنگوہیؒ جو اب دے رہے ہیں کہ واقعی یہ فعل قتل امیر معاویہؓ کے لوگوں کے بارے میں صحابہ کبار کا معنی ہے لیکن چونکہ اجتہادی غلطی تھی کہ حضرت امیر معاویہؓ اور ان کے ساتھیوں نے قتل عمار کا ارتکاب کیا جو حکومت اور نار کا سبب تھا۔ البتہ یہ گناہ خطا اجتہادی کی وجہ سے رفع ہو جائے گا۔ جس کی تائید اس آیت کریمہ سے ہوتی ہے کہ **لَوْلَا كِتَابٌ مِنَ اللَّهِ سَمِعْنَا لَمَنَعْنَا لِمِثْلِكَ لِمَا أَخَذْتُم مِّنْ عَذَابِ عَظِيمٍ**۔ کہ اساری بدر کے فدیہ لینے میں آنحضرت ﷺ اور دیگر صحابہ کرام سے سوائے حضرت عمرؓ کے اجتہادی غلطی ہوئی۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے درگزر فرمایا اور نہ آپ کا ارشاد ہے کہ نزول عذاب کے وقت سوائے حضرت عمرؓ کے اور کوئی نہ چلا۔ اس آیت کی تفسیر میں امام رازیؒ نے تفسیر کبیر میں اور توجیہات بھی کی ہیں جن میں سے جو تھی توجیہ یہی ہے۔ نیز! **اقل العربین** کو اعلیٰ مرتبہ کے اعتبار سے عذاب اور نار سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور ایک معنی ضائع ہونے کے بھی ہیں۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ اصحاب معاویہؓ حضرت عمارؓ کو امام عادل کی مخالفت کی دعوت دیتے تھے۔ جو ان کے اپنے کو ضائع کرنے کے برابر تھا۔

قولہ انکم اکثرکم صفحہ ۲۰/۶۳ حضرت عثمانؓ نے مسجد نبوی کی بنا میں تبدیلی کی تو عوام صحابہ کرام نے ان پر اعتراضات کی جو چھاڑ کر دی۔ بعض حضرات نے سمجھا کہ آنحضرت ﷺ نے مساجد کی زیب و زینت سے منع کیا ہے۔ یہ نئی عام تھی جس کی انہوں نے مخالفت کی ہے۔ اور بعض دوسرے حضرات اگرچہ یہ سمجھتے تھے کہ نبی فخر و شہرت اور مقابلہ بازی سے مقید ہے۔ تو انہوں نے حضرت عثمانؓ کے فعل کو فخر و مباہات پر محمول کیا تیسرے گروہ کا اعتراض محض اس وجہ سے تھا کہ حضرت عثمانؓ نے حضرت نبی اکرم ﷺ کی عمارت میں تبدیلی کر دی۔ اور پہلے کے قدیم اصحاب اسی کو پسند کرتے تھے کہ آنحضرت ﷺ کی بنیاد تعمیر باقی رہ جاتی۔ یہ نہیں کہ وہ اسے ناجائز

سمجھتے تھے۔ اور یہ بھی نہیں کہ منہوں نے حضرت عثمانؓ کے فعل کو مباحات اور شہرت پر محمول کیا ہو۔ اور جو تھے گروہ نے اس لئے اعتراض کیا کہ وہ اس طرح سازی کو زہد اور میانہ روی کے خلاف سمجھتے تھے جس کو اختیار کرنے کا ہر ضروری کام میں حکم ہے۔ حضرت عثمانؓ کی نقل کردہ یہ روایت ان سب اعتراضات کا جواب ہے۔ کہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کی ماسجد کی ترغیب کے حکم کی تعمیل میں ایسا کیا ہے۔ اس روایت کو بہت سے کبار صحابہؓ نے نقل کیا ہے۔ اور مسئلہ فی الجنۃ کہ جس نے دنیا میں مسجد بنائی تو جنت میں اس کی طرح اس کا عمل بنایا جائے گا یہ مماثلت جو حدیث میں مذکور ہے وہ مساوات میں نہیں ہے بلکہ وہ ایسے ہے جیسے دنیا میں اور آخرت کے قیام میں نسبت ہے۔ تو ایسے جنت کے محلات اور آخرت کے مکانات جو اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کو عطا فرمائیں گے وہ دنیا کے مکانات اور محلات کی نسبت اعلیٰ اور ارفع ہوں گے۔ ان کی کیفیت اور کیت کو اللہ تعالیٰ بہتر جاننے والے ہیں۔

باب المرو فی المسجد صفحہ ۲۳۶۳

ترجمہ کی غرض میں اختلاف ہے۔ قلب گنگوئی ترجمہ کی غرض بتاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ شاید اس سے مراد یہ ثابت کرنا ہو کہ مسجد میں سے گزرنا اس وقت جائز ہے جب کہ اس سے کوئی مفیدہ لازم نہ آتا ہو۔ مثلاً نمازیوں کو نقصان پہنچانے یا مسجد کے آلودہ ہونے کا خطرہ ہو۔ جب کہ لوگ وہاں سے گزرنے کی عادت بنالیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ فرض ترجمہ امام شافعی کے مسلک کو ثابت کرنا ہو کہ جنت والے ناپاک آدمی کے لئے مسجد سے گزر جانا جائز ہے۔ دلیل یہ ہے کہ لفظ رجل مطلق ہے جو جنبی اور غیر جنبی دونوں کو شامل ہے اور قرآن مجید کی آیت وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرُونَ سَبِيلًا سے بھی استدلال ہے۔ جواب یہ ہے اس جگہ قید اس لئے نہیں لگائی کہ وہ معلوم ہے کہ جنبی مسجد سے نہ گزرے جیسے لسن کھانے سے بدبلا اور جس کا خون بہتا ہو۔ یہ ان کے لئے مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں ہے کیونکہ مسجد کے خون سے آلودہ ہونے کا خطرہ ہے۔ حالانکہ لفظ مطلق تو ان دونوں کو بھی شامل ہے۔ حق مسئلہ یہ ہے کہ کسی چیز کے جواز اور عدم جواز کا فتویٰ اس کی ذات پر نظر کرنے پر مبنی ہوتا ہے۔ جو عوارض اس حکم کو بدل دیں ان کی طرف نہیں دیکھا جاتا جیسے بہت سے مباحات جو کسی عارض کی وجہ سے حرام ہو جاتے ہیں یہ ایک ضابطہ ہے کیونکہ سب ممنوعات کو ایک فعل میں ذکر نہیں کیا جاتا۔

قَوْلُهُ هَلْ سَمِعْتَ النَّبِيَّ ﷺ صفحہ ۲۳۶۳ حضرت حسانؓ مسجد میں شعر پڑھنے پر حضرت ابو ہریرہؓ کو اس لئے گواہ بنا رہے تھے کہ حضرت عمرؓ نے انہیں مسجد میں شعر پڑھنے سے روک دیا تھا۔ تو حضرت ابو ہریرہؓ نے تائید کرتے ہوئے فرمایا کہ ہاں! جناب نبی اکرم ﷺ نے حضرت حسانؓ کو مسجد نبوی میں اشعار پڑھنے کی اجازت دی تھی۔

أَجِبَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ يَرْجُو الْقُدْسَ ترجمہ اللہ کے رسول کی طرف سے کفار کی جھوکا جو اب دوائے اللہ! روح القدس سے ان کی تائید فرمادے۔ قلب گنگوئی فرماتے ہیں کہ حق وہی ہے جو حضرت عمرؓ فرماتے تھے کیونکہ حضرت حسانؓ ایسے اشعار پڑھتے تھے جن کا مسجد میں پڑھنا جائز نہیں تھا۔ مثلاً وہ عورتوں کے حسن و جمال کی تعریفیں اور فخر و مہابت کی باتیں جن کی اب ضرورت

نہیں رہی۔ جناب نبی اکرم ﷺ کے وقت کفار کی بجوہذمت کے جواب میں ضرورت تھی وہ اب نہیں رہی۔ بلکہ اس زمانہ میں شعر کے ذریعہ جواب دینا تلوار سے زیادہ اثر کرتا تھا اس لئے اسے مستحب گردانا گیا۔ حق پر ہونے کے باوجود حضرت عمرؓ اس لئے خاموش ہو گئے کہ حدیث نبوی کا ادب ملحوظ تھا اور وہ اپنے آپ کو چھانا چاہتے تھے کہ کہیں صورۃ ان کاروایت سے مقابلہ نہ ہو جائے۔ اگرچہ درحقیقت یہ مقابلہ نہیں تھا۔ کیونکہ ہر زمان اور مکان میں ہر قسم کے شعر کی اجازت نصوص کی مراد کے خلاف ہے۔ چنانچہ ترمذی اور ابو داؤد میں روایت موجود ہے۔ جس میں مساجد کے اندر اشعار پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔ بہر حال قطب گنگوہیؒ نے دونوں بزرگوں حضرت عمرؓ اور حضرت حسانؓ کے مرتبوں کا لحاظ کرتے ہوئے عجیب محاکمہ کیا ہے۔

قَوْلُهُ بَابُ أَصْحَابِ الْحَرَابِ فِي الْمَسْجِدِ صَفْحَةٌ ۱۶۵

پہلے گذر چکا ہے مسجد میں ننگا نیزہ لے کر نہ گذرنا چاہئے کہیں نیزہ اور تیر کا پھل کسی مسلمان کی تکلیف کا باعث نہ بن جائے۔ اس باب سے ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اگر جماد کے لئے نیزہ بازی کی جائے تو جائز ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اس قسم کے مباحات جن میں عبادت کی نیت ہو ان کو مساجد میں لانے سے کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ یہ عام لوگوں کی عادت نہ بن جائے۔ اور نہ ہی اس سے نمازیوں کو کوئی نقصان پہنچے اور نہ ہی اس سے کوئی اور خرابی پیدا ہو۔

قوله زاد ابراهيم ابن المنذر الخليلي بَحْر اِبْرَاهِيمِ اس حراہم کی زیادتی سے پہلی حدیث کا اس باب میں لانا صحیح ہو گیا
قوله فَاتِي قَبْرِهِ فَصَلَّى عَلَيْهَا صَفْحَةٌ ۲۳ / ۶۵ خادم مسجد کے فعل کی فضیلت پر تنبیہ کرنے کے لئے امام بخاریؒ نے باب منعقد کیا ہے کہ اس خادمہ کی خدمت کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کو اس قدر فکر ہوئی کہ اس کی قبر پر جا کر دعا مانگی۔ یادو بارہ نماز جنازہ پڑھی تو مسجد میں جھاڑ دینے کو کوئی معمولی کام نہ سمجھنا چاہئے بلکہ یہ موجب اجر و ثواب ہے تبھی تو آپؐ نے اس کی قبر پر جا کر نماز جنازہ دوبارہ پڑھی

باب تحريم تجارة الخمر في المسجد صَفْحَةٌ ۲۳ / ۶۵

شراب اور خنزیر اگرچہ اکبر الفواحش ہیں لیکن ان گندنی و حرام چیزوں کا ذکر مسجد میں اگر کسی غرض صحیح کے لئے ہو تو جائز ہے جیسے ان کی جرمت یا ان کی تجارت وغیرہ حرام ہے ان مسلوں کا بیان کرنا مساجد میں جائز ہے۔ ان کے نام لینے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

باب الخدام للمسجد صَفْحَةٌ ۲۶ / ۶۵

ترجمہ کی غرض یہ ہے کہ مسجد کے متولی وغیرہ کو اس کا حق حاصل ہے کہ وہ مسجد کے لئے ایک ایسا خادم مقرر کرے جو مسجد کی دیکھ بھال کرے اور صفائی وغیرہ کا خیال رکھے۔ خواہ وہ مسجد کی ضروریات مسجد کے مال سے پوری کرے۔ جب کہ اس کی ضرورت ہو۔ یا اپنے مال سے کرے۔ یا یہ کرایہ اور اجرت پر حاصل کرے۔ یا یہ کہ کوئی حسبہ اللہ مسجد کی خدمت کرے۔ یہ سب صورتیں جائز ہیں۔

البتہ جب کسی کو تنخواہ پر مقرر کیا جائے تو اس عبادت کا ثواب تنخواہ دینے والے کو ملے گا اسے حاصل نہیں ہوگا بل یسئل لوابہ الی المستاجر جب کہ وہ عبادت مستحب ہو تو اس پر اجرت لینا جائز ہے۔ فرض عین یا فرض کفایہ پر اجرت لینا جائز نہیں۔ البتہ متاخرین نے ان پر بھی اجرت لینے کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ حتیٰ کہ مولانا تھانویؒ فرماتے ہیں کہ اس زمانہ فساد میں ہر دین کے کام کرنے والے کو تنخواہ لینا ضروری ہے تاکہ وہ پابندی سے کام کرے بغیر تنخواہ پابندی نہیں ہو سکتی۔

بَابُ الْاِغْتِسَالِ اِذَا اسَلَمَ صَفْحَةُ ۶۶/۷

یہ ترجمہ دو فائدوں کی غرض سے قائم ہوا ہے۔ مؤلفؒ کو ربط الاسبور ایضاً کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اسلئے کہ قیدی اور مدیون کو مسجد میں باندھنے کا حکم پہلے معلوم ہو چکا ہے۔ اور بعض نے کہا کہ یہ باب درباب ہے جب کوئی مشرک اسلام لانا چاہے تو اسے پہلے غسل کر کے مسجد میں داخل ہونا چاہیے۔ اس مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ہے اکثر اہل علم اسے استحباب پر محمول کرتے ہیں۔ امام احمدؒ کے نزدیک مشرک کو اسلام لانے کے لئے غسل کرنا واجب ہے۔ امام مالکؒ کا بھی یہی مذہب ہے۔ پہلے ترجمہ کا اعادہ کر کے اسی پر تنبیہ کی ہے اور ایضاً کے کلمہ سے اس پر تنبیہ کی ہے کہ یہ حکم اگرچہ حدیث سابق سے ثابت تھا لیکن قصہ عفریت پر قیاس کر کے اسے ثابت کیا گیا ہے ایسے الفاظ ذکر کئے جس سے صراحت قیدی کو مسجد میں باندھ دینے کا جواز دلیل سے ثابت کرنا ہے کہ حدیث عفریت کے بعد اس کی مطابقت ربط الاسبور سے ظاہر ہے۔ اور غریم کا حکم اسیر پر قیاس کرتے ہوئے ثابت کیا۔ الاغتسال للاسلام کا بظاہر ابواب مسجد سے کوئی ربط نہیں لیکن مشرک کا اسلام لانے کے لئے مسجد میں داخل ہونا اس کے لئے غسل کرنا مستحب ہے۔ اس بنا پر اسے ابواب مساجد میں ذکر کر دیا

فاذا سعد یغذو دما صَفْحَةُ ۶۶/۱۶ حضرت سعد بن معاذؓ کو خندق کی لڑائی میں رگ کے اندر تیر لگا جس سے خون بہنے لگا۔

آپؓ نے اس خیال سے کہ ان کی عیادت کرنے میں آسانی ہو مسجد نبوی میں ان کے لئے خیمہ لگوا دیا۔ اس پر اشکال تھا کہ جب خون بہ رہا ہے تو آپؓ نے مسجد میں خیمہ لگانے کی اجازت کیوں دی کیونکہ خون تو نجس ہے۔ قطب گنگوہیؒ جو اب دے رہے ہیں کہ جب خیمہ لگایا گیا تو اس وقت خون نہیں بہ رہا تھا ورنہ مسجد کے خون آلودہ ہونے کی بنا پر آپؓ خیمہ زن ہونے کی اجازت نہ دیتے۔ دراصل ان کا خون کبھی جاری ہو جاتا تھا اور کبھی بند ہو جاتا تھا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ وہ مسجد جس کا اس جگہ ذکر ہے اس سے نہ تو مسجد نبوی مراد ہے اور نہ ہی کوئی اصطلاحی مسجد مراد ہے بلکہ اس سے وہ جگہ مراد ہے جو خندق کھودتے وقت نماز ادا کرنے کے لئے بنائی گئی تھی کیونکہ مسجد نبوی تو چھ میل کے فاصلہ پر تھی آپؓ قریب سے کیسے ہمارا پر ہی کر سکتے تھے۔ اصحاب سب نے اسے مسجد کے لفظ سے تعبیر کر دیا۔ امام بخاریؒ کا اس حدیث سعدؓ کو ابواب المساجد میں ذکر کرنا پہلے جواب کی تائید کرتا ہے۔ چونکہ امام بخاریؒ ہر احتمال سے استدلال کرنے کے عادی ہیں ممکن ہے احکام مساجد میں توسیع بیان کرنے کے لئے ایسا کیا۔ تو یہ ان کے اصول تراجم میں داخل ہے۔ فلا اشکال الخ تفصیل قصہ سعدؓ کتاب المغازی میں آئے گی۔

بَابُ ادْخَالِ البعير في المسجد صفحہ ۱۶/۶۶

ترجمہ کی غرض یہ ہے کہ اگر کسی ضرورت کی بنا پر جانور کو مسجد میں داخل کرنا ہو تو یہ جائز ہے۔ نبی اس لئے تھی کہ مسجد یوں برباد سے ٹوٹ نہ ہو۔ یا جانور سدھایا ہو اور اس کے پیشاب کرنے اور گوبر کرنے کا خدشہ نہ ہو تو پھر اسے مسجد میں داخل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

باب قلب گفتگوئی نے باب بلا ترجمہ لانے کی غرض کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ کبھی باب درباب کی مناسبت پہلے باب سے مٹتی ہوتی ہے۔ الجواب سے اس کی طرف اشارہ کیا لیکن ذکر کرنے کا اتفاق نہ ہو سکا۔ حضرت مولانا محمد نجی کاندھلوی نے اس جواب کا خلاصہ درس میں بیان فرمایا۔ کہ ہر دو صحابی کے عصا کے سر لوٹ کے سر کے مشابہ تھے۔ اس مناسبت سے اس واقعہ کو ادخال البعیر میں لانے اور اسے ابو اب المساجد میں امام حارثی نے اس لئے ذکر کیا کہ وہ دونوں صحابی حضرت عباد بن بشر اور اسید بن حنیز جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ دیر تک مسجد میں ٹھہرے رہے۔ تو آنحضرت ﷺ کی برکت اور مسجد کی فضیلت اور اس میں زیادہ دیر تک رہنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی لاشیوں میں روشنی پیدا کر دی جو بھڑکی کا کام دیتی تھی۔ العاصل اس باب کو سابق باب سے مناسبت کے بارے میں اللہ کے دس گیارہ اقوال ہیں جن کو لامع کے حاشیہ میں دیکھا جاسکتا ہے۔

باب الخوخة والممر في المسجد صفحہ ۲۴/۶۶

الممر مصدر بھی نہیں تاکہ مکرار ترجمہ لازم آئے بلکہ یہ حلف تفسیری ہے کہ خووخہ سے وہ چھوٹی کھڑکی مراد ہے جو مسجد میں گزرنے کے لئے بنائی جائے۔ اور کچھ بڑی کھڑکیاں ہوتی ہیں جنہیں طاق کہا جاتا ہے۔ شیخ گفتگوئی بھی یہی فرما رہے ہیں کہ جب کوئی مانع مثل جنامہ وغیرہ کے نہ ہو تو مسجد سے گزرنا جائز ہے۔ اس کے وہ بارہ ضیاع کرنے کی ضرورت اسلئے پیش آئی کہ جب خووخات والوں کو اپنے خووخات بند کرنے کا حکم ہوا تو شاید مسجد سے گزرنا بھی منسوخ ہو اس کے جواز کو حلف کیا۔ ورنہ حضرت ابو بکرؓ کی تخصیص کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ کیونکہ وہ بھی افراد امت میں سے ایک فرد ہیں جیسے گذرنا ان کے لئے جائز ہے دوسروں کے لئے بھی جائز ہوگا۔ البتہ ان کے خصوصی ذکر سے متلانا ہے کہ وہ امامت صغریٰ کے زیادہ حقدار ہیں۔ تاکہ اس سے ان کے لئے امامت کبریٰ کے لئے زیادہ شرف اور عزت ظاہر ہو۔ کہ جس طرح مسجد میں امامت کے لئے جانے کے لئے محض ان کو اجازت دی گئی باقی لوگ روک دیئے گئے اس طرح خلافت بھی ان کے لئے خاص ہے دوسرے اس میں ان کا کوئی شریک نہیں ہے۔ بجز حال اس سے حضرت ابو بکرؓ کی فضیلت واضح طور پر ظاہر ہوئی۔

ولكن خلة الاسلام صفحہ ۱۰/۶۶ خلاصہ یہ ہے کہ دلی دوستی اسلام پر مبنی ہے۔ اور حضرت ابو بکرؓ کا اسلام اعلیٰ مرتبہ کا ہے تو جو خلة اس پر مبنی ہوگی وہ بھی خلة کے اعلیٰ مراتب میں سے ہوگی۔ ورنہ عام خلة تو تمام مسلمانوں کو حاصل ہے۔ اور خلت یہ ہے کہ

دسروں سے بالکل انقطاع ہو صرف ایک ہی اللہ تعالیٰ سے تعلق ہو۔ حضرت ابو بکرؓ اس درجہ کے مستحق ہیں۔ لیکن ایک مانع کی وجہ سے وہ میرے ظلیل نہیں بن سکتے وہ مانع یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ظلیل بنا چکا ہوں لو کنت متخذاً خلیلاً غیر اللہ لا تعبدت اباہم کو خلیلاً۔

باب الابواب والغلق صفحہ ۱۱۶۷

مسجدوں کے دروازے رکھنا اور ان کو تالے لگانا وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَتَّعَ مَسْجِدًا اللَّهُ سے وہم پیدا ہوتا تھا کہ شاید مسجدوں کے دروازوں کو تالے لگا کر بند کرنا مکروہ ہو۔ جس کا نتیجہ مسجد کی وضع کو توڑنے کے مترادف ہوگا۔ کیونکہ مسجد ایک مشترک حق ہے۔ کوئی ایک شخص اس کا مالک نہیں بن سکتا کہ وہ مسجد کو تالا لگا کر بند کر دے۔ اور دوسرے کو آنے سے روک دے۔ تو امام حاری نے اس توہم کا دلگیری کرتے ہوئے ثابت کیا کہ ایسا کرنا کسی فائدے کے پیش نظر جائز ہے مثلاً مسجد کے سامان کی حفاظت کرنا ہے یا اس کے علاوہ کو محفوظ کرنا ہے روایت اور اثر کی دلالت اس مقصد پر ظاہر ہے۔ اور حضرت ابن عباسؓ کی یہ مسجد طائف میں تھی جب کہ وہ طائف میں منتقل ہوئے تو وہاں مسجد موالی جو عجیب و غریب تھی جس کو منقل رکھا جاتا تھا۔

قوله تو فعا ن اصواتکم صفحہ ۶۳/۶۷ شاید ان دونوں حضرات نے رخصت کی حد سے زیادہ اپنی آواز کو بلند کیا ہوگا جس پر حضرت عمرؓ نے ان کو اوجعکمما کی دھمکی دی۔ یا ان لوگوں نے کسی امر خیر کے علاوہ کسی اور معاملہ میں آواز کو بلند کیا ہوگا جس کا مسجد میں کرنا درست نہ ہوگا۔ بے حال امام حاری نے اس ترجمہ سے ایک اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کیونکہ امام مالکؒ مسجد کے اندر مطلقاً کسی طرح رفع صوت کی اجازت نہیں دیتے۔ خواہ علم کے لئے ہو یا کسی اور مقصد کے لئے ہو۔ ائمہ علماء غرض دینی اور فنی میں فرق کرتے ہیں تو ممانعت اس صورت میں ہوگی جبکہ اس میں کوئی منفعت دینی نہ ہو ورنہ حضرت کعبؓ کی روایات کے مطابق جواز تلفت ہوگا

قوله فارتفعت اصواتہما صفحہ ۲۷/۶۷ ان حضرات کی بلند آوازی اس حد تک نہیں پہنچی ہوگی جس پر اللہ کیا جائے نیز اس رفع صوت میں تو اپنے حق کو زندہ کرنا تھا جو منفعت پر مبنی ہوا لہذا جائز ہے۔ چنانچہ امام حاری نے دو مختلف روایتیں لاکر اشارہ کیا کہ ہر رفع صوت ممنوع نہیں ہے۔ اور نہ ہی رفع صوت کی رخصت دی گئی ہے۔ اگر اشکال ہو کہ رفع صوت حد ممنوع تک پہنچی تھی جسے تو آنحضرت ﷺ نے باہر تشریف لائے اور حضرت کعبؓ کو آدمی رقم چھوڑنے کا حکم دیا۔ جو اب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا ان کی آواز کو سن لینا مسجد کے چھوٹے اور حجرہ کے قریب ہونے کی وجہ سے تھا اب اشکال نہ رہا۔

قوله باب الحلق فی المسجد صفحہ ۶۸

بعض روایات میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے نماز جمعہ سے پہلے حلقہ بندی سے منع فرمایا اور بعض سے اس کا جواز ثابت ہوتا ہے تو جہاں حلقہ بندی سے منع کیا گیا ہے اس سے مراد وہ حلقہ بندی ہوگی جو نماز کے معاملہ میں ظلیل انداز ہو یا نماز ادا کرنے سے رکاوٹ بنے

اگر یہ اجتماع کسی اور مقصد کے لئے ہو۔ خطبہ سننا ہے یا وعظ و نصیحت سننا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ جیسا کہ بعض روایات سے ثابت ہے کہ ان حضرات کا ارد گرد بیٹھنا وعظ اور علم کے لئے تھا۔ تو اجتماع حلقہ ہدی کی صورت میں ممکن ہے۔ صف ہدی کی صورت میں اس لئے ممکن نہیں کیونکہ حلقہ ہدی کی صورت میں پوری توجہ ہوتی ہے اور واعظ کی طرف پورا دھیان ہوتا ہے جو وعظ میں مفید ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اس میں واعظ سے قرب ہوتا ہے۔ خلاف صف ہدی کے اس میں بعض کو واعظ کا قرب حاصل ہوگا بعض کو نہیں ہوگا۔ تیسری روایت میں تو اس کی صراحت بھی آگئی ہے جو پہلی دو روایتوں میں اس کا قرینہ ہوگا کہ ان حضرات صحابہ کرام کا آپ کے گرد جمع ہونا خطبہ سننے کے لئے تھا۔ کیونکہ پہلی روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ منبر پر تھے اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ خطبہ دے رہے تھے تو صحابہ کرام کا اجتماع خطبہ سننے کی غرض سے ہوا۔ واللہ اعلم

بَابُ الْإِسْتِئْذَانِ فِي الْمَسْجِدِ صَفْحَةٌ ۱۸۶۸

حدیث میں مسجد کے اندر چت لینے سے ممانعت وارد ہوئی ہے۔ اور روایت باب سے اس کا جواز ثابت ہے۔ تو نبی اس صورت میں ہوگی جب کہ تنگ کہ کھل جانے کا اندیشہ ہو اگر کشف عورت کا خطرہ نہ ہو تو پھر مسجد میں چت لینا جائز ہوگا۔ تو امام بخاری حدیث باب جواز ثابت کرنے کے لئے لائے ہیں نبی منسوخ ہوگی۔ شیخ گنگوہی نے اسے پاؤں دراز کرنے پر محمول کیا ہے۔

بَابُ الْمَسْجِدِ يَكُونُ فِي الطَّرِيقِ

اس باب سے امام بخاری کی غرض یہ ثابت کرنا ہے کہ راستہ کی طرح مسجد بنانا بھی عوام کا حق ہے۔ ہر شخص کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے ملک میں بعض حصہ کو مسجد بنائے بھر طیکہ عوامی مفاد کو نقصان نہ پہنچے اس طرح ہر ایک کو یہ بھی حق ہے کہ اگر نقصان نہ ہو تو پھر بھی راستہ میں مسجد بنانے سے روک سکتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ جب راستہ تنگ نہ ہو تو عوام کو حق حاصل ہے کہ راستہ میں کوئی نئی چیز پیدا کریں بشیر طیکہ عوام کو نقصان نہ پہنچے۔ خواہ وہ احداث خاص کر اپنے فائدہ کیلئے یا اس سے عوام کو فائدہ پہنچتا ہو۔ جیسے سایہ بنالینا یا جوپال بنالینا تو جس طرح ہر ایک کو راستہ میں کسی ایجاد کا حق ہے۔ اس طرح اشتراک کی وجہ سے ہر ایک کو منع کرنے کا بھی حق ہے۔ بہر صورت جواز اس سے مفید ہے کہ کسی ہمسایہ اور گزرنے والے کو نقصان نہ پہنچے۔

بَابُ الصَّلَاةِ فِي مَسْجِدِ السُّوقِ صَفْحَةٌ ۱۶۶۹

مسجد سوق سے وہ جگہ مراد ہے جس کو کسی شخص نے اللہ کی رضا کے لئے اس لئے وقف کر دیا کہ وہاں نماز ادا کی جائے۔ اس کیلئے مسجد کا حکم نہیں ہے کیونکہ مسجد کا حکم ثابت کرنے کیلئے کچھ شرائط ہیں جو فقہ میں مشہور ہیں کہ اذن عام ہو۔ مسجد ہند نہ ہو۔ حدیث باب مسجد سے اصطلاحی مسجد مراد نہیں اس پر قرینہ یہ ہے کہ حدیث میں صلواتہ فی سوقہ کے الفاظ ہیں اگر اس سے مسجد اصطلاحی مراد ہوتی تو صلواتہ مسجد کا ثواب کم کیوں ہوتا۔ امام بخاری نے اس باب کو اس لئے ذکر کیا کہ بظاہر بازار شور و شغب کی جگہ ہے۔ اس میں خرید و فروخت ہوتی ہے

جھوٹی سچی قسمیں اٹھائی جاتی ہیں۔ وہم ہوتا تھا کہ شاید ایسے مقامات بازاری میں نماز جائز ہو۔ اس باب سے بازار کی مسجد میں نماز پڑھنے کے جواز کو ثابت کر دیا کہ جب بازار میں نماز ادا کرنا جائز ہے تو بازار کی مسجد میں نماز ادا کرنا بھی جائز ہوگا۔ اس لئے علامہ سندھی فرماتے ہیں کہ ترجمہ میں مسجد سے مسجد اصطلاحی مراد ہے۔ مولانا کئی فرماتے ہیں کہ مسجد سے جماعت فی السوق مراد نہیں۔ بلکہ اگر دکان میں کوئی شخص اکیلے نماز پڑھے تو اس کو مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کا ثواب نہیں ملے گا۔ اب اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ اگر کسی شخص نے مسجد کے علاوہ گھر یا بازار میں یا کسی اور جگہ جماعت سے نماز ادا کر لی تو کیا اسے مسجد کی جماعت کا ثواب ملے گا یا نہیں۔ صحیح یہ ہے کہ وہ ثواب نہیں ملے گا۔ اگر درخانہ صد محراب داری نماز آں بہ کہ در مسجد گذاری (از مرتب)

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ پچیس ۲۵ گنیا ستائیس ۲۷ گنیا کا ثواب جماعت پر مرتب ہے۔ تو اس میں مسجد اور غیر مسجد برابر ہوں گے۔ اور بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ کئی گنا ثواب بظاہر مسجد کی فضیلت کی وجہ سے ہے۔ لہذا مسجد کا ثواب زیادہ ہوگا مگر حال ہر دو حضرات کے نزدیک ثواب ایک کے لئے ہے دوسرے کے لئے نہیں۔ لیکن دونوں اقوال پر مسجد کا ثواب معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کیا ہے۔ اور دوسرے حضرات کے نزدیک اگر مسجد کا ثواب معلوم ہے تو پھر جماعت کا ثواب معلوم نہیں ہوگا کہ وہ کیا ہے۔ حدیث باب میں جو ثواب کی تعیین ہے ظاہر یہی ہے کہ اس سے ان لوگوں کی تائید ہوتی ہے جو اسے مسجد کے لئے کہتے ہیں۔ کیونکہ سوائے ان تین مساجد یعنی مسجد حرام مسجد نبوی اور مسجد بیت المقدس کے باقی سب مساجد برابر ہیں۔ کہ وہ ایسی عبادت گاہیں ہیں جن کی نسبت اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں۔ جماعت تو اس طرح نہیں ہے کیونکہ وہ ثواب توجع ہونے والوں کے اختلاف پر مبنی ہے تعدد زیادہ ہے تو ثواب زیادہ ہوگا۔ تعدد کم ہے تو ثواب کم ہوگا۔ اسی طرح کیفیت میں بھی اختلاف کی وجہ سے ثواب مختلف ہوگا۔ اب اس میں صحیح فیصلہ کن بات یہ ہے کہ حدیث باب میں جو ثواب مذکور ہے وہ جماعت پر مرتب ہے۔ البتہ جب کوئی شخص جماعت کے ساتھ مسجد میں نماز ادا کرے گا تو اس کا ثواب یقیناً زیادہ ہوگا جو نماز گھر میں ادا کی جائے۔ اگرچہ فضیلت کیفیت کے اعتبار سے ہوگی کیت کے اعتبار سے فضیلت نہ ہوگی۔ حاصل یہ نکلا کہ جو نماز جماعت کے ساتھ مسجد میں ادا کی جائے وہ مسجد میں اکیلے نماز پڑھنے سے افضل ہے اور گھر میں اکیلے نماز پڑھنے سے گھر میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا افضل ہے۔ اور ہر دو جماعتوں کو پچیس یا ستائیس کی فضیلت حاصل ہوگی۔ خواہ وہ نماز مسجد میں ادا کی جائے یا گھر میں اور بازار میں ادا کی جائے۔ کیونکہ مسجد میں جماعت سے نماز ادا کرنا ثواب میں اضافہ کے علاوہ شعار اسلام کا اظہار ہے۔ جس کا گھر اور بازار میں نماز یا جماعت ادا کرنے سے اظہار نہیں ہوتا۔ مسجد میں نکثیر جماعت بھی ہوگی۔ لیکن یہ فضیلت اس وقت ہے جب کہ سنن اور آداب کے ساتھ نماز کو مکمل کیا جائے گا اگر ہمارے زمانہ کے اماموں کے طرز عمل کے مطابق استکمال سنن و آداب نہ ہوتا ہو تو گھر میں جماعت کا اہتمام کرنا بہتر ہے۔

قولہ مادام فی مجلسہ صفحہ ۷۶۹ ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد ساری مسجد ہے خاص کردہ جگہ مراد نہیں جہاں پر رکوع و سجود کیا ہے بلکہ مسجد کے جس حصہ میں بیٹھ کر دوسری نماز کا انتظار کرے تو اسے نماز کا ثواب ملے گا۔ اس طرح دونوں احادیث میں متخالف نہیں رہیگا۔

باب تشبیک الاصابع صفحہ ۸/۶۹

نماز میں انگلیوں کے پٹھارے نکالنا اگرچہ حرام نہیں بلکہ محض اوب ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ اس طرح اس نماز میں توجہ نہیں رہے گی جس کے لئے گھر سے نکلا تھا۔ حالانکہ جب سے وہ گھر سے نماز کی نیت سے نکلا ہے وہ نماز میں رہتا ہے۔ اس لئے پٹھارے نکالنے سے نماز سے روگردانی ہو جائے گی۔ اور روایات میں اسے عمل شیطان کہا گیا ہے۔ نماز کے علاوہ پٹھارے نکالنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ اگر تشبیک کسی غرض صحیح کے لئے ہے تو جائز ہے۔ عیب ہو تو ناجائز ہے۔ آپ نے مؤمن کی مثال میں تشبیک اصابع کیا ہے جس سے مؤمن کو ایک دوسرے کا اس طرح مددگار ہونا چاہئے جیسے آپس میں یہ انگلیاں ملی ہوئی ہیں۔ تشبیک سے انگلیوں کو ملانا۔ اور فرقہ کے معنی پٹھارے نکالنا ہے۔ ایک دوسرے کے معنی میں مستعمل ہوتے ہیں۔

فقوہہ لی واقد صفحہ ۱۰/۶۹ واقد جو عامم کے بھائی ہیں۔ عامم بن محمد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث میں نے اپنے باپ سے سنی تھی لیکن اچھی طرح اسے ضبط نہ کر سکا۔ تو میں نے اسے اپنے بھائی واقد سے ضبط کیا جنہوں نے اپنے باپ سے اسے روایت کیا جو میرے بھی باپ ہیں اور میرے استاد شیخ بھی ہیں۔

قولہ بھذا صفحہ ۱۳/۶۹ امام حناریؒ کا مقصد اس تعلق سے صحابی کی تعیین کرنا ہے۔ کہ وہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ ہیں پہلی روایت میں واقد راوی نے اسے شک سے بیان کیا تھا۔ ہذا سے اشارہ ان گڈڈ لوگوں کی طرف ہے کہ اب وہ اس طرح ہو گئے ہیں سنجیدہ کوئی نہیں رہا۔

باب المساجد التي على طرق المدينة صفحہ ۲۶/۶۹

آنحضرت ﷺ جب مدینہ منورہ سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے تو جن جن مقامات پر آپ نے آتے جاتے پڑاؤ کیا۔ اس باب میں ان مواضع کا ذکر ہے۔ تاکہ ان مواقع پر نماز پڑھ کر اور دعا مانگ کر برکت حاصل کی جائے۔ اس طرح ان کی ابواب مساجد سے مناسبت ظاہر ہے۔ پھر حضرت سالم اور نافعؓ کی عبارتوں میں اختلاف ہے غالباً ان کا مقصد ایک ہے۔ چونکہ آنحضرت ﷺ کے بعد ان مکانات میں کچھ تغیر پیدا ہو گیا جس سے سننے والے پر مقصود رمل گیا اسلئے بیان کی ضرورت پیش آئی۔ اس باب میں جن مقامات کا ذکر ہے وہ سات مواضع ہیں۔ غالباً بعض مقامات حضرت ابن عمرؓ پر اس لئے پوشیدہ رہے کہ وہ ان میں آنحضرت ﷺ کے ہمراہ نہیں تھے۔ ورنہ حرمین شریفین کے درمیان منزلیں سات سے بھی بڑھ کر ہیں۔ یا جناب نبی اکرم ﷺ نے اپنے سفر میں جس میں ابن عمرؓ آپ کے ہمراہ تھے سات ہی مقام پر پڑاؤ کیا۔ ان میں سے پہلی منزل کو اپنے اس قول سے بیان کیا کہ ان بنزل بذي الحليفة حاصل یہ ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے مکہ سے مدینہ کی طرف آتے جاتے جہاں پڑاؤ کیا وہ جگہ ایک ہی ہے یعنی بلوی تہیق یا اس کے قریب ہے وہاں پر دو مسجدیں ہیں جن میں سے ایک کے اندر آپ نے جاتے ہوئے نماز پڑھی ہے اور دوسری میں واپسی پر نماز بلوی کی وہ دونوں مسجدیں اس بلوی کے کنارہ پر بالکل آنے سامنے ہیں

اور راستہ وادی کے اندر جا رہا ہے۔ ان دو مسجدوں میں سے پہلی مسجد تو واضح ہے جس کو اپنے قول تحت مسمرۃ سے بیان کیا۔ پھر یہ بھی تنبیہ کر دی کہ وہ مسجد جو اب ذی الحلیفہ میں بنائی گئی ہے وہ بعینہ اسی جگہ پر ہے اس کا معاملہ تو واضح ہو گیا۔ لیکن دوسری مسجد کے بیان میں خفا تھا اس کو بیان کرتے ہوئے یوں فرمایا کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں لہذا شرقی سے ظاہر ہونے کے بعد پڑاؤ کیا جاتا ہے شاید وادی کے کنارے پر دو کنکر یلی جگہیں ہوں ایک شرقی اور غربی۔ پھر چونکہ اس جگہ دو اور مسجدیں بھی ہیں تو ان کو ممتاز کرنے کے لئے شروع کیا۔ تاکہ سامع پر یہ تینوں مسجدیں زل نہ جائیں۔ تاہم میں فرمایا کہ اس مقام پر دو اور مسجدیں ہیں جن میں سے ایک تو اس جگہ ہے جس کے پاس پتھر ہیں اور دوسری ٹیلوں کے اوپر ہے اور مسجد مقصود جس میں جناب نبی اکرم ﷺ نے نماز پڑھی وہ زمین کی گہرائی میں ہے لیکن سیلابوں کی وجہ سے اب وہ جگہ ہموار ہو گئی ہے۔ جس میں کچھ مٹی پڑی ہوئی ہے اور کچھ کنکریاں ہیں۔ لہذا سے اس جگہ یہی مراد ہے۔ یہاں تک دو مسجدوں کا بیان مکمل ہوا۔ اب اس تیسری مسجد کا بیان شروع ہوتا ہے جو شرف روحا میں ہے۔ روحا ایک جگہ کا نام ہے جس کے دو حصے ہیں ایک اوپر کا اور دوسرا نیچے کا۔ جیسے کہ عموماً شہروں کے اندر نشیب و فراز کا مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ تو شرف روحا کے الفاظ سے بیان کر دیا کہ اس کے دو ٹکڑوں میں سے اوپر کے حصہ میں ہے۔ اور اوپر کے حصہ میں یہاں دو مسجدیں ہیں ایک چھوٹی اور دوسری بڑی۔ پس چوٹی مسجد وہ ہے جس کو لوگوں نے مسجد النبی ﷺ قرار دیا ہے۔ ان کا گمان ہے کہ یہی وہ جگہ ہے جہاں پر جناب نبی اکرم ﷺ نے نماز پڑھی تھی۔ لیکن یہ ان کی غلطی ہے۔ دوسری مسجد اس شہر کے لوگوں کی ہے۔ جس میں وہ لوگ نماز ادا کرتے ہیں۔ جناب نبی اکرم ﷺ کے نماز پڑھنے کی جگہ اس چھوٹی مسجد کے قریب ہے وہ چھوٹی مسجد نہیں ہے۔ تو اس مقام کی تعیین کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب تم چھوٹی مسجد میں کھڑے ہو کر قبلہ کی طرف رخ کرو جہاں نمازی کھڑا ہوتا ہے تو یہی دائیں جانب وہ موضع مقصود ہے۔ پس اگر تم اس جگہ نماز پڑھنا چاہو جہاں آنحضرت نبی اکرم ﷺ نے پڑھی تھی تو تم چھوٹی مسجد کو اپنی بائیں جانب رکھو اور تم خود دائیں جانب کھڑے ہو جاؤ۔ پھر ارادہ کیا مسجد صغیر کے مقام کی نشاندہی کریں جس کے بغیر مسجد میں التباس ہو جائے یا زمانہ کے تغیرات کی وجہ سے اس جگہ کے نشانات مٹ جائیں تو فرمایا کہ جب تم مکہ معظمہ جا رہے ہو تو وہ مسجد صغیر تمہارے دائیں جانب ہوگی۔ اور وہ بڑی مسجد سے کوئی پتھر پھینکنے کی دوری پر ہوگی۔ پھر اس کی مزید وضاحت کے لئے اور اس مکان کی تعیین کے طور پر فرمایا کہ وہ پہاڑ جو روحا کے موڑ پر ہے یہاں تک پہنچے تھے۔ کہ بقیہ حدیث کی شرح اس طرح نہ ہو سکی جس طرح شروع میں وضاحت ہوئی۔ اور اقل ضائع ہو گئے جس کا سخت افسوس ہے۔

باب قدر کم ینبغی ان یکون بین المصلیٰ والسترة صفحہ ۱۷۱

نمازی اور ستروہ کے درمیان کس قدر فاصلہ ہونا چاہیے۔ ظاہر یہ ہے کہ مصلیٰ فاعل کے وزن پر ہے اور وہ فاصلہ جو نمازی اور ستروہ کے درمیان ہو اس سے وہ فاصلہ مراد ہے جو نمازی کے سجدہ کرنے کی جگہ سے دیوار تک ہے۔ عظمیٰ طور پر مصلیٰ جائے نماز پر بھی محمول کرنا ممکن ہے۔ لیکن روایت سے اس کی تائید نہیں ہوتی۔ تو مصلیٰ سے تمام وہ جگہ مراد ہوگی جو نمازی کے کھڑے ہونے کی جگہ سے اس کی سجدہ کرنے کی جگہ تک ہے۔ تو دونوں صورتوں میں مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ دیوار اور پیشانی رکھنے کی جگہ تک زمین کی کتنی مقدار ہونی چاہیے

وہ ممر الشاة ہے یعنی بحری کے گزرنے کی جگہ ممکن ہے۔ اس سے مراد یہ ہو کہ اتنی جگہ جس سے بحری ٹھکی اور دقت کے ساتھ گزر سکے اور اگلی روایت میں ہے کہ بحری وہاں سے آسانی اور فراخی کے ساتھ نہ گزر سکے یا ممکن ہے یہ مراد ہو کہ اس جگہ سے کمزور اور چھوٹی بحری کا گزر جانا ممکن ہو۔ لیکن بڑی اور موٹی بحری کا گزرنا وہاں سے ممکن نہ ہو۔ تو کلام مثبت نے جو کچھ ثابت کیا تھا لاکھاد الخ کی نفی نے اس کے غیر کو ثابت کیا۔ اگر سب کو ان کے گمان کے مطابق اندازے پر محمول کیا جائے یا اسے محض تقریب قرار دیا جائے تو جواب دینے کی جائے یہ معاملہ نہایت آسان ہو گا۔ امام بخاری نے مصلی بکسر اللام کو ترجمہ میں ذکر کر کے اختلاف بین العلماء کی طرف اشارہ کیا ہے۔ شیخ المشائخ فرماتے ہیں کہ قدم سے لیکر پیشانی کی جگہ تک اتنی مقدار ہو کہ لوگوں پر راستہ تنگ نہ ہو اور موضع سجود اور دیوار کے درمیان ممر الشاة قریباً تین ہاتھ کا فاصلہ ہونا چاہیے۔ اور ممر الشاة صرف نصف ذراع کا فاصلہ ہے۔ البتہ بعض نے بالشت برابر قرار دیا ہے۔ لیکن عادیہ سجدے کے لئے اتنی جگہ ناکافی ہے۔ امام مالک کے نزدیک کوئی حد نہیں۔ جس قدر جگہ پر رکوع و سجود آسانی سے ہو سکے وہ کافی ہے باقی ائمہ نے اسے تین ذراع یعنی تین ہاتھ پر محمول کیا ہے۔

بَابُ الصَّلَاةِ إِلَى الْحَرْبَةِ صَفْحَةَ ۲۰۱

نیزے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا جائز ہے۔ دراصل ان چیزوں کی طرف منہ کر کے سجدہ کرنا ممنوع ہے۔ جن سے بت پرستوں سے مشابہت لازم آتی ہو۔ اس کا تقاضا تھا کہ چھوٹا نیزہ ہو یا بڑا یا اور کوئی ہتھیار ہو ان کی طرف منہ کر کے نماز نہ پڑھنی چاہیے کیونکہ بعض فرقے اس کی تعظیم کرتے ہیں جیسے ہمارے ملک میں سبھ کرپان کی تعظیم کرتے ہیں اور مصری لوگ ہتھیاروں کی پوجا کرتے تھے۔ تو ان کا رد کرتے ہوئے امام بخاری نے باب باندھا کہ نبی کا اثر ان لوگوں کے عقائد پر ہو گا جو قابل بیان گروہ ہو اور ہتھیاروں کی عظمت کی شہرت ہو۔ جو جاہل لوگ تھوڑی تعداد میں ہوں ان کی پرواہ نہیں کی جاتی۔ اس پر امام بخاری نے کئی ایوان ذکر کئے ہیں جن کے افراد چھوٹے بڑے میں فرق بیان کیا ہے۔ تاہم اگر آج کوئی گائے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے تو اس میں اتنی کراہت نہیں ہوگی جس قدر آگ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے میں کراہت ہے اس لئے کہ آگ کی عبادت کی شہرت گائے کی عبادت کی شہرت سے زیادہ ہے۔ اور آگ کے پرستاروں میں گائے کے پرستاروں کی نسبت آگ کی تعظیم زیادہ ہے۔ اور اس ترجمہ سے امام بخاری کی غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ سترہ کی مقدار بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اس کی لمبائی کتنی ہو۔ غنوزہ چھوٹا نیزہ اور حویہ بڑا نیزہ ترجمہ میں دونوں کا ذکر کر کے اشارہ کیا کہ سترہ کے طول و عرض میں کوئی حد بندی نہیں ہے۔

قولہ ومعنا عكازة صفحہ ۲۶۱/۷۱ پوری حدیث کو ذکر نہیں کیا۔ جس میں ہے کہ آپ جب نماز پڑھتے تھے تو اس لاشی کو

جس کے سر پر نوک ہوتی تھی زمین میں گاڑ دیتے پھر اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے۔ تو اس اعتبار سے ترجمہ اور روایت میں مطابقت ہو جائے گی۔ تو ترجمہ حدیث کے لئے شارح ہوں۔

باب السترۃ بمکة وغیرھا صفحہ ۱۷۲/۱

طواف کرنے کی جگہ اور مسجد حرام میں نمازنی کے لئے سترہ ضروری نہیں ہے۔ اس سے وہم ہوتا تھا کہ شاید حرم میں مطلقاً سترہ کا حکم نہ ہو۔ اس وہم کا دفعیہ کرتے ہوئے امام بخاریؒ نے اس باب سے اشارہ کیا کہ سترہ حل اور حرم مکہ اور دوسرے شہروں میں برابر ہونا چاہیے لیکن مسجد حرام میں اس کی تاکید اسلئے ساقط ہو گئی کہ اگر حرم میں بھی سترہ کا حکم دیا جائے جیسے غیر حرم میں حکم ہے تو پھر اس سے طواف کرنے والوں پر تنگی ہوگی اور ان کے لئے حرج کا باعث ہوگا۔ اس لئے سترہ کا تاکید حکم ساقط ہو گیا۔

باب الصلوة الی الاسطوانة صفحہ ۳۷۲/۲

ستونوں کے درمیان نماز پڑھنے کی ممانعت پر وہم ہوتا تھا کہ شاید ستون کے درمیان ذاتی طور پر نماز پڑھنا ممنوع ہو تو باب کے انعقاد سے متلادیا کہ اسطوانة کے درمیان نماز پڑھنا اس کی ذات میں خرابی کی وجہ سے نہیں بلکہ ممانعت اس بنا پر ہے کہ اس طرح صفوں میں ٹوٹ پھوٹ ہوتی ہے اور آنے جانے والوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ اگر ان میں سے کوئی وجہ نہ ہو تو ان کے درمیان نماز پڑھنا جائز ہے۔ صفوں کے نہ ٹوٹنے کی وجہ سے نماز کے جائز ہونے کو باب الصلوة بین السواری فی غیر جماعۃ صفحہ ۱۰۷۲/۱۰ سے ثابت کیا اور آنے جانے والوں کو تکلیف نہ ہو اور صفیں بھی نہ ٹوٹیں ان دونوں کو جناب نبی اکرم ﷺ کے نماز پڑھنے سے ثابت کیا آپؐ نے کعبہ مکرمہ میں ستونوں کے درمیان نماز پڑھی۔ جب کہ نبی کی دو علتوں میں سے کوئی علت موجود نہیں تھی۔ چونکہ مسجد نبوی کے ستون آمنے سامنے نہیں تھے اس لئے صف ہدی ان کے درمیان سیدھی نہیں ہو سکتی تھی۔ جس کی بنا پر آپؐ نے بین السواری یعنی مسجد نبوی کے ستونوں کے درمیان نماز پڑھنے سے منع فرمادیا۔ جس مسجد کے ستون آمنے سامنے ہوں جن کی وجہ سے صفوں میں کوئی خلل نہ پڑتا ہو ان کے درمیان نماز جائز ہوگی۔ کوکب درری میں شیخ گنگوہیؒ نے ممانعت کی چوتھی وجہ یہ بھی لکھی ہے کہ ستونوں کے درمیان کی جگہ آپؐ نے جنوں کے لئے مختص فرمائی تھی۔ یا یہ کہ وہ جوتوں کے رکھنے کی جگہ ہے۔ بالعموم وہ نجاست سے خالی نہیں ہوتے۔ نیز کعبہ کے ستون چھ تھے۔ جن میں سے تین تو آپؐ کے پیچھے رہے دو ستونوں کے درمیان آپؐ نے نماز پڑھی۔ ایک کو دائیں جانب رکھا اور ایک کو بائیں جانب تیسرا ستون بھی دائیں جانب تھا دور ہونے کی وجہ سے اس کا اعتبار نہیں۔ جو ستون متصل اور قریب تھے ان کا اعتبار کیا گیا۔ اس طرح ایک عمود دائیں جانب ہوا دوسرا بائیں جانب ہو گیا۔ تیسرے کا ذکر نہ ہوا۔

وقولہ ولیس علی احدنا باس الخ صفحہ ۲۰۷۲/۲ اگرچہ کانہ کعبہ میں جس جگہ چاہے نماز پڑھنا جائز ہے مگر جناب رسول اللہ ﷺ کی موافقت کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے کوشش کی گئی۔ ویسے حضرت ابن عمرؓ امور عادیہ میں بھی آنحضرت ﷺ کی موافقت کے ساعی رہتے تھے۔

قولہ اذا هبت الרכاب صفحہ ۲۳۷۲/۲ بعض شراح نے ہبت کے معنی حاجت اور تحرکت کے لئے ہیں جو اس جگہ

مراد لینے غلط ہیں۔ کیونکہ اس صورت میں جب کہ اونٹوں میں بیجان ہو نماز ہی درست نہیں ہے۔ پھر کجاوے کے آگے رکھنے سے تشویش کیسے رفع ہوگی جو اونٹوں کے بیجان سے پیدا ہوئی۔ بلکہ سائل نے حضرت نافعؓ سے پوچھا کہ جب اونٹ چراگاہ کو چرنے کے لئے چلے جاتے تو حضرت ابن عمرؓ اس وقت نماز کیسے پڑھتے تھے انہوں نے فرمایا کہ پالان کو آگے رکھ کر نماز ادا کر لیتے تھے۔ بعض روایات میں بعبور کے اور بعض میں شجر کے الفاظ بھی وارد ہیں۔ تو اونٹ کو سامنے بٹھا کر اور درخت کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے روایت میں صرف راحلہ کا ذکر ہے۔ امام بخاریؒ نے باقی اس پر قیاس کر لیا ہے۔

قوله اعتدلتمونا بالکلب والحمار صفحہ ۲۵/۷۲ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ فساد صلوٰۃ کے بارے میں آپ لوگوں نے ہمیں کتے اور گدھے کے برابر کر دیا۔ حالانکہ کتے اور گدھے میں جو قباحت ہے وہ عورت میں نہیں ہے۔ کتے کا جھونا اور ان کا پسینہ نجس ہے۔ جو لوگ اسے نجس العین کہتے ہیں۔ اور گدھے کی خرابی یہ ہے کہ وہ لات مارتا ہے۔ اور ایسی مزاحمت کرتا ہے جس سے نماز کے فاسد ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے عورت میں یہ بات نہیں۔ زیادہ سے زیادہ دل اس کی طرف راغب ہوگا تو اس کے سامنے آجانے سے نماز میں خلل نہیں پڑے گا خصوصاً جب انسان کو اس سے بے پرواہی ہو تو ذہنی خرابی بھی پیدا نہیں ہوتی آنحضرت ﷺ کے سامنے حضرت عائشہؓ سوئی رہتی تھیں آپؐ چنگلی بھی کاٹتے تھے لیکن بے رغبتی کی وجہ سے نماز فاسد نہیں ہوتی تھی۔ تو تینوں کو نماز کے فاسد کرنے میں برابر قرار دینا غلطی ہوگی اگرچہ آنحضرت ﷺ نے تینوں کو ایک ہی لفظ میں ذکر کیا ہے لیکن آپؐ کا مقصد تینوں میں برابری ثابت کرنا نہیں تھا۔ بلکہ کتے اور گدھے میں تو خلل نماز کا ارادہ تھا عورت میں قطع صلوٰۃ مراد نہیں تھا۔ ہاں اگر ان حضرات کا ارادہ اس قول سے روایت اور حدیث کے میان کے طور پر ہوتا تو پھر حضرت عائشہؓ بھی ان پر اعتراض نہ کرتیں۔ ان کا اعتراض اس فتوے پر تھا جو انہوں نے دیا اور نصوص کی مراد کو نہ سمجھ سکے بایں ہمہ ان تینوں چیزوں کے آگے گزرنے سے نماز بھی فاسد نہیں ہوتی۔ تو ان کا قطع صلوٰۃ کا حکم دینا یہ بھی حضرت عائشہؓ کے نزدیک ان کی دوسری غلطی تھی۔ اور یہ جو حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نماز کی حالت میں آپؐ کے سامنے ہوتی تھی اس کا مقصد یہ ہے کہ میں اٹھ کر سیدھی آپؐ کے سامنے بیٹھ جاتی تھی۔ اور چارپائی کے اگلے دوپائیوں کی طرف اس لئے کھسک جاتی تھی کیونکہ پچھلے دوپائیوں کی طرف سے نکلنے میں آپؐ کے سامنے سے گذرنا پڑتا جب کہ آپؐ نماز پڑھنے والے تھے اور بغیر ضرورت کے ایسے کرنا ٹھیک نہیں تھا۔ اور سریر سے مراد تخت ہے اور چارپائی پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ ترجمہ کے مناسب یہی ہے کہ چارپائی کی طرف آپؐ نے نماز پڑھی ہے۔

ورد ابن عمرؓ فی التشہد صفحہ ۲۷/۷۲ یعنی حضرت ابن عمرؓ نے تشہد کی حالت میں گزرنے والے کو دفع کیا جو نماز کا آخری حصہ ہے۔ بتلانا یہ ہے کہ اول تحریمہ سے لے کر آخر سلام تک گزرنے والے کی مدافعت جائز ہے۔

وقوله وفي الكعبة صفحہ ۲۷/۷۲ یعنی حضرت ابن عمرؓ تشہد کی حالت میں کعبہ کے اندر بھی گزرنے والے کو روکتے تھے حالانکہ مزاحمت کی وجہ سے کعبہ میں نماز کے آگے گذرنا جائز ہے۔ تو حضرت ابن عمرؓ کا یہ فعل یا تو افضل کو طلب کرنے کے لئے تھا

کہ جب جگہ میں وسعت تھی گزرنے والا سامنے سے گزر جانے میں مجبور نہیں تھا اس لئے اس سے دفع کیا۔ اور یا یہ بھی ممکن ہے گزرنے والے نے آپ سے مزاحمت کی ہو۔ تو اس مقابلہ کی وجہ سے انہوں نے اسے سامنے سے دفع کیا ہو۔

باب الصلوة خلف النائم صفحہ ۱۸۷/۴۳

خلف کے معنی عام مراد ہیں مشہور معنی نہیں لئے گئے۔ اس لئے حدیث باب سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ سوئے ہوئے کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔ خلف سے اقتدا مراد نہیں ہے۔ بہر حال جواز کو ثابت کیا گیا۔

باب التطوع خلف المرأة

اس ترجمہ کی غرض یا تو احناف کے مسئلہ معاذ اہ پر رد کرنا ہے کہ کوئی عورت اگر مرد کے ساتھ تحریمہ اور اداء میں شریک ہو جائے اور امام اس عورت کی امامت کی نیت بھی کر لے تو مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ جب کہ امام نے اس کی امامت کی نیت نہیں کی پہلی صورت میں مرد نے اپنا مقام چھوڑ دیا۔ دوسری صورت میں عورت نے **أَخْرُؤْهُنَّ حَيْثُ أَخْرُؤْهُنَّ اللَّهُ** یعنی ان کو پیچھے رکھو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں پیچھے رکھا ہے۔ تو امام بخاری فرماتے ہیں کہ جب مرد اپنی نماز پڑھ رہا ہے اگر اس کے پہلو یا عورت کے پیچھے نماز پڑھنے سے مرد کی نماز میں کوئی خلل نہیں آئے گا۔ خلل اس وقت ہے جب کہ تحریمہ اور اداء میں اشتراک ہو۔ اور ممکن ہے امام بخاری کی غرض امام شافعی کے مسلک کو ثابت کرنا ہو کہ اگر کوئی نماز کسی عورت کے پہلو میں یا اس کے پیچھے نماز ادا کر لے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نماز پڑھتے رہے جب کہ حضرت عائشہؓ آپ کے آگے لیٹے ہوئی تھیں بہر حال جو کچھ بھی مراد ہو امام بخاری کے استدلال کا دائرہ اس پر ہے کہ عورت خواہ مرد کی نماز میں شریک ہو یا نہ ہو بہر صورت نماز آدمی کی فاسد نہیں ہوتی۔ لیکن یہ دلیل تام نہیں۔ اس لئے کہ حضرت عائشہؓ تو آنحضرت ﷺ کے ساتھ نماز میں شریک نہیں تھیں۔ نہ تحریمہ میں نہ ادا میں۔ احناف کا مسئلہ معاذات یہ ہے کہ عورت مرد کی نماز میں شریک ہو۔

ثم ان قوله غمزني حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ نے میری چنگلی کاٹی۔ یہ حدیث باب احناف کی جتہ ہے۔ کہ مس مرأة کے چھوئے سے وضو نہیں جاتا۔ ورنہ اس لمس سے آپ کی وضو جاتی رہتی آپ نماز نہ پڑھتے اس پر قطب گنگوہی نے دود لیلیں پیش کی ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ پہلے باب کشف الفخذ میں ذکر ہوا کہ شوافع فرماتے ہیں کہ فخذ یعنی ران تنگ نہیں ہے۔ احناف نے جواب دیا کہ مطلق کو مقید کرنا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح لفظ کے مدلول سے امر زائد کو ثابت کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ اب یہاں لفظ غمزنی مطلق ہے۔ اس کو حائل کے ساتھ مقید کرنا جائز نہیں۔ دوسرے حائل کی موجودگی میں چنگلی نہیں کاٹی جاسکتی۔ تیسرے اصل یہ ہے کہ کسی زائد چیز کو ثابت نہ کیا جائے آپ لوگوں نے حائل امر زائد کو کیسے ثابت کر لیا پس یا تو تسلیم کرو کہ فخذ عورت ہے اور عادت یہ ہے کہ ران چھپی ہوئی رہتی ہے یا نہیں اعتراف کرنا پڑے گا کہ عورت کو ہاتھ لگانے سے وضو نہیں جاتا دونہ خوط فنا دونوں میں سے

ایک کو ضرور تسلیم کرنا پڑے گا۔ فافہم واللہ تعالیٰ اعلم

قوله فانسل من عند رجلہ صفحہ ۲۷۱/۷۳ کہ میں جناب کے دونوں پاؤں کے پاس سے آہستہ سے کھسک گئی یہ قول حضرت عائشہؓ کے پہلے قول کے منافی نہیں ہے کہ میں چارپائی کے اگلے دو پاؤں سے نکل گئی۔ کیونکہ جناب نبی اکرم ﷺ کے پاؤں کے پاس سے نکل جانا چارپائی کے اگلے دونوں پاؤں سے نکل جانے کو مستلزم ہے۔ اس لئے کہ کلمہ من ابتداً یہ ہے۔ کھسکنی کی ابتداء آنحضرت ﷺ کے پاؤں سے ہوئی۔ اور اس کی انتہاء چارپائی کے پاؤں تک پہنچی۔ اس صورت میں من عند رجلہ کی ضمیر اگر سریر کی طرف راجع ہو تو پھر بھی ہمارا کوئی نقصان نہیں۔ اس لئے کہ اس صورت میں دونوں روایتوں میں کوئی خلاف نہیں ہوگا۔

باب إذا حمل جارية صغيرة صفحہ ۴۱۷/۷۴

جب کوئی شخص نماز کی حالت میں کسی بچہ کو اٹھالے تو یہ جائز ہے۔ اس سے امام بخاریؒ ان لوگوں کا رد کرنا چاہتے ہیں جو اس کے قائل ہیں کہ مس مرأة سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اگرچہ وہ چھوٹی بچی ہی کیوں نہ ہو۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بڑی عورت کو ہاتھ لگانے سے وضو کے ٹوٹ جانے کو تسلیم کر لیا گیا ہے۔ جب بچی کو اٹھالینا نماز میں خلل انداز نہیں تو عورت کے آگے سے گذرنا کیسے قاطع صلوة ہوگا۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو نماز میں اٹھا کر اس کے جواز کو بیان کر دیا۔ اب بھی ایسا کرنا سب کے نزدیک جائز ہے۔ البتہ امام مالکؒ سے اب منسوخ مانتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ حضرت امامہؓ آنحضرت ﷺ سے بہت مانوس تھیں آپؐ سجدہ میں جاتے تو پیٹھ پر یا کندھے پر بیٹھ جاتیں۔ گر جانے کے خطرہ سے آپؐ اسے سنبھال لیتے تھے۔ جد کرنے کی صورت میں وہ روتی تھیں۔ اس لئے آپؐ نے اھون البلیتین کو اختیار کیا۔ اور یہ سب کچھ نماز نافلہ میں ہوا۔ اگر فرض نماز ہو تو عمل کثیر کی وجہ سے اسے منسوخ ماننا پڑے گا۔

قوله وثبت النبي ﷺ صفحہ ۲۱۷/۷۴ آنحضرت ﷺ نماز میں بدستور مشغول رہے۔ اس خوف سے کہ کہیں آپؐ کے کھڑے ہونے سے پیٹھ والی چیز گرنے پڑے۔ اور آپؐ کو اس کا حال معلوم نہیں تھا کہ کیا چیز میری پیٹھ پر رکھ دی گئی ہے۔ اور شاید اس سے اور خرابی پیدا ہو جائے۔ کہ کہیں کپڑے گندگی سے آلودہ نہ ہو جائیں۔ اگر وہ نجس اور ناپاک چیز ہوتی اور یہ بھی خطرہ تھا کہ اگر اس میں کوئی پتھر وغیرہ ہوئے تو ممکن ہے اس سے کوئی چوٹ لگ جائے یا کوئی زخم آجائے اس طرح کے اور احتمالات بھی ہو سکتے ہیں۔ اصل جواب یہ ہے کہ آپؐ کو اپنی پیٹھ کی چیز کا علم نہیں تھا۔ امام بخاریؒ دوبارہ اس حدیث کو یہ بتلانے کے لئے لائے ہیں کہ پیٹھ کی چیز کو ہٹانا ہر جہت ممکنہ سے ہوگا جب وہ جائز ہے حالانکہ یہ سخت ہے جو قاطع صلوة نہیں ہے۔ عورت کے آگے سے گذر جانا نماز کے لئے کیسے قاطع ہوگا۔ ان ابواب سے مؤلف کا مقصد اسی کو ثابت کرنا ہے۔

قوله حتی ألقته عنہ صفحہ ۲۳۱/۷۴ اس حدیث سے امام بخاریؒ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ گندگی اور ناپاکی کا نماز کی پاس ہونا نماز میں خلل انداز نہیں ہے اس صورت میں ترجمہ میں تکرار لازم نہیں آئے گا۔ مس مرأة جن حضرات کے نزدیک ناقض وضو ہے

وہ یہاں بھی وہی تاویل کرتے ہیں جو غمزی یعنی چنگلی کاٹنے میں کرتے تھے۔ کہ ممکن ہے درمیان میں کوئی چیز حائل ہو۔ ایسے قصہ فاطمہ الزہراءؑ میں بھی یہی احتمال پیدا کرتے ہیں کہ درمیان میں کوئی حائل ہو لیکن یہ امر زائد کو ثابت کرنا ہے۔ اور مطلق لفظ کو مقید کرنا ہے اور فعل کے عموم کو خاص کرنا ہے جو اہل اصول اور فقہاء کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ لیکن یہ علماء اہل حدیث خصوصاً مولف امام بخاریؒ اقوال کی طرح افعال اور وقائع میں بھی عموم کو ثابت کرتے ہیں۔ اس کے نظائر گذر چکے ہیں۔

ثم ان المنطلق حضرت فاطمہؑ کے پاس جانے والا شاید حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہو۔ جو وہاں موجود تھے۔ جیسا کہ گذر چکا اور ممکن ہے کوئی اور صحابی ہو جنہوں نے قریش سے مقابلہ نہیں کیا۔ حضرت فاطمہ الزہراءؑ بنی ہاشم کی ایک عورت تھیں اگر قریش ان کو کوئی گزند پہنچاتے تو یہ سب ہو ہاشم کے لئے عار کا باعث تھی جس کا بدلہ لینے کے لئے سب ہو ہاشم کھڑے ہو جاتے۔ البتہ جناب نبی اکرم ﷺ پر یہ غصی نہیں تھا کہ وہ آپ کو گزند پہنچائیں گے۔ لیکن چونکہ آپ کسی مشرک سے مدد لینا نہیں چاہتے تھے اس لئے آپ نے ان سے بدلہ نہیں لیا۔ نیز ااکثر ہو ہاشم کو آنحضرت ﷺ سے دعوت اسلام کی وجہ سے کوئی ہمدردی نہیں تھی۔ اس لئے وہ خود بدلہ لینے کے لئے نہیں کھڑے ہوئے۔ البتہ حضرت فاطمہ الزہراءؑ کو تکلیف پہنچانا ان کے تکلیف پہنچانے کے بدلہ تھا اس لئے کسی کو مقابلہ کی جرأت نہ ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کِتَابُ مَوَاقِیْتُ الصَّلَاةِ وَفَضْلِهَا صَفْحَةٌ ۲۵ / ۱

امام بخاریؒ اپنی عادت کے مطابق ہر کتاب کے اوّل میں ہر حکم کی ابتدا کیسے ہوئی اس کو نصاب اور اشارہ بیان کرتے ہیں۔ تو حسب معمول اس مقام پر بھی مبدئ الصلوٰۃ کو بیان کیا۔ اور پھر اس کی فضیلت کو بیان کیا۔ ظاہر ہے کہ نماز کے اوقات کی تعلیم دینے کے لئے دو دن میں دس مرتبہ جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے۔ اس سے بڑی اہمیت نماز کی اور کیا ہوگی۔

قوله ان جبرائیل علیہ السلام نزل فصلی صفحہ ۶۱/۷۵ امام مالکؒ نے اپنے موطا میں نمازوں اور ان کے اوقات کی تفصیل بیان کی ہے۔ اس جگہ مختصر لائے ہیں دراصل امام مالکؒ نے نہیں امام ابو داؤدؒ نے ان کی تفصیل بیان کی ہے۔ امام مالکؒ کا ذکر کرنا سبقت قلمی ہوگی۔

قوله اذ ان جبرائیل اقام صفحہ ۸/۷۵ ترجمہ کیا جبرائیل آگے کھڑے ہوئے۔ گویا کہ انہوں نے مقبول کی امامت

فاضل کو بعید سمجھاس لئے سوال کیا۔

قوله ولقد حدَّثنی عائشہ صفحہ ۹/۷۵ تمام نمازوں کے ذکر کے بعد عصر کی نماز کو الگ ذکر کرنا اس کی عظمت شان

کی وجہ سے ہے جس سے اشارہ کرنا ہے کہ عصر کی نماز کو اس کے مستحب وقت سے پیچھے نہیں کرنا چاہیے یہی حضرت عروہ کا مقصد تھا جبکہ انہوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز اور حضرت مغیرہ کو عصر کی نماز مؤخر کرنے پر یہ حدیث عائشہ سنائی۔

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ مُنِيبِينَ إِلَيْهِ الخ صفحہ ۱۰/۷۵

اس باب سے امام بخاری کی غرض یہ بتلانا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے نماز چھوڑنے کا ذکر لفظ اشراک سے کیا ہے فرماتے ہیں

أَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ تو نماز کا چھوڑنا شرک کرنا ہو یا مشرکین کا فعل ہو۔ اور روایت کی دلالت بھی اسی معنی پر واضح ہے۔ کیونکہ نماز کو ایمان کا جز قرار دیا گیا ہے۔ اور جز کے انشاق سے الكل من حيث الكل منتهی ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ نماز ایمان کا کامل جز ہے مطلق ایمان کا جز نہیں ہے۔ لہذا ترک صلوة سے کمال کی نفی ہوگی۔ او آیت کریمہ میں اشراک کا لفظ ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ مشرکوں والے فعل کا ارتکاب کیا ہے۔ یا یہ شرک دون شرک کے قبیلہ میں سے ہے جیسے کفر دون کفر اور ظلم دون ظلم ہے۔ الحاصل ترجمہ کی غرض ان آیات اور روایات کی مراد ایمان کرنا ہوا جن میں تارک صلوة کو کافر یا مشرک کہا گیا ہے۔ دوسرے باب کی کتاب سے مناسبت ثابت کرنا ہے۔ کہ اقامت صلوة یہ ہے کہ نماز کے اوقات۔ آداب۔ مستحبات۔ فرائض۔ سنن سب کی محافظت کی جائے تیسری حدیث کے ترجمہ سے مناسبت ثابت کرنا ہے کہ نماز ایمان کا جز ہے تو حدیث سے قرآن کے معنی بیان کر دیئے اور نماز کو چھوڑ دینا مشرکوں کا کام ہے۔ یہ نہیں کہ نماز چھوڑنے سے مشرک بن جاتا ہے۔

قوله اِنَّكَ عَلَيْهِ اَوْعَلِيهَا لَجَرِيٌّ صفحہ ۱۹/۷۵ حضرت عمرؓ نے جب حضرت حذیفہؓ سے فتنہ کے بارے میں

دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ آپ نے اس بارے میں جو کچھ فرمایا وہ مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ تو ان کی مدح کرتے ہوئے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ واقعی تمہیں آپ سے بات کرنے کی بڑی جرأت اور جسارت ہے۔ تو یہ ان کے علم اور تدلیس پر حرص کی مدح کرنا ہے۔ کہ فائدہ دینے اور فائدہ حاصل کرنے میں تم بڑے جری ہو۔ یا اس سے حفظ اور یاد رکھنا مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تم کس قدر اچھے خلق والے اور کس قدر مناسبت والے ہو۔ اہل۔ ولد۔ مال وغیرہ کے فتنہ کا کفارہ نماز اور دیگر عبادات ہوں گے۔ بایں معنی کہ مؤمن جو ان امور میں مبتلا ہو کر گناہ حاصل کرتا ہے اس گناہ کا کفارہ عبادت ہوں گے۔ رہ گئے حقوق العباد ان کا کفارہ عبادت نہیں ہو سکتے۔ نہ ہی اس مقام پر ان کا کوئی ذکر ہے۔ پھر عبادت کا گناہ ہوں گے لئے کفارہ ہونا اس میں اختلاف ہے کہ صفائے کفارہ یا کفارہ کا۔ اکثر علماء انہیں صغیرہ گناہوں کا کفارہ قرار دیتے ہیں۔ البتہ اللہ تعالیٰ کی شان بے نیازی سے بعید نہیں ہے اگر وہ کفارہ کو بھی معاف کر دے۔

قوله ان بینک وبينها صفحہ ۲۱/۷۵ یعنی اس بڑے فتنے کے آگے ایک ہند دروازہ ہے جس سے مراد حضرت عمرؓ کی ذات اور آپ کی زندگی ہے اس صورت میں مستور آپ کا دین ہو گیا آپ کی روح ہوگی اگر دونوں مراد ہوں تو بھی کوئی ڈر نہیں ہے۔ کیونکہ مقصد واضح ہے کہ وہ دروازہ حضرت عمرؓ ہیں ان کے بعد جو فتنے شروع ہوئے اور مسلمانوں میں تلوار چلی وہ آج تک ہند ہونے میں نہیں آئی۔

قوله فذالك مثل الصلوة الخمس صفحہ ۸/۷۶ پانچوں نمازیں گناہوں کا کفارہ ہیں۔ جبکہ ان کو اپنے اوقات میں ادا کیا جائے۔ ترجمہ میں نماز باجماعت کی قید نہیں ہے۔ لہذا حدیث باب سے ترجمہ اپنے دونوں جزؤں کے ساتھ ثابت ہو جائے گا۔ کہ خواہ نماز جماعت سے ادا ہو یا غیر جماعت کے۔ بہر حال اوقات میں ادا ہونے والی پانچوں نمازیں گناہوں کا کفارہ بنیں گی۔

قوله لا اکفر شیئا صفحہ ۱۳/۷۶ حضرت انسؓ کا حکم یہ ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ کے زمانہ کے امور میں سے سوائے نماز کے اور مجھے کوئی چیز نہیں ملی۔ سوائے بھی ضائع کر دیا گیا ہے کہ وقت پر اسے ادا نہیں کیا جاتا اس لئے رورہا ہوں۔ یا معنی حدیث یہ ہے کہ اگر چرچ۔ روزہ اور زکوٰۃ وغیرہ بھی باقی ہیں مگر نماز اپنی اصلی حالت پر باقی نہیں ہے کہ اسے دیر سے پڑھا جاتا ہے۔ حجاج کو دیکھ کر آپ نے یہ فرمایا تھا جب کہ وہ دمشق تشریف لائے۔

باب الابراء بالظہر فی شدۃ الحر صفحہ ۲۲/۷۶

اس باب سے امام بخاریؒ کی غرض امام شافعیؒ پر رد کرنا ہے جو فرماتے ہیں کہ ظہر کی نماز کو ہر زمانہ میں مطلقاً جلدی ادا کرنا مستحب ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ تعجیل افضل ہے تاخیر عارض کی وجہ سے ہے۔ جبکہ لوگ جماعت میں نومت آتے ہوں۔ بہر حال پہلے مسئلہ کے رد کے لئے یہ باب منعقد کیا اور تاخیر کے لئے جو لوگ قیود میان کرتے ہیں اس کے لئے اللگ باب باندھا والتعجیل فی السفر ہے کیونکہ لوگ سفر میں جمع ہوتے ہیں انتیاب کی ضرورت نہیں پڑتی آنحضرت ﷺ نے ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھنے کا حکم اس لئے دیا کہ سخت گرمی فیح جہنم میں سے ہے جس میں کوئی تخصیص نہیں۔ خواہ اکیلا پڑھ رہا ہے یا جماعت سے پڑھ رہا ہے۔ مسجد میں ہے یا غیر مسجد میں لہذا ابواء کی احادیث دیگر احادیث کے لئے ناخذ ہوں گی۔ کیونکہ یہ آپ کا آخر حکم ہے جس کی تائید حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کی روایت سے ہوتی ہے کہ ہم ظہر کی نماز فوراً زوال کے بعد پڑھ لیتے تھے۔ تو آپ نے ہمیں نماز کو ٹھنڈے وقت میں ادا کرنے کا حکم دیا۔

قوله اکل بعضی بعضا صفحہ ۳/۷۷ آگ نے اللہ تعالیٰ سے اپنی شدت کی شکایت کی تو اکل بعضی بعضا گرمی کی سختی سے کنایہ ہوا کہ میرا برہ حال ہو جاتا ہے حقیقی کھانا مراد نہیں ہے۔ اگر حقیقت پر محمول کیا جائے تو یہ بھی بعید نہیں ہے۔

قوله یتقیو صفحہ ۱۰/۷۷ یہ آیت کا لفظ ہے جس کی تفسیر روایت میں فنی کے لفظ سے وارد ہونے کی مناسبت سی کی ہے تاکہ دونوں کے معنی معلوم ہو جائیں یتقیو ای یتمثل بھلنا کے معنی ہیں۔

باب وقت الظهر عند الزوال صفحہ ۱۱/۷۷

امام بخاری نے ظہر کا اول وقت اور عصر کا آخر وقت بیان کیا ہے۔ لیکن عصر کا اول وقت اور ظہر کا آخر وقت بیان نہیں کیا۔ ظاہر یہ ہے کہ مؤلف کے نزدیک مثل اور مثلین کی روایات اس کی شرط کے مطابق ثابت نہیں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے محدثین اور امام شافعی کے مسلک کو رد کرنا مقصود ہو۔ جو فرماتے ہیں کہ ظہر اور عصر کو ایک دوسرے کے وقت میں جمع کرنا جائز ہے۔ گویا کہ ان کا وقت مشترک ہے۔ امام بخاری نے پہلے تو یہ دلیل بیان کی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ تُكَلِّمُ الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْفُوقًا جب ہر نماز کے لئے وقت مقرر ہے تو پھر دو نمازوں کو ایک دوسرے کے وقت میں جمع کرنے کے کیا معنی ہیں۔ یہ تو وقت میں اشتراک ہو گیا۔ پھر زوال سے لیکر مغرب تک جیسے وہ ظہر کا وقت ہے ایسے عصر کا بھی ہے پس توقيت کہاں رہی۔ جن روایات سے جمع معلوم ہوتی ہے وہاں جمع صوری مراد ہے اس ترجمہ سے امام بخاری نے دو گروہوں کا رد کیا ہے ایک تو وہ جو زوال سے قبل ظہر کی نماز ادا کرنا جائز کہتے ہیں۔ دوسرے اس گروہ پر جو کہتے ہیں کہ ظہر کا وقت زوال سے صرف ایک شرک کے برابر ہے۔

قوله من ابی صفحہ ۱۵/۷۷ حضرت حذافہ کے بیٹے حضرت عبداللہ نے آنحضرت ﷺ سے اپنے باپ کے بارے میں اس لئے دریافت کیا کہ لوگ ان کے نسب میں طعن کرتے تھے کہ وہ حضرت حذافہ کے بیٹے نہیں ہیں۔ یہ سوال ان کے لئے مفید تھا۔ ان کا گمان تھا کہ آنحضرت ﷺ نے جواب میں غیر اب کا ذکر کیا تو بھی انہیں کوئی نقصان نہیں۔ کیونکہ لوگ تو ویسے ہی ان کو غیر اب کی طرف منسوب کرتے تھے اگر آپ نے ان کے اصلی باپ کا ذکر فرمادیا تو لوگوں کے طعن و تشنیع سے بچ جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

قوله واحدنا یذهب الی العوالی صفحہ ۱۷/۷۸ اس سے وقت کی کوئی تعیین نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ معلوم ہے کہ عادی چلنے والے کوئی تیز رفتار ہوتے ہیں کوئی ست روی سے کام لیتے ہیں۔ پھر عوالی بھی کچھ قریب ہیں کچھ بعید ہیں تو حدیث میں ابہام رہا۔

قوله والشمس لم تخرج من حجوتها صفحہ ۲۷/۷۷ یہ حدیث بھی پہلی روایت کی طرح مبہم ہے۔ کیونکہ اس سے نہ تو دیوار کی لمبائی کا علم ہو سکا اور نہ ہی حجرہ کی لمبائی اور چوڑائی کا علم ہوا۔ نیز سورج کی دھوپ کا حجرہ سے نکلنا یہ اس وقت بھی صادق آسکتا ہے جب کہ سورج ایک ہاتھ کے برابر باقی ہو یا انگلی کی مقدار کے برابر باقی ہو یا ان دونوں سے زیادہ ہو ابہام کی صورت میں وقت کی تعیین نہ ہو سکی تو استدلال تام نہ ہوا۔

قوله بعض العوالی من المدینة صفحہ ۱۸/۷۸ بعض عوالی چار میل کے فاصلہ پر تھے۔ جس سے عصر کی تقبیل ثابت کرنا ہے لیکن یہ تب ہو گا کہ یہ حضرات اس کو ثابت کر دیں کہ روایت میں جو عوالی مذکور ہیں اس سے وہی مراد ہیں جو چار میل کے فاصلہ پر ہیں اس سے کم والے مراد نہیں اس کے بغیر دلیل تام نہیں۔ کیونکہ اگر اقرب عوالی مراد لیا جائے تو وہ دو میل کے فاصلہ پر ہے پھر تقبیل ثابت نہ ہو سکے گی۔

قوله بَيِّنَةٌ وَابْتِلَاءُ الْعَصْرِ صفحہ ۲۲/۷۸ عصر کی نماز کو جلدی ادا کرو۔ امام بخاریؒ روایت باب سے اس طرح استدلال کر رہے ہیں کہ جب نماز کا چھوڑنا گناہ کا باعث ہے تو جتنی جلدی نماز ادا کی جائے گی وہ نماز کو فوت اور ترک کرنے سے زیادہ بعید ہو جائے گی خلاف تاخیر کے کہ نماز میں تاخیر کرنے سے نماز کو فوت کا نشانہ بنانا پڑے گا۔ فوت میں اختیار کو دخل نہیں ہوتا ترک میں اختیار ہے اس لئے دو باب باندھے اور حیط عمل کا حکم تشدید اور تغلیظ ہے۔ کیونکہ اعمال شرک سے حیط اور باطل ہوتے ہیں۔ جیسے لا یزنی الزانی حین یزنی وهو مؤمن میں ہے۔

قَوْلُهُ وَيَجْتَمِعُونَ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ الْبُحْ صفحہ ۲/۷۹ مقصد باب قبیل عصر اور فجر کو جمع کرنا ہے وہ اس طرح کہ آسمان کو چڑھنے والے فرشتے اترنے والے فرشتوں کے بعد اوپر کو چڑھتے ہیں۔ تو جب یہ دونوں عصر اور فجر کی نمازوں کے اوقات میں جمع ہوتے ہوں گے تو بہتر یہ ہے کہ ان نمازوں کو ان اوقات مستحبہ کے اوائل میں ادا کیا جائے تاکہ فرشتوں کے دونوں گروہ تمہارے لئے گواہی دینے والے بن جائیں۔ اگر ان میں تاخیر کی گئی تو ان دونوں گروہوں سے صرف ایک باقی رہ جانے والے کی شہادت حاصل ہوگی۔ دونوں کی شہادت حاصل نہ ہو سکے گی۔ لیکن احناف اسی حدیث سے نماز عصر کی تاخیر پر استدلال کرتے ہیں۔ ثم يعرج اللذين بالوا اليكم یعنی جن فرشتوں نے تمہارے اندر رات گزاری ہے وہ نماز سے فراغت کے بعد اوپر کو چڑھتے ہیں۔ تو تاخیر کی صورت میں ملاحظہ الہی اور ملاحظہ النہار کا اجتماع ہوگا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ فرشتوں کا اجتماع اس وقت ہوتا ہو جب کہ الل مملکہ جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں بناہیں حدیث سے اشارہ ہوگا کہ جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کی پابندی کی جائے اس کو فوت نہ ہونے دیا جائے تاکہ فرشتوں کی شہادت سے کوئی محروم نہ رہے۔ عام شرائط نے اسی کو ترجیح دی ہے۔

بَابُ مِنْ أَدْرَاكَ رَكْعَةً مِنَ الْعَصْرِ صفحہ ۳/۷۹

جس شخص نے عصر کی ایک رکعت پالی اس نے عصر کو پالیا امام بخاریؒ نے ترجمہ میں رکعت کا ذکر کیا ہے اور روایت میں سجدہ کا لفظ ہے۔ یا تو ترجمہ سے حدیث کی تفسیر کر دی یا یہ کہ سجدہ سے مراد رکعت ہے۔ یا اس سے ایک اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ جس کو پورا رکعت مل گئی اس نے نماز کو پالیا اس سے کم والا درک صلوة نہیں ہوگا۔ احناف اور حنبلیہ کے نزدیک رکوع میں مل جانے والا درک رکعت ہوتا ہے۔ شوافع کے دو قول ہیں امام بخاریؒ نے ترجمہ میں رکعت کا لفظ ذکر کرے اشارہ کیا یہ قید احترازی نہیں ہے۔ نیز دوسری روایت سے مفہوم ہوتا ہے کہ اس امت کے جس فرد نے غروب شمس تک جو نیک کام کر لیا اسے پورا ثواب ملے گا کیونکہ اجارہ غروب شمس کے وقت کو شامل ہے۔ پس جو شخص غروب سے تمویذ اس پہلے بھی کوئی کام کر لے گا پھر طیکہ اس کا نام کام کرنے والوں میں شمار کرنا ممکن ہو تو وہ بھی ان عالمین میں داخل ہوگا۔ کیونکہ اجرت پر کام کرنے والوں کی خصوصاً شرفاء کی عادت ہے کہ وہ کام کرنے والوں کی جانچ پڑتال کام سے فراغت کے بعد کرتے ہیں پس جو بھی اس وقت وہاں موجود ہوگا اگرچہ وہ دوسروں سے بہت دیر کے ہو

آیا ہو مگر اس کو بھی پورے عمل کی اجرت ملے گی۔ اس طرح جس شخص نے غروب شمس کے قریب کچھ حصہ نماز کا پالیا تو اسے بھی ثواب ملے گا۔ اور ثواب کا مستحق وہی ہو گا جو تمام نماز کو پالنے والا ہے۔ تو بعض پر کل کا ثواب حاصل ہو گا جو محض فضل الہی ہے۔ حدیث باب سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز عصر کا وقت غروب شمس تک ہے۔

باب ذکر العشاء والعتمة صفحہ ۸۰ / ۳

نماز عشاء کو عتمہ کہنے سے منع کیا گیا ہے۔ یہ نئی تنزیہ ہے۔ کیونکہ اخبار اور آثار میں دونوں لفظوں کا اطلاق ایک دوسرے پر جاء زہے۔ البتہ لفظ عشاء کا اطلاق تو مغرب اور عشاء دونوں پر ہوتا ہے۔ لیکن عتمہ کا اطلاق محض عشاء پو ہوتا ہے اس کے علاوہ پر نہیں ہے۔

باب النوم قبل العشاء لمن غلب صفحہ ۸۰ / ۲

عشاء کی نماز سے پہلے سونا اس شخص کیلئے مکروہ ہے جس پر نیند کا غلبہ نہ ہو جس پر نیند کا غلبہ ہو اس کے لئے عشاء سے پہلے سونا جائز ہے۔ اور غیرہ مغلوب کے لئے بھی اس وقت کراہت ہے جب کہ سوجانے سے جماعت کے فوت ہو جانے کا خدشہ ہو۔ ورنہ اس کے لئے بھی کراہت نہیں ہے۔ اس طرح امام بخاری نے دونوں ترجموں سے نئی اور رخصت کی روایات کو جمع کر دیا۔ بعض حضرات نے رخصت کو صرف رمضان کے ساتھ خاص کیا ہے۔ یا کوئی جگانے والا ہو پھر بھی کراہت نہیں ہے۔

قولہ نام النساء والصبیان صفحہ ۸۱ / ۲ اس سے مراد وہ عورتیں اور بچے ہیں جو مسجد میں موجود تھے یا عام معنی مراد ہیں تو پھر حاضرین اور غائبین سب کو شامل ہو گا۔ بہر صورت ترجمہ کے مطابق ہے کہ عشاء سے پہلے نیند کرنا ثابت ہے۔ تو نئی تنزیہی ہو گی۔

قولہ ثم ضمها حضرت عطاءؓ کی کیفیت بیان کر رہے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نماز گھر سے باہر تشریف لائے تو سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے اور آپ نے اپنی انگلیوں کے کنارے سر کے ایک جانب رکھے ہوئے تھے۔ پھر ان کو ملا کر سر کے اوپر اس طرح گزار رہے تھے کہ آپ کے انگوٹھے نے کان کو جا کر چھو لیا مقصد یہ ہے کہ سر کے بالوں کو نہ تو نچوڑا اور نہ ہی تختی سے ان کو پکڑا بلکہ اس طرح انگلیاں بالوں پر رکھ دیں اور انہیں نیچے کے حصہ سے ملالیا تو کذلک سے مراد یہ ہے کہ آپ کے ہاتھ نے بالوں کی ہیئت میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کی۔

باب وقت العشاء الی نصف الیل صفحہ ۸۱ / ۱۳

ترجمہ۔ عشاء کا وقت آدھی رات تک ہے۔ اس سے وقت مستحب مراد ہے۔ بعض روایات میں نصف اور بعض میں ثلث اللیل کے الفاظ ہیں۔ تو وہ اندازہ لگانے میں اختلاف کی وجہ سے ہے اور معاملہ کو قریب کر کے دکھانا ہے۔ یا یہ اختلاف اس بنا پر ہے کہ ثلث لیل میں شروع کرنے کا ارادہ فرمایا اور نصف لیل تک جا کر فراغت ہوئی۔

باب فضل صلوٰۃ الفجر والحديث صفحہ ۱۷۸/۱

یہ ترجمہ بھی ان چند معرکہ الآراء تراجم میں سے ہے جو مشکل ہیں اس باب میں لفظ حدیث مشکل ہے۔ جس کی کوئی وجہ و وجہ ظاہر نہیں ہوتی۔ کیونکہ لفظ الحدیث کی مناسبت واضح نہیں ہوتی۔ اور بعض نسخوں میں یہ لفظ وارد نہیں ہے۔ بہر حال اشکال اس صورت میں ہے جہاں یہ لفظ الحدیث وارد ہے۔ خیر جاری میں ہے کہ امام بخاریؒ نے میان کرنا چاہا کہ فجر کی نماز کی فضیلت حدیث مشہور سے ثابت ہے۔ قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی فضیلت و منقبت بیان کرنا ہے جو اس باب میں وارد ہوئی ہے وہ قیامت کے دن رویت باری تعالیٰ کی بشارت ہے۔ اور مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ لفظ الحدیث کا عطف فضل پر ہے اور اس سے مراد کلام الناس ہے۔ بتلانا یہ ہے کہ آیا نماز فجر کے بعد کلام کرنا کیسا ہے۔

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ سے معلوم ہوا کہ چونکہ یہ وقت تسبیح و تہلیل کا ہے لہذا کلام الناس مکروہ ہو گا اور فیض الباری میں ہے کہ امام بخاریؒ اپنی عادت کے مطابق کسی فائدہ پر تنبیہ کرنے کے لئے وہ ترجمہ میں کسی لفظ کا اضافہ کر دیتے ہیں اگرچہ وہ ترجمہ سے مناسبت نہ رکھتا ہو۔ یہاں الحدیث بعد العشاء پر تنبیہ کرنا ہے کہ عشاء کے بعد باتیں کرنا مکروہ ہے۔ اگرچہ صرف صلوٰۃ فجر کا ہے۔

قوله من صلي البردين صفحہ ۲۳/۸۱ بردين سے فجر اور عصر کی نماز مراد ہے جو ٹھنڈے وقت میں پڑھی جاتی ہیں۔ اس سے فجر کا ارادہ کرنا تو ظاہر ہے۔ لیکن عصر کا مراد لینا اس پر مبنی ہے کہ عصر کے وقت سے ٹھنڈک کی ابتداء ہو جاتی ہے۔ ان دو نمازوں کی خصوصیت یہ ہے کہ عصر کا وقت کاروبار میں مصروف ہونے کا ہے۔ اور فجر کا وقت نیند اور غفلت کا ہے۔ جس نے ان دو نمازوں کی نگرانی کی دوسری نمازوں کی بھی حفاظت کرے گا جس سے وہ جنت کا مستحق بنے گا۔

قوله قدر خمسين صفحہ ۲۷/۸۱ امام بخاریؒ حدیث باب سے یہ ثابت فرما رہے ہیں کہ صبح کی نماز کا اوّل وقت تو طلوع فجر ہے کہ سحر سے فراغت کے بعد نماز فجر میں داخل ہونے کے درمیان پچاس آیات قرآنی پڑھنے کی مقدار کا فاصلہ ہوتا تھا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جناب نبی اکرم ﷺ غسل یعنی اندھیرے میں نماز فجر کی ابتدا فرمایا کرتے تھے اور باب میں وقت بیان سے یہی مراد ہے۔ باب میں مراد نماز فجر کے شرعی وقت اور اس وقت سے عام وقت مراد ہے۔ جس میں جناب نبی اکرم ﷺ فجر کی نماز ادا کیا کرتے تھے۔ معلوم ہوا کہ جناب نبی اکرم ﷺ فجر کی نماز اوّل وقت میں ادا کرنے کی جلدی فرماتے تھے۔ البتہ سحر کا لفظ قرینہ ہے کہ یہ محض رمضان شریف میں ہوتا تھا۔ ورنہ فجر میں اسفار مستحب ہے۔

قوله لا يعرفن احد من الغنص صفحہ ۷/۸۲ کہ اندھیرے کی وجہ سے ان نمازی عورتوں کو نہیں پہچان سکتا تھا۔ اس معرفت سے پیڑہ اور شکل کی پہچان مراد ہے۔ کیونکہ چہرے چھپے ہوئے ہوتے تھے۔ پیڑہ کا علم اس لئے نہیں ہو سکتا تھا کہ مسجد میں تاریکی ہوتی تھی یا دوری کہ وجہ سے پہچان نہیں ہو سکتی تھی۔ ورنہ نزدیکی آدمی پر پیڑہ اور شکل مخفی نہیں رہتی۔ بالخصوص جب کہ پو پھٹ چکی ہو

اس کے بعد تو ہیئت کی پہچان ہو جاتی ہے۔ الحاصل آنحضرت ﷺ ازل وقت میں نماز میں داخل ہوتے اور ابھی اندھیرا باقی ہوتا کہ نماز سے فارغ ہو جاتے۔

باب لا تتحری صلوٰۃ صفحہ ۸۲ / ۲۴

اوقات منہیہ میں نماز پڑھنے میں ائمہ رحمہم اللہ کا اختلاف ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں طلوع اور غروب کے وقت نماز پڑھنے کی کوشش کرنا اور اس کا وقوع دونوں مکروہ ہیں۔ حدیث باب امام اعظمؒ کا مستدل ہے۔ کہ جب تک سورج کا طلوع نہ ہو بعد الفجر نفل پڑھنا مکروہ ہے۔ اور عصر کے بعد غروب شمس تک نفل مکروہ ہے۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک ان اوقات میں فریضہ اور وہ نافلہ پڑھی جاسکتی ہے جس کا کوئی سبب ہو۔ بعض حضرات فرماتے ہیں فریضہ اور نافلہ کوئی نماز ادا نہیں کی جاسکتی بعض حضرات مکہ میں جائز اور دیگر مقامات میں ناجائز کہتے ہیں۔ حضرت امام مالکؒ کے نزدیک نوافل ادا کرنا حرام ہے فرائض حرام نہیں امام احمدؒ بھی ان کی موافقت کرتے ہیں البتہ طواف کی دو رکعتوں کو مستثنیٰ قرار دیتے ہیں۔ اہل ظواہر کا مسلک ہے کہ طلوع اور غروب کے وقت نماز کا قصد کرنا مکروہ ہے۔ تو نبی تحری کے ساتھ مختص ہوئی۔ اور بعض ظاہریہ مطلقاً باحت کے قائل ہیں تو جو لوگ تحری صلوٰۃ کو حرام کہتے ہیں مطلق وقوع صلوٰۃ فی ہذین الوقتین کی حرمت کے قائل نہیں ہیں۔ امام بخاریؒ نے ان کی دلیل کو اس باب میں بیان کیا ہے۔ اور قبل ازیں ان لوگوں کی دلیل پر تنبیہ فرمائی تھی جو تحری اور وقوع کے عموم کی نبی کے قائل ہیں لا تحروا یعنی لا تقصدوا کے ہے۔ امام بخاریؒ نے دونوں ترجموں میں سے ایک کے اندر تحری کا ذکر کیا ہے دوسرے میں نہیں کیا۔ شاید جمہور کے مسلک کی طرف اشارہ کرنا ہو کہ صبح میں نبی مطلق ہے اور عصر میں ظاہریہ کا مسلک راجح قرار دیا ہو کہ وہاں عصر میں نبی تحری کے ساتھ مقید ہے۔ غالباً اس دقیقہ میں مسلک احناف کے نظریہ کو اختیار کیا ہے کہ فجر کی نماز کے بعد تو نوافل نہ پڑھنے میں وہ شدت اختیار کرتے ہیں اور بعد العصر عصر یومہ کو مباح کہتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

باب من لم یکرہ الصلوٰۃ الا بعد العصر والفجر صفحہ ۸۳ / ۴

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ عصر اور فجر کے بعد نوافل مکروہ ہیں لیکن استواء شمس کے وقت نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے علماء احناف اس وقت نہ نفل نماز کی اجازت دیتے ہیں اور نہ ہی فرض نماز کی۔ شوافعؒ اور امام ابو یوسفؒ خاص کر جمعہ کی نماز کو مستثنیٰ کرتے ہیں اور کھول مسافر کو مستثنیٰ کرتے ہیں شاید ان حضرات کو استواء شمس کے وقت نبی کی روایت نہ پہنچی ہو حالانکہ نبی کی روایت عام ہے اور راجح ہے

قولہ شغلنی ناس صفحہ ۸۳ / ۹ قطب گنگوہیؒ نے چھ طویل جثوں کو مختصر الفاظ میں اشارہ بیان فرمایا ہے۔ ۱۔ اوقات منہیہ میں قضاء نماز ادا کرنا جائز ہے۔ دوسرا مسئلہ سنن اور نوافل کو قضا کرنا واجب نہیں ہے۔ غیر السن سے بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جب ان کو قضاء کرنا واجب نہیں تو کسی کو حق نہیں ہے کہ انہیں قضاء کرے خصوصاً اوقات مکروہ میں تو بالکل قضاء نہ کرے۔ اوقات منہیہ پانچ ہیں طلوع۔ غروب۔ استواء۔ بعد العصر اور بعد الفجر اور تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ لا سیما المکروہتہ سے بیان فرمایا سنن وغیرہ کا اوقات مکروہ میں

قضاء کرنا جائز ہے۔ اور جو قضا مسئلہ یہ ہے کہ عصر کے بعد آنحضرت ﷺ سے روایت میں جو دور کعتیں پڑھنا ثابت ہے وہ آنحضرت ﷺ کی خصوصیت ہے اس پر قیاس نہ کیا جائے۔ پانچواں مسئلہ یہ ہے کہ بعض آثار صحابہ کرام سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے عصر کے بعد نوافل پڑھے ہیں۔ اس کا جواب من صلی من الصحاحہ سے دیا ہے۔ چنانچہ حدیث باب سے جو دور کعتیں پڑھنا ثابت ہیں حضرت عائشہؓ اس کا اثبات کر رہی ہیں۔ حضرت ام سلمہؓ اس کی موافقت کرتی ہیں اور بعض اس کی نفی کرتی ہیں۔ شیخ نگلوینی نے ان دونوں کے جمع کی طرف اپنے قول فالتما صلی الخ سے اشارہ کیا ہے۔ پہلی صفحہ کی تفصیل یہ ہے کہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک فوت شدہ فرائض کو لو قات نمی وغیرہ میں قضاء کرنا جائز ہے۔ علماء احناف کے نزدیک فوت شدہ فرائض کو لو قات نمی وغیرہ میں قضا کرنا جائز ہے۔ علماء احناف کے نزدیک طلوع اور غروب اور استواء کے وقت کوئی نماز خواہ نافلہ ہو یا مکتوبہ ادا اور قضا نہیں کی جاسکتی۔ البتہ غروب کے وقت اس دن کی عصر پڑھی جاسکتی ہے۔ ہتھیہ لو قات منہیہ میں فرائض کی قضاء جائز ہے نوافل کی نہیں۔ دوسری صفحہ کی تفصیل یہ ہے کہ نوافل اور تلوعات کی قبلاً اجماع واجب نہیں ہے۔ قضا وتر میں اختلاف اس لئے ہے کہ احناف کے نزدیک وتر واجب ہیں قضا بھی واجب ہے۔ چونکہ دیگر حضرات کے نزدیک وتر طلوع اور نفل ہے اس لئے ان کے نزدیک قضا وتر واجب نہیں ہے۔ تیسری صفحہ یہ ہے کہ احناف کا مسلک ہے کہ فرض واجب اور سنت کی قضا علی الترتیب فرض واجب اور سنت ہے۔ اور تمام عمر قضا کا وقت ہے۔ سوائے ان تین اوقات کے جن میں نماز ادا کرنا ممنوع ہے۔ البتہ سنۃ الفجر کی قضا فرض کے تابع ہے بعد الزوال وہ بھی نہیں۔ چونکہ بحث یہ ہے کہ عصر کے بعد دو رکعات کے قضا کرنے پر جناب نبی اکرم ﷺ کی موافقت ہے۔ حالانکہ آپ نے عصر کے بعد نوافل پڑھنے سے منع فرمایا ہے تو یہ آپ کی خصوصیت ہوگی۔ جس پر قیاس کرنا جائز نہیں ہے بوجہ نمی کے یہ ایسے ہوگا جیسے آپ نے وصال صوم سے منع فرمایا۔ لیکن خود وصال کرتے تھے۔ پانچویں صفحہ یہ ہے کہ بعض صحابہ کرام عصر کے بعد نوافل پڑھتے تھے۔ انہوں نے یہ سمجھا کہ نمی کے بعد جو آنحضرت ﷺ نفل پڑھتے تھے۔ انہوں نے آپ کے اس نفل کو تشریح پر محمول کیا حالانکہ امر تشریحی نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ ایسے نمازیوں پر نکیر کرتے تھے کہ آنحضرت ﷺ نے عصر کے بعد نوافل پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ بحث یہ ہے کہ عصر کے بعد دو رکعت پڑھنے کا بعض روایات سے اثبات ہے۔ اور بعض سے نفی معلوم ہوتی ہے۔ توح نگلوینی فرماتے ہیں کہ چونکہ ان دور کعتوں کی قضا کی ابتداء آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہؓ کی باری کے دن سے کی تھی اس لئے آنحضرت ﷺ ان کو انہیں کے گھر میں پڑھتے رہے حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ام سلمہؓ کو اس کا علم نہ ہو سکا اس توجیہ کی تائید حضرت عائشہؓ کی حدیث باب کے آخر الفاظ سے ہوتی ہے۔ الاصلی رکعتین لیکن طحاوی میں ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ سل ام سلمة فانها صاحب الواقعة ..

قوله مخالفة ان ينقل على امته ص ۱۱۸۳ آنحضرت ﷺ رکعتین بعد العصر کو مسجد میں اس خوف سے نہیں پڑھتے تھے کہ امت پر گراں نہ ہوں کیونکہ اگر آپ انہیں علانیہ پڑھتے تو سنت نبوی بن جاتی۔ اس لئے آپ کو ان کے پکار اور مؤکلہ ہو جانے کا خوف تھا یہ حضرت عائشہؓ کا گمان ہے۔ ورنہ آنحضرت ﷺ کا ان دور کعتوں کو گھر میں پڑھنا اس لئے تھا کہ امت سے انہیں چھپا کر پڑھیں

کہیں وہ بھی ان کو پڑھنے نہ لگ جائیں۔ اور آپ امت سے تخفیف کو پسند کرتے تھے۔

قوله لا يدعها سترًا وعلانية صفحہ ۱۵/۸۳ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ دو رکعتیں ایسی ہیں جن کو آپ نے چھپ کر اور ظاہر اکھی نہیں چھوڑا۔ دو رکعتیں صبح کی نماز سے پہلے اور دو رکعتیں عصر کے بعد۔ لیکن یہ اس لئے مشکل ہے کہ صحابہ کرام میں سے کوئی بھی اور اس طرح ازواج مطہرات میں سے سوائے حضرت ام سلمہ کے کوئی بھی عصر کے بعد دو رکعتوں کو پراہیت نہیں کرتا وہ بھی محض ایک مرتبہ۔ پس اگر آپ علانیہ انہیں پڑھتے تو کسی پر پوشیدہ نہ رہتیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ سراً وعلانیہ حضرت عائشہ کے اعتبار سے ہے مطلقاً نہیں ہے۔ اس لئے کہ آنحضرت ﷺ نے ان دونوں وقتوں میں نماز نفل پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ اور جب حضرت ام سلمہ نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا تو آپ نے عصر کے بعد کی دو رکعتوں کو پڑھنے کا عذر بیان کر دیا کہ ظہر کی بعد کی دو رکعت کسی مصروفیت کی وجہ سے فوت ہو گئی تھیں ان کو عصر کے بعد قضا کیا ہے۔ پس آنحضرت ﷺ کو حضرت عائشہ کی سمجھ داری اور دانش مندی کی وجہ سے یہ گمان ہوا ہو گا کہ حضرت عائشہ پر یہ عذر مخفی نہیں ہو گا کہ آنحضرت ﷺ امت کو باوجود ممانعت کرنے کے عصر کے بعد دو رکعت کیوں پڑھتے تھے یا تو یہ آپ کی خصوصیت ہے یا انہوں نے سمجھ لیا کہ امت پر ان کا پڑھنا گراں ہو گا پھر کئی یہ بات ان حضرت عائشہ پر پوشیدہ رہی۔

قوله بَكْرَتًا بِالصَّلَاةِ صفحہ ۱۹/۸۳ کہ نماز کو جلدی ادا کرو جب کہ باطل ہوں۔ اگر نماز سے نماز عصر مراد ہو تو پھر حدیث کا ترجمہ سے مطابق ہونا بطور ایک قیاس کے ہے اور عموم علت کی وجہ سے حکم کا عام ہونا ہے۔ اگر نماز سے مطلق نماز مراد ہے تو پھر مطابقت بالکل واضح ہے۔ لیکن **مَنْ تَرَكَ الْعَصْرَ** سے ہر نماز کو جلدی سے ادا کرنے پر دلیل قائم کرنا قیاس کا محتاج ہو گا کہ عموم علت سے حکم میں عموم ثابت کیا گیا۔ نیز! تمام نمازوں کا وقت کامل ہے سوائے عصر اور عشاء کے۔ کہ ان دونوں کا آخری وقت مکروہ اور ناقص ہے۔ تو ان دونوں نمازوں میں آخر وقت تک تاخیر کرنا نماز کو خواہ مخواہ کرہتہ میں داخل کرنا ہے۔ ہمارے علماء احناف فرماتے ہیں کہ دن یعنی غیم بادل کے دن عین والی یعنی عصر اور عشاء کی نماز کو جلدی ادا کرنا چاہیے۔ تاکہ وہ کرہتہ میں داخل نہ ہوں۔ عشاء کے آخری وقت کو ناقص اسلئے کہا گیا کہ علماء کی ایک جماعت کے نزدیک عشاء کا وقت جو از صرف نصف اللیل تک ہے مستحب ٹکٹ لیل ہے۔ اس کے بعد نصف لیل وقت مباح ہے کرہتہ تقلیل جماعت کی وجہ سے ہے کرہتہ تحریمی ہے۔ لیکن اظہر یہ ہے کہ کرہتہ تنزیہی ہے واللہ اعلم بالصواب

باب الاذان بعد ذهاب الوقت الخ صفحہ ۹/۸۳

وقت چلے جانے کے بعد قضا نماز اور فوت شدہ نمازوں کے لئے اذان دینا جائز ہے۔ بشرطیکہ نماز جماعت کے ساتھ ادا کی جائے اگر اکیلا ہو تو اس کے لئے بہتر اپنے فعل کو چھپانا ہے کیونکہ فوت شدہ نماز کو ظاہر کرنا ایک قباحت ہے۔ بلکہ دیدہ دلیری ہے۔ پس اس کیلئے اذان دینا مستحب نہیں ہے۔ بلکہ اس پر تو ایسی جگہ نماز قضا کرنی چاہیے جہاں پر کسی کو اطلاع نہ ہو سکے۔ امام بخاری نے مسئلہ اختلافی میں خلاف معمول صراحتاً حکم اسلئے بتلادیا کہ اس حکم کی تائید ایک حدیث سے ہوتی ہے جو قوی دلیل ہے۔ امام شافعی اور امام احمد کا یہی مسلک ہے

حضرت امام مالکؒ کے نزدیک فائتہ نماز کے لئے اذان نہ کہی جائے البتہ پہلی فائتہ کی اذان کے بعد دیگر تمام فوائت کے لئے اقامت کہی جائے حضرت امام حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ہر نماز کے لئے اذان اور اقامت ہونی چاہیے۔ کیونکہ جو چیز ادا کیلئے مسنون ہے وہی قضاء کیلئے مسنون ہے

قوله ان الله قبض ارواحكم صفحہ ۲۳/۸۳ جب آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے صلوة فجر قضا ہو گئی تو آپ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ نیند کی وجہ سے ایسا ہوا ہے اور یہ نیند صاحب حق کی طرف سے وارد ہے۔ نہ تمہاری اس میں کوتاہی ہے اور نہ ہی تم پر اس کا کوئی گناہ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری رگوں کو روک رکھا۔ تم لوگ دنیاوی معاملہ میں مشغول نہیں تھے۔

قوله فَلْيُصَلِّ إِذَا ذَكَرَ وَلَا يُعِيدُ إِلَّا تِلْكَ الصَّلَاةَ الخ صفحہ ۲/۸۳ جب کوئی شخص کسی نماز کو بھول جائے تو جب بھی اسے یاد آئے تو اس نماز کو قضا پڑھے۔ صرف وہی ایک نماز قضا کرے اس جیسی دوسری نماز نہ پڑھے۔ اس سے امام بخاریؒ نے روایت کے بعض ان الفاظ پر رد کیا ہے۔ اور اذ میں ہے من فاته صلوة فان عليه قضاؤها ومثلها یعنی جس شخص کی کوئی نماز چوک جائے تو اس پر اس نماز کی قضا بھی ہے اور اس جیسی اور نماز بھی واجب ہے۔ اس سے امام بخاریؒ نے اشارہ کیا کہ وہ حدیث منسوخ ہے۔ اس پر صرف ایک نماز واجب ہے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں امام بخاریؒ نے اس ترجمہ سے احناف پر رد کیا ہے۔ جو قضا فوائت میں وجوب ترتیب کے قائل ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ اس جگہ وجوب قضا یاد آجانے کے فوری بعد ہے۔ اور یاد آجانے کا تقاضا ہے کہ نسیان پہلے ہو۔ اور احناف کے نزدیک نسیان سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے۔ اور حدیث میں کوئی ایسے الفاظ نہیں ہیں جن سے وجوب ترتیب ثابت کرنے والوں پر الزام عائد ہو۔ بلکہ ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس کو امام بخاریؒ نے لڑائی میں آنحضرت ﷺ سے کئی نمازیں فوت ہو گئیں اور وہ کئی مرتبہ فوت ہوئیں۔ اگر ترتیب واجب نہ ہوتی تو کسی مرتبہ تو آپ اس ترتیب کو چھوڑ دیتے۔ بلکہ آپ نے ترتیب کا برابر لحاظ فرمایا ہے۔ ترتیب کا وجوب احناف کے نزدیک اس حدیث سے ہے صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِي اَصِلِّي الْحَدِيثَ تَمَّ لَوْ كَانِ اَيْسَةَ نَمَازٍ پڑھو جیسے مجھے نماز پڑھتے دیکھو۔ نیز احناف کے نزدیک پانچ نمازوں سے زیادہ کے بعد بھی ترتیب ساقط ہو جاتی ہے۔

قَوْلُهُ بَابُ السَّمْرِ مَعَ الْأَهْلِ وَالضَّيْفِ صفحہ ۲۳/۸۳

امام بخاریؒ نے اس باب میں حدیث بعد العشاء کی کراہت والی روایت لاکر اشارہ کیا کہ عشا کے بعد قصہ گوئی کبرو ہے۔ دیگر کلام خیر وعظ ذکر گھر والوں اور مہمان سے بات کرنا سمر میں داخل نہیں ہے۔ چنانچہ پہلے ایک باب میں سمر فی الفقہ و الخیر سے استحکام کیا اب السمر مع الاهل والضيف سے استحکام کر دیا تو عشا کے بعد ہر کلام کراہت ندرہا کمرودہ ہے جو فجر کی نماز فوت ہو جانے کا سبب بنے۔

قوله فهو انا صفحہ ۲۷/۸۳ حضرت نبی اکرم ﷺ کے مہمانوں کے قصہ بیان کرنے کے بعد حضرت ابو بکرؓ کے مہمانوں کا قصہ مباح اور استطراداً بیان کر دیا۔ فهو انا یہ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کا کلام ہے جس کی عبارت یوں ہے فهو میں ہو ضمیر شان ہے۔ انا مبتدأ اور اس کی خبر محذوف ہے۔ انا فی الدار یا انا قائل۔

قوله ان ابا بکر تعشی صفحہ ۱/۸۵ حدیث باب سے واضح ہوا کہ عشاء کے بعد کھانا کھانا جائز ہے۔ اور میزبان پر واجب نہیں ہے کہ وہ مہمانوں کے ہمراہ ضرور کھانا کھائے۔ بلکہ یہ اسکی رائے پر ہے۔ چاہے ان کے ساتھ کھائے چاہے اکیلا کھائے جیسا کہ جناب نبی اکرم ﷺ کے قصہ میں خیال نے مہمانوں کو کھلایا خود عمل میں مصروف رہا۔ حضرت ابو بکرؓ نے بھی اپنے مہمانوں کے ساتھ کھانا کھایا۔ چنانچہ **قوله فقال واللہ لا اطعمہ** صفحہ ۲/۸۵ یہ اسی قصہ اہلی بکرؓ سے متعلق ہے۔ جس کو مؤلف نے اختصاراً حذف کر دیا ہے۔

قوله انما كان ذلك من الشيطان صفحہ ۶/۸۵ اس میں تنبیہ ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کا قسم کھالینا کہ میں ان کے ساتھ کبھی نہیں کھاؤں گا یہ شیطانی عمل تھا اس میں بھلائی نہیں تھی۔ اور مہمانوں نے بھی قسم کھالی تھی کہ وہ میزبان کے بغیر نہیں کھائیں گے۔ ان حضرات کی اس گفتگو پر امام حاریؒ نے ترجمہ باندھا ہے اور جناب نبی اکرم ﷺ نے جب ان کا قصہ سنا تو کوئی نکیر نہیں کیا۔ حالانکہ یہ تو سر مخاطبہ ملاحظہ اور محاسبہ پر مشتمل ہے۔ اس لئے اس کا جواز معلوم ہوا۔

قوله و كان بيننا وبين قوم عقدة فمضى الاجل صفحہ ۷/۸۵ ایک قوم سے کچھ مدت تک معاہدہ تھا۔ جب وہ مدت ختم ہو گئی تو آپؐ کے پاس وہ لوگ تجدید عہد کے لئے آئے جن کے بارہ گروہوں پر نمائندے مقرر کئے گئے۔ یہ وہ لوگ تھے جن سے قتال کرنے کا وقت آیا تو آپؐ نے ان کے قتال کے لئے بارہ آدمی بھیجے ان میں سے ہر ایک کے ساتھ کچھ لوگ تھے ان سب نے اس بڑے طہن سے کھانا کھایا جو سب کو پورا ہو گیا۔ بلکہ خود آنحضرت ﷺ نے بھی اس بارہ کت کھانا کو تناول فرمایا۔ حالانکہ حضرت ابو بکرؓ کی نیت فقراً کو کھلانے کی تھی۔ جو برکت اس کے اندر پیدا ہوئی وہ بھی فقراً کے لئے ہو گئی۔ پھر اس طعام کا جناب نبی اکرم ﷺ کی طرف بھیجا تو حدیث نعمت کے طور پر ہو گا۔ اور جو احسان اللہ تعالیٰ نے ان پر کیا تھا حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنے اصحاب اور احباب کو شریک کرنا پسند کیا۔ اس لئے آپؐ کے پاس بھیجا یہ حضرت ابو بکرؓ کی کرامت تھی جس کی اول برکت ان کے گھر میں ظاہر ہوئی۔ اور آخری برکت آنحضرت ﷺ کے پاس ظاہر ہوئی کہ وہ سارے لشکر کو پورا ہو گیا۔ آنحضرت ﷺ کا معجزہ ہوا۔ حضرت اہلی بکرؓ کی کرامت ہوئی۔ اولیاً اللہ کی کرامت کے اہل سنت والجماعت قائل ہیں۔

کِتَابُ الْاِذَانِ

صفحہ ۹/۸۵

قَوْلُهُ وَقَوْلُهُ تَعَالَى إِذَا نَا دَيْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ الْاِيَةِ جب آیت کریمہ سے اذان ثابت ہوئی تو اس سے اس کی ابتداء بھی

ثابت ہو گئی۔ اگرچہ آیت میں صراحۃً لہذا کا ذکر نہیں ہے۔ یہی حال دوسری آیت کا ہے۔ نیز! آیت میں محض اذان کا ذکر ہے۔ لہذا کا ذکر نہیں۔ لیکن صرف اذان کا ذکر آیت اور ترجمہ میں مناسبت کے لئے کافی ہے۔ آیت کے اندر لہذا کی بدایت کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں رہی ہے۔

قوله ذكر النار والناقوس ذكر واليهود والنصارى صفحہ ۱۲/۸۵ یہاں اختصار ہے کیونکہ آگ مجوس کیلئے ہے جن کا روایت میں ذکر نہیں۔ اور لوق یعنی سیگ جانا یہودیوں کے لئے تھا جن کا ذکر نہیں۔ حالانکہ صحابہ کرام نے اس کا ذکر کیا تھا۔
قوله قم فنادبا للصلوة الخ صفحہ ۱۶/۸۵ اٹھوا اور نماز کے لئے اعلان کرو۔ اگر ندائے مراد اصطلاحی اذان ہے۔ تو روایت کے درمیان میں اختصار ہے۔ اس لئے کہ مشہور اذان حضرت عمرؓ کے قول پر مرتب نہیں ہوئی۔ پس درمیانی قصہ کا ذکر نہیں ہوا۔ اگر ندائے مراد نماز ہے جو ان کے اس قول میں ہے کہ الصلوة جامعہ تو پھر قصہ کا آخری حصہ محذوف ہے۔ وہ فرشتہ کا اذان دینا ہے تو اذان کی وہ صفت ذکر نہیں کی گئی۔ کوکب درمی میں شیخ گنگوہی نے اس دوسرے احتمال کو ترجیح دی ہے اور پہلے کی لٹھی کی ہے تو ناد بالصلوة سے مشہور اذان نہیں بلکہ الصلوة جامعہ کا کلمہ مراد ہوگا۔ کیونکہ مشہور اذان تو حضرت عبداللہ بن زید ابن عبدربہ کے خواب سے شروع ہوئی ہے۔ تو ترجمہ کا محل اس حدیث سے حذف کر دیا گیا۔ اس طرح حدیث میں اختصار ہوا۔

قوله ان يوتر الاقامة صفحہ ۲۷/۸۵ لفظ ایثار سے وہم ہوتا تھا کہ شاید لفظ اللہ اکبر بھی اقامت میں ایک مرتبہ کہا جاتا ہو شیخ گنگوہی نے اس کا دفعیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ اکبر اللہ اکبر دونوں کا مجموعہ ایک کلمہ ہے۔ اس لئے کہ چاروں ائمہ میں سے کوئی بھی ان کو ایک بار لانے کا قائل نہیں ہے۔ تو یہ مجمع علیہا ہوا۔ باقی اقامت میں حنیف ایثار کے قائل نہیں ہیں۔ ائمہ ثلاثہ اس کے قائل ہیں۔ چنانچہ امام مالکؒ کے نزدیک اقامت کے دس الفاظ ہیں۔ وہ قد قامت الصلوة کو بھی ایک مرتبہ کہنے کے قائل ہیں۔ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک يا اياها الفاظ ہیں۔ وہ قد قامت الصلوة کو دو مرتبہ کہنے کا قول کرتے ہیں۔ یہ اسی صورت میں صحیح ہو سکتا ہے جب کہ اللہ اکبر اللہ اکبر کو ایک کلمہ قرار دیا جائے۔ اور یوتر الاقامة کے معنی احناف کے نزدیک یہ ہیں کہ ایک سانس میں قد قامت الصلوة دو مرتبہ کہا جائے۔

قوله اذا نأ سَمَحًا صفحہ ۲۷/۸۵ اس اثر کی زیادتی سے امام بخاری نے اشارہ کیا کہ روایت اور ترجمہ میں جو رفع اذان کا حکم ہے اس سے وہ آواز مراد ہے جس میں ایسی سختی نہ ہو۔ یعنی آواز انتہائی بلند نہ کی جائے جو اذان دینے کے لئے کوفت کا باعث ہو۔ بلکہ بغیر کوفت اور مشقت کے رفع صوت ہو۔ جس میں گانہ ہو کیونکہ گانے کو ناپسند کیا گیا ہے۔

قوله فقولوا امثل ما يقول المؤمنون صفحہ ۱۰/۸۶ یعنی اس طرح کہ جس طرح مؤمن کہتا ہے۔ یہ حکم تغلیب کے طور پر ہے ورنہ حیلین یعنی سَمَحًا عَلَى الصَّلَاةِ حَتَّى عَلَى الْفَلَاحِ میں ایسے جواب نہیں دینا چاہیے ورنہ مزاح بن جائے گا۔ ائمہ اربعہ کا اس پر اجماع ہے۔

قوله الی قوله صفحہ ۱۳/۸۶ یعنی کلمہ شہادت تک تو مؤذن کے قول کی طرح کہے اس کے بعد نہیں کیونکہ بعد ازاں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ کہنا ہے۔

فاقرع بینہم صفحہ ۱۸/۸۶ علماء احناف کے نزدیک کسی حکم کو ثابت کرنے کے لئے قرعہ اندازی منسوخ ہے۔ البتہ دل کی تسلی اور اپنے آپ سے ظلم کی تمہت کو دور کرنے کے لئے اب بھی جائز ہے۔

باب الکلام فی الاذان صفحہ ۲۱/۸۶

اذان کے درمیان کوئی دوسرا کلام کرنا نائمہ ثلاثہ کے نزدیک مکروہ ہے۔ البتہ امام احمدؒ اس کی اجازت دیتے ہیں۔ شیخ گنگوہی جو لَا بَأْسَ بِهِ فرما رہے ہیں۔ اس سے اباحت مراد نہیں بلکہ اس کی مشکایہ ہے کہ خلاف اولیٰ ضرور ہے۔ لیکن اذان کے اعادہ نہ کرے۔ کیونکہ اس سے اذان باطل نہیں ہوتی۔ جب تک مقصود اعلام میں خلل انداز نہ ہو۔ یعنی دوران اذان ایسا کلام نہ کرے جو اسے اذان کی افادیت سے نکال دے۔ اور روایت میں جو ہے کہ ایسا اس ذات نے کیا جو ہم سے بہتر ہے تو جب جناب نبی اکرم ﷺ نے خود کیا اور اس کا حکم دیا تو یہ دلیل ہے کہ دوران اذان کلام کرنا جائز ہے۔ کیونکہ آپ کے ارشاد کے کلام ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ یاد رہے کہ حدیث ابن عمرؓ اس بارے میں صریح ہے کہ عذر کی وجہ سے صَلُّوا رَفِي بُيُوتِكُمْ اذان سے فراغت کے بعد کہا جاتا تھا تو حضرت ابن عباسؓ کے قول کے ایسے معنی لئے جائیں جس سے مخالفت نہ ہو۔ بلکہ محض مماثلہ اور اتحاد ثابت کرنا ہو۔ ورنہ جبعلتین کے عوض ان الفاظ کو داخل کرنے کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔

قوله باب اذان الاعمی اذا كان له من يخبره صفحہ ۲۵/۸۶

ناہینا کا اذان دینا درست ہے۔ جب کہ کوئی ثقہ آدمی اس کو وقت کی خبر دے۔ مقصد یہ ہے کہ وقت کے اطلاع دینے میں کوئی خلل نہیں پڑتا تو ناہینا کے اذان دینے میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت ابن ام مکتومؓ ناہینا صحابیؓ اس وقت اذان فجر کہتے تھے جب انہیں کہا جاتا کہ أَصْبَحْتُ أَصْبَحْتُ پس امام نوویؒ نے جو حنفیہ کی طرف سے نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک ناہینا کی اذان صحیح نہیں ہے یہ غلط ہوا۔ البتہ امام صاحبؒ کرلمہ کے ضرور قائل ہیں اس لئے کہ ناہینا وقت کا مشاہدہ کرنے پر قادر نہیں ہے۔ البتہ جب کسی ثقہ نے اطلاع دے دی تو ناہینا پینا کی طرح ہو گیا۔

قوله كان اذا اعتكف المؤذن للصبح صفحہ ۲/۸۷ جب مؤذن صبح ہونے کے لئے کھڑے ہوئے انتظار کر تا اور جب صبح ظاہر ہو جاتی تو آپؐ ہلکی سی دور کتتیں پڑھتے تھے۔ اس سے واضح ہے کہ اذان فجر کے بعد ہوتی تھی۔ کیونکہ جب ثابت ہو کہ صبح کا انتظار کرتے تھے تو معلوم ہو کہ صبح کے بعد اذان کہتے تھے۔ اگر رات کے وقت اذان ہوتی تو انتظار کرنے کا کیا فائدہ یہ ظاہر ہے۔

اور بعض روایات میں وارد ہے کہ جب مؤذن چپ ہو جاتا جب کہ صبح ظاہر ہوتی۔ تو اس میں واؤ حالیہ ہے عاطفہ نہیں۔ معنی یہ ہوئے کہ صبح اس سے پہلے ظاہر ہو چکی ہوتی تھی۔

قوله بين النداء والاقامة اذان اور اقامتہ میں کتنا فصل ہوتا تھا۔ ترجمہ پر دلالت ایک دوسرے مقدمہ پر مبنی ہے وہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی نماز اور سحری کھانے کے درمیان پچاس آیات پڑھنے کے مقدار کا فاصلہ ہوتا تھا۔ اور سحر آخر وقت میں ہوتا تھا۔ اس صورت میں اذان صبح ہو جانے کے بعد ہوگی۔ اس لئے کہ اگر اذان رات کے وقت ہوتی تو دور کعت سے فجران دونوں کے درمیان واقع نہ ہوگی۔ کیونکہ بعد فجر جب پڑھی جاتی تھیں تو آپ اذان کے بعد انہیں پڑھتے تھے۔ تو اس سے لازم آیا کہ اذان بعد الفجر ہوتی تھی۔ دراصل مؤلف نے اپنی عادت کے مطابق حدیث کے بعض طرق سے استدلال کیا ہے۔ جس میں ہے حضرت عائشہؓ فرماتے ہیں کہ مؤذن خاموش ہو جاتا تو آپ اٹھ کر دور کعت صبح کی نماز سے پہلے فجر کے خوب ظاہر ہونے کے بعد پڑھتے تھے۔

باب الاذان قبل الفجر صفحہ ۵۸۷

معلوم ہوتا ہے کہ یہ اذان نماز کے لئے نہیں تھی ورنہ اس پر اکتفا کیا جاتا اور ان ام مکتوم دوبارہ اذان نہ دیتے بلکہ وہ تو تہجد والوں کو سحر کی اطلاع دینے کے لئے ہوتی تھی۔ سحر اور تہجد کے لئے علماء احناف کے نزدیک یہ اذان سنت نہیں رہی۔ اس لئے کہ خلفاء راشدین کے دور میں اس پر عمل کرنا چھوڑ دیا گیا۔ معلوم ہوا کہ یہ سنت نہیں تھی۔ آنحضرت ﷺ نے کسی عارض کی وجہ سے یہ اذان دلوائی تھی۔ جس کی طرف آپ نے خود رہنمائی فرمائی کہ اذان بلال رات کے وقت اس لئے ہوتی تھی تاکہ قائم اللیل سحر کے لئے آجائے اور سونے والا بیدار ہو جائے۔ یاد رہے کہ فجر کے علاوہ اور کسی نماز کے لئے وقت سے پہلے اذان جائز نہیں۔ اس پر سب کا اجماع ہے۔ ائمہ ثلاثہ فجر میں تقدیم کے اذان قبل الفجر کے قائل ہیں۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ طلوع فجر سے پہلے اذان نہ کہی جائے۔

قوله بين كل اذانين صلوة لمن شاء صفحہ ۱۴۸/۸۷ ہر اذان اور اقامت کے درمیان نماز ہے جو پڑھنا چاہے۔ آنحضرت ﷺ سے خود نماز مغرب کی دو اذانوں کے درمیان نماز پڑھنا جاہلت نہیں ہے۔ البتہ صحابہ کرامؓ سے جہالت ہے جس کی آپ نے تقریر فرمائی منع نہیں فرمایا شاید آنحضرت ﷺ نے اسلئے نہیں پڑھی تاکہ سنت نہ بن جائے۔ اور فریضہ نماز ادا کرنے میں خلل انداز نہ ہو اور چونکہ آنحضرت نے صحابہ کرامؓ کو نماز پڑھتے دیکھ کر منع نہیں فرمایا تو یہ سنت قولی اور تقریری ہوئی جس کے ہم بھی قائل ہیں۔ قطب گنگوہی کے اس قول سے ان کا میلان یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر دور کعت جلدی جلدی پڑھ لی جائیں تو اچھا ہے بھر طیکہ مغرب ادا کرنے میں تاخیر نہ ہو۔ اکثر حضرات نے مکرہ اسلئے کہا کہ مغرب کی دور کعت پڑھنے میں تقدم و تاخر ہو گا جس سے مغرب کی ادائیگی میں تاخیر ہو جائیگی ورنہ تکبیر تحریرہ تو ضرور فوت ہو جائے گی بہر صورت مامور بہ کاترک کرنا لازم آئے گا اور مغرب کے وقت میں قلت ہوتی ہے تو خلاف اولیٰ کار تکاب ہو گا۔ امام بخاریؒ کی غرض اس ترجمہ سے یہ ہے کہ ہر دو اذانوں کے درمیان فصل ضرور ہونا چاہئے اگرچہ وہ تھوڑا سا بھی کیوں نہ ہو

دیکھئے مغرب کا وقت بہت تنگ ہوتا ہے اور اس میں جلدی کرنے کا حکم ہے۔ جب اس میں فصل ٹامٹ ہے تو دوسرے اوقات میں بطریق اولیٰ ٹامٹ ہوگا۔

باب من قال لیؤذن فی السفر مؤذن واحد الخ صفحہ ۲۱/۸

باب اس شخص کے بارے میں جو کہتا ہے کہ سفر میں صرف ایک مؤذن اذان کے۔ وجہ یہ ہے کہ دوبارہ اذان کی ضرورت اسلئے پڑتی ہے کہ لوگ شہروں کے اطراف میں پھیلے ہوئے ہوتے ہیں۔ سفر میں ایسا نہیں ہو تا بلکہ لوگ ایک جگہ جمع ہوتے ہیں۔ لہذا ایک اذان ہی کافی ہے اس ترجمہ کے منعقد کرنے کی غرض یہ ہے کہ اذان کے اندر کئی مؤذنین کے جمع ہونے کی نفی کرنا ہے۔ جیسے کہ حرمین میں کئی مؤذن ایک اذان دیتے ہیں یہ بدعت و عوامیہ نے ایجاد کی تھی۔ سفر کی قید اتفاقی ہے ورنہ حضر میں بھی ایک اذان کافی ہے۔

قولہ ذکر اشیاء احفظها واولا احفظها صفحہ ۵/۸۸ حضرت مالک بن الحویرثؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ہمیں چنبا تمیں بتلائیں جنہیں میں یاد رکھتا ہوں یا یاد نہیں رکھتا ہوں۔ رولویوں میں سے کسی ایک کو شک ہے کہ ان کے استاد نے روایت کرتے وقت ان کو دو کلمات میں سے کون سا کلمہ فرمایا۔

قولہ ویذکر عن بلالؓ انه جعل اِضْبَعِيْتَه الخ صفحہ ۱۲/۸۸ اس اثر بلالؓ کی ترجمہ سے مناسب یہ ہے کہ کان میں انگلی داخل کرنا آواز کے بلند کرنے میں مددگار ہے۔ جیسے اذان میں ادھر ادھر منہ پھیرنا آواز پہنچانے میں مددگار ہے۔ کہ دائیں اور بائیں والے لوگوں تک اذان کی آواز پہنچ جائے۔ بعد از امام بخاری نے اذان کی مناسبت سے اس کے چند احکام بالتحقیق ذکر فرمادیئے۔ چونکہ اذان ارکان صلوٰۃ میں سے نہیں ہے اس لئے جو شرائط نماز کے لئے ہیں وہ اذان کے لئے نہیں۔ مثلاً اذان میں طہارت شرط نہیں وضو اور بغیر وضو اذان کسی جا سکتی ہے۔ استقبال قبلہ بھی شرط نہیں ہے خشوع بھی شرط نہیں۔ اس لئے التفات یعنی ادھر ادھر منہ پھیرنا اور کانوں میں انگلیاں ڈالنا ممنوع نہیں ہے۔ نماز میں ممنوع ہیں۔ چونکہ ان احکام میں علماء کا اختلاف ہے اس لئے امام بخاری نے کلمہ ھل سے بیان کیا۔ ہر اہم تھی فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے بغیر وضو کے اذان پڑھ دی تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن حضرت عطاءؓ فرماتے ہیں کہ وضو حق اور سنت ہے۔ جس کے معنی اولیٰ اور معمول بہ ہے۔ تاکہ ان کا قول حضرت ابراہیمؓ کے قول کے خلاف نہ ہو۔ یہ ترجمہ حدیث کے الفاظ التبع فاه ہھنا وھھنا بالاذان سے ٹامٹ ہے۔ کہ میں حضرت بلالؓ کو دیکھتا تھا کہ وہ اپنا منہ اذان دیتے وقت ادھر ادھر منہ پھیرتے تھے۔ تو حضرت ابو حنیفہؒ نے اسی طرح پھیرا۔ جس پر لفظ التبع دلالت کرتا ہے۔ ابواب اذان ختم ہو رہے ہیں۔ اس لئے مؤلفؒ نے بطور تکرار کے اذان کے متفرق احکام ذکر کر دیئے بعد ازاں احکام جماعت ذکر ہو رہے ہیں۔ اذان کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ قبلہ رُو ہو کر بلا وضو اذان کہے۔ اور حیعتین کے وقت اپنے چہرہ کو دائیں اور بائیں پھیرے۔ اور اس التفات کے وقت اس کے قدم قبلہ سے نہ پھریں۔

باب هل يخرج من المسجد الخ صفحہ ۸۹

اذان کہنے کے بعد مسجد سے باہر نکلنے کی ممانعت وارد ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ بغیر ضرورت کے نہ نکلے۔ البتہ ضرورت کے وقت نکلنا جائز ہے۔ بلکہ خود آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے پس بے وضو۔ جنبی۔ یا کسی دوسری مسجد کے امام کے لئے اذان کے بعد مسجد سے نکل جانا جائز ہوگا۔

باب اذا قال الامام مكانكم صفحہ ۸۹/۴

یعنی جب امام کسی ضرورت کے لئے مسجد سے باہر چلا جائے اور نمازیوں سے کہہ دے کہ اپنی جگہ ٹھہرے رہو۔ تو جب ان لوگوں کو امام کے قول یا کسی قرینہ سے معلوم ہو جائے کہ وہ واپس آجائے گا تو ان کو امام کا انتظار کرنا چاہیے۔ اگر چلے جانے کے بعد اس کے حال کا علم نہ ہو سکے کہ واپسی آئے گا یا نہیں تو پھر کسی اور کو امام بنا کر نماز ادا کریں۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ کھڑے کھڑے امام کا انتظار کریں یا بیٹھ جائیں۔ جب کہ امام نے کسی کو خلیفہ نہ بنایا ہو۔ امام بخاریؒ کی ترجمہ سے غرض یہ ہے کہ جب امام نے کوئی خلیفہ نہیں بنایا تو لوگ کھڑے کھڑے امام کا انتظار کریں۔ احنافؒ کے نزدیک خالی کھڑے رہنے سے نماز فاسد ہو جائے گی۔

باب وجوب صلوة الجماعة صفحہ ۸۹/۱۴

نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا امام لوزاعیؒ وغیرہ کے نزدیک فرض عین ہے۔ شوافعؒ کے نزدیک فرض کفایہ ہے۔ حنفیہؒ اور مالکیہؒ کے نزدیک ستہ مؤکدہ ہے۔ اور ابن رشد کے نزدیک مندوب ہے۔ قدوری میں سنت مؤکدہ کہا گیا ہے۔ اور ہدایہ میں جماعت کو واجب کہا ہے۔ تو سنت سے مراد بھی یہی ہے کہ اس کا وجوب سنت سے ثابت ہے۔ تو عبارت کا فرق ہوا ورنہ معنی ایک ہیں۔ اور حضرت حسنؓ کا یہ قول اگر مجھے میرا شفقت کے طور پر عفا کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنے سے منع کرے تو میں اس کی اطاعت نہیں کروں گا۔ اگر جماعت واجب نہ ہوتی تو اس کے ترک کرنے میں وہ ماں کی نافرمانی کیوں کرتے۔ معلوم ہوا کہ جماعت واجب ہے۔ حضرت حسنؓ بصریؒ کے قول سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

قوله فاذا نواظروا اماماً صفحہ ۲۸۹/۲ راستہ کی مسجد جس کا کوئی امام اور مؤذن مقرر نہ ہو اس میں دوبارہ نماز باجماعت اذان اور اقامت کے ساتھ پڑھی جاسکتی ہے۔ جس مسجد کا امام اور مؤذن مقرر ہو وہاں جماعت ثانیہ مکروہ ہے۔ کیونکہ صلوة خوف میں آپ نے تکرار جماعت کا حکم نہیں دیا۔ اور نہ ہی آنحضرت ﷺ سے جماعت ثانیہ ثابت ہے۔ اور نہ ہی صحابہ کرامؓ سے اس کا ثبوت ہے۔ ائمہ اربعہ میں یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ احنافؒ کے نزدیک کرہ ہے۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز ہے۔

قوله ذلك اذا توجسوا صفحہ ۲۶۸/۲۶ یہ ثواب کے بڑھنے کا بیان نہیں ہے۔ بلکہ اپنے بندوں پر اللہ تعالیٰ کا احسان اور انعام

جتلانا ہے۔ کہ جب ان امور پر جو مقاصد نہیں اللہ تعالیٰ ثواب عطا کرتا ہے جو عبادت مقصودہ ہے۔ یعنی اس پر کیسے ثواب نہیں ملے گا۔ کیونکہ وہ تو قرمت مقصودہ ہے اس پر کئی گنا ثواب ملے گا۔ البتہ نمازی کا چلنا اور نماز کی طرف آنا یہ مضاعفہ کا باعث تو ہے لیکن مراد نہیں ہے۔ اس لئے کہ اگر ایسا ہو تا تو پھر جو مسجد میں مقیم ہے جس نے مسجد کو گھر بنا لیا ہے اور کبھی اس سے نہیں نکلتا تو اس کو اس مضاعفہ میں سے کوئی ثواب نہ ملے خوب سمجھ لو یہ غریب ہے۔ تو ذلك انہ اس مضاعفہ کا بیان نہ ہو بلکہ تنبیہ ہوئی۔ کہ جو اللہ تعالیٰ غیر مقصودہ امور پر ثواب دیتے ہیں وہ عبادت مقصودہ پر ضرور ثواب دیں گے۔ بلکہ رفق درجات فرمائیں گے۔

بَابُ فَضْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ فِي جَمَاعَةِ الْخ

صفحہ ۹۰ / ۴

فجر کی نماز جماعت سے ادا کرنے کی فضیلت کے بارے میں ہے۔ اگرچہ دیگر نمازوں میں بھی باجماعت نماز کو فضیلت حاصل ہے لیکن فجر کی نماز میں مشقت زیادہ ہے۔ نیند چھوڑ کر آنا تاریکی میں چلنا فرشتوں کا اس نماز میں حاضر ہونا۔ یہ ایسے امور ہیں جو فضیلت کا باعث ہیں۔ نیز ارولیات سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ بسا اوقات فضیلت اور زیادتی ثواب کا مدار عارضی امور پر ہوتا ہے۔ اور ان اسباب پر ہوتا ہے جو خارجی ہیں۔ تو فجر کی فضیلت اس لئے زیادہ ہو جائے گی کہ اس میں ایسے امور اور اسباب موجود ہیں جو زیادہ فضیلت کا باعث ہیں۔ دراصل روایات کی مطابقت ترجمہ سے مخفی تھی۔ اس لئے مشائخ نے اس کی کئی توجیہات کی ہیں۔ شیخ المشائخ فرماتے ہیں کہ یہ باب درباب ہے ربط کی کوئی حاجت نہیں۔ حافظ فرماتے ہیں کہ یہ ترجمہ پہلے مواقیت الصلوٰۃ کے ترجمہ سے اخذ ہے اور ابن الرشد نے اَنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا سے مزید استدلال کیا ہے۔

قوله والله ما اعرف من امة محمد ﷺ صفحہ ۹۰ / ۸ حضرت انس نے دمشق میں حجاج کو ظہر کی نماز میں تاخیر کرنے پر افسوس کا اظہار کیا۔ حضرت ابو الدرداءؓ دمشق میں رہتے تھے مدینہ میں طاعات اور عبادات میں تبدیلی دیکھ کر افسوس کرنے لگے کہ میں جناب محمد ﷺ کے زمانہ کی کوئی چیز نہیں دیکھ رہا سوائے اس کے کہ اکٹھے نماز پڑھتے تھے۔ ظاہر یہ ہے کہ اس سے اشارہ ہے کہ طاعات اور عبادات میں سے روزہ زکوٰۃ وغیرہ میں بہت تبدیلی آگئی ہے۔ ایک نماز باقی رہ گئی تھی اس کی بھی آنحضرت ﷺ کے زمانہ کی صرف ظاہری صورت رہ گئی ہے اس میں بھی تبدیلی رونما ہونے لگی ہے۔ یہ حضرت عثمانؓ کے دور خلافت کے آخری زمانہ میں فرما رہے ہیں اور یہ بھی احتمال ہے کہ ان کی مراد یہ ہو کہ وہ نماز جس کو ہر دیکھنے والا دیکھ سکتا ہے اور اس کا حکم ہر ایک کو شامل ہے خواہ چھوٹا ہو یا بڑا دولت مند ہو یا فقیر ہو۔ صبح ہو یا شام ہو ہر دو اطراف میں پڑھی جاتی ہے۔ اس میں بھی تبدیلی آگئی۔ مخالف دوسری عبادت بدنیہ اور مالیہ کے کہ وہ نماز کی نسبت قلیل الوقوع ہیں۔ کیونکہ روزہ سال میں صرف ایک مہینہ ہے۔ زکوٰۃ بھی سال میں صرف ایک مرتبہ ہے جو دولت مندوں کے ساتھ مختص ہے۔ غریب زکوٰۃ ادا نہیں کر سکتا۔ یکی حج کا حال ہے کہ وہ بھی زندگی میں صرف ایک مرتبہ فرض ہے جو اس کی طاقت رکھتا ہو ہر ایک پر نہیں ہے۔ بایں ہمہ اس کے لئے بھی کچھ شرائط ہیں جو اسے مزید قلت میں داخل کر دیتے ہیں۔ ان سب میں سے نماز اکثر بھی ہے

اور اشرف بھی ہے۔ دوسری عبادات نماز کے علاوہ دیکھنے والے کے سامنے نہیں ہوتیں۔ اس لئے کہ روزہ تو بالکل مخفی ہے جس کی کوئی حالت ایسی نہیں جو روزے پر دلالت کرے۔ اس طرح زکوٰۃ بھی دل کا فعل اور اس کا عزم ہے۔ اگرچہ دوسرے کو دینا یہ اس کے آثار میں سے ہے لیکن یہ بھی اس کے ساتھ مختص نہیں۔ اس لئے کہ جس طرح زکوٰۃ میں دوسرے کو دینا ہوتا ہے صدقات نافلہ۔ بہہ۔ امانت۔ عاریتہ اور رہن وغیرہ میں بھی دوسرے کو دینا ہے۔ تو زکوٰۃ کی خصوصیت نہ ہوئی۔ حج ایک سفر ہے جو احرام باندھنے کے بعد ہی دوسرے سفر سے متاثر نہ ہوتا ہے تو اس کا ظہور بھی زمانہ حج میں اور مکان حج کے ساتھ مختص ہوا۔ عموم و شمول نہیں ہے۔ البتہ نماز ایک ایسی عبادت ہے جو اپنے عموم اور اہل اسلام کے افراد کو شامل ہونے کی وجہ سے کسی زمان اور مکان کے ساتھ مختص نہیں۔ اس طرح اس کا ظہور ان حالات مخصوصہ سے بھی ہوتا ہے جو عبادات اور طبائع جہلیہ کے مخالف ہیں اور یہ کسی فرد کے ساتھ مختص بھی نہیں۔ پس اس تقریر کی بنا پر حضرت ابو الدرداءؓ کے اس قول ما اعراف من امر امتہ محمد ﷺ الخ کا مطلب یہ ہو گا کہ امت محمدیہ کی طاعات و عبادات میں سے مشہور اور معروف نماز تھی جس کو ان لوگوں نے ضائع کر دیا۔ تو دوسری عبادات کو زیادہ ضائع کرنے والے ہوں گے۔ اور ان کے قول مغضبا کا مطلب یہ ہے کہ بہت غم افسوس اور حسرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔ اس سے اگر حقیقی غضب مراد ہو تو یہ لوگ جو اس کے ضائع کرنے والے ہیں ان پر غضب ناک ہوئے۔ اس معنی کا بھی احتمال ہے کہ توجیہ مدینہ والوں کی علوشان کے اعتبار سے ہے۔ کہ نماز جیسی عبادت میں تبدیلی کر دی دیگر عبادات کا کیا حال ہو گا یہ حال خیر القرون کا ہے بعد کے ادوار میں جو تبدیلی آئی اس کا تو کچھ نہ پوچھو۔ الحاصل ترجمہ مخصوص تھا فجر کی نماز کے بارے میں حدیث سے عام صلوة کا حکم معلوم ہوتا ہے۔ پس امام بخاریؒ کی اس کتاب میں یہ عادت ہے کہ کبھی وہ جز ترجمہ کو کل روایات سے ثابت کیا کرتے ہیں۔

قوله ان يعرفو المدينة صفحہ ۱۸۷۹۰ صرف مدینہ کو خالی کر دینے پر نئی کا مدار نہیں۔ بلکہ نقل مکانی سے منع فرمانا دونوں امر پر مبنی ہے۔ ایک تو مدینہ کا خالی کرنا مکروہ ہے۔ دوسرے اگر وہ لوگ مسجد کے قریب منتقل ہو گئے تو ان کو پیدل چل کر جو قدم قدم پر ثواب ملتا تھا اس میں کمی آجائے گی۔ کتے ہیں کہ اَنْكَبْتُ مَا قَدَّمُوا وَاَنْتَاهُمْ انہیں ہو سلمہ کے بارے میں نازل ہوئی جیسا کہ ابن ماجہ میں سند قوی کے ساتھ مروی ہے۔

قوله ثم ليؤتمكما اكبر كما الخ صفحہ ۲۴۷۹۰ کہ تم میں سے بڑا امامت کرائے۔ اس میں مجاز ہے ورنہ امام تو ان دو میں سے ایک کا ہو گا ان دونوں کے مجموعہ کا نہیں ہو گا۔ جو ضمیر شنیہ کا مدلول ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت مالک بن الحویرث کے ساتھ ایک جماعت آئی تھی لیکن یہ دوسرا واقعہ ہے۔

قوله من غدا الى المسجد صفحہ ۹۷۹۱ شاید اس صبح اور شام کو مسجد کی طرف جانے سے فریضہ نماز ادا کرنے کے لئے جانا ہو ورنہ نفل نماز تو گھر میں پڑھنا افضل ہے۔ نیز امام بخاریؒ نے حدیث کے لفظ غدا کی جائے خروج کا لفظ ترجمہ میں رکھا ہے۔ اس سے

اشارہ ہے کہ حدیث میں خدا کے لفظ سے صبح کو چلنے کے معنی مراد نہیں بلکہ عام خروج کے معنی مراد ہیں۔

قوله باب اذا اقيمت الصلوة فلا صلوة الا المكتوبة الخ صفحہ ۱۰/۹۱

جب نماز کے لئے تکبیر کہی جائے تو فرض نماز کے سوا اور کوئی نماز جائز نہیں۔ اس باب سے احناف پر رد کرنا ہے جو اس کے قائل ہیں کہ تکبیر ہو جانے کے بعد اگر سنت فجر ادا کر لی جائے تو حدیث بالا کا خلاف نہیں ہوگا۔ قطب گنگوہی فرماتے ہیں کہ مکتوبہ کے مکان پر سوائے مکتوبہ کے اور کچھ نہ پڑھا جائے۔ البتہ صفوف سے الگ کسی جگہ سنت فجر ادا کرنا جائز ہے۔ وجہ یہ ہے کہ سنت فجر کے بارے میں بہت سی روایات وارد ہوئی ہیں۔ حتیٰ کہ **وَكُوْطِرٌ كَاتِمٌ الْخَيْلِ** یعنی اگر تمہیں گھوڑے بھی روند ڈالیں تب بھی سنت فجر کو نہ چھوڑو۔ ادھر جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کی بھی تاکید ہے۔ حتیٰ کہ بہت سے علماء اس کے وجوب کے قائل ہیں اب طریق عمل یہ ہے کہ اگر جماعت کے فوت ہونے کا خدشہ نہ ہو تو مکان جماعت سے الگ دوسری جگہ سنت فجر پڑھ لی جائے تاکہ دونوں فضیلتیں جمع ہو جائیں۔ اور دونوں شرائط اور عظمتوں کو حاصل کر لیا جائے۔ جب کہ بیعتی کی روایت میں رکعتی الفجر کا استعنا موجود ہے۔ الا المکتوبہ کے بعد ہے۔ الارکعتی الفجر اور اس کو علامہ نیونی نے آثار السنن میں نقل کیا ہے دراصل یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ امام شافعی اور امام احمدؒ تو مطلقاً اجازت نہیں دیتے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ خارج مسجد ان دور رکعت سنت فجر کو پڑھ لیا جائے۔ جب کہ یقین ہو کہ امام کو پہلی رکعت میں پالے گا۔ احناف فرماتے ہیں کہ اگر دوسری رکعت کے التحیات تک نماز کو پالینے کا یقین ہو تو صفوف سے الگ سنت فجر ادا کر لے۔

باب حد المريض ان يشهد الجماعة الخ صفحہ ۱۶/۹۱

مریض کو کس حد تک جماعت میں حاضر ہونا ضروری ہے۔ چونکہ مرض اور ضعف و کمزوری کا تقاضا یہ ہے کہ مریض مسجد میں حاضر نہ ہو۔ خطرہ ہے کہ اس کی بیماری میں اضافہ نہ ہو جائے۔ دوسرے مسجد کے بھی آلودہ ہونے کا اندیشہ ہے۔ تو اس احتمال کو دفع کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مریض کے لئے مسجد میں جماعت کے لئے حاضر ہونا جائز ہے۔ جب تک کسی خرابی اور آلودگی کا خدشہ نہ ہو۔ محض احتمال اور وہم کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ حد المریض سے مسجد میں اس کی حاضری واجب ہو۔ کیونکہ فقہاء میں سے کوئی بھی وجوب حضور کا قائل نہیں ہے۔ جب کہ اس کے لئے پاؤں پر چلنا ممکن نہ رہا ہو۔ حتیٰ کہ اسے دوسروں کی مدد لینی پڑے۔ وجہ یہ ہے کہ اگر حضور مسجد مستحب یا واجب ہو تا تو آنحضرت ﷺ اپنی بیماری کے ایام میں مسجد کی حاضری کو ترک نہ کرتے۔ حالانکہ آنحضرت ﷺ ایام مرض میں بہت سی نمازوں میں شریک نہیں ہوئے۔ البتہ سترہ نمازیں حضرت ابو بکر صدیقؓ کی اقتداء میں ادا فرمائی ہیں۔ بہر حال ترجمہ کی غرض یہ ہے کہ حتیٰ الامکان جماعت میں حاضر ہونے کی کوشش کرنی چاہیے۔ چنانچہ شیخ المشائخؒ بھی حد المریض کی جائے حد المریض فرماتے ہیں کہ مریض کو کوشش کرنی چاہیے۔

قوله ابو بکر يصلي بصلوة الخ صفحہ ۲۴/۹۱ یعنی حضرت ابو بکرؓ جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھتے تھے مقصد یہ ہے

کہ حضرت ابو بکرؓ لوگوں کے امام نہیں تھے امام تو خود جناب نبی اکرم ﷺ تھے۔ حضرت ابو بکرؓ آپ کی تکبیرات ان کو سنانے تھے اور آپ کے افعال کی ترجمانی کرتے تھے۔ چنانچہ امام بخاریؒ اس کی تصریح فرمائیں گے۔ تو اس سے یہ لازم نہ آیا کہ لوگ مقتدی کو امام بنا رہے تھے۔ اور امام شافعیؒ نے بھی تصریح کی ہے کہ آپؐ نے اپنی مرض میں مسجد کے اندر صرف ایک مرتبہ نماز پڑھی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مرض الموت میں آپؐ نے مسجد نبویؐ میں دو نمازیں پڑھی ہیں۔ ایک میں آپؐ امام تھے اور دوسری میں مقتدی تھے۔

قَوْلُهُ اسْتَأْذَنَ اَزْوَاجَهُ اِنْ يُمَرَّضُ فِي بَيْتِي فَادِّنْ لَهُ الْخ صفحہ ۲۶/۹۱ یعنی جناب نبی اکرم ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات سے اجازت طلب کی کہ وہ حضرت عائشہؓ کے گھر میں ہماری کے لیام گذاریں تو سب نے آپؐ کو اجازت دے دی۔ یہ روایت ترجمہ کے مطابق ہے۔ اس لئے کہ اس میں آنحضرت ﷺ کا حضرت عائشہؓ کے گھر میں منتقل ہونے کا ذکر ہے۔ مسجد کی طرف جانے کا ذکر نہیں ہے۔ اگر روایت کو اختصار پر محمول کیا جائے تو پھر خروج الی المسجد کا قصہ اس لئے ذکر نہیں ہوا کہ اس سے روایت کے بعض طرق کی طرف اشارہ کرنا ہے۔ یا یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ جب کہ خروج بین رحلین سے خروج من بیت عائشہؓ الی المسجد مراد ہو۔ خروج الی بیت عائشہؓ مراد نہ ہو۔ تو پھر روایت کے درمیان میں اختصار ہو گیا۔ اور جو مقصود تھا یعنی اپنی ہماری میں مسجد کی طرف جانا اس پر اکتفا کیا گیا۔ قطب لنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ احسن اور بہتر یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ جو کچھ ذکر ہوا وہ خروج الی بیت عائشہؓ ہے خروج الی المسجد نہیں ہے اس لئے کہ آپؐ پہلے حضرت میمونہؓ کے گھر میں تھے۔ جہاں سے بیت عائشہؓ میں منتقل ہوئے اور جو حکم مقصود ہے خروج الی المسجد وہ قیاس یا دلالت علی النص سے ثابت ہے۔ وہ اس طرح جو مریض خود چلنے پر قادر نہیں جب تک دوسرا اس کی مدد نہ کرے تو اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہو تا رہے کسی دنیاوی مقصد کیلئے ایسا نہ کرے۔ اگر اس ضرورت کا انجام مقاصد اخرویہ ہوں تو بہتر ہے کہ وہ مسجد میں آنے کی کوشش کرے۔ اگرچہ دوسرے کی اعانت بھی حاصل کرنی پڑے۔ اس صورت میں روایت کے اندر درمیان یا آخر میں اختصار ماننے کی ضرورت نہیں رہے گی۔

باب الرخصة في المطر والعلة ان يصلي في رحله صفحہ ۳/۹۲

بارش یا کسی اور عذر کی وجہ سے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت ہے۔ باب کی پہلی روایت لندن عمر کی ترجمہ پر دلالت واضح ہے۔ البتہ دوسری روایت سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اندھیرا سیلاب اور اندھا پن تینوں مل کر رخصت کا فائدہ دیتے ہیں لیکن روایات میں غور و خوض سے واضح ہوتا ہے کہ ان میں سے رخصت عدم حضور کے لئے مستقل علت ہے۔ علامہ شامیؒ نے فرمایا ہے اعداؤ توك جماعت عشرون قد ادوعتها في عقد نظم كالدرر یعنی بیس اعداؤ بیان فرمائے ہیں جن میں سے یہ تین مستقل اعداؤ شمار کئے ہیں۔ اور یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ حضرت عثمان بن مالکؓ کے قول کے یہ معنی ہوں کہ یا رسول اللہ! تاریکی اور سیلاب کا جماعت میں حاضر نہ ہونے کا سبب تو آپؐ جانتے ہی ہیں۔ میں ناپیدا بھی ہوں یہ بھی حضور جماعت سے عذر ہے۔ جب کہ دو سبب اور بھی موجود ہیں جو میرے لئے رخصت کا باعث ہیں

باب هل یصلی الامام بمن حضر الخ صفحہ ۹/۹۲

ترجمہ کی غرض یہ ہے کہ اگر صاحب اعذار رخصت کے باوجود مسجد میں حاضر ہو جائیں تو امام عزیمت پر عمل کرنے والے حاضرین کو جمعہ کا خطبہ بھی سنائے۔ اور نماز بھی پڑھائے۔ اس طرح صَلَّوْا فِی الرَّحَالِ کہ گھروں میں نماز پڑھو۔ یہ حکم وجوب کے لئے نہیں بلکہ ندب کے لئے ہو گا۔ بلکہ لباحت کے لئے ہو گا۔ پس پہلی روایت ابن عباس کی ترجمہ پر دلالت اس معنی کر کے ہے کہ صَلَّوْا فِی الرَّحَالِ کی نداء پر بعض لوگوں نے رخصت پر عمل کیا وہ نہ آئے۔ اور بعض دوسروں نے رخصت پر عمل نہ کیا۔ بلکہ عزیمت پر عمل کرتے ہوئے بارش کے باوجود حاضر ہو گئے۔ تو اب امام کا ان کو نماز پڑھانا صلوة بمن حضر ہو گیا۔ اور دوسری روایت ابو سعید خدریؓ باریس معنی کر کے ترجمہ پر دال ہے کہ حضرت ابو سعید خدریؓ نماز کے لئے مسجد میں حاضر ہو گئے تو یہ حضور بعض ہو گیا۔ حالانکہ ان کو یہ بھی علم تھا کہ ان کو نماز میں حاضر نہ ہونے کی رخصت ہے۔ پس بعض نماز میں حاضر نہیں ہوں گے۔ جب رخصت ہے تو حاضر ہونا عزیمت کیسے ہو گیا تو فرماتے ہیں کہ قولہ لا نھا عزيمة کا مطلب یہ ہے کہ حیعله یعنی حی علی الصلوة اور حی علی الفلاح کہا گیا تو اس پر عمل کرنا واجب تھا مجھے پسند نہ آیا کہ میں تمہیں پکاروں اور تم اجابت نہ کرتے ہوئے حاضر نہ ہو۔ تو میں نے صلوة فی رحالکم ایک ایسا جملہ کہہ دیا جس نے تمہیں وجوب سے ندب کی طرف نکال دیا۔ تو صَلَّوْا فِی الرَّحَالِ نے یہ فائدہ بتلادیا کہ حی علی الصلوة میں امر اپنے وجوب پر نہیں رہا۔ البتہ یہ تقریر اس صورت میں ہے جب کہ صَلَّوْا فِی الرَّحَالِ کا جملہ حی علی الصلوة اور حی علی الفلاح کے بعد ہو تو اب لما بلغ الی قولہ کے معنی یہ ہوئے کہ جب حیعلتین سے فارغ ہو جائے تو پھر صلوة فی الرحال کے۔ یا مطلب یہ ہے کہ جب حیعلتین کا ارادہ کرے اور اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہہ چکے تو پہلے صَلَّوْا فِی رَحَالِكُمْ کہے۔ اور حیعلتین کو چھوڑ دے۔ اور یہ بھی ممکن ہے اور تمکم سے مراد یہ ہو کہ تم مؤذن کی نداء الصلوة والفلاح پر شاید تم میں سے کوئی راستہ کی مشقتیں اور کلفتیں برداشت کرتے ہوئے آئے کہ کپڑے بھیگ جائیں۔ گارے اور مٹی سے آلودہ ہو جائے جس سے کوئی خرابی اور حرج واقع ہو۔ تو یہ ضرر جماعت کے ثواب سے حاصل کرنے سے زیادہ ہو گا جس سے گناہ گار ہو گا لہذا ابتر ہے گھروں میں نماز پڑھو۔

قَوْلُهُ مَا رَأَيْتُهُ صَلَّى صفحہ ۱۹/۹۲ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو اسی دن ہی منیٰ کی نماز پڑھتے دیکھا حضرت انسؓ سے نفی اور اثبات دونوں قسم کی روایات مروی ہیں تو جمع بین الحدیثین کی صورت یہ ہو گی کہ شاید پہلی نماز منیٰ ہو جو آنحضرت ﷺ نے حضرت انسؓ کی آنکھوں کے سامنے پڑھی ہو۔ تو مطلب یہ ہو کہ میں نے اس سے پہلے آپ کو یہ نماز پڑھتے نہیں دیکھا تو اس صورت میں اثبات کی روایت جو حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ اس کے منافی نہ ہوئی۔ یا مطلب یہ ہے کہ میں نے لوگوں کے سامنے یا لوگوں کے ہمراہ نماز صرف اسی دن پڑھتے دیکھا۔ ورنہ یہ نماز آپ اپنے کسی گھر میں پڑھا کرتے تھے۔ جس کو حضرت انسؓ نہ دیکھ سکے ترجمہ کی غرض یہ بتلانا ہے کہ صلوة الضحیٰ فی الحضرة یہ حضرت عثمانؓ کا واقعہ ہے۔ اور یہ دوسرا واقعہ رجل ضخم کا ہے۔ جو عذر کی وجہ سے جماعت کی نماز میں حاضر نہیں ہو سکتا تھا۔

قوله باب اذا حضر الطعام صفحہ ۱۹۲/۱۹

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کھانا کھانے سے پہلے نماز پڑھی جائے۔ اور بعض میں ہے کہ کھانے کے بعد پڑھے۔ تو قلب لگو یعنی دونوں روایتوں کو جمع کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ روایت میں جو قلب فارغ کا جملہ ہے اس نے روایات مختلفہ کو جمع کر دیا کہ اگر ل میں کھانا کھانے کا تقاضا ہے تو کھانا پہلے کھالے ورنہ نماز کو مؤخر نہ کرے۔ پس جس روایت میں ہے کہ حضرت ابن عمر وغیرہ نے مانے کو نماز پر مقدم کر دیا وہ اسی پر محمول ہے کہ جب کھانے کے تقاضا کا غلبہ ہو۔ لامع میں قصہ عمر وغیرہا کے الفاظ ہیں جو سبقت قلم کا مرہ ہے۔ ورنہ روایات میں حضرت ابن عمر اور دیگر حضرات کا قصہ مروی ہے۔ البتہ اگر وقت میں تنگی ہو تو کھانے کو بہر حال مؤخر کرے۔

قوله باب من صلی بالناس وهو لا یرید الخ صفحہ ۷۹۱/۷

جو شخص لوگوں کو تعلیم کے لئے نماز پڑھاتا ہے اس سے وہم ہوتا تھا کہ شاید اس کی اپنی نماز جائز نہ ہو۔ کیونکہ یہ نماز لوجہ اللہ نہیں ہے۔ تو اس وہم کا دفعہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ ارادہ اخلاص کے منافی نہیں ہے۔ اس لئے کہ تعلیم بھی لوجہ اللہ ہے۔ کوئی دنیاوی غرض اس سے متعلق نہیں ہے۔

قول مثل شیخنا ندا شیخ سے مراد حضرت عمرو بن سلمہ ہیں۔ جو پہلی رکعت سے اٹھتے وقت جلسہ استراحت کرتے تھے

کیونکہ سن رسیدہ اور بوڑھے ہو گئے تھے۔ جلسہ استراحت کے لام شافعی کے علاوہ ائمہ اربعہ میں سے اور کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے۔ بن قیسی نے نقل کیا ہے کہ جلسہ استراحت کے ترک کرنے پر صحابہ کرام کا اجماع ہے۔

قوله وکان الشیخ یجلس صفحہ ۱۱/۹۳ کا مطلب یہ ہوا کہ سن رسیدہ اور کمزور ہو جانے کی وجہ سے شیخ عمرو بن سلمہ

جلسہ استراحت کرتے تھے۔ کہ پہلی رکعت سے اور تیسری رکعت سے فارغ ہونے کے بعد تھوڑی دیر بیٹھ کر پھر اٹھ کھڑے ہوتے تھے۔

قوله فان کن صواحب یوسف صفحہ ۱۶/۹۳ جب آنحضرت ﷺ نے مرض وفات میں فرمایا کہ مروا ابابکر

لیصل بالناس کہ حضرت ابو بکرؓ تک حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ تو حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے کہا وہ رفیق القلب

ہیں آپ کی جگہ پر کھڑے ہو کر رونے کی حالت میں لوگوں کو قرآن نہیں سنا سکیں گے۔ اس سے میرا انشاء یہ تھا کہ کہیں ان کے مصلیٰ پر

کھڑے ہونے سے لوگ بدفالی نہ پکڑیں۔ تو صواحب یوسف سے تشبیہ اس میں ہوئی کہ دل میں کچھ چھپا کما ہے اور ظاہر کچھ اور کر رہی ہیں

بوجہ شبہ یہ ہے کہ حق سے پھسلانے میں تم یوسف علیہ السلام والی عورتوں کی طرح ہو جو زینچا کے ساتھ پھسلانے میں شامل ہو گئی تھیں۔

طع مولا تک کہہ دیا۔

قوله فنکص علی عقیبہ صفحہ ۲۷/۹۳ حضرت ابو بکرؓ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے کہ اچانک جناب نبی اکرم ﷺ

نمودار ہوئے۔ تو حضرت ابو بکر صدیقؓ اس گمان کی بنا پر ایڑیوں پر پھر گئے کہ شاید آنحضرت ﷺ میں طاقت آگئی ہے۔ جس کی وجہ سے قوم کی امامت کرنا آپ کے لئے ممکن ہو گیا ہے۔

قوله مانظرنا منظرًا كَانَ أَحَبَّ إِلَيْنَا الخ صفحہ ۴/۹۳ حضرت صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ ہم نے اس سے عجیب منظر نہیں دیکھا۔ یہ حضرات آنحضرت ﷺ کے حجرہ مبارک کو تازرہے تھے جب پردہ اٹھتا محسوس کیا تو اپنے چہروں سے اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ صرف چہرہ کو ادھر ادھر پھرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ جب تک چہرہ قبلہ سے نہ پھر جائے یا قبلہ پیٹھ کی طرف چلا جائے۔ کیونکہ التفات یسر سے نماز باطل نہیں ہوتی۔ جب سینہ قبلہ سے پھر جائے تو بالاتفاق نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ آنکھ پھیرنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ البتہ چہرہ پھیرنا مکروہ ہے۔

قوله تأخر الاول اولم يتاخر جازت صلواته صفحہ ۱۷/۹۳ مسئلہ یہ ہے کہ نماز میں امام راتب کی جائے اس کا نائب پڑھ رہا ہو۔ پس امام راتب کے آجانے پر اسے پیچھے ہٹ جانا چاہیے تاکہ امام راتب نماز کو پورا کرے۔ اگر نہ ہٹے تب بھی نماز جائز ہے۔ قطب گنگوہی فرماتے ہیں کہ پیچھے ہٹ کر جواز کا ثبوت تو حضرت ابو بکر کے فعل سے ہے۔ کہ آنحضرت کے آجانے پر پیچھے ہٹ گئے۔ اور پیچھے نہ ہٹنے کا جواز جناب نبی اکرم ﷺ کے قول سے ہے۔ کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابو بکر سے فرمایا اپنی جگہ نکلے رہو۔ یہ مطلب امام حاری کی رائے کے مطابق ہے لیکن علماء احناف کے نزدیک یہ مقصد ہے کہ حضرت ابو بکر کا پیچھے ہٹنا اس وجہ سے تھا کہ وہ قرأت سے رُک گئے تھے بلا ضرورت امام کے لئے پیچھے ہٹنا جائز نہیں۔ دوسرے آنحضرت ﷺ کی موجودگی میں کون آگے کھڑا ہو سکتا ہے آج کیسے جواز ہے۔ اور حضرت ابو بکر کا قرأت سے رُک جانا جناب نبی اکرم ﷺ کے صحت یاب ہونے کی خوشی کی وجہ سے تھا۔

قوله أُلْتِفَتْ إِلَيْهِ صفحہ ۲۶/۹۳ مجہول کا سینہ ہے اگرچہ معروف بھی پڑھا جاسکتا ہے۔ اس صورت میں فاعل الامام ہوگا

قوله باب اذا استؤوا في القراءة صفحہ ۲۷/۹۳

اس میں اشارہ ہے کہ جب علم اور قرأت میں برابر ہوں تو روایت کے مطابق بڑی عمر والے کو امام ماننا چاہیے۔ اگر علم و قرأت میں برابری نہ ہو تو پھر اکبر سن یعنی بڑی عمر والے کو آگے بڑھانے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ پھر تو قرأت اور علم والا امام ہوگا۔ اس مطلب پر گویا کہ ترجمہ حدیث کے لئے شارح ہو گیا۔ کیونکہ حدیث ابن مسعود میں ہے **يَوْمَ الْقَوْمِ اقْرَأْ هُمْ لِكِتَابِ اللَّهِ الخ** یہ اہل اظہار کا مسلک ہے ورنہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک احقہم بالامامة اعلمہم ہے۔ کہ امامت کا حقدار زیادہ علم والا ہے اور اقرء اس زمانہ میں اعلم ہو کر تا تھا۔

قوله باب اذا زار الامام قوما صفحہ ۴/۹۵

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے۔ **مَنْ زَارَ قَوْمًا فَلْيُؤْمَرْهُمْ وَلْيُؤْمَمِمْ رَجُلٌ مِنْهُمْ** ترجمہ۔ جو شخص کچھ لوگوں سے ملنے جائے

تو وہ ان کی امامت نہ کرے۔ بلکہ ان میں سے کوئی آدمی ان کا امام نہ۔ تو امام حناریؒ اس ترجمہ سے بتلا رہے ہیں کہ نخی مطلق نہیں ہے۔ بلکہ عدم لذن سے مقید ہے کہ ان کی اجازت کے بغیر امامت نہ کرے۔ اجازت مل جانے پر نماز پڑھا سکتا ہے۔ امام حناریؒ کے ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر امام اعظم ہو تو اس کے لئے اجازت کی ضرورت نہیں رہی۔ امام خاص کی جائے یہی امام ہوگا۔

قَوْلُهُ الْإِمَامِيَّةُ یا تو امامت کے بارے میں ہے یا جانور کے اگلے حصہ پر بیٹھنے کے لئے ہے۔ اس دونوں امر کا لحاظ کیا گیا ہے۔

باب انما جعل الامام ليؤتم به صفحہ ۱۹۵

امام اس لئے بنایا جاتا ہے تاکہ اس کی پیروی کی جائے۔ اس باب کے تحت امام حناریؒ حضرت نبی اکرم ﷺ کی مرض کی حالت میں نماز پڑھنے کا ذکر لائے ہیں۔ جس سے اشارہ کرنا ہے کہ اگر امام کسی عذر کی وجہ سے یا بلا عذر کوئی فرض چھوڑ دے تو اس میں امام کی متاعف واجب نہیں ہے۔ دیکھئے جناب نبی اکرم ﷺ نے عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھی قوم نے کھڑے ہو کر پڑھی بیٹھے نہیں۔ اس بارے میں دیگر آثار بھی ذکر کئے ہیں مثلاً کوئی شخص بھید کی وجہ سے سجدہ نہیں کر سکا تو وہ امام کی متاعف نہ کرے کیونکہ اس کی متاعف میں فرض کا چھوڑنا لازم آتا ہے۔ جس طرح فرض کا چھوڑنا جائز نہیں ایسے سجدہ کا چھوڑنا بھی روا نہیں ہے۔ کیونکہ سجدہ فرض ہے۔ امام حناریؒ منسوخ روایت کو بعد میں لائے اور ناسخ کو پہلے لائے۔ اگر اس کا عکس کر لیتے تو بہت اچھا ہوتا۔ اس سے اشارہ ہے کہ قوم کے لئے قیام فرض تھا اس لئے فرض کو چھوڑ دینے میں صحابہ کرامؓ نے آپؐ کی متاعف نہیں کی۔ اور نہ ہی آپؐ نے ان کو بیٹھنے کا حکم دیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اثر میں ہے کہ لا تبادروا ائمتکم بالركوع ولا بالسجود سرائٹھالے تو پھر سر کو اتنی دیر رکھے رہے جس قدر اٹھایا تھا۔ پھر امام کی پیروی کرے۔ یہ انما جعل الامام ليؤتم به پر عمل کرنے کی وجہ سے ہے۔ طحاوی میں ہے کہ مقتدی پر ارکان فعلیہ میں امام کی متاعف واجب ہے۔ تو اثر ان مسعودؓ کی تاکید متاعف کے لئے لائے ہیں۔ جب تک امام کسی واجب کا ترک نہ کرے اور حضرت حسن بصریؒ کے اثر کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کو بھید بھاڑ یا اور کسی وجہ سے سجدہ کرنے کی قدرت نہیں ہوئی تو وہ انتظار کرے۔ یہاں تک جب امام سلام پھیر دے تو سلام پھیرنے میں اس کی متاعف نہ کرے۔ کیونکہ اس سے فرض متروک ہو گیا ہے۔ اس لئے جب اسے کوئی جگہ سجدہ کرنے کی ملے تو پہلے دوسری رکعت کے لئے دو سجدے کرے پھر پہلی رکعت کا اعادہ کرے۔ کیونکہ جو کچھ وہ ادا کر چکا ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں اس لئے فرض سجدہ ادا نہیں ہوا۔ اور حضرت امام اعظمؒ کا مذہب اس بارے میں یہ ہے کہ اگر اسے امام کی پیٹھ پر سجدہ کرنے کا موقع ملے تو بھی اسے سجدہ کرنا چاہیے اگر کسی صورت بھی سجدہ کرنے کی قدرت حاصل نہیں ہوئی تو جب بھی اسے قدرت حاصل ہو سجدہ ضرور کرے احتافؒ کے نزدیک ترتیب فرض نہیں ہے۔ امام حناریؒ کی غرض یہ ہے کہ آخری رکعت کے دو سجدوں پر قضا رکعت کو مقدم نہ کرے۔ بلکہ امام کے سلام کے بعد قضا کرے تاکہ امام کی متاعف رہے۔

فیمن نسی سجدة یہ کلام حسنؒ کا ضرع ثانی ہے اس کا ترجمہ سے کوئی تعلق نہیں۔ محض اس مناسبت سے اس کا ذکر دیا

کہ فرض کا ادا کرنا ضروری ہے۔ کوئی فرض ہو اس کا کوئی حصہ نہیں چھوڑا جاسکتا۔ جیسے کوئی شخص سجدہ کرنا بھول گیا حتیٰ کہ کھڑا ہو گیا تو اسے واپس آکر سجدہ کرنا ضروری ہے کیونکہ وہ فرض ہے۔ مولانا مکیؒ کی دوسری تقریر میں ہے کہ اگر کوئی شخص امام کے ساتھ دو سجدوں میں سے ایک کو بھول گیا یہاں تک کہ امام بھی کھڑا ہو گیا اور یہ ناسی بھی کھڑا ہو گیا پھر اسے سجدہ یاد آیا تو واپس لوٹ کر سجدہ کرے تاکہ امام کی متابعت پوری ہو جائے پھر کھڑا ہو جائے۔ اس تقریر پر ترجمہ سے موافقت ثابت ہو جائے گی۔

قوله فاجلساه صفحہ ۲۰/۹۵ جب آنحضرت ﷺ کو حضرت ابو بکرؓ کے پہلو میں بٹھا دیا گیا تو آپ نے حضرت ابو بکرؓ کی اقتدا فرمائی۔ جس پر حضرت ابو بکرؓ قرآنہ سے رک گئے۔ تو انہوں نے آپ کو خلیفہ بنایا۔ طاقتدی اس لئے کہا گیا کہ غیر مقتدی کو خلیفہ بنانا صحیح نہیں ہے کیونکہ نیابت میں مساوات شرط ہے۔

قوله سَمِعْتُ لَكَ الرَّجُل صفحہ ۲۳/۹۵ حضرت عائشہؓ نے دوسرے آدمی کا نام شاید اس لئے نہ لیا ہو کہ ان کے نزدیک معین نہیں تھا۔ اس لئے کہ دوسری جانب تین حضرات ہوتے تھے۔ حضرت مدیرہؓ۔ حضرت اسامہؓ۔ اور حضرت علیؓ یا یہ کہ حضرت علیؓ نے جو آنحضرت ﷺ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا حضرت عائشہؓ کو اس کا علم نہ ہو سکا اور بڑی بات یہ ہے کہ اگر دلوں کی کدورت کی وجہ سے نام نہ لیا ہو تو یہ بھی کوئی بعید امر نہیں ہے۔ اگرچہ ایسا اقدام نہیں کرنا چاہئے لیکن چونکہ صحابہ کرامؓ معصوم نہیں ہیں۔ اگر بھری تقاضا کے مطابق ایک دوسرے پر ناراضگی یا مہربانی کسی وجہ سے ہو جائے تو نہ یہ محال ہے اور نہ ہی اس پر کوئی گرفت ہے آخر حضرت علیؓ نے بھی انک کے موقع پر کہہ دیا تھا کہ لَنْ يَضِيقَ اللَّهُ عَلَيْكَ وَالنِّسَاءُ سِوَا هَا كَثِيرٌ کہ اللہ تعالیٰ آپ پر ہرگز سختی نہیں کرے گا حضرت عائشہؓ کے سوا اور عورتیں بہت سی ہیں یہ بھی ایک رنجش کی بات تھی۔ پھر حضرت ابن عباسؓ نے حضرت علیؓ کے نام سے متعین کر دیا یا تو اسلئے کہ انہیں کو اس کی اطلاع تھی۔ یا علیؓ باقی دو حضرات سے بے فاصلے پر تھے۔ یا ان کی فضیلت کی وجہ سے تعین کر دی۔ علاوہ ازیں کسی شخص کا ذکر کر دینا کم درجہ والے کی نفی نہیں کر دیتا کیونکہ ہمارے نزدیک مفہوم مخالف کا اعتبار نہیں ہوتا۔ حاصل یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ جو ہدایت کے ستارے ہیں ان سے ایسے اقوال اور افعال سرزد کرائے گئے تاکہ دین کی تکمیل ہو۔ جو امور شان نبوت کے خلاف تھے وہ صحابہ کرامؓ سے کرائے گئے۔ امت کی تعلیم کے لئے ایسا ہوا۔ اور جو امور نبوت کے خلاف نہیں جیسے نسیان سو نوم وغیرہ وہ نبی کی فعلی تعلیم میں داخل ہیں۔

باب متی يسجد من خلف الامام صفحہ ۷/۹۶

اس باب سے امام بخاریؒ کی غرض یہ بتلانا ہے کہ مناسب یہ ہے کہ مقتدی کے افعال امام کے افعال کے بعد متصل ہوں جن میں فصل نہ ہو۔ البتہ اگر امام سن رسیدہ ہو اس کے قوی کمزور ہوں حرکت و انتقال دیر سے ہوتا ہو تو ابتدا میں تاخیر اس قدر ہو کہ انتہا میں بعدیہ متصل ہو۔ وجہ یہ ہے کہ اگر امام کے کسی فعل میں شروع ہو جانے کے بعد مقتدی نے فعل کو لانا شروع کیا تو امام کی فراغت سے پہلے ان کی فراغت ہو جائے گی۔ جب کہ امام کی حرکات دیر سے ہوں اور مقتدی جلدی کرنے لگیں تو حضرت انسؓ کی حدیث سے دعویٰ کے

اول حصہ کی طرف اشارہ فرمایا کہ اذسجد فاسجد وا کہ جب امام سجدہ کرے تم بھی سجدہ کرو۔ جس سے معلوم ہوا کہ تعاقب تو ہو لیکن فصل نہ ہو اور وہ روایت جو باب میں ذکر کی گئی ہے وہ اس پر دال ہے کہ امام اور مقتدی کے فعل شروع کرنے میں فصل ہونا چاہئے تو ان دونوں حدیثوں کے مجموعہ پر نظر رکھنے سے مقصود ثابت ہو جائے گا۔ تو دونوں حدیثیں ایک دوسرے کی تفسیر کے درجہ میں ہوں گی۔ مطلب یہ ہوا کہ سجدہ میں امام کے زمین تک پہنچنے سے پہلے مقتدی زمین تک نہ پہنچیں بلکہ اس کے بعد پہنچیں۔

قوله من المصحف صفحہ ۱۵/۹۶ نماز کے اندر قرآن مجید کھول کر قرأت احناف کے نزدیک مفید صلوٰۃ ہے۔ کیونکہ ایک تو غیر نمازی سے تعلم ہے۔ دوسرے اوراق الٹ پلٹ کرنے سے عمل کثیر ہو گا جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ صاحبین مصحف سے دیکھ کر پڑھنے کو مکروہ کہتے ہیں۔ ائمہ ثلاثہ صرف نوافل میں جواز کے قائل ہیں۔ حضرت عمرؓ نماز میں مصحف سے دیکھ کر پڑھنے سے منع فرماتے تھے۔ حضرت عائشہؓ کے فعل سے جواز معلوم ہوتا ہے۔ تو محرم کو مہیب پر بھی ترجیح ہوگی۔

قوله والغلام الذی لم یحتلم صفحہ ۱۶/۹۶ یعنی جو لڑکا نابالغ ہو اس کی امامت جائز ہے۔ عند البخاریؒ یہی امام شافعیؒ کا مذہب ہے حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ فرض نماز پڑھنا لڑکے کے پیچھے صحیح نہیں البتہ نفل کے بارے میں امام ابو حنیفہؒ سے روایات ہیں۔ امام احمدؒ اور امام مالکؒ نفل میں جواز کے قائل ہیں۔ جو لوگ جواز کے قائل ہیں ان کا استدلال آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد سے ہے کہ یومہم اقراہم لکتاب اللہ الخ اور اقرء میں بالغ نابالغ سب داخل ہیں۔ لیکن احناف کی جانب سے یہ جواب ہے کہ اگر اس عموم کو تسلیم کر لیا جائے تو پھر تو کافر۔ مجنون اور عورت کی امامت بھی جائز ہو۔ حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔ حالانکہ عموم میں تو وہ بھی شامل ہیں تو جس طرح اقرأیۃ کے عموم سے ان تینوں کو خاص کیا جاتا ہے۔ اس طرح نابالغ لڑکا بھی اس عموم سے خارج ہوگا۔ تخصیص کی وجہ وہ نصوص ہیں جن میں آتا ہے کہ نابالغ لڑکا مکلف نہیں ہے۔ دفع القلم عن ثلث ان میں صبی بھی داخل ہے۔ جب تک وہ بالغ نہ ہو جائے

قوله لم یحتلم سے غالباً مواہق لڑکا مراد ہوگا۔ بمر حال نابالغ بچے پر جب نماز واجب نہیں تو وہ مقتدیوں کی نماز کا کیسے ضامن ہوگا البتہ نماز مردوں پر واجب ہے۔ لہذا جیسے فرض اور شروع کرنے کے بعد واجب ہے جیسے نفل۔

قوله مرصعاً بقیاء صفحہ ۱۸/۹۶ یہ بعض راویوں کی طرف سے عصبہ کی تفسیر ہے۔

قوله وَإِنْ اسْتَعْمَلَ خُبْشِیْ صفحہ ۲۰/۹۶ اس روایت سے ترجمہ اس طرح ثابت ہوا کہ جب عبد حبشیؓ کی امارت جائز ہے تو امیر نماز میں بھی مقتدا ہوگا۔ لہذا المذمۃ العبد ثابت ہوئی۔ نیز روایت کے بعض طرق میں عبد حبشیؓ کے الفاظ وارد ہیں۔ تو جب عبد حبشیؓ چھوٹے سردار کی اطاعت کا حکم ہے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم بھی داخل ہے۔ لہذا اس سے ترجمہ ثابت ہوا۔

باب اذالم یتیم الامام واتم من خلفہ صفحہ ۲۱/۹۶

ایک اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ ہے۔ امام شافعیؒ کا مسلک یہ ہے کہ امام کی نماز فاسد ہونے سے مقتدی کی نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ ان کے نزدیک امام کی اقتداء محض متابعت ہے۔ صحت و فساد سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ علماء احنافؒ کے نزدیک امام کی نماز فاسد ہونے سے مقتدی کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ کیونکہ امام کی نماز مقتدی کی نماز کی ضامن ہے۔ الامام ضامن آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے ترجمہ یہ ہے کہ جب امام نماز پوری نہ کرے اور لوگ اس کے پیچھے ہیں وہ نماز پوری کر لیں تو یہ جائز ہے۔ قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ تمام کے لفظ سے اشارہ ہے کہ یہ حکم نماز کے زائد امور میں ہے۔ جیسے نماز کے سنن اور مستحبات امام ادا نہ کرے مقتدی کر لیں۔ لیکن ارکان نماز اور اس کے شرائط ان میں اگر امام کی طرف سے خلل واقع ہو تو مقتدی کی نماز میں ضرور خلل واقع ہوگا۔ شاید امام حناریؒ بھی وہی مسلک اختیار کر رہے ہیں جو شوافعؒ کا ہے۔ کہ امام کی نماز کا فساد مقتدیوں کی نماز کے فساد کو مستلزم نہیں ہے۔ اس صورت میں لفظ تمام اپنے عموم پر رہے گا ارکان اور شرائط کے علاوہ سنن اور مستحبات سے مفید نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم

قوله خلف المخنث صفحہ ۱۷۹ بجزے کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ مخنث اگر وہ مرد ہے جو عورتوں سے مشابہت پیدا کرتا ہے تو مرد ہونے کی وجہ سے اس کی امامت جائز ہے۔ اگر وہ خلقی طور پر عورتوں کے مشابہ ہے تو عورتوں کی مشابہت کی وجہ سے اس کے پیچھے نماز ادا کرنا مکروہ ہے۔ بلکہ عورتوں کی امامت تو نماز کو فاسد کرنے والی ہے۔ شیخ گنگوہیؒ کے قول لکم عام سے معلوم ہوتا ہے کہ تعہ خواہ کسی ہو یا خلقی ہو دونوں کا ایک حکم ہے۔ البتہ ضرورت مستثنیٰ ہے جب کہ مخنث شوکت و سلطنت والا ہو تو جماعت کے نظام کو خراب نہیں کیا جائے گا۔

قوله ولو لحبشی صفحہ ۲۷۹ اگرچہ یہ طاعت اور حکومت حبشی کے لئے ہو۔ کیونکہ حبشی امام تب نے گا جب وہ جبری غلبہ حاصل کر لے اور ظلم کرے یا اس کو کوئی اور امام مت کے لئے مقرر کرے۔ بہر حال ہر حبشی کی اطاعت کرنے کا ہمیں حکم ہے۔ منجملہ اس کے اس کے پیچھے نماز پڑھنا بھی ہے۔ تو ترجمہ سے معلوم ہوا کہ فاسقوں کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔ مفتون اور مبتدع سے یہی مراد ہے اور یہی ائمہ اربعہ کا راجح مذہب ہے۔ البتہ اعتقادی فاسق کو امام نہ بنایا جائے۔

باب يقوم عن یمین الامام بحذائہ سوا الخ

قوله سوا یہ قولہ بحذائہ کی تاکید ہے۔ تاکہ مجاز کا وہ نہ ہو یہاں دو مسئلے ہیں پہلا یہ ہے کہ اگر مقتدی ایک ہو۔ خواہ وہ لڑکا ہی کیوں نہ ہو تو اسے امام کے دائیں جانب کھڑا ہونا چاہیے البتہ حضرت سعید بن مسیب سے مروی ہے کہ اسے امام کے بائیں جانب کھڑا ہونا چاہیے۔ لیکن اکثر ائمہ کا قولہ دائیں جانب کا ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ دائیں جانب امام کے برابر کھڑا ہو یا پیچھے ہٹ کر کھڑا ہونا چاہیے امام حناریؒ نے ترجمہ میں بتلادیا کہ امام کے برابر کھڑا ہونا چاہیے۔ برابر سر کی نہیں قدم کی مراد ہے۔ سوا بمعنی مساوی کے ہے کہ امام سے آگے پیچھے نہ ہو۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ تمہوڑا سا پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو۔ امام نحعیؒ سے منقول ہے کہ وہ مقتدی امام کے پیچھے کھڑا ہو۔

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ مقتدی واحد کو امام کی ایڑیوں کے پاس کھڑا ہونا چاہیے یہی عوام کا معمول ہے۔ شیخ گنگوہیؒ فرماتے ہیں محاذات کا تقاضا ہے کہ دونوں کے مقام میں مساوات ہو۔ اور روایت باب اس پر دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے مجھے اپنی داہنی جانب کھڑا کیا۔ اور اس سے ثابت ہوا وہ ابن عباسؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے تھوڑا سا پیچھے تھے۔ یہ امر زائد کا ثابت کرنا ہے۔ لفظ عن بمعنیہ میں اصل محاذاة ہے۔ جس کو حضرت امام ابو حنیفہؒ نے اختیار کیا ہے۔ صاحبین کا مذہب یہ ہے کہ ایک مقتدی تھوڑا سا امام کے پیچھے ہو بالکل اس کے برابر نہ کھڑا ہو کتب فقہ میں صاحبین کا نہیں صرف امام محمدؒ کا یہی مسلک منقول ہے۔

باب تخفیف الامام فی القیام و اتمام الرکوع والسجود صفحہ ۲۱/۹۷

نماز کے اندر قیام میں تو امام کو تخفیف کرنی چاہیے۔ البتہ رکوع اور سجود کو پورا کرے ان میں تخفیف نہ ہو۔ اس ترجمہ سے امام بخاریؒ نے دو متعارض حدیثوں کو جمع کرنے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس لئے کہ ایک حدیث میں ہے آنحضرت ﷺ کا نماز میں قیام رکوع اور سجود برابر ہوتے تھے۔ دوسری میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ نماز میں تخفیف کرنے والے تھے۔ توجیع کا حاصل یہ ہے کہ قیام میں تخفیف ہوتی تھی۔ کہ قرآن میں سنت کے مطابق اختصار کرتے تھے۔ اور رکوع اور سجود کو پورا ادا کرتے تھے۔ اور جمع کی یہ صورت بھی ممکن ہے کہ اطالت کے مراتب میں سے اقل مرتبہ کو لیتے تھے کہ واجبات پورے کے پورے ادا کرتے اور اوپر کے مراتب کے اعتبار سے تخفیف ہوتی تھی۔ امام بخاریؒ نے حضرت معاذؓ کی حدیث سے خاص کر تخفیف قیام کو ثابت کیا ہے۔ جیسے اس جگہ قیام میں قرآن کو بیان کیا۔ اور حدیث ابن مسعودؓ میں فَلْيَتَجَوَّزْ اختصار کرے۔ اس سے تخفیف قیام کی تفسیر کر دی۔ واتمام الرکوع میں واؤمِّنْ مع کے ہے۔ تو اس باب میں فَلْيَتَجَوَّزْ سے تخفیف قیام مراد ہوا۔ اب یہ روایت ان روایات کے منافی نہیں ہوگی جن میں اتمام رکوع و سجود کی تاکید کی گئی ہے صل فانك لم تصل جس نے تعدیل ارکان نہیں کی تھی اس کو فرمایا نماز پھر پڑھو۔ کیونکہ تم نے نماز پوری نہیں پڑھی۔ شیخ گنگوہیؒ نے جو دوسری توجیہ کی ہے وہ احادیث کے مختلف الفاظ کو جمع کرنے کی صورت میں ہے۔ ترجمہ کو ثابت کرنا نہیں ہے۔ کیونکہ آگے ایک باب الایجاز والاکمال کا آ رہا ہے۔ جو اس توجیہ کے مناسب ہے کہ ایجاز تو اکمال کے اقل مراتب کے اعتبار سے ہے اور اکمال یہ ہے کہ سب آداب کی رعایت کی جائے۔ تو اس توجیہ پر ترجمہ مکرر نہیں ہوگا۔

قوله فليتجوز اس باب میں ان الفاظ کو لانے سے اشارہ کر دیا کہ تجوز اگرچہ عام ہے لیکن اس جگہ اس سے تخفیف قیام مراد ہے۔ اور صل انك لم تصل اس کا تعلق قیام سے نہیں بلکہ تخفیف رکوع اور سجود سے ہے جس کو اتمام کے لفظ سے پورا کرنے کا حکم ہوا چنانچہ امام بخاریؒ اسے ابواب الرکوع میں لارہے ہیں۔ یاد رہے کہ اس جگہ دو قہے ہیں ایک حضرت معاذ بن جبلؓ کا ہے جنہوں نے مسجد بنی سلیم میں عشاء کی نماز پڑھائی تھی۔ دوسرا قصہ حضرت ابی بن کعبؓ کا ہے جنہوں نے صبح کی نماز مسجد قباء میں پڑھائی تھی۔

باب اذا صلی لنفسه فليطول ماشاء صفحہ ۲۷/۹۷

پہلے باب میں تطویل سے ممانعت تھی۔ شاید کسی کو وہم ہو کہ تطویل مطلقاً مکروہ ہے خواہ اکیلا ہو یا جماعت کے ساتھ ہو۔ تو دفع وہم کرتے ہوئے اس کے بعد اس حدیث کو لائے ہیں۔ کہ جب اکیلے نماز پڑھے تو جس قدر تطویل چاہے کر سکتا ہے۔

قوله ان اطول بها اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے کسی ضرورت کیلئے تطویل کے جواز کو ثابت کرنا ہو یعنی کسی آنے والے کی وجہ سے رکوع کو لمبا کر دے جس کو ائمہ اربعہ مکروہ کہتے ہیں۔ امام شعبیؒ اور امام احمدؒ جواز کے قائل ہیں۔ امام بخاریؒ کا میلان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے۔

قوله ان اطول فيها الخ صفحہ ۱۵/۹۸ سے وہ تطویل مراد ہے جو قوم پر گراں نہ ہو۔ تو اس میں اختصار غایت کا اختصار ہو گا جو آپؐ کے ارادہ سے بالکل مختصر ہو۔ جب کہ آپؐ اس تخفیف کا ارادہ نہ کر رہے ہوں۔ تو پچھ کے رونے کی آواز سن کر بہت ہی زیادہ اختصار کرتے ہوں گے۔ نماز میں کسی کے لئے انتظار کرنے کو حضرت امام ابو حنیفہؒ شرک قرار دیتے ہیں۔

قوله ثم يأتي قومه فيصلي بهم صفحہ ۵/۹۸ چونکہ یہ مسئلہ اختلافی ہے اس لئے امام بخاریؒ نے اذا صلی ثم ام قوما کی جز ذکر نہیں کی۔ مسئلہ یہ ہے کہ آیا فرض پڑھنے والا نفل پڑھنے والے کی اقتداء کر سکتا ہے یا نہیں۔ حضرت معاذؓ آنحضرت ﷺ کے ساتھ فرض پڑھ کر پھر اپنی قوم کو فرض پڑھاتے تھے۔ یہ حدیث جواز والوں کا متدل ہے۔ احنافؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ حدیث معاذؓ اس وقت کا واقعہ ہے جب فرض کو دو مرتبہ ادا کرنا جائز تھا۔ چنانچہ جب آنحضرت ﷺ نے ان کے فعل کو سنا تو انہیں منع کر دیا۔ فرمایا یا تو قوم پر تخفیف کرو یا میرے ساتھ نماز پڑھو معلوم ہوا جمع جائز نہیں ہے۔ شیخ گنگوہیؒ ہے اس کی زیادہ بحث اس لئے نہیں کی کہ کو کب درمی میں اس کو مفصلایاں کر چکے ہیں۔

باب من اسمع الناس تكبير الامام صفحہ ۲۵/۹۸

جو شخص لوگوں کو امام کی تکبیر سنائے۔ روایت باب سے صراحتاً معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکرؓ اس وقت امام نہیں تھے کہ مقتدی کی امامت کا الزام عائد نہ ہو۔ وہ تو محض آنحضرت ﷺ کی تکبیر کی آواز لوگوں کو سناتے تھے لوگوں نے آنحضرت ﷺ کی امامت میں نماز ادا کی

قوله فاشار اليه ان صل صفحہ ۳/۹۹ حضرت ابو بکرؓ کو آنحضرت ﷺ کا حکم ہوا کہ آپ نماز پڑھتے رہو۔ اور اپنی جگہ پر ثابت رہو۔ چونکہ آپ قرآن سے رُک گئے تھے۔ تو اپنے فعل میں مجبور و معذور تھے ورنہ آپ جناب نبی اکرم ﷺ کے حکم جا آوری کی بجائے حکم عدولی کیسے کر سکتے تھے تو یہ ان کا پیچھے ہٹنا قرآن سے رُک جانے کی وجہ سے ہوا جیسا کہ باب من دخل ليوم الناس فجاء الامام الاول الخ میں گذر چکا ہے۔

باب الرجل یاتم الامام ویاتم الناس بالماموم صفحہ ۹۹/۴

کوئی شخص کسی امام کی اقتدا کرے اور لوگ اس مقتدی کی اقتدا کریں۔ ہمارے نزدیک یہ اقتدا افعال میں ہے۔ ورنہ درحقیقت اقتدا امام کی ہوگی۔ دراصل امامت اہل بجز میں تین احتمال ہیں۔ پہلا یہ کہ سب لوگوں کے امام درحقیقت جناب نبی اکرم ﷺ ہوں۔ اور حضرت ابو بکرؓ محض مبلغ اور آپ کی تکبیر کی آواز سنانے والے ہوں۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ صرف ابو بکرؓ کے امام ہوں۔ ابو بکرؓ بقیہ لوگوں کے امام ہوں۔ اور تیسرا احتمال جس کو امام احمدؒ نے اختیار کیا ہے کہ امام حضرت ابو بکرؓ ہوں۔ امام حارثیؒ نے اپنی کتاب میں اس تیسرے احتمال کو بالکل نہیں لیا۔ پہلے دو احتمال ذکر کئے ہیں۔ پہلا احتمال قول جمہور ہے۔ دوسرا احتمال امام شعبیؒ کا قول ہے۔ شیخ گنگوہیؒ کے کلام میں اجمال ہے جو محل ہے کہ مقتدی کی اقتداء افعال میں تھی ورنہ حقیقت امام کی اقتداء تھی اور کسی کی نہیں۔

قوله اتتموا بی و لیا تم بکم الخ امام حارثیؒ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ تم میری اقتدا کرو بعد والے تمہاری اقتدا کریں گے۔ یہ مطلق ہے جو عام ہے۔ کہ اہل عصر پہلے لوگوں کی اقتدا کریں۔ یعنی خلف سلف کا اتباع کریں اس کو بھی شامل ہے۔ اور اس کو بھی شامل ہے کہ جب امام نظر نہ آئے تو پچھلی صفوں والے پہلی صفوں والوں کی اقتدا کریں۔ اور یہی حق ہے جس میں کوئی شک نہیں کیونکہ دوسری صف والے اپنے سے پہلے لوگوں کو دیکھتے ہوں گے جب کہ امام کے حال سے واقف نہ ہوں۔ عام محدثین نے اسے مسئلہ صفوف پر محمول کیا ہے تعلیم و تبلیغ مراد نہیں لی۔ شیخ گنگوہیؒ نے حدیث کو دونوں معنی پر حمل کرتے ہوئے اشارہ کیا کہ یہ حدیث جو اجمع الکلم میں سے ہے۔

قوله عن یسار ابی بکرؓ صفحہ ۹۹/۱۳ کہ آپ حضرت ابو بکرؓ کے بائیں جانب تھے۔ یہ جملہ بھی اس بات کا قرینہ ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ امام تھے۔ کیونکہ جب مقتدی ایک ہو تو وہ امام کے دائیں جانب ہو کر تا ہے نہ کہ بائیں جانب۔ اس باب سے ایک مسئلہ اختلافی کی طرف اشارہ ہے کہ قائم جالس امام کی اقتدا کر سکتا ہے۔ جمہور کا مسلک یہی ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ جالس قائمین کی امامت نہیں کر سکتا۔ اور امام احمدؒ و اسحاقؒ فرماتے ہیں کہ اگرچہ مقتدی قیام پر قادر ہو پھر بھی وہ بیٹھے ہوئے نماز پڑھ سکتا ہے۔ جمہور کا استدلال آپ کے آخری فعل سے ہے کہ مرض و وفات میں آنحضرت ﷺ بیٹھے ہوئے تھے اور صحابہ کرامؓ نے کھڑے ہو کر آپ کی امامت میں نماز ادا کی۔

باب هل یأخذ الامام صفحہ ۹۹/۱۵

امام کو جب شک گذرے تو کیا وہ لوگوں کی بات پر عمل کر سکتا ہے۔ امام حارثیؒ نے کوئی حکم اسلئے نہیں بیان کیا کہ یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ هل کا لفظ بھی اس اختلاف کی طرف اشارہ کرنے کیلئے لائے ہیں۔ احناف کا مسلک یہ ہے کہ اگر امام کو یقین ہو تو لوگوں کے قول کا اعتبار نہ کرے اگر شک ہو تو لوگوں کے قول پر لوٹ آئے۔ امام مالکؒ کے مسلک میں تفصیل ہے۔ حضرت ذوالیدینؒ کا واقعہ احناف کا مستدل ہے

تولہ لم یسمع الناس من البكاء صفحہ ۲۶/۹۹ حضرت ابو بکرؓ رقیب القلب رونے کے وجہ سے لوگوں کو قرأت نہیں سنا سکیں گے۔ یہ محل ترجمہ ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ کو علم تھا کہ حضرت ابو بکرؓ جب میرے مقام پر کھڑے ہوں گے تو رونا شروع کر دیں گے پھر بھی آپ نے ان کو نماز پڑھانے کا حکم دیا کہ وہ میری جگہ پر کھڑے ہوں۔ معلوم ہوا کہ نماز میں رونے سے نماز باطل نہیں ہوتی۔ ورنہ آنحضرت ﷺ حضرت ابو بکرؓ کو روک دیتے۔ احناف کا مسلک اس بارے میں یہ ہے کہ اگر رونا ذکر جنت وغیرہ کی وجہ سے ہے تو نماز باطل نہ ہوگی۔ اگر کسی درد مالی و بدنی یا مصیبت کی وجہ سے ہے نماز باطل ہوگی۔ امام احمدؒ اور امام مالکؒ کا یہی مسلک ہے۔ حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ رونا آپس بھرنا خواہ دو حرف سے بھی ہو تو وہ مفسد صلوٰۃ ہے۔ خواہ ذکر آخرت کی وجہ سے ہو یا کسی دنیاوی امر کی وجہ سے رونا ہو۔

باب تسوية الصفوف عند الاقامة وبعدها صفحہ ۳/۱۰۰

کعبیر کے وقت اور اس کے بعد صفوں کو برابر کرنا چاہیے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے سووا صفوفکم یہ حکم عام ہے اور مطلق ہے جو نہ کسی قید کے ساتھ مقید ہے اور نہ ہی کسی وقت کے ساتھ خاص ہے۔ نیز! آنحضرت ﷺ کا یہ فرمان کہ میں اپنی پیٹھ کے پیچھے بھی تمہیں دیکھتا ہوں اس کا تقاضا ہے صفوں کو برابر کرنے کا اہتمام کیا جائے جب کہ امام کی نگاہ مقتدیوں پر پڑتی ہو۔ اور آنحضرت کا ارشاد ہے تسوية الصفوف من تمام الصلوة صفوں کو برابر کرنا نماز کو مکمل کرنا ہے۔ جس سے اس کی سیت کی طرف اشارہ ہوا۔ یہی امام ابو حنیفہؒ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کا مسلک ہے۔ اس کے ترک پر جو عید فرمائی گئی وہ تشدید اور تخیل کے لئے ہے۔

باب الزق المنكب بالمنكب صفحہ ۲۱/۱۰۰

صف کی برابر میں کندھے کو کندھے سے ملایا جائے۔ اور قدم سے قدم ملے مٹنے ملانے کا حکم نہیں۔ امام بخاریؒ نے ترجمہ سے اشارہ کیا کہ حقیقی الصاف تو ہو نہیں سکتا لہذا قرب اور محاذۃ میں مبالغہ کرنا چاہیے تاکہ خلل نہ ہو جائیں۔

باب اذاقم الرجل عن يسار الامام صفحہ ۲۳/۱۰۰

جب کوئی شخص امام کی بائیں جانب آکر کھڑا ہو تو امام اسے دائیں طرف پھیر دے۔ تو اس سے دونوں کی نماز میں کوئی خرابی لازم نہیں آتی۔ جمہور کا یہی مسلک ہے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ نماز فاسد ہو جائے گی۔ بہر حال امام اور مقتدی ہر دو کو اپنا مقام اختیار کرنا چاہیے اس لئے اگلے باب میں فرمایا کہ عورت کا مقام سب سے آخر میں ہے۔ وہ اکیلی ہو تو صف کا حکم ہے۔

باب المرأة وحدها تكون صفاً صفحہ ۲۷/۱۰۰

اس سے مقصد یہ ہے کہ جیسے لڑکا کیلا صف میں کھڑا ہو سکتا ہے جب کہ اس کے ساتھ اور کوئی نہ ہو۔ عورت کا یہ حکم نہیں ہے بلکہ وہ مردوں کے پیچھے کھڑی ہو۔ خواہ اس کے ساتھ کوئی اور عورت ہو یا نہ ہو۔ اس کا مقام خلف الرجال ہے۔

باب میمنۃ المسجد والامام صفحہ ۲۱۰۱

بظاہر وہم ہوتا تھا کہ شاید مسجد کی دائیں جانب امام کی بائیں جانب ہوگی۔ اس کا دفعیہ کرتے ہوئے امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ نہیں جو امام کا میمنہ ہے وہی مسجد کا میمنہ ہے۔ کیونکہ مساجد کعبہ کی طرف بنی ہوئی ہیں۔ تو امام کی طرح ان کا رخ بھی قبلہ کی طرف ہوگا۔ تو دونوں کے میمنہ میں اتحاد ہو۔

قولہ وان كان بينهما طريق أو جدار الخ صفحہ ۲۱۰۱ اس ترجمہ سے امام بخاریؒ نے ایک اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ کیا ہے مسئلہ یہ ہے کہ اگر امام اور مقتدی کے درمیان اختلاف مکان ہو تو احناف کے نزدیک یہ اقتدأ سے مانع ہے دیگر ائمہ کے نزدیک اختلاف مکان کے باوجود اقتدأ جائز ہے۔ مکان ایک ہو کوئی دیوار وغیرہ حائل ہے احناف کے نزدیک اقتدأ جائز ہے۔ دیگر ائمہ کے نزدیک مانع ہے۔ امام بخاریؒ کی باب ہندی سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ دونوں مانع نہیں ہیں نہ مکان و دیوار وغیرہ۔ احناف کا مسلک یہ ہے کہ اگر راستہ شارع عام نہیں ہے تو صحت اقتدأ کے لئے مانع نہیں۔ اسی طرح جب مکان ایک ہے تو دیوار اقتدأ سے مانع نہیں ہے۔ اسی طرح اگر اس مکان میں بہت سے گھر ہوں تو بھی کوئی نقصان نہیں ان گھروں میں اقتدأ صحیح ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر امام اور مقتدی کے درمیان چھوٹی نہری راستہ یا قرہی کشتیاں حائل ہوں تب بھی اقتدأ جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اگر راستہ میں صفیں متصل ہیں تو اقتدأ جائز ہے۔ ورنہ نماز جائز نہ ہوگی۔ ابو معجلؒ فرماتے ہیں کہ اگر امام اور مقتدی کے درمیان راستہ یا دیوار حائل ہو تو جب امام کی تکبیر سنتا ہے اس کی اقتدأ جائز ہے۔ تو اگر اس طریق کو غیر شارع سے مقید کیا جائے اور دیوار اسی مکان کی ہو تو پھر یہ اثر بھی احناف کے موافق ہو جائے گا مخالف نہیں ہوگا۔ اس طرح دوسرے آثار بھی مذہب حنیفہ کے موافق ہو جائیں گے مخالفت کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی اگرچہ ظاہری الفاظ سے مخالفت معلوم ہوتی ہے جبکہ عام معنی لئے جائیں۔ اگر تخصیص کر لی جائے تو پھر کوئی مخالفت نہیں

باب صَلَوةُ الْيَلِّ صفحہ ۹۱۰۱

بظاہر اس باب کی سابق باب سے کوئی مناسبت نہیں۔ ہمارے شیخ المشائخ نے فرمایا کہ یہ باب درباب کے قبیلہ سے ہے۔ کیونکہ صَلَوةُ التَّهَجُّدِ کا مستقل ذکر آ رہا ہے تو ممکن ہے اس جگہ ایک زائد فائدہ کیلئے اس باب کو لایا گیا ہو۔ وہ یہ ہے کہ نماز تہجد جماعت کے ساتھ جائز ہے۔ خواہ گھر میں ہو یا مسجد میں ہو۔ تو مسلک احناف کے خلاف نوافل کو جماعت سے ادا کرنے کا جواز ثابت کیا۔ کہ آنحضرت ﷺ نے حجرہ میں نماز تراویح پڑھی۔ حجرہ کی دیوار چھوٹی تھی صحابہ کرامؓ نے اس حائل کے باوجود آپؐ کی اقتدأ میں تراویح کی نماز کو پڑھا۔

ابھی تک تراویح کی تاکید ثابت نہیں ہوئی تھی۔ بعد میں حضرت عمرؓ کے دور میں سنت کفایہ ہونے پر اجماع صحابہ ہو گیا۔ اور بیس رکعات تراویح ان تین ایام میں ادا کی گئی۔ سائب بن زید کی یہ روایت مصنف ابن ابی شیبہ میں منقول ہے۔

قوله سَمِعْتُ ابا النضر عن بسر عن زيد عن النبي ﷺ صفحہ ۱۷۱/۱۷۰ پہلی روایت میں روایت معصنہ تھی

اس طریق میں بتلادیا کہ موسیٰ بن عقبہ کا ابو النضر سے سماع ثابت ہے۔ امام بخاریؒ نے سماع کی تصریح کر کے اس طریق کی طہویت کر دی۔ بعض طرق میں ابو النضر کا واسطہ ذکر نہیں ہے۔

باب ايجاب التکبير وافتاح الصلوة صفحہ ۱۸۱/۱۸۰

تکبیر سے مراد تکبیرۃ الافتتاح ہے تو افتتاح اس کو لازم ہوگا۔ معنی یہ ہوئے باب افتتاح صلوة کسی چیز ہو خواہ تکبیر سے ہو۔ یہاں چند احاث ہیں۔ پہلی بحث یہ ہے کہ بظاہر کلام میں امام بخاریؒ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دو ترجمے میان کر رہے ہیں۔ الایجاب والافتتاح اور بظاہر ان کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بتلانا چاہتے ہیں۔ کہ تکبیرۃ الافتتاح واجب ہے اسلئے شرح نے ان کے کلام کی کئی توجیہات کی ہیں۔ قطب گنگوہیؒ نے فرمایا کہ تکبیر سے تکبیرۃ الافتتاح مراد ہے۔ اور الافتتاح عطف تفسیر ہے۔ بعض نے ولو کو عاطفہ قرار دیا ہے۔ اور بعض نے واؤ معنی مع کے لیا ہے۔ اور بعض نے اسے لام کے معنی میں لیا ہے جو بعید ہے۔ اور بعض نے با جارہ کے معنی میں لیا ہے بمر حال امام بخاریؒ اس باب سے اشارہ کر رہے ہیں کہ تکبیرۃ الافتتاح نماز کی شرط مقدم ہے۔ اس لئے ایجاب تکبیر سے شروع کیا اور پھر دوسرے درجہ پر افتتاح الصلوة کو لائے ہیں۔ دوسری بحث یہ ہے کہ یہاں ایجاب معنی وجوب کے ہے۔ امام بخاریؒ ایجاب کا لفظ لا کر اس کی تاکید بیان کر رہے ہیں کہ اس کا وجوب منصوص ہے۔ مستنبط نہیں ہے۔ تیسری بحث مضاف الیہ سے ہے۔ کہ تکبیر جمہور ائمہ کے نزدیک فرض ہے۔ پھر کوئی اسے رکن کہتا ہے کوئی شرط قرار دیتا ہے۔ بعض اسے سنت کہتے ہیں۔ امام بخاریؒ ایجاب کا لفظ لا کر مسلک جمہور کی تائید فرما رہے ہیں مخالفین کا رد کرتا ہے۔ چوتھی بحث لفظ تکبیر میں ہے۔ کہ احناف کے نزدیک ہر تعظیم الہی کے لفظ سے افتتاح ہو سکتا ہے۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک لفظ تکبیر ضروری ہے۔ التکبیر سے حقیقہ پر رد کرتا ہے۔ پانچویں بحث روایات کو ترجمہ سے مطابقت کرتا ہے۔ بہر توجیہ یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے تکبیر سے تکبیرۃ الا احرام مراد لی ہے جس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اس لئے اس کو افتتاح پر مقدم کیا گیا۔

قوله باب رفع الیدین فی التکبیرۃ الاولى مع الافتتاح سَوَاءً صفحہ ۱۸۲/۱۸۱

امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے یہ بتلانا ہے کہ رفع الیدین کو نہ تکبیر سے پہلے کرنا چاہیے اور نہ تکبیر کے بعد بلکہ دونوں متصل ہوں جس کو روایت سے اس طرح ثابت کیا ہے کہ روایت میں رفع افتتاح کا ظرف ہے یا اس کی جزاء ہے۔ بہر صورت دونوں میں اتصال ثابت ہوا دراصل امام بخاریؒ نے ترجمہ میں دو اختلافی مسکولوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ترجمہ کے جزاؤں کی طرف قولہ رفع الیدین سے کیا ہے۔

اس کی مشروعیت مجمع علیہ ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک سنت ہے۔ لکن حزم اسے فرض کہتے ہیں۔ مالکیہ اسے مستحب کہتے ہیں بلکہ ابن العربی نے پانچ اقوال نقل کئے ہیں۔ دوسرا مسئلہ وہ ہے جس کی طرف قطب گنگوہی نے اشارہ فرمایا کہ رفع یدین تکبیر کے مقارن ہو یہ بھی اختلافی مسئلہ ہے۔ شوافع اور مالکیہ کے نزدیک مقارنہ ہے۔ احناف کے نزدیک رانج یہ ہے کہ رفع یدین مقدم ہونا چاہیے اور حنابلہ بھی مقارنہ کے قائل ہیں۔ شیخ گنگوہی نے رفع الیدین کی بحث کو کب درمی میں بڑے سط کے ساتھ بیان کی ہے۔ اجمالاً یہاں ذکر کیا ہے۔

باب الخشوع فی الصلوة الخ صفحہ ۱۰۲/۲۳

روایت میں جو خشوعکم کا لفظ ہے شاید اس سے مراد سجود ہو۔ اور اسی پہلی روایت کی وجہ سے ترجمہ ثابت ہوا کہ لفظ خشوع سے سجدہ مراد لیا گیا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ خشوع اپنے حقیقی معنی پر ہو۔ تو دوسری روایت میں سجود کا لفظ ہے اس سے خشوع مراد ہو کیونکہ دونوں لازم ملزوم ہیں۔ اس لئے کہ سجدہ کے معنی ہیں پیشانی کو زمین پر رکھنا۔ جس میں عاجزی اور نیاز مندی کے درجات کا لحاظ ہوتا ہے۔ خشوع اگر فعل قلب ہے تو خشیت ہے اگر فعل جوارح ہے تو سکون کے معنی ہیں۔ نیز نماز کے اندر خشوع مستحب ہے واجب نہیں ہے۔ ورنہ آنحضرت ﷺ نماز کے اعادہ کا حکم فرماتے۔

قوله باب ما یقرء بعد التکبیر صفحہ ۱۰۲/۲۷

اس باب میں امام بخاری دو روایات لائے ہیں ایک سے بتلایا کہ جہرا یعنی بلند آواز سے فاتحہ کو شروع کیا جائے۔ اور دوسری روایت جو آہستہ پڑھی جائے وہ دعا ہے جس کی تعیین نہیں۔ بلکہ اختیار ہے امام مالک فرماتے ہیں کہ قرأت سے افتتاح کرے۔

قوله فقام لاطال القيام صفحہ ۱۰۳/۷۷ یہ محل ترجمہ ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کے فعل سے قیام کو لبا کر ثابت ہوا پس جائز ہے کہ اس لیے قیام میں قرأت دعا پڑھے اور ممکن ہے کہ یوں کہا جائے کہ باب کے انعقاد سے یہ بیان کرنا ہے کہ افتتاح کے بعد کیا پڑھا جائے۔ بظاہر یہ ہے کہ اس قیام میں قرأت الدعاء اور قرأت القرآن ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ افتتاح کے بعد قرأت قرآن سے پہلے دعا کا پڑھنا ہے تو اس طرح باب ما یقول بعد التکبیر کنا صحیح ہوا البتہ درمیان میں لفظ باب کو الگ اسلئے لائے کہ بعد الافساح جو کچھ پڑھا جائے اس پر پہلی دو روایتیں صراحتاً دلالت کرنے والی ہیں۔ اور باب کے بعد حکم مقام کے قرینہ سے ثابت ہوتا ہے۔ بہر حال تینوں روایات سے واضح ہو گیا کہ تکبیر کے بعد کیا پڑھا جاتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ یوں کہا جائے کہ قرأت سے پہلے محض ثناء کے ذکر کے بیان کرنے کے لئے باب منعقد کیا گیا ہے اور کوئی مقصد نہیں ہے۔ اور یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ امام بخاری نے ترجمہ باندھا۔

ما یقرء بعد التکبیر اس کے بعد تین روایات ذکر فرمائیں۔ پہلی روایت فاتحہ کے بارے میں ہے اور دوسری دعا کے بارے میں لیکن چونکہ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے اور دعا کا پڑھنا سنت ہے اسلئے پہلی روایت کو دوسری سے پہلے لے آئے کہ واجب سنت سے مقدم ہوتا ہے

اور تیسری روایت ضم سورہ کے بارے میں ہے۔ یعنی فاتحہ کے بعد کوئی سورہ پڑھی جائے اور ضم سورہ حتیٰ طور پر فاتحہ کے بعد ہوتا ہے اس لئے ان دونوں کے درمیان لفظ باب سے فاصلہ کر کے اس بات پر تنبیہ کر دی کہ سورہ فاتحہ کے بعد پڑھا جائے۔ اس طرح تینوں مایقرء بعد التکبیر میں داخل ہو گئیں۔ چنانچہ صاحب تیسیر نے باب العمل فی الصلوٰۃ کا ترجمہ صلوٰۃ کسوف کی حدیث پر قائم کیا ہے۔

قوله قلت ای رب وانا معهم صفحہ ۱۱۱/۱۰۳ یعنی میں نے کہا اے میرے رب! کیا آپ ان کو عذاب میں مبتلا کریں گے حالانکہ میں ان کے ساتھ ہوں اور آپ کا وعدہ ہے **مَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ** الایۃ کہ اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہیں دے گا۔ جبکہ آپ ان میں موجود ہوں گے اور آپ کا وعدہ سچا ہوتا ہے۔ سورہ انفال کی آیت کی طرف اشارہ ہے۔ تو کلام میں ہمزہ استفہام کے بعد نعلبہم مقدر ہو گا۔ جس کی طرف شیخ گنگوہی نے اشارہ فرمایا ہے۔

قَوْلُهُ فَتَنَّاوَلْتُ مِنْهَا عُنُقُودًا صفحہ ۲۱۱/۱۰۳ کہ میں نے اس جنت میں سے انگوڑا کا ایک خوشہ لینا چاہا۔ مناولت کے معنی ہاتھ سے پکڑنے کے ہیں۔ اس جگہ پکڑنے سے مراد یہ ہے کہ میں نے اس خوشہ کو اس کی جگہ سے الگ کر لیا تاکہ لوگوں کو دکھاؤں اور انہیں کھلاؤں گویا کہ آپ نے اسے اپنے ہاتھ سے پکڑ لیا یعنی اس پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ پھر اس کو اٹھا کر چھوڑ دیا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ تناولت سے پکڑنے کا ارادہ اور قصد کرنا ہو۔ اس کلام سے شیخ گنگوہی نے قولہ تناولت اور قولہ اخذت کو جمع کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ کیونکہ پہلے تو تناولت سے اخذ کا اثبات کیا بعد ازاں لو اخذت سے اس کی نفی کر دی۔ اور یوں بھی ہو سکتا ہے کہ میں نے اپنے لئے تو اسے پکڑ لیا۔ کاش تمہارے لئے اس کو پکڑ لیتا یہ تیسری توجیہ ہوئی کہ میں نے اس کو تمہارے لئے نہیں لیا کہ وہ جنت کا طعام ہے۔ جسے دنیا میں اس لئے نہیں رکھا جا سکتا کہ طعام جنت کو فنا نہیں بلکہ بقاء ہے۔ اور دنیادار الفنا ہے۔

باب رفع البصر الى السماء في الصلوة صفحہ ۲۴۱/۱۰۳

نماز میں آسام کی طرف نظر اٹھانا۔ امام بخاری نے دونوں باب ذکر کئے ہیں رفع البصر الى الامام۔ و رفع البصر الى السماء پہلے باب میں ایک اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ ہے۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ نمازی اپنے آگے دیکھے۔ سجدہ کی جگہ دیکھنا ضروری نہیں ہے۔ ائمہ خلافت فرماتے ہیں کہ خشوع کا تقاضا ہے کہ اپنے سجدہ کی جگہ پر دیکھے۔ دوسرا مسئلہ آسمان کی طرف دیکھنا ہے جس کی کراہت پر اجماع ہے شیخ گنگوہی فرماتے ہیں کہ جب امام کی طرف دیکھنا جائز ہے تو آسمان کی طرف دیکھنا بھی جائز ہو گا۔ کیونکہ دونوں ایک دوسرے کے قریب ہیں اور ایک اعتبار سے ان میں فرق ہے۔ کیونکہ غالباً امام کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا اصلاح صلوٰۃ کے لئے ہوتا ہے۔ آسمان کی طرف نظر اٹھانا بغیر ضرورت ہے۔ بایں ہمہ دونوں میں امر و نہی وارد ہوئے۔ کیونکہ اگر آسمان کی طرف نظر اٹھانا مفید ہو تا تو جائز ہے۔ جیسے آنحضرت ﷺ نے تحویل قبلہ کے وقت وحی کے انتظار میں آسمان کی طرف دیکھا۔ اسی طرح اگر امام کی طرف دیکھنا کسی اصلاح کے لئے نہیں بلکہ

اس کے کپڑے اور پگڑی کو دیکھنا ہے تو امام کی طرف دیکھنا بھی ناجائز ہوا۔ اور کبھی کسی عارض کی وجہ سے امام کی طرف دیکھنا واجب ہوتا ہے جیسے کہ بھرے نے کسی کی اقتدا کی تو اسے امام کی طرف دیکھنا ہے جب کہ اس کے ساتھ اور کوئی نہ ہو۔ تاکہ اس کے حال کی اسے پوری بصیرت حاصل ہو جس سے اقوال اور افعال میں اس کی اقتدا کرے گا تو اسی طرح دونوں میں امر و نہی جمع ہو گئے۔ اصلاح کی صورت میں جائز و نہ ناجائز ہے۔

باب الالتفات فی الصلوة صفحہ ۱۰۴/۲

نماز میں ادھر ادھر دیکھنا یہ بھی مقید ہے اور تقریباً پہلے مسئلہ کی تفسیر ہے۔ کیونکہ التفات میں اگر کوئی اصلاح مضموم ہے تو جائز ہے ورنہ اختلاف شیطان ہے جس سے اجر و ثواب میں کمی ہو جائے گی۔ مؤلف نے اگرچہ حتی حکم کوئی نہیں بیان کیا لیکن باب کی روایت سے کرہتہ معلوم ہوتی ہے۔ جمہور نے کرہتہ تنزیہی پر اجماع کیا ہے۔ دراصل التفات تین قسم ہے۔ محض دیکھنا یہ سب کے نزدیک جائز ہے دوسرا چہرہ پھیرنا یہ مکروہ ہے۔ البتہ سب حضرات ضرورت کے وقت اس کی اجازت دیتے ہیں۔ تیسرا التفات یہ ہے کہ سینہ پھر جائے یہ شوافع اور احناف کے نزدیک مفسد صلوة ہے۔ مگر یہ کے نزدیک دائیں بائیں دیکھنا مکروہ ہے۔

باب وجوب القراءة للامام والمأموم فی الصلوة الخ

امام اور مقتدی دونوں کے لئے نمازوں میں قرآن کا پڑھنا واجب ہے۔ درحقیقت یہ باب آنے والے ابواب کے لئے ہلور کتاب کے ہے۔ باقی ابواب اس کی شرح اور تفصیل ہیں اور باب درباب ہیں۔ امام حناری نے تمام نمازوں میں امام اور مقتدی کے لئے قرآء کرہا واجب قرار دیا ہے خواہ وہ جہری نماز ہو یا سری ہو۔ مؤلف نے ترجمہ میں وجوب قرآء کو مطلق رکھا ہے اپنی صحیح میں انہوں نے خاص کر قاصحہ الکتاب کا باب قائم نہیں کیا۔ اور نہ ہی مقتدی کے بارے میں کوئی ایک حرف بولا ہے۔ قطب گنگوہی فرماتے ہیں کہ امام حناری نے طاہر و ا ما تیسرا الخ کے عموم سے اپنے مدعا پر استدلال کیا ہے کہ اس میں نہ تو کسی نماز کی قید ہے اور نہ ہی کسی نماز کی۔ پھر حضرت امام حسن اور امام زفرؒ تو فرماتے ہیں کہ فرائض کی ایک رکعت میں قرآء کرہا واجب ہے۔ احناف کے نزدیک دور رکعت میں۔ امام مالک کے نزدیک تین رکعات میں اور شوافع کے نزدیک چاروں رکعات میں قرآء واجب ہے۔ مؤلف اسی کو ثابت کرنے کے درپے ہیں حالانکہ یہ کسی طرح ثابت نہیں ہوتا۔ ہاں زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ تمام نمازوں کی رکعات میں قرأت کرتے تھے جس طرح لڑان اور اقامت وغیرہ پر آپ کا دوام تھا جو سنن میں سے ہیں۔ تو شوافع پر لازم ہے کہ قرأت کارکن ہونا ثابت کریں۔ جس کے نہ ہونے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

قولہ فارسل معہ رَجُلًا الخ صفحہ ۱۰۴/۱۹ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ عشرہ مبشرہ صحابہ میں سے ہیں جو خلافت فاروقی میں

کوفہ کے گورنر تھے۔ کوفہ والوں نے دربار فاروقی میں ان کی شکایات لکھیں۔ ایک شکایت یہ بھی تھی کہ وہ نماز اچھی طرح نہیں پڑھتے۔ پہلے تو حضرت عمرؓ نے خود ان سے دریافت کیا۔ جن کے جواب پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میرا بھی آپ کے متعلق یہی گمان تھا کہ آپ نماز میں اور دیگر امور میں کوتاہی نہیں کرتے ہوں گے تاہم حضرت محمد بن مسلمہؓ اور دو اور حضرات کو تحقیقات کے لئے بھیجا اور خود حضرت سعدؓ کو بھی ان کے ہمراہ روانہ کیا۔ تاکہ لوگوں کی شکایات خود اپنے کانوں سے سُنیں۔ یہ وفد کوفہ پہنچا۔ ہر مسجد میں جا کر ان کے متعلق پوچھا سب نے ان کی تحسین کی۔ صرف ایک مسجد بصرہ میں ایک شخص اسامہ نے اپنی ناموری کے لئے تین الزام لگائے۔ ایک تو یہ کہ جہاد میں خود نہیں جاتے۔ مال کی تقسیم مساویانہ نہیں کرتے۔ اور فیصلہ میں عدل نہیں کرتے۔ حضرت سعدؓ نے اس کے لئے بددعا کی کہ اے اللہ! اگر یہ شخص جھوٹا ہے تو اطل عمرہ اس کی عمر دراز کر دے۔ اطل فقوہ اس کی تنگ دستی لمبی کر دے اور اسے فتنہ میں مبتلا کر دے۔ یہ اس کے الزامات کا فطری جواب تھا۔ حضرت سعدؓ مستجاب الدعوات تھے۔ یہ شخص اس قدر بڑھا ہوا گیا کہ اس کے لہر سفید ہو کر آنکھوں پر آگئے اور راہ چلتی لڑکیوں کے چنگی کا فٹا تھا اور کہتا تھا کہ مجھے حضرت سعدؓ کی بددعا لگ گئی۔

حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کو حضرت سعدؓ کے حال پر اطمینان تھا۔ انکو ازری کے لئے وفد تحقیق حال کے لئے نہیں بلکہ دیگر فوائد کے لئے بھیجا۔ ان میں سے ایک فائدہ یہ تھا کہ یہ تفتیشی معاملہ حضرت سعدؓ کے سپرد کر دیا۔ حالانکہ وہ عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ تاکہ اگر ان پر دعویٰ ثابت ہو جائے تو ان کو سزا دی جائے۔ تاکہ دوسرے حکام کو تنبیہ ہو جائے۔ خواہ وہ چھوٹے افسر ہوں یا بڑے۔ کہ جب حضرت عمرؓ نے ایسے صحابی کو معاف نہیں کیا تو ہمارا کیا حال ہوگا۔ ہمیں سخت سزا بھگتنی پڑے گی۔ اس لئے ہمیں انہیں شکایت کا موقع نہیں دینا چاہیے۔ دوسرا فائدہ یہ تھا کہ چغل خوروں کو نصیحت ہو جائے کہ خواہ وہ ان کی یا کسی دوسرے عامل کی شکایت کریں تو سوچ سنبھ لیں کہ ہمارا کیا انجام ہوگا۔ تاکہ پھر وہ کسی عامل اور حاکم کی شکایت کرنے کی جرأت نہ کریں۔ البتہ اگر وہ اپنے دعویٰ میں سچے ہوں تو پھر حضرت عمرؓ تک پہنچانے کی جرأت کریں۔ تیسرا فائدہ یہ تھا کہ اس انکو ازری اور تحقیق حال سے حضرت عمرؓ نے اپنے سے تہمت دور کرنے کے لئے ایسا کیا کہ کوئی مخالف یا موافق یہ نہ کہنے پائے کہ حضرت عمرؓ نے بھائی ہمدی اور حضرت سعدؓ سے الفت کی وجہ سے ان کی رعایت کی کہ ان کا احتساب نہیں کیا۔ اس طرح کی اور بدگمانیاں بھی ہو سکتی تھیں۔

قوله قام رياءً وسمعتہ صفحہ ۲۳/۱۰۳ سمعہ وہ رياء جس کا حاسہ سمع سے تعلق ہو یعنی شہرت۔ اور رياء وہ ہے جس کا تعلق حاسبہ بصر سے ہو جسے دکھا دکتے ہیں۔ یعنی وہ اسامہ اس لئے کھڑا ہوا تاکہ لوگ جان لیں یہ شخص حق کے ظاہر کرنے میں بڑا دلیر ہے۔ کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتا۔ حتیٰ کہ حضرت سعدؓ جیسے امیر کے خلاف شکایت کرنے سے نہیں ڈکا۔ حالانکہ وہ صحابی عشرہ مبشرہ میں سے تھے ان سے بھی اسے حیاء دامن گیر نہیں ہوئی۔ تو جس نے ایسی شخصیت کو نہیں چھوڑا تو یہ حق ظاہر کرنے میں بڑا دلیر ہے۔

اس باب اور اگلے باب سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ ظہر اور عصر میں قرآن پڑھنا ہے۔ لیکن وہ سرا ہے۔ جہاں نہیں ہے۔ البتہ کبھی کبھی میان جواز کے لئے ان سری نمازوں میں قرآن سنا دیا کرتے تھے۔ چونکہ مصنف کو سورۃ فاتحہ کے پڑھنے کی کوئی دلیل نہیں ملی۔ اسلئے انہوں نے ترجمہ قرآن کو مطلق رکھا۔ اس سے شبہ نہ کر دی کہ فاتحہ اور کسی دوسری سورت کا پڑھنا ہر ہے۔ حضرت قطب گنگوہی فرماتے ہیں کہ بخاری کے جس نسخہ میں صلوة العشی ہے اس کے مطابق تو روایت کا ترجمہ پر دلالت کرنا ظاہر ہے۔ اور جس نسخہ میں صلوة العشاء وارد ہے یعنی عشاء کی دو نمازیں مغرب اور عشاء اور پھر ظہر اور عصر میں قرآن کا ثبوت قیاس ہوگا۔ اس طرح کہ جب قرآن کا پڑھنا عصر میں حرام ہے۔ تو ظہر میں بھی ثابت ہوگا۔ کیونکہ دونوں میں فرق کا کوئی قائل نہیں ہے۔ اور وہ جو حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ وہ ظہر اور عصر کی نماز میں قرآن کے قائل نہیں ہیں یہ قول ضعیف ہے یا اس کی تکوین کرنی پڑے گی۔ اس لئے کہ ان سے اثبات اور نفی کی دونوں مختلف روایتیں مروی ہیں۔ نیز حضرت سعدؓ نے اپنے کلام میں پانچوں نمازوں کا ذکر فرمایا صلوة فجر صلوة العشی و صلوة العشاء لیکن روایوں نے ان سے روایت کھڑے کھڑے کر کے نقل کی۔ ان کا پورا کلام ذکر نہیں کیا کیونکہ ان سے شکایت بھی مطلق نماز کے بارے میں ہے۔ اور ان کا جواب بھی مطلق نماز کے بارے میں ہے تخصیص کسی نماز کی نہیں ہے۔

قوله وبسمنا الایة اُحْیَانَا النخ صفحہ ۱۰۵/۱۰۱ کہ آپ ہمیں کبھی ایک آیت سنا دیا کرتے تھے۔ اس روایت ذکر کرنے سے امام بخاری نے اشارہ کیا کہ قرآن کے ثبوت پر صرف داڑھی مبارک کا ہلنا دلیل نہیں ہے بلکہ وہ بطور تائید کے ہے۔ اس پر علم کا دار و مدار نہیں ہے کیونکہ اضطراب لحدیہ ممکن ہے دعاء کے لئے ہو یا دوسرے اذکار کے لئے بھی ہو سکتا ہے۔ پس جب آپ نے کبھی کبھار آیت سنا دی تو معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ ظہر میں قرأت قرآن کرتے تھے۔

قوله لاخر ما سمعْتُ صفحہ ۱۰۵/۲۰ یعنی مسجد میں جماعت کے ساتھ مغرب کی نماز میں میں نے آخری مرتبہ آپ کو سورۃ مرسلات پڑھتے سنا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اس کے بعد کبھی اس سورۃ کو نہیں پڑھا۔ حالانکہ حضرت عائشہؓ سے بھی منقول ہے کہ آپ نے اسے مسجد میں مغرب کی نماز میں پڑھا ہے۔ تو حضرت ام الفضلؓ کی روایت گھر کے بارے میں ہوگی۔ اور حضرت عائشہؓ کی مسجد کے بارے میں۔ اسی طرح دونوں روایات جمع ہو جائیں گی۔

قوله مالک تقرأ فی المغرب بقصیر النخ صفحہ ۱۰۵/۲۲ حضرت زید بن حامت صحابی رسولؐ نے مروان بن الحکم عامل مدینہ سے پوچھا کہ تم ہمیشہ نماز مغرب میں قصار مفصل پڑھتے ہو لمبی سورۃ کیوں نہیں پڑھتے۔ کبھی کبھی طویل مفصل میں سے بھی کوئی سورۃ پڑھ لیتے تو میان جواز ہو جاتا تاکہ عوام کو یہ گمان نہ رہتا کہ مغرب میں قرآن کو لمبا کرنا حرام ہے۔ اور سب سے لمبی سورۃ اعراف ہے جس کی آیات اور کلمات سورۃ انعام سے بھی زیادہ ہیں۔

قوله فقلت له النخ صفحہ ۱۰۵/۲۵ حضرت ابو ہریرہؓ نے عہا کی نماز میں سورۃ اذکما انشققت پڑھی اور اس میں

سجدہ تلاوت بھی ادا کیا۔ تو اور ارفع فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے اس سجدہ کرنے کا سبب پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کے پیچھے نماز میں اس سورۃ کے اندر سجدہ کرتے دیکھا۔ اس سوال کے رد میں اس لئے پیش آئی کہ اہل مدینہ میں مشہور تھا کہ مفصلات میں سجدہ تلاوت نہیں ہے۔ ان کے اس دعویٰ پر اشکال ہوتا ہے کہ یہ سجدہ تو آپ نے مکہ میں کیا ہے مدینہ میں نہیں کیا شاید منسوخ ہو۔ یہ بھی نہیں کہہ سکتے اس لئے کہ حضرت ابو ہریرہؓ اس سجدہ کو روایت کر رہے ہیں۔ اور وہ آنحضرت ﷺ کے آخری پیام میں مدینہ تشریف لائے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ ممکن ہے انہوں نے بالواسطہ کسی سے سن کر روایت کر دی ہو۔ یہ جواب بھی اس لئے صحیح نہیں کہ وہ خود اس روایت میں فرما رہے ہیں کہ مسجدت خلف ابی القاسم رضی اللہ عنہما کہ میں نے خود آنحضرت ابو القاسم رضی اللہ عنہما کے پیچھے سورۃ انشقاق کا سجدہ کیا ہے۔ تو ثابت ہوا کہ اس سورۃ میں سجدہ تلاوت ہے۔ عشاء میں جبر بھی ثابت ہوا۔

قوله وان لم تزد علی أم القرآن اجزات صفحہ ۱۵۱/۱۰۶ یعنی اگر تم سورۃ فاتحہ سے اور زیادہ کچھ بھی نہ پڑھتے تو وہ کافی ہو جاتی۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اگر تم نماز میں محض ام القرآن پڑھ لو تو وہ کافی ہو جائے گی۔ اگر اس سے زیادہ پڑھو تو بہتر ہے قطب گنگوہی فرماتے ہیں کہ اس جگہ خاص کر سورۃ فاتحہ کا ذکر اس لئے نہیں ہے کہ وہ اس کی قرأت کی فرضیہ کے قائل ہیں بلکہ ان کی مراد سورۃ فاتحہ مثلاً یا اور کوئی دوسری سورۃ ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہوا کہ اگر قرآن کا کچھ حصہ پڑھا گیا تو قرأت کا فریضہ ادا ہو جائے گا۔ اور جب فاتحہ کے ساتھ اور سورۃ بھی جمع کر دی تو یہ اس سے بہتر ہو گا۔ اس لئے کہ اس صورت میں فریضہ قرأت بھی ادا ہو گیا اور دو واجب بھی اکٹھے ادا ہو گئے وہ سورۃ فاتحہ اور کسی دوسری سورۃ کا جمع کرنا ہے۔ ہم نے حضرت ابو ہریرہؓ کے کلام کو مذہب احناف کے مطابق بیان کیا ہے۔ امام شافعی کے مذہب کے موافق نہیں بیان کیا جو قرأت فاتحہ کی فرضیت کے قائل ہیں۔ اس بنا پر کہ خود حضرت ابو ہریرہؓ ان کے مذہب کے خلاف روایت کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں **لَا صَلَوةَ إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَمُؤَدَّةٍ مَعَهَا** ترجمہ کوئی نماز سورۃ فاتحہ اور اس کے ساتھ کسی دوسری سورۃ کے بغیر صحیح نہیں ہے۔ دوسری روایت ہے کہ سورۃ فاتحہ الكتاب اور ما زاد کے بغیر نہیں ہوتی۔ تو جب ان سے یہ روایت مروی ہے تو معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک فاتحہ اور دوسری سورۃ لڑ ہے۔ فاتحہ کو کوئی ترجیح نہیں ہے کہ اس کا پڑھنا فرض ہو تو جب ان کا مذہب یہ معلوم ہو گیا تو ان کے کلام کو اپنے مذہب کے موافق بنانا یہ ایسا کلام ہوا جس پر اس کا کہنے والا راضی نہیں ہے۔ اور مسلک احناف کے مطابق ان کا فاتحہ کو ذکر کرنا بطور مثال کے ہے۔ اس سے حصر کرنا مقصود نہیں ہے۔ اور وہ جو انہوں نے فرمایا کہ فاتحہ کا پڑھنا کافی ہو جائے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ فریضہ قرأت ذمہ سے ساقط ہو جائے گا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ سورۃ فاتحہ کی تخصیص فرضیت سے کافی ہونے کیلئے نہیں بلکہ بتلانا یہ ہے کہ فاتحہ پر اکتفا کرنے سے محض ایک واجب کا ترک کرنا ہو گا۔ وہ ضم سورۃ ہے۔ اور باز اوپر اکتفا کرنے سے دو واجب کا ترک کرنا ہو گا۔ وہ سورۃ فاتحہ اور اس کے ساتھ کسی دوسری سورۃ کا ضم کرنا ہے جو احناف کے نزدیک واجب ہے۔

قوله فلما سمعوا القرآن استمعوا له صفحہ ۲۲/۱۰۶ یعنی جب جنات نے قرآن مجید سنا تو کان لگا کر سننے لگی

یہ عمل ترجمہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فجر کی نماز میں جبراً قرآن کو پڑھا تبھی تو جنات نے کان لگا کر سنا۔ تو جہر القراءة فی الفجر ثابت ہوا

پھر جنات نے اپنے قیاس اور اندازے سے یہ معلوم کر لیا کہ جو چیز ہمارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان حائل ہوئی وہ یہی قرآن ہے۔ کیونکہ انہوں نے اس کا عجیب اثر دیکھا کہ اس سے دل متاثر ہوتے ہیں۔ اور انہوں نے اس جگہ انوار اور برکات کا مشاہدہ کیا۔ فرشتوں کی صفیں وغیرہ دیکھیں جو شیاطین اور جنوں سے پوشیدہ نہیں تھیں۔ انسانوں کو یہ انوار وغیرہ بہت تھوڑے دکھائی دیتے ہیں۔ سورۃ اعراف میں ہے اِنَّهُ يَرَاكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْهُمْ ...

قوله وانما اوحى اليه قول الجن صفحہ ۲۴/۱۰۶ یعنی آنحضرت ﷺ کی طرف جنوں کی بات وحی کی گئی آپ کی ملاقات جنوں سے اور آپ کا ان کو تبلیغ کرنا اور ان کو ہدایت کرنا اس واقعہ میں ثابت نہیں ہے۔ اگرچہ دیگر اوقات میں ثابت ہے۔ چنانچہ صاحب آکام المرجان فی احکام الانس والجان نے ثابت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ملاقات جنات سے چھ مرتبہ ثابت ہے۔ جس میں آپ نے ان کو دعوت و تبلیغ فرمائی۔

باب اُتجمع بين السورتين في ركعة والقراءة بالخواتيم صفحہ ۲۶/۱۰۶

اس ترجمہ سے مؤلف نے پانچ مسائل بیان فرمائے ہیں۔ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ ایک رکعت میں دو سورتوں کو جمع کرنا جائز ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ صرف سورتوں کا آخر پڑھا جائے۔ تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ ترتیب عثمانی کے خلاف ایک سورۃ کو دوسری سے پہلے پڑھا جائے چوتھا یہ ہے کہ سورتوں کے لواکھل پڑھے جائیں۔ پانچواں مسئلہ یہ ہے کہ ایک سورۃ کو دو رکعات میں تقسیم کر دیا جائے۔ چھٹا مسئلہ یہ ہے کہ ایک ہی سورۃ کو دونوں رکعات میں دوبارہ پڑھا جائے۔ یہ آخری دو مسئلے امام بخاری نے ترجمہ میں ذکر نہیں فرمائے ہیں۔ شاید مؤلف کے نزدیک کمرہ ہوں۔ البتہ پہلے چار مسائل کے جواز پر تنبیہ فرمائی کہ کل ذلك كتاب الله که ان میں سے سب کتاب ہے جس طرح چاہو پڑھا جاسکتا ہے۔ قطب گنگوہی فرماتے ہیں کہ امام بخاری کی اس ترجمہ سے غرض یہ ثابت کرنا ہے کہ قرآن مجید کو جس طرح پڑھا جائے فریبہ قرآنہ ساقط ہو جائے گا۔ کیونکہ فَأَقْرَأُوا مَا تَشَاءُونَ مِنَ الْقُرْآنِ مطلق ہے جو کسی قید کے ساتھ مقید نہیں ہے۔ البتہ استحباب اور سنیۃ الگ چیز ہے۔ جن کا ثبوت بعض روایات سے ہوتا ہے اور بعض سے نہیں ہوتا۔ ترجمہ کے چار اجزاء ہیں۔ تین کے لئے تو احادیث اور آثار ذکر ہوئے ان میں سے دوسرا جزء قرآنہ بالخواتیم کے لئے کوئی اثر ذکر نہیں کیا۔ شاید پہلے اجزاء کے ساتھ اسے بھی لاحق کر دیا ہو۔ بلکہ کل ذلك كتاب الله سے استدلال ممکن ہے۔ یاد رہے کہ ترتیب عثمانی کے استحباب پر اجماع ہے و جب پر نہیں۔ لہذا اس کی مخالفت میں کراہت تزییعی ہوگی جو جواز کے خلاف نہیں ہے۔

قوله مما يقراء به صفحہ ۵۱/۱۰۷ حاشیہ میں اس کو صلوة سے حال بنایا گیا ہے لیکن اگر اس کو سورۃ سے حال بنایا جائے تو بہتر ہوگا کیونکہ پہلی صورت میں جہاں کے مقدر کرنے کی ضرورت ہے دوسری صورت میں نہیں ہے اور قولہ افتتح کلما افتتح کا جواب ہے

قوله هَذَا كَهَذَا لَشَعْرِ الْخ صفحہ ۱۳۱۰۷ یعنی شعر کی طرح جلدی پڑھنا۔ دوسرے معنی بال کی طرح کاٹنا۔ شعر کو جلدی اس وقت پڑھتے ہیں جب کہ کسی شے کی نظیر بیان کرنا ہوتا۔ یا کوئی محاورہ بیان کرتے۔ یا کوئی قصہ ذکر کرنا مقصود ہو تا تو اس سے جلدی فارغ ہونے کی کوشش کرتے۔ کیونکہ ادنیٰ اشارہ سے مقصود حاصل ہو جاتا تھا۔ البتہ جب شعر سے گانا مقصود ہو تا تو اس وقت جلدی نہیں کرتے تھے۔ اس جگہ تشبیہ سے مقصود دونوں استعمالوں میں سے پہلی استعمال ہے۔ اس تقریر سے قطب گنگوہی نے اس اعتراض کا جواب دیا ہے جو ظاہر حدیث پر وارد ہوتا تھا۔ کہ اشعار کو جلدی نہیں پڑھا جاتا بلکہ دیر سے اور گا گا کر پڑھا جاتا ہے۔ اس لئے اس کی دو استعمال میان فرمائیں۔ ایک صورت میں جلدی اور دوسری صورت میں دیر سے پڑھے جاتے ہیں۔

قوله فذکر عشرين سورة منه صفحہ ۱۳۱۰۷ حضرت عبداللہ بن مسعود کے مصحف کی ترتیب دوسرے مصاحف کی ترتیب کے خلاف ہے۔ اس مقام پر امام حاری نے دو مسئلے ثابت کئے ہیں پہلا یہ کہ دو سورتوں کو ایک رکعت میں جمع کرنا جائز ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ پچھلی سورۃ کو پہلی سورۃ پر یا پہلی سورۃ کو پچھلی سورۃ سے پہلے پڑھنا جائز ہے۔ کیونکہ مصحف ابن مسعود کی سورتیں مصاحف جمہور کے آگے پیچھے واقع ہوئی ہیں۔ چنانچہ تالیف ابن مسعود کے مطابق لوآخر مفصلات میں سے حم المدخان اور عم یتساء لون ہے۔

باب یقرء فی الاخرین بفاتحة الكتاب صفحہ ۱۳۱۰۷

شاید امام حاری کی غرض اس باب سے قرآۃ فاتحة الكتاب کی فرضیہ ثابت کرنا ہو۔ جو حدیث باب سے ثابت نہیں ہوتی۔ البتہ نسبت ضرور ثابت ہوتی ہے۔ اس کی دلیل حضرت علی کا ارشاد ہے۔ قرء فی الاولین وسبح فی الاخرین کہ نماز کی پہلی دو رکعتوں میں قرآن پڑھو دوسری دو میں سبحان اللہ پڑھو تو زیادہ سے زیادہ قرآۃ فاتحة کانت ہونا ثابت ہو گا فرضیہ نہیں۔

باب جهر الامام بالتأمین صفحہ ۲۶۱۰۷

امام بلند آواز سے آمین کہے۔ یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ امام احمد کے نزدیک امام کے لئے آمین کو بلند آواز سے پڑھنا مستحب ہے۔ احناف کے نزدیک امام اور مقتدی دونوں اسے آہستہ آواز سے پڑھیں یہی امام شافعی کا جدید قول ہے اور یہی امام مالک کا مسلک ہے امام حاری اگر اس باب سے جبری کی سیئت ثابت کرنا چاہتے ہیں اور ان کا ارادہ ہو کہ یہی حق ہے تو باب کے اندر جو کچھ انہوں نے ذکر کیا ہے اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ اگر ان کا مقصد یہ ہو کہ جس طرح آمین کا آہستہ کہنا جائز ہے اسی طرح اس کا بلند آواز سے کہنا بھی جائز ہے۔ تو جو کچھ اس جگہ ذکر ہو اس سے یہ ثابت ہے۔ لیکن آہستہ کہنا سنت ہے۔ اس کو دوسرے محدثین نے ذکر فرمایا ہے۔ کیونکہ لفظ قولوا آمین میں قول جبر اور سر اردوں کو شامل ہے۔ حضرت عطاء کے اثر میں ہے آمین دعاء کہ آمین دعاء ہے۔ تو جیسے دوسری دعاؤں منقولہ اور غیر منقولہ میں جبر اور سر دونوں جائز ہیں اس میں بھی جبر اور سر دونوں جائز ہوں گے۔ نیز! سری اور جبری نمازوں میں جہاں جہاں دعائیں آئی ہیں

ان دعاؤں میں آواز کو بلند کرنا جائز نہیں ہے۔ حالانکہ اس سے کوئی نماز فاسد بھی نہیں ہوتی۔ تو ہمارا کہنا یہ ہے کہ تمہاری دلیل کے مطابق آئین اور دعا کے حکم میں فرق نہیں ہونا چاہیے دونوں کا حکم ایک ہو۔ دوسرا حضرت ابن الزبیرؓ اور ان کے ساتھیوں کا ذکر کیا ہے کہ ان کے آئین کہنے سے مسجد گونج اٹھتی تھی اس سے بھی آئین کا جبر لازم نہیں آتا۔ اس لئے کہ گونج اور آوازوں کا پھیلاؤ اور اس کا ایک سمت سے دوسرے سمت تک حرکت کرنا یہ دونوں صورتوں میں حاصل ہوتے ہیں۔ خواہ آئین بالجہر ہو یا بالسور ہو۔ پس جبر کی تعیین نہ ہو سکی تیسرا استدلال حضرت ابو ہریرہؓ کے اثر سے ہے کہ وہ امام سے فرماتے تھے میری آئین فوت نہ کرنا اس سے امام بخاریؒ کا مدعی ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس اثر سے ظاہر یہ ہے کہ آئین کہنے میں جلدی نہ کرنا کہیں مقتدیوں کی موافقت فوت نہ ہو جائے۔ تو جس طرح یہ موافقت جبر میں جلدی کرنے سے فوت ہوتی ہے۔ اسی طرح آہستہ پڑھنے میں بھی موافقت فوت ہو جاتی ہے۔ کیونکہ امام جلد آئین سے فارغ ہونے میں جلدی کا ارادہ کرے گا تو مقتدی اس کے آئین کہتے وقت اس سے لاقح نہیں ہو سکیں گے۔ اگر وہ دیر کرے گا جلدی سے کام نہیں لے گا تو سب مقتدی اس کے ساتھ ہوں گے۔ بلکہ اس اثر سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امام آئین آہستہ کہتا تھا۔ ورنہ جبر کے وقت تو اس قول کی ضرورت بھی نہیں رہتی۔ اس لئے کہ اس کا آئین کہنا تو سب کو سنانی دے گا اور سب کو معلوم ہو جائے گا۔ توجہ امام آئین کے مقتدی بھی اسی وقت کہ لے گا مطلبہ کے فوت ہونے کی نوبت بھی نہیں آئے گی کیونکہ مقتدی کسی قرآن وغیرہ میں تو مشغول ہے نہیں کہ جس سے مطلبہ میں غلط واقع ہو بلکہ وہ تو فارغ ہے امام کی طرف کان لگائے ہوئے ہے پس جب امام کی آئین سنے گا وہ بھی آئین کہنا شروع کر دے گا البتہ جب امام آہستہ آئین کہہ رہا ہے اس صورت میں مقتدی کے لئے آئین کے فوت ہونے کا خطرہ ہے۔ جب کہ امام کو اس کو جلدی ادا کرنا چاہیے اور دیر نہ کرے۔ اس لئے حضرت ابو ہریرہؓ نے امام کو حکم دیا کہ جلدی نہ کرنا۔ چوتھا استدلال حضرت ابن عمرؓ کے معمول سے ہے۔ کہ حضرت نافعؓ فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ آئین کو نہیں چھوڑتے تھے۔ بلکہ آئین کہنے کی ترغیب دیتے تھے اور اس بارے میں وہ ایک حدیث بھی بیان کرتے تھے جس کو میں نے ان سے سنا ہے۔ اس اثر میں بھی جبر آئین کی نص نہیں ہے۔ بلکہ جبر اور سردیوں کا احتمال ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ اگر ابن عمرؓ آئین آہستہ کہتے تو حضرت نافعؓ اس کو کیسے سن لیتے تو یہ محض وہم پر مبنی ہے اس لئے کہ بہت سی تسبیحات ثنا کو رد و غیرہا صحابہ کرام کو معلوم تھے۔ حالانکہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ان میں جبر نہیں کیا۔ ایسے ہی حضرت نافعؓ نے آئین کہنے کو معلوم کر لیا۔ اگرچہ حضرت ابن عمرؓ نے اس کا جبر نہ کیا ہو۔ بلکہ حضرت نافعؓ کا قول واضح دلیل ہے کہ وہ نماز سے باہر ان کو اسی کی تعلیم دیتے تھے۔ نیز یہ بھی ہے کہ جو شخص امام کے بالکل قریب کھڑا ہو وہ امام کی آہستہ آواز بھی سن سکتا ہے ہر طیکہ اخفا کا کوئی درجہ نہ ہو بلکہ اس کا درمیانہ درجہ اختیار کیا ہو اور جب اخفا کا اعلیٰ مرتبہ اختیار کرے جو جبر کے ادنیٰ درجہ میں داخل ہو جائے تو بے شک اس کو دوسرے صف والے بھی سن سکتے ہیں تو بہت ممکن ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اس درجہ کا آئین کہنے میں اخفا کرتے ہوں جس کو حضرت نافعؓ اور ان کے ساتھیوں نے سن لیا اور معلوم کر لیا۔ یہ تسلیمی جواب علی سبیل الفرض ہے۔ ورنہ یہ اثر اس پر دال نہیں ہے کہ انہوں نے نماز میں آئین کہتے سنا ہو اور فقہاً حنفیہ کی تصریح ہے کہ دعاء جبر اور مخالفت کے درمیان ہونی چاہیے۔ کیونکہ جبر یہ ہے کہ سب سنیں اور مخالفت یہ ہے کہ خود اور اس کے ساتھی

سن لیں۔ شاید اسی وجہ سے رایوں کے الفاظ میں اختلاف ہو گیا۔ اس لئے کہ جب آنحضرت ﷺ نے آہستہ آواز میں آمین پڑھی جو جر کے اونٹنی درجہ میں داخل ہونے والی تھی اس کو راوی نے جر سے تعبیر کر دیا۔ کیونکہ سری نماز میں جو قرآۃ تھی یہ آواز آمین کی اس سے بلند تھی اور جس نے دیکھا کہ جری نماز میں قرآۃ کی آواز سے آمین کی آواز پست تھی اس نے اسے اٹھا سے تعبیر کر دیا۔ اگر یہ ثابت بھی ہو جائے کہ آنحضرت ﷺ آمین اتنی اونچی آواز سے کہتے تھے کہ پہلی صف والوں کے علاوہ دوسرے لوگ بھی سن لیتے تھے۔ پہلے تو یہ ثابت نہیں ہے اگر ثابت بھی ہو جائے تو ہمارے لئے نقصان دہ نہیں ہے اس لئے کہ ابھی امام بخاریؒ ثابت کر چکے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کبھی کبھی سری نماز مثلاً ظہر میں ایک آیت سنا دیتے تھے۔ جیسے آیت کے سنا دینے سے اس کی سحیت ثابت نہیں ہوتی۔ ایسے کبھی کبھار آمین کو بلند آواز سے کہہ دینے سے اس کی سحیت ثابت نہیں ہوگی۔ نیز! مؤلفؒ باب کے تحت جو روایت لائے ہیں اِذَا اَمَّنَ الْاِمَامُ فَامْتُوا کہ جب امام آمین کے تو تم بھی آمین کہو اس کو دلیل ماننا نہایت عجیب ہے۔ اس لئے کہ یہ حدیث تو جر پر نہ دلالت کے طور پر دال ہے۔ اور نہ ہی اس کی طرف کوئی اشارہ ہے۔ شاید ان کا استدلال حدیث سے اس طرح ہو کہ حدیث میں قَوْلُوا کا حکم دیا گیا ہے جو مطلق ہے۔ اس سے ظاہر جر مراد ہوگا۔ لیکن یہ استدلال بھی صحیح نہیں اس لئے کہ بہت اذکار مثلاً افتتاحی دعائیں۔ رکوع۔ سجود کی تسبیحات اور آخر صلوٰۃ کی دعائیں وہ سب کان بقول هَكَذَا کے الفاظ سے مروی ہیں۔ اور کہیں قَلْ كَذَا کے الفاظ ہیں۔ حالانکہ ان دعاؤں کو جر پڑھنے کا نماز میں کوئی بھی قائل نہیں ہے نہ ہی جر مراد ہے۔ اور نہ ہی وہ ثابت ہے۔ البتہ قَوْلُوا کے عموم سے اگر استدلال کیا جائے کہ وہ جر اور اٹھا دونوں کو شامل ہے تو اسے ان دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ مقید نہیں کیا جاسکتا۔ بایں ہمہ یہ عموم مولفؒ کے مدعی کو ثابت نہیں کرتا یعنی جر کا ثابت کرنا مدفع ہے۔ اس لئے کہ مطلق واقعی ہر اوقات دوسری نصوص سے جو قیود پر دلالت کرتی ہیں ان سے اسے مقید کیا جاتا ہے۔ مگر اس جگہ تو دوسری نصوص بھی نہیں ہیں جو تنقید پر دال ہوں۔ نیز اس قدر آمین کہنے کا اہتمام اور اس کے تاکید کی کلمات کا تقاضہ یہ ہے کہ امام تو بہر صورت جر نہ کرے۔ کیونکہ اگر امام جر کرنے والا ہوتا تو مواظقت کے فوت ہو جانے کا گمان بھی پیدا نہ ہوتا۔ کیونکہ روایت کے بعض طرق میں ہے جب امام وَلَا الضَّالِّينَ کے تو تم آمین کہو۔ اس لئے کہ امام بھی آمین کہتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ مقتدی امام کے آمین کہنے کو نہیں سن پائے گا۔ ورنہ فاتحہ کے ختم ہونے پر حکم کا دار و مدار نہ ہوتا۔ اگر آمین سنی جا رہی ہوتی تو کسی دوسری علامت کے ظاہر کرنے کی کیا ضرورت ہوتی۔ اس طرح ابن شہابؒ کا قول کہ جناب رسول اللہ ﷺ آمین کہتے تھے۔ یہ بھی مراد کو ثابت کرنے والا نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس میں جر کی کوئی تصریح نہیں ہے۔ اور لفظ قولہ جر کے لئے نہیں بولا جاتا۔ بلکہ وہ جر اور سر دونوں کو شامل ہوتا ہے۔ بلکہ اس سے اس کی ضد سر و اٹھا ثابت ہے۔ کیونکہ اگر مقتدی امام کی آمین سنتا ہو تا تو اسے تنبیہ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ جیسے اذا سجد الامام فکبروا میں یہ نہیں آیا کہ فان الامام یکبر الخ۔

باب جهر الماء موم صفحہ ۱۰۸/۶

کہ مقتدی آمین کو جر کے اس میں بھی وہی اختلاف ہے جو امام کے جر آمین کہنے میں ہے۔ دلائل گذر چکے ہیں جب امام کیلئے

جبر ثابت نہیں تو مقتدی کے لئے جبر کیسے ثابت ہوگا۔

باب اتمام التکبیر فی الركوع الخ صفحہ ۱۰۸/۱۲

فی الركوع یہ ظرف یا تو اتمام سے متعلق ہے یا تکبیر کے۔ جو صورت بھی ہو اس باب کی غرض یہ ہے کہ تکبیر کو اس قدر کھینچا جائے جو رکوع میں جا کر پوری ہو اس میں حذف نہ کیا جائے بلکہ جیسے مد شد اور دیگر حروف کو اپنے بخارج سے ادا کیا جاتا ہے اس طرح اللہ اکبر کو ادا کیا جائے۔ کہ قیام سے انتقال کرنے کے بعد رکوع تک اکبر کی را ختم ہو۔ اور روایات باب میں ہے یکبر کلمارفع و کلمما خفض و وضع یعنی جب بھی اوپر نیچے جاتے ہوئے انتقال فرماتے تو تکبیر کہا کرتے تھے۔ تورفع کی حقیقت یہ ہوگی کہ قیام کی حالت میں بالکل سیدھا کھڑا ہو اور جلسہ اور قعدہ میں بالکل سیدھا بیٹھے۔ جیسا کہ وضع کی حقیقت یہ ہوگی کہ حالت سجود میں سیدھا سجدہ کرنے والا ہو اور رکوع میں ٹھیک رکوع کرنے والا ہو۔ تو معلوم ہوا کہ تکبیر تب مکمل ہوگی جب کہ اطمینان سے رکوع کرنے والا ہو۔ معلوم ہوا کہ رکوع میں شروع ہونے سے پہلے تکبیر کے۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں انقالات کی تکبیرات کہا جاتا ہے کیونکہ یہ تکبیرات ان انقالات کے وقت ہوتی ہیں پس جب تکبیر شروع ہونا انتقال میں شروع ہونے کے متصل ہوا اس سے بعد میں نہیں ہے تو لازمی ہے کہ ان کو ایسے لائے جیسے حروف کی تصحیح کی جاتی ہے۔ اور مد و شد کو لایا جاتا ہے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو رکوع میں سیدھا کھڑا ہونے سے پہلے ہی تکبیر ختم ہو جائے گی۔ حالانکہ حکم یہ ہے کہ تکبیر اس وقت ہو جب کہ اس پر رفع اور وضع کا کلمہ صادق آئے خوب سمجھ لو۔ چنانچہ در مختار میں ہے یکبر مع الانحطاط للركوع یعنی رکوع کے لئے گرتے وقت تکبیر کے۔ شامی میں ہے کہ سنت یہ ہے کہ تکبیر کی ابتدا نیچے گرتے وقت ہو۔ اور اس کی اتمام پیٹھ کے سیدھے ہونے تک ہو۔

باب اتمام التکبیر فی السجود صفحہ ۱۰۸/۱۸

سجدہ میں جا کر ہی تکبیر پوری ہو۔ اس کی بحث بھی رکوع کی طرح ہے۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ دونوں باب رکوع اور سجود میں اتمام سے مراد محض تکبیر کو لانا ہو۔ کیونکہ تکبیر کا لانا اس کو تمام کرنا ہے۔ جیسا کہ اس کا چھوڑنا کوتاہی کرنا ہے۔ اس صورت میں تحفظات کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ لیکن پہلی توجیہ اولیٰ اور بہتر ہے۔ دوسری توجیہ کے بارے میں مولانا محمد حسن کلبلی کی تقریر میں ہے کہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں ان تکبیرات انتقال کو چھوڑ دیا گیا تھا۔ پس جب اتمام سے ایتان مراد لیا جائے تو احادیث باب کی تراجم سے مناسبت واضح ہو جائے گی۔

قَوْلُهُ مَا صَلَّيْتُ صفحہ ۱۰۹/۱۰ یعنی تم نے پوری نماز نہیں پڑھی۔ یہ مسلک احناف کے موافق ہے۔ شوافع اسے ظاہر پر محمول کرتے ہیں۔ حالانکہ جناب نبی اکرم ﷺ نے اس شخص تعدیل ارکان نہ کرنے والے کو اعادہ کا حکم نہیں دیا۔ البتہ وجوبی طور پر اعادہ اس وقت لازم ہوگا جب کہ طہانیت اور اتمام کا کوئی مرتبہ ادا نہ کیا ہو۔ اس تقریر سے قطب گنگوہی نے دونوں احادیث کو جمع کر دیا۔

یعنی اعادہ اس وقت لازم ہے جب کسی رکن صلوٰۃ کو اطمینان سے ادا نہ کرے۔ پس مَا صَلَّيْتَ اِي صَلَوةٍ كَامِلَةً كَيْ مَعْنَى فِيهِ هُوَ كَمَا شَوَّحَ اور امام احمد اور امام ابو یوسف کے نزدیک رکوع اور سجود میں طہانیت فرض ہے۔

قوله في اصحابه صفحہ ۱۱/۱۰۹ اس عبادت کا مقصد یہ ہے کہ ابو حمید نے بھی اسے ذکر کیا اور اس کے علاوہ دوسروں نے بھی ذکر کیا۔

قوله ثم هصر ظهره صفحہ ۱۱/۱۰۹ پھر اپنی کمر کو جھکایا جو کمر کے سیدھا کرنے کو مستلزم ہے۔ اسی وجہ سے اسے اس مقام پر ذکر کیا۔

باب حد اتمام الركوع صفحہ ۱۱/۱۰۹

اس سے مراد استحباب اور سنت کی حد کو بیان کرنا ہے۔ ورنہ واجب اور فرض تو اس کے بغیر بھی ادا ہو جاتے ہیں۔ جن کا روایت میں ذکر کیا گیا ہے۔

باب ما يقول الامام ومن خلفه

امام بخاری کی غرض اس باب سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ تسمیع یعنی سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ اور تحمید یعنی رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ امام اور مقتدی دونوں ان کو جمع کریں۔ لیکن اکثر احادیث سے تقسیم معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے احناف کا مشہور مذہب تقسیم کرنا ہے۔ کہ امام تسمیع کرے اور مقتدی تحمید پر اکتفا کرے البتہ منفرد دونوں کو جمع کرے۔ ائمہ ثلاثہ کا مسلک بھی امام اور مقتدی کیلئے جمع کرنا ہے قوله حتى تقول قد نسي صفحہ ۱۱/۱۱۰ قومہ اور جلسہ کو لہذا کرنا بیان جو اذ کیلئے تھا یا جہاں مقتدیوں کی خواہش تطویل کی ہو کہ ان پر تطویل گراں نہیں ہوتی وہاں جائز ہے۔ ورنہ عام طور پر جناب نبی اکرم ﷺ تخفیف کو پسند کرتے تھے۔

قوله وكان ابن عمر يضع يده قبل ركبته الخ کہ ابن عمرؓ ہنسنے رکھنے سے پہلے اپنے ہاتھوں کو زمین پر رکھتے تھے حالانکہ یہ اونٹ کی ہتھک ہے جس سے آپ نے منع فرمایا ہے۔ تو احناف کی طرف سے اس اثر کی توجیہ کی جاتی ہے کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب ابن عمرؓ اس قدر بھاری ہو گئے کہ وہ گھٹنوں کے بل بڑی مشکل سے اٹھتے بیٹھتے تھے۔ اس لئے انہیں ہاتھوں کا سہارا لینا پڑتا تھا۔ یہ اثر مابقیہ کے مستلزمات میں سے ہے۔ جمہور اس کے خلاف ہیں اس لئے توجیہ کی ضرورت پیش آئی۔ اور ایک وجہ یہ بھی بتلائی جاتی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ وجع مفاصل جوڑوں کے درد کی وجہ سے ایسا کرتے تھے۔ اور بعض نے کہا کہ یہود نے ان پر جادو کر دیا تھا کہ ان کے ہاتھ پاؤں ٹیڑھے ہو گئے تھے۔ اس اثر کو امام بخاری نے اس باب میں اس لئے ذکر کر دیا کہ حضرت ابو ہریرہؓ کا قول اور ابن عمرؓ کا فعل دونوں کا تعلق سجدہ کی کیفیت سے ہے۔ بلکہ حضرت ابو ہریرہؓ کا قول اور فضل دونوں کیفیت سجدہ کو بیان کرتے ہیں۔

قولہ انما قال سفیان من فورس صفحہ ۲۱۱۰ یعنی کلمہ عن کومن سے تبدیل کر دیا۔ اس سے علی بن عبداللہ کی محافظ

حدیث کی طرف اشارہ ہے۔

قولہ کذا جاء به معمر الخ صفحہ ۳۱۱۱ یہ سفیان ابن عیینہ کا مقولہ ہے اور معمر بھی امام زہریؒ کے حلاذہ میں سے

ہیں۔ خلاصہ یہ ہوا کہ حضرت سفیان جب روایت ذکر کر چکے تو علی بن عبداللہ سے اس کی توثیق چاہی۔ کہ کیا تیرے استاذ معمرؒ نے بھی تجھے ایسے ہی روایت بیان کی۔ تو علی بن عبداللہ نے کہا ہاں ایسے ہی روایت کیا۔ تو سفیانؒ نے کہا معمرؒ نے اپنے استاذ زہریؒ سے صحیح یاد رکھا سفیانؒ نے اپنی طرف سے کہا کہ استاذ زہریؒ نے اسی طرح فرمایا۔ اب دونوں کے کلام میں مناسبت ثابت کرنے کے لئے شیخ کنکوہی فرماتے ہیں حضرت سفیانؒ کی تاکید اور توثیق طلب کرنے سے وہم ہوتا تھا کہ شاید توثیق طلب کرنے کا مقصد ان کے کلام کو لغو قرار دینا ہو اور حضرت سفیانؒ نے اس کا دافیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے توثیق اس لئے کرائی کہ مساوات روایت کرنے میں غلطی واقع ہو جاتی ہے بناچار ابن جریج نے لفظ شق کے اندر وہم کیا اور اسے مساق سے بدل دیا۔ تو مجھے خطرہ ہوا کہ کہیں میں نے بھی ایسا نہ کر دیا ہو۔

قولہ حفظت من شقہ الخ کا مطلب یہ ہو گا کہ ابن جریج اور ہم امام زہریؒ کے پاس تھے۔ زہریؒ نے ہمیں فحش شقہ

لا یمن کے لفظ روایت کئے۔ پس جب ہم ان کے پاس سے اٹھ کر باہر نکلے تو ابن جریج نے لفظ مساق روایت کیا۔ شق کے لفظ کو بھول گئے یہ ان کی طرف سے وہم ہوا۔ حالانکہ میں بھی امام زہریؒ کے پاس تھا یا ابن جریج کے پاس تھا جب کہ انہوں نے شقہ لا یمن کے لفظ سے روایت بیان کی تھی۔ خوب سمجھ لو واللہ اعلم وعلمہ احکم۔

قولہ فَيَأْتِيَهُمُ اللَّهُ الخ صفحہ ۱۱۱۱ سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جسمیہ صورت اور حدود سے منزہ اور پاک ہیں۔ ان کا

نا اور صورت بدلنا کیسے صحیح ہے۔ جواب یہ ہے کہ آنا معنی رؤیت کے ہے۔ یا مضاف محذوف ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا فرشتہ آئے گا۔ یہ ایمان اللہ تعالیٰ کے افعال میں سے ہے۔ کما یلیق بشانہ۔ اور جو تھی توجیہ یہ ہے کہ صورت معنی صفت کے ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی صفت پر تجلی فرمائیں گے جن کو وہ پہچانتے ہوں گے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیان کردہ ہوگی۔ یہ بھی بعید نہیں بہر حال حدیث متشابہات میں سے ہے۔ کوئی نہ کوئی اس کی توجیہ کرنی پڑے گی۔

قولہ فاكون اول من يجوز باقیتہ صفحہ ۱۳۱۱۱ یعنی میں پہلا رسول ہوں گا جو اپنی امت کو لے کر پہلے صراطِ عبور

ر کے جنت میں داخل ہوں گا۔ باقی رسول تو اس حساب سے پہلے جنت میں داخل ہو چکے ہوں گے تو یہ اولیت کی نسبت دوسری امتوں کے اعتبار سے ہوگی۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اپنے رسول کے تابع ہو کر جائے گی جیسے بادشاہوں کے ساتھ ان کے خدام و حشم جایا کرتے ہیں۔ اس طرح انبیاء علیہم السلام پر امت کی فضیلت لازم نہیں آئے گی تو اب امت کا اعتبار نہ ہوا خاتم المرسلین کی ذات کی فضیلت ثابت ہوگی۔

قوله ولا یتکلمن یومئذ الا بالرسول الخ صفحہ ۱۱۱/۱۳ رسولوں کے سوا اس دن اور کوئی کلام نہیں کر سکے گا۔ اور رسل بھی سوائے کلمہ اللہم سلم سلم کے اور کچھ نہیں کہہ سکیں گے۔ باقی مخلوقات بالکل خاموش ہوگی۔ البتہ انبیاء علیہم السلام کی مؤمنین کے لئے جب کہ وہ پہلے صراط سے گزر رہے ہوں گے دعا ہوگی۔ رب سلم سلم کہ وہ مؤمنین کیلئے سلامتی کی دعا کر رہے ہوں گے

قوله و یعرفونہم باثار السجود صفحہ ۱۱۱ کہ فرشتے ان سجدوں کے نشانات سے مؤمنین کو پہچان لیں گے۔ کیونکہ جنم کی آگ پر حرام ہے کہ وہ سجد کی جگہ کو کھا جائے۔ یہی محل ترجمہ ہے۔ آثار سجود میں اختلاف ہے۔ بعض نے سجدے کے ساتوں اعضاء مراد لئے ہیں اور بعض نے خاص کر پیشانی مراد لی ہے۔ معلوم ہوا کہ مؤمنین کا عذاب کفار کے عذاب سے مختلف ہوگا۔ کفار کا عذاب جمیع اعضاء پر ہوگا گناہ گار مؤمنین کے اعضاء سجدہ محفوظ ہوں گے۔

قوله ل یقدمہ الی باب الجنۃ صفحہ ۱۱۱/۲۷ یہاں روایت مختصر ہے مفصل روایات میں شجرات کا ذکر ہے بہر صورت اس شخص کا جنت میں داخلہ بدرجہ ہوگا۔

قوله اشقی خلقک صفحہ ۱۱۱/۲۷ خلق سے مراد مؤمنین جنت میں داخل ہونے والے ہیں۔ ورنہ جنمیوں کے حالات سے وہ ناواقف نہیں تھا۔ مقصد یہ ہے کہ جنت سے باہر رہ کر ہمیشہ اس طرح رہنا یہ بد بخت کا کام ہو سکتا ہے۔

قوله قال ابو سعید الخدریؓ صفحہ ۱۱۲/۴ جب حضرت ابو ہریرہؓ یہ حدیث بیان کر رہے تھے تو حضرت ابو سعید خدریؓ وہاں موجود تھے۔ جنہوں نے فرمایا میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا تھا فرماتے تھے ذلک لک وعشرۃ امثالہ کہ اس سے دس گنا تیرے لئے ہے۔

باب السجود علی سبعة اعظم صفحہ ۱۱۲/۱۱

یعنی سجدہ سات ہڈیوں پر ہونا چاہیے۔ وہ سات اعضاء دو ہاتھ دو پاؤں اور دو گھٹنے اور ایک پیشانی ہے۔ ان میں ناک کو شمار نہیں کیا گیا حالانکہ احناف کے نزدیک محض پیشانی پر اکتفا جائز نہیں جب تک ناک کو بھی زمین پر نہ رکھے تو شیخ گنگوہی اس کا جواب دے رہے ہیں کہ پیشانی کا زمین پر رکھنا وہ ناک کو زمین پر رکھ دینے کو مستلزم ہے۔ کیونکہ اگر ناک کو زمین پر نہ رکھے تو نماز میں نقصان لازم آتا ہے۔ اس لئے ناک نہ رکھنے کی صورت میں پیشانی کے رکھنے میں بھی نقصان رہتا ہے۔ جب کہ پیشانی صحیح و سالم ہو زخمی نہ ہو۔ امام احمد کے نزدیک پیشانی اور ناک دونوں کو زمین پر رکھنا حالت سجدہ میں واجب ہے۔ بلکہ ائمہ ثلاثہ کا یہی مذہب ہے۔ جمہور ائمہ کے نزدیک پیشانی پر اکتفا مگر ناجائز ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ البتہ ناک پر اکتفا کر لینا جہہ کے بغیر امام ابو حنیفہ کے نزدیک جائز ہے۔ اور کسی کے نزدیک جائز نہیں۔

قوله من اعتكف من النبي ﷺ فليرجع الخ صفحہ ۲۵/۱۱۲ جو شخص جناب نبی اکرم ﷺ کے ساتھ اعتكاف بیٹھا وہ واپس آجائے۔ پس یو جمع یا تو فصل متعدی ہے تو اس کا مفعول وہ سامان ہو گا جو انہوں نے اس گمان سے اپنے گھروں کو بھیج دیا تھا۔ کہ اس دن کی شام کو ہمیں حتیٰ طور پر مسجد سے نکلنا ہے۔ پس ان کارات گزارنا اور شام کا کھانا ہی گھروں میں ہو گا اور کچھ نہیں اب کسی سامان کی مسجد میں باقی رکھنے کی ضرورت نہیں۔ یا یو جمع فعل لازم ہے۔ جس کے معنی واپس آنے کے ہیں۔ تو مطلب یہ ہو گا کہ جن لوگو نے اس دن کی شام کو مسجد سے نکلنے کا قصد کر لیا تھا وہ واپس آجائیں۔ لیکن پہلے معنی اولیٰ اور افضل ہیں۔ اگرچہ عام شرح نے دوسرے معنی مراد لئے ہیں۔ شیخ منگوہی کی تحقیق کے مطابق یہ اعتكاف رمضان شریف کے درمیانی عشرے کے اندر تھا۔ بعد میں آپ نے آخری عشرہ میں لیلة القدر کو تلاش کرنے کے لئے اعتكاف فرمایا اور اسی پر دوام رہا۔

قوله حتیٰ رأیت اثر الطین الخ صفحہ ۲۷/۱۱۲ یہ لیلة القدر کی نشانی تھی کہ اکیس ۲۱ رمضان کی صبح کو بارش ہوئی۔ اور بعض کے نزدیک تیس ۲۳ رمضان کی صبح کا واقعہ ہے۔ مگر یاد رہے کہ یہ بارش کا بد سنا محض اسی مینے کے اندر علامت تھی ہمیشہ کے لئے علامت نہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد بھی اس کو دلیل بنایا جائے اس روایت کو اس باب میں لانے سے امام بخاری کا مقصود یہ ثابت کرنا ہے کہ حالت سجدہ میں ناک کو نہ چلایا جائے۔ اگرچہ مٹی اور گارے پر ناک کو رگڑنا پڑے۔ تو اس باب سے تاکید ہو گئی کہ سجدہ ناک پر بھی ہونا چاہیے۔ اب رہا محض ناک پر اکتفا کرنا اس میں علا کا اختلاف ہے۔ جو جواز کے قائل ہیں ان کی دلیل یہ حدیث باب ہے۔

بَابُ لَا يَكْفُ شَعْرًا الخ صفحہ ۴/۱۱۳

امام بخاری نے یہ تین ابواب باب عقد الثياب۔ کف شعر اور کف ثوب منعقد کئے ہیں جن کی بظاہر باب السجود سے مناسبت معلوم نہیں ہوتی۔ شیخ منگوہی نے احادیث کو جمع کرتے ہوئے فرمایا کہ کپڑوں کو گزہ لگانے اور انہیں سمیٹنے کا حکم تب ہے جب کہ ننگ کے کھل جانے کا خدشہ ہو۔ ستر عورت فرض ہے جو مستحبات اور مکروہات سے اہم ہوتا ہے۔ اور جب ننگ کے کھلنے کا خطرہ نہ ہو تو نہ بالوں کو روکے اور نہ کپڑوں کو سمیٹے۔ کیونکہ اس صورت میں خشوع میں فرق آئے گا۔ اور نماز کی حالت میں غیر کی طرف توجہ کرنا ہو گا۔ اور ہاتھوں کے ساتھ کپڑے اور بالوں کو روکنے سے سجدہ کرنے میں رکاوٹ پیدا ہوگی۔ اس لئے ان کو اپنے حال پر چھوڑ دینا کہ سر کے بال بھی سجدہ کریں۔ اس ترجمہ کو احکام جود میں اس لئے داخل کر دیا کہ سجدہ کیلئے نقل حرکت کرنا عقد ثياب کی صورت میں آسان ہو جائے گا اور سجدہ کرنے کی حالت میں کشف عورت زیادہ قریب ہے۔ گویا تمام جود کے لئے کپڑوں کا سنبھالنا ضروری ہے۔ بے پرواہی نہ برتی جائے پھر کف شعر اور کف ثوب نہ کرے۔ بلکہ سر کے بالوں کو کھلا رکھے تاکہ وہ بھی سجدہ کریں۔ اور کپڑوں کو ہاتھوں سے روکنے میں سجدہ میں رکاوٹ پیدا ہوگی۔ دوسرے سر پر بالوں کا جھوڑا شیطان کے بیٹھے کی جگہ فرمایا گیا ہے۔ ایک باریک فرق کی طرف امام بخاری نے اشارہ فرمایا کہ لا یكلف شعرا کو مطلق رکھا۔ کہ نماز سے پہلے ہو یا نماز کی حالت میں ہو بالوں کو نہ روکے اور لا یكلف ثوبہ کو فی الصلوٰۃ کے ساتھ

مقید کیا کہ حالت نماز میں کپڑوں کو سمیٹ کر نہ رکھے۔ جو منکبرین کی ہیئت کے مشابہ ہے۔ خارج صلوٰۃ کرہتہ نہیں ہے۔

قوله كان يفعل شيئاً لم اراهم يفعلون صفحہ ۱۱۳/۱۴ حضرت ایوب سختیانیؓ فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ عمرو بن سلمہؓ ایک کام کرتے تھے۔ میں نے لوگوں کو دیکھا وہ نہیں کرتے۔ وہ یہ کہ وہ جلسہ استراحتہ کے لئے تیسری یا چوتھی رکعت میں بیٹھتے تھے عام لوگ نہیں بیٹھتے۔ اس میں علماء احناف کے لئے ظاہر دلیل ہے کہ جلسہ استراحتہ عذر کے لئے تھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو صحابہ کرامؓ اور تابعین برابر اس پر عمل جاری رکھتے۔ چنانچہ حنفیہ اور جمہور ائمہ کا یہ مسلک ہے کہ سجدہ سے اٹھنے کے بعد قدموں پر کھڑا ہو جائے استراحتہ کے لئے نہ بیٹھے امام احمدؒ اور امام شافعیؒ جلسہ استراحتہ کے قائل ہیں۔ امام ابن تیمیہؒ نے تو جلسہ استراحتہ کے ترک پر صحابہ کرام کا اجماع نقل کیا ہے۔

قوله حتى يقول القائل قد نسيت صفحہ ۱۱۳/۲۲ رکوع اور سجدہ کو اتار داز کرنا کہ کہنے والا کہہ سکتا تھا کہ آپ بھول گئے یا بھلوا دیئے گئے۔ یہ یا تو بیان جواز کے لئے تھا یا اس وقت کا حکم ہے کہ ساری جماعت اس طوالت کا شوق رکھتی ہو۔ یا نوافل میں طوالت کی اجازت ہے۔ فرائض میں تخفیف کرنا بہتر ہے۔ البتہ امام احمدؒ سے طوالت کا مستحب ہونا منقول ہے۔

قوله اذا رفع رأسه في السجدة الثانية صفحہ ۱۱۴/۴ یعنی شیخ جب دوسرے سجدہ سے سر اٹھاتے تھے تو بیٹھ جاتے اور زمین پر سہارا لے کر پھر کھڑے ہوتے تھے۔ یہاں سے اعتماد کی کیفیت کو بیان کرنا ہے کیونکہ بظاہر حدیث ترجمہ سے مناسبت نہیں رکھتی ترجمہ کیفیت اعتماد کا ہے۔ اور حدیث سے اعتماد ثابت نہیں ہے۔ تو شیخ گنگوہیؒ جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں اذا رفع رأسه سے اعتماد کی کیفیت کو اس طرح بیان کیا ہے کہ سجدہ سے سر اٹھانے کے بعد اور بیٹھ جانے کے بعد زمین پر سہارا اپنے جسم کے کسی حصہ کا نہ لے۔ پس اس طرح حدیث ترجمہ کے موافق ہو جائے گی۔ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک سجدہ سے اٹھتے وقت زمین کا سہارا لینا مستحب ہے احناف کے نزدیک مستحب نہیں ہے۔

باب سنة الجلوس في التشهد

صفحہ ۱۱۴/۱۱

التحیات میں بیٹھنے کا مسنون طریقہ کیا ہے۔ علماء احناف کے نزدیک مطلق افتراش ہے۔ دونوں التحیات میں امام مالک کے نزدیک مطلق تورک ہے۔ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ دونوں کو جمع کرتے ہیں۔ البتہ شوافع کے نزدیک پہلے جلسہ میں افتراش ہے۔ اور جلسہ اخیر میں تورک ہے۔ امام احمدؒ کے نزدیک سب جلسات میں افتراش ہے۔ البتہ جہاں دو تشہد ہیں وہاں دوسرے تشہد میں تورک ہے۔ لیکن احناف کے نزدیک عورت کے ہر تشہد میں تورک سنت ہے۔ یعنی پاؤں نکال کر بیٹھے۔ تو مرد کیلئے دونوں جگہ افتراش ہو کہ بائیں پاؤں پھمادے اور دائیں کو کھڑا رکھے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ حنفیہ کے نزدیک عورت کیلئے بھی مرد کی طرح بیٹھنا مستحب اور مختار ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ بلکہ یہ سہو کا تب ہے اسلئے خود علامہ عینیؒ کا کلام آ رہا ہے جلوس المرأة فهو التورك عندنا وقال النودى جلوس المرأة كجلوس الرجل

یعنی احناف کے نزدیک عورت کے لئے تورک ہے۔ اور نودی فرماتے ہیں کہ عورت کا بیٹھنا مرد کے بیٹھنے کی طرح ہے۔ ہاں میں قطب کنگوی فرماتے ہیں کہ علامہ یعنی کا قول اس وقت صحیح ہو سکتا ہے جب کہ جلسہ الرجل سے وہ جھٹک مراد لی جائے جو اصحاب التورک کہتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک مرد کے لئے بیٹھنا اس طرح ہے جیسے ہمارے نزدیک عورت کے لئے بیٹھنا ہے۔ یعنی تورک کرے۔ حالانکہ احناف کے نزدیک کسی حالت میں مرد کے لئے تورک نہیں ہے۔

قوله وقعد علی مقعدته صفحہ ۲۲/۱۱۳ یعنی سرین پر اس طرح بیٹھے کہ سرین زمین پر ہو۔ اور اپنے بائیں پاؤ پر نہ بیٹھے اس طرح کا بیٹھنا ہمارے نزدیک موٹاپے کے عذر پر محمول ہے۔ اور صاحب عذر کو جس طرح آسانی ہو اس طرح بیٹھنے کی اجازت ہے۔ اور تورک کی بھی کئی صورتیں ہیں ممکن ہے یہ صورت ان میں سے ایک ہو۔

قوله باب التشهد فی الاولى صفحہ ۳/۱۱۵

تشہد پر امام بخاری نے تین باب باندھے ہیں۔ پہلا باب من لم یؤ التمشہد الاول واجبا اس باب سے مقصود یہ ہے کہ تشہد نماز کارکن نہیں ہے۔ جس کے فوت ہونے سے نماز فوت ہو جائے۔ اس کو لم یؤ التمشہد سے ثابت کیا ہے جو پہلے باب کی حدیث میں ہے کہ اس کے بعد آپ نے سجدہ سو کیا ہے جلوس کی طرف واپس نہیں لوٹے۔ البتہ امام احمد کے نزدیک تشہد اولی واجب معنی فرض کے ہے۔ جس کے چھوڑ دینے سے نماز باطل ہو جائے گی۔ امام مالک کے نزدیک سہ مؤکدہ ہے۔ جس کے ترک پر سجدہ سو واجب ہے۔ کیونکہ سنن مؤکدہ کے ترک پر ان کے نزدیک سجدہ سو ہے۔ تشہد ثانی امام احمد اور امام شافعی دونوں کے نزدیک رکن ہے عمد اور سواد دونوں صورتوں میں اس کے ترک کرنے پر نماز باطل ہو گی۔ البتہ امام شافعی کے نزدیک پہلا تشہد اگر کسی عارض کی وجہ سے ترک ہو جائے تو اس کی تلافی سجدہ سو سے ہو جائے گی۔ احناف کے نزدیک پہلا اور دوسرا دونوں تشہد واجب ہیں۔ تو پہلا ترجمہ من لم یؤ الخ ائمہ اربعہ کے موافق ہو گا۔ کیونکہ کوئی بھی ان میں سے پہلے تشہد کو فرض اور رکن نہیں کہتا۔ اب یہ رہ گیا کہ جب رکن نہیں ہے تو اس کا کیا حکم ہے۔ اس کو دوسرے ترجمہ التشہد فی الاولى سے بیان کیا ہے۔ پہلے باب سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سجدہ سو کا ایک مرتبہ ہوتا ہے اس میں تکرار نہیں ہوتا اگرچہ سو میں تکرار ہو خواہ دو واجب ترک ہو جائیں۔ کیونکہ جب تشہد واجب تھا اور قعدہ اولی بھی واجب تھا ان دونوں کے ترک پر سجدہ سو دو کئے ہیں چار نہیں کئے۔ تو معلوم ہوا کہ سو کے تکرار سے سجدہ سو تکرار نہیں ہو گا۔ اگر امام بخاری السجود لا یتکورد بتکوار لیسھو کا باب منعقد کر لیتے تو تکرار باب کا اعتراض نہ ہوتا۔ شیخ کنگوی نے جواب کی عطف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ پہلا باب تو عدم فرضیہ بتلانے کے لئے تھا اور دوسرا باب اس کا حکم بتانے کے لئے ہے۔ کہ جب کوئی نمازی اسے ترک کر دے تو اس کا کیا حکم ہے۔ حکم یہ ہے کہ اس کے ترک پر سجدہ سو واجب ہے۔ اور تیسرا باب التشہد فی الاخرة اس کا بھی کوئی حکم بیان نہیں کیا چونکہ اس کا حکم پہلے تشہد کے خلاف تھا جمہور کے مذہب کے مطابق اس لئے اسے تیسرے ترجمہ سے بیان کیا۔ حکم اس کا ذکر نہیں کیا۔ کہ ان کے نزدیک

اس کا حکم بھی پہلے تشہد کی طرح ہے۔ اور الفاظ تشہد کا ذکر تجدید اور تکمیل فائدہ کیلئے ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک حدیث باب کی وجہ سے سو میں تکرار نہیں ہے۔ جس پر وعلیہ جلوس کے الفاظ دال ہیں کہ آپ نے تشہد اول کو بھی چھوڑا اور جلوس کو بھی چھوڑا لیکن ان کیلئے ایک مرتبہ ہی سو کے دو سجدے کئے۔ البتہ امام اوزاعی کا مذہب ہے کہ سو کے تکرار سے سجدہ میں بھی تکرار ہو گا۔ وہ چار سجدے کے قائل ہیں۔ التشہد فی الاخرۃ کے ترجمہ میں جو حدیث امام بخاری لائے ہیں اس سے ترجمہ ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ روایت میں جو کچھ مذکور ہے وہ اولیٰ اور اور آخرۃ سے مقید نہیں ہے۔ تو ان میں سے کسی ایک کی تعیین نہ کی جائے۔ بلکہ جو جلسہ بھی آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے وہ طویل ہے جس میں کلمات تشہد بھی ہیں۔ دعا بھی ہے سلام بھی ہے۔ دعا ہمیشہ آخر صلوٰۃ میں ہوتی ہے۔ اس اعتبار کے مطابق حدیث ترجمہ کے مطابق ہو جائے گی اپنے بعض طرق کے اعتبار سے۔ کیونکہ بعد کے ایک باب میں اس التحیات کے بعد آ رہا ہے ثم یتخیر من الدعاء اعجبہ الیہ فیدعوا عدم مطابقت کا اعتراض نہیں رہے گا۔ یعنی جو دعا پسندیدہ ہو اس کو اختیار کر کے دعا مانگے۔

باب الدعاء قبل السلام صفحہ ۱۱۵/۱۰

اس مقام پر بھی حدیث باب ترجمہ پر دال نہیں ہے۔ پس شیخ منکوہی فرماتے ہیں کہ لفظ قبل السلام سے دعا کی طرف اشارہ ہے کیونکہ دعا قعدہ اخیرہ میں ہو کرتی ہے۔ روایت کے اندر کسی قعدہ کی تعیین نہیں بلکہ وہ مطلق ہے۔ لیکن لفظ قبل السلام کی وجہ سے اس کو مقید کیا جائے گا۔

قوله وهما واحد صفحہ ۱۱۵/۱۴ یعنی مسح اور مسح دونوں سبوح کی طرح ہیں۔ نام کے اعتبار سے ان میں کوئی فرق نہیں ہے مراد ایک سے عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور دوسرے سے مسح الدجال مراد ہے۔ نیز امام بخاری نے الصلوٰۃ علی النبی ﷺ کا لگ باب نہیں باندھا ظاہر یہ ہے کہ انہوں نے جمہور کا مسلک اختیار کیا ہے جو صلوٰۃ علی النبی ﷺ کے عدم وجوب کے قائل ہیں۔ البتہ اسے سنن صلوٰۃ میں سے شمار کیا جاتا ہے۔

باب من لم یمسح جبہتہ صفحہ ۱۱۵/۲۵

یعنی اگر نماز میں پیشانی پر مٹی لگ جائے تو اسے نہ پونچھا جائے۔ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کے نزدیک مسح جبہ اور عدم مسح دونوں جائز ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے امام بخاری کا مقصد عدم جواز کو بایں معنی ثابت کرنا ہو کہ اس کو اپنے حال پر چھوڑ دینا اولیٰ اور افضل ہے۔ اب پہلی صورت میں مطلب یہ ہو گا کہ باب من لم یو المسح سنتہ جو لوگ پونچھنے کو سنتہ نہیں سمجھتے اور دوسری صورت میں مطلب یہ ہو گا کہ جو لوگ اسے مکروہ نہیں سمجھتے۔ اور روایت سے دونوں مقصد پر استدلال ممکن ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اپنے حال پر چھوڑ دینا اس لئے مختار ہے کہ پیشانی پر مٹی تھوڑی ہوگی جس کا ازالہ نماز کے بعد کیا جاسکتا ہے۔ سجدو علی الانف کی روایت اس کی تائید کرتی ہے۔

بَابُ مَنْ لَمْ يَرُدَّ السَّلَامَ عَلَى الْإِمَامِ
اِذَا كَتَفَى بِتَسْلِيمِ الصَّلَاةِ صَفْحَةً ۱۱۶

ترجمہ۔ جو شخص امام پر سلام کرنے کا ارادہ نہ کرے
محض نماز والے سلام پر اکتفا کرے۔

اس باب سے امام بخاری کی غرض ان لوگوں پر رد کرنا ہے جو تیسرے سلام کے قائل ہیں ایک دائیں دوسرا بائیں تیسرا خاص امام کے لئے ہو۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ یہ باب ان مقتدیوں کے بارے میں ہے جو دو سلاموں کے درمیان تیسرا سلام امام کے لئے ارادہ نہیں کرتے۔ وہ محض نماز والے دو سلاموں پر کفایت کرتے ہیں۔ امام کو خصوصاً اس لئے ذکر کیا کہ جو امام کو چھوڑ جاتا ہے وہ دوسروں کو زیادہ چھوڑنے والا ہوگا۔ اب مطلب یہ ہوا کہ جو شخص اپنے سلام پھیرنے میں کسی پر سلام کرنے کی نیت نہیں کرتا۔ محض لفظ پر اکتفا کرتا ہے نہ اس کی مراد کو سمجھتا ہے اور نہ ہی کسی شخص کو متعین کرتا ہے جس پر وہ سلام کر رہا ہے۔ تو اس کا کیا حکم ہے۔ پس امام بخاری روایت کے مطلق ہونے اور اس میں سلام کو کسی نیت وغیرہ سے مقید نہ کرنے سے ثابت کر رہے ہیں کہ ایسے شخص کی نماز جائز ہے۔ فاسد نہیں ہوگی آیا اس شخص نے کسی سنت یا مستحب کو چھوڑا یا دوسرا معاملہ ہے اس سے اس جگہ کوئی تعرض نہیں ہے۔ واللہ اعلم

قولہ وَاكْتَفَى بِتَسْلِيمِ الصَّلَاةِ اس صورت میں مطلب شاید یہ ہوگا کہ اس نے اپنے اس سلام سے محض نماز سے نکلنے کی نیت کی ہے اس کا اور کوئی مطلب نہیں ہے۔ واللہ اعلم امام مالک کے نزدیک تیسرا سلام امام کے لئے خاص طور پر ہونا چاہیے۔ جمہور ائمہ اس کے خلاف ہیں۔ مولانا محمد حسن کئی نے ایک اور معنی نقل کئے ہیں جو کسی شارح نے ذکر نہیں کئے وہ یہ ہیں کہ جب امام السلام علیکم کے تو مقتدی امام کے لئے وعلیکم السلام کے۔ اور قولہ بتسليم الصلوة کے معنی یہ ہوں گے کہ اب امام کی نیت نہ کرے۔ بلکہ اپنے آپ کو نماز سے فارغ ہونے کی نیت کرے۔ قطب گنگوہی کی تقریر میں یہ تھا کہ السلام علیکم میں امام اور غیر امام جن دنس ملک سب کی نیت کرے جیسا کہ در مختار میں ہے۔ اور نماز سے نکلنے کی نیت کرنا اگرچہ واجب نہیں ہے مستحب ضرور ہے۔ آپ کا ارشاد ہے تحلیلها التسليم کہ سلام کرنے سے نماز سے حلال ہوگا۔

قَوْلُهُ وَكُنْتُ أَعْلَمُ إِذَا أَنْصَرَفُوا بِذَلِكَ إِذَا سَمِعْتَهُ الْخِ صَفْحَةً ۱۱۶ حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں جب صحابہ کرام فرض نماز سے فارغ ہوتے تھے تو ذکر الہی اونچی آواز سے کرتے۔ تو جب یہ ذکر میں سن لیتا تو مجھے اس سے معلوم ہو جاتا کہ یہ لوگ اب نماز سے فارغ ہو گئے ہیں۔ اس مقام پر چند احاث ہیں۔ پہلی بحث یہ ہے کہ امام بخاری نے ترجمہ باندھا ہے باب الذکر بعد الصلوة اس باب سے ان لوگوں پر رد کرنا مقصود ہے جو کہتے ہیں کہ فرائض اور سنن روایت کے درمیان کوئی ورد وظیفہ کرنا مکروہ ہے۔ اور جو روایات اس بارے میں وارد ہوئی ہیں ان کو سنن روایت کے ادا کرنے کے بعد پر محمول کرتے ہیں۔ امام بخاری نے ترجمہ سے اشارہ کیا کہ نماز فرض ادا کرنے کے بعد ذکر کرنا جائز ہے۔ حدیث ابن عباس اس پر دال ہے۔ دوسرے اس طرف بھی اشارہ کیا کہ مطلق ذکر مراد ہے بالخصوص تکبیر مراد نہیں۔ باب کی دوسری روایت میں اگرچہ تکبیر کا لفظ موجود ہے مگر وہ بطور تمثیل کے ہے

مراد مطلق ذکر ہے ترجمہ اس پر دال ہے۔ دوسری بحث یہ ہے کہ امام مختاریؒ نے حدیث ابن عباسؓ کو دو وجہ سے بیان کیا ہے۔ ایک میں ذکر کا لفظ ہے دوسری میں تکبیر کا لفظ ہے۔ جس سے اشارہ کیا ہے کہ یہ حدیث ایک ہے۔ اور تکبیر کا لفظ بطور تمثیل کے ہے۔ مراد اس سے مطلق ذکر ہے۔ تیسری بحث یہ ہے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک امام اور مقتدی دونوں کے لئے ذکر بالہجر جائز نہیں ہے۔ البتہ تعلیم کے لئے ہو تو جائز ہے۔ بعض سلفؒ نے فرض نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنے کو مستحب قرار دیا ہے۔ چوتھی بحث یہ ہے کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ عموماً جماعت کی نماز میں حاضر نہیں ہوتے تھے۔ بعض حضرات نے جواب دیا کہ وہ عیاش کی وجہ سے حاضر نہیں ہوتے تھے شیخ گنگوہیؒ اس کا جواب دے رہے ہیں کہ اپنی بعض مصروفیات کی وجہ سے ان کو مسجد میں حاضر ہونے کا اتفاق نہیں ہوتا تھا ورنہ ہمیشہ کیلئے مسجد میں حاضر نہ ہونا بعید ہے۔ خواہ وہ قریب البلوغ ہوں یا اس سے کم عمر ہوں۔ کیونکہ اس زمانہ میں سات سال کے بچوں کو نماز پڑھنے کا حکم دیا جاتا تھا۔ دس سال کے بچے نماز پڑھتے تو ان کی پٹائی کی جاتی تھی۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ بچے ہونے کی وجہ سے پچھلی صفوں میں ہوتے تھے سلام ان کو سنائی نہیں دیتا تھا۔ البتہ جب تکبیر اللہ اکبر اونچی آواز سے کسی جاتی تو سن لیتے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ ایام تشریق کا واقعہ ہو۔ جب کہ تکبیرات تشریق بلند آواز سے پڑھی جاتی ہیں۔ بات یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ ہجرت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے ہیں توجہ الوداع میں ان کی عمر چودہ سال ہوگی۔

قَوْلُهُ فَقَالَ تَقُولُ سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ الخ صفحہ ۲۷/۱۱۶ احتمال یہ ہے کہ تینتیس ۳۳ سال کا

مجموعہ تمامی کے لئے ہو۔ اس طرح ہر کلمہ کو گیارہ مرتبہ کہنا ہوگا۔ لیکن قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ان کو قول میں جمع کرو کہ ان سب کو اکٹھے شروع کرو اور اٹھٹھ ہی ختم کرو۔ اس طرح ننانوے ہو جائیں گے۔ اور آخر میں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہہ کر اسے سو ۱۰۰ بنا لو۔ چونکہ روایت میں جو کچھ ذکر ہے وہ مطلق ہے۔ لہذا تینوں کو الگ الگ اور جمع کرنے کی گنجائش ہے۔ لیکن چونکہ عام تعامل افراد کا ہے کہ ہر ایک کلمہ کو تینتیس ۳۳ مرتبہ الگ الگ کہا جاتا ہے اس لئے یہی مختار ہو گا۔ اور حدیث کے الفاظ کے یہی موافق ہے۔ کیونکہ جہاں ان تسیبحات کو تفریق سے بیان کیا ہے۔ وہاں الفاظ ہیں مَنْ سَبَّحَ اللَّهَ فَلَهُ ثَلَاثًا وَقَلْبَيْنِ الخ بنا میں ظاہر حدیث کے مطابق ہر کلمہ کو تینتیس ۳۳ مرتبہ مستقل طور پر کہا جائے۔ دوسری بحث یہ ہے کہ ان روایات میں جو عدد وارد ہوا ہے آیا ثواب ان کے ساتھ مختص ہے یا زیادتی پر بھی ثواب حاصل ہو گا۔ ابن عابدین فرماتے ہیں کہ زیادتی مکروہ ہے۔ بلکہ اس کو بے ادنیٰ شمار کیا گیا ہے۔ تیسری بحث فقیر صابر کی غنی شاکر پر فضیلت ہے۔ مختار یہ ہے کہ فقر جو صبر کے ساتھ ہو وہ غنی سے افضل ہے۔ اور ذکر اللہ انفاق فی سبیل اللہ سے افضل ہے۔ کیونکہ وہ افضل الاعمال ہے۔

قَوْلُهُ قَالَ الْمُحْسِنُ جَدِ غَنِي الخ صفحہ ۴/۱۱۷ وقف کی حالت میں اگر جد کی دال ساکن ہے تو غنی مبتدا محذوف

کی خبر ہوگی معنی یہ ہوں گے کہ جد سے مراد غنی ہے۔ اگر جد پر توین ہو تو مبتدا اور غنی خبر ہے۔ اور تیسری صورت یہ ہے کہ

ادنی ملاتہ کی وجہ سے دال کی مدلول کی طرف اضافہ ہو۔ یعنی جد غنی یعنی وہ بخت جس کے معنی غنی کے ہیں۔ جد کے معنی عظمت غنا بخت کے آتے ہیں۔

ترجمہ۔ امام جب نماز سے فارغ ہونے کا سلام پھیرے تو اسے لوگوں کی طرف من کر کے بیٹھنا چاہیے۔

بَابُ يَسْتَقْبِلُ الْإِمَامُ النَّاسَ إِذَا سَلَّمَ صَفْحَةَ ۱۱ / ۱۷۹

ترجمہ کی غرض اگر جواز ثابت کرنا ہے پھر کوئی حرج نہیں۔ اگر اس پر بیٹھنے کی یا اس کا سنت ہونا ثابت کرنا ہے تو اگرچہ وہ صحیح ہے لیکن اس جگہ مقصود نہیں ہے۔ یہ مسلسل چار تراجم ہیں۔ جن کا تعلق صرف ایک مسئلہ سے ہے۔ وہ مسئلہ نماز کے بعد بیٹھنے کا ہے۔ اس سے پہلے ترجمہ سے اس کے جواز کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ دائیں اور بائیں بیٹھنے کا ثبوت بھی ہے۔ دوسرا ترجمہ مکث الامام فی مصلیٰ الخ ہے اس سے اشارہ کرنا کہ استقبال الی الناس واجب نہیں ہے۔ اگر اپنی جگہ پر بیٹھا ہے تو جائز ہے۔ خواہ اس کے بعد دعائے یا نماز سنت پڑھے تیسرے باب من صلیٰ فذکر حاجتہ ہے کہ امام کا اپنی جگہ پر بیٹھنا بھی واجب نہیں۔ اگر اسے اپنی کوئی ضرورت یاد آجائے تو فوری طور پر ضرورت بھی پور کر سکتا ہے۔ اور چوتھا باب الافتتال اور الانصراف ہے یہ بھی جلو س بعد الصلوٰۃ پر محمول ہے۔ خواہ دائیں طرف منہ کر کے بیٹھے یا بائیں طرف رخ کرے۔ اور انصراف کے لفظ سے اشارہ کیا ہے کہ افتتال اور انصراف سے مراد انحراف ہے یعنی پھر کر بیٹھا۔

بَابُ مَكَثِ الْإِمَامِ فِي مَصَلَاةٍ بَعْدَ الصَّلَاةِ صَفْحَةَ ۱۱ / ۱۷۹

اس ترجمہ کا مقصد یہ ہے کہ فرض کی جگہ پر اگر نفل پڑھے جائیں تو جائز ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور اس بارے میں جو نئی وارد ہے وہ نئی تنزیہ اور ادب کے لئے ہے۔ بایں ہمہ اگر کوئی شخص اسی جگہ سنن اور نوافل پڑھے تو اس کی نماز جائز اور صحیح ہوگی۔ روایت کی اس مدعی پر دلالت واضح ہے۔ لا ینتویع الامام فی مکانہ کے متعلق امام حاری نے فرمادیا کہ یہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ جب تک عورتیں اپنے گھروں کو نہ چلی جائیں آنحضرت ﷺ اسی جگہ بیٹھے رہتے۔

قولہ من صلیٰ بالناس فذکر حاجتہ فتخطاھم صفحہ ۱۱ / ۲۴ جو شخص لوگوں کو نماز پڑھائے پھر اسے کوئی اپنی

ضرورت یاد آجائے تو وہ لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر جاسکتا ہے۔ یہ تیسرا باب ہے کہ امام کسی ضرورت کی بنا پر مسجد سے جلدی خارج ہو سکتا ہے۔ خواہ اسے تخطی رقاب یعنی لوگوں کی گردنیں پھلانگنی پڑیں۔ مولانا گنجی کی تقریر میں ہے مکث فی مصلیٰ واجب نہیں بلکہ مستحب ہے اور تخطی رقاب مطلق نہیں بلکہ لوگوں کی رضامندی کے ساتھ عقیدہ ہے۔ چنانچہ شیخ گنگوہی فرماتے ہیں کہ ایک تو امام حاری نے اس ترجمہ سے یہ ثلث کیا کہ تخطی رقاب کی نئی جمعہ اور غیر جمعہ میں مدد ہے۔ دوسری نئی تب ہے جب کہ اس کے بغیر چارہ ہو اور ضرورت بھی نہ ہو۔ اگر کوئی ضرورت ہے اور تخطی رقاب کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے تو پھر ممانعت نہیں ہے۔

قوله ما یزای ان حقا علیہ ان لا ینصرف الخ صفحہ ۱۱۸/۴ یہ جو تھا باب ہے جس سے انصراف عن الیمین والشمال ثابت کیا ہے۔ حقا علیہ نکرہ مخصوصہ ان کا اسم ہے۔ اور ان لا ینصرف الخ اس کی خبر ہے۔ باقی اقوال اعراب میں تکلف ہے۔

قوله خضرات من بقول صفحہ ۱۱۸/۱۳ کلمہ من بیان یہ جمع یہ ہو سکتا ہے۔ ہمارے میں خضرات بقول سے اخض ہوگی۔ کیونکہ خضرات وہ ترکیبی ہے جس میں سبزی ہو۔ تو اب اضافہ صحیح ہوگی۔ حضرت امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ تمام بقول میں زکوٰۃ ہے۔ سوائے سرکنڈے گھاس اور سوختی لکڑی کے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ لفظ بقول اخضر اور غیر اخضر سب کو شامل ہے۔ صفوۃ الصلوٰۃ کے آخر میں بطور مسائل شتی کے مؤلف نے ان ابواب کو ذکر کیا ہے۔

قوله فلا ادری ہو من قول الزہری الخ صفحہ ۱۱۸/۱۶ مقصد یہ ہے کہ مجھے معلوم نہیں کہ کیا یہ اسناد مذکور کے ساتھ منجملہ حدیث کے ہوگا۔ یعنی حضرت جابر کا قول ہوگا یا یہ اس سند کے ساتھ نہیں ہے۔ تو پھر نہ حضرت جابر کا قول ہوگا اور نہ ہی وہ اس حدیث میں داخل ہوگا۔ بلکہ امام زہری کے کلام میں سے ہوگا۔ اگرچہ امام زہری تک صحابہ اور تابعین کے واسطے سے پہنچا ہوگا۔ بہر حال اس مقام پر یہ اس کے کلام میں سے ہے حدیث کا کراؤ نہیں ہے۔ گویا کہ امام زہری نے اسے جناب رسول اللہ ﷺ سے مرسل نقل کیا ہے ہمارے امام بخاری کو تردد ہوگا کہ یہ حدیث موصول ہے یا مرسل ہے۔

باب وضوء الصبیان صفحہ ۱۱۸/۱۹

یعنی بچوں کا وضوء کرنا ثابت ہے اور سنت ہے۔ اگرچہ بچوں پر وضوء واجب نہیں ہے۔ جس کی دلیل حضرت ابن عباس کا یہ قول ہے کہ قُمْتُ وَتَوَضَّأْتُ الخ کہ میں نیند سے اٹھا اور آپ کی طرح وضوء کیا۔ واجب اس لئے نہیں کہ اس کے ترک پر عتاب وہ عتاب نہیں ہے۔ البتہ چہ اگر وضوء کر کے نماز پڑھے گا تو اس کو ثواب حاصل ہوگا۔ امام بخاری نے کوئی حکم بیان نہیں فرمایا۔ اس طرح یہ قول بھی دلیل ہے کہ متی یجب علیہم الغسل والطہور کہ بچوں پر غسل اور وضوء واجب ہوتا ہے۔ اس کی دلیل و قولہ علی کل محتلم ہے یعنی ہر بالغ پر غسل اور وضوء واجب ہے۔ اور قولہ حضور ہم الجماعة والعیدین والجنائز یعنی بچوں کا جماعت عیدین اور جناز میں حاضر ہونا تک واجب ہوگا۔ اس عبارت سے امام بخاری نے اس وہم کا دفیہ کیا کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے اپنی مساجد کو بچوں اور پاگلوں سے الگ رکھو جس سے معلوم ہوتا تھا کہ بچوں کا مساجد میں اور عید گاہ جنازہ گاہ وغیرہ میں داخل ہونا جائز ہوگا۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ جب بچوں کے پیشاب اور پاخانہ سے بے خوفی ہو تو ان کے مسجد میں حاضر ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے اس کی دلیل باب کی پہلی۔ چوتھی پانچویں اور چھٹی روایت ہے۔ جن میں ادنیٰ فکر سے جواز واضح ہو جاتا ہے۔ مؤلف نے اس باب میں سات احادیث ذکر فرمائی ہیں۔ جن کی مطابقت اجزاء ترجمہ سے غور و فکر سے ثابت ہوتی ہے۔

قوله و صفوفهم یعنی بچوں کی صفیں کیسے ہوں۔ اس کی دلیل قولہ **صَفَّفْتُ عَلَيْكَ اَنَا وَالْيَتِيمَ** کہ میں نے اور یتیم نے صف باندھی۔ حنفیہ کے نزدیک پہلے مردوں کی صف ہو۔ بعد ازاں بچوں کی۔ سب سے آخر میں عورتوں کی صف ہو۔ شیخ کنگوہی نے کیف صفوفہم کہہ کر اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے کہ آیا بچوں کی صف مستقل ہو یا مردوں کی صف میں داخل ہو۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ ہر دو آدمیوں کے درمیان ایک بچہ کھڑا ہو تاکہ ان سے نماز سیکھ سکے۔ جمہور اس کے خلاف ہیں۔

قوله لو لا مکانی منه صفحہ ۱۶۷/۱۱۹ یعنی جناب رسول اللہ ﷺ کے نزدیک میرا مرتبہ نہ ہوتا تو میں چھوٹا ہونے کی وجہ سے نماز عید میں حاضر نہ ہوتا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عموماً مساجد و عیدین میں حاضر نہیں ہوتے تھے کبھی کبھار حاضر ہوتی تھی جب کہ بچہ متمیز ہو نماز وغیرہ کی تمیز رکھتا ہو۔

ترجمہ عورتوں کا رات اور اندھیرے میں
مساجد کی طرف جانا۔

**بَابُ خُرُوجِ النِّسَاءِ إِلَى الْمَسَاجِدِ
بِاللَّيْلِ وَالْغَلَسِ** صفحہ ۱۸۱/۱۱۹

باب سے معلوم ہوا کہ عورتوں کا مساجد کی طرف جانا تب جائز ہے جبکہ فتنہ کا خدشہ نہ ہو۔ ہاں میں لیل اور غلس کی قید لگائی جو عدم فتنہ کا سبب بنتے ہیں پس رات اور اندھیرا فتنے کا سبب ہے۔ جیسے ہمارے زمانہ میں اس کا مشاہدہ ہے۔ تو عورتوں کا رات اور اندھیرے میں جانا بھی ممنوع ہوگا۔ امام بخاری اس باب میں چھ احادیث لائے ہیں۔ بعض زمان سے مطلق ہیں۔ بعض میں لیل اور غلس کی قید ہے۔ تو مطلق کو ترجمہ میں مفید پر محمول کیا جائے گا۔ اس لئے فقہائے اس کی تفصیل بیان کی ہے۔

قوله ولا یصلیٰ یومئذ الا بالمدينة صفحہ ۲۱/۱۱۹ ان دنوں مدینہ کے سوا اور کہیں نماز نہیں پڑھی جاتی تھی یہ حصر اضافی ہے اطراف مدینہ اور اس کے نواحی علاقہ کے اعتبار سے ہے ورنہ ان دنوں مکہ اور حبشہ میں بھی نماز عشاء پڑھی جاتی تھی تو حصر اضافی ہوا حقیقی نہ ہوا۔ تو غیر کم سے غیر المسلمین مراد ہوگا۔

قوله اذا ستأذنکم نساء کم باللیل الى المسجد صفحہ ۲۳/۱۱۹ اس میں بھی اشارہ ہے کہ عورتوں کا مساجد کی طرف جانا اس کی اجازت مشروط ہے کہ جب فتنہ کا خوف نہ ہو۔ اگر دن یا رات کسی وقت فتنہ کا خدشہ ہو جیسے ہمارے زمانہ میں مشاہدہ ہے تو پھر کسی صورت اجازت نہیں ہے۔ دوسری بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ عورت مرد کے گھر سے بغیر اجازت باہر نہ نکلے استاذن کے الفاظ اس پر دال ہیں۔

باب صلوة النساء خلف الرجال صفحہ ۶/۱۲۰

اس ترجمہ کی غرض یہ ہے کہ عورتوں کا مقام مردوں کے مقام کے پیچھے ہے اور روایت کی دلالت ترجمہ پر لفظ قبل ان یدر کہن سے ہے۔ کیونکہ عورتوں کا پھر نام مردوں کے پالینے سے پہلے اسی صورت ممکن ہو سکتا ہے جب کہ عورتیں مردوں کے پیچھے ہوں۔ کیونکہ اگر وہ عورتیں آگے ہوں یا درمیان میں ہوں تو ان کو پالینے کا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ تو ان میں موجود ہیں۔ امام بخاری اس باب میں دو احادیث لائے ہیں۔ حضرت انسؓ کی روایت میں ہے ام سلیم خلفنا یہ صریح دلیل ہے۔

باب سرعة انصراف النساء وقلة مقامهنّ في المسجد صفحہ ۱۲۰/۱۲

امام بخاری نے اس ترجمہ سے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں ہے خیر صفوف النساء آخرها وشرها اولها کہ عورتوں کی بہتر صف آخری ہے۔ اور بدترین پہلی صف ہے جو مردوں سے ملتی ہے۔ اس سے بھی اشارہ ہے کہ فتنہ کے وقت عورتوں کو مسجد جانے سے روک دینا چاہیے کیونکہ جو عورت آخری صف میں ہوگی وہ جلدی نکلنے والی ہوگی۔ فتنہ سے بچ جائے گی۔ یاد رہے کہ حج اور عمرہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں حرمین میں جانے کی اجازت ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کِتَابُ الْجُمُعَةِ

باب فرض الجمعة

لَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی اِذَا نُوذِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ الْخ اس پر توافق ہے کہ اسلام سے پہلے اس دن کا نام عروبہ تھا۔ جمعہ کی وجہ تسمیہ میں کئی اقوال ہیں۔ امام بخاری نے جمعہ کی فرضیت کو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ثابت کیا ہے۔ فَاسْعُوا اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ الْآیة۔ وقت فرضیت کیا ہے اکثر حضرات اس پر ہیں کہ اس کی فرضیت مدینہ میں ہوئی۔ بعض نے مکہ معظمہ بھی کہا ہے۔ بہر حال پہلا جمعہ آپ نے مدینہ منورہ میں بنی سالم کے اندر ادا کیا ہے۔ فَاسْعُوا سَمٰی کے مشہور معنی تو دوڑنے کے ہیں لیکن اس جگہ سعی سے مراد چلنا

اور عمل کرتا ہے۔ اور ذکر سے مراد نماز جمعہ اور خطبہ جمعہ دونوں ہیں۔ یا صرف خطبہ مراد ہے۔ تو نماز کا ثبوت دلالۃ النص سے ہوگا کیونکہ وہ تو اہم العبادات ہے۔ دوڑ کر نماز کی طرف جانا ممنوع ہے اس لئے سعی کے معنی ذہاب کے کئے ہیں تاکہ دوڑ کا وہم نہ ہو۔

قولہ نحن الاخرون الخ صفحہ ۲۰/۱۲۰ یعنی ہم زمانہ کے اعتبار سے آخر میں ہیں۔ اور قیامت کے دن جنت میں داخلہ کے اعتبار سے سابقون ہوں گے۔ اور پہلے لوگوں کو یہ جزئی فضیلت ہوئی کہ انہیں ہم سے پہلے کتاب دی گئی۔ لفظ بید بمعنی علی کے ہے یا مع کے معنی میں ہے۔ غیر کے معنی میں لینا بھڑکارا گیا ہے۔

قولہ یوم مہم الذی فرض علیہم صفحہ ۲۱/۱۲۰ پس کہا جاتا ہے کہ جمعہ ہفتہ اتوار تین دنوں میں سے ایک کی تعیین ان کے سپرد کی گئی تھی۔ اور بعض کا کہنا ہے کہ سات دنوں میں سے کسی ایک کی تعیین ان کے سپرد ہوئی۔ یہود نے ہفتہ کے دن کو اور نصاریٰ نے اتوار کے دن کو مقرر کیا۔ مسلمانوں کے حصہ میں جمعہ کا دن آیا۔ جس کی تعظیم ان پر فرض کی گئی۔

باب فضل الغسل یوم الجمعة صفحہ ۲۳/۱۲۰

مقصود یہ ہے کہ اس باب میں ذکر کیا گیا کہ جمعہ کے دن کا غسل کرنا افضل ہے۔

اما قولہ هل علی الصبی الخ کہ بچے پر جمعہ کے دن کا حاضر ہونا۔ اس پر قولہ کل محتلم دال ہے کہ اس پر جمعہ کی حاضری واجب نہیں اور نہ ہی غسل واجب ہے۔ ویسے اہل ظواہر کے نزدیک جمعہ کے دن کا غسل واجب ہے۔ ائمہ اربعہ کے نزدیک سنت ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عورتوں پر غسل یوم الجمعہ نہیں ہے۔ کہ اس کا وجوب جن کے نزدیک ہے وہ ان پر ہے جن پر جمعہ کی حاضری واجب ہے۔ عورتوں پر نماز جمعہ کی حاضری واجب نہیں تو غسل بھی ان پر واجب نہیں ہوگا۔ تو مسئلہ اختلافی ہوا کہ جو لوگ غسل یوم الجمعہ کے قائل ہیں ان کے نزدیک جمعہ کے دن اول حصہ میں نہ لینا چاہیے۔ اور جو لوگ صلوٰۃ جمعہ کے لئے غسل کا قول کرتے ہیں ان کے نزدیک بچوں اور عورتوں پر غسل واجب نہیں ہوگا۔ اس طرح غسل تین ہو گئے۔ ساتویں دن کا غسل یوم جمعہ کا غسل اور صلوٰۃ جمعہ کے لئے غسل کرنا۔

قولہ اما الاستنان والطیب واللہ اعلم الخ صفحہ ۵/۱۲۱ امام بخاری فرماتے ہیں کہ خبر مقدم یعنی لفظ واجب دلالت کرتا ہے کہ تینوں کا وجوب ہو۔ غسل کرنا۔ مسواک کرنا۔ اور خوشبو لگانا۔ لیکن جناب رسول اللہ ﷺ نے غسل کو علیحدہ ذکر فرمایا۔ اور باقی کو ایک خبر میں شریک نہیں فرمایا۔ بلکہ خوشبو لگانے کو وجدان سے مطلق کیا کہ اگر مل جائے تو خوشبو استعمال کرے۔ یہ دونوں امر دال ہیں کہ ان دونوں کو خبر وہ نہیں ہے جو غسل کی ہے بلکہ ان کی خبر کچھ اور ہے تو عبارت یوں بنے گی کہ مسواک کرنا۔ اگر خوشبو مل جائے تو اس کا استعمال کرنا افضل ہے۔ بلکہ ان کا وجوب ثابت نہیں ہوگا۔ علامہ قرطبی نے اس سے ثابت کیا ہے کہ جب یہ دونوں واجب نہیں

اس پر سب کا اتفاق ہے تو غسل بھی واجب نہیں ہوگا۔ کیونکہ تقدیر عبارت یوں ہوگی الغسل واجب والایستنان والطیب کذلک جب بالاتفاق یہ دونوں واجب نہیں تو غسل برم الجمعة بھی واجب نہیں ہوگا۔ البتہ امام مالک و جوب غسل کے قائل ہیں۔ اکثر فقہاء قائل نہیں ہیں۔

قوله ولم یستم ابو بکر ھکذا امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ محمد بن المنکدر کی کثیت اگرچہ ابو بکر ہے وہ اپنے نام سے مشہور ہیں کثیت سے نہیں۔ البتہ ان کے بھائی ابو بکر حدیث باب کے راوی ہیں وہ کثیت سے مشہور ہیں نام سے نہیں پس ان دونوں بھائیوں کی کثیت ابو بکر ہوئی۔ راوی حدیث باب کا نام معلوم نہ ہو سکا۔ البتہ ابو بکر ثانی کا نام محمد ہے۔ ان کی دوسری کثیت ابو عبد اللہ ہے اور یہ محمد صحاح ستہ کے رواۃ میں مشہور ہیں۔

قوله غسل الجنابة صفحہ ۹/۱۲۱ یعنی غسل الجنابة لیکن یہ تشبیہ کیفیت میں ہے حکم میں نہیں ہے۔ یہی اکثر علماء کا قول ہے اور بعض فرماتے ہیں کہ اس سے اشارہ ہے کہ جمعہ کے دن جماع کرے تاکہ فارغ ہو کر نماز کے لئے جائے اس طرح عورت بھی غسل کرے گی۔

قوله فلبستھا یوم الجمعة صفحہ ۲۷/۱۲۱ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اس حلہ کو آپ جمعہ کے دن پہنا کریں۔ آپ نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔ تو حضرت عمرؓ کے قول کی تقریر و تائید ہو گئی۔ البتہ اس کے ریشمی ہونے پر آپ نے انکار فرمایا۔ بہر حال معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن اچھے کپڑے پہننا اس کی خصوصیت میں کوئی حرج نہیں۔ پھر بعض روایات میں حلہ کا لفظ وارد ہے۔ اور بعض میں جبہ کا ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ وہ جبہ تھا جو چھ سارے بدن کو ڈھانپ لیتا ہے۔ اس پر حلہ کا اطلاق مجازاً ہے۔ کیونکہ جبہ حلہ کا کام بھی دیتا ہے۔ اس لئے کہ جبہ ٹخنوں تک ہوتا ہے۔ یا آدھی پنڈلیوں تک ہوتا ہے۔ تو وہ حلہ سے بھی کفایت کرے گا۔ حلہ تو چادر اور لنگی پر مشتمل ہوتا ہے۔ جس سے بدن بھی چھپتا ہے گرمی اور سردی بھی دور ہوتی ہے۔ زیب و زینت بھی حلہ سے حاصل ہوتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے حلہ کے ریشمی ہونے کی بنا پر انکار کیا اور نہ حضرت عمرؓ کے قول سے اشارہ ہے کہ جمعہ کے دن اچھے کپڑے پہننا ان کا معمول تھا۔ اور جمعہ کے دن زیب و زینت کے اصل پر آپ نے انکار نہیں فرمایا۔ اور وفد کے لئے پہننا اس سے مجموعوں میں اچھا کپڑا پہننے کا جواز معلوم ہوا۔ اگر اور کوئی مانع نہ ہو۔ تو یہ ریاہ نہیں ہوگا۔

قوله یشوص فاه بالسواک صفحہ ۶/۱۲۲ آنحضرتؐ جب رات کو تہجد کیلئے اٹھتے تو پہلے منہ مبارک پر مسواک کرتے تھے معلوم ہوا کہ غفلت اور سستی کو دور کرنے کیلئے رطوبات کو زائل کرنا نفع دینے والا ہے۔ تو بہتر ہے کہ اسے جمعہ کے وضو میں لایا جائے کیونکہ یہ تو اہم اجتماع ہے۔ اسحاق بن راہویہؒ کے سوا باقی سب حضرات کے نزدیک مسواک کرنا سنن وضو میں سے ہے امام بخاری نے حدیث باب سے ثابت کیا کہ اتنے اہتمام کے باوجود جب مسواک کرنا تہجد کے لئے واجب نہیں تو جمعہ کے لئے بھی واجب نہ ہوگا۔

بَابُ مَنْ تَسَوَّكَ بِسَوَاكٍ غَيْرِهِ

ترجمہ۔ دوسرے کے مسواک کو استعمال کرنا

کیسا ہے۔

صفحہ ۸/۱۲۲

حدیث باب سے امام بخاری نے اشارہ کیا کہ مسواک کرنا نہ چھوڑا جائے حتیٰ کہ اگر دوسرے کے مسواک کو بھی استعمال کرنا پڑے تو مسواک کرے۔ بھر طیکہ دوسرے کی اجازت ہو۔ اگرچہ وہ اجازت دلالت ہو صراحت نہ ہو۔ حضرت عائشہؓ خود مسواک چبا کر دیتی تھیں اور حضرت عبدالرحمنؓ سے مانگ کر آنحضرت ﷺ سے استعمال کرائی۔

بَابُ الْجُمُعَةِ فِي الْقَرْيَةِ وَالْمَدِينِ

ترجمہ۔ بستوں اور شہروں میں جمعہ ادا کرنا کیسا ہے

صفحہ ۱۳/۱۲۲

امام بخاری نے اختلاف کی وجہ سے کوئی حکم بیان نہیں کیا۔ اور باب میں ایسی احادیث لائے ہیں جو فریقین میں سے ہر ایک کا مستدل بن سکتی ہیں۔ ائمہ اربعہ کے نزدیک ہر بستی اور آبادی میں جمعہ جائز نہیں۔ قیام جمعہ کے لئے کچھ شرائط ہیں جو مطولات میں درج ہیں۔ احناف کے نزدیک مصر جامع شرط ہے۔ کیونکہ جناب نبی اکرم ﷺ نے مدینہ کے ارد گرد دیہات والوں اور اہل عوالمی کو جمعہ قائم کرنے کا حکم نہیں دیا۔ حالانکہ نماز جمعہ تو مکہ معظمہ میں فرض ہو چکی تھی۔ معلوم ہوا کہ اہل بوادی پر جمعہ واجب نہیں اگر وہ جمعہ قائم کریں گے تو ان کیلئے کافی نہیں ہوگا۔ ائمہ ثلاثہ کا استدلال قریہ جو اٹھ کے اندر جمعہ کے قیام سے تب صحیح ہو سکتا ہے جبکہ وہ یہ ثابت کر دیں کہ جو اٹھ کا قلعہ بستی نہیں تھا بلکہ وہ تو شہر تھا۔ جس میں کثرت سے تجارت آتے جاتے تھے۔ اور احناف کے مدعی پر حضرت عائشہؓ کی یہ حدیث بھی دال ہے كان الناس يتنابون الجمعة الخ اگر جمعہ ہر مسلمان پر واجب تھا تو پھر نوبت دعوت آنے کے کیا معنی ہوں گے تیسری دلیل احناف کی یہ ہے کہ یہ بھی ثابت ہے کہ سب کے سب مسلمان شہری۔ دیہاتی اپنی اپنی جگہ پر جمعہ قائم نہیں کرتے تھے۔ یہ دلیل ہے کہ جمعہ سب پر واجب نہیں تھا۔ ورنہ قبائل عرب مدینہ کے جوانب میں جمعہ قائم کرتے۔ اور نہ ہی آپ نے ان کو قیام جمعہ کا حکم دیا۔ اور شیخ گنگوہی نے طلبہ کی سہولت کے لئے بتلادیا کہ قریہ کبیرہ جس کو ہماری زبان میں قصبہ کہا جاتا ہے اس میں پانچ ہزار کی آبادی ہو مسلمان۔ کافر۔ عورتیں۔ اور بچے سب شامل ہیں لیکن یہ قریہ جامعہ کی تعریف نہیں ہے۔ دراصل شیخ نے اس کو عرف پر چھوڑا ہے جس کو لوگ شہر کہیں وہاں جمعہ جائز ہے۔

قولہ ورزق عامل الخ صفحہ ۱۹/۱۲۲ یعنی جب رزق ابلہ کے امیر تھے تو وہ وادی القریٰ میں سکونت پذیر ہوئے

جہاں وہ کھیتی باڑی کا کام کرتے تھے۔ اور اس میں ان کے ہمراہ سوڈانیوں وغیرہ کی ایک جماعت ہوتی تھی۔ تو انہوں نے امام زہری سے وادی القریٰ میں جمعہ قائم کرنے کے بارے میں دریافت کیا جنہوں نے انہیں جمعہ قائم کرنے کی اجازت دے دی۔ اس سے بھی

یہ لازم نہیں آتا کہ وادی القریٰ بستی تھی یا میدان تھا یا جنگل ویرانہ تھا۔ بلکہ اس کے برعکس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں سوڈانیوں وغیرہ کی جماعت تھی۔ اور جماعت کی سکونت گھروں اور حویلیوں میں ہوتی ہے۔ یہ شہر ہوانہ کہ بستی اگر بستی ہونا بھی تسلیم کر لیا جائے تو شاید یہ ایلتہ کے مضافات میں سے ہو۔ عمال ایلتہ کے اس میں کھیتی باڑی کرنے سے یہی ظاہر ہوتا ہے۔ اگر فنا مصر نہ ہونا تسلیم بھی کر لیا جائے۔ تو پھر یہ امام زہریؒ کا اجتہاد ہے جس کا امام ابو حنیفہؒ کو تسلیم کرنا ضروری نہیں ہے۔ روایت الاکلکم داع اس روایت میں جمعہ کے وجوب اور عدم وجوب سے کوئی بحث نہیں جیہ تک وجوب ثابت نہ ہو اس کی رعایت کیسے لازم ہوگی۔ امام زہریؒ تابعی ہیں تابعی کا قول تابعی پر کیسے حجت ہو سکتا ہے۔

قوله من جاء منكم الجمعة فليغتسل الخ صفحہ ۱۲۲/۲۷ تم میں سے جو شخص بھی جمعہ کے لئے آئے تو اسے غسل کرنا چاہیے۔ امام حنابلی نے ان احادیث پر لفظ استفہام سے ترجمہ قائم کیا ہے جو اختلاف کی طرف اشارہ ہے جو لوگ مفہوم مخالف کے قائل ہیں ان کے نزدیک احادیث کی ترجمہ پر دلالت ظاہر ہے۔ اور قولہ واجب علی کل محتلم پر ان کی دلیل ہے۔ لیکن جو لوگ مثلاً احناف مفہوم مخالف کے قائل نہیں۔ ان کے نزدیک یہ آثار عدم وجوب پر دال ہیں۔ کیونکہ جب غسل کا امر کل کو شامل نہیں تو اب مضاف الیہ محکم رہ گیا۔ تو عدم نص کی وجہ سے وجوب ثابت نہیں ہوگا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ نص عدم وجوب پر دلالت کرتی ہے۔

هل علی من لا یشہد الجمعة غسل من النساء والصبیان وغیرہم۔ مولانا کئی فرماتے ہیں اس باب سے غرض امام حنابلیؒ کی یہ ثابت کرنا ہے کہ غسل صلوٰۃ جمعہ کے لئے ہے یوم الجمعہ کے لئے نہیں ہے۔ عورتوں اور بچوں پر غسل واجب نہیں۔ اگرچہ وہ جمعہ میں حاضر ہوں کیونکہ بچے امر کے مخاطب نہیں۔ عورتیں الگ جمعہ قائم کر سکتی ہیں البتہ راتحہ کربسہ کو زائل کرنا ان کے لئے باقی رہ جائے گا۔ اس کے لئے یہ لوگ غسل کر سکتے ہیں۔ نماز جمعہ کا غسل ان پر واجب نہیں ہے۔

قوله فی کل سبعة ايام یوما صفحہ ۱۲۳/۵ اس حدیث کو اس باب میں لانے کا مقصد یہ ہے کہ یوما سے مراد یوم الجمعہ ہے۔ کیونکہ وہی یوم عبادت ہے ہر دن مراد نہیں۔ تو غسل فی یوم الجمعہ ثابت ہوگا کہ وہ ہر بالغ مسلمان پر ہے۔

قوله یمتنعہ قول رسول اللہ ﷺ صفحہ ۱۱/۱۲۳ حضرت عمرؓ کی بیوی عاتکہؓ مسجد نبویؐ میں صبح اور عشا کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنے جایا کرتی تھیں۔ لوگوں نے ان سے کہا کہ تم کیوں جاتی ہو۔ حالانکہ حضرت عمرؓ کو پسند نہیں کرتے اور حسب معاہدہ انہیں روکتے بھی نہیں تھے۔ انہوں نے جواب دیا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کی وجہ سے مجھے منع نہیں کرتے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی باندیوں کو اللہ کی مساجد سے نہ روکو۔ حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ ادب حدیث کی وجہ سے نبی کا اقدام نہیں کرتے تھے۔ ورنہ جناب نبی اکرم ﷺ کے اشارات سے انہیں روکنے کا جواز تھا۔ شاید نبی کے موجب فتنہ کا انہیں خطرہ نہیں تھا اس لئے انہوں نے ان کو نہ روکا۔ جب حضرت زبیرؓ کے نکاح میں آئیں شہادت عمرؓ کے بعد۔ تو حضرت زبیرؓ نے ان کی سرین پر اندھیرے میں ہاتھ مارا تو وہ مسجد میں

جانے سے یہ کہہ کر رک گئیں کہ عورت کے لئے گھر میں نماز پڑھنا بہتر ہے۔ کہ اب وہ لوگ نہیں رہے اب فتنہ کا دور آ گیا۔

قولہ فلا تقل حی علی الصلوٰۃ الخ صفحہ ۱۳/۱۲۳ حضرت ابن عباسؓ نے بارش کے دن اپنے مؤذن سے فرمایا حی علی الصلوٰۃ سے پہلے الصلوٰۃ فی البیوت کو پہلے کہو۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ حی علی الصلوٰۃ بالکل نہ کہو۔ یہ ٹھیک ہے کہ جمعہ واجب ہے لیکن کچھ اور پھسلن کے اندر لوگوں کا ٹکنا میں پسند نہیں کرتا۔ یہی آنحضرت ﷺ کا عمل تھا۔

باب من این توتی الجمعة وعلی من تجب لقول اللہ تعالیٰ

یعنی اللہ تعالیٰ کے قول اِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ سے جمعہ واجب ہے۔ اور اسی آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جمعہ کس پر واجب ہے اور اس کی کیا حد ہے۔ تو من این اور علی من تجب میں جار مجرور دونوں کا تعلق اتیان اور وجوب سے ہوگا۔ حضرت عطاء کے اثر میں فی قرینہ جامعۃ کا لفظ اس پر دال ہے ہر بستی میں جمعہ نہیں ہے۔ قرینہ کبیرہ میں ہے جس کی آبادی پانچ ہزار افراد پر مشتمل ہو حضرت انسؓ اپنے محل میں زاویہ مقام میں رہتے تھے جو بصرہ سے چھ میل کے فاصلہ پر تھا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بصرہ کے مضافات میں سے تھا۔ کبھی وہ بصرہ میں آکر جمعہ ادا کرتے اور کبھی بصرہ میں نہیں آتے تھے بلکہ اسی جگہ رہائش میں جمعہ قائم کرتے تھے یہ ان کیلئے اس وجہ سے جائز تھا کہ زاویہ فناء بصرہ میں شمار ہوتا تھا۔ اگر ان کے محل کا فناء بصرہ میں شمار نہ کیا جائے تو پھر عبادت کا مطلب یہ ہے کہ کبھی حضرت انسؓ بصرہ میں آکر جمعہ ادا کرتے اور کبھی بصرہ میں حاضر نہ ہوتے بلکہ جہاں ان کی رہائش تھی وہاں اپنے محل میں ظہر کی نماز ادا کرتے تھے کیونکہ جمعہ ان پر واجب نہیں تھا۔ دیہات میں رہنے کی وجہ سے۔ البتہ جب وہ جمعہ میرباغ حضر ہو جاتے تو پھر ظہر کی نماز سے جمعہ انہیں کفایت کرتا تھا۔ شیخ گنگوہیؒ کے دونوں احتمال ترجمہ ملے موافق ہیں۔ امام بخاریؒ کی تبویب پہلے احتمال کے موافق ہے۔ کہ جمعہ ادا کرنے کی حد کیا ہے۔ وہ شہر ہے دیہات نہیں۔ اور لا یجمع کے الفاظ اس پر دال ہیں جو حنفیہ کے مطابق ہے۔

قولہ کنا نبکر للجمعة صفحہ ۱/۱۲۳ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جمعہ جلدی ادا کرتے تھے اور جمعہ کے بعد قیلولہ کرتے تھے امام بخاریؒ نے ترجمہ میں تصریح کر دی ہے کہ جمعہ کا وقت سورج کے زوال کے بعد ہے۔ امام احمدؒ زوال سے قبل بھی جمعہ کو جائز کہتے ہیں۔ لیکن جمہور ائمہ بعد زوال شمس کے قائل ہیں تو اس تصریح کے بعد اب تبکیو کے معنی صبح سویرے کرنے کے نہیں بلکہ اسراع اور جلدی کرنے کے معنی ہوں گے۔ سیر فی البکرۃ کے معنی نہیں ہیں۔ قیلولہ اگرچہ دوپہر کے وقت سونے کو کہتے ہیں۔ لیکن اس جگہ اس کی قضایا اس کا قائم مقام مراد ہے۔ کیونکہ قیلولہ کی حقیقت اگرچہ یہی ہے دوپہر کے وقت سویا جائے لیکن اگر کوئی شخص اس سے تھوڑا پہلے یا تھوڑا بعد سو جائے تو اس کے لئے کوئی الگ نام نہیں ہے۔ بلکہ اس پر بھی تشبیہ کے طور پر قیلولہ کے لفظ کا اطلاق ہوگا۔ نیز! کنا نبکر بالجمعة میں تصریح نہیں ہے کہ وہ لوگ جمعہ بھی بکروہ یعنی صبح سویرے پڑھتے تھے۔ کیونکہ صحابہ کرام سے یہ مذکور نہیں کہ وہ اس گھڑی صبح سویرے حاضر ہوتے ہوں۔ تو جب وہ اس گھڑی میں حاضر ہی نہیں تو نماز کیسے ادا ہوگی۔ حاصل یہ ہوا کہ جمعہ کے

اول وقت میں نماز پڑھ کر پھر قیلولہ کرتے تھے۔ ورنہ عادت معروفہ یہ تھی کہ قیلولہ کر کے ظہر کی نماز پڑھتے تھے۔ اسی نکتہ کی وجہ سے امام بخاریؒ نے ترجمہ میں حضرت انسؓ کے اثر کے اندر تبکیوں سے تعبیر کیا۔

باب إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ صَفْحَةَ ۱۲۴

اس باب سے امام بخاریؒ نے صراحتاً بتلادیا کہ سخت گرمی میں نماز جمعہ نماز ظہر کے خلاف نہیں ہے۔ جیسے ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھنا مستحب ہے۔ ایسے سخت گرمی میں جمعہ کو بھی ٹھنڈا کر کے پڑھا جائے۔ یہی امام اعظمؒ کا عقار مسلک ہے۔ اگرچہ امام بخاریؒ نے یقین سے اس کا کوئی حکم بیان نہیں کیا۔ اس لئے کہ اس میں اختلاف ہے۔ اور یعنی الجمعہ کا لفظ ممکن ہے تاہی کا قول ہو یا حضرت انسؓ سے منقول ہو۔ مگر بہر حال احادیث صحیحہ سے یہی معلوم ہوتا ہے اِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ اَبْرَدُ تو ظہر اور جمعہ کا حکم ابرا د ایک جیسا ہوا۔ لیکن فقہاً فرماتے ہیں لوگ سست ہو جائیں گے اسلئے جمعہ کو مؤخر نہ کیا جائے۔ ظہر کی اور بات ہے اس میں اتنا اجتماع نہیں ہوتا۔ تو ابرا د میان جواز کے لئے ہوگا۔

قوله ثم قال لا نيس كيف كان صفحہ ۱۲۴/۴ حضرت انسؓ نے پہلے تو امیر جمعہ کو روایت سے جواب دیا پھر جمعہ اور ظہر کا ذکر کر کے بتلایا کہ دونوں کا وقت ایک ہے تاخیر جمعہ سے جمعہ فوت نہیں ہوگا۔ امیر الجمعہ حکم بن ابی عقیل ثقفی تھا جو حجاج بن یوسف کا نائب تھا۔ یہ لوگ خطبہ لبا کر دیتے تھے۔ یہاں تک کہ جمعہ اور ظہر کا وقت نکل جانے کے قریب ہو جاتا۔

قوله وقال ابن عباس يحرم البيع صفحہ ۱۲۴/۶ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نماز جمعہ کی طرف جانے کا جب وقت آجائے تو اس وقت خرید و فروخت حرام ہو جائے گی۔ اور حضرت عطاءؓ فرماتے ہیں کہ تمام کاروبار حرام ہو جائے گا۔ بظاہر ان دونوں اقوال میں فرق معلوم ہوتا ہے شاید صحیح یہ ہے کہ ان دونوں کا مدعی ایک ہے۔ مؤلفؒ نے ہر ایک کی طرف وہی منسوب کر دیا جو ان کی طرف سے منقول ہوا۔ اگرچہ دونوں مذہب درحقیقت متفق ہیں۔ یہ حکم مسلک احنافؒ کے موافق ہے۔ ورنہ ائمہ میں اختلاف ہے کہ آیا یہ حکم بیع کے ساتھ خاص ہے یا دوسروں کو بھی شامل ہے۔

قوله من بركات قدماء صفحہ ۱۲۴/۹ یعنی جس کے قدم اللہ تعالیٰ کی راہ میں غبار آلود ہو گئے اس پر جہنم کی آگ حرام ہو جاتی ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ کی طرف پیدل چلنا مستحب ہے۔ کیونکہ پاؤں کا غبار آلود ہونا اس کے بغیر متصور نہیں ہے۔ دراصل مصنفؒ کی باب ہمدی سے تین وجوہ کا احتمال ہے۔ پہلا یہ کہ ترجمہ میں مشی یعنی پیدل چلنا جو سوار ہونے کی ضد ہے وہ مراد ہے کہ ماقالہ الشیخ دوسری وجہ یہ ہے کہ مشی دوڑنے کے مقابل ہوا۔ تیسرا یہ کہ مشی رکوب اور عدو یعنی سواری اور دوڑدوڑوں کے مقابل ہو۔

قوله فاذا اقيمت الصلوة فلا تأتوها وانتم تسعون صفحہ ۱۲۴/۱۲ یعنی جب نماز کیلئے تکبیر کہی جائے تو نماز کیلئے

دوڑ کر نہ آؤ بلکہ اطمینان کے ساتھ چل کر آؤ۔ اس حدیث سے واضح ہے کہ پیدل چلنا مستحب ہے۔ پس جب آیت میں سعی سے مراد مشی ہے تو روایت آیت کے مخالف نہ ہوگی۔ اور جو کچھ تمہارا واسطہ ہو تو پڑھ لو۔ اور جو حصہ نماز کا رہ جائے اسے پورا کرو۔ فاتموا کے لفظ میں رکعت اور رکعت سے کم کی تفصیل نہیں ہے۔ تو اس سے شیخین کے مذہب کی تائید ہوئی۔ کہ نماز جمعہ کا جس قدر حصہ بھی کسی نمازی کو ملے اسی پر جمعہ کی بنا کرے ظہر کی بنا نہ کرے۔ اگرچہ اسے صرف التحیات ہی مل جائے۔ وجہ یہ ہے کہ حدیث میں مافات جو کچھ اس کے تمام کرنے کا حکم ہے صورت مذکورہ میں اس سے جمعہ فوت ہوا ہے ظہر فوت نہیں ہوئی کہ اس پر ظہر کی بنا کر تا۔ جمعہ فوت ہوا ہے تو جمعہ ہی پر بنا کرے گا۔ جمہور علماء کا یہی مسلک ہے۔ ائمہ جلاشہ فرماتے ہیں کہ جب تک ایک رکعت کو حاصل نہ کرے جمعہ نہیں ظہر کی چار رکعت پڑھے شیخین کا مستدل روایت باب ہے۔

قوله لا تقوموا حتی ترونی الخ صفحہ ۱۵/۱۲۳ یعنی جب تک مجھے نہ دیکھ لو نماز کے لئے کھڑے نہ رہو۔ یہ حکم مطلق ہے۔ جمعہ اور غیر جمعہ دونوں کو شامل ہے۔ اس لئے جمعہ وغیرہ سے مقید نہ کیا جائے گا۔
وانتوا وعلیکم السکینۃ یعنی نماز کی طرف اس حالت میں آؤ کہ سکیں اور وقار برقرار رہے۔ واضح ہوا کہ پیدل چل کر آنا افضل ہے۔ امام بخاری نے علیکم السکینۃ سے استدلال کیا ہے کہ جمعہ کی طرف دوڑ کر آنا چاہیے۔ جو وقار اور طہانیت کے خلاف ہے۔

قوله فلما کان عثمان وکثر الناس الخ صفحہ ۲۳/۱۲۳ یعنی عہد نبوی اور شیخین کے دور میں جمعہ کے دن اونچی آواز اور بلند مقام پر کھڑا ہو کر اذان دینا یہ اس وقت ہوتا تھا جب کہ امام منبر پر آکر بیٹھ جاتا۔ حضرت عثمان کے دور میں لوگوں کی کثرت ہو گئی تو انہوں نے تیسری اذان کا اضافہ کیا۔ جس کو زور اذکار پر کہا جاتا تھا۔ شیخ گنگوہی فرماتے ہیں کہ لوگ اگرچہ عہد صدیقی اور فاروقی میں بھی بہت تھے مگر آنحضرت ﷺ کی قرہی محبت کی برکت کی وجہ سے انہوں نے دو ربیو بجز میں اور حضرت عمر کے دہدہ کی وجہ سے ان کے زمانہ میں لوگ جمعہ کی حاضری میں مستسعی نہیں کرتے تھے۔ اس لئے تیسری اذان کی ضرورت نہیں تھی۔ چونکہ حضرت عثمان حیا دار تھے۔ لوگوں کو ان کے زمانہ میں ایسے کاموں کے کرنے کی جرأت ہوئی جن کی عہد فاروقی میں ان کو جرأت نہیں ہو سکتی تھی ان کی نرم خوئی کی بدولت ان کے دور میں وہ کام آسانی سے ہونے لگے جن کو دور فاروقی میں کرنا آسان نہیں تھا۔ بلکہ امور دین میں کمزوری پیدا ہو گئی بنا بریں تیسری اذان کا اضافہ ہوا۔ نیز چونکہ پہلی اذان آنحضرت ﷺ کے عہد میں اور شیخین کے دور میں حاضرین اور غائبین سب کی اطلاع کے لئے ہوتی تھی۔ اس لئے اس اذان میں آواز کو بلند کرنے کی ضرورت لاحق تھی۔ جو اذان میں زیادتی کے بعد وہ ضرورت اس سے باقی نہ رہی۔ اب ہمارے زمانہ میں دوسری اذان میں اس قدر آواز کو بلند کرنا کافی ہے جس سے حاضرین کو اطلاع ہو جائے۔ غائبین کو اطلاع کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ کیونکہ اذان اذان سے ان کو پہلے اطلاع ہو چکی ہے۔ پس اس موقع پر مؤذن کو کسی اونچے مقام پر کھڑے ہو کر اذان دینے کی ضرورت بھی نہ رہی۔ اور بعض علماء اطمینان ہے کہ آج بھی دوسری اذان میں سنت طریقہ یہ ہے کہ جس طرح وہ آنحضرت کے

دور میں ہوتی تھی آج بھی اسی طرح ہو۔ رفع صوت بھی ہو اور مکان مرتفع پر کسی جائے۔ لیکن جب یہ معلوم ہو چکا کہ اذان اول اس اذان کے قائم مقام ہے اسی کے لئے رفع صوت اور مکان مرتفع ہو گا۔ دوسری اذان کے لئے نہیں۔ بعض علماء سے مولانا خلیل احمد ابنیوی شارح بوداؤد مراد ہیں۔ جن کا ایک رسالہ تنشیط الاذان فی تحقیق محل الاذان اردو میں طبع شدہ ہے۔

باب المؤذن الواحد یوم الجمعة صفحہ ۲۳ / ۲۴

یعنی جمعہ کے دن ایک مؤذن ہی کافی ہے بہت کی ضرورت نہیں۔ البتہ ضرورت کے وقت علماء نے مؤذنین کی تعداد کو اچھا سمجھا ہے۔ ہوامیہ نے اپنے دور میں مؤذن مقرر کئے تھے کیونکہ حضرت عثمانؓ کے دور میں چار مؤذن تھے۔ تاکہ دور دور کے مکانات تک اذان کی آواز پہنچ جائے۔

باب یجیب الامام علی المنبر اذا سمع النداء الخ صفحہ ۲۷ / ۲۸

یعنی جب امام اذان کی آواز سنے تو منبر پر بیٹھے بیٹھے اذان کا جواب دے۔ مقصد یہ ہے کہ اذا خرج الامام فلا صلوة ولا کلام الخ کہ جب امام منبر پر آکر بیٹھ جائے تو اس کے بعد نہ کوئی نماز پڑھے اور نہ ہی کوئی گفتگو کرے۔ لیکن یہ نبی کا حکم مقتدیوں اور سامعین کیلئے ہے امام کے لئے نہیں ہے۔ پس وہ اذان کا جواب دے سکتا ہے۔ کیونکہ کلام کرنا اس کے لئے حرام نہیں۔ آخر اس نے خطبہ دینا ہے۔ جس میں قوم سے خطاب ہو گا۔ تو اس کا کلام بھی حرام نہ ہو۔ مثلاً کلام میں اختلاف ہے۔ بعض حضرات نے قبل الخ خطبہ دنیوی کلام کو مکروہ کہا ہے تسبیح و تہلیل مکروہ نہیں ہے۔

قولہ مکان جذع یقوم صفحہ ۱۸ / ۲۵ جناب نبی اکرم ﷺ کھجور کے ایک خشک تنے سے ٹیک لگا کر کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ منبر بن جانے کے بعد جب آپ اس پر کھڑے ہوئے تو اس استن حنا نہ نے قریب الولادۃ اونٹنی کی طرح رونا شروع کر دیا آپ اترنے اُسے تسلی دی اور جنت کا درخت ہونے کی بشارت دی۔

سے مسندت بودم تو از من تا ختی مسند خود را تو منبر ساختی

میں آپ کی مسند تھا منبر پر رونق افروز ہو کر آپ نے مجھے چھوڑ دیا۔ فراق نبوی پر رورہا ہوں۔ بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا نانوتویؒ فرماتے ہیں کہ احیاء موتی کا معجزہ بھی برحق ہے۔ لیکن بے جان خشک تنے کا روٹیا یہ حق الیقین کا درجہ ہے۔ جو آنحضرت ﷺ کا حیرت انگیز معجزہ ہے۔ شیخ گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کا اس قصہ کو باب الخ خطبہ علی المنبر میں لانا اشارہ ہے کہ منبر سنت ہے واجب نہیں ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کا کھجور کے تنے کو چھوڑ دینا اگرچہ یہ ترک سنت نہیں ہے کہ اس پر عمل کرنا ناجائز ہو جائے۔ بلکہ اس کو ترک کرنا اس وجہ سے تھا کہ منبر پر بیٹھ کر وعظ و تبلیغ کرنا آسان تھا اور خطبہ کیلئے اس پر کھڑا ہونا زیادہ سود مند تھا اور منسوخ نہ ہونے کی

دلیل آنحضرت ﷺ کا عیدین وغیرہ پر کھڑے ہو کر خطبہ دینا ہے۔ اگرچہ وہ جذع کے علاوہ کسی اور چیز پر ہو۔ لفظ نزل دال ہے کہ خطبہ منبر پر تھا۔

قولہ مثل اصوات العشار صفحہ ۱۹/۱۲۵ عشر جمع عشراء کی وہ حاملہ اونٹنی جس کے حمل پر دس ماہ گذر چکے ہوں جس کا وضع حمل قریب ہو۔ ولادت کے قریب اس کے رونے کی بلبلانے کی آواز نکلتی ہے۔

ترجمہ۔ امام جب خطبہ دے رہا ہو تو لوگ
امام کی طرف متوجہ ہو کر خطبہ سنیں۔

باب استقبال الناس الامام
اذا خطب صفحہ ۲۳/۱۲۵

یہ اجماعی مسئلہ ہے۔ جلسنا حوالہ کے الفاظ اس پر دال ہیں لیکن یہ استقبال اس وقت ہے جب کہ صفوں کی برابری میں خلل انداز نہ ہو۔ بایں صورت کہ لوگ تسویہ صفوف کے عادی ہو چکے ہوں اس میں زیادہ وقت لگانے کی ضرورت نہ پڑے۔ یا خطبہ کے بعد نماز نہ ہو۔ لیکن اگر لوگوں کو صفیں سیدھا کرنے کی عادت نہ ہو اس کے لئے تکلیف اور مزید اہتمام کرنا پڑے تو لوگوں کے لئے امام کی طرف منہ کر کے بیٹھنا واجب نہیں ہے۔ البتہ جب خطبہ کے بعد نماز نہ ہو جیسے عیدین میں تو امام کی طرف منہ کر کے خطبہ سننا مستحب ہے۔ جبکہ امام کے دائیں بائیں بیٹھنا ہو۔ تو عین امام کی طرف منہ کرنا ضروری نہیں۔ اس سمت منہ کر کے بیٹھ۔

قولہ انکم تفتنون صفحہ ۷/۱۲۶ کہ تم قند قبور میں اس طرح جتلا ہو گے جو مثل یا قریب قند مسج دجال کے ہو گا۔ مقصد یہ ہے کہ یہ قند تم پر واقع ہو گا۔ اس طرح امتحان سے مراد محنت و مشقت میں ڈالنا ہے۔ اس طرح ابتلاء سے مراد مصیبت کا بھجنا ہے۔ ان سے مراد آزمائش نہیں ہے۔ کیونکہ عالم آخرت آزمائش اور امتحان کا مقام نہیں ہے۔ بلکہ سوال اور حجت پورے کرنے کے بعد عذاب میں جتلا ہوں گے۔ گویا کہ عمل عذاب کا اظہار ہو گا۔

قولہ فَأَوْعَيْتُهُ غَيْرَ انْهَا الْخ صفحہ ۱۳/۱۲۶ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ حضرت فاطمہؑ نے مجھے حدیث بیان کی وہ مجھے محفوظ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ منافق پر سختی اور غلاظت ہوگی۔ لیکن اس کے بالکل وہ الفاظ مجھے یاد نہیں رہے مضمون یاد ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث باب کو نو ۹ مقامات پر ذکر کیا ہے۔ پانچ ۵ میں مفصل اور چار ۴ میں مختصر جو ترجمہ الباب سے مختص ہیں۔ شیخ کنکوہی کا مقصد یہ ہے کہ روای کو کافر کے قسم و قسم کے سخت عذاب کا مفہوم یاد ہے۔ بعینہ الفاظ یاد نہیں رہے۔

قولہ وَأَكَلِ اقْوَامًا إِلَىٰ مَا جَعَلَ اللَّهُ فِي قُلُوبِهِمُ الْخ صفحہ ۱۷/۱۲۶ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ میں کچھ لوگوں کو مال اس لئے دیتا ہوں کہ ان کے دلوں میں لالچ اور گھبراہٹ ہوتی ہے۔ اور بعض لوگوں کو اس وجہ سے نہیں دیتا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں غنی اور خیر کو رکھا ہے انہیں اسکے سپرد کر دیتا ہوں کہ جزع و فزع نہیں کریں گے ان میں سے حضرت عمرو بن تغلب ہیں۔

قطب گنگوہی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے واضح ہوا کہ امام کے لئے جائز ہے کسی اجنبی آدمی کو عطیہ وغیرہ میں ترجیح دے دے اور اس سے افضل کو چھوڑ دے۔ کیونکہ اس پر اعتماد ہے اجنبی پر اعتماد نہیں کہ وہ ناراض ہو جائے گا۔ اور یہ کہ اگر اس کو چھوڑ دیا گیا تو ممکن ہے وہ دین سے منحرف ہو جائے۔ غنی دل والا اور جبلی بھلائی والا صبر کر لیتا ہے اور سوال نہیں کرتا۔

قوله احب الیّی صفحہ ۱۲۶/۱۷ کہ وہ شخص جس کو میں نے چھوڑ دیا عطیہ نہیں دیا وہ مجھے محبوب ہوتا ہے۔ یہ کلمہ اس بات کا قرینہ ہے کہ اس شخص کے دین پر آپ کو اعتماد ہے۔ یہ اس کے لئے بڑی فضیلت اور عظمت ہے۔ کہ اللہ کے نبی اس کے ایمان نہیں بلکہ کمال ایمان کی گواہی دے رہے ہیں۔ سنائیں حضرت عمرو بن تغلب نے فرمایا حمر النعم سے یہ کلمہ نبوی میرے لئے بہتر ہے۔ کیوں نہ ہو والاخرة خیر وابقی۔

قوله فَلَمَّا قَضَى الْفَجْرَ الْخ صفحہ ۲۲/۱۲۶ تین رات تک آپ نے نماز تراویح پڑھی۔ آخری رات کی صبح کو نماز فجر کے بعد لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے تراویح کے فرض ہو جانے کا خوف تھا اسلئے چوتھی رات نہیں آیا۔ ممکن ہے بعض حضرات سے اسی رات کو ہی کچھ فرمادیا ہو۔ لیکن کلام طویل فجر کی نماز کے بعد کیا۔ راوی فرماتے ہیں یہ دونوں کلام میں نے آپ سے سنے۔ اب یہ حدیث روایت کے منافی نہیں ہوگی۔ جس میں وارد ہے کہ جب وہ لوگ اکٹھے ہوئے تو یہ بات آپ نے اسی رات ان سے فرمادی تھی۔

قوله تابعه العدنی عن سفیان فی اما بعد الخ صفحہ ۲۷/۱۲۶ حضرت سفیانؒ حضرت ہشام اور ان کے باپ عروہ دونوں کے شاگرد ہیں۔ یہ روایت باب سفیان کی ہشام سے ہے۔ ان کے باپ عروہ سے نہیں ہے۔ تو عدنی ابو الیمان کا متابع ہوا۔ کیونکہ عدنی نے سفیان سے ہشام عن عروہ اور ابو الیمان نے عن شعیب عن الزہری عن عروہ روایت کی ہے۔

قوله اذ قام رجل فقال صفحہ ۱۶/۱۲۷ آنحضرت ﷺ جو کہ دن خطبہ دے رہے تھے کہ آدمی اٹھ کر کہنے لگا یا رسول اللہ مال مویشی ہلاک ہو گیا اللہ تعالیٰ سے بارش طلب فرمائیے۔ تو آپ نے دونوں ہاتھ دراز کر کے دعا مانگی۔ قطب گنگوہی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام کے ساتھ کلام کرنا جائز ہے۔ اس لئے کہ وہ ذکر کے سننے میں غلغلہ انداز نہیں ہے۔ کیونکہ جب امام خود مخاطب ہے تو وہ خطبہ چھوڑ دے گا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے اس شخص پر کوئی نکیر نہیں کیا۔ اور اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب امام کوئی نامناسب بات کہے تو اس پر انکار کرنا بھی جائز ہے۔ جب کہ وہ خطبہ دے رہا ہو۔ تو یہ بھی ایک قسم کا کلام ہوا۔ توجہ امام کے ساتھ کسی ضرورت کی وجہ سے کلام کرنا جائز ہو جیسے اس بارش کیلئے دعا مانگی گئی۔ تو بہتر ہے کہ امام کو معروف کا حکم دیا جائے اور منکر سے اسے روکا جائے۔ اگرچہ وہ خطبہ کے درمیان ہی کیوں نہ ہو۔ اور دوران خطبہ مقتدی کے علاوہ کوئی اور منکر کار کتاب کرنے والا ہو تو اس کو روکنا جائز نہیں ہے۔ اس پر جناب نبی اکرم ﷺ کا یہ قول شاہد ہے کہ جب تم نے اپنے ساتھی سے دوران خطبہ یہ کہہ دیا کہ چپ رہو تو تم نے لغو کار کتاب کیا۔ جب امام خود خطاب کر رہا ہے تو ممانعت کی کی علت ختم ہو گئی کیونکہ مقتدی اس وقت خاموش ہو گا۔

حضرت ابو سعید خدریؓ نے مروانؓ پر اعتراض کیا تھا جب کہ وہ عید کی نماز سے پہلے خطبہ دے رہا تھا۔ اور خود حضرت عمرؓ پر حضرت سلمانؓ نے اعتراض کیا جو سیرۃ عمرؓ کا مشہور واقعہ ہے۔ نیز اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دوران خطبہ دو رکعت تحیۃ المسجد جائز نہیں ہے جب تک امام خاموش نہ ہو جائے۔ اجازت کی نص کا یہی محل ہے۔ کیونکہ امر بالمعروف جو واجب ہے وہ حرام ہے۔ تو نفل تحیۃ المسجد اس وقت کیسے جائز ہو سکتی ہے۔ اس کے جواز کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ اور اذْخَرَجَ الْإِمَامَ فَلَا صَلَوةَ وَلَا كَلَامَ بھی احناف کا متدل ہے۔ امام مالکؒ بھی احناف کے ساتھ ہیں۔ شوافعؒ اور حنابلہؒ حضرت سلیکؒ کی روایت کی وجہ سے صلوة تحیۃ المسجد کے قائل ہیں۔ لیکن ینصت اذا تکلم الامام سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد خروج الامام انصت واجب ہے۔ کیونکہ ہر اوقات کلام طویل ہو جاتا ہے جو استماع ذکر میں مخل بن جاتا ہے۔ تو جب نماز جائز ہے تو کلام بھی جائز ہوگا۔ اور قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ کان ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ یمنعون من الصلوة عند الخطبة کہ خطبہ کے وقت حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ نماز پڑھنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔

الحمد لله تحیۃ المسجد کی بحث ختم ہوئی اور آج بتاریخ ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۲ھ

بروز سوموار ضمیمہ اختتام پذیر ہوا۔

محمد عبدالقادر قاسمی فاضل دیوبند

ملتان

پارہ نمبر ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کِتَابُ مَوَاقِیْتِ الصَّلٰوَةِ

بَابُ مَوَاقِیْتِ الصَّلٰوَةِ وَفَضْلِهَا

وَقَوْلِهِ تَعَالٰی اِنَّ الصَّلٰوَةَ كَانَتْ عَلٰی
الْمُؤْمِنِیْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا وَقْتَهُ عَلَيْهِمْ

ترجمہ۔ نماز کے اوقات اور ان کی فضیلت اللہ تعالیٰ کا
ارشاد ہے کہ نماز مومنوں پر ایک وقتی فریضہ ہے
موقوف تا معنی موقتاً مقرر شدہ۔ ان پر مقرر کر دیا گیا۔

حدیث (۴۹۱) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ النَّخَعِيُّ
عَنِ ابْنِ شَهَابٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ اَخْرَجَ الصَّلٰوَةَ
يَوْمًا فَدَخَلَ عَلَيْهِ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ فَاجْبَرَهُ
اَنَّ الْمَغِيْرَةَ ابْنَ شُعْبَةَ اَخْرَجَ الصَّلٰوَةَ يَوْمًا وَهُوَ
بِالْعِرَاقِ فَدَخَلَ عَلَيْهِ أَبُو مَسْعُوْدٍ مِنَ الْاَنْصَارِيِّ
فَقَالَ مَا هَذَا اَبَا مَغِيْرَةَ اَيْسَ قَدْ عَلِمْتَ اَنَّ جِبْرِيْلَ
عَلَيْهِ السَّلَامُ نَزَلَ فَصَلَّى فَصَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ

ترجمہ۔ حضرت ابن شہاب فرماتے ہیں خلیفہ عمر بن
عبد العزیز نے ایک دن نماز کو وقت سے مؤخر کر دیا تو حضرت
عروہ بن الزبیر ان کے پاس تشریف لائے اور ان کو بتلایا کہ
حضرت مغیرہ بن شعبہ جب کہ وہ عراق کے حاکم تھے۔ ایک دن
نماز کو وقت سے مؤخر کر دیا تو حضرت ابو مسعود انصاری ان کے
پاس تشریف لائے اور فرمایا اے مغیرہ یہ کیا تھا کیا تمہیں علم نہیں
کہ جبرائیل علیہ السلام نماز کے اوقات بتانے کے لئے اترے
انہوں نے نماز پڑھی پھر جناب رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی

پھر نماز کا کیا پوچھنا۔ خلاصہ یہ کہ امام بخاریؒ نے اس کتاب کے اندر موافقت اور اس کے متعلقات بیان فرمائے ہیں۔ اور نماز کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ مثلاً اوقات اور ان کا فضل ان کی ابتدا انتہا اوقات کراہت وغیرہ۔ مگر اس صورت میں فضیلت کی ضمیر صلوة کی طرف متعین ہوگی۔ کیونکہ ہر باب کے اندر فضل الموافقت کو بیان نہیں کیا گیا۔ اب رہا یہ سوال کہ اس باب سے امام بخاریؒ کی غرض کیا ہے۔ سو ایک تو یہ کہ اس سے اوقات کی فضیلت بیان کرنی ہے۔ اور دوسری غرض یہ ہے اس سے امام بخاریؒ نے موافقت کی ابتدا کی طرف اشارہ فرمایا یا اب یہاں ایک بات اور سنو کہ اللہ تعالیٰ کے احکام میں کوئی نہ کوئی حکمت ہوتی ہے۔ صوفیا کرام نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق بیان فرمائی ہے۔ اور اس کے اندر مختلف رسائل تصنیف کئے ہیں جو اب نہیں ملتے۔ حضرت اقدس اور حکیم الامت مولانا تھانویؒ کا ایک رسالہ المصالح العقلیہ فی احکام الشرعیہ ملتا ہے یہاں کچھ مصاحح بیان کئے جاتے ہیں یہ ضروری نہیں کہ وہ بھی اس رسالہ میں موجود ہوں مثلاً نماز فجر سے لے کر ظہر تک کوئی نماز نہیں آتی۔ اور پھر عشا تک دمام نمازیں آتی ہیں۔ مشائخ سلوک نے اس ترتیب کی متعدد وجوہ و حجج بیان فرمائی ہیں جن میں سے دو کو میں یہاں بیان کرتا ہوں۔ اول یہ کہ ان اوقات کے اندر یہ خاص ترتیب رکھ کر دو باتوں کی طرف تنبیہ فرمائی ہے۔ ایک شکر کے ادا کرنے پر۔ دوسرے عمر کے ڈھلنے پر متنبہ کیا ہے۔ صلوة فجر چونکہ سونے کے بعد ادا کی جاتی ہے۔ اور نوم اخوت الموت ہے۔ تو سونے کے بعد بیدار ہونے پر اس کو فرض فرما کر اشارہ فرمایا کہ جس طرح سورج غروب ہو کر طلوع ہوا ہے اسی طرح تمہاری زندگی کا آفتاب غروب ہو کر دوبارہ طلوع ہوا ہے۔ لہذا تم کو چاہیے کہ اس کے شکرانے میں اللہ کی عبادت کرو۔ چاہیے تو یہ تھا کہ جب طلوع شمس طلوع حیات کی طرف اشارہ ہے تو طلوع شمس کے بعد نماز پڑھی جائے۔ مگر اہتماماً اور وقت کراہت سے بچنے کے لئے طلوع سے پہلے مقدم فرمادی۔ اب چونکہ گویا دوبارہ پیدائش ہوئی ہے اور قاعدہ ہے کہ ولادت کے بعد کچھ ایام صبا اور شباب کے گذرتے ہیں۔ تو نصف دن صبا اور شباب کا ہو گیا۔ اور سورج ڈھلنے کے بعد جیسے دن کے شباب کو زوال آجاتا ہے اور طفولیت اور شباب کے ایام ختم ہو جاتے ہیں تو یہ اشارہ ہے کہ عمر ڈھلنے والی ہے لہذا تیاری کرو۔ تو اب اس کی تیاری کے لئے دمام یکے بعد دیگرے نمازیں فرض فرمادیں۔ عصر قرب موت پر تنبیہ ہے جو بڑھا پاپا ہے۔ اور مغرب کے وقت سورج غروب ہو جاتا ہے یہ موت کے استحضار کی طرف اشارہ ہے کہ جیسے سورج غروب ہو گیا تمہارا آفتاب حیات بھی عنقریب غروب ہو جائے گا۔ اور عشاء کی نماز دوسری تنبیہ ہے کہ تیاری کر لو کوئی بھی یاد نہیں کرتا۔ دو چار دن زیادہ سے ذکر اور تذکرہ رہتا ہے اس کے بعد سب بھول جاتے ہیں۔ اور جب تک اس کے اثرات رہتے ہیں اس وقت تک تذکرہ رہتا ہے۔ جیسے شفق عشاء تک باقی رہتی ہے۔ اور سورج کے اثرات اس کے بقا تک باقی رہتے ہیں۔ تو زوال کے بعد سے دو نمازیں تو تنبیہ ہیں کہ کچھ کر لو۔ اور دو نتیجہ ہیں کہ یہ انجام ہونے والا ہے۔ یہ بھی اچھی توجیہ ہے۔ دوسری اس سے بھی اچھی ہے اور لطیف ہے۔ لطیف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے بہت سے مسائل واضح ہو جاتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ ارشاد ربانی ہے۔ وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون وما ارید منهم من رزق وما ارید ان يطعمون ان الله هو الرزاق ذو القوة المتین اور فرماتے ہیں وما من دابة فی الارض الا علی الله رزقها الله تعالیٰ نے اس آیت شریفہ کے اندر انسان کی تخلیق کی غرض بتلائی کہ انسان صرف

اس لئے پیدا کیا گیا ہے کہ وہ اپنے مالک کی عبادت کرے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی کسی کا غلام ہو تو اس غلام کو ہرگز مناسب نہیں کہ وہ اپنے مولیٰ کی خدمت سے غافل ہو۔ تو جب جناب باری تعالیٰ نے انسان کو عبادت کے واسطے پیدا کیا ہے تو اب ان کو اختیار نہیں کہ کسی آن بھی وہ ذکر اللہ سے غافل ہوں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ کہ ہم کو پیدا فرمایا ہے اور ہمیں بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے۔ منجملہ ان کے انسان کا سانس ہے وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے۔ اگر وہ روک لیں تو ہزاروں اطباء اور معالجین بھی ایک طرف ہو کر سانس جاری نہیں کر سکتے۔ یہ ایک ایسی نعمت ہے کہ اس میں امیر و غریب صغیر و کبیر سب ہی شریک ہیں۔ اسی طرح ناک کا انکھ ہاتھ پاؤں عطا فرمائے ہیں اس میں سب شریک ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت عامہ ہے۔ اور کوئی ایسی شئی نہیں جو ان نعمتوں کا مقابلہ کرے۔ تو اگر کسی کے اندر ذرا بھی بڑے انسانیت ہو اور کچھ شرافت ہو تو ان انعامات و اکرامات کے بعد ایک آن بھی مالک کی عبادت سے غافل نہ رہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کریم ہے بلکہ اکرم الکرما ہے اس کا مطالبہ نہیں فرمایا۔ اور اس کا مکلف نہیں فرمایا کہ ہمہ وقت مشغول رہوں۔ بلکہ ہمارے ضعف کا لحاظ رکھتے ہوئے اور ہماری ضرورتوں اور مشاغل پر نظر کریمانہ رکھتے ہوئے یہ فرمایا کہ نصف وقت میرا ہے۔ اور نصف تمہاری ضرورتوں کو پورا ہونے کیلئے ہے اور پھر اس نصفاً فصلی پر بھی کریمانہ شان کا لحاظ رکھا اور ایسا نہیں فرمایا کہ احد الملوین (دن رات) کو اپنے لئے خاص فرما لیتے۔ اور احد الملوین ہندوں کو عطا فرمادیتے بلکہ ہر ایک ملوین کا نصف حصہ اپنے لئے رکھا۔ اور نصف ہندوں کے لئے۔ کیونکہ ہندوں کی بہت سی ضروریات ایسی ہیں جو دن میں پوری ہوتی ہیں اور بہت سی ایسی ہیں جو رات میں پوری ہوتی ہیں۔ اب یہاں اصول کا ایک مسئلہ ہاتھ آیا کہ اصل عبادت کے اندر تو یہ ہے کہ سارا وقت محیط ہو۔ اور یہی عزیمت ہے مگر اللہ تعالیٰ کی شان کریبی ہے کہ اس نے رخصت دے دی اور سارے وقت کے احاطہ کو ہم پر فرض قرار نہیں دیا۔ بلکہ ان اوقات خمسہ کے اندر چند معدود رکعات فرض فرمادیں اور باقی وقت لوگوں کے اختیار پر چھوڑ دیا۔ اور چونکہ قاعدہ ہے کہ اگر اعمال نامہ میں ابتدا اور انتہا میں عبادت آجائے تو درمیان میں جو لغزشیں بھی معرض وجود میں آتی ہیں ان کو حق تعالیٰ معاف فرمادیتے ہیں۔ یہی ایک وجہ منجملہ اور وجوہ کے رسول اللہ ﷺ کی حدیث نہی النبی ﷺ عن النوم قبلها والحديث بعدها میں ہے کہ عشاء کی نماز کے بارے میں ہے عشاء کے بعد بات چیت کا نہ ہونا تاکہ عبادت صحیفہ کے اخیر میں ہو اور اسی واسطے فرماتے ہیں کہ دعا کے اول و آخر حمد و ثنا باعث قبولیت دعا ہے۔ اسی واسطے یہ بھی ہے کہ اولاً بچہ لا الہ الا اللہ کے اور پھر اخیر میں لا الہ الا اللہ کے اور مر جائے تو درمیان کی ساری عزیمتیں ستر مغفرت میں آجائیں گی۔ اسی واسطے ظہر کی نماز میں تعجیل ہے۔ اور عصر کے اندر تاخیر اولیٰ ہے تاکہ صحیفہ کی ابتدا اور انتہا عبادت پر ہوں۔ اور یہی وجہ ہے کہ مغرب کی نماز میں تعجیل اور عشاء کی نماز میں تاخیر اولیٰ ہے۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے رخصت دے دی ہے۔ لیکن سعدا یہ چاہتے ہیں کہ سارے اوقات اللہ تعالیٰ کی عبادت میں صرف ہوں۔ لہذا اس کی صورت یہ فرمائی کہ ظہر کے مقابلہ میں چاشت۔ عصر کے مقابلہ میں اشراق رکھ دی۔ یہی وجہ ہے کہ اشراق کا وقت اولیٰ عصر کا وقت ہے اور چاشت کا وقت اولیٰ ظہر کا اولیٰ ہے۔ اور یہی محمل ہے کہ حضرت علیؓ کی روایت کا جو شائل کے اندر ہے کہ ان سے سوال کیا گیا کہ کیا نبی اکرم ﷺ اس کے علاوہ بھی نماز پڑھا کرتے تھے تو فرمایا ہاں۔ ایک اس وقت پڑھتے تھے جب سورج مشرق میں اتنی اونچائی پر ہوتا تھا

جتنا کہ ظہر کے وقت مغرب میں ہوتا ہے۔ اور ایک اس وقت پڑھتے تھے جبکہ سورج مشرق میں اتنا اونچا ہوتا تھا جتنا کہ مغرب میں بوقت عصر ہوتا ہے۔ اور مغرب اور عشاء کے مقابل میں تہجد بارہ رکعات رکھ دیں۔ کہ ٹکٹ رات تک عشاء مستحب ہے۔ اور اخیر ٹکٹ شب سے تہجد کا وقت اولیٰ ہے۔ نیز نزول باری تعالیٰ کا وقت ہے۔

ان الصلوة كانت على المؤمنين كتنا با هو قوتا امام بخاری نے اس آیت کو استدلالاً یا استبراکاً ذکر فرمایا ہے۔ وہ ہوا عراق کیونکہ حضرت مغیرہؓ عراق میں امیر تھے۔ فقال عمر لعروة اعلم یہ لفظ تین طرح سے ضبط کیا گیا ہے۔ ایک علی صیغۃ المتکلم من المجرد دوسرے علی صیغۃ الامر من المجرد۔ اور تیسرے علی صیغۃ الامر من الاعلام اس صورت ثالثہ میں اس کے معنی اسناد کے ہیں۔ سند بیان کرو۔ اور صیغہ امر یہاں حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے اس جملہ ان جبرائیل هو اقام رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے اعلم امر کا صیغہ مناسب ہے۔ اس لئے کہ حضرت عروہؓ نے اس کے بعد سند بیان فرمائی۔ کما ان یصلی العصر والشمس فی حجر تھا۔ اس روایت سے ایک اور مسئلہ معلوم ہوتا ہے وہ عصر کو جلدی پڑھنے کا ہے۔ اس کے اندر تو اختلاف نہیں مگر اختلاف اس میں ہے کہ وہ کون سا وقت ہے۔ اور کب ہوتا ہے۔ شافعیہ کے نزدیک ایک مثل پر ہے۔ احناف کے نزدیک دو مثل پر۔ دونوں اماموں کا متدل یہ روایت ہے۔ امام طحاویؒ نے دو مثل پر استدلال کیا ہے۔ اور یہ استدلال صحیح کے چوڑے ہونے اور دیوار کے چھوٹے ہونے پر موقوف ہے۔ اور شوافع کا استدلال دیوار کے لانے ہونے اور صحیح کے چھوٹے ہونے پر ہے۔ اور یہ بات واضح ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے حجرہ شریف کی دیوار لمبی نہیں تھی۔ بلکہ اتنی چھوٹی تھی کہ حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ میں چھت کو ہاتھ لگا لیا کرتا تھا۔ اس سے صاف واضح ہو گیا کہ عصر کا وقت مثلین کے بعد ہے۔ اور حکمت کے بارے میں بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ فجر کی نماز زندگی کی ابتدا ہے۔ اور ظہر کی نماز موت کا وارنٹ ہے تاکہ اس سے فکر پیدا ہو۔ اور عصر کی نماز پھانسی کا جھم ہے کہ بس اب موت قریب ہے۔ اور مغرب کی نماز پھانسی ہے کہ اب ختم ہو گیا۔ اور عشاء تک اس کا اثر رہا۔ کہ وہ سولی پر رہا۔ اس کے بعد وہاں سے پھینک دیا۔ ان تنبیہات و اغراض کے لئے مواقت شروع ہوئے۔

باب قَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ
مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ
وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمَشْرِكِيْنَ - ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کا (سورہ روم) میں یہ فرمانا
خدا کی طرف رجوع ہو اور اس سے ڈرتے رہو اور
نماز کو ٹھیک کرتے رہو اور مشرک نہ ہو۔

تشریح از شیخ مدنی۔ اقامۃ صلوة تب تحقیق ہوگی جبکہ اوقات میں ہو۔ ولا تکونوا من المشرکین اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر نماز وقت پر ادا نہ کی جائے تو وہ مشرکین میں سے ہو جائے گا۔ اور اسکی تفسیر میں بھی اقامت کا لفظ لایا جاتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ پابندی نہ کرنے پر مشرک کا خوف ہے۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ وفد عبد القیس جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ ہمارا یہ قبیلہ ربیعہ میں سے ہے۔ ہم آپؐ تک سوائے شہر حرام کے اور دنوں میں نہیں پہنچ سکتے۔ پس ہمیں ایسی بات کا حکم فرمائیے جو ہم آپ لیں اور اپنے پیچھے رہنے والوں کو اس کی طرف دعوت دیں۔ فرمایا کہ تم کو چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور چار سے روکتا ہوں۔ ایمان باللہ پھر اس کی تفسیر فرمائی کلمہ طیبہ کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ نماز کو پابندی سے ادا کرنا زکوٰۃ دینا اور یہ کہ غنیمت کے مال میں سے خمس مجھے ادا کرو۔ اور دبا۔ حنتم مقبر اور نقیر ان شراب کے مرتبانوں سے منع کرتا ہوں۔

حدیث (۴۹۳) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الْخ
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدِمَ وَفَدَّ عَبْدُ الْقَيْسِ عَلَى
رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالُوا إِنَّ هَذَا الْحَقَى مِنْ رَبِيعَةَ
وَكُسْنَا نَصِلُ إِلَيْكَ الْإِفَى الشَّهْرِ الْحَرَامِ فَمَرْنَا بِسَيِّ
نَاخُذُهُ عَنْكَ وَنَدْعُوا إِلَيْهِ مِنْ وَرَاءِ نَا فَقَالَ أَمْرُكُمْ
بَارْبَعٍ وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ الْإِيْمَانُ بِاللَّهِ ثُمَّ فَتَسْرَهَا
لَهُمْ شَهَادَةٌ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَإِنِّي رَسُولُ اللَّهِ
وَإِقَامُ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ وَأَنْ تُوَدُّوا إِلَيَّ خُمْسَ
مَا غَنِمْتُمْ وَأَنْهَاكُمْ عَنِ الدِّبَاءِ وَالْخَنْتِ وَالْمَقْبَرِ
وَالنَّقِيرِ

تشریح از شیخ زکریا۔ روایت پر کلام گذر چکا ہے۔ سلف کی ایک جماعت کی رائے ہے کہ تارک صلوٰۃ کا فر ہے۔ اور یہی امام احمد بن حنبلؒ سے نقل کیا گیا ہے۔ ان حضرات نے آیت کریمہ سے اسی طرح استدلال کیا ہے۔ کہ ولا تکونوا من المشرکین کو اقیمو الصلوٰۃ پر مرتب کیا گیا ہے۔ یعنی اقامت صلوٰۃ کرو اور مشرکوں میں سے مت ہو۔ یعنی نماز ترک کر کے مشرک نہ ہو۔ مگر یہ استدلال ان پر چل سکتا ہے جو مفہوم مخالف کے قائل ہیں۔ جو اس کے قائل نہیں ان کے لئے یہ استدلال کوئی نفع نہیں دیتا۔ اس لئے بہتر ہے کہ اس کو فضائل صلوٰۃ سے جوڑا جائے۔ اسی لئے میں نے گذشتہ باب میں کہا تھا کہ حاشیہ کا نسخہ میرے نزدیک زیادہ اولیٰ ہے۔ اگر دوسرا نسخہ لیا جائے تو اقیمو الصلوٰۃ میں اقامت کی تفسیر اداء الصلوٰۃ بار کا تھا وشرائطها ومستحبها ادا بھا کے ساتھ کی جائے۔ اس تفسیر کی بنا پر وقت خود بخود اس کے اندر داخل ہو گیا۔ لہذا اب جہاں اقامت کا لفظ آئے گا وہاں مواقت خود نکل آئے گا۔ اسی طرح البیعة علی اقام الصلوٰۃ کے زیادہ مناسب ہے پہلی روایت کو فضل مواقت اور فضل صلوٰۃ دونوں سے تعلق ہے۔ فضل صلوٰۃ تو ظاہر ہے کہ حضرت جبرائیلؑ نے آکر تعلیم دی۔ اور ایسے مواقت کا فضل بھی معلوم ہو گیا کہ اتنی بڑی چیز ہے کہ اس کیلئے حضرت جبرائیل علیہ السلام دس مرتبہ آئے۔ ثم صلی فصلی رسول اللہ ﷺ اس سے احناف نے اس بات پر استدلال کیا کہ فوائت میں ترتیب ہے۔ ورنہ خمس مرات فرماتے۔ اس مسئلہ میں شوافع ہمارے خلاف ہیں۔ اب یہاں پر ایک اشکال ہے کہ فصلی میں فا تعقیب کے لئے ہے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت جبرائیلؑ کے نماز پڑھنے کے بعد حضور ﷺ نے نماز پڑھی حالانکہ ایسا نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں تعقیب کل صلوٰۃ کے اعتبار سے نہیں بلکہ اجزاء صلوٰۃ کے اعتبار سے ہے۔ یعنی آپ نماز کا ہر جزو جبرائیل کے کرنے کے بعد ادا فرماتے تھے جیسا کہ روایات مفصلہ سے معلوم ہوتا ہے اس حدیث سے شوافع نے استدلال کیا ہے کہ اقتداء المفترض خلف المتنفل جائز ہے۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ مفترض تھے اور حضرت جبرائیل مکلف نہ ہونے کی وجہ سے متنفل تھے۔ ہماری طرف سے اس کے متعدد جوابات ہیں۔ اول یہ کہ خود نبی اکرم ﷺ یہاں متنفل تھے۔ کیونکہ آپ پر اجمالاً نماز کی فرضیت ہوئی تھی۔ یعنی اس کے اعتقاد کی فرضیت تھی۔ اور اب عمل کی تعلیم دی گئی تاکہ عملاً بھی فرض ہو جائے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جب جبرائیل کو اللہ تعالیٰ نے نماز پڑھنے کا حکم دیا تو اب یہ نماز خود ان پر فرض ہو گئی تھی۔ تو یہ گویا یہ اقتداء المفترض با لمفترض تھی۔ تیسرا جواب میرا یہ ہے کہ اس حدیث سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ یہاں اقتداء المتنفل با لمفترض ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ بھی ابھی اس عمل کے مامور نہیں ابھی آپ کو سکھایا جا رہا ہے۔ اور حضرت جبرائیل مامور ہیں۔ فقال عمر لعروة اعلم لصيغة المتكلم وبصيغة الامر من العلم والاعلام تينوں طرح پڑھا گیا ہے۔ مطلب یہ کہ میں جانتا ہوں۔ لیکن اس صورت میں آگے وان جو انبیل کا فرمانا صحیح نہ ہوگا۔ دوسری صورت میں ترجمہ ہوگا کہ تو جان لے کہ ذرا غور و فکر کرے۔ بھلا حضور اکرم ﷺ بھی کہیں ماموم اور مقتدی بن سکتے ہیں۔ وہ تو سید الرسل ہیں۔ تیسری صورت میں ترجمہ ہوگا کہ اسناد یعنی اس کی سند بیان کرو۔

ترجمہ۔ نماز کی پابندی کرنے پر بیعت لینا یا بیعت کرنا

باب الْبَيْعَةِ عَلَى اِقَامِ الصَّلَاةِ

ترجمہ۔ حضرت جریر بن عبد اللہ بجلی فرماتے ہیں

کہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ پر تین چیزوں کیلئے بیعت کر لی نماز کو پابندی سے ادا کرنا زکوٰۃ کا ادا کرنا اور ہر مسلمان کے لئے خیر خواہی کرنا۔

حدیث (۴۹۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى النخ

عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ بَايَعْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَلَى اِقَامِ الصَّلَاةِ وَاتِّبَاءِ الزَّكَاةِ وَالتَّصَحُّحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ

الحدیث

تشریح از شیخ مدنی۔ بیعت لینا بھی دال ہے کہ اقامت صلوٰۃ زیادہ مہتمم بالشان ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام سے نماز پر بیعت لی ہے۔ اس سے نماز کی اہمیت اور اس کا تاکید

معلوم ہو گیا۔ اور اس سے فضل صلوٰۃ کا علم بھی ہو گیا۔ لیکن مواقیت الصلوٰۃ سے کیا تعلق ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اقامت صلوٰۃ کے معنی میں اوقات کی رعایت ضروری ہے۔ اس سے اوقات کی مناسبت بھی معلوم ہو گئی۔ اس روایت میں نبی اکرم ﷺ نے نصیح لکل مسلم پر بیعت لی ہے۔ اس کو دیکھ کر صوفیا کرام نے کہا کہ بیعت میں چند کلمات ہونے چاہئیں۔ اور بعض کلمات مرید کے حال کے مطابق ہونے چاہئیں جیسے رافضیوں کو بیعت کرتے وقت فضیلت شیعین کا اقرار کرانا۔

باب الصَّلَاةُ كُفَّارَةٌ

ترجمہ۔ نماز گناہوں کا کفارہ ہے۔

حدیث (۴۹۵) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ النَّخَعِيُّ قَالَ قَالَ سَمِعْتُ حَذِيفَةَ قَالَ كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ عُمَرَ فَقَالَ أَيُّكُمْ يَحْفَظُ قَوْلَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي الْفِتْنَةِ قُلْتُ أَنَا كَمَا قَالَ قَالَ إِنَّكَ عَلَيْهِ أَوْ عَلَيْهَا لَجَرِيٌّ قُلْتُ فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَوَلَدِهِ وَجَارِهِ تُكْفِرُهَا الصَّلَاةُ وَالصُّومُ وَالصَّدَقَةُ وَالْأَمْرُ وَالنَّهْيُ قَالَ لَيْسَ هَذَا أُرِيدُ وَلَكِنَّ الْفِتْنَةَ الَّتِي تَمُوجُ كَمَا يَمُوجُ الْبَحْرُ قَالَ لَيْسَ عَلَيْكَ مِنْهَا بَأْسٌ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنَّ بَيْنَكَ وَبَيْنَهَا لَبَأٌ مَغْلَقٌ قَالَ أَيَكْسِرُ أَمْ يُفْتَحُ قَالَ يُكْسِرُ قَالَ إِذَا لَا يُغْلَقُ أَبَدًا قُلْنَا كَانَ عُمَرُ يَعْلَمُ الْبَابَ قَالَ نَعَمْ كَمَا أَنَّ دُونَ الْغَدِ اللَّيْلَةَ إِنِّي حَدَّثْتُهُ بِحَدِيثٍ لَيْسَ بِالْأَعْلَى فَهَبْنَا أَنْ نَسْتَلَّ حَذِيفَةَ فَأَمَرْنَا مَسْرُوقًا فَسَأَلَهُ فَقَالَ الْبَابُ عُمَرُ....

ترجمہ۔ حضرت شقیقؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حذیفہؓ سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمرؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ انہوں نے فرمایا کہ تم میں سے کون فتنے کے بارے میں جناب نبی اکرم ﷺ کا قول یاد رکھتا ہے۔ میں نے کہا کہ میں یاد رکھتا ہوں جیسا کہ حضورؐ نے فرمایا۔ جس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یا تو قول رسول پر یا مقابلہ پر کہا تھا کہ جرأت مند ہے تو میں نے کہا کہ آدمی کا فتنہ گھر والوں میں مال میں اولاد میں اور ہمسائے میں ہوتا ہے۔ جس کا کفارہ نماز۔ روزہ۔ صدقہ۔ امر اور نہی ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں یہ نہیں جانتا لیکن وہ فتنہ مراد ہے جو سمندر کی طرح موجیں مارے گا۔ انہوں نے فرمایا یا امیر المؤمنین آپ کو اس کی کوئی فکر نہیں کرنی چاہیے۔ کیونکہ آپ کے اور اس کے درمیان ایک بند دروازہ ہے۔ پوچھا کہ وہ توڑا جائے گا یا کھولا جائے گا۔ حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ توڑا جائے گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اب کبھی بند نہیں ہوگا ہم نے آپس میں کہا کیا حضرت عمرؓ اس دروازے کو جانتے ہیں حضرت حذیفہؓ نے فرمایا ہاں ایسے جانتے ہیں کہ جیسے کل آنے والے سے

پہلے رات ہوتی ہے۔ میں نے ان کو ایک حدیث بیان کی جو مغالطہ نہیں ہے۔ پس ہم تو حضرت حذیفہؓ سے پوچھنے سے خوفزدہ ہو گئے۔ پھر ہم نے مسروق کو حکم دیا کہ تم جا کر پوچھو تو انہوں نے فرمایا وہ دروازہ حضرت عمرؓ ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ انک علیہ او علیہا لجرئیؒ یہ الفاظ حضرت عمرؓ نے حضرت حذیفہؓ سے کہے۔ کیونکہ واقعہ یہ ہے

کہ دوسرے لوگ تو آنجناب رسول اکرم ﷺ سے بھلائی اور خیر کے متعلق سوال کرتے تھے۔ اور میں شر کے متعلق سوال کرتا تھا اس لئے کہ جلب منفقہ سے دفع مضرت ضروری ہے۔ اس لئے کہ پرہیز دوا سے بہتر ہے۔ اور یہ الفاظ حضرت عمرؓ نے ان کو دوا کے طور پر فرمائے کہ واقعی تم اس قابل ہو کہ تم کو یاد ہوگا۔ کیونکہ تم تمہائی اور مجلس میں آپ سے اس قسم کے سوالات کیا کرتے تھے۔ انک علیہ ای قول

رسول اللہ او علیہا ای مقالة الرسول فی الفتنۃ ہر ایک کے لئے ایک فتنہ خصوصی ہوتا ہے۔ اور دوسرا فتنہ عامہ ہوتا ہے۔ جب حضرت عمرؓ نے اولاً فتنہ کے متعلق سوال کیا۔ تو حضرت حذیفہؓ نے فتنہ خصوصی سمجھا اس لئے اہلہ و مالہ و ولدہ و جارہ سے جواب دیا۔ اور اسی خصوصی فتنہ میں نماز کا وقت پر نہ ادا کرنا بھی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں فتنہ عامہ کے متعلق سوال کرتا ہوں فرمایا کہ تمہارے اور اس فتنہ عامہ کے درمیان ایک دروازہ بند شدہ ہے۔ جب تک وہ دروازہ توڑا نہ جائے گا فتنہ واقع نہیں ہوگا۔ اور یہ بھی بتلادیا کہ وہ تمہارے زمانہ میں نہ ہوگا۔ اور جب وہ ٹوٹ گیا تو ہرگز بند نہ ہوگا۔ کیونکہ اگر دروازہ کھل جاتا تو فوراً بند کر دیا جاسکتا ہے۔ حضرت عمرؓ کی ذات دروازہ ہے۔ جب تک موجود رہے فتنہ عامہ نہ ہو۔ جب حضرت عمرؓ کو شہید کر دیا گیا تو پھر دروازہ ٹوٹ گیا۔ اور بہت سے شہداء اور وقائع پیش آئے جس پر تاریخ شاہد ہے۔ بہر حال جو روایت کفارہ میں ہے اس میں وقت کی تعیین بھی ہے۔ معلوم ہوا کہ وقت پر نماز ادا کرنا کفارہ سیأت ہے جیسے اقم الصلوۃ طرفی النہار و زلفا من اللیل ان الحسنات یذہبن السیئات۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس باب کا تعلق بھی فضائل کے ساتھ بالکل واضح ہے۔ اور موافقت کے ساتھ اس کو اس طرح ملحق

کیا جاسکتا ہے کہ اس کو موافقت میں ذکر فرما کر اشارہ کر دیا کہ وہ نمازیں کفارہ نہیں گی جو اپنے اوقات کے اندر ادا کی جائیں۔ اگر بلاوجہ وقت میں ادا نہ کی گئی تو جائے کفارہ کے اور گناہ ہوگا۔ انک علیہ او علیہا بحوری یہ او شک راوی ہے۔ اگر علیہ فرمایا ہو تو نقل قول رسول اللہ ﷺ کی طرف ضمیر راجع ہوگی۔ اگر علیہا ہے تو شرح مقالہ کی طرف راجع کرتے ہیں مگر میرے نزدیک ضمیر فتنہ کی طرف راجع کرنا اولیٰ ہے اس لئے کہ حضرت حذیفہؓ صاحب سر رسول اللہ ﷺ تھے۔ اور نبی اکرم ﷺ نے ان کو منافقین کے نام بتلا رکھے تھے یہی وجہ تھی کہ جب کسی کا انتقال ہوتا تو حضرت عمرؓ پہلے اس کی تحقیق فرماتے کہ حضرت حذیفہؓ نے بھی ان کی نماز جنازہ پڑھی ہے یا نہیں۔ اگر وہ پڑھتے تو یہ بھی پڑھتے۔ والا فلا اس خیال سے کہ کہیں منافق نہ ہو۔ ان بینک و بینہا لبا با مغلقا اگلے جملے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ بھی سمجھ گئے کہ باب کا مقصد کیا ہے اس لئے پوچھا تھا کہ ایکسر ام یفتح کھولنے کا مطلب طبعی موت اور توڑنے کا مطلب قتل ہے۔ فہبنا ان نسنل حذیفۃ کہ یہ شفیق کہتے ہیں کہ ہم حضرت حذیفہؓ سے یہ پوچھنے سے ڈرے کہ باب کون تھا۔ بات یہی ہے کہ پہلے زمانہ میں تو علماء کو اساتذہ سے ان کے تلامذہ اس درجہ ڈرتے تھے کہ بادشاہوں کو حد ہوتا تھا۔ حضرت زین العابدینؓ کا مشہور واقعہ ہے کہ ہشام بن عبد الملک حج کرنے کے لئے آیا تو لوگوں نے اس کو حجر اسود تک پہنچنے کے لئے جگہ تک نہ دی۔ لیکن جب امام زین العابدینؓ آگے بڑھے تو سارا مجمع ایک طرف ہو گیا انہوں نے اطمینان سے طواف کیا اور حجر اسود کی تقییل فرمائی کسی آدمی نے ہشام سے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں تو اس نے جاننے پہچاننے کے باوجود انکار کر دیا۔ مشہور شاعر فرزدق کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے فی البدیہہ ایک طویل قصیدہ امام زین العابدینؓ کی شان میں پڑھا جس میں اس نے ان کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ یہ وہ ہیں جن کو عرب کے سنگریز بھی جانتے ہیں۔ ان کو عرب بھی جانتے ہیں اور عجم بھی۔ بہر حال بعض تلامذہ کو کسی وجہ سے کوئی خصوصیت حاصل ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ استاذ کے بالکل منہ لگے ہوتے ہیں۔ وہ آگے بڑھ کر سوال کر لیتے ہیں۔ انہیں میں سے ایک حضرت مسروق تھے۔ انہوں نے آگے بڑھ کر سوال کیا

فانزل الله اقم الصلوة اس سے نماز کی فضیلت معلوم ہوئی کہ کفارہ سیات بنا دی گئی۔ شرح کے نزدیک اس باب کا تعلق مواقیت سے یہ ہے کہ وہی نماز کفارہ ہوگی جو اپنے وقت میں ادا کی جائے اس پر ایک اشکال ہے کہ اگلے صفحہ پر آرہا ہے باب الصلوة الخمس کفارہ للخطایا۔ اس میں بھی یہی بات بتلائی گئی ہے لہذا یہ باب مکرر ہو گیا شرح اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ آنے والے باب میں صلوة الخمس کی قید ہے اور یہ باب مطلق ہے اس سے دونوں میں فرق ہو گیا۔ اس پر اشکال ہوا کہ باقی نمازیں صلوة خمسہ کے علاوہ تو موقت یا وقت نہیں ہیں۔ لہذا ایسی صورت میں ان کے کفارہ ہونے کو مواقیت سے کیا تعلق ہے۔ اس کی توجیہ یہ کی گئی کہ اوقات خمسہ مکروہہ کے اندر تو نوافل نہیں پڑھے جاتے۔ لہذا جو شخص ان اوقات کے علاوہ دوسرے اوقات میں نوافل ادا کرے گا اس کے لئے وہ نوافل کفارہ نہیں گی۔ اور دوسرے باب سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ خواہ نماز جماعت کے ساتھ پڑھی جائے یا بغیر جماعت کے تو گویا آئندہ آنے والا باب صرف جماعت یا بغیر جماعت کی قید بتلانے کے لئے ہے۔ اب اس کے اندر اذا صلاھن موقت کی قید اتقانی و مجاہدگی گئی۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے کسی عورت سے بوسہ لے لیا۔ جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر خبر دی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ نماز کو دن کے دونوں کناروں میں اور رات کے کچھ حصہ میں ادا کر دے شک نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ یہ صرف میرے لئے ہے آپ نے فرمایا میری ساری امت کے لئے ہے۔

حدیث (۴۹۶) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ رَجُلًا أَصَابَ مِنْ امْرَأَةٍ قُبْلَةَ فَاتَى النَّبِيَّ ﷺ فَاخْبَرَهُ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي النَّهَارِ وَزُلْفَا مِنْ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبُنَ الشَّيْئَاتِ فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِلَيَّ هَذَا قَالَ لِجَمِيعِ أُمَّتِي كُلِّهِمْ.....

ترجمہ۔ اپنے وقت پر نماز ادا کرنے کی فضیلت

باب فَضْلِ الصَّلَاةِ لَوْ قَتَلَهَا

ترجمہ۔ حضرت ابو عمر اشیبانی فرماتے ہیں کہ ہمیں اس گھر والے نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضرت عبداللہ کے گھر کی طرف اشارہ کیا فرمایا کہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کو کون سا عمل زیادہ پسندیدہ ہے فرمایا نماز کو اپنے وقت پر ادا کرنا۔ پوچھا پھر کون سا فرمایا ماں باپ سے بہتر سلوک کرنا۔ پھر پوچھا کون سا فرمایا جہاد فی سبیل اللہ بہر حال آپ نے ان کو بیان کیا اگر میں زیادہ پوچھتا تو آپ زیادہ بتاتے۔

حدیث (۴۹۷) حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا صَاحِبُ هَذِهِ الدَّارِ وَأَشَارَ إِلَى دَارِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَيُّ الْعَمَلِ أَحَبُّ إِلَيَّ اللَّهُ قَالَ الصَّلَاةُ عَلَيَّ وَفِيهَا قَالَ ثُمَّ أَيُّ قَالَ ثُمَّ بَرُّ الْوَالِدَيْنِ قَالَ ثُمَّ أَيُّ قَالَ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي بِهِنَّ وَلَوْ اسْتَرَدَدْتَهُ لَزَادَنِي الْحَدِيثَ....

تشریح از شیخ زکریا۔ میرے نزدیک یہ ترجمہ شارح ہے۔ چونکہ حدیث میں الصلوٰۃ علی وقتہا کو ذکر فرمایا تھا اس لئے حضرت امام بخاری نے شرح فرمادی کہ علی لام کے معنی میں ہے۔ اس لئے کہ علی سے بظاہر معلوم ہوتا تھا کہ وقت سے پہلے پڑھے۔ کیونکہ علی استعلاء کے لئے ہے۔ اور مستعلی مستعلی کے اوپر ہوا کرتا ہے۔ ولو استزدتہ لوزانی یعنی میں اگر اور اشیاء کے متعلق سوال کرتا تو نبی اکرم ﷺ اور زیادہ بتلاتے حدیث باب میں احب الی اللہ اسم تفصیل کے ساتھ ہے۔ اور یہ بہت سے اعمال کے متعلق استعمال کیا جاتا ہے اور شرح اس کی تاویل من احب الاعمال سے کرتے ہیں۔ لیکن میری رائے یہ ہے کہ اس قسم کی افضلیت کبھی تو حال کی مناسبت سے اور کبھی وقت کی مناسبت سے اور کبھی مسائل کی حیثیت کے اعتبار سے بیان کی جاتی ہے۔ بس اب اشکال نہیں ہوگا۔

باب الصَّلٰوۃِ الْخَمْسِ كُفَّارَةً
لِلْخَطَايَا اِذَا صَلَّاهُنَّ لَوَقْتِهِنَّ
فِي الْجَمَاعَةِ وَغَيْرَهَا۔

ترجمہ۔ پانچ نمازیں گناہوں کا کفارہ ہیں
جبکہ ان کو اپنے وقت پر پڑھے جماعت میں یا غیر
جماعت میں ادا کرے۔

تشریح از شیخ مدنی۔ اس جگہ اشکال ہوتا ہے کہ خطایا کی تفسیر عام طور پر صغائر سے ہوتی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ نماز صغائر کے لئے کفارہ ہے۔ کبار کے لئے نہیں۔ ادھر آپ صلوٰۃ کو نہر سے تشبیہ دیتے ہیں کہ جب کوئی شخص دن میں پانچ دفعہ غسل کرے تو میل نہ رہے گی۔ اور تجربہ اور مشاہدہ کی بات ہے کہ جو بڑا میل جم جائے تو ٹلنے کی وجہ سے پہلے وہی زائل ہوتا ہے۔ چھوٹا میل دیر سے دور ہوتا ہے۔ تو چاہئے تھا کہ اولاً بڑے گناہ زائل ہوتے بعد ازال صغائر۔ تو یہاں تشبیہ تام نہ ہوئی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ خطایا کی تفسیر صغائر سے کرنا مسلم نہیں ہے۔ نیز! جیسے اس جگہ بڑی میل چلی جاتی ہے اور تھوڑی سی رہ جاتی ہے۔ ایسے کبار میں تخفیف ہو جاتی ہے۔ مگر صغائر بالکل معاف ہو جاتے ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ کبار کی وجہ سے اثر باطن روح میں ہوتا ہے۔ اور صغائر کا اثر ظاہر روح میں ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں موجود ہے کہ ایک گناہ کرنے سے ایک نقطہ دل پر پڑ جاتا ہے جو توبہ سے زائل ہو جاتا ہے۔ تو جس طرح پانی ظاہر کو دھو جاتا ہے اس سے باطن نہیں دھلتا ایسے صغائر تو محو ہو جاتے ہیں کبار محو نہیں ہوتے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ مگر ارباب کا جواب شرح فرماتے ہیں کہ باب سابق میں الصلوٰۃ مطلق ہے اور یہاں مقید بالخمس ہے۔ یعنی پہلا باب عام اور دوسرا خاص ہے لیکن میری رائے یہ ہے کہ یہاں اصل چیز جماعت اور غیر جماعت کو بیان کرنا ہے تو گویا باب سابق سے نفس صلوٰۃ کا کفارہ ہونا اور اس باب سے جماعت اور غیر جماعت دونوں کے اندر اس کا کفارہ ہونا معلوم ہو گیا۔ بمحو اللہ بہ الخطایا احادیث میں جماعت بھی محو خطا یا کا ذکر آتا ہے علماء اس کو صغائر کے ساتھ مقید کرتے ہیں اس حدیث کے متعلق بھی ان کی یہی رائے ہے

اور شرح اس کی یہ تشریح کرتے ہیں یہاں محو خطا یا کو غسل کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ اور غسل سے بدن کا ظاہری حصہ صاف ہوتا ہے اور صغائر بھی ظاہر سے متعلق ہوتے ہیں خلاف کبائر کے وہ قلب سے جا لگتا ہے۔ اور یہی عمل ہے اس روایت کا جس میں گناہ کے کرنے سے قلب پر ایک سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے۔ اگر بعدہ توبہ نہ کرے تو وہ نقطہ آہستہ آہستہ قلب کو گھیر لیتا ہے۔ اور جب کبائر کا تعلق دل سے ہے تو توبہ کی ضرورت ہوگی۔ اور توبہ کہتے ہیں ندامت بالقلب لہذا کبائر کا معاف ہونا رونے دھونے سے ہوگا۔ خلاف صغائر کے کیونکہ وہ ظاہر سے متعلق ہوتا ہے لہذا وضو وغیرہ ہی کافی ہو جائے گا۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے کہ بتاؤ اگر کسی کے دروازے پر نمر ہو اور وہ اس میں روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرے تو تم کیا کہتے ہو کہ یہ اس کے بدن پر کچھ میل رہنے دے گی۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یہ غسل اس کی میل کا کچھ حصہ بھی باقی نہیں رہنے دے گا۔ آپ نے فرمایا کہ بس یہی مثال پانچ نمازوں کی ہے جس سے اللہ تعالیٰ گناہ مٹا دیتے ہیں۔

حدیث (۴۹۸) حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ كَرَّ يَتَمُّ كَوَّانَ نَهْرًا يَبَاقِ أَحَدِكُمْ يَتَغَسَّلُ فِيهِ كُلَّ يَوْمٍ خُمْسًا مَاتَ قَوْلُ ذَلِكَ يُبْقِي مِنْ دَرْنِهِ قَالُوا لَا يُبْقِي مِنْ دَرْنِهِ شَيْئًا قَالَ فَذَلِكَ مَكَلُّ الصَّلَاةِ الْخُمْسِ يَمْحُو اللَّهُ بِهَا الْخَطَايَا الْحَدِيث ...

اس حدیث کی دونوں تشریح اور پر بیان ہو گئی ہیں اس لئے ان کو ترجمہ کے بعد لکھا جائے۔

ترجمہ۔ نماز کو اپنے وقت سے ضائع کرنا

باب فِي تَضْيِيعِ الصَّلَاةِ عَنْ وَقْتِهَا

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جو چیز جناب نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں تھی اس کو آج میں نہیں پہچانتا کما گیا نماز فرمایا کہ تم نے اس میں وہ کارگذاری نہیں کی جو تم کر رہے ہو۔

حدیث (۴۹۹) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ مَا عَرَفْتُ شَيْئًا مِمَّا كَانَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ قِيلَ الصَّلَاةُ قَالَ أَلَيْسَ صَنَعْتُمْ مَا صَنَعْتُمْ فِيهَا الْحَدِيث ...

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اوقات کی پابندی نہ کرنا اس کو تضييع اصلوة عن وقتها سے تعبیر کیا گیا ہے۔ پہلی حدیث میں

الیس صنعتم ما صنعتم اور دوسری حدیث میں ہے کہ انسؓ دمشق میں رورہے تھے۔ تو پوچھا گیا فرمایا کہ لا اعرف یعنی آپ سے جو چیزیں حاصل کی ہیں ان تمام کو بدل دیا اور وہ چیز مجھے نظر نہیں آتی۔ صرف نماز باقی رہی اور اب اس میں بھی هذه الصلوة قد ضيعت یہ نماز بھی ضائع کر دی گئی۔ یعنی نماز کی پابندی میں بے قائدگی شروع ہو گئی۔ اور دوسرے نسخہ میں ہے قد ضيعتم ما ضيعتم یعنی تم نے کیا کیا چیزیں ضائع کر دیں۔

تشریح از شیخ زکریا۔ اس باب میں وقت کا ذکر بھی آگیا۔ اور فضیلت کی طرف اشارہ بھی ہو گیا۔ اور ترجمہ سے مصنف نے اشارہ کیا ہے۔ آیت کریمہ **فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهْوَاتِ الْخَيْرِ** کہ انبیاء کے بعد ان کی مخالفت اولاد آئی جنہوں نے نماز کو ضائع کر دیا اور خواہشات کے پیچھے لگ گئے۔ اور یہ بتا دیا کہ اضاعت صلوٰۃ اس آیت کی وعید میں داخل ہے۔

ترجمہ۔ امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالکؓ کی خدمت میں دمشق کے اندر پہنچا وہ رو رہے تھے میں نے رونے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے فرمایا کہ جو چیزیں میں نے حضور انور ﷺ کے زمانے میں پائی تھیں وہ آج نہیں پہچان رہا مگر ان میں سے ایک نماز تھی وہ بھی ضائع کی جا رہی ہے۔

حدیث (۵۰۰) حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ زُرَّارَةَ النَّخَعِيُّ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ يَقُولُ دَخَلْتُ عَلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ بِدِمَشْقٍ وَهُوَ يَبْكِي فَقُلْتُ مَا يَبْكِيكَ فَقَالَ لَا أَعْرِفُ شَيْئًا مِمَّا أَذْرَكْتُ إِلَّا هَذِهِ الصَّلَاةُ وَهَذِهِ الصَّلَاةُ قَدْ ضَيَعَتْ الْخَيْرُ ...

تشریح از شیخ زکریا۔ یہاں تو حضرت انسؓ سے یہ مروی ہے۔ اور صفحہ ۱۰۰ پر حضرت انسؓ سے منقول ہے ما انكوت شيئا الا انكم لا يقيمون الصلوة کہ تم صفیں سیدھی نہیں کرتے۔ تو دونوں میں تعارض ہو گیا۔ کیونکہ اس باب کی روایت کا تقاضا ہے کہ انہوں نے سب کچھ ضائع کر دیا۔ اور صفحہ ۱۰۰ کی روایت کا تقاضا ہے کہ سب کچھ ٹھیک تھا۔ صرف صفوں کے اندر خرابی تھی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں اس باب کی روایت میں جس میں مطلقاً ساری اشیاء کی اضاعت کا ذکر ہے یہ دمشق کا واقعہ ہے۔ جیسے کہ روایات میں تصریح ہے۔ اور جہاں صرف صفوں کے اندر کوتاہی کا ذکر ہے وہ مدینہ کا واقعہ ہے۔ اور صورت یہ ہوئی تھی کہ حضرت انسؓ اس نیت سے دمشق تشریف لے گئے تھے کہ وہاں جا کر ولید بن عبد الملک کے پاس حجاج کی شکایت کریں۔ اور وہاں جا کر دیکھا کہ ان لوگوں نے جس طرح اور چیزوں کو ضائع کر رکھا تھا اپنے وقت پر ادا نہیں کرتے تھے یہ منظر دیکھ کر حضرت انسؓ رونے بیٹھ گئے اور یہ فرمایا۔ اور جب وہاں سے لوٹ کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو لوگوں نے ان سے پوچھا کہ آپ اتنی مدت کے بعد آئے ہیں ہمارے اندر کوئی تغیر تو نہیں پایا۔ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ باقی تو سب ٹھیک ہے صرف اتنی بات ہے کہ صفوں کے اندر سیدھا پن نہیں ہوتا یہ کوتاہی ہوتی ہے۔

قال ابو بکر بن خلف الخ اس کو جلی قلم سے لکھنا چاہئے تھا اور لفظ حدثنن اباریک۔ اس لئے کہ روایت کی ابتدا قال سے ہے حدثنا سے نہیں ہے۔ اور جن نسخوں میں اس کے خلاف ہے وہ غلط ہے اور وہم ہے۔ بے حال امام بخاریؒ اپنی عادت کے مطابق اب یہاں سے اضداد کو ذکر فرماتے ہیں کہ نماز کو بے وقت پڑھنے سے کیا کیا وعیدیں آئی ہیں۔ گویا اب سے اس آیت شریفہ کی طرف اشارہ ہے **فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهْوَاتِ الْخَيْرِ** اس آیت میں اضاعت سے کیا مراد ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اخراج الصلوٰۃ عن وقتها مراد ہے اور بعض نے اخراج عن الوقت المستحب اور بعض نے اخراج عن كل الوقت مراد لیا ہے۔ امام بخاریؒ کے نزدیک اخراج

عن كل الوقت ہی ہے جس کی تائید روایت سے ہوتی ہے۔

باب الْمُصَلِّي يُنَاجِي رَبَّهُ

ترجمہ۔ کہ نمازی اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نماز شروع کرتا ہے تو وہ اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے۔ اسلئے اسے دائیں طرف نہیں تھوکتا چاہیے۔ لیکن اپنے قدم کے نیچے تھوکے۔

حدیث (۵۰۱) حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ بْنُ أَبِرَاهِيمَ النَّخَعِيُّ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا صَلَّى يُنَاجِي رَبَّهُ فَلَا يَتَفَلَّنُ عَنْ يَمِينِهِ وَلَكِنْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْمُسْرَى الْحَدِيثُ

تشریح از شیخ مدنی۔ مناجات کا تقاضا ہے کہ جو مخاطب ہے اس کو متوجہ کیا جائے۔ اور اس طرح بھی کہ ہر طرح کا ادب

کیا جانا چاہیے۔ اس لئے نہ آگے تھوکا جائے نہ دائیں طرف۔ یہاں رحمت ایزدی کو مناجات سے تشبیہ دی گئی ہے تو سوال ہوتا ہے کہ جب یمن میں مناجات نہیں تو پھر منع کیوں ہے۔ جو اب یہ ہے کہ جانب یمن فرشتہ ہے۔ اور وہ مصلی کے نیک اعمال لکھتا ہے۔ تو اس کی بے ادبی نہ کرنی چاہیے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ یہ ترجمہ الباب اور حدیث نہایت اہم ہے۔ غور سے سنو! اللہ تعالیٰ کی دو شائیں ہیں۔ ایک شان

بالمحبیت دوسری شان محبوبیت۔ اب کوئی شخص بادشاہ تک رسائی حاصل کرے اور اس سے بات کرنے کا موقع مل جائے۔ اور بات شروع ہو جائے اور وہ پھر ادھر ادھر دیکھنے لگے تو بادشاہ اس کو نکال دے گا۔ بلکہ مطرد اور مردود کر دے گا۔ پس یہی حال وہاں کا ہے۔ اسی طرح کوئی ہزار عرق ریزیوں کے بعد محبوب تک پہنچے اور محبوب بات کرنے کو تیار ہو جائے اور پھر وہ ادھر ادھر دیکھنے لگے تو محبوب کیا کرے گا اس کے منہ پر تھوک کر دوسری طرف متوجہ ہو جائے گا۔ یہی حال حضرت باری کا بھی ہے۔ بلکہ اس سے اعلیٰ ارفع اور لوئی کیونکہ وہ تو احب المحبوبین ہیں اور ملک الملوک ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز نہایت خشوع و خضوع سے پڑھنا چاہیے۔ ان المصلیٰ بنا جی رہے نماز کی فضیلت معلوم ہوئی اور مواقیت سے مناسبت یہ ہے کہ جب نماز سے مناجات باری حاصل ہوتی ہے تو اس کو اوقات کے اندر ادا کرنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔ چنانچہ اگر کسی سرکاری عہدہ دار سے ملنا ہوتا ہے تو پہلے سے اس کی تیاری کی جاتی ہے۔ اور جب وقت قریب ہوتا ہے تو پھر نظر ہر وقت گھڑی پر رہتی ہے۔ تو احکم الحاکمین اور ملک الملوک کے دربار میں حاضری اور ان سے مناجات کے لئے کتنا اہتمام کرنا چاہیے ظاہر ہے۔ فلا یفعلن عن یمینہ صفحہ ۵۸ پر یہ روایت گذر چکی ہے اور وہاں دائیں طرف تھوکنے کی ممانعت کی علت یہ بیان فرمائی ہے کہ دائیں طرف فرشتہ ہوتا ہے۔ اور اس روایت میں فرمایا کہ ان المصلیٰ بنا جی رہے۔ شرح فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی تعارض نہیں ایک چیز کی متعدد علتیں ہو سکتی ہیں۔ اور میرے نزدیک یہ روایت مختصر ہو تو کوئی حرج نہیں ہے اور مناجات کرنا

نہی عن البزاق الى اليمين كاسبب نہیں ہے بلکہ اس کا سبب فرشتہ کا ہونا ہے۔ اور نہی عن البزاق الى القدم كاسبب مناجات ہے اور دلیل اس کی صفحہ ۵۹ کی وہ روایت ہے جو حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا سجدہ ٹھیک ٹھیک کرو اور اپنے بازوؤں کو اس طرح نہ پھیلاؤ جس طرح کتا پھیلاتا ہے۔ اور جب کوئی تھو کے تو اپنے سامنے نہ تھو کے اور نہ اپنے دائیں تھو کے کیونکہ وہ اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے۔ قنادہ سے روایت ہے کہ لایبقل قدمہ او بین یدیه الخ اور شعبہ فرماتے ہیں لایبقر بین یدیه ولا عن یمینہ اور حمید حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں جو حضرت نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں لایبقر فی القبلة ولا عن یمینہ الخ۔

حدیث (۵۰۲) حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عَمْرٍو الخ
عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ اعْتَدِلُوا فِي السُّجُودِ
وَلَا يُسْطُّ أَحَدُكُمْ ذِرَاعِيهِ كَالْكَلْبِ وَإِذَا بَزَقَ
فَلَا يَبْزُقُ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ فَإِنَّهُ يَنَا جِي رَبِّهِ
وَقَالَ سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ لَا يَبْزُقُ قَدَمَهُ أَوْ بَيْنَ يَدَيْهِ
وَلَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ وَقَالَ شُعْبَةُ
لَا يَبْزُقُ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ وَلَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ
أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ وَقَالَ حَمِيدٌ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ
لَا يَبْزُقُ فِي الْقِبْلَةِ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ وَلَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ
أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْحَدِيثُ.....

ترجمہ۔ سخت گرمی میں ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھنا چاہیے۔

باب الْإِبْرَادِ بِالظُّهْرِ فِي شِدَّةِ الْحَرِّ

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ دونوں حضرات جناب رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جب گرمی شدید ہو جائے تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو کیونکہ سخت گرمی جہنم کے جوش میں سے ہے۔

حدیث (۵۰۳) حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ سَلِيمَانَ الخ
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّهُمَا حَدَّثَا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ
ﷺ أَنَّهُ قَالَ إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوا بِالصَّلَاةِ فَإِنَّ
شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ الْحَدِيثُ.....

تشریح از شیخ زکریا۔ شرح کا امام حاریؒ پر اشکال یہ ہے کہ امام حاریؒ نے ظہر کا وقت ذکر کرنے سے پہلے اس کے اوصاف کو کیوں شروع فرمایا۔ حالانکہ اوصاف موصوف کے تابع ہوتے ہیں۔ حافظ بن حجرؒ فرماتے ہیں کہ جب ابراہاد کا حکم ڈبے دیا تو زوال تو اس میں خود بخود آگیا۔ اور علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ شدة اہتمام ابراہاد بالظہر کی وجہ سے اس کو مقدم فرمایا۔ مگر میرے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ باب سابق میں معلوم ہو چکا کہ نماز کے اندر اللہ تعالیٰ سے مناجات ہوتی ہے۔ رب العزت سے بات چیت ہوتی ہے۔ اس مؤمن کو

معراج ہوتی ہے۔ تو امام حناری نے اس باب کو باب سابق کے لئے بطور تکملہ کے ذکر فرمایا ہے کہ جب نماز مناجات مع الرب ہے تو وہ لہر اد کے وقت صبح ہوگی۔ شدت گرمی میں صبح نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ گرمی میں آدمی کی طبیعت حاضر نہیں رہتی۔ لہذا لہر اد کے وقت پڑھے تاکہ حضور قلب اچھی طرح ہو سکے۔ اس لئے بھی کہ شدت حر منظر جلال ہے اور مناجات منظر جمال ہے جلال کے وقت مناجات نہیں ہو سکتی (مرتب) اب رہا یہ سوال کہ امام حناری کی غرض اس باب سے کیا ہے۔ تو بہت ممکن ہے کہ ظہر کے اندر تقدیم و تاخیر کے اعتبار سے جو مختلف اقوال ہیں ان پر رد کرنا ہے۔ چنانچہ حنفیہ کہتے ہیں کہ موسم گرما میں تاخیر کرنا اولیٰ ہے۔ اور موسم سرما میں تعجیل۔ اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ علہ تاخیر گرمی کا ہونا ہے۔ لہذا اگر گرمی کے موسم کہیں گرمی نہ ہو رہی ہو جیسے شملہ یا منصورہ پر کوئی رہنے والا ہو تو تاخیر نہ کرے۔ حضرت امام حناری ان دونوں پر رد فرماتے ہیں کہ موسم اور مکان کی کوئی تخصیص نہیں بلکہ وجہ لہر اد شدت حر ہے۔ جب شدت نہ ہو خواہ کسی وقت ہو جائے اور کسی بھی مکان میں ہو جائے تو لہر اد اولیٰ ہوگا۔ اور شوافع فرماتے ہیں کہ جس کا مکان مسجد کے قریب ہو یا جو شخص مسجد سے دور ہو مگر سائے میں ہو کر آسکے تو اس کے لئے لہر اد نہیں۔ اور بعض علما کی رائے ہے کہ جماعت میں تاخیر اور منفرد تعجیل اولیٰ ہے۔ حضرت امام حناری نے اس پر بھی رد فرمایا ہے کہ انفراد اور جماعت کا اس میں کوئی دخل نہیں۔ بلکہ سبب شدت حر ہے۔ تو میری رائے یہ ہے کہ امام حناری نے ترجمہ میں تمام اختلاف کی طرف اشارہ کر کے اس مسئلہ میں اپنی رائے ظاہر کر دی۔

فان شدة الحر من فیح جہنم عنقریب اسی باب میں روایت کے اندر شدت حر کے فیح جہنم سے ہونے کی وجہ

آ رہی ہے۔ واشتکت النار الی رہا یہ وجہ ہے کہ قاعدہ یہ ہے کہ جب آگ کے اندر شدت پیدا ہو جاتی ہے تو شدت کی وجہ سے خود ہی کٹ کٹ کرنے لگتی ہے جیسے لوہا جبکہ بہت گرم ہو جائے ٹوٹ کٹ کر گرتا ہے۔ اور جب یہ گرمی فیح جہنم سے ہے تو اگر کسی وجہ سے حرارت معلوم نہ ہو تب بھی لہر اد اور تاخیر ہی اولیٰ ہوگی۔ جیسا کہ حنفیہ کہتے ہیں۔ اب یہاں پر دو اشکال ہیں۔ اول تو یہ کہ یہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ حرارت و ہرودت قرب شمس اور بعد شمس پر ہے۔ لہذا اگر حرارت کا سبب فیح جہنم ہے تو سائے کی جگہ اور دھوپ کی جگہ سب لہر اد ہونی چاہئے۔ کیونکہ جنم کا سانس تو ہر گوشہ میں لہر اد پہنچتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قاعدہ ہے کہ جب کوئی شیئی کسی شیئی کا اثر قبول کرتی ہے تو شیئی متاثر شیئی مؤثر سے اپنی صلاحیت اور قابلیت کے بقدر اس کا اثر قبول کرے گی۔ جیسے کچی اینٹ اور لوہا دونوں کو دھوپ میں رکھ دیا جائے تو لوہا جلدی گرم ہو جائے گا۔ اور بہت شدید گرم ہو جائے گا۔ اور کچی اینٹ دیر میں جا کر گرم ہوگی۔ اور وجہ اس کی یہی ہے کہ لوہے کے اندر حرارت قبول کرنے کی صلاحیت زیادہ ہے۔ اینٹ کے مقابلہ میں۔ اسی طرح فیح جہنم کا اثر پہنچتا ہے۔ سورج چونکہ سر لپا آگ ہے لہذا جہاں جہاں اس کی شعاعیں پڑیں گی عذاب کا اثر ہوگا۔ وہیں حرارت زیادہ ہوگی۔ دوسرا اشکال یہ ہے کہ اگر شدت حر فیح جہنم سے ہے اور جنم عذاب الہی ہے تو جو اس کا اثر ہوگا وہ عذاب کا اثر ہوگا اور عذاب کے وقت عبادت اولیٰ ہے۔ جیسا کہ کسوف کے وقت عبادت اولیٰ ہے اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ صلوة رب العزت کے ساتھ مناجات ہے اور مناجات اور انابت کے درمیان شدید گرمی مغل ہوتی ہے اس لئے تاخیر کرنی چاہئے۔ اس لئے علماء نے کہا ہے کہ مسجد کے اندر اول وقت پہنچے۔

حدیث (۵۰۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ النَّخَعِيُّ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ أَدْنُ مُؤَدِّنُ النَّبِيِّ ﷺ الطَّهْرُ لَقَالَ أَبْرَدُ أَوْ قَالَ أَنْتَظِرُ أَنْتَظِرُ وَقَالَ شِدَّةُ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوا عَنِ الصَّلَاةِ حَتَّى رَأَيْتُمُ الْغُلُولَ الْحَدِيثُ.....

حدیث (۵۰۵) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْمَدِينِيُّ النَّخَعِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوا بِالصَّلَاةِ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ وَاشْتَكَّتِ النَّارُ إِلَى رَبِّهَا فَقَالَتْ يَا رَبِّ أَكَلْتُ بَعْضِي بَعْضًا فَادْنُ لَهَا بِنَفْسِي نَفْسٌ فِي الشِّتَاءِ وَنَفْسٌ فِي الصَّيْفِ وَهُوَ أَشَدُّ مَا تَجِدُونَ مِنَ الْحَرِّ وَأَشَدُّ مَا تَجِدُونَ مِنَ الزَّمْرِيرِ الْحَدِيثُ

حدیث (۵۰۶) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ حَفْصِ النَّخَعِيُّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَبْرِدُوا بِالطَّهْرِ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ تَابِعَهُ سَفِيَانُ وَيَحْيَى وَابُو عَوَالَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ الْحَدِيثُ...

باب الْإِبْرَادِ بِالطَّهْرِ فِي السَّفَرِ

حدیث (۵۰۷) حَدَّثَنَا آدَمُ النَّخَعِيُّ عَنْ أَبِي ذَرٍّ الْغَفَارِيِّ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي سَفَرٍ

ترجمہ۔ حضرت ابو ذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کے مؤذن نے ظہر کے وقت اذن پڑھی تو آپؐ نے فرمایا ٹھنڈا کرو ٹھنڈا کرو۔ یا فرمایا انتظار کرو انتظار کرو۔ اور فرمایا کہ سخت گرمی جہنم کے جوش سے ہے پس جب گرمی سخت ہو جائے تو نماز میں تاخیر کرو یہاں تک کہ ہم نے ٹیلوں کے سائے دیکھے۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جب گرمی سخت ہو جائے تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو۔ کیونکہ سخت گرمی جہنم کے جوش میں سے ہے۔ اور آگ جہنم نے اپنے رب کی طرف شکایت کی کہ اے میرے رب میرا کچھ حصہ کاٹ کاٹ کر دوسرے حصہ کو کھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اسے دوسرا حصہ لینے کی اجازت دی۔ ایک سانس سردی کے موسم میں اور دوسرا سانس گرمی کے موسم میں۔ پس یہ سخت گرمی جو تم محسوس کرتے ہو یہ اس کی گرمی میں سے ہے۔ اور سخت ٹھنڈک طبقہ زمہریر سے ہے۔

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو اس لئے کہ سخت حرارت جہنم کے جوش میں سے ہے۔ سفیان یحییٰ ابو عوانہ اعمش سے اس کی متابعت کی ہے تشریح اوپر گذر چکی ہے

ترجمہ۔ باب سفر میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا

ترجمہ۔ حضرت ابو ذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ ایک سفر میں تھے تو مؤذن نے

كَارَادَ الْمُؤَدِّنَ أَنْ يُؤَدِّنَ لِلظُّهْرِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ
 أَبْرُدُ كُمْ أَرَادَ أَنْ يُؤَدِّنَ فَقَالَ لَهُ أَبْرُدُ حَتَّى رَأَيْنَا
 فِي التَّلْوْلِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فِجْ
 جَهَنَّمَ فَإِذَا اسْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوا بِالصَّلَاةِ وَقَالَ
 ابْنُ عَبَّاسٍ تَتَفَيَّوْهُ التَّمْيِيلُ . الْحَدِيثُ

ظہر کی نماز کے لئے اذان کہنے کا ارادہ کیا۔ آپ نے فرمایا ٹھنڈک
 میں پڑھو۔ پھر اس نے اذان کہنے کا ارادہ کیا تو پھر بھی آپ نے
 فرمایا کہ ٹھنڈک میں پڑھو۔ یہاں تک ہم نے ریت کے ٹیلوں
 کے سائے دیکھے۔ جس پر حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ
 سخت گرمی جہنم کے جوش سے ہے۔ تو جب گرمی سخت ہو جائے
 تو نماز کو ٹھنڈک میں پڑھو۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں تنفیاً کے
 معنی میلان کرنے کے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریا۔ یہ باب امام بخاری نے ابواب بالظہر فی الحوک مناسبت سے مجعاً ذکر فرمایا جیسا کہ ابواب بالظہر

کو تکملہ للباب السابق فرمایا ہے۔ یہ تو ظاہر ہے اور ممکن ہے کہ حضرت امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے احناف پر رد کرنا ہو۔ اس مسئلہ
 میں کہ احناف فی التلؤل والی روایت کو مغلین کی دلیل قرار دیتے ہیں۔ تو حضرت امام بخاریؒ تنبیہ فرماتے ہیں کہ دلیل تم نے کہاں سے
 منالی۔ یہ تو سفر کی وجہ سے ہوا ہے کیونکہ سفر کے اندر جمع تاخیر جائز ہے۔ لہذا وہاں تاخیر کے اندر فی التلؤل تک تاخیر ہو گئی تنفیاً بتیمیل
 چونکہ حدیث میں فی کالفظ آگیا ہے اس لئے اس کی مناسبت سے قرآن پاک کے لفظ تنفیاً کی تفسیر فرمادی۔ باقی ظہر کو پہلے اس لئے بیان
 فرمایا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے سب سے پہلے نبی اکرم ﷺ کو ظہر کی نماز پڑھائی تھی۔ یہاں امام بخاریؒ نے پہلے ابواب کو بیان فرمایا۔
 حافظ ابن حجرؒ نے اس کی وجہ یہ بتلائی کہ یہاں سے حضرت جلد کی حدیث جو کہ ابو داؤد شریف میں ہے۔ کان رسول اللہ ﷺ یصلی
 بعد الزوال اس کی طرف اشارہ ہے۔ دوسرے امام بخاریؒ نے فی السفر کی قید بڑھا کر بتلادیا کہ اصل مدار ابواب دکاشدۃ حور پر ہے۔
 باوجودیکہ وہاں سب لوگ جمع رہتے ہیں۔ اور قبیل میں کوئی رقت بھی نہیں مگر پھر بھی رخصت دے دی گئی۔

**باب وَقْتُ الظُّهْرِ عِنْدَ الزَّوَالِ وَقَالَ
 جَابِرٌ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي بِهَا جَرَّةً**

ترجمہ۔ ظہر کی نماز کا وقت زوال شمس سے ہے۔ چنانچہ حضرت
 جلد فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ دوپہر کے وقت
 نماز پڑھتے تھے۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ خبر دیتے ہیں کہ جناب
 رسول اللہ ﷺ ایک دن گھر سے اس وقت باہر تشریف لائے
 جبکہ سورج ڈھل گیا تھا۔ آپ نے ظہر کی نماز پڑھی پھر منبر پر
 کھڑے ہو کر قیامت کا ذکر فرمایا اور اس میں بڑے بڑے امور

حدیث (۵۰۸) حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ خَرَجَ
 حِينَ زَاغَتِ الشَّمْسُ فَصَلَّى الظُّهْرَ فَقَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ
 فَذَكَرَ السَّاعَةَ وَذَكَرَ أَنَّ فِيهَا أُمُورًا عَظِيمًا كَمَا قَالَ

میان فرمائے۔ پھر فرمایا جو شخص کسی چیز کے متعلق پوچھنا چاہے وہ پوچھ لے کیونکہ جس چیز کے متعلق تم سوال کرو گے جب تک میں اس مقام پر ہوں تمہیں ضرور بتاؤں گا۔ لوگوں نے کثرت سے رونا شروع کیا اور آپ کثرت سے سلوئی فرماتے رہے پھر حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی کھڑے ہوئے۔ انہوں نے پوچھا حضرت میرا باپ کون ہے آپ نے فرمایا حذافہ تمہارا باپ ہے۔ پھر اکثر حضور ﷺ سلوئی فرماتے رہے۔ تو حضرت عمرؓ گھنٹوں کے بل بیٹھ گئے اور فرمانے لگے ہم اللہ کے رب ہونے پر راضی ہیں اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہیں۔ تب آپ خاموش ہوئے۔ بعد ازاں فرمایا کہ ابھی

مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُسْتَلَّ عَنْ كَيْفٍ فَلْيَسْتَلْ فَلَا تَسْتَلُونِي
عَنْ كَيْفٍ إِلَّا أَخْبَرْتُكُمْ مَا دُمْتُ فِي مَقَامِي هَذَا
فَأَكْثَرَ النَّاسُ فِي الْبُكَاءِ وَأَكْثَرُ أَنْ يَقُولَ سَلُونِي
فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ حُدَافَةَ السَّهْمِيُّ فَقَالَ مَنْ أَبِي
قَالَ أَبُو كُ حُدَافَةَ ثُمَّ أَكْثَرَ أَنْ يَقُولَ سَلُونِي فَبَرَكَ
عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَى رُكْبَتَيْهِ فَقَالَ رَضِينَا بِاللَّهِ
رَبًّا وَرَبًّا لِسَلَامٍ دِينِنَا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيِّنَا فَسَكَتَ ثُمَّ قَالَ
عَرَضْتُ عَلَى الْجَنَّةِ وَالنَّارِ الْإِنْفَاءِ فِي عُرُوضِ هَذَا
الْحَائِطِ فَلَمْ أَرَ كَالْخَيْرِ وَالشَّرِّ.....

اس دیوار کے کنارے میں مجھے جنت اور دوزخ دکھائی گئی۔ پس میں نے اس طرح خیر اور شر کو اکٹھے نہیں دیکھا۔

تشریح از شیخ مدنی۔ آپ جب صلوٰۃ ظہر سے فارغ ہوئے تو معلوم ہوا کہ منافقین کی ایک جماعت عناداً سوال کرنے کیلئے

آئی ہوئی ہے۔ تو آپ نے فرمایا سلوئی فقام عبداللہ الخ یہ سلوئی فرمانا یا تو حقیقت پر مبنی ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ تم پوچھتے جاؤ میں بتاتا جاؤں گا۔ یا یہ کہ تم سوال کرو میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سوال کر کے بتاؤں گا۔ بہر حال یہ الفاظ غضب پر دال تھے۔ فاکثر الناس فی البکاء اس سے آپ کا غصہ معلوم ہوتا ہے۔ اور دوسرا یہ کہ حضرت عبداللہ کی رنگت اور تھی ان کے باپ حذافہ کی رنگت اور تھی۔ لوگ شک و شبہ کرتے تھے۔ اس لئے انہوں نے ایسی حالت میں آپ سے سوال کیا۔ کہ آپ نے اس کا جواب دیا کہ تمہارا باپ حذافہ ہے جس سے لوگوں کا شک بٹ گیا۔ آپ برابر سلوئی فرماتے رہے۔ یہاں تک حضرت عمرؓ نے چند کلمات کہہ کر آپ کا غصہ ٹھنڈا کر دیا۔ عرضت علی الجنة والنار اگر اشکال ہو کہ اتنی بڑی جنت اور جہنم ایک دیوار کے کونے میں کیسے دکھائی گئی۔ جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو قدرت حاصل ہے کہ وہ چھوٹی چیز کو بڑی اور بڑی کو چھوٹی کر دکھائیں۔ عرضھا کعرض السماء باعتبار اصل کے ہے۔ اور عرضت میں اس کا عکس ہے۔ دوسری جماعت یہ کہتی ہے کہ اس جگہ معانی مجازی مراد ہیں کہ جنت اور نار کی تصویر دکھائی گئی۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ آپ کے درمیان اور جنت و جہنم کے درمیان کے جملات کو اٹھادیا گیا۔ تو پھر بھی حقیقت پر محمول ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ یہاں سے اوقات کا بیان شروع ہو رہا ہے۔ یہ بات غور طلب ہے کہ اصحاب المواقیب جب

اوقات کا ذکر کرتے ہیں تو ظہر سے شروع کرتے ہیں فجر سے شروع نہیں کرتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ازل نماز جو برائیل علیہ السلام نے

جناب نبی اکرمؐ کو پڑھائی وہ ظہر تھی۔ کیونکہ رات کو تو آپؐ سیر کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ اور صبح کو تشریف آوری کے بعد آرام فرما رہے تھے۔ اسی وجہ سے اس کو الصلوٰۃ الاولیٰ کہتے ہیں۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ اولاً تبلیغ اجمالی ہوئی پھر ظہر کی نماز سے تفصیلی تبلیغ شروع ہوئی۔ اس میں ائمہ کا اتفاق ہے کہ ظہر کے وقت کی ابتدا زوال کے بعد سے ہوتی ہے۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ نہ ائمہ اربعہ کا اور نہ اصحاب ظواہر کا۔ ہاں بعض سلف کا تھوڑا سا اختلاف رہا ہے۔ وہ یہ کہ معاً بعد الزوال ظہر کا وقت شروع نہیں ہوتا۔ بلکہ زوال کے بعد فی الزوال بظہر تمہ کے بڑھ جائے وہ وقت ہوگا۔ ان حضرات کا استدلال ابو داؤدی کی روایت اذا زالت الشمس بقدر الشراک ہے البتہ اختلاف اس میں ہے کہ ظہر کا وقت اخیر کیا ہے۔ ہمارے امام صاحبؒ کا مشہور قول ہے کہ ظہر کا آخر وقت مظلین تک رہتا ہے۔ صاحبین اور ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ اس کا آخر وقت مثل واحد تک رہتا ہے۔ تو ابتدا عصر عند الامام مظلین کے بعد اور عند اصحابین وعند ثلاثہ بعد المثل ہوگا۔ دوسرا اختلاف یہ ہے کہ بعض مالکیہ کے نزدیک ظہر اور عصر کے درمیان چار رکعات کے بظہر وقت مشترک ہے۔ جس میں ظہر اور عصر دونوں وقت کی نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ اور اس کی وجہ یہ حضرات یہ بتلاتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام کی امامت کے متعلق روایات میں آتا ہے کہ انہوں نے پہلے دن عصر کی نماز اس وقت پڑھی جبکہ ہر شئی کا سایہ اس کے ایک مثل ہو گیا اور دوسرے دن اسی وقت میں ظہر کی نماز ادا کی۔ تو وقت مشترک نکل آیا۔ اور اس کے بالمقابل بعض شافعیہ اور داؤد ظاہری کی رائے ہے کہ ظہر اور عصر کے مابین بظہر چار رکعات وقت مہمل ہے۔ تو خلاصہ یہ ہے کہ تین اختلاف ہو گئے۔ ایک انتہائے ظہر مثل پر ہے یا مظلین پر۔ دوسرے یہ کہ وقت مشترک ہے یا نہیں۔ تیسرے یہ وقت مہمل ہے یا نہیں۔ پھر اس کے اندر اختلاف ہے کہ وقت عصر کب ختم ہوتا ہے۔ بعض کی رائے ہے کہ مظلین پر جا کر ختم ہو جاتا ہے۔ اور بعض شافعیہ اور مالک کے نزدیک اصفورا تک ختم ہو جاتا ہے۔ اور جمہور کی رائے یہ ہے کہ وقت عصر غروب شمس تک باقی رہتا ہے۔ یہی ائمہ اربعہ کا مذہب ہے۔ اور ابتدا وقت مغرب میں کوئی اختلاف نہیں کہ غروب شمس کے بعد شروع ہو جاتا ہے البتہ اختتام کے اندر اختلاف ہے۔ حضرت امام شافعیؒ کی جانب سے مشہور یہ ہے کہ مغرب کا وقت بس اتنا ہے کہ اطمینان سے وضو کر کے تین رکعات فرض مطمئن ہو کر پڑھ لے۔ لیکن جمہور علمائے رائے یہ ہے کہ مغرب کا وقت غروب شمس تک باقی رہتا ہے۔ البتہ حقیقت شفق میں اختلاف ہے۔ ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کے نزدیک شفق وہ حرمت ہے جو سورج کے غروب ہونے کے بعد آسمان کے کنارے پر باقی رہے۔ جب وہ غروب ہو جائے تو مغرب کا وقت ختم ہوگا۔ اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک شفق سے مراد یہاں وہ سفیدی ہے جو سرخی کے بعد آتی ہے۔ اور اس کے ختم ہونے پر سیاہی آتی ہے۔ تو امام صاحبؒ کے نزدیک مغرب کا وقت اس سفیدی کے غروب تک باقی رہتا ہے۔ اور عشاء کے وقت کے اختتام میں بعض سلف سے منقول ہے کہ ثلث لیل تک ختم ہو جاتا ہے یہی وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ عصر کا وقت الی المظلین رہتا ہے اور بعض شوافعؒ کی رائے ہے کہ نصف لیل تک رہتا ہے اور اکثر علماء کی رائے ہے کہ طلوع صبح صادق تک رہتا ہے۔ اور طلوع الفجر اول وقت فجر ہے۔ اور اس کا آخری وقت طلوع شمس ہے۔ اور بعض کے نزدیک اسفار (روشنی) ہے۔ حضرت امام بخاریؒ نے ترجمہ کے اندر عند الزوال کا لفظ بڑھا کر ان لوگوں پر ڈر فمادیا جو یہ کہتے ہیں ظہر کا وقت اس وقت شروع ہوگا جبکہ فی الزوال بقدر الشراک ہو جائے۔

یا بعض سلف کے قول پر رد فرمایا جو زوال سے قبل ظہر کے جواز کے قائل ہیں۔ صلے بالہاجرہ ای شدۃ الحر وهو وقت الزوال مادمت فی مقامی هذا۔ اس سے علم غیب پر استدلال نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ نبی اکرم ﷺ نے خود فرمایا۔ مادمت فی مقامی هذا کہ جب تک میں اس جگہ رہوں گا۔ تو بہت ممکن ہے کہ اس خاص وقت میں اللہ تعالیٰ نے کشف فرمایا ہو۔ عرضت علی الجنة والنار یہ وجہ ہے آپ کے فرمانے کی کہ جو کچھ تم پوچھو گے خبر دوں گا۔ فلم ار کالخبیر والشر یعنی ایک طرف جنت تھی جو خیر ہی خیر ہے۔ اور دوسری طرف جہنم ہے جو شر ہی شر ہے۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہ سلمیٰ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ صبح کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جس میں ہم میں سے ایک آدمی اپنے ساتھی کو پہچان سکتا تھا۔ جبکہ ساٹھ سے سو آیات تک اس میں قرآءت کر لیتا تھا۔ اور ظہر کی نماز اس وقت پڑھتے جبکہ سورج ڈھل جاتا تھا۔ اور عصر اس وقت پڑھتے جب کہ ہمارا ایک آدمی مدینہ کے دور مقام میں جا کر واپس آجاتا تھا۔ ابھی تک سورج زندہ ہوتا تھا۔ یعنی اس کی تمازت باقی ہوتی تھی۔ اور مغرب کے بارے میں میں بھول گیا۔ کہ انہوں نے کیا فرمایا تھا اور عشاء رات کے تیسرے حصہ تک مؤخر کرنے میں کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ پھر نصف لیل تک فرمایا یعنی آدھی رات تک۔ شعبہ فرماتے کہ پھر ایک مرتبہ میں ابو المنہال کو ملا تو انہوں نے اولت الیل فرمایا۔

حدیث (۵۰۹) حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ الْخِ
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّيُ الصُّبْحُ
وَاحِدًا نَاعِرِفُ جَلِيسَهُ وَيَقْرَأُ فِيهَا مَا بَيْنَ السِّتِينَ
إِلَى الْمَائَةِ وَيُصَلِّيُ الظُّهْرَ إِذَا زَاكَتِ الشَّمْسُ
وَالْعَصْرَ وَاحِدًا يَذْهَبُ إِلَى أَقْصَى الْمَدِينَةِ رَجَعَ
وَالشَّمْسُ حَيَّةً وَنَسِيتُ مَا قَالُ فِي الْمَغْرِبِ
وَلَا يَأْتِيَنِي بِتَاخِيرِ الْعِشَاءِ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ ثُمَّ قَالَ إِلَى
شَطْرِ اللَّيْلِ وَقَالَ مُعَاذٌ قَالَ شُعْبَةُ ثُمَّ لَقِيْتَهُ مَرَّةً
فَقَالَ أَوَّلُ ثُلُثِ اللَّيْلِ . الْحَدِيثُ

تشریح از شیخ زکریا۔ یدھب الی اقصی المدینة اس سے بعض حضرات نے وقت عصر کے ایک مثل ہونے پر استدلال کیا ہے۔ مگر ایسے حملات سے استدلال نہیں ہو سکتا اس لئے کہ یہ تو سرعت مشی پر موقوف ہے یعنی جلدی چلنے پر۔ میرے والد صاحب بسعی نظام الدین سے مدرسہ حسین بخش دہلی آدھ گھنٹہ میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ جبکہ اس کی مسافت ساڑھے تین میل ہے۔ بہر حال امام بخاری نے عند الزوال کی قید لگا کر ظہر کی ابتدا بیان کی ہے۔ اور ابوداؤدی کی روایت کہ مکرمہ پر محمول ہے کیونکہ وہ اس اقلیم کے اندر واقع ہے جو عطا استوا کے تحت میں نہیں ہے۔ بلکہ کچھ ہٹی ہوئی ہے۔ اتنی کہ ہر چیز کا سایہ اصلی ایک شراک کے بقدر ہوتا ہے۔ گویا عین زوال ہی ان لوگوں کے ہاں اس وقت ہے جبکہ بقدر شراک زوال ہو جائے۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ جب ہم ظہر کے وقت آپ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے تو گرمی سے چنے کیلئے ہم اپنے کپڑوں پر سجدہ کرتے تھے۔

حدیث (۵۱۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِالظُّهْرِ سَجَدَ نَاعِلِي رِثَابِنَا اتِّقَاءَ الْحَرِّ. الحديث

ترجمہ۔ ظہر کی نماز کو عصر تک پیچھے کرنا

باب تَاخِيرِ الظُّهْرِ إِلَى الْعَصْرِ

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ مدینہ میں سات اور آٹھ رکعات ظہر عصر اور مغرب عشا اور فرمائی۔ ایوب راوی فرماتے ہیں کہ شاید یہ بارش والی رات کا واقعہ ہے۔ ایوب نے لعل کی بجائے عسی کہا۔

حدیث (۵۱۱) حَدَّثَنَا أَبُو التَّعْمَانِ أَخْبَرَنَا عَنْ أَبِي عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى بِالْمَدِينَةِ سَبْعًا وَثَمَانِيًا الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ فَقَالَ أَيُّوبُ لَعْلَهُ فِي لَيْلَةٍ مُطِيرٍ وَقَالَ عَسَى. الحديث ..

تشریح از شیخ مدنی۔ اس جگہ جمع صوری مراد ہے۔ تاکہ جمع کرنا امت پر آسان ہو سکتی نہ آئے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ شرح فرماتے ہیں کہ مثل اور مثلین کا جھگڑا امام حنبلی کی شرط کے مطابق نہیں ہے اس لئے اس کو

ذکر نہیں فرمایا البتہ یہ بتلادیا کہ ظہر کا وقت عصر تک رہتا ہے اور میری رائے یہ ہے کہ اسکے ساتھ امام حنبلی نے تاخیر الظہر الی العصر کا جملہ بڑھا کر ان لوگوں پر رد فرمادیا ہے جو ما بین الظہر والعصر وقت مشترک یا وقت مہمل مانتے ہیں۔ مشترک ماننے والوں پر اس طرح رد ہو گیا کہ ظہر کا وقت عصر تک رہتا ہے۔ یہ نہیں کہ ظہر اور عصر کے درمیان اشتراک ہے۔ اور مثلین بالوقت المہمل پر اس طرح رد ہوئے کہ جب منتہا نے وقت ظہر عصر تک ہے تو بیچ میں وقت مہمل کہاں ہوگا۔ اور بہت ممکن ہے کہ یہ ترجمہ شارحہ ہو کیونکہ روایت الباب میں صلی بالمدينة سبعا وثمانیا سبعا سے مراد مغرب اور عشا ہے اور ثمانیا سے ظہر اور عصر ہے تو چونکہ ظاہر حدیث کے لفظ سے شبہ ہو سکتا تھا کہ مثلاً ظہر عصر وقت عصر میں پڑھ لی۔ یا اس کا برعکس۔ اسی طرح مغرب اور عشا مغرب کے وقت پڑھ لی ہو۔ یا علی العکس۔ تو توجیہ فرمادی کہ یہ صورت نہیں۔ بلکہ ظہر کو عصر تک مؤخر فرمادیا۔ پھر عصر پڑھی تو جمع صوری ہوئی۔ امام حنبلی نے مثل اور مثلین کے مسئلہ کو چھیڑا ہی نہیں کیونکہ ان کے نزدیک مثل کی طرح مثلین والوں کا قول بھی پختہ ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ جہاں تک دلائل کا تعلق ہے وہاں مثلین راجح ہے۔ اور اس پر بہت سے دلائل مل جائیں گے۔ مثلاً ایک یہ کہ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں پوری مملکت میں ہر شخص کے لئے یہ اعلان کر دیا تھا کہ مثل الظہر اذا كان ظلك مثلك کہ ظہر کی نماز اس وقت ادا کرو جبکہ تمہارا سایہ

ایک مثل تک ہو۔ وصلی العصر اذا كان ظلك مثليک اور عصر اس وقت ادا کرو جبکہ تمہارا سایہ دو مثل تک پہنچے۔ اس سے صراحتاً صاف معلوم ہو گیا کہ جب سایہ مثلین ہو جائے تو عصر کی نماز پڑھو۔ یعنی عصر کا وقت اب شروع ہوا ہے۔ اور ظہر کا وقت اب ختم ہوا ہے اور یہ اعلان صحابہ کی موجودگی میں ہوا کسی نے نکیر نہیں کی۔ گویا کہ اجماع سکوتی ہو گیا۔ تو اگر مثلین تک وقت ظہر نہ ہوتا تو گویا حضرت عمرؓ نے سب کو قضا نمازیں پڑھوائیں۔ صلی بالمدينة سبعا وثمانياً حضور اکرم ﷺ نے یہ جمع مدینہ کے اندر فرمایا ہے۔ حنابلہ اور بعض علما نے یہ عذر پیش کیا کہ یہ جمع ہارث کی وجہ سے تھا لیکن جمہور کے نزدیک جمع مطر کوئی چیز نہیں۔ اب یہ کہ پھر یہ جمع کیوں ہوئی۔ تو امام بخاریؒ نے بتلادیا کہ بھائی یہاں جمع حقیقی نہیں تھی۔ بلکہ ظہر کو مؤخر کر کے اور عصر کو مقدم کر کے نماز پڑھی گئی تھی۔ تو گویا اس جگہ جمع صوری مراد ہے۔ اب حنفیہ یہ کہتے ہیں کہ جب یہاں جمع صوری مراد ہے کہ اگر ہم سفر کے اندر جمع صوری مراد لیں تو کیا تعذر ہے۔ امام ترمذیؒ نے اپنی کتاب کے اندر دعویٰ کیا ہے کہ میں نے اپنی کتاب میں کوئی حدیث ایسی ذکر نہیں کی جو کسی نہ کسی کا معمول بہانہ ہو سوائے دو حدیثوں کے جن پر کسی کا عمل نہیں۔ ایک تو یہی حدیث باب ہے دوسری وہ حدیث ہے جس میں آپؐ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص چوتھی مرتبہ شراب پی لے تو اس کو قتل کر دیا جائے۔ میرے نزدیک ان دونوں حدیثوں پر بھی حنفیہ کا عمل ہے۔ کیونکہ ہم لوگوں نے اس سے جمع صوری مراد لی ہے۔ اور دوسری حدیث سے سیارۃ قتل کرنا مراد لیا ہے۔ لہذا اب یہ دونوں حدیثیں ہماری معمول بہا ہو گئیں۔

ترجمہ۔ عصر کی نماز کا وقت کون سا ہے

باب وَقْتُ الْعَصْرِ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ عصر کی نماز ایسے وقت پڑھتے تھے کہ دھوپ ابھی ان کے حجرہ سے نہیں نکلی تھی۔

حدیث (۵۱۲) حَدَّثَنَا ابْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ النَّخَعِيُّ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ لَمْ تَخْرُجْ مِنْ حُجْرَتِهَا ...

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ وَالشَّمْسُ لَمْ تَخْرُجْ مِنْ حُجْرَتِهَا۔ اس میں اختلاف ہے کہ یہ جملہ احتاف کی دلیل ہے یا غیر احتاف کی امام طحاویؒ نے اس کو تاخیر عصر کے مسئلہ پر احتاف کی دلیل قرار دیا ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ دونوں کا احتمال ہے۔ اس لئے کہ اگر حجرہ کی دیوار چھوٹی اور صحن چوڑا ہو تو یہ تاخیر کی دلیل بن جائے گی۔ اگر دیواریں لمبی ہوں اور صحن چھوٹا ہو تو تعجیل کی دلیل بن جائے گی۔ کیونکہ پہلی صورت میں دھوپ دیر تک باقی رہے گی۔ اور دوسری صورت میں دھوپ جلدی چلی جائے گی۔ مگر حضرت حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ میں حضرت ام سلمہؓ کے گھر جایا کرتا تھا اور ہاتھ اٹھاتا تو وہ جمعیت سے جا لگتا۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ دیواریں قد آدم تھیں۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ صحن بالکل ذرا سا تو ہو گا نہیں۔ اس میں غسل کی جگہ بھی ہوگی۔ گرمی میں لیٹنے کی اور کھانا پکانے کی جگہ بھی ہوگی۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب

حدیث (۵۱۳) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ النَّخَعِيُّ عَنْ عَائِشَةَ

رسول اللہ ﷺ نے عصر کی نماز اس وقت پڑھی جب کہ دھوپ انکے حجرہ میں تھی یعنی سایہ ان کے حجرہ سے ظاہر نہیں ہوا تھا۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ عصر کی نماز اس حال میں ادا فرماتے تھے کہ دھوپ ابھی میرے حجرہ میں ظاہر ہوتی تھی۔ اور سایہ ابھی تک ظاہر نہیں ہوا تھا۔ اور امام مالک وغیرہ فرماتے ہیں کہ دھوپ سورج ظاہر ہونے سے پہلے پہلے پڑھتے تھے۔

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ صَلَّى الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ فِي حُجْرَتِهَا لَمْ يَظْهَرِ الْفَيْءُ مِنْ حُجْرَتِهَا.....

حدیث (۵۱۴) حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ النَّخَعِيُّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي صَلَاةَ الْعَصْرِ وَالشَّمْسُ طَالِعَةً فِي حُجْرَتِي وَلَمْ يَظْهَرِ الْفَيْءُ بَعْدُ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ وَقَالَ مَالِكٌ وَيَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَشُعَيْبٌ وَابْنُ أَبِي حَفْصَةَ وَالشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ تَظْهَرَ الْحَدِيثُ

تشریح از شیخ زکریا۔ والشمس قبل ان تظہر اس جملہ۔ اور جملہ والشمس طالعة فی حجرتی کے اندر کوئی تضاد

نہیں۔ اس لئے کہ طلوع کے لئے عدم ظہور لازم ہے۔ جب تک حجرے کے اندر دھوپ رہے گی دیواروں پر نہ جائے گی۔ امام حاری کا مقصد بھی اس جملہ کو ذکر فرما کر اختلاف الفاظ کی طرف اشارہ کرتا ہے نہ کہ کسی تضاد کی طرف۔

ترجمہ۔ حضرت سیار بن سلامہ فرماتے ہیں کہ میں اور میرا باپ حضرت ابو زہرہ سلمیٰ کے پاس پہنچے تو میرے باپ نے ان سے کہا کہ جناب رسول اللہ ﷺ فرضی نماز کیسے پڑھتے تھے فرمایا ظہر کی وہ نماز جسے تم لوگ اولیٰ کہتے ہو اس وقت پڑھتے تھے جبکہ سورج ڈھل جاتا تھا۔ اور عصر پڑھ کر ہمارا ایک آدمی مدینہ کی انتہائی آخر میں اپنے گھر واپس آجاتا تھا۔ اور سورج ابھی زندہ یعنی روشن ہوتا تھا۔ مغرب کے بارے میں میں بھول گیا کہ انہوں نے کیا فرمایا۔ اور عشا کی وہ نماز جسے تم لوگ صتمہ کہتے ہو اس میں آپؐ تاخیر کو پسند فرماتے تھے۔ اور اس نماز سے پہلے سونا اور اس کے بعد باتیں کرنا پسند نہیں فرماتے تھے۔ اور فجر کی نماز پڑھ کر ہر شخص اس وقت واپس ہوتا تھا جبکہ آدمی اپنے ساتھی کو پہچان سکتا تھا۔ حالانکہ ساتھ سے سو آیات پڑھتے تھے۔

حدیث (۵۱۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِقَاتٍ النَّخَعِيُّ أَنَا وَابْنُ بُرْزَةَ الْأَسْلَمِيُّ فَقَالَ لَهُ ابْنُ كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي الْمَكْتُوبَةَ فَقَالَ كَانَ يُصَلِّي الْهَجِيرَ الَّتِي تَدْعُونَهَا الْأُولَى حِينَ تَدْحَضُ الشَّمْسُ وَيُصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَرْجِعُ أَحَدُنَا إِلَى رَجُلِهِ فِي الْقَضَى الْمَدِينَةَ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَنَسِيتُ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ وَكَانَ يَسْتَحِبُّ أَنْ يُؤَخَّرَ مِنَ الْعِشَاءِ الَّتِي تَدْعُونَهَا الْعَتَمَةَ وَكَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَالْحَدِيثُ بَعْدَهَا وَكَانَ يَفْعَلُ مِنْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ حِينَ يَعْرِفُ الرَّجُلُ جَلِيْسَهُ وَيَقْرَأُ بِالسِّتِينَ إِلَى الْمَاءِ. الْحَدِيثُ.....

تشریح از شیخ زکریا۔ بکروہ النوم قبلها الخ تاکہ فجر اور تہجد فوت نہ ہو جائے۔ یا یہ باتیں کرنا اہل جاہلیہ کی عادتوں میں

سے ہے یا اس لئے کہ صحیفہ کا عمل کا خاتمہ عبادت پر ہو۔ کان یتنفل من صلوة النداء الخ حضور اکرم ﷺ اس وجہ سے اندھیرے میں صبح کی نماز ادا فرماتے تھے کیونکہ انصار کھیتی پیشہ تھے۔ اور زراعت پیشہ لوگ اس کو پسند کرتے ہیں کہ سویرے سویرے اپنے باغات میں پہنچ جایا کریں۔ اس طرح انصاریہ بھی چاہتے تھے کہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ نماز بھی پڑھا کریں۔ اسلئے حضور اکرم ﷺ ان کی رعایت میں نماز کو مقدم فرماتے تھے۔ اور غلغلہ میں پڑھتے تھے۔ اور اسی طرح عصر کی نماز تقدیم کے ساتھ ادا کرتے تھے تاکہ اہل عوالی نومت نومت دہنہ میں آتے تھے۔ وہ سویرے سے اپنے گھروں کو پہنچ جایا کریں اور عشا تاخیر سے ادا فرماتے تھے اسلئے کہ اہل زراعت دیر میں آتے تھے۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ ہم عصر کی

نماز پڑھتے تھے اس کے بعد جب کوئی انسان ہو عمرو بن عوف میں جاتا تو وہ ابھی عصر پڑھ رہے ہوتے تھے۔

حدیث (۵۱۶) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمَةَ الْخ

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَخْرُجُ الْإِنْسَانُ إِلَى بَيْتِ عَمْرٍو بْنِ عَوْفٍ لِيَجِدَهُمْ يُكَلِّمُونَ الْعَصْرَ.....

ترجمہ۔ حضرت ابو بکر بن عثمان فرماتے ہیں کہ میں نے

حضرت ابو امامہؓ سے سناہ فرماتے تھے کہ ہم نے حضرت خلیفہ راشد عمر بن عبدالعزیزؓ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی فراغت کے بعد وہاں سے نکل کر ہم لوگ حضرت انس بن مالکؓ کے پاس پہنچے تو ہم نے انہیں عصر کی نماز پڑھتے ہوئے پایا۔ تو میں نے کہا اے چچا جان! یہ کون سی نماز ہے جو ابھی آپ نے پڑھی ہے۔ فرمایا یہ عصر کی نماز ہے۔ اور یہی نماز ہم جناب رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ پڑھا کرتے تھے۔

حدیث (۵۱۷) حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ الْخ سَمِعْتُ

أَبَا أُمَامَةَ يَقُولُ صَلَّيْنَا مَعَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ الظُّهْرَ ثُمَّ خَرَجْنَا حَتَّى دَخَلْنَا عَلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فَوَجَدْنَاهُ يُصَلِّي الْعَصْرَ فَقُلْتُ يَا عَمَّ مَا هَذِهِ الصَّلَاةُ الَّتِي صَلَّيْتَ قَالَ الْعَصْرُ وَهَذِهِ صَلَاةُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ الَّتِي كُنَّا نُصَلِّي مَعَهُ.....

تشریح از شیخ زکریا۔ وجدناہ یصلی العصر حضرت انس بن مالکؓ نے حضور اکرم ﷺ کا اتباع فرمایا۔ حنفیہ کہتے ہیں

کہ یہ تقدیم عوارض کی وجہ سے تھی۔ جیسا کہ ابھی گذرا اور جب یہ عوارض نہیں رہے تو تقدیم بھی نہ رہی۔ اس سلسلہ میں احناف نے بہت سے دلائل پیش فرمائے ہیں۔ صاحب ہدایہ فنی تلؤل والی روایت سے استدلال کرتے ہیں۔ اور علامہ عینی نے دوسری روایت سے استدلال کیا ہے۔ اور میرا استدلال حضرت عمرؓ کے قول سے ہے کہ انہوں نے اپنے عمال کو لکھا تھا صلی العصر اذا کان ظلك مثلینا، تو اگر ظہر کا وقت ایک مثل پر ختم ہو جاتا ہے تو گویا کہ حضرت عمرؓ نے سارے ہی لوگوں کو اپنے زمانہ خلافت میں قضا نماز پڑھوائی۔

حالانکہ یہ بمحضر الصحابہ ہوا ہے۔ اور کسی سے اس پر تکبیر منقول نہیں ہے۔ باوجودیکہ صحابہ کرام ایک چادر پر حضرت عمرؓ نے اسمعوا واطیعوا کے جواب میں انہیں یہ کہہ سکتے ہیں لا نسمع ولا نطیع۔ نہ ہم سنیں گے اور نہ کہنا نہیں گے۔ تو نماز جیسی مہتمم بالشان فریضہ کے بارے میں یہ حضرات انکار نہ کریں یہ تو بہت عجیب ہے اور بعید بات ہے۔ قد عونها العتد۔ چونکہ عشا کا اطلاق مغرب و عشا دونوں پر ہوتا ہے۔ تو مغرب کے ابہام کو دفع کرنے کے لئے یہ جملہ بوجہ ادا کیا کہ عشا سے مراد مغرب نہیں۔ بلکہ وہ عشا مراد ہے جس کو تم عتہ کہتے ہو۔ الحدیث بعدھا میں وعظا وصحت درس تدریس بیوی وغیرہ سے بات کرنا یہ سب اس سے مستثنیٰ ہیں۔ یغفل من صلوة العداة صبح کی نماز بہت اندھیرے میں پڑھتے تھے۔ اس کے اندر شوافع اور احناف کا اختلاف ہے۔ ان کے نزدیک غلس کے اندر اور ہمارے نزدیک اسفار میں۔ اولیٰ ہے شوافع کا متدل یہ غلس والی روایات ہیں۔ اور احناف کا متدل اسفروا بالفجر فانہ اعظم للاجر والی روایت ہے جس میں اسفار میں نماز پڑھنے کی تاکید فرمائی ہے۔ یخرج الانسان ابی بنی عمر وبن عوف دارقطنی نے اس پر تنقید کی ہے اور اس کو منتقدا ت بخاری سے شار کیا ہے کیونکہ بنو عمر وبن عوف غلط ہے۔ ایسی ہی جس روایت میں قبا کا لفظ آیا ہے۔ وہ بھی غلط ہے۔ اصل لفظ العوالیٰ ہے۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ہم عصر کی نماز ایسے وقت میں پڑھتے تھے کہ ہم سے جانے والا قبا کی طرف جاتا تھا تو ابھی سورج لو نچا ہوا تھا۔

حدیث (۵۱۸) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ الْعَدَنِيُّ قَالَ قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي الْعَصْرَ كَمَا يَذُوبُ الدَّاهِبُ مَتَا إِلَى قَبَاءَ فَيَأْتِيهِمْ وَالشَّمْسُ مُرْتَفَعَةٌ.....

ترجمہ۔ حضرت امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ مجھے انس بن مالکؓ نے حدیث بیان کی کہ جناب رسول اللہ ﷺ عصر ایسے وقت میں ادا کرتے تھے کہ سورج لو نچا اور روشن ہوا تھا۔ جانے والا عوالیٰ مدینہ کی طرف جاتا تو وہ ان کے پاس ایسے وقت پہنچتا جبکہ سورج لو نچا ہوا تھا۔ اور بعض عوالیٰ مدینہ منورہ سے چار میل یا اس کے برابر ہوتے تھے۔

حدیث (۵۱۹) حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ (الْح) حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفَعَةٌ حَيْثُ فَيَذُوبُ الدَّاهِبُ إِلَى الْعَوَالِي فَيَأْتِيهِمْ وَالشَّمْسُ مُرْتَفَعَةٌ وَبَعْضُ الْعَوَالِي مِنَ الْمَدِينَةِ عَلَى أَرْبَعَةِ أَمْيَالٍ أَوْ نَحْوِهِ . الحدیث

ترجمہ۔ اس شخص کے گناہ کا بیان جس سے عصر کی نماز چوک جائے۔

بابِ إِثْمٍ مِّنْ فَاتِهِ الْعَصْرِ

حدیث (۵۲۰) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ النَّخَعِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ الَّذِي كَفَرْتَهُ صَلَاةَ الْعَصْرِ فَكَأَنَّهَا وَتَرَاهُ وَمَالَهُ وَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ يَتْرِكُكُمْ وَتَوْتُ الرَّجُلُ قَتَلَتْ لَهُ قِتِيلًا وَأَخَذَتْ مَالَهُ . الْحَدِيثُ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص سے عصر کی نماز فوت ہو جائے پس گویا کہ اس کا اہل اور مال ہلاک ہو گیا۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں یتروکم وتوت الرجل اس وقت بولتے ہیں جب تو کسی کا آدمی قتل کر دے اور اس کا مال بھی لوٹ لے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ من یتروکم چونکہ حدیث پاک میں وتو اہلہ ومالہ آیا ہے۔ اس لئے امام بخاریؒ نے سورۃ محمد کی آیت شریفہ لن یتروکم اعمالکم کی طرف اشارہ فرمادیا کہ وہ بھی اسی معنی میں ہے حدیث وتو اہلہ ومالہ اس لئے فرمایا گیا عموماً نماز عصر ان دونوں چیزوں کی وجہ سے قضا ہوتی ہے۔ فوت ہونے کے معنی ہیں بلا عمد کے چھوٹ جانا۔ اور ترک کے معنی قصد اور عمداً چھوڑنا لیکن اس پر اشکال ہوتا ہے۔ کہ جب فوت بلا عمد کے ہو تو اس پر اہم کیوں ہے اس کا جواب میرے ذہن میں یہ ہے کہ اہم کا لفظ لا کر اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے وتو اہلہ ومالہ کی وعید جو آئی ہے تو یہ تشبیہ دراصل اخروی نقصان کے اندر ہے۔ اگرچہ ظاہر ادنیٰ وی نقصان معلوم ہوتا ہے۔

ترجمہ۔ جس شخص نے عمداً عصر کی نماز نہ پڑھی اس کے گناہ کا بیان۔

بَابِ اِثْمٍ مِّنْ تَرْكِ الْعَصْرِ

ترجمہ۔ حضرت ابو الملیح فرماتے ہیں کہ ایک لڑائی میں ہم حضرت مدیرہ کے ہمراہ تھے ایسے دن میں جو بادل والا تھا تو آپ نے فرمایا کہ عصر کی نماز میں جلدی کرو۔ کیونکہ جناب نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے جس نے عصر کی نماز جان بوجھ کر چھوڑی تو اس کے عمل باطل ہو جائیں گے۔

حدیث (۵۲۱) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ النَّخَعِيُّ عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ قَالَ كُنَّا مَعَ بَرِيدَةَ فِي غَزْوَةٍ فِي يَوْمٍ ذِي عَيْمٍ فَقَالَ بُكْرٌ وَابْصَلُوا الْعَصْرَ فَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ مَنْ تَرَكَ صَلَاةَ الْعَصْرِ فَقَدْ حِطَّ عَمَلُهُ

تشریح از شیخ زکریا۔ شرح کی رائے یہ ہے کہ یہ ترجمہ زائد ہے۔ اسلئے کہ فوات ہر قسم کے فوات کو شامل ہے۔ چاہے وہ فوات عن الجماعة ہو یا فوات عن الوقت المستحب ہو۔ لیکن میرے نزدیک امام بخاریؒ نے تو جمعین سے ایک لطیف شی کی طرف اشارہ فرمادیا۔ وہ یہ کہ باب لول کی روایت میں وتو اہلہ ومالہ آیا ہے۔ اور اس باب کی روایت میں فقد حیط عملہ آیا ہے۔ حیط عملان مال و دولت اور اہل و عیال کے چھن جانے سے بہت اشد ہے۔ تو چونکہ دونوں وعیدیں شدید ہیں اور ان میں ایک بہت اشد ہے۔

اور اس کے مقابلہ میں دوسری اہون ہے تو دونوں کے لئے مستقل ترجمہ منعقد فرمادیا۔ نیز! چونکہ اہل و عیال اور مال کے چھن جانے کی وعید اہون تھی اس کے لئے الفوات کا ترجمہ باندھا۔ جس کے اندر عدم اختیار کے معنی غالب ہیں اور حبط عمل کی وعید اہم تھی اس پر ترک ترجمہ باندھا جس کے اندر قصد کے معنی پائے جاتے ہیں۔ تو گویا ارشاد فرمادیا کہ مال و اہل کے چھن جانے کی خبر تو اس وقت ہے جبکہ بلا قصد ہو جائے اور اگر قصد سے ہو تو پھر حبط عمل تک پہنچ جانے کا خوف ہے۔ اب اس کے بعد سنو! کہ اس میں اختلاف ہے کہ فوت سے کیا مراد ہے۔ اس میں مختلف اقوال ہیں قبل الفوات عن الوقت المستحب. و قبل عن الجماعة. و قبل عن الوقت كاملا ناسيا۔

ترجمہ۔ عصر کی نماز کی فضیلت

باب فضل صلوة العصر

ترجمہ۔ حضرت جریر بن عبد اللہ فرماتے ہیں ہم جناب نبی اکرم ﷺ کے پاس تھے کہ آپ نے ایک رات چاند کی طرف نظر اٹھائی پھر فرمایا کہ عنقریب تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جیسے اس چاند کو دیکھ رہے ہو۔ جس کے دیکھنے میں کوئی بھیڑ بھلاؤ کا نہیں کرتے۔ البتہ اگر تم کہتے ہو تو سورج کے طلوع اور غروب ہونے سے پہلے نماز پڑھنے پر مطلوب نہ ہو جاؤ بلکہ ضرور کرو۔ پھر اس کی تائید میں یہ آیت پڑھی کہ سورج طلوع ہونے سے پہلے اور غروب سے پہلے اپنے رب کو حج کے ساتھ تسبیح بیان کرو۔ اسماعیل نے افعلو کی تشریح کرنے ہوئے فرمایا کہ کہیں یہ نماز تم سے چھوٹ نہ جائے۔

حدیث (۵۲۲) حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ الْخَنَّ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَنظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةً فَقَالَ إِنَّكُمْ سَتَرُونَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرُونَ هَذَا الْقَمَرَ لَا تَضَامُونَ فِي رُؤْيَيْهِ فَإِنْ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَا تَقْلُبُوا عَلَى صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا فَافْعَلُوا ثُمَّ قُرءَ فَسَبَّحَ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ قَالَ اسْمِعِيلُ الْفَعْلُو لَا تَفَرَّتْكُمْ

تشریح از شیخ ذکریا۔ شرح یہ اشکال کرتے ہیں کہ روایت اور آیت کے اندر عصر اور فجر دونوں کا ذکر ہے۔ پھر عصر کی

تخصیص کی کیا وجہ ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ترجمہ کا مطلب ہے باب فضل صلوة العصر علی سائر الصلوات الا الفجر اور علامہ عینی فرماتے ہیں کہ یہ سراہیل تھیکم الحوامی والہود کے قبیلہ سے ہے۔ یہاں پر بھی والفجر محذوف ہے۔ مگر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان کہ حضرات کو اشکال کیوں پیش آ رہا ہے۔ کیونکہ فضل فجر کا باب مستقل آ رہا ہے۔ اور یہی روایت وہاں بھی ذکر فرمائی ہے۔ اور یہاں پر صرف صلوة العصر کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کیونکہ یہاں پر ابو اب العصر چل رہے ہیں۔ اور آگے جب ابو اب الفجر آئیں گے تو فجر کا فضل بتائیں گے انکم سترون ربکم الہ سنت والجماعت کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی رویت جنت میں ہو نامہ حق ہے۔

چونکہ اشکال ہوتا ہے کہ ایک ہی وقت میں ساری مخلوق اس کو کیسے دیکھے گی۔ تو بتلادیا کما ترون القمر یعنی جس طرح قمر کی رویت عام ہے اس کی بھی عام ہوگی۔ فسبح بحمد ربك اس آیت شریفہ۔ حنفی استدلال فرماتے ہیں کہ فجر میں اسفار ہونا چاہیے اس لئے کہ ان کا قاعدہ ہے کہ وہ ایسی روایت لیتے ہیں جو اوفق بالقرآن ہو۔ چونکہ قبل طلوع الشمس فرمایا ہے۔ اس لئے اس کا مطلب یہی ہے کہ اسفار میں ہو کیونکہ محاورات میں جب یوں کہتے ہیں کہ مجھے سورج طلوع ہونے سے پہلے ملنا تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اندھیرے میں ملنا۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رات اور دن کے فرشتے نومت ہوتے تمہارے درمیان آتے ہیں۔ اور صبح اور عصر کی نماز میں جمع ہو جاتے ہیں پھر وہ فرشتے جنہوں نے تمہارے پاس رات گزار دی وہ لوہ پر کوچہ جاتے ہیں تو ان سے ان کا رب پوچھتا ہے حالانکہ وہ ان بندوں کو خوب جاننے والا ہے کہ تم میرے بندوں کو کیسے چھوڑ کر آئے تو وہ فرشتے کہتے ہیں کہ جب ہم ان کو چھوڑ کر آئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ اور جب ان کے پاس پہنچے تو بھی وہ نماز پڑھ رہے تھے۔

حدیث (۵۲۳) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ يَتَعَاقَبُونَ فِيكُمْ مَلَائِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلَائِكَةٌ بِالنَّهَارِ وَيَجْتَمِعُونَ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ وَصَلَاةِ الْعَصْرِ ثُمَّ يَرُجُّ الَّذِينَ بَاتُوا فِيكُمْ فَيَسْأَلُهُمْ رَبُّهُمْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِهِمْ كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِي فَيَقُولُونَ تَرَكْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّونَ وَأَتَيْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّونَ. الْحَدِيثُ.....

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ يتعاقبون الخ یہ کون سے ملائکہ ہیں۔ ملائکہ حفظہ ہیں یا ملائکہ کتابین۔ اس میں دونوں قول ہیں جمہور کے نزدیک ان ملائکہ سے کتابین مراد ہیں جو اعمال نامے پر مقرر ہوتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ اس سے خاص جماعت فرشتوں کی مراد ہے جو محض جماعت کی نماز میں شرکت کرنے کے لئے نازل ہوتے ہیں۔ وهو اعلم بهم اللہ تعالیٰ اس لئے دریافت فرماتے ہیں کہ آخرت کا معاملہ دنیاوی معاملات کی طرح ہے۔ شاید خفیہ پولیس والے فرشتے سب کچھ وہاں وہی ہوں گے جو دنیاوی عدالتوں میں ہوتے ہیں۔ اور صوفیا نے اس سے تصوف کا ایک مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ جب حجامت ہوائے تو وضو کر لے تاکہ بال وغیرہ طہارت کی حالت میں جدا ہوں۔

ترجمہ۔ غروب سے پہلے جس شخص نے عصر کی ایک رکعت پالی اس کا کیا حکم ہے

بَابُ مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الْعَصْرِ قَبْلَ الْغُرُوبِ

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی ایک عصر کی نماز کا ایک سجدہ سورج غروب ہونے سے پہلے پالے تو وہ اپنی نماز کو پورا کرے۔ اسی طرح جب صبح کی نماز کا ایک سجدہ سورج طلوع ہونے سے پہلے پالے تو اپنی نماز کو پورا کرے۔

حدیث (۵۲۴) حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ النَّخَعِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا أَدْرَكَ أَحَدُكُمْ سَجْدَةً مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَلْيَتِمَّ صَلَاتَهُ وَإِذَا أَدْرَكَ سَجْدَةً مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَلْيَتِمَّ صَلَاتَهُ
الحديث

تشریح از شیخ مدنی۔ یہاں ادراک صلوة وعدم ادراک کی بحث نہیں۔ بلکہ باب المواقیب ہے اس میں اختلاف

ہے کہ آیا عصر کا وقت غروب تک ہے یا نہیں۔ امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ بعد الاصفار قبل الغروب عصر کا وقت باقی رہتا ہے۔ چنانچہ امام حاریؒ بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں۔ اس بارے میں تین روایات لائے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ عصر کا وقت غروب شمس تک باقی رہتا ہے۔ جیسے فجر کا وقت طلوع شمس تک ہے۔ بعض شوافع بعد الاصفار کے وقت عصر کے قائل نہیں۔

تشریح از شیخ زکریا۔ سنو احادیث کے الفاظ یہ ہیں من ادرك ركعة من العصر الخ باجماع امت یہ حدیث اپنے حقیقی

معنی پر محمول نہیں ہے۔ اس لئے رواۃ نے فلیضعف الیہا اور فلیتمہا جیسے الفاظ کو روایت بالعنی کے طور پر ذکر فرمایا ہے۔ اب حنفیہ فرماتے ہیں کہ آپ حضرات نے جو معنی لئے ہیں وہ احادیث نبوی کے خلاف ہیں۔ لہذا اس کا مطلب یہ ہے کہ جب اس کو قضاء پڑھے تو ایک رکعت پر اکتفا نہ کرے جس پر وہ قادر تھا۔ بلکہ اس میں دوسری رکعت ملا لے اور پوری نماز پڑھے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ باب الامامة کے متعلق ہے یعنی اگر کوئی امام کے ساتھ شریک ہو اور رکعت چھوٹ گئی ہو تو اس کو پوری پڑھ لے۔ اور یہ سمجھ کر کہ حضور اقدس ﷺ نے بعد العصر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ اور امام کے ساتھ پڑھنے کے بعد العصر ہو گیا ایک رکعت پر اکتفا نہ کرے کیونکہ یہ بعد العصر نہیں ہوا۔ اور ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر ایک رکعت امام کے ساتھ مل گئی تو ساری مل گئی۔ لہذا اپنی نماز پوری کرے۔ حنفیہ فرماتے ہیں کہ اور اک وقت پر محمول ہے۔ یعنی اگر حائض طاہر ہوئی۔ یا مہی بالغ ہوا۔ اور بعد الطہارۃ وبعد البلوغ ایک ہی رکعت کا وقت ملا تو یہ سمجھ کر نماز چھوڑ نہ دے کہ مجھے تو صرف ایک رکعت کا وقت ملا نماز ادا نہ کرے یہ قاطع ہے۔ میری اس تقریر پر کوئی اشکال نہیں ہوتا۔ لیکن اگر یہ تقریر اس طرح کی جائے کہ اس حدیث کا تقاضا تو جواز کا ہے۔ احادیث نبوی منع کو چاہتی ہیں۔ لہذا اب ہم قیاس سے ترجیح دیں گے اور قاعدہ یہ ہے کہ محرم کو قبیح پر ترجیح ہوتی ہے تو احادیث نبوی کو ترجیح ہوگی۔ تو اس پر اشکال ہوتا ہے کہ تم نے بھی عصر یومہ کو خاص کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب روایات میں تعارض ہو تو قیاس کی طرف رجوع کیا جائے گا اور قیاس عصر کے

جواز کا متقاضی ہے۔ اس لئے کہ وہ ناقص وقت ہونے کی وجہ سے ناقص ہی واجب ہوئی۔ لہذا وقت ناقص میں ادا ہو جائے گی۔ اور فجر نماز کا مکمل واجب ہوئی اور اب وقت ناقص ہے۔ تو کامل ناقص وقت میں کیسے ادا ہوگی۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے کہ تمہاری نسبت پہلی امتوں کے مقابل میں ایسے ہے جیسے نماز عصر سے غروب شمس کے درمیان کا وقفہ ہے۔ تورات والوں کو تورات دی گئی تو انہوں نے نصف النہار تک اس پر عمل کیا پھر وہ تھک گئے تو ان کو ایک ایک قیراط اجرت دی گئی۔ پھر انجیل والوں کو انجیل ملی تو انہوں نے نماز عصر تک عمل کیا۔ پھر تھک گئے۔ ان کو بھی ایک ایک قیراط اجرت میں دیا گیا۔ پھر ہمیں قرآن مجید ملا ہم نے غروب شمس تک عمل کیا ہمیں دودو قیراط ملے۔ تو دونوں کتاب والوں نے اعتراض کیا۔ کہ اے ہمارے رب آپ نے ان قرآن والوں کو دودو قیراط اجرت دی اور ہمیں ایک ایک قیراط ملا حالانکہ ہمارا عمل ان سے اکثر ہے۔ اللہ تعالیٰ عزوجل نے فرمایا کہ کیا میں نے تمہاری اجرت میں سے کوئی کمی کی ہے انہوں نے کہا نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ میرا فضل ہے میں جس کو چاہوں زیادہ دے دوں۔

حدیث (۵۲۵) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ إِنَّمَا بَقَاءُكُمْ فِيمَا سَلَفَ قَبْلَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ كَمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلَى غُرُوبِ الشَّمْسِ أَوْ تَبَى أَهْلَ التَّوْرَةِ تَبَى التَّوْرَةَ فَعَمِلُوا حَتَّى إِذَا تَنَصَّفَ النَّهَارُ عَجَزُوا فَأَعْطُوا قِيرَاطًا قِيرَاطًا ثُمَّ أُوْتِيَ أَهْلَ الْأَنْجِيلِ فَلَمَّا فَعَمِلُوا إِلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ ثُمَّ عَجَزُوا فَأَعْطُوا قِيرَاطًا قِيرَاطًا ثُمَّ أُوْتِينَا الْقُرْآنَ فَعَمِلْنَا إِلَى غُرُوبِ الشَّمْسِ فَأَعْطِينَا قِيرَاطَيْنِ قِيرَاطَيْنِ فَقَالَ أَهْلُ الْكِتَابَيْنِ أَيْ رَبَّنَا أَعْطَيْتَ هَؤُلَاءِ قِيرَاطَيْنِ قِيرَاطَيْنِ وَأَعْطَيْتَنَا قِيرَاطًا قِيرَاطًا وَنَحْنُ كُنَّا أَكْثَرَ عَمَلًا قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ هَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِنْ أَجْرِكُمْ مِنْ شَيْءٍ قَالُوا لَا قَالُوا وَهُوَ فَضْلِي أُوْتِيَهُ مِنْ أَشَاءِ الْحَدِيثِ .

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ انما بقائوكم الخ اس میں بقاء تو مجموعہ کے اعتبار سے ہے مگر اجر و ثواب فرد فرد کے اعتبار سے ہے چنانچہ قیراطا قیراطا کا مکرر لانا اسی پر دلالت کرتا ہے۔ اور اہل کتاب اور امت محمدیہ کے عمل کا جو وقت بیان کیا گیا ہے اس سے اعمار مراد ہیں۔ کہ امت محمدیہ میں اکثریت کی عمر ۷۲ / ۷۳ سال ہوگی۔ خلاف اہل کتاب کے کہ ان کی اعمار اکثریت کے اعتبار سے طویل تھیں۔ اب یہاں اشکال یہ ہے کہ مثلین سے غروب شمس تک اور انتصاف النہار سے لے کر مثلین تک ان میں سے کون سا وقت زیادہ ہے۔ مثلین کے بعد تو یقیناً وقت تھوڑا رہے گا۔ مگر جمہور ائمہ پر اشکال ہے کہ مثل تک تو وقت کی اکثریت معلوم نہیں ہوتی۔ تو اس کا جواب یہی ہے کہ زوال کے بعد مثل تک تقریباً تین گھنٹہ کا فاصلہ ہوتا ہے۔ اور یہاں نصف النہار فرمایا گیا ہے۔ اور ادھر وقت العصر بھی

نہیں فرمایا گیا کہ صلوٰۃ العصر فرمایا گیا ہے۔ تو اس وقت بھی صلوٰۃ العصر سے غروب الشمس تک کا وقت یقیناً تھوڑا ہوگا۔ لیکن امام اعظم کے قول کے مطابق یہ تکلف نہیں کرنا پڑتا کیونکہ ان کے یہاں عصر کا وقت مثلین کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ اور غروب شمس تک دونوں کے مقابل میں یقیناً وقت قلیل ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ نحن اکثر عملاً یہ دلیل ہے کہ عصر کی نماز میں تاخیر کرنی چاہئے ورنہ اکثر عملاً نہ ہوگا۔

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ مسلمانوں یہود اور نصاریٰ کا حال ایسا ہے جیسے کہ کسی شخص نے کچھ لوگوں کو ایک کام کیلئے رات تک اجرت پر اجیر رکھا۔ وہ دوپہر تک کام کرتے رہے پھر کہنے لگے اب تو ہمیں تیری اجرت کی ضرورت نہیں ہے اس نے کچھ لوگ اجرت پر رکھے کہ تم لوگ دن کے باقی حصہ میں کام مکمل کر دو تو تمہیں وہی اجرت ملے گی جو میں نے مقرر کی ہے۔ انہوں نے کچھ وقت تک کام کیا یہاں تک کہ جب عصر کی نماز کا وقت ہوا تو کہنے لگے بس ہمارا تو وہی عمل آپ کے لئے ہے جو ہم کر چکے۔ پھر اس نے کچھ اور لوگ مزدوری پر لئے۔ انہوں نے

حدیث (۵۲۶) حَدَّثَنَا أَبُو مُجْرِبٍ الْخ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَثَلُ الْمُسْلِمِينَ وَالْيَهُودِ وَالنَّصَارَى كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَأْجَرَ قَوْمًا يَعْمَلُونَ لَهُ عَمَلًا إِلَى اللَّيْلِ فَعَمِلُوا إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ فَقَالُوا لَا حَاجَةَ لَنَا إِلَى أَجْرِكَ فَاسْتَأْجَرُوا آخَرِينَ فَقَالَ اكْمِلُوا أَيْقِيَةَ يَوْمِكُمْ وَلَكُمْ الْيَدَى شَرَطْتُ فَعَمِلُوا حَتَّى إِذَا كَانَ حِينَ صَلَاةِ الْعَصْرِ قَالُوا لَكَ مَا عَمَلْنَا فَاسْتَأْجَرَ قَوْمًا فَعَمِلُوا أَيْقِيَةَ يَوْمِهِمْ حَتَّى غَابَتِ الشَّمْسُ فَاسْتَكْمَلُوا أَجْرَ الْفَرِيقَيْنِ . الحدیث

دن کے باقی حصہ میں عمل کیا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا تو انہوں نے دونوں گروہوں کی اجرت کو سمیٹ لیا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ فقالوا الاحاجه لنا الى اجرک الخ علماء کی رائے ہے کہ دونوں روایتیں ایک ہی واقعہ سے متعلق

ہیں۔ البتہ فرق یہ ہے کہ روایت سہابہ کے اندر عجز وا آیا ہے۔ اور اس روایت میں فقالوا لاحاجه لنا الى اجرک کہہ دیا۔ مثلاً نے دونوں کے درمیان جمع اس طرح کر دیا کہ اول میں ان کے صلحا کا حال بیان کیا گیا ہے۔ اور دوسرے میں ان کے برے لوگوں کا ذکر ہے۔

ترجمہ۔ مغرب کی نماز کا وقت۔ حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ مریض آدمی مغرب اور عشاء کی نماز کو جمع کر سکتا ہے۔

باب وَقْتِ الْمَغْرِبِ وَقَالَ عَطَاءٌ يَجْمَعُ الْمَرِيضُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ! ---

ترجمہ۔ حضرت رافع بن خدیج فرماتے ہیں کہ

حدیث (۵۲۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَهْرَانَ الْخ

کہ ہم لوگ جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ مغرب کی نماز ادا کرتے تھے جب ہم میں سے کوئی نماز سے فارغ ہو کر واپس آتا تو وہ تیروں کے پڑنے کی جگہ کو دیکھتا تھا۔

قَالَ سَمِعْتُ رَافِعَ ابْنَ خُدَيْجٍ يَقُولُ كُنَّا نُصَلِّي الْمَغْرِبَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَيَنْصَرِفُ أَحَدُنَا وَآلَتُهُ لِيُبْصِرَ مَوَاقِعَ نَبَلِهِ . الْحَدِيثُ

تشریح از شیخ مدنی۔ یہاں اشکال یہ ہے کہ حضرت عطا کے قول میں وقت مغرب کا کہیں ذکر نہیں تو پھر اسے یہاں ذکر کرنے کا کیا فائدہ ہے۔ تو کہا جائے گا کہ وقت مغرب میں اختلاف ہے۔ امام شافعی کا قول جدید اور امام مالک کے قول کے یہاں وقت میں تنگی ہے۔ لیکن جمہور کے نزدیک وقت مغرب شفق تک رہتا ہے۔ مصنف بھی اسی کے قائل ہیں۔ چنانچہ روایت ایسی لائے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جمع صوری بین المغرب والعشاء جائز ہے۔ اگر مغرب کا وقت مضیق ہو تا تو پھر یہ جمع صوری نہ ہوتی۔

تشریح از شیخ زکریا۔ امام شافعی کے مشہور قول پر مغرب کا وقت اتنا ہے کہ تین رکعات یا پانچ رکعات یعنی تین فرض اور دو سنتیں پڑھ سکے۔ اور جمہور کے نزدیک مغرب کا وقت غروب شفق تک رہتا ہے اور غروب شفق کے بعد معاہدا کا وقت شروع ہو جاتا ہے حضرت امام بخاری اس باب سے امام شافعی کے مشہور قول پر رد فرما رہے ہیں۔ کہ جناب حضرت عطاء بن ابی رباح نے مغرب اور عشا کو جمع فرمایا اگر مغرب کا وقت صرف تین رکعات یا پانچ رکعات کے مقدار ہو تا تو جمع کیسے ہو جاتا۔ اس لئے کہ جمع صوری وقت موسع میں ہو سکتا ہے۔ شفق کا جھگڑا کہ وہ حرمة ہے یا بیاض حضرت امام بخاری کی شرط کے مطابق نہ تھا جیسے مثل اور مثلیں اس لئے اس سے تعرض نہیں فرمایا کنا نصلی المغرب مغرب کے بعد نبل زیادہ سے زیادہ پندرہ منٹ تک نظر آسکتے ہیں۔ اور یہ حضرات اپنے گھروں کو آتے تھے پھر مواقع نبل دیکھتے تھے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ حضرات بڑے سریع الیسر تھے۔ اب عصر کی نماز میں خود سمجھ لو کہ۔ اگر وہ حضرات اپنے گھروں کو سورج زرد ہونے سے پہلے پہنچ جاتے ہوں تو کیا بعید ہے۔ رہ گئی حضرت انس کی وہ روایت جس میں آتا ہے کہ کنا نصلی العصر ثم یخرج الانسان الی بنی عمر و بن عوف الخ تو یہ ہم پر وارد نہیں ہوتی۔ کیونکہ ممکن ہے کہ یہ لوگ پندرہ منٹ بعد پڑھتے ہوں اور حضور اقدس ﷺ کو ان کے اس طرح پڑھنے کا علم نہ ہو۔ اس لئے آپ نے اس پر کوئی نکیر نہیں فرمائی۔

ترجمہ۔ حضرت محمد بن عمر فرماتے ہیں کہ جب حجاج

تفقی آیا تو ہم نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے اوقات نماز کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم ﷺ سخت گرمی کے وقت ظہر کی نماز پڑھتے تھے اور عصر کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جبکہ سورج خوب صاف اور خالص ہوتا تھا اس میں

حدیث (۵۲۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو وَابْنِ الْحَسَنِ ابْنِ عَلِيٍّ قَالَ قَدِمَ الْحَجَّاجُ فَسَأَلْنَا جَابِرَ ابْنَ عَبْدِ اللَّهِ فَقَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ نَقِيَّةٌ وَالْمَغْرِبُ إِذَا وَجِبَتْ وَالْعِشَاءُ

اس میں کسی قسم کا تغیر نہیں تھا۔ اور مغرب اس وقت پڑھتے تھے جب سورج غروب ہو جاتا اور عشاء کو کبھی دیر سے اور کبھی جلدی پڑھتے تھے جب دیکھتے تھے کہ لوگ جمع ہو گئے ہیں تو جلدی

أَحْيَانًا إِذَا رَأَاهُمْ اجْتَمَعُوا عَجَلًا وَإِذَا رَأَاهُمْ أَبْطَأُوا
أَخْرَجُوا الصُّبْحَ كَانُوا أَوْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّيهَا
بَعْلَسَ . الحديث

کرتے اور جب دیکھتے کہ لوگوں نے دیر کر دی ہے تو نماز پیچھے کر دیتے اور صبح کی نماز کو صحابہ کرامؓ یا جناب نبی اکرم ﷺ کو خوب اندھیرے میں پڑھتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ - قدم الحجاج چونکہ امر ابوامیہ نماز تاخیر سے پڑھا کرتے تھے اس لئے جب حجاج آیا تو انہوں نے

حضرت جابرؓ سے صلوة رسول اللہ ﷺ کے متعلق سوال کیا تاکہ اس امیر کو نصیحت ہو۔ والمغرب اذا وجبت اس کے اندر کوئی اختلاف نہیں کہ مغرب کا وقت غروب شمس کے فور بعد شروع ہو جاتا ہے۔ والعشاء احیا نا و احیا نا اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کبھی نماز عشاء جلدی سے پڑھتے اور کبھی دیر سے ادا فرماتے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرات انصار زراعت پیشہ تھے اور مہاجرین تجارت پیشہ۔ مگر وہ انصار کے مقابل میں کم تھے۔ اور میں نے پہلے بھی بتلایا ہے کہ بہت سی احادیث کا مطلب مشائخ کو دیکھ کر سمجھ میں آتا ہے۔ وہ اس بنا پر کہ مشائخ کے خدام چاہتے ہیں کہ اپنے شیخ اور حضرت کے ساتھ نماز پڑھیں۔ اور اس کی کوشش میں لگے رہتے ہیں ایک بوڑھے میاں ہر جمعہ کو ستر میل اپنے گھر سے گنگوہ اس لئے آتے جاتے تھے تاکہ حضرت گنگوہی کے ساتھ نماز جمعہ پڑھ سکیں۔ تو پھر یہ صحابہ کرامؓ کیوں نہ چاہتے ہوں گے کہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ہر نماز ادا کریں۔ اور ان زراعت پیشہ لوگوں کا طریقہ یہ ہے کہ بہت سویرے اپنے کھیتوں میں چلے جاتے ہیں۔ تو حضرات انصار کھیتی کے لئے سویرے جابجا کرتے تھے۔ ان کی خواہش آپ کے پیچھے نماز ادا کرنے کی بھی ہو کرتی تھی۔ اس لئے نبی اکرم ﷺ ان کی خاطر فجر کی نماز غلغلے میں پڑھا کرتے تھے۔ تو یہ ایک عارض کی وجہ سے ہوا۔ اور اصل حکم یعنی فضیلت اسفار ان کی ہم کو ترغیب دی فرمایا اذا اسفروتم فهو اعظم لاجرم کم یعنی جب تم اسفار کرو گے تو یہ تمہارے اجر کی عظمت کا باعث ہوگا۔ اگر عشاء میں جلدی جمع ہو جاتے تو جلدی نماز پڑھا دیتے۔ اور جب دیر سے جمع ہوتے تو دیر سے پڑھاتے خلاف صبح کے وقت کے کہ اس میں سب جمع ہو جاتے تھے۔ اس لئے غلغلے میں پڑھا دیا کرتے۔ والصبح اذا كانوا او كان النبي الخ اس جملہ کے اندر دو لفظ ہیں۔ كانوا اور كانوا ان میں اول کی خبر تو مفقود ہے۔ اور ثانی کی خبر بصلیہا فی غلغلے ہے۔ اب اس میں اختلاف ہو گیا۔ شرح فرماتے ہیں کہ اول کی خبر کہاں ہے۔ اور اصل عبارت کیا ہے۔ انہی امور کی وجہ سے شرح کے نزدیک بوا معربة الاراء رہا ہے۔ اگرچہ مشہور شرح علامہ عینی حافظ کرمانی وغیر نے تو اسے بہت سہل کر دیا کہ یہ لوشک راوی ہے۔ کہ آیا استاز نے والصبح كانوا ایصلونہا بغلغلے کا تھا۔ یا والصبح كانوا النبي ﷺ بصلیہا بغلغلے کا تھا۔ دراصل ان دونوں کے اندر کوئی تعارض نہیں اس لئے کہ حضرات صحابہ کرامؓ اور حضور اکرم ﷺ صبح کی نماز ایک ساتھ پڑھتے تھے۔ تو جب حضور اکرم ﷺ نے نماز پڑھی تو صحابہ کرامؓ نے بھی پڑھی اور جب صحابہ نے

پڑھی تو حضور اکرم ﷺ نے بھی پڑھی۔ اور اگر لفظ کا نوا ہو تو یصلیہا سے اس پر اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ کان النبی ﷺ کی وجہ سے فرمادیا۔ اگر یہ نہ ہو تا تو کا نوا یصلونہا لگتے۔ اور قدام شارح فرماتے ہیں کہ او تلویح کے لئے ہے۔ لکن بطلان فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ والصبح کا نوا مجتمعین او لم یکو نوا مجتمعین یعنی صحابہ کرام جمع ہوتے یا نہ ہوتے۔ کان النبی ﷺ یصلیہا بغلس کہ جناب نبی اکرم ﷺ اسے اندھیرے میں پڑھتے تھے۔ تو گویا عشاء کی نماز میں انتظار ہو تا تھا۔ صبح کی نماز میں انتظار نہیں فرماتے تھے۔ چاہے صحابہ جمع ہوں یا نہ ہوں بس غلس میں ہی پڑھ لیا کرتے۔ اور ابن المنیر شارح حناری بھی اسی کے قریب قریب کہتے ہیں کہ تقدیر عبارت یوں ہے۔ کا نوا مجتمعین او کان النبی ﷺ و حدة یصلیہا بغلس حاصل تو وہی ہے جو لکن بطلان کے کلام کا ہے۔ بس فرق اتنا ہے کہ لکن بطلان نے ساری تقدیری عبارت ایک ہی جگہ نکالی۔ لکن المنیر نے دو جگہ تقدیر مانی۔ ابن التین فرماتے ہیں کہ کان نامہ ہے۔ بعد یصلیہا بغلس مستقل جملہ ہے۔ اس کا مطلب بھی وہی ہوا کہ فجر کی نماز میں انتظار نہیں فرمایا کرتے تھے۔

ترجمہ۔ حضرت سلمہ بن الاکوع فرماتے ہیں کہ ہم جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ مغرب کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جب سورج پردے میں چھپ جاتا تھا۔

حدیث (۵۲۹) هَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ ابِرَاهِيمَ الْخ
عَنْ سَلْمَةَ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْمَغْرِبَ
إِذَا تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ . الْحَدِيثُ

ترجمہ۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ سات رکعتیں اور آٹھ رکعات اکٹھی پڑھا کرتے تھے۔

حدیث (۵۳۰) حَدَّثَنَا أَدَمُ الْخ عَنْ ابْنِ
عَبَّاسٍ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ سَبْعًا جَمِيعًا وَثَمَانِيًا
جَمِيعًا . الْحَدِيثُ

تشریح از شیخ زکریا۔ سبعا جمیعا وثمانیہ جمیعا تاخیر الظہر کے اندر روایت گذر چکی ہے وہاں اس روایت کو ظہر کی حیثیت سے ذکر فرمایا تھا۔ اور یہاں مغرب کے لحاظ سے ذکر فرمادیا۔ کیونکہ جمع بین المغرب والعشاء اسی وقت ممکن ہے جبکہ مغرب کا وقت الی العشاء۔ ممتد (دراز) ہو۔

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو مغرب کو عشا کہنا مکروہ سمجھتا ہے۔

بَاب مَنْ كَرِهَ أَنْ يُقَالَ
لِلْمَغْرِبِ الْعِشَاءُ

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ المزنی بیان کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ دیہاتی لوگ تمہاری مغرب کی

حدیث (۵۳۱) حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ الْخ حَدَّثَنِي
عَبْدُ اللَّهِ الْمَزْنِيُّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَا يَغْلِبُنَاكُمْ

الأَعْرَابُ عَلَى اسْمِ صَلَوتِكُمُ الْمَغْرِبِ قَالَ
وَيَقُولُ الْأَعْرَابُ هِيَ الْعِشَاءُ . الْحَدِيثُ ..
نماز کے نام پر غالب نہ آجائیں۔ کیونکہ دیہاتی اسے عشاء کہتے
ہیں۔

تشریح از شیخ مدنی۔ آنحضرت ﷺ نے اگرچہ عشاء کا اطلاق نماز مغرب پر کیا ہے مگر وہ قلیل ہے۔ چنانچہ فرمایا العشاء
ہی العشاء الخ تو کربہ تحریمی نہیں بلکہ کربہ تزیینی ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ مسلم شریف کی روایت میں ہے لا یغلبکم الاعراب یعنی دیہات کے لوگ تم پر غلبہ نہ پا جائیں
جیسے وہ مغرب کو عشاء کہتے ہیں حالانکہ وہ مغرب ہے۔ تم بھی عشاء کہنے لگو۔ اس لئے کہ قرآن مجید میں اس کا نام مغرب آیا ہے۔ نیز احکام
کے اندر اشعار لازم آئے گا اسی حدیث کا کثرا یہ ہے لا یغلبکم الاعراب علی اسم صلوتکم العشاء یقولون العتمہ الا وہی العشاء
جیسے اعراب اور اہل باد یہ عشاء کو عتمہ کہتے ہیں۔ تم ان کو دیکھ کر عتمہ نہ کہو۔ بلکہ وہ تو عشاء ہے۔ اور قرآن وحدیث میں اس کا نام عشاء
رکھا گیا ہے۔

ترجمہ۔ جس میں عشاء او عتمہ کا ذکر ہے

باب ذِکْرِ الْعِشَاءِ وَالْعَتَمَةِ

وَمَنْ رَأَاهُ وَإِسْعًا وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ
أَثَقَلُ الصَّلَاةَ عَلَى الْمَنَافِقِينَ الْعِشَاءَ وَالْفَجْرَ وَقَالَ
لَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالْفَجْرِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ
وَالْإِخْتِيارُ أَنَّ يَقُولُ الْعِشَاءُ لِقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى وَمِنْ
بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ وَيُذَكَّرُ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ
كُنَّا تَنَاقِبُ النَّبِيَّ ﷺ صَلَاةَ الْعِشَاءِ فَأَعْتَمَ بِهَا
وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَعَائِشَةُ عَمَّتِ النَّبِيَّ ﷺ بِالْعِشَاءِ
وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَنْ عَائِشَةَ عَمَّتِ النَّبِيَّ ﷺ بِالْعَتَمَةِ
وَقَالَ جَابِرٌ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الْعِشَاءَ وَقَالَ
أَبُو بَرَزَةَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُؤَخِّرُ الْعِشَاءَ وَقَالَ أَنَسُ
أَخَّرَ النَّبِيُّ ﷺ الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ

اور ان لوگوں کے بارے میں جو اسے وسیع سمجھتے ہیں کہ عشا اور
عتمہ دونوں لفظ کے جا سکتے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ جناب
نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ منافقین پر تو نمازوں
میں سے زیادہ گراں عشا اور فجر کی نماز ہے اور فرمایا کہ کاش ان کو
اس ثواب کا علم ہو تا جو عتمہ اور فجر میں ہے۔ حضرت ابو موسیٰ
اشعریؓ سے مذکور ہے کہ نماز عشاء کے وقت ہم جناب نبی اکرم
ﷺ کی خدمت میں نومت، عومت آتے تھے اور حضور اکرم ﷺ
اس میں تاخیر فرماتے تھے کہ اسکو خوب اندھیرے میں ادا کرتے
اور حضرت امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اختیار ہے عتمہ کی جائے
عشا کہو کیونکہ قرآن مجید میں بعد صلوة العشاء کے الفاظ مراد
ہوئے ہیں اور حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عائشہؓ فرماتے ہیں
کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے عشاء کی نماز کو دیر سے پڑھا۔

وَأَبُو أَيُّوبَ وَابْنُ عَبَّاسٍ صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ.....

اور بعض لوگ حضرت عائشہؓ سے یوں نقل کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے عتمہ کو دیر سے پڑھا۔ اور حضرت جلد فرماتے

ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ عشاء پڑھتے تھے۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ عشاء کو مؤخر کرتے تھے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے عشاءِ آخری کو مؤخر فرمایا۔ اور ابن عمرؓ و ابو یوبؓ نے اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ مغرب اور عشاء کی نماز پڑھتے تھے۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ ایک رات جناب رسول اللہ ﷺ نے ہمیں عشاء کی نماز پڑھائی۔ وہ نماز جس کو لوگ عتمہ پکارتے ہیں۔ نماز سے فراغت کے بعد ہمارے سامنے تشریف لائے فرمایا مجھے آج کی رات تم دکھائے گئے ہو۔ آج روئے زمین پر جو لوگ موجود ہیں سو سال کے اختتام پر ان میں سے کوئی باقی نہیں رہے گا۔

حدیث (۵۳۲) حَدَّثَنَا عَبْدَانُ بْنُ أَبِي خَبْرَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ صَلَّى لَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَيْلَةَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ وَهِيَ الَّتِي يَدْعُونَ النَّاسَ الْعَتَمَةَ لَمْ أَنْصَرَفْ فَأَقْبَلَ عَلَيْنَا لَقَالَ آرَاءَ يَتَكَلَّمُ لَيْلَتِكُمْ هَذِهِ فَإِنَّ رَأْسَ مِائَةِ سَنَةٍ مَتْنَهَا لَا يَبْقَى مِمَّنْ هُوَ الْيَوْمَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ أَحَدٌ. الحديث....

تشریح از شیخ مدنی۔ بعض اہل ظاہر نے کہا کہ عشاء پر عتمہ کا اطلاق کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ امام حاریؒ فرماتے ہیں کہ کراہت تحریمی نہیں بلکہ کراہت تنزیہی ہے۔ کیونکہ بعض مرتبہ آپؐ نے خود عشاء پر عتمہ کا اطلاق کیا ہے۔ چنانچہ روایات سے یہ ثابت ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ حضرت امام حاریؒ کے نزدیک ترجمہ کا پہلا جزو تو صحیح ہے۔ اس لئے کہ اس پر توباب باندھ دیا لیکن دوسرا جزو حجت نہ تھا۔ اس لئے فرماتے ہیں کہ عشاء کو عتمہ کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اس لئے باب ذکر العشاء والعتمة ذکر فرمایا۔ اور ساتھ ہی من راہ و اسعاف فرمایا۔ یعنی عشاء کو عتمہ کہنا دو وجہ سے صحیح ہے۔ اول یہ کہ مغرب پر عشاء کا اطلاق کرنے میں التباس ہے اور عشاء پر عتمہ کا اطلاق کرنے میں کوئی اطلاق نہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مغرب کے بارے میں تو کوئی ایسی روایت نہیں جس سے اس پر عشاء کا اطلاق جائز معلوم ہوتا ہو۔ خلاف عشاء کے کہ کثرت سے روایات میں عشاء پر عتمہ کا اطلاق کیا گیا ہے۔ لیکن چونکہ قرآن پاک من بعد صلوة العشاء مذکور ہے۔ اس لئے امام حاریؒ فرماتے ہیں کہ عشاء پر عتمہ کہنے میں کوئی کراہت نہیں۔ یہ مشترک کلام ان دونوں بابوں پر ہو چکا حضرت امام حاریؒ نے باب ثانی کے اندر بہت سے آثار نقل فرمائے ہیں جن میں بعض سے عتمہ اور بعض سے عشاء کا اطلاق معلوم ہوتا ہے اور امام حاریؒ کا مقصود ان آثار کے نقل کرنے سے یہ بتانا ہے کہ اطلاق عتمہ علی العشاء جائز ہے

کوئی حرج نہیں۔ فان راس مائة سنة اس پر کلام اپنی جگہ پر آئے گا۔ البتہ اس باب پر ایک اعتراض ہے۔ وہ یہ ہے کہ قاعدہ ہے کہ امام بخاریؒ جب ترجمہ کے اندر باب من کوہ الخ کہیں تو اس سے بات کی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ یہ مصنف کی رائے نہیں ہے۔ لوگوں کا مذہب ہے تو اس باب من کوہ الخ سے معلوم ہوا کہ کرہیہ خود مصنف کے نزدیک نہیں بلکہ دوسرے لوگوں کے نزدیک ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مصنف نے یہ لفظ بوجہ کہ توڑی سی مجاہد کی طرف اشارہ فرمایا کہ مخالفت مطلق نہیں۔ بلکہ لا یصلیٰ منکم سے خود سمجھ رہا ہے کہ مبالغہ کی ممانعت ہے۔ لہذا کبھی کبھی استعمال کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

باب وَقْتِ الْعِشَاءِ إِذَا اجْتَمَعَ النَّاسُ أَوْ تَأَخَّرُوا۔

ترجمہ۔ جب لوگ جمع ہو جائیں
یا پیچھے رہ جائیں تو عشاء کا وقت کیا ہے۔

ترجمہ۔ حضرت محمد بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے جناب نبی اکرم ﷺ کی نماز کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم ﷺ ظہر کی نماز سخت گرمی میں پڑھتے تھے۔ عصر کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جبکہ ابھی سورج خوب روشن ہوتا اس میں تغیر نہیں آتا تھا۔ اور مغرب جبکہ سورج ڈوب جاتا۔ اور عشاء میں جب لوگ بہت ہوتے تھے تو جلدی کرتے اگر تھوڑے ہوتے تو دیر کرتے اور صبح کو اندھیرے میں پڑھتے تھے۔

حدیث (۵۳۳) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ الْخِ
عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ
عَنْ صَلَاةِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ
يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ
وَالْمَغْرِبَ إِذَا وَجِبَتْ وَالْعِشَاءَ إِذَا كَثُرَ النَّاسُ
عَجَلًا وَإِذَا قَلُّوا أَخَّرَ وَالصُّبْحَ بَعْلَسَ

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ وقت العشاء الخ امام بخاریؒ اپنے ابواب ترتیب وار ذکر فرما رہے ہیں۔ چنانچہ یہاں پر مغرب کے بعد عشاء کی نماز کے متعلق فرما رہے ہیں۔ عشاء کی نماز میں کوئی تحدید نہیں کی۔ بلکہ جب لوگ جمع ہو جائیں اس وقت پڑھادی جائے۔ شرح حدیث نے اس باب کی غرض یہ بیان فرمائی ہے کہ بعض لوگوں نے یہ کہا کہ اگر عشاء کی نماز جلدی پڑھی جائے تو عشاء۔ اور اگر دیر سے پڑھی جائے تو اس کو عتمہ کہتے ہیں۔ مصنف نے ان کے قول پر رد فرمایا ہے۔ خواہ مؤخر یا مغل ہو۔ بہر صورت اس کو عشاء کہیں گے۔ میرے نزدیک اس باب کی غرض ایک دوسری ہے وہ یہ کہ اس باب سے مصنف نے عشاء اور فجر کے درمیان حضور اکرم ﷺ کے معمول میں فرق بتادیا کہ صبح کے اندر حضور ﷺ غسل میں پڑھ لیتے تھے۔ مگر عشاء کے اندر وقت متعین نہیں تھا کبھی جلدی اور کبھی دیر سے پڑھتے تھے۔

ترجمہ۔ عشاء کی فضیلت کے بیان میں

باب فضل العشاء

حدیث (۵۳۴) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ النَّخَعِيُّ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ أَعْتَمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَيْلَةً بِالْعِشَاءِ وَذَلِكَ قَبْلَ أَنْ يَقْسُوا الْإِسْلَامَ فَلَمْ يَخْرُجْ حَتَّى قَالَ عُمَرُ نَامَ النِّسَاءُ وَالصَّبِيَانُ فَخَرَجَ فَقَالَ لِأَهْلِ الْمَسْجِدِ مَا يَنْتَظِرُهَا أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ الْأَرْضِ غَيْرِكُمْ.....

ترجمہ۔ حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ انہیں حضرت عائشہؓ نے خبر دی وہ فرماتی ہیں ایک رات جناب رسول اللہ ﷺ نے عشا کی نماز میں دیر کر دی۔ اور اسلام کے پھیلنے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ تو آپؐ اس وقت تک باہر تشریف نہ لائے یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ عورتیں اور بچے سو گئے۔ تب حضور ﷺ باہر تشریف لائے۔ اور مسجد والوں سے فرمایا کہ روئے زمین میں سوائے تمہارے اس نماز کا اور کوئی انتظار نہیں کر رہا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ بعض اشیاء میں فضیلت ذاتی ہوتی ہے۔ اور بعض میں عارضی اور بعض میں دونوں حیثیت سے۔ ویسے تو ہر فرض نماز میں فضیلت ہے۔ مگر عشا اور فجر میں فضیلت عارضی ہے۔ عشا کے وقت خصوصاً کام کاج کرنے والوں کو مکان کی وجہ سے عشا کی نماز کا بڑھنا مشقت کا باعث ہوتا ہے اور فجر میں نیند کو چھوڑ کر آنا۔ اس لئے ان میں عارضی فضیلت بھی آگئی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ مصنفؒ نے باب کے اندر جو روایت ذکر فرمائی ہے اس سے عشاء کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ انتظار عشاء کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ لہذا باب کے اندر ایک مضاف مقرر ہے۔ باب فضل صلوة انتظار صلوة العشاء علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ یہ بھی کوئی بات ہوئی بلکہ ایسا کرنا چاہیے کہ مصنفؒ کا ترجمہ ثابت ہو جائے لہذا تقدیر عبارت یوں ہوگی باب فضل صلوة العشاء التي تشرع لها الانتظار یعنی عشاء ایسی افضل نماز ہے کہ اس کے واسطے انتظار کرنا مشروع ہے خلاف اور نمازوں کے۔ کہ ان کے اندر انتظار نہیں ہوتا۔ دونوں شراح کے کہنے کا مطلب ایک ہی ہے مگر میری رائے ان دونوں سے الگ ہے جس کو میں آگے چل کر بیان کروں گا۔ فقال باہر حال ہی حضور ﷺ نے تسلی کے واسطے فرمایا کہ تم ایسے لوگ ہو سوائے تمہارے اور کوئی انتظار نہیں کرتا۔

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں اور میرے وہ ساتھی جو کشتی میں میرے ساتھ آئے تھے ہم بقیع بطحان میں اترے ہوئے تھے۔ اور نبی کریم ﷺ مدینہ میں تھے۔ اور ان میں سے ایک جماعت کے لوگ

حدیث (۵۳۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ النَّخَعِيُّ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ كُنْتُ أَنَا وَأَصْحَابِي الَّذِينَ قَدِمْنَا مَعِيَ فِي السَّفِينَةِ نُزُولًا فِي بَقِيعِ بَطْحَانَ وَالنَّبِيُّ ﷺ بِالْمَدِينَةِ فَكَانَ يَتَنَابَأُ النَّبِيُّ ﷺ

عِنْدَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ كُلِّ لَيْلَةٍ فَمِمَّا كَانُوا الْقِنَاءَ النَّبِيِّ ﷺ
 أَنَا وَأَصْحَابِي وَكَهْ بَعْضُ الشُّعْلِ فِي بَعْضِ أَمْرِهِ
 فَاعْتَمَ بِالصَّلَاةِ حَتَّى ابْتَهَارَ اللَّيْلُ ثُمَّ خَرَجَ النَّبِيُّ
 ﷺ فَصَلَّى بِهِمْ فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ قَالَ لِمَنْ حَضَرَهُ
 عَلَى رَسُولِكُمْ ابْتَشِرُوا إِنِّي مِنْ تَعَمَّةِ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِنَّهُ
 لَيْسَ أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ يُصَلِّي هَذِهِ السَّاعَةَ أَحَدٌ
 غَيْرَكُمْ لَا يَدْرِي أَيَّ الْكَلِمَتَيْنِ قَالَ قَالَ أَبُو مُوسَى
 فَوَجَعْنَا فَوَضَعِي بِمَا سَمِعْنَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ..

کہ اس گزری تمہارے سوا کسی نے بھی نماز نہیں پڑھی تا معلوم ان دو دکلوں میں سے کون سا کلمہ فرمایا۔ تو حضرت ابو موسیٰ فرماتے ہیں کہ
 جو بات ہم نے رسول اللہ ﷺ سے سنی اس سے خوش ہو کر واپس آئے۔

قَدْ مَوَّعِي فِي السَّفِينَةِ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ حضرات اصحاب الہجرت تھے۔ حبشہ کی طرف سے ہجرت کی
 جب مدینہ منورہ میں آئے تو سفینہ کے اندر بیٹھ کر آئے۔ پس احد من الناس الخ اس کا مطلب یہ ہے کہ صلوات خمس میں سے
 چار تو ام سہلہ کے اندر بھی پڑھی گئی ہیں۔ فجر حضرت آدمؑ پر۔ اور ظہر حضرت عزیرؑ پر۔ اور عصر حضرت یونسؑ پر۔ اور مغرب کی نماز
 حضرت داؤدؑ پر فرض تھی۔ انبیاء علیہم السلام پر اختلافات ہیں۔ اور عشاء کے متعلق مشہور ہے کہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ
 والسلامات پر فرض ہوئی۔ چونکہ امت محمدیہ الفضل الامم ہے۔ لہذا اس کی چیزیں بھی افضل ہوں گی۔ یہی وجہ ہے کہ صوم محرم
 چونکہ سہلہ ام کاروزہ ہے۔ اس لئے اس سے دو سال کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ لہذا صلوٰۃ العشاء کی فضیلت ثابت ہو گئی۔ اور یہ جو کچھ
 میں نے کہا یہ حضرت شاہ صاحب کے کلام سے بھی مستفاد ہے۔ فضل العشاء کا باب معرکۃ الآراء ہے۔ اس باب سے امام حناری نے
 دو روایتیں ذکر فرمائی ہیں۔ چونکہ واقعہ ایک ہے اس لئے شرح نے دونوں روایتوں کو ایک ہی قرار دیا ہے۔ اور پہلی روایت کے اندر
 ما ينتظرها احد من الارض اور دوسری روایت میں ماصلی هذه الساعة احد غیر کم دونوں کا مکمل اور مطلب ایک ہی نکلا ہے۔
 یعنی تم لوگوں نے ہی اس وقت نماز پڑھی ہے تمہارے علاوہ کسی نے نماز نہیں پڑھی کیونکہ اسلام کا اس وقت تک انشاء نہیں ہوا تھا۔ میرے
 نزدیک یہ دونوں روایتیں الگ الگ ہیں۔ اور ہر ایک کا مفہوم الگ الگ ہے۔ اول روایت کے اندر ہے کہ ما ينتظرها اس کا مطلب ہے کہ
 تم نے جو اب تک انتظار کیا ہے اس کا ثواب تم کو ملے گا۔ کیونکہ اس وقت کسی نے بھی اس نماز کا انتظار نہیں کیا۔ اور دوسری حدیث کے اندر

ماصلی هذه الساعة یعنی یہ تمہاری نماز ہے۔ کسی اور نے ایسے وقت نماز نہیں پڑھی۔ اب اس معنی کے اعتبار سے ان لوگوں کی تائید ہوتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ عشاء کی نماز امت محمدیہ کی خصوصیت میں سے ہے۔ اس سے پہلے کسی امت پر یہ نماز نہیں تھی۔ لیکن اس پر اشکا ل ہوتا ہے کہ جب یہ ہماری نماز ہے تو اہمیت کا تقاضا ہے کہ اس کو جلدی پڑھیں نہ کہ تاخیر سے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عشاء کی نماز کے اندر تاخیر کی وجہ یہ ہے کہ محیف کے اندر وہ اخیر میں آئے گی۔ تو گویا محیف کا زیادہ تر حصہ نماز سے ہر ہوگا۔

باب مَا يَكْرَهُ مِنَ النَّوْمِ قَبْلَ الْعِشَاءِ

ترجمہ۔ باب اس بارے میں کہ عشاء سے پہلے نیند کرنا مکروہ ہے
حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب
رسول اللہ ﷺ عشاء سے پہلے نیند کرنے کو اور اس کے بعد بات
کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔

حدیث (۵۳۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ الْخ
عَنْ أَبِي بَرْزَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ
قَبْلَ الْعِشَاءِ وَالْحَدِيثُ بَعْدَهَا.....

ترجمہ۔ جو شخص مغلوب ہو اس کے لئے
عشاء سے پہلے نیند کرنا جائز ہے۔

باب النَّوْمِ قَبْلَ الْعِشَاءِ لِمَنْ غَلِبَ

ترجمہ۔ حضرت عروہؓ سے مروی ہے کہ حضرت
عائشہؓ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی نماز میں
دیر کی یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے آپؐ کو پکار کر فرمایا کہ
حضرت نماز۔ عورتیں اور بچے سو گئے ہیں تو آپؐ باہر تشریف
لائے۔ فرمایا اس وقت روئے زمین پر سوائے تمہارے کوئی بھی
انتظار نہیں کر رہا۔ اور اس وقت مدینہ کے سوا کہیں نماز نہیں
پڑھی جاتی تھی۔ راوی فرماتے ہیں کہ وہ لوگ عشاء کی نماز شفق
کے غائب ہونے کے درمیان سے لے کر رات کے پہلے
تیسرے حصہ تک پڑھتے تھے۔

حدیث (۵۳۷) حَدَّثَنَا أَبُو بَرُّ بْنُ سُلَيْمَانَ الْخ
عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ أَحْتَمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ
بِالْعِشَاءِ حَتَّى نَادَاهُ عُمَرُ الصَّلَاةُ نَامَ النِّسَاءُ
وَالصَّبِيَّانُ فَخَرَجَ فَقَالَ مَا يَنْتَظِرُهَا مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ
أَحَدٌ غَيْرِكُمْ قَالَ وَلَا يَصَلِّيُ يَوْمَئِذٍ إِلَّا بِالْمَدِينَةِ قَالَ
وَكَانُوا يُكَلِّمُونَ فِيمَا بَيْنَ أَنْ يُعِيبَ الشَّفَقُ إِلَى
فَلَيْتَ الْكَلِيلِ الْأَوَّلِ. الْحَدِيثُ.....

تشریح از شیخ مدنی۔ باب ما یکرہ من النوم سے قبل العشاء نوم کی ممانعت معلوم ہوتی تھی مگر اس دوسرے باب سے

معنی نے متاثر کیا کہ یہ ممانعت ہر ایک کے لئے نہیں۔ اگر کوئی شخص مغلوب النوم ہو اور اسے صلوٰۃ کے فوت ہونے کا خطرہ نہ ہو تو
قبل العشاء سو سکتا ہے۔ روایت باب اس پر دلالت کرتی ہے۔

تشریح از شیخ زکریا - نوم قبل العشاء کے اندر روایات دونوں طرح کی وارد ہیں۔ نہی کی بھی اور وہ روایات بھی جن سے

نوم قبل العشاء کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ روایات نئی خوف فوت پر محمول ہیں۔ اور جن روایات سے جواز معلوم ہوتا ہے ان کو حضرت امام بخاریؒ جس بین الروایات فرماتے ہیں کہ یہ اس حالت پر محمول ہیں۔ جب کہ نیند کا غلبہ ہو جائے اور یہ صورت ہو جائے کہ جائے دعا کے بددعا نکلے۔ اور لعلہ بستمغفر فیسب نفسہ کی حالت تک پہنچ جائے۔ ما ینتظرہا احد من اهل الارض غیرکم اس کا مطلب شرح یہ بتلاتے ہیں۔ اور سارے لوگ عشاء پڑھ کر سو گئے اب صرف تم ہی انتظار کرتے ہو۔ اور میرے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ تمہارے ساتھ خاص ہے اور اہل ارض دوسری ام جن پر یہ فرض نہیں وہ اس کا انتظار نہیں کرتے۔ قال لا تصلی یومئذ الا بالمدينة یہ راوی کی اپنی رائے ہے اپنے فہم کے مطابق۔

ترجمہ۔ حضرت نافع فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ

بن عمرؓ نے ہمیں حدیث بیان کی۔ کہ ایک رات جناب رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی نماز کو مشغولیت کی وجہ سے مؤخر کر دیا یہاں تک ہم سو گئے اور بیدار ہوئے پھر سو گئے اور بیدار ہوئے بعد ازاں جناب نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس باہر تشریف لائے فرمایا روئے زمین پر کوئی شخص تمہارے علاوہ اس نماز کا انتظار نہیں کر رہا۔ چنانچہ لمن عمر اس کی پرواہ نہیں کرتے تھے کہ عشاء کی نماز کو اس وقت سے آگے کریں یا پیچھے کریں جب ان کو نیند کے غلبہ کا خطرہ نہیں ہوتا تھا۔ حالانکہ وہ اس عشاء سے پہلے سوچے ہوتے تھے۔ ان جرح فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء سے کہا کہ انہوں نے فرمایا میں نے حضرت لمن عمر اس سے سنا وہ فرماتے تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک رات عشاء کی نماز میں دیر کر دی یہاں تک کہ لوگ سو گئے اور بیدار ہوئے پھر سو گئے اور بیدار ہوئے تو حضرت عمر بن الخطابؓ کھڑے ہو کر فرماتے گئے نماز یا رسول اللہ۔ عطاء فرماتے ہیں کہ حضرت لمن عمر اس نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم ﷺ باہر تشریف لائے

حدیث (۵۳۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَدَّادِ

عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ شَغِلَ عَنْهَا لَيْلَةً فَأَخَّرَهَا حَتَّى رَقَدْنَا فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ اسْتَيْقَظْنَا ثُمَّ رَقَدْنَا ثُمَّ اسْتَيْقَظْنَا ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ قَالَ لَيْسَ أَحَدٌ مِنَ الْأَرْضِ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ غَيْرَكُمْ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَبَالِي أَلَدَمَهَا أَوْ أَخَّرَهَا إِذَا كَانَ لَا يَبْخُشِي أَنْ يَغْلِبَهُ النَّوْمُ عَنْ وَفِيهَا وَقَدْ كَانَ يَرُقُدُ قَبْلَهَا قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ قُلْتُ لِعَطَاءٍ فَقَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ اعْتَمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَيْلَةً بِالْعِشَاءِ حَتَّى رَقَدَ النَّاسُ وَاسْتَيْقَظُوا وَرَقَدُوا وَاسْتَيْقَظُوا فَقَامَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ الصَّلَاةُ قَالَ عَطَاءٌ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ الْآنَ يَقَطُرُ رَأْسُهُ مَاءً وَاصْعَا يَدُهُ عَلَى رَأْسِهِ فَقَالَ لَوْلَا أَنِ اشْتَقَى عَلَيَّ أُمَّيْ لَا مَرْتَهُمْ أَنْ يُصَلُّوا هَكَذَا

گویا میں ابھی ان کی طرف دیکھ رہا ہوں۔ آپ کے سر سے پانی کے قطرے پکتے تھے آپ نے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھا ہوا تھا۔ فرماتے تھے کہ اگر مجھے اپنی امت پر شاق گزرنے کا خطرہ نہ ہوتا تو میں ان کو اس طرح نماز پڑھنے کا حکم دیتا۔ لیکن جرم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء سے تاکید اپو چھا آپ بتائیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے اپنا ہاتھ اپنے سر پر کیسے رکھا تھا جس طرح حضرت ابن عباسؓ نے آپ کو بتلایا آپ ہمیں بتلائیں تو حضرت عطاء نے میرے سمجھانے کے لئے اپنی انگلیوں میں کچھ کشادگی کر دی۔ پھر اپنی انگلیوں کے کناروں کو اپنے سر کی

كَاسْتَعْبَتْ عَطَاءٌ كَيْفَ وَضَعَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى رَأْسِهِ يَدَهُ كَمَا نَبَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ لَبَدَّ دِرْبِي عَطَاءٌ بَيْنَ أَصَابِعِهِ كَيْفًا مَنْ تُدِيدُ نَمَّ وَصَحَ اطْرَافَ أَصَابِعِهِ عَلَى كُرْنِ الرَّأْسِ نَمَّ صَمَمَهَا يُمَرُّهَا كَذَلِكَ عَلَى الرَّأْسِ حَتَّى مَسَّتْ إِبْهَامَهُ طَرَفَ الْأُذُنِ مِمَّا يَلِي الْوَجْهَ عَلَى الصَّدْعِ وَنَاحِيَةِ اللَّحْيَةِ لَا يَقْصُرُ وَلَا يَبْعَثُ إِلَّا كَذَلِكَ وَقَالَ لَوْلَا أَنْ أَشَقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ أَنْ يَصَلُّوا هَكَذَا . الحديث

ایک طرف رکھا پھر ان انگلیوں کو ملا کر اس طرح سر پر سے گزارا یہاں تک کہ آپ کے انگوٹھے نے کان کے اس جانب کو جا کر چھوا جو حصہ چہرہ کے متصل ہے کن پٹی اور داڑھی کی طرف۔ نہ اس کو نچوڑتے تھے نہ پکڑتے تھے مگر اس طرح پانی کو جھاڑتے تھے اور فرمایا کہ اگر مجھے امت پر گراں گزرنے کا خوف نہ ہوتا تو میں ان کو اس طرح نماز پڑھنے کا حکم دیتا۔ ان یصلوا ہکذا یعنی تاخیر کر کے۔ تاکہ اخیر اعمال نامہ میں عبادت لکھی جائے فاستب عطاء یعنی تحقیق اور تاکید کے لئے میں نے ان سے سوال کیا۔

ترجمہ۔ عشا کی نماز کے وقت کے بارے میں کہ وہ آدمی رات تک ہے۔ حضرت ابو ذر اسلمیؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ عشاء کی نماز میں دیر کرنے کو پسند کرتے تھے۔

باب وَقْتُ الْعِشَاءِ إِلَى نِصْفِ اللَّيْلِ
وَقَالَ أَبُو بُرْزَةَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ
يَسْتَحِبُّ تَأْخِيرَهَا .

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپ نے عشاء کی نماز میں آدمی رات تک دیر کر دی پھر نماز پڑھ کر فرمایا کہ لوگ نماز پڑھ کر سوچے خبردار تم ابھی نماز میں ہو جب تک اس نماز کا انتظار کر رہے ہو۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں گویا اس رات آپ کی انگوٹھی کی چمک کو میں ابھی دیکھ رہا ہوں۔

حَدِيث (۵۳۹) حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ - الخ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ أَخُو النَّبِيِّ ﷺ صَلَاةُ الْعِشَاءِ إِلَى نِصْفِ اللَّيْلِ نَمَّ صَلَّى نَمَّ قَالَ قَدَّصَلَّى النَّاسُ وَنَامُوا أَمَا أَنْتُمْ فَمَنْ صَلَّوْهُمَا انظُرْ كَمْ هَا وَزَادَ بَنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ سَمِعَ أَنَسًا كَانِي انظُرُ إِلَى وَبُحْسٍ عَاتِمِهِ لَيْلِيَّةٍ ...

تشریح از شیخ مدنی - جمہور فرماتے ہیں کہ عشاء کی نماز کا وقت صبح صادق تک ہے۔ بعض لوگ نصف لیل تک کہتے ہیں

مصنف کے ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عشاء کا وقت نصف لیل تک ہے۔ لیکن یہ بات روایت سے ثابت نہیں ہوتی۔ شرح کی عمدہ توجیہ یہ ہے کہ نصف لیل تک وقت مستحب بتلانا ہے اس کے بعد یہ بات واضح نہیں ہوتی کہ آیا نصف لیل کے بعد عشاء کا وقت باقی رہتا ہے یا نہیں بلکہ مصنف بھی جمہور کے ساتھ ہیں۔

تشریح از شیخ زکریا - وقت عشاء کے متعلق بعض فرماتے ہیں ثلث لیل تک بعض کے نزدیک نصف لیل تک اور جمہور علما

آخر لیل صبح صادق تک وقت عشاء کے قائل ہیں۔ میرے نزدیک امام بخاری کا میلان اس طرف ہے کہ وقت عشاء نصف لیل تک ہے۔ تو مشاہیر علما کے مسلک سے الگ ہو جائیں گے۔ لہذا بہتر ہے کہ یوں کہا جائے کہ انہوں نے اس باب میں عشاء کا وقت مستحب ذکر فرمایا ہے۔ لیکن میرے نزدیک ان کی یہ مراد نہیں ہے۔ کیونکہ وہ تو ان ابواب میں اوائل اور اواخر اوقات بتا رہے ہیں۔

ترجمہ۔ فجر کی نماز کی فضیلت اور اس بارے میں

جو حدیث مشہور ہے

باب فَضْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَالْحَدِيثِ

ترجمہ۔ حضرت جریر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ ہم جناب نبی اکرم ﷺ کے پاس تھے کہ آپ نے اچانک چودھویں کے چاند کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ خبردار عنقریب تم اپنے رب کو ایسے دیکھو گے جیسے کہ اس چاند کو دیکھ رہے ہو کہ ایک دوسرے پر بھید بھوکا نہ کروں گے۔ بیاباری تعالیٰ کے دیکھنے میں کوئی شک و شبہ نہیں کرو گے۔ پس اگر تم کر سکتے ہو تو کر لو کہ تم سورج طلوع کرنے سے پہلے کی نماز سے مغلوب نہ ہو جاؤ۔ پھر آیت کریمہ پڑھی کہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ پاکی بیان کرو سورج کے طلوع اور غروب سے پہلے۔ لکن شباب نے زیادہ کیا کہ جریر نے فرمایا حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ عنقریب اپنے رب کو ظاہر ظہور دیکھو گے کوئی اشتباہ نہیں ہوگا۔

حدیث (۵۴۰) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الْخَقَّابِيُّ قَالَ لِي

جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ إِذْ نَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ فَقَالَ أَمَا إِنَّكُمْ سَتَرُونَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرُونَ هَذَا الْأَتْرَافُونَ أَوْ لَا تَضَاهُونَ فِي رُؤْيَيْهِ فَإِنْ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَا تَغْلِبُوا عَلَى صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا فَافْعَلُوا ثُمَّ قَالَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ زَادَ بَنُ شِهَابٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ عَنْ قَيْسٍ عَنْ جَرِيرٍ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ سَتَرُونَ رَبَّكُمْ عَيَانًا . . .

تشریح از شیخ زکریا - میں نے یہ بیان کیا ہے کہ مشہور ہے کہ امام بخاری کی کمائی ان کے ابواب کے اندر ہے اس کے اندر

یہ کی جاتی ہے کہ مصنف نے یہاں وقت فجر کو نہیں بتلانا بلکہ یہ بتلانا ہے کہ صلوٰۃ فجر کس وقت پڑھی جاتی تھی۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ فجر کی نماز غلّس میں پڑھتے تھے۔ لیکن احناف فرماتے ہیں کہ اسفار (روشنی) میں پڑھنا افضل ہے۔ ایک وجہ تو یہ ہے کہ قولی روایت ہے اسفروا بالفجر فانہ اعظم للاجر فجر کی نماز اسفار (روشنی) میں پڑھو اس لئے کہ یہ اجر کو عظیم کا باعث ہے۔ اور روایات فعلیہ سے جو غلّس میں پڑھنا ثابت ہے تو کہا جائے گا کہ وہ رمضان المبارک کا واقعہ ہے۔ سحر کے بعد چونکہ سب لوگ جمع ہوتے ہیں اس لئے آپ نے غلّس میں پڑھ لی۔ یا وہ توجیہ جو امام محمد بیان فرماتے ہیں کہ غلّس میں شروع کی اور قرآۃ طویلہ تھی جس کی وجہ سے نماز اسفار میں ختم ہوئی۔ یا تیسری توجیہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں عورتیں مساجد میں آیا کرتی تھیں۔ اس لئے آپ نے غلّس میں نماز پڑھائی۔ امام صاحب اب بھی اس کے قائل ہیں کہ اگر عورتیں جمع ہو جائیں تو پھر غلّس میں پڑھی جائے۔ والا فلا اور چوتھی توجیہ وہ ہے جو مولانا زکریا نے فرمائی کہ زراعت پیشہ حضرات کی رعایت کر کے غلّس میں پڑھی تاکہ وہ کھیتوں کو جا سکیں۔

تشریح از شیخ زکریا۔ من صلی البردین الخ بر دین سے مراد نماز عصر اور فجر مراد ہے۔ فی الروایۃ الاخری اس کا

مطلب یہ ہے کہ چونکہ یہ ملائکہ اللیل والنہار کے اجتماع کا وقت ہوتا ہے لہذا یہ افضل الاوقات ہوں اور بعض حضرات نے ابو داؤد کی روایت کی وجہ سے جس کے اندر یہ ہے کہ جو شخص ان دونوں پر قناعت کرے وہ اس کیلئے کافی ہے۔ یہ ترجمہ باندھا ہے۔ باب من اکتفی بالبردین لیکن صحیح یہ ہے کہ کفایت نہ ہوگی۔ بلکہ یہ کسی خاص شخص کے بارے میں ہے جیسا کہ امام احمد سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے اسے خاص شخص پر حمل فرمایا۔

باب وَقْتُ الْفَجْرِ

ترجمہ۔ فجر کی نماز کے وقت کے بارے میں

ترجمہ۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابت نے انہیں بیان کیا کہ وہ جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ سحر کرتے تھے پھر نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے۔ میں نے پوچھا ان دونوں میں کتنا وقفہ ہوتا تھا۔ فرمایا پچاس یا ساٹھ آیات کی پڑھنے کی مقدار کے برابر ہوتا تھا۔

حدیث (۵۴۲) حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَاصِمٍ النَّخَعِيُّ

أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ حَدَّثَهُ أَنَّهُمْ تَسَحَّرُوا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قُلْتُ كَمْ بَيْنَهُمَا قَالَ قَدْرُ خَمْسِينَ أَوْ سِتِينَ يُعْنِي آيَةً. الْحَدِيثُ.....

تشریح از شیخ زکریا۔ اس باب سے امام بخاری اول وقت فجر بتلا رہے ہیں۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ اور زید بن ثابت نے اکٹھے سحر کھائی

حدیث (۵۴۳) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ النَّخَعِيُّ

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ وَزَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ

جب سحر سے فارغ ہوئے تو جناب نبی اکرم ﷺ کے لئے کھڑے ہو گئے اور نماز ادا فرمائی۔ ہم نے حضرت انسؓ سے کہا کہ سحر سے فارغ ہونے اور نماز میں داخل ہونے کے درمیان کتنا وقفہ ہوتا تھا فرمایا جس قدر آدمی پچاس آیات کی قرأت کرتا ہے

تَسْحَرُ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ سَحْوَرِهِمَا قَامَ نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ إِلَى الصَّلَاةِ فَصَلَّى فَلَمَّا لَانَسَ كُمْ كَانَتْ بَيْنَ فَرَاعِهِمَا مِنْ سَحْوَرِهِمَا وَدُخُولِهِمَا فِي الصَّلَاةِ قَالَ قَدْرُ مَا يَقْرَأُ الرَّجُلُ خَمْسِينَ آيَةً ...

ترجمہ۔ حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنے اہل و عیال میں سحر کھاتا تھا پھر مجھے جلدی ہوتی تھی کہ فجر کی نماز جا کر جناب رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ادا کروں۔

حدیث (۵۴۴) حَدَّثَنَا اسْمَعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ النَخَاعِيُّ سَمِعَ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ يَقُولُ كُنْتُ اتَسَحَّرُ فِي أَهْلِئِي ثُمَّ يَكُونُ سُرْعَةً بِي أَنْ أُدْرِكَ صَلَاةَ الْفَجْرِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ . الْحَدِيثُ ..

تشریح از شیخ زکریا۔ کنت اتسحر فی اہلی الخ یہ حضرات ایسا کرتے تھے کہ اپنے گھر سے سحری کھا کر حضور اقدس ﷺ کے پاس آتے تاکہ وہاں ایک دو لقمے کھا کر برکت حاصل کر لیں۔ جیسا کہ دوسری روایت میں ہے۔ یہاں ادراک صلوٰۃ الفجر مع رسول اللہ کو ذکر فرمایا ہے۔ اپنے گھر سے اس لئے کھا کر چلتے تھے تاکہ آپ پر بار نہ ہو۔ اس باب میں امام بخاری نے اول الاوقات کا ذکر فرمایا ہے جیسا کہ اور ابواب کے اندر اول الاوقات و آخر الاوقات کو ذکر فرماتے آئے ہیں۔ حضرت امام مالکؒ سے منقول ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا اول الاوقات کے اندر نماز پڑھنا رمضان شریف کے ساتھ خاص تھا۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مومن عورتیں فجر کی نماز میں جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حاضر ہوتی تھیں جبکہ وہ اپنی گرم چادروں کے اندر لپیٹی ہوئی ہوتی تھیں جب نماز پوری کر لیتیں تو اپنے گھروں کو اس حال میں واپس لوٹتی تھیں کہ اندھیرے کی وجہ سے انہیں کوئی پہچان نہیں سکتا تھا۔

حدیث (۵۴۵) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ النَّخَعِيُّ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ كُنَّ نِسَاءَ الْمُؤْمِنَاتِ يَشْهَدْنَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ صَلَاةَ الْفَجْرِ مُتَلَفِعَاتٍ بِمِرْوَطِهِنَّ ثُمَّ يَنْقَلِبْنَ إِلَى بُيُوتِهِنَّ حِينَ يَقْضِينَ الصَّلَاةَ لَا يَعْرِفُهُنَّ أَحَدٌ مِنَ الْغُلَسِ . الْحَدِيثُ ...

ترجمہ۔ جس نے فجر کی ایک رکعت پائی اس کا کیا حکم ہے

باب مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الْفَجْرِ رُكْعَةً

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے سورج

حدیث (۵۴۶) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْعَدَنِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ مَنْ أَدْرَكَ

طلوع ہونے سے پہلے فجر کی ایک رکعت کو پالیا اس نے صبح کو حاصل کر لیا اور جس نے سورج غروب ہونے سے پہلے عصر کی ایک رکعت کو پالیا تو اس نے عصر کو حاصل کر لیا۔

مِنَ الصُّبْحِ رَكْعَةً قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ الصُّبْحَ وَمَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الْعَصْرِ قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ الْعَصْرَ . الحديث ...

تشریح از شیخ زکریا - جیسے اور اوقات کے اندر ان کے اواخر کو بیان فرمایا اسی طرح آخر وقت فجر کو بیان فرمادیا۔

ترجمہ - جس نے کسی نماز کی ایک رکعت کو پالیا اس کا حکم

باب مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الصَّلَاةِ رَكْعَةً

ترجمہ - حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی نماز کی ایک رکعت کو پالیا تو اس نے اس نماز کے حکم کو پالیا۔

حديث (٥٤٧) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الصَّلَاةِ فَقَدْ أَدْرَكَ الصَّلَاةَ ...

تشریح از شیخ زکریا - چونکہ کثرت سے روایات کے اندر آیا ہے من ادرك ركعة من العصر فقد ادرك العصر . ومن

ادرك ركعة من الفجر فقد ادرك الفجر - اس سے بظاہر اس حکم اختصاص فجر اور عصر کے ساتھ معلوم ہوتا تھا۔ اس لئے امام بخاری نے تمبیہ فرمادی کہ یہ حکم کوئی دونوں کے ساتھ ہی خاص نہیں ہے۔ بلکہ اور نمازوں کا بھی یہی حکم ہے۔ کہ اگر کوئی اور نمازوں کے اوقات سے صرف بھر ایک رکعت پالے تو پوری نماز فرض ہوگی۔ اور علامہ کرمانی فرماتے ہیں کہ باب اول سے ادراك وقت اور اس باب سے ادراك صلوة مقصود ہے۔ اور جہاں فجر اور عصر کا بیان ہے وہاں تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ ان کے بعد طلوع وغروب تک نماز کا پڑھنا ممنوع ہے تو کسی کو وہم نہ ہو کہ ممنوع وقت کے اندر شاید وجوب نہ ہوگا۔ اس حدیث کا لفظ من ادرك ركعة من الصلوة ہے لیکن ترجمہ میں اسے تبدیل کر کے من ادرك من الصلوة ركعة کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حافظ ابن حجر کا ذہن تیز ہونے کی بنا پر فوراً ایک حدیث کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ تو ترجمہ والے لفظ ہی کی حدیث کے تھے۔ تو اس طرح تبدیلی کر کے متلادیا کہ دونوں روایتوں کے مطلب میں کوئی فرق نہیں ہے۔

ترجمہ - فجر کی نماز کے بعد کوئی نماز پڑھنا جائز نہیں

باب الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَجْرِ

حینک سورج خوب اونچا نہ ہو جائے۔

حَتَّى تَرْفَعَ الشَّمْسُ

ترجمہ - حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ

حديث (٥٤٨) حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ أَخْبَرَنَا

میرے پاس سے پسندیدہ حضرات نے گواہی دی اور سب سے زیادہ پسندیدہ میرے نزدیک حضرت عمرؓ ہیں۔ فرمایا کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے صبح کے بعد نماز سے منع فرمایا جب تک کہ سورج روشن نہ ہو جائے۔ اور عصر کے بعد منع فرمایا جب تک کہ غروب نہ ہو جائے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ شَهِدْتُ عِنْدِي رَجُلًا مَرَضِيًّا وَأَرْضَاهُمْ عِنْدِي عُمَرُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَشْرِقَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ.....

تشریح از شیخ مدنی۔ اس ترجمہ میں کوئی حکم بیان نہیں فرمایا۔ اور نہ ہی کسی نماز کی تخصیص کی ہے۔ مگر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد الفجر ہر قسم کی نماز پڑھنے سے ممانعت بیان کی ہے۔ پہلی روایت بطور وضاحت دلالت کرتی ہے۔ مگر دوسری روایت میں لا تحروا الخ کے الفاظ ہیں۔ ان سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی قصد کرے یا نہ کرے مگر اسے بہتر نہ جانے تو اس کے لئے اجازت ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ طلوع اور غروب کے وقت ممانعت ہے اس سے پہلے اور بعد میں ممانعت نہیں ہے۔ حالانکہ پہلی روایت علی الاطلاق دلالت کرتی ہے۔ تیسری اور چوتھی روایت بھی تخصیص پر دلالت کرتی ہے۔ اور پانچویں روایت میں اطلاق ہے۔ اور ترجمہ بھی مطلق تھا۔ مگر روایات مختلف ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کا مقصد یہ ہے کہ بعد الفجر صلوٰۃ ذات سبب ہو یا نہ ہو تحری ہو یا نہ ہو سبب ممنوع ہیں۔ اور یہی امام صاحب کا مسلک ہے۔ اور امام شافعی صلوٰۃ ذات سبب کو جائز کہتے ہیں۔ مگر مصنف مفہوم مخالف نہیں لیتے۔ اور منہی عنہا کے بعض افراد کا ذکر کیا گیا ہے۔ چونکہ پہلی روایت سے اطلاق منطوق ہے اور اجازت عند الغروب بطور مفہوم مخالف کے ہے۔ اور عند التعارض منطوق کو ترجیح ہوتی ہے۔ لہذا مصنف بھی اسی منطوق کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور ان چیزوں کو بطور ذکر بعض افراد کے لایا گیا۔ یا زیادتی قباحت کے لئے ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ ورنہ ممانعت علی الاطلاق ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ یہاں سے امام بخاری نے اوقات مکروہہ کے ابواب ذکر فرمائے ہیں۔ اور تین چار ابواب مسلسل ذکر کئے ہیں اور ان کا ذکر صرف اوقات منہیہ کے بیان کے واسطے کیا ہے۔ اور اوقات منہیہ میں روایات مختلفہ وارد ہوئی ہیں۔ ایک روایت میں ہے نہی رسول اللہ ﷺ عن الصلوة عند طلوع الشمس الخ اور دوسری روایات میں تحوی صلوٰۃ کی ممانعت ہے۔ تو پہلی روایت اطلاق کے درجہ میں ہے۔ خواہ قصد ہو یا نہ ہو۔ اور تحری کا مطلب یہ ہے کہ بالقصد انہی اوقات میں پڑھے۔ اور تیسری روایت ہے نہی رسول اللہ ﷺ عن الصلوة بعد الفجر حتی تطلع الشمس الخ ان اختلاف روایات کی وجہ سے چند اختلاف ہو گئے۔

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت

حدیث (۵۴۹) حَدَّثَنَا مَسَدُّ بْنُ أَخْبَرَنِي أَنِّي قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

نماز پڑھنے کا قصد نہ کرو اور ان عمرؓ نے حدیث بیان کی کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب سورج کا کنارہ نکل آئے تو نماز کو مؤخر کرو یہاں تک کہ سورج چڑھ آئے۔ اور جب سورج کا کنارہ غائب ہو جائے تو نماز کو مؤخر کرو جب تک سورج غروب نہ ہو جائے۔

لَا تَخْرُوْا بِصَلَوَاتِكُمْ طُلُوعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوبَهَا قَالَ وَحَدَّثَنِي ابْنُ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَأَخْرُوْا لَصَلَاةٍ حَتَّى تَرْتَفِعَ وَإِذَا غَابَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَأَخْرُوْا الصَّلَاةَ حَتَّى تَغِيْبَ

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے دو قسم کی بیع سے منع فرمایا۔ دو قسم کے لباس سے منع فرمایا۔ اور دو نمازوں سے منع فرمایا۔ فجر کے بعد نماز سے منع فرمایا جب تک سورج نکل نہ آئے۔ اور عصر کے بعد منع فرمایا جب تک سورج غروب نہ ہو جائے۔ اور اشمال صما اور احتباء ایک کپڑے میں ہو۔ اس سے منع فرمایا جس سے اس کا ننگ اوپر کی طرف ظاہر ہو۔ اور منابذہ اور ملاستہ سے بھی منع فرمایا۔

حدیث (۵۵۰) حَدَّثَنَا عُمَيْرُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ أَخْبَرَنَا عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ نَهَى عَنْ بَيْعَتَيْنِ وَعَنْ تَبَسُّتَيْنِ وَعَنْ صَلَوَتَيْنِ نَهَى عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَعَنِ اسْتِمَالِ السَّمَاءِ وَعَنِ الْإِحْتِبَاءِ فِي نَوْبٍ وَاحِدٍ يُفْضِي بِفَرْجِهِ إِلَى السَّمَاءِ وَعَنِ الْمُنَابَذَةِ وَالْمَلَاسَةِ . الْحَدِيثُ

تشریح از شیخ زکریا۔ ائمہ ثلاثہ نہیں بلکہ دو اماموں امام شافعیؒ اور امام احمدؒ بلکہ دو اماموں کا لفظ میں نے جان بوجھ کر کہا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ امام مالکؒ ارتفاع الشمس میں جواز صلوٰۃ کے قائل ہیں۔ ان کا مذہب یہ ہے کہ اوقات خمسہ کے اندر فرائض مطلقاً جائز ہیں۔ ادا ہوں یا قضا۔ اور نوافل مطلقاً ناجائز۔ لہذا یہ نبیؐ کی روایات ان حضرات کے نزدیک نوافل پر محمول ہیں۔ لیکن امام شافعیؒ تھوڑا سا اختلاف کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ نوافل ذات الاسباب فرائض کی طرح ہیں اور ان کے حکم میں ہیں۔ اس بنا پر اگر کوئی اوقات منہیہ میں مسجد میں جائے تو توجیہ المسجد پڑھ سکتا ہے۔ میں نے امام مالکؒ کو خارج کیا تھا کیونکہ وہ ارتفاع کے وقت جواز کے قائل ہیں۔ کیونکہ وہ عمل اہل مدینہ کو لیتے ہیں۔ جیسے امام ابو حنیفہؒ اوفق بالقرآن کو لیتے ہیں۔ اور امام شافعیؒ بھی تھوڑا سا امام مالکؒ کے ساتھ ہیں۔ وہ یہ کہ ان کے نزدیک یوم الجمعہ مستثنیٰ ہے اور حنیفہؒ کہتے ہیں کہ اوقات نبیؐ دو طرح کے ہیں۔ ایک تو اوقات ثلاثہ یعنی وقت طلوع۔ وقت ارتفاع اور وقت غروب۔ ان اوقات ثلاثہ میں مطلقاً کسی قسم کی نماز پڑھنی جائز نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان اوقات میں قباحت ہے۔ اور دوسرے بعد الفجر حتی الطلوع وبعد العصر حتی الغروب ان دونوں وقتوں میں نوافل کی ممانعت ہے۔ فرائض جائز ہیں۔ کیونکہ نفس وقت میں کو خرابی نہیں۔ اب اس کے بعد ائمہ اربعہ اور ظاہریہ میں اختلاف ہے۔ وہ یہ کہ ائمہ اربعہ آپس کے اختلافات کے ساتھ فرماتے ہیں کہ

نہی عن التحری کی روایات روایت مطلقہ کی طرف راجع ہیں۔ اور تحری کی تخصیص محض بیان قح کے لئے فرمادی ہے۔ اور ظاہر یہ کے نزدیک روایت مطلقہ نہی عن التحری کی روایات کی طرف راجع ہیں اگر یہ اختلافات ہمارے ذہن میں رہیں گے تو پھر تم کو بخاری شریف کے تراجم میں مز آئے گا۔ جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ جس کو جتنا زیادہ اختلاف روایات اور اختلاف ائمہ پر عبور ہو گا اس کو اتنا ہی زیادہ بخاری کے تراجم میں لطف آئے گا۔ اور ان کی باریکیاں ان پر منکشف ہوں گی۔

یہاں امام بخاریؒ نے اپنے ترجمہ سے دو باتوں کی طرف اشارہ فرمادیا اول یہ کہ نبی کی روایات اطلاق پر باقی ہیں۔ تحری کے ساتھ خاص نہیں۔ کیونکہ ترجمہ مطلق رکھا ہے۔ تحری کا اس میں کوئی ذکر نہیں فرمایا۔ اور دوسرے یہ کہ حتی تو ترفع الشمس سے اشارہ فرمادیا کہ بعض روایات میں جو حتی تطلع الشمس آیا ہے۔ وہاں طلوع سے مراد ارتفاع الشمس ہے۔ حتی تشرق الشمس گویا صفت نے شرح فرمادی کہ شروق سے مراد ارتفاع ہے۔

حدثنی تاس بھدا اس کو ذکر فرما کر اختلاف الفاظ کی طرف اشارہ فرمادیا۔ کیونکہ پہلی روایت میں رجال مرضیون اور اس روایت میں ناس کا لفظ آیا ہے۔ نیز! اختلاف سند کی طرف اشارہ فرمادیا کہ یہ روایت دوسری سند سے بھی مروی ہے۔ نہی عن بیعتین یہ دونوں بیع مناہذہ اور بیع ملامستہ ہیں یہ زمانہ جاہلیت کی خاص بیوع ہیں۔ مناہذہ تو یہ ہے کہ کنکری پھینک کر بیع کرتے تھے اور ملامستہ خاص طور سے چھو دیتے تھے۔ جس سے بیع تام ہو جاتی۔ اس کی تفصیل بیوع جاہلیتہ میں آئے گی وعن بستین ایک اشتمال صماء اور دوسرا اشتباہ ہے۔ اشتمال صماء تو یہ ہے کہ ایک کپڑے کو اس طرح سے لپیٹے کہ اس میں سے ہاتھ وغیرہ نہ نکل سکیں۔ خوب لپیٹ لے اور اشتباہ یہ ہے کہ گوٹ مار کر بیٹھ جائے۔ ملامستہ او مناہذہ کو بنا ڈال اور لماس بھی کہتے ہیں۔

ترجمہ۔ سورج ڈوبنے سے پہلے نماز کا قصد نہ کیا جائے۔

باب لَا تَتَحَرَّى الصَّلَاةُ قَبْلَ غُرُوبِ الشَّمْسِ

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم سے کوئی بھی طلوع شمس کے وقت نماز پڑھنے کا قصد نہ کرے۔

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ صبح کے بعد کوئی نماز نہیں یہاں تک کہ سورج چڑھ آئے۔ اور

حدیث (۵۵۱) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ الْعَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ لَا يَتَحَرَّى أَحَدُكُمْ فَيُصَلِّيَ عِنْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَلَا عِنْدَ غُرُوبِهَا

حدیث (۵۵۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْعَنِ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخَدْرِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ لَا صَلَاةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَرُفِعَ الشَّمْسُ

عصر کے بعد کوئی نماز نہیں یہاں تک کہ سورج ڈوب جائے۔

ترجمہ۔ حضرت امیر معاویہؓ فرماتے ہیں کہ تم نمازیں پڑھتے ہو۔ ہم جناب رسول اللہ کے ساتھ رہے ہیں۔ ہم نے کبھی آپ کو وہ دو نمازیں پڑھتے نہیں دیکھا بلکہ آپ نے ان سے منع فرمایا ہے یعنی عصر کے بعد دو رکعت پڑھنا ہے۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے دو نمازوں سے منع فرمایا۔ فجر کے بعد جب تک سورج طلوع نہ کرے۔ اور عصر کے بعد جب تک سورج ڈوب نہ جائے۔

وَلَا صَلَاةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغِيْبَ الشَّمْسُ. الحديث

حدیث (۵۵۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي نَجْرٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ لَكُمْ لَتُصَلُّوا صَلَاةً لَقَدْ صَحَبْنَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَمَارَ أَيْتَاهُ يُصَلِّيَهَا وَلَقَدْ نَهَى عَنْهُمَا يَعْني الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ الحديث

حدیث (۵۵۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ الخ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ صَلَاةَيْنِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ. الحديث ..

تشریح از شیخ مدنی۔ ترجمہ تو یہ تھا مگر یہ ترجمہ محض ایک روایت سے ثابت ہوتا ہے۔ بقیہ روایات سے یہ چیز ثابت نہیں

ہوتی۔ تو روایات کو ترجمہ الباب سے مطابقت نہ ہوئی۔ جواب یہ ہے کہ مصنف کا مقصد صرف تحری سے ممانعت نہیں ہے بلکہ علی الاطلاق ممانعت کرنا ہے۔ خواہ تحری ہو یا نہ ہو۔ صلوة ذات السبب ہو یا نہ ہو۔ تو یہ ممانعت علی الاطلاق ہوئی۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ تحری ہی کو بتلانا ہے۔ کہ جب تم نماز پڑھو گے تو تحری کا ہونا ضروری ہے۔ یعنی فعل نماز کو ایسے وقت میں مت ادا کرو۔ کیونکہ فعل اختیاری قصد سے خالی نہیں ہوتا۔ اس لئے جب بھی نماز پڑھو گے اس وقت تحری پائی جائے گی۔ اسی بنا پر روایات تحری اور علی الاطلاق اس افادہ کی وجہ سے سب کو یہاں جمع کر دیا۔ تیسری توجیہ یہ ہے کہ یہ باب اول کا جز ہے۔ اور بمنزلہ فصل کے ہے۔ جس کو ایک افادہ کی خاطر لایا گیا ہے۔ وہ یہ کہ قصد ایسے وقت میں نماز پڑھنا شدید الممانعة ہے اور یہ طریقہ مصنف نے بہت سے مواقع پر اختیار کیا ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ یہاں پر شرح نے کوئی تعرض نہیں فرمایا جہاں مطلقاً ممانعت صلوة بعد الفجر وارد ہے۔ وہیں

بعد العصر کی بھی ممانعت ہے۔ اور جہاں نہی عن التحوی وارد ہے وہاں بھی دونوں کے اندر ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ جہاں نہی مطلق ہے وہاں سیاق ایک ہے۔ اور جہاں نہی عن التحوی ہے وہاں بھی دونوں کا سیاق ایک ہے۔ پھر کیا بات ہے کہ حضرت امام بخاری نے فجر کے اندر تو مطلق باب باندھا تحری کا ذکر نہیں فرمایا۔ اور غروب کے اندر تحری کو ذکر فرمایا۔ اشکال کی وضاحت یوں ہے بعض روایات میں جو ارتفاع شمس وغروب شمس کا ذکر ہے اس کا تعلق فجر و عصر دونوں سے ہے۔ ایسے ہی جن روایات میں تحری سے ممانعت ہے وہ ممانعت بھی

فجر و عصر دونوں کو شامل ہے۔ تو جب دونوں جگہ یعنی فجر اور عصر کو دونوں فعل شامل ہیں تو پھر امام بخاریؒ نے صلوٰۃ فجر کا باب باندھ کر اس میں تو طلوع کا صیغہ استعمال کیا۔ اور صلوٰۃ عصر کا جو باب باندھا اس میں تحوی کا صیغہ لائے۔ حالانکہ احادیث کے مضمون کا تقاضا ہے کہ سب ایک ہیں۔ لہذا جیسے یہ باب قائم کیا کہ صلوٰۃ بعد الفجر حتی ترتفع تو ایسے عصر میں بھی باب باندھتے۔ باب الصلوٰۃ بعد العصر حتی تغرب یا پھر جیسے یہ باب قائم فرمایا کہ باب لا تحوی الصلوٰۃ قبل غروب الشمس ایسے ہی فجر میں باب قائم فرماتے۔ کہ باب لا تحوی الصلوٰۃ قبل طلوع الشمس غرض کہ مصنفؒ نے یہ جدت کیوں اختیار کی۔ مشائخ فرماتے ہیں کہ تفسیر عبارت ہے۔ اور میرے والد صاحب تحریر میں فرماتے ہیں کہ باب اول سے تو جمہور کے مذہب کی طرف اشارہ ہے فرمایا ہے۔ اور اس باب سے ظاہر یہ کہ مذہب کی طرف۔ گویا کہ دونوں باہوں سے الگ الگ اختلاف علماء کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اور میری ذاتی رائے یہ ہے کہ حضرت امام بخاریؒ مجتہد ہیں اور روایات تحری کی بھی اور مطلقہ بھی دونوں طرح کی وارد ہوئی ہیں۔ اور سیاق برابر ہے۔ مگر فجر میں کوئی روایت معارض موجود نہیں کہ جس سے صلوٰۃ بعد الفجر کا جواز بھی معلوم ہوتا ہو۔ خلاف بعد العصر کے کہ اس میں نہی کے خلاف ایسی روایات موجود ہیں جس سے جواز صلوٰۃ بعد العصر معلوم ہوتا ہے۔ اور وہ حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ کی روایات ہیں کہ حضور اکرم ﷺ بعد العصر دو رکعت پڑھا کرتے تھے۔ جیسا کہ اپنی جگہ پر آئے گا۔ تو وہاں معارض نہ ہونے کی وجہ سے اطلاق کو اختیار فرمایا۔ اور یہاں معارض ہونے کی وجہ سے تحری کو اختیار فرمایا۔ اور یہ حضرت امام بخاریؒ کا مذہب ہے۔ اور اس میں کوئی بعد نہیں کیونکہ وہ مجتہد ہیں۔ اور حضرت امام بخاریؒ نے اس باب میں تحری کی روایات اور روایات مطلقہ ذکر فرما کر اشارہ فرمایا کہ روایات روایات مطلقہ کی طرف راجع ہیں۔ جیسا کہ باب سابق میں اس کے برعکس فرمایا ہے۔ کہ تحری کی روایات روایات مطلقہ کی طرف راجع ہیں۔ یہاں ایک مفید اور کارآمد بات سنو! مؤطا امام مالکؒ کے اندر نہی عن الصلوٰۃ وقت الاستواء کی روایت موجود ہے مگر پھر بھی امام مالکؒ جو از صلوٰۃ وقت الاستواء کے قائل ہیں۔ اس سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ جہاں کسی امام کا قول کسی روایت کے خلاف ہو تو یوں کہتے ہیں کہ ممکن ہے ان کو وہ روایت نہ پہنچی ہو۔ یہ کہ دینا مطلقاً صحیح نہیں۔ دیکھو یہاں روایت امام مالکؒ کو پہنچی ہے لیکن پھر بھی اس کو چھوڑ دیا۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ امام کسی وجہ ترجیح کی بنا پر کسی روایت کے خلاف دوسری کو ترجیح دیتا ہے۔ مثلاً ائمہ کے نزدیک وجہ ترجیح مختلف ہیں۔ انہی میں امام مالکؒ کے یہاں عمل اہل مدینہ وجہ ترجیح میں سے ہے۔ چونکہ اہل مدینہ کا عمل اس وقت صلوٰۃ پڑھنے کا تھا اس لئے امام مالکؒ نے اس کو ترجیح دی اور جیسے کہ احنافؒ کے ہاں وجہ ترجیح میں اوفق بالقرآن اور راوی کا ائقہ ہوتا ہے۔ اور شوافعؒ کے یہاں سند کا قوی ہونا۔ یا نقاہت رواۃ ہے۔

بَابُ مَنْ لَمْ يَكْرِهْ الصَّلَاةَ
الْأَبْعَدَ الْعَصْرِ وَالْفَجْرِ رَوَاهُ عُمَرُو بْنُ
عُمَرَ وَأَبُو سَعِيدٍ وَأَبُو هُرَيْرَةَ -

ترجمہ۔ اس شخص کے بارے میں جو نماز کو مکروہ نہیں سمجھتا
مگر صرف بعد العصر و فجر مکروہ سمجھتا ہے اس کو حضرت عمرؓ
واہن عمرؓ و ابو سعیدؓ اور ابو ہریرہؓ نے روایت کیا ہے۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں ایسے ہی نماز پڑھوں گا جس طرح میں نے اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ میں کسی کو دن اور رات میں کسی وقت بھی نماز پڑھنے سے نہیں روکتا۔ جو چاہے پڑھے علاوہ اس کے طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت قصد نہ کرو۔

حدیث (۵۵۵) حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ النُّخَعِيُّ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ أَصَلَّيْتُ كَمَا رَأَيْتُ أَصْحَابِي يُصَلُّونَ لِأَنَّهُمْ أَحَدًا يُصَلُّونَ بِكَيْلٍ أَوْ نَهَارًا مَأْشَاءَ غَيْرَ أَنْ لَا تَحْرُوا طُلُوعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوبَهَا . الْحَدِيثُ .

تشریح از شیخ مدنی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ کا مسلک بھی امام مالکؒ کے مسلک جیسا ہے۔ کہ وہ استواء کے وقت نماز پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں۔ لیکن جمہور اجازت نہیں دیتے۔ یا مصنفؒ جمہور کی موافقت کرتے ہیں اور شدت ممانعت کے لئے ان روایات کو لائے ہیں۔ اور حضرت عمرؓ و ابن عمرؓ کا مقصد اگر اجازت صلوة عند الاستواء ہے تو پھر روایات نبی سے ان کو مرجوح قرار دیا جائے گا۔ یا استواء کی باحت بطور منہوم مخالف کی سمجھی جاتی ہے۔ اور نبی صراحت ہے۔ لہذا منطوق کو منہوم پر ترجیح دی جائے گی۔ دوسرے حضرت ابن عمرؓ اس روایت کو آپؐ کی طرف مرفوع نہیں کرتے۔ بلکہ ان کا اپنا فتویٰ اور اپنا قول ہے۔ روایات نبی کی یا تو انہیں اطلاع نہیں ہوئی۔ یا ان کا مقصد یہ ہے کہ نماز پڑھتے پڑھتے اس کو اس وقت تک لے آؤ۔ بہر حال عند الاستواء کی اجازت معلوم نہیں ہوتی۔ شیخ ذکر کیا یہی تشریح صفحہ ساہدہ پر گذر چکی ہے۔

ترجمہ۔ باب اس بارے میں کہ عصر کے بعد قضا نمازیں اور نفل رواتب پڑھی جاسکتی ہیں۔

باب مَا يُصَلِّي بَعْدَ الْعَصْرِ
مِنَ الْفَوَائِتِ وَنَحْوِهَا -

ترجمہ۔ حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھی اور فرمایا کہ مجھے وفد عبدالقیس نے ظہر کے بعد کی دو رکعتوں سے روک دیا تھا ان کو پڑھ رہا ہوں۔

وَقَالَ كُرَيْبٌ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ بَعْدَ الْعَصْرِ الرَّكَعَتَيْنِ وَقَالَ شَغَلَنِي نَاسٌ مِنْ عَبْدِ الْقَيْسِ عَنِ الرَّكَعَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ ...

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ قسم ہے اس ذات کی جو حضور ﷺ کو لے گیا۔ آپؐ نے ان دو رکعتوں کو نہیں چھوڑا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے ملاقی ہوئے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ سے اس وقت ملاقی نہیں ہوئے جب تک کہ نماز سے

حدیث (۵۵۶) حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ النَّخَعِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ عَائِشَةَ قَالَتْ وَاللَّهِ ذَهَبَ بِهِ مَا تَرَكْتُهُمَا حَتَّى لَقِيَ اللَّهَ وَمَالَقَى اللَّهَ حَتَّى ثَقُلَ عَنِ الصَّلَاةِ وَكَانَ يُصَلِّي كَثِيرًا مِّنْ صَلَاتِهِ فَأَعَادَا تَعْنِي الرَّكَعَتَيْنِ

یو جمل نہیں ہوئے۔ (یعنی جب نماز پڑھنا مشکل ہو گیا تو پھر دنیا میں رہنا پسند نہ کیا) اور جناب نبی اکرم ﷺ اکثر نماز بیٹھ کر پڑھتے تھے یعنی یہ بعد العصر کی دو رکعتیں آپ نبی اکرم ﷺ

بَعْدَ الْعَصْرِ وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّيهِمَا وَلَا يُصَلِّيهِمَا فِي الْمَسْجِدِ مَخَافَةَ أَنْ يُثْقَلَ عَلَى أُمَّتِهِ وَكَانَ يُحِبُّ مَا يُخَفِّفُ عَنْهُمْ . الحديث

ان کو پڑھتے تھے لیکن مسجد میں نہیں پڑھتے تھے۔ اس خوف سے کہ کہیں امت پر بوجھ نہ ہو جائے۔ اور امت سے تخفیف کو پسند کرتے تھے۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا اے میرے بھانجے! جناب نبی اکرم ﷺ ان دو رکعتوں کو بعد العصر کبھی میرے پاس آکر نہیں چھوڑا۔

حدیث (۵۵۷) حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ عَائِشَةَ ابْنُ أُخْتِي مَا تَرَكَ النَّبِيُّ ﷺ السَّجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ عِنْدِي قَطُّ.....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ دو رکعت جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کو کبھی نہیں چھوڑا نہ پوشیدہ ہو کر اور نہ ہی کھلم کھلا وہ صبح سے پہلے دو رکعت ہیں اور دو رکعت عصر کے بعد ہیں۔

حدیث (۵۵۸) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ رَكْعَتَانِ لَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدْعُهُمَا سِرًّا وَلَا عَلَانِيَةً رَكْعَتَانِ قَبْلَ صَلَاةِ الصُّبْحِ وَرَكْعَتَانِ بَعْدَ الْعَصْرِ . الحديث ...

ترجمہ۔ حضرت ابو اسحاق فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت اسود اور مسروقؓ دونوں کو حضرت عائشہؓ پر گواہی دیتے دیکھا کہ وہ فرماتی تھیں کہ جس دن بھی عصر کے بعد جناب نبی اکرم ﷺ میرے پاس تشریف لاتے تھے تو دو رکعت ضرور پڑھتے تھے۔

حدیث (۵۵۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُرْوَةَ قَالَ رَأَيْتُ الْأَسْوَدَ وَمَسْرُوقًا شَهِدَا عَلَيَّ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَأْتِينِي فِي يَوْمٍ بَعْدَ الْعَصْرِ إِلَّا صَلَّى رَكْعَتَيْنِ . الحديث

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ابھی میں نے بیان کیا تھا کہ اوقات منہ پانچ ہیں۔ ان کے درمیان ائمہ ثلاثہ کے درمیان کوئی فرق

نہیں ہے۔ اور حنفیہ کے یہاں تفریق ہے۔ حضرت امام بخاریؒ نے باب سے اشارہ فرمادیا کہ نبی نوافل پر محمول ہے۔ اور نوافل جائز ہیں۔ مگر امام بخاریؒ نے ونحوہا بڑھادیا۔ جس کی وجہ سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ وہ کس کے قائل ہیں۔ شوافعؒ تو ونحوہا کا مطلب یہ قرار دیتے ہیں کہ اس سے ذوات الاسباب۔ وتحتی المسجد۔ صلوة الکسوف۔ سجده تلاوت وغیرہا مراد ہے۔ کیونکہ وہ ان کے یہاں ان اوقات میں پڑھی جائیں گی۔ اور حنفیہؒ فرماتے ہیں کہ جب ذوات الاسباب نوافل ہیں تو وہ نوافل کی مثل کیسے ہو سکتی ہیں۔ اس لئے

و نحوہا سے وہ نمازیں مراد ہیں جو نوافت کے مثل ہیں۔ جیسے صلوٰۃ جنازہ۔ سجدہ تلاوت وغیرہ شنلی ناس یہ ابتداء ہوئی۔ لم یکن رسول اللہ ﷺ یدعہما سرا ولا علاتہ اس سے مراد یہ ہے کہ گھر میں یعنی اہل خانہ سے حضور اکرم ﷺ اخفا نہیں فرماتے تھے۔ کیونکہ ابھی حضرت عائشہؓ کی روایت گزری ہے۔ لایصلیہا فی المسجد یہ ابتداء ہوئی۔ کہ پھر مداومت فرمانے لگے۔ عن ام سلمہؓ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے بعد العصر نماز پڑھی مگر صرف ایک مرتبہ پڑھی ہے۔ جبکہ آپ کے پاس وفد عبدالقیس آیا۔ اور اس کی وجہ سے ظہر کے بعد والی دور کعتیں پڑھی ہیں۔ اور حضرت عائشہؓ کی اکثر روایات میں یہ طے گا کہ حضور انور ﷺ نے اکثر نماز عصر کے بعد نوافل پڑھی ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں۔ بلکہ ام سلمہؓ کے یہاں ایک ہی مرتبہ بطور قضا کے پڑھی ہوگی۔ مگر چونکہ آپ کی عادت شریفہ تھی کہ جب کسی کام کو شروع فرماتے تو اس کو پابندی سے فرمایا کرتے تھے تو گویا اس کے بعد آپ نے ہمیشہ رکعتیں بعد العصر پڑھی ہیں۔ لیکن جمہور کے نزدیک یہ نماز صرف حضور اکرم ﷺ کے ساتھ خاص ہے۔ چنانچہ ابو داؤد شریف میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے جس میں صراحت کے ساتھ بتلایا گیا کہ حضور اقدس ﷺ نماز عصر کے بعد رکعتیں پڑھتے تھے۔ اور ہم لوگوں کو منع فرمایا کرتے تھے۔ اب آگے روایت میں جو اس نماز کے متعلق آرہا ہے کہ ما تو کہمنا اس سے مراد حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ ترک فسخ ہے یعنی آپ نے بالکلیہ نہیں چھوڑا۔ وہ پانچ وقت جن میں نماز پڑھنا جائز نہیں یہ ہیں بعد الفجر نصف النہار۔ بعد العصر وغروب۔

ترجمہ۔ بادل والے دن نماز پڑھنے میں جلدی کرنی چاہیے

باب التَّكْبِيرِ بِالصَّلَاةِ فِي يَوْمٍ غَيْمٍ

ترجمہ۔ حضرت ابو الملیح فرماتے ہیں کہ ہم لوگ

حدیث (۵۶۰) حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ الْخ

بادل والے دن حضرت مدیدہ کے ہمراہ تھے تو انہوں نے فرمایا کہ نماز میں جلدی کرو کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص عصر کی نماز کو چھوڑ دیا تو اسکے عمل ضبط اور باطل ہو جائیں گے

قَالَ كُنَّا مَعَ بُرَيْدَةَ فِي يَوْمٍ ذِي غَيْمٍ فَقَالَ بَكَرُوا بِالصَّلَاةِ فَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ مَنْ تَرَكَ صَلَاةَ الْعَصْرِ حَبِطَ عَمَلُهُ . الْحَدِيثُ

تشریح از شیخ مدنی۔ ترجمہ مطلق ہے۔ حضرت مدیدہؓ بھی اسے ذکر کرتے ہیں کہ مگر دلیل میں ایک خاص چیز ہے

من ترک العصر تو حضرت مدیدہؓ کے قول کی یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ ان کے ساتھ ایک فوجی جماعت تھی جن کو بادل چھا جانے کی وجہ سے وہ فرماتے ہیں بکرو ابھذہ الصلوٰۃ مگر یہ توجیہ مصنف کے کلام میں نہیں چل سکتی۔ تو کہا جائے گا اگرچہ من ترک العصر سے خصوصیت معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اس سے عموم مراد ہے۔ اس لئے ضبط عملہ کا حاصل بقیہ صلوات پر بھی کیا گیا ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ ابو کے زمانہ میں نماز کو جلدی پڑھنا چاہیے تاکہ کہیں وقت نہ نکل جائے۔ اب یہاں اشکال یہ ہے کہ

امام بخاریؒ نے کبیر کا باب باندھا ہے۔ اور روایت کے اندر حضرت بریدہؓ کا قول ہے جو موقوف ہے۔ تو موقوف سے استدلال ہوا۔ حالانکہ مصنفؒ کا معمول استدلال بالرفوع ہے۔ دوسرا اشکال یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد من توك العصر عصر کے ساتھ خاص ہے۔ عموم ثابت نہیں ہوتا جو ترجمہ میں ہے۔ ان دونوں اشکال کا ایک ہی جواب ہے وہ یہ کہ حضرت امام بخاریؒ کا استدلال بکروا بالصلوة سے ہے جو کہ حضور اکرم ﷺ کے ارشاد سے ماخوذ ہے۔ اس لئے وہ ایسا ہی ہو گیا۔ جیسے امام بخاریؒ مسئلہ مستحب فرمالتے ہیں۔ تو جب ائمہ استنباط فرما سکتے ہیں تو صحابہ کا استنباط بھی ہو گا۔ لہذا استدلال مرفوع سے ہو گا۔ واسطہ ہے چونکہ حضرت بریدہؓ نے عصر کی کوئی تخصیص نہیں کی بلکہ مطلقاً بکروا بالصلوة فرمایا لہذا تعمیم صحیح ہے عصر کے ساتھ اختصاص نہ رہا۔

باب الْأَذَانِ بَعْدَ ذَهَابِ الْوَقْتِ

ترجمہ۔ وقت چلے جانے کے بعد اذان کہنا

ترجمہ۔ حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ ایک رات ہم جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ چل رہے تھے۔ کہ کچھ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ہمیں کچھ دیر کے لئے آپ آرام کرنے دیتے آپ نے فرمایا مجھے خدشہ ہے کہ کہیں نماز سے نہ سوجاؤ حضرت بلالؓ نے فرمایا میں تمہیں بیدار کروں گا لوگ لیٹ گئے حضرت بلالؓ نے اپنی پیٹھ سواری کے پالان کے ساتھ لگادی۔ تو ان کی دونوں آنکھیں اس پر غالب آئیں۔ یعنی نیند کا غلبہ ہو گیا وہ بھی سو گئے جب جناب نبی اکرم ﷺ بیدار ہوئے تو سورج کا کنارہ نکل چکا تھا۔ آپ نے فرمایا اے بلال وہ تمہارا کہنا کہاں گیا۔ انہوں نے فرمایا کہ ایسی نیند مجھ پر کبھی نہیں ڈالی گئی۔ آپ نے فرمایا چلو خیر! اللہ تعالیٰ نے جس وقت چاہا تمہاری روحوں کو روکے رکھا اور جب چاہا ان کو تم پر واپس لوٹا دیا۔ اٹھ بلال لوگوں کو نماز کی اطلاع کرو۔ چنانچہ آپ نے وضو فرمایا جب اچھی طرح سورج چڑھ آیا اور سفید ہو گیا تو آپ کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی

حدیث (۵۶۱) حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ النَّحْوِيُّ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَرْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ كَيْلَةً فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ لَوْ عَرَسَتْ بَنِيَاءَ رَسُولِ اللَّهِ قَالَ أَخَافُ أَنْ تَنَامُوا عَنِ الصَّلَاةِ قَالَ بِلَالٌ أَنَا أَوْ قَطُّكُمْ فَاضْطَجَعُوا وَأَسْتَدْبِلَالٌ ظَهَرَهُ إِلَى رَاحِلَتِهِ فَغَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ فَنَامَ فَاسْتَيْقِظَ النَّبِيُّ ﷺ وَقَدْ طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَقَالَ يَا بِلَالُ أَيْنَ مَا قُلْتُمْ قَالَ مَا لَقِيتُ عَلَى نَوْمَةٍ مِثْلَهَا قَطُّ قَالَ إِنَّ اللَّهَ قَبَضَ أَرْوَاحَكُمْ حِينَ شَاءَ وَرَدَّهَا عَلَيْكُمْ حِينَ شَاءَ يَا بِلَالُ كُمْ فَادْنُ يَا لِنَاسٍ بِالصَّلَاةِ فَتَوْضَأُوا فَلَمَّا أَرْتَفَعَتِ الشَّمْسُ وَابْيَاضَتْ قَامَ فَصَلَّى

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ نے ترجمہ الباب میں بعد ذهاب الوقت سے اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ فاتحہ کیلئے

اذان اس وقت کہی جائے جبکہ قضا القضا (یعنی وقت ختم ہونے کے بعد) وقت کے بعد ہی ہو۔ یہ نہیں کہ دس سال بعد قضا کرے تو اذان کے

اور یہی علماء کا مذہب ہے۔ اب اس کے بعد ائمہ میں اختلاف ہو گیا۔ کہ اگر جماعت کی نماز فوج ہو جائے اور جماعت سے قضا کرنا چاہے تو کیا اس کے لئے اذان ہوگی۔ حنفیہ اور حنبلیہ کے نزدیک ہوگی۔ مالکیہ کے یہاں اذان نہیں ہوگی۔ اور شوافع کے ہاں دونوں قول ہیں۔ اس لئے ناقلین مذہب ان کو کبھی ہمارے ساتھ جوڑ دیتے ہیں اور کبھی مالکیہ کے ساتھ۔ مالکیہ کہتے ہیں کہ اس میں تعجیل (جاہل بنانا) ہوگی۔ اس لئے کہ لوگ کہیں گے کہ یہ بے وقت اذان کیسی ہے۔ اور جمہور کے نزدیک حضور اکرم ﷺ کے فعل سے استدلال ہے۔ لو عروست بنا الخ لیلۃ التعریس کا واقعہ ہے۔ جمہور کی رائے ہے کہ لیلۃ التعریس ایک مرتبہ ہوئی۔ محققین کی رائے ہے کہ دو مرتبہ ہوئی۔ اور بعض علماء کی رائے ہے کہ اس سے بھی زیادہ ہوئی۔ قال بلال انا اوقظکم الخ صوفیاء فرماتے ہیں یللال کی اتا کو۔ پیارو! انانیت سے کو۔ اور اپنے دلوں سے اس کو بالکل نکال دو۔ اللہ تعالیٰ اصل مقصود ہیں۔ اگر ذلت برداشت کرنے میں ان کی رضا ہے تو یہی عزت ہے۔

لوگ سمجھیں مجھے محروم انا و حکمین وہ نہ سمجھیں کہ مری بزم کے قابل نہ رہا۔

اللہ تعالیٰ کی نظر میں عزیز رہو۔ گو مخلوق کتنا ہی حقیر سمجھے۔ ایسا نہ ہو کہ انانیت کی وجہ سے ان کے یہاں سے رد کر دیا جائے فاذن بالناس بالصلوة یہ جمہور کا استدلال ہے۔ فلما ارتفعت الشمس وایضا الخ حنفیہ فرماتے ہیں کہ نفس وقت میں کراہت تھی اس لئے بیاض شمس کا انتظار فرمایا۔

ترجمہ۔ وقت چلے جانے کے بعد لوگوں کو

جماعت کی نماز پڑھانا۔

بَابُ مَنْ صَلَّى بِالنَّاسِ جَمَاعَةً

بَعْدَ ذَهَابِ الْوَقْتِ

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ

حضرت عمر بن الخطابؓ خندق کی لڑائی میں سورج غروب ہونے کے بعد تشریف لائے تو کفار قریش کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا اور کہنے لگے یا رسول اللہ میں عصر کی نماز نہیں پڑھ سکا یہاں تک کہ سورج غروب ہونے کے قریب پہنچ گیا۔ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے بھی وہ نماز نہیں پڑھی۔ بلخان وادی کی طرف ہم اٹھے آپ نے نماز کے لئے وضو بنایا اور ہم نے بھی نماز کے لئے وضو بنایا پس سورج غروب ہونے کے بعد آپ نے عصر کی نماز پڑھی اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھی۔

حدیث (۵۶۲) حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ الْخ

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ جَاءَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَجَعَلَ يُسَبِّحُ كُفَّارَ قُرَيْشٍ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا كَدَتِ كُرْبِي الْعَصْرَ حَتَّى كَادَتِ الشَّمْسُ تَغْرُبُ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ وَاللَّهِ مَا صَلَّيْتُهَا فَقُمْنَا إِلَى بُطْحَانَ فَتَوَضَّأَ لِلصَّلَاةِ وَتَوَضَّأَ لَهَا فَصَلَّى الْعَصْرَ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلَّى بَعْدَهَا الْمَغْرِبَ . الْحَدِيثُ

تشریح از شیخ زکریا۔ اگر جماعت کی نماز فوت ہوگئی تو جماعت سے پڑھے یا فردی۔ ائمہ اربعہ کے نزدیک جماعت سے پڑھے

اور بعض سلف کا اس میں اختلاف رہا ہے۔ وہ فرادئی کے قائل تھے اس کی طرف اشارہ فرمادیا۔ اور اذان کے اندر اختلاف گذر ہی چکا ہے۔ فصلی العصر بعد ما غربت الشمس یہاں یہ اشکال کیا جاتا ہے کہ بخاریؒ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یوم الخندق میں صرف عصر کی نماز قضا ہوئی۔ اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ شغل عن اربع صلوات ظہر۔ عصر۔ مغرب۔ اور عشاء۔ عشاء اس طور پر کہ اپنے وقت معور کے بعد پڑھی گئیں۔ بعض نے بخاریؒ کی روایت کو ترجیح دی ہے۔ اور بعض موجهین توجیہ فرماتے ہیں کہ دونوں کے اندر کوئی تعارض نہیں یوم خندق ایک ہی دن نہیں۔ ممکن ہے کسی دن صرف عصر کی نماز فوت ہوئی ہو۔ اور کسی دوسرے دن چار نمازیں فوت ہوئی ہوں۔ عصر والی روایت امام بخاریؒ کی شرط کی مطابق تھی اس کو ذکر کر دیا۔ غزوہ خندق کے متعلق اختلاف ہے کہ یہ صلوة الخوف کی آیت سے پہلے ہو یا بعد میں۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ آیت خوف پہلے نازل ہوئی اور غزوہ خندق بعد کا واقعہ ہے تو ان کے نزدیک کثرت ازدحام کی وجہ سے اب بھی قضا جائز ہے۔ اور جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ صلوة خوف کا نزول غزوہ کے بعد ہوا ہے ان لوگوں کے نزدیک اب یہ قضا جائز نہیں۔

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو نماز پڑھنی بھول گیا تو جب یاد آئے تو اسے پڑھے اور صرف اسی نماز کو لوٹائے۔ اور ابراہیم فرماتے ہیں کہ جس شخص نے ایک نماز کو بیس سال تک چھوڑے رکھا تو صرف اسی ایک نماز کا اعادہ کرے۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آنجناب نے فرمایا جو شخص نماز پڑھنا بھول جائے تو جب بھی یاد آئے تو اسے ضرور پڑھے۔ اس کے سوال اور کوئی کفارہ نہیں ہے۔

بَابُ مَنْ نَسِيَ صَلَاةً فَلْيَصِلْ إِذَا ذَكَرَهَا وَلَا يُعِيدُ لِأَنَّكَ الصَّلَاةَ وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ مَنْ تَرَكَ صَلَاةَ عِشْرِينَ سَنَةً لَمْ يَعِدْ لِأَنَّكَ الصَّلَاةَ الْوَاحِدَةَ۔

حدیث (۵۶۳) حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ الْخ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ نَسِيَ صَلَاةً فَلْيَصِلْ إِذَا ذَكَرَهَا لَا كَفَّارَةَ لَهَا لِأَنَّكَ أَقِمْتَ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي قَالَ مُوسَى قَالَ هَمَّامٌ سَمِعْتَهُ يَقُولُ بَعْدَ أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي.....

تشریح از شیخ مدنی۔ لا یعد الأتلك الصلوة اس باب سے مقصد امام بخاریؒ کا یا تو احناف اور مالکیہ پر رد کرنا ہے کہ اگر صاحب ترتیب نے فاتحہ کی قضا سے پہلے وقتیہ پڑھ لی تو اسے صلوة فاتحہ اور اس وقتیہ دونوں کو لوٹانا پڑے گا اگر بھول کر وقتیہ کو پڑھ لیا ہے یا فوائد ستہ یعنی چھ کی تعداد سے متجاوز ہو گئی ہیں تو بھی اعادہ نہیں ہے۔ مگر مصنف اس کی تردید کرتے ہیں۔ یا مقصد یہ ہے کہ

جیسے بوداؤد میں ہے اعاد من الغد مثلها یعنی اگلے روز اسی وقت قضا کرے۔ مصنف اس پر بھی رد فرما رہے ہیں کہ تم اس فوت کا مطلب غلط سمجھے ہو۔ بلکہ دوسرے روز اسے اپنے وقت پر پڑھو یہ نہیں کہ چوتیس گھنٹے کا ان میں وقفہ ہو اور احتیاف اور بالحقہ کی طرف سے جواب یہ دیا جاتا ہے کہ لا کفارة لها الا ذالك اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ نسیان کی وجہ سے جو نماز فوت ہو گئی اس کا کفارہ وہی ہے مگر صاحب ترتیب کے لئے ہم دوسری روایات سے اس حکم کو ثابت کرتے ہیں اس روایت سے ہمارے مسلک پر حجہ قائم نہیں کی جاسکتی بلکہ غیر صاحب ترتیب کے لئے ہم بھی اس کو کفارہ کہتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریا۔ ترجمہ الباب میں لا یبعد الا تلك الصلوة کا مطلب یہ ہے کہ سنن کی روایت میں من الغد للوقت

وارد ہوا ہے۔ اس کا بظاہر مطلب یہ ہے کہ جب یاد آئے اس وقت پڑھے۔ اور پھر جب دوسرے دن اس کا وقت آئے تو پھر پڑھے لہذا لام بخاری نے اس پر رد فرمادیا کہ صرف اسی نماز کا اعادہ ہو گا۔ یہ نہیں کل پھر اس کو پڑھے گا اور علماً موجهین کے نزدیک دونوں کے معنی صحیح ہیں۔ اور اصل تو من الغد للوقت ہے لیکن بعض رواۃ نے روایت بالمعنی کے طور پر ایسا نقل کر دیا جس سے مقصود (قضا شدہ) کا تکرار اور اعادہ معلوم ہوتا ہے لیکن یہ مراد نہیں ہے۔ اور من الغد للوقت اس لئے فرمادیا کہ حدیث کے مشہور الفاظ یہ ہیں کہ من قام عن صلوة اونسیہا فلیصلها اذا ذکرها فان ذلك وقتها یعنی جو نماز سے سو جائے یا بھول جائے تو جب یاد آجائے تو اسی وقت اسے پڑھے کیونکہ یہی اس کا وقت ہے۔ اس سے بظاہر ایہام ہوتا ہے کہ اب صلوة مقصود کا وقت بدل گیا۔ اور وقت التذکرہ اسی وقت کا بن گیا۔ تو اس وہم کا دفیئہ من الغد للوقت کہہ کر فرمادیا۔ اقم الصلوة لذكوری الخ اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز قائم کرو میرے یاد دلانے کے وقت۔ اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ میرے ذکر کے لئے نماز قائم کرو مگر یہاں اوّل مطلب ہی مراد ہے۔ قال موسیٰ قال ہمام سمعته الخ مطلب یہ ہے کہ روایات دو طرح کی ہیں۔ ایک میں لذكوری اور دوسری لذكوری مگر کسی کی روایت میں کون سا جملہ ہے یہ متعین نہیں۔ اس لئے ہر ایک پر نسخہ کی علامت بنی ہوئی ہے۔ من الغد بعد الوقت مثلاً فجر کی نماز قضا ہو گئی اور طلوع شمس کے بعد اس کو نماز یاد آئی۔ فان ذلك وقتها اس کا یہ مطلب نہیں کہ کل کو بھی طلوع شمس ہی اس فجر کا وقت ہے۔ بلکہ من الغد بعد الوقت یعنی اپنے وقت پر پڑھے۔

ترجمہ۔ باب نمازوں کی قضا ترتیب کے ساتھ ہو
پہلے پہلی پھر دوسری اس طرح۔

باب قَضَاءِ الصَّلَاةِ الْأُولَى فَأَلْوَلَى

ترجمہ۔ حضرت جلد فرماتے ہیں کہ خندق کی لڑائی میں حضرت عمرؓ کفار قریش کو گالیاں دینے لگے اور فرمایا کہ نہیں قریب تھا کہ میں عصر کی نماز پڑھوں یہاں تک کہ سورج

حدیث (۵۶۴) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الْخِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ جَعَلَ عُمَرُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ يَسُبُّ كُفَّارَهُمْ فَقَالَ مَا كَدَيْتُ أُصَلِّي الْعَصْرَ حَتَّى غَرَبَتِ الشَّمْسُ

غروب ہو گیا۔ روای فرماتے ہیں کہ ہم بطحان وادی میں اترے سورج غروب ہونے کے بعد عصر پڑھی اور پھر مغرب کی نماز ادا کی۔ تو اس سے ترتیب معلوم ہوئی۔

قَالَ فَزَلْنَا بِطُحَانَ فَصَلَّى بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ
ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ.....

تشریح از شیخ زکریا۔ اگر متعدد نمازیں قضا ہو جائیں۔ تو امام شافعیؒ کے نزدیک مطلقاً ترتیب نہیں ہے۔ امام احمدؒ کے نزدیک مطلقاً ترتیب ہے۔ اگر دوس برس بعد یاد آجائے کہ میری فلاں نماز قضا ہو گئی تھی۔ تو ساری نمازیں قضا کرنی ہوں گی۔ اور امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک پانچ تک ترتیب واجب ہے۔ اس سے بڑھ جائے تو ترتیب ساقط ہو جائے گی۔ اور حنفیہؒ اور حنبلیہؒ کے نزدیک لسیان سے بھی ترتیب ساقط ہو جاتی ہے۔ اور مالکیہؒ کے نزدیک ساقط نہیں ہوتی۔ بہر حال امام حاریؒ نے باب منعقد فرما کر اپنی طرف سے فیصلہ فرمادیا کہ میں شافعیہ کے ساتھ نہیں ہوں۔ بلکہ حنفیہؒ اور مالکیہؒ کے ساتھ ہوں۔ اور جو روایت باب کے اندر ہے اس سے معلوم ہوا کہ چونکہ پانچ سے کم تھیں لہذا ترتیب سے ادا فرمائیں۔

ترجمہ۔ عشاء کی نماز کے بعد قصہ گوئی مکروہ ہے
سامر سمر سے ہے جس کی جمع سمار ہے۔ اس جگہ
سامر جمع کے معنی میں ہے۔

باب مَا يَكْرَهُ مِنَ السَّمْرِ بَعْدَ الْعِشَاءِ
السَّامِرُ مِنَ السَّمْرِ وَالْجَمِيعُ السَّمَارُ
وَالسَّامِرُ هُنَا فِي مَوْضِعِ الْجَمِيعِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو المنہالؒ فرماتے ہیں کہ میں اپنے باپ کے ہمراہ حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں پہنچا میرے باپ نے ان سے کہا کہ آپ ہمیں بتلائیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ فرضی نماز کیسے پڑھتے تھے فرمایا نماز فجر جس کو تم لوگ پہلی نماز کہتے ہو اس وقت پڑھتے تھے جب سورج ڈھل جاتا تھا اور عصر اس وقت پڑھتے تھے کہ جب ہمارا ایک آدمی حوالی مدینہ میں اپنے گھر پہنچتا تو ابھی سورج خوب روشن ہوتا۔ مغرب کے بارے میں جو کچھ انہوں نے فرمایا وہ میں بھول گیا۔ اور آپؐ عشاء کی نماز میں تاخیر کو پسند کرتے تھے۔ اور عشاء سے پہلے سونا اور عشاء کے بعد باتیں کرنے کو ناپسند کرتے تھے۔ اور فجر کی

حدیث (۵۶۵) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الْخِ قَالَ
أَبُو الْمُنْهَالِ أَنْطَلَقْتُ مَعَ أَبِي إِلَى أَبِي بُرْزَةَ فَلَا سَلَمِي
فَقَالَ لَهُ أَبِي حَدِّثْنَا كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ
يُصَلِّي الْمَكْتُوبَةَ قَالَ كَانَ يُصَلِّي الْهَجِيرَ وَهِيَ
الَّتِي تَدْعُونَهَا الْأُولَى حِينَ تَدْحَضُ الشَّمْسُ
وَيُصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَرْجِعُ أَحَدُنَا إِلَى أَهْلِهِ فِي
أَقْصَى الْمَدِينَةِ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَنَسِيتُ مَا قَالُ
فِي الْمَغْرِبِ قَالَ وَكَانَ يَسْتَحِبُّ أَنْ يُؤَخَّرَ الْعِشَاءُ
قَالَ وَكَانَ يَكْرَهُ التَّوَمُّ قَبْلَهَا وَالْحَدِيثُ بَعْدَهَا

نماز سے فارغ ہو کر اس وقت واپس ہوتے تھے ہم میں سے ایک اپنے ساتھی کو پہچان سکتا تھا۔ حالانکہ آپ نے ساتھ سے سوک آیت قرآنی پڑھ لی ہوتی تھیں۔

وَكَانَ يَنْفِلُ مِنْ صَلَوةِ الْعِدَاةِ حِينَ يَعْرِفُ أَحَدَنَا
بجلیسہ و یقرأ من السنین الی المائة . الحدیث .

تشریح از شیخ زکریا - حدیث شریف میں ہے نہی النبی ﷺ عن النوم قبل العشاء الحدیث بعدھا اس پر امام حاری نے السمر کا ترجمہ باندھ کر اشارہ فرمایا کہ مطلق بات کرنے کی ممانعت نہیں بلکہ سمر قصہ گوئی سے ممانعت ہے۔ چونکہ سمر کا لفظ حدیث میں آیا تھا۔ اس لئے امام حاری نے متلادیا کہ سامر اس سے مشتق اور اس کی جمع اسمار ہے۔ اور چونکہ امام حاری حافظ قرآن ہیں کوئی لفظ قرآن کا آجائے تو ان کا ذہن فوراً آیت قرآنی کی طرف منتقل ہو جاتا ہے تو حضرت امام حاری کا ذہن سامرا تھجرون کی طرف چلا گیا۔ اور وہاں سامرا جمع ہے۔ تو فرماتے ہیں کہ سامر یہاں قرآن میں جمع کے معنی میں ہے۔

ترجمہ۔ عشا کے بعد فقہ اور خیر کی باتیں کرنا
جائز ہے۔

باب السمر فی الفقه والخیر
بعد العشاء

ترجمہ۔ حضرت قرہ بن خالد فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت حسن کا انتظار کرتے انہوں نے بہت دیر لگائی یہاں تک کہ ان کے مسجد سے اٹھنے کے وقت کے قریب پہنچ گئے بہر حال وہ تشریف لائے اور فرمایا کہ ہمیں ہمارے ان ہمسایوں نے دعوت دی تھی اس لئے دیر ہو گئی۔ پھر انہوں نے فرمایا کہ حضرت انس بن مالک فرماتے تھے کہ ہم نے بھی ایک رات جناب رسول اللہ ﷺ کا انتظار کیا۔ یہاں تک کہ آپ نے اس کو آدمی رات تک پہنچا دیا۔ پس تشریف لائے ہمیں نماز پڑھائی اور خطبہ دیتے ہوئے فرمایا (ہذا موضع توجہ) کہ خبردار لوگ تو

حدیث (۵۶۵) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الصَّبَّاحِ
قَالَ انْتظَرْنَا الْحَسَنَ وَرَأَتْ عَلَيْنَا حَتَّى فُرَبْنَا مِنْ
وَقَبْتِ لِيَامِهِ فَبَجَاءَ فَقَالَ دَعَانَا جِيرَانُنَا هُوَ لَاءِ ثُمَّ قَالَ
قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ نَظَرْنَا النَّبِيَّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ حَتَّى
كَانَ سَطَرُ اللَّيْلِ يُبْلَغُهُ فَبَجَاءَ فَصَلَّى لَنَا ثُمَّ حَطَبْنَا
فَقَالَ الْإِنَانُ النَّاسُ قَدْ صَلُّوا ثُمَّ رَقَدُوا وَإِنَّكُمْ
لَمْ تَزَالُوا فِي صَلَوةٍ مَا انْتظَرْتُمْ الصَّلَوةَ قَالَ الْحَسَنُ
وَإِنَّ الْقَوْمَ لَا يَزَالُونَ فِي خَيْرٍ مَا انْتظَرُوا الْخَيْرَ الْعَبْدُ

نماز پڑھ کر سو گئے اور تم ہر نماز میں رہے۔ جب تک تم نماز کا انتظار کرتے رہے۔ حضرت حسن نے فرمایا کہ لوگ اس وقت تک خیر میں رہتے ہیں جب تک خیر کا انتظار کرتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریا - یہاں سامر سے استثناء ہے کہ سمر فی الفقه والخیر جائز ہے۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں ہمیں عشاء کی نماز پڑھائی جب سلام پھیرا تو فرمایا مجھے بتلاؤ یہ تمہاری آج کی رات ہے اس کو یاد رکھو لیکن آج جو روئے زمین پر لوگ ہیں صدی کے اختتام پر ان میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہے گا۔ حضور اقدس ﷺ کے مقالہ کی وجہ سے لوگ خوف کھانے لگے یہاں تک کہ سو سال کے متعلق کئی کہانیاں کرنے لگے (آپ کا مقصد نہ سمجھے) جناب نبی اکرم ﷺ نے جو لا یعنی معنی ہو الیوم الخ فرمایا تھا اس سے آپ کی ہرادیہ تھی کہ یہ صدی ختم ہو جائے گی۔

حدیث (۵۶۷) حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ صَلَاةَ الْعِشَاءِ فِي آخِرِ حَيَاتِهِ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ أَرَأَيْتُمْ لِيَلَيْتَكُمْ هَذِهِ فَإِنَّ رَأْسَ مِائَةِ سَنَةٍ لَا يَبْقَى مِنْهُ الْيَوْمَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ أَحَدٌ فَوَهَلَ النَّاسُ فِي مَقَالَةِ النَّبِيِّ ﷺ إِلَى مَا يَتَحَدَّثُونَ فِي هَذِهِ الْأَحَادِيثِ عَنْ مِائَةِ سَنَةٍ وَإِنَّمَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا يَبْقَى مِنْهُ الْيَوْمَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ يُرِيدُ بِذَلِكَ أَنَّهَا تَحْزَمُ ذَلِكَ الْقُرْنَ

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ محدثین اس ارشاد کی وجہ سے فرماتے ہیں کہ اگر سو سال بعد کوئی صحبت نبوی کا دعویٰ کرے تو وہ کذاب ہے۔ ہاں حیات خضر کے بارے میں بات رہ جاتی ہے۔ جو لوگ ان کی حیات کے قائل ہیں وہ اس کی مختلف توجیہات کرتے ہیں۔ مثلاً وہ اس وقت پانی پر تھے۔ زمین پر نہ تھے۔ زمین کی نفی ہے۔ بحر کی نہیں۔ وہل الناس خوف اس وجہ سے ہوا کہ وہ حضرات یہ سمجھے کہ اب سے سو سال بعد قیامت آجائے گی۔

ترجمہ۔ گھر والوں اور مہمانوں کے ساتھ رات کو باتیں کرنا یہ بھی جائز ہے۔

باب السَّمْرِ مَعَ الْأَهْلِ وَالضَّيْفِ

ترجمہ۔ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر فرماتے ہیں کہ اصحاب صفہ فقیر لوگ تھے۔ اور جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ جس شخص کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ اصحاب صفہ میں سے تیسرے کو لے جائے جس کے پاس چار کھانا ہو وہ پانچواں یا چھٹا اپنے ساتھ لے جائے۔ حضرت ابو بکرؓ تین آدمی لے آئے

حدیث (۵۶۸) حَدَّثَنَا أَبُو التَّعْمَانِ أَخْبَرَنَا عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ أَنَّ أَصْحَابَ الصَّفَةِ كَانُوا أَنَاسًا فَقَرَاءَ وَأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ مَنْ كَانَ عِنْدَهُ طَعَامُ اثْنَيْنِ فَلْيُدْهِبْ بِثَالِثٍ وَإِنْ أَرْبَعٍ فَخَامِسٍ أَوْ سَادِسٍ وَإِنْ أَبَا بَكْرٍ جَاءَ بِثَلَاثَةٍ وَأَنْطَلَقَ النَّبِيُّ ﷺ

اور جناب نبی اکرم ﷺ دس آدمیوں کو لے چلے۔ حضرت عبدالرحمنؓ فرماتے ہیں کہ میرا باپ میری ماں اور پوری طرح نہیں جانتا کہ کیا انہوں نے یہ فرمایا کہ میری بیوی اور ایک نوکر تھا۔ ہمارے اور حضرت ابو بکرؓ کے گھر میں یہی لوگ ہوتے تھے اور حضرت ابو بکرؓ کی عادت یہ تھی کہ شام کا کھانا حضور اقدس ﷺ کے پاس کھاتے۔ پھر اس وقت تک ٹھہرے رہتے یہاں تک کہ عشاء کی نماز پڑھی جاتی۔ پھر وہ واپس لوٹتے تھے۔ بہر حال اس دن بھی وہ ٹھہرے رہے۔ یہاں تک کہ شام کا کھانا آپ کے ساتھ کھایا پھر رات کے کافی حصہ گزرنے کے بعد گھر تشریف لائے۔ ان کی بیوی نے ان سے کہا کہ اپنے مہمانوں سے آپ کو کس چیز نے روکا۔ فرمایا کیا ابھی تک انہوں نے کھانا نہیں کھایا بیوی نے کہا کہ وہ انکار کرتے رہے جب تک آپ نہ آجائیں۔ کئی مرتبہ ان کے کھانا پیش کیا گیا۔ مگر وہ انکار ہی کرتے رہے حضرت عبدالرحمنؓ فرماتے ہیں کہ میں تو چمپ گیا وہ فرماتے رہے اوکینے او جاہل خدا تیری ناک کاٹے اور گالی دیتے رہے اور مہمانوں سے فرمایا کھاؤ خدا تمہیں مبارک نہ کرے۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا خدا کی قسم میں تو کبھی اس کھانے کو نہیں کھاؤں گا اور خدا کی قسم جب بھی کوئی لقمہ لیتے تھے مگر وہ نیچے سے اکثر ہو کر بڑھ جاتا تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ سب نے سیر ہو کر پیٹ بھر کے کھانا کھایا اور جتنا اس سے پہلے تھا اس سے بھی زیادہ ہو گیا حضرت ابو بکرؓ نے اس کی طرف دیکھا تو فرمایا کہ وہ تو اسی طرح ہے یا اس سے بھی زیادہ ہے پھر بیوی سے پوچھا اے بنو فراس کی بہن یہ کیا ہے۔ اس نے جواب دیا میری آنکھ کی ٹھنڈک کی قسم وہ اب پہلے سے زیادہ ہے۔ یہ تین مرتبہ کہا۔ بہر حال

بعشرة قال فهو انا وابي وامى ولا ادري هل قال
وامراتي وخادم بين بيتنا وبيت ابي بكر وان
ابا بكر تعشى عند النبي ﷺ ثم لبث حيث
صليت العشاء ثم رجع فلبث حتى تعشى النبي
ﷺ فجاء بعد مامضى من الليل ماشاء الله
قالت له امراته ما حبسك عن اضيا فك او قالت
ضيفك قال او ما عشيتهم قالت ابوا حتى تجيء
قد عرضوا فابوا قال فذهبت انا فاخيتهم فقال
ياغثر فجذع وسب وقال كلوا لاهنيئا لكم
فقال والله لا اطعمه اهداوايم الله ما كنا ناخذ من
لقمة الاربا من اسفلها اكثر منها قال شعوا
وصارت اكثر مما كانت قبل ذلك فنظر اليها
ابوبكر فاذا هي كما هي او اكثر فقال لامرته
يا اخت بنى فراس ما هذا قالت لا وقره عيني لهي
الان اكثر منها قبل ذلك بثلاث مرارا فاكل منها
ابوبكر وقال انما كان ذلك من الشيطان يعني
يمينه ثم اكل منها لقمة ثم حملها الى النبي
ﷺ فاصبحت عنده وكان بينا وبين قوم عقد
فمضى الاجل ففرقنا اثني عشر رجلا مع رجل
منهم اناس والله اعلم كم مع كل رجل فاكلوا
منها اجمعون او كما قال . الحديث

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بھی اس کو کھایا اور فرمایا یہ میرا قسم کھانا شیطان کی طرف سے تھا پھر اس سے لقمہ کھایا اور بقیہ کو اٹھا کر جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں لے گئے پھر وہ حضور اقدس ﷺ کے پاس صبح تک رہا۔ راوی کہتے ہیں کہ ہمارے اور ایک قوم کے درمیان معاہدہ تھا۔ جب اس کی مدت ختم ہو گئی تو ہم بارہ بارہ آدمیوں کی ٹولی میں مٹ گئے اور ان میں سے ہر آدمی کے ساتھ کچھ لوگ ہوتے تھے۔ اللہ بھڑ جانتا ہے کہ ہر آدمی کے ساتھ کتنے آدمی تھے بہر حال ان سب کے سب نے کھانا کھایا۔ او کما قال ..

تشریح از شیخ مدنیؒ - اس روایت میں تقدم و تأخر واقع ہوا ہے۔ یہ روایت مختصر ہے۔ مطول روایت جلد ثانی

کتاب الضیافۃ میں آتی ہے کہ جب وفود آپ کے پاس آتے تھے۔ چونکہ ایک آدمی ان کی ضیافت کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا تھا اس لئے آپ صحابہ کرامؓ پر تقسیم کر دیتے تھے۔ اسی کے مطابق حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ہاں تین چار مہمان دیئے گئے۔ جس کے بعد یہ واقعہ پیش آیا وقال اما كان ذلك من الشيطان يعنى بيمينه یہ مقدم ہے۔ اور ثم اكل منها یہ مؤخر ہے۔ ثم حملها الى النبي ﷺ یہ اس سے بھی مؤخر ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ - یہ بھی از قبیل اشتنا ہے کہ بیوی اور مہمان کے ساتھ بعد العشاءات چیت کرنا جائز ہے اس لئے کہ

عام طور پر بیوی سے بعد العشاءات ہی بات چیت کا موقعہ ملتا ہے۔ اور اس کا بھی حق ہے وان لزوجك عليك حقا بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے اور مہمان کے لئے کوئی وقت متعین نہیں۔ جب چاہے آجائے عشاء کے بعد اگر آئے گا تو اس کی مہمان نوازی کرنی ہوگی۔ اس سے کھانے پینے کے متعلق پوچھے گا۔ ان اصحاب الصفہ الخ اصحاب صفہ طلبہ تھے۔ علم سیکھتے تھے اور انہی کو مدارس کا مآخذ قرار دیا جاتا ہے۔ پیارو! تم ان کے قائم مقام ہو تو ان جیسے بن جاؤ۔ وان اربع فخماس او سادس یا تو او شک کے لئے ہے۔ یا تنویج کے لئے ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ اگر طعام زائد ہو تو سادس کو لے جائے۔ ورنہ خامس کو۔ فانطلق النبي ﷺ بعشور اس لئے حضور تو حضور ہیں۔ اور اس کے ساتھ آپ ﷺ کی بدکت بھی ہے۔ فہو انا و امی و امی الخ اس میں اختلاف ہے کہ خادم کا عطف کس پر ہے۔ علامہ کرمانیؒ کی رائے ہے کہ احتمال تو دونوں ہیں کہ امی پر ہو۔ مگر ثانی یعنی امراتی پر عطف ہونا لفظاً اقرب ہے اور حاشیہ میں جو یہ لکھا ہے کہ احتمال ہے کہ امراتی پر عطف ہو یا امی پر اور ثانی اقرب ہے۔ لفظاً اور اس کو کرمانی کا قول دیا ہے یہ غلط ہے۔ اس لئے کہ امی پر عطف ہونا یہ لفظاً اقرب نہیں لہذا کاتب کو سہو ہو گیا۔ اور علامہ عینیؒ کی رائے ہے کہ امی پر عطف ہے۔ اور فرق دونوں کے اندر یہ ہے کہ اگر امراتی پر عطف ہو جیسا کہ کرمانی کی رائے ہے تو خادم بھی لا ادری کے اندر داخل ہوگا۔ اور مشکوک ہو جائے گا۔ اگر امی پر عطف ہو جیسا کہ عینیؒ کی رائے ہے تو اس صورت میں وہ متعین ہوگا۔ اور شک صرف امراتی میں ہوگا۔ اور یہی میری رائے ہے۔ وان ابابکر تعشی الخ اس سے میرے والد صاحب مرحوم نے یہ مسئلہ مستنبط کیا کہ میزان کو مہمان کے ساتھ کھانا ضروری نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ استنباط بہت دقیق ہے۔ اور اس مسئلہ پر

امام بخاریؒ کتاب الاطعمہ میں مستقل ترجمہ منعقد فرمائیں گے۔ فاخصائت میں اس لئے چھپ گیا کہ حضرت ابو بکرؓ میرے اوپر برسوں گئے کہ تو نے ان مہمانوں کو کھانا کیوں نہیں کھلایا۔ یا غنثر اے ناک کئے۔ کلو لاہنیثا یعنی تم نے کیا کیا۔ ابو بکرؓ جب تک نہ آئیں گے نہیں کھائیں گے۔ فقال واللہ لا اطعمہ اس روایت میں تقدیم و تاخیر ہو گئی۔ بخاری کی اکثر جگہوں میں یہ واقعہ یوں ہے کہ جب حضرت صدیق اکبرؓ مہمانوں کو گھر لے گئے تو گھر والوں سے کہہ دیا کہ ان کو کھانا کھلا دینا اور خود حضور اقدسؐ کے پاس تشریف لے گئے۔ گھر والوں نے مہمانوں کی تواضع کی۔ انہوں نے کہہ دیا کہ جب تک صدیق اکبرؓ نہیں آئیں گے اس وقت تک نہیں کھائیں گے جب حضرت صدیق اکبرؓ تشریف لائے تو معلوم فرمایا کہ کھانا کھایا یا نہیں۔ کہا گیا کہ نہیں بلایا اور پوچھا کہ مہمانوں کو کھانا کیوں نہیں کھلایا بیٹے نے کہہ دیا کہ انہوں نے کھایا ہی نہیں حضرت صدیق اکبرؓ نے ان سے پوچھا کہ تم نے کیوں نہیں کھایا انہوں نے کہا جب تک تم نہیں کھاؤ گے ہم نہیں کھائیں گے۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے قسم کھالی۔ واللہ لا اکل ان مہمانوں نے بھی قسم کھالی کہ ہم بھی اس وقت تک نہیں کھائیں گے جب تک تم نہیں کھاؤ گے۔ صدیق اکبرؓ نے قسم توڑ دی۔ اور فرمایا انما کان ذلک من الشیطان اور پھر کھانا کھالیا ایم اللہ ما کنا ناخذ اللقمۃ یہاں تقدیم و تاخیر ہو گئی۔ اولاً اکل ہوا پھر اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا یا اخت بنی فورا من حضرت ابو بکرؓ کی بیوی قبیلہ بنی فورا کی تھیں یہ اسی طرف اشارہ ہے۔ الا ان اکثر منہا قبل ذلک۔ چونکہ حضرت ابو بکرؓ نے باوجود اپنے حق پر ہونے کے پھر اپنے آپ کو پست کیا۔ اور خود ہی قسم توڑ دی اس کی جزا اللہ تعالیٰ نے یہ عطا فرمائی کہ اس طعام کے اندر یہ برکت ہوئی کہ کھاتے جاتے تھے اور نیچے سے بڑھتا جاتا تھا خود بھی کھایا مہمانوں کو بھی کھلایا۔ اور حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں پیش کیا اور وہاں بھی بارہ عریفوں (نمائندوں) اور ان کی جماعت نے اس سے سیر ہو کر کھایا اور یہ کوئی عجب نہیں جیسا کہ تم کو معلوم ہو چکا ہے کہ ایک پیالہ دودھ سو سے زیادہ کو کافی ہو گیا۔ جیسا کہ اصحاب صفہ کے واقعہ میں گذرا۔ عقد معنی معاہدہ ففوقنا انہی عشیر رجلا یعنی ہم نے بارہ آدمی الگ کئے مع کل رجل متہم انما من ان بارہ میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک جماعت تھی اور حاشیہ کا نسخہ ہے فہو فنا جس کے معنی عریف اور چوہدری بنانے کے ہیں اور دونوں کا حاصل ایک ہی ہے کہ بارہ جماعتیں کر دیں جن کے ایک ایک سردار تھے۔ اور انما من جمع ہے کم از کم ہر ایک کے ساتھ تین تین ہوں گے تو مجموعہ ۳۶ ہو گیا۔ یہ تو علی سبیل التذلل ہے ورنہ اللہ جانے کتنے تھے۔ کما فی الروایۃ اس سے اندازہ کر لو کہ کتنے لوگوں نے حضرت ابو بکرؓ کا کھانا کھایا۔ اب یہاں پر میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ اور شراح رضوان اللہ علیہم میں اختلاف ہو گیا۔ کہ اس کا کیا مطلب ہے کہ حضور اقدس ﷺ کا شرح کے قول کے مطابق ایک قوم کفار سے معاہدہ تھا وہ مدت ختم ہو گئی جو مقرر ہوئی تھی۔ کفار خدمت اقدس میں مزید میعاد بڑھانے کی غرض سے حاضر ہوئے تھے ان میں بارہ سردار تھے اور ان کے ساتھ ان کے اتباع تھے۔ اور میرے والد صاحب مرحوم فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میعاد ختم ہو گئی تھی۔ لہذا حضور اکرم ﷺ نے اپنے اصحاب چھاننے اور ان کی سرکردگی میں لشکر بھیجا تا کہ وہ کفار سے جاکر جنگ کریں تو شرح کے فرمانے پر وہ بارہ اور ان کے اتباع کفار میں سے تھے۔ اور میرے والد صاحب مرحوم کے فرمان پر سب کے سب مسلمان تھے لفظ حدیث دونوں کو مشتمل ہے اور مجھ کو باوجود تلاش کے یہ واقعہ کہیں نہیں ملا

حضرت ابو بکرؓ نے اپنی بیوی سے پوچھا تھا کہ پہلے زیادہ تھا یا اب زیادہ ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ اب زیادہ ہے۔ اس کے بعد وہ کھانا صبح کو حضور اقدس ﷺ کے پاس لے گئے۔ اس روایت میں حضرت ابو بکرؓ کے قسم کھانے کے بعد ایک لقمہ کھانے کا ذکر بعد میں ہے۔ اور اپنی بیوی سے زیادتی طعام کا ذکر پہلے ہے۔ یہ تقدیم و تاخیر ہو گئی۔ یہاں پر حافظ ابن حجرؒ نے براعۃ احتتام کے متعلق سکوت فرمایا ہے۔ لیکن میرا مطلب یعنی موت کی طرف اشارہ کرنا فمضی الرجل سے صاف ظاہر ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کِتَابُ الْاِذَانِ

ترجمہ۔ آذان کی ابتدا کیسے ہوئی

باب بَدْءِ الْاِذَانِ

اور پھر دو آیات بیان فرمائیں۔ وَقَوْلُهُ تَعَالَىٰ وَإِذَا نَادَيْتُمُ إِلَى الصَّلَاةِ اتَّخَذُوهَا هُزُوًا وَلَعِبًا ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ.. وَقَوْلُهُ تَعَالَىٰ إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ..

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے اوقات نماز کی اطلاع کے لئے آگ اور ناقوس کا ذکر کیا پھر ان کو یہود اور نصاریٰ یاد آگئے کہ یہ دونوں تو ان کی خصوصیات میں سے ہیں۔ پھر حضرت بلالؓ کو حکم ہوا کہ آذان کو دوہرا کرو اور اقامتہ کو اکہرا رہنے دو۔

حدیث (۵۶۹) حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ الْخِزَامِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ ذَكَرُوا النَّارَ وَالنَّاقُوسَ فَذَكَرُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى فَاِمْرَبِلَالُ أَنْ يَشْفَعَ الْاِذَانُ وَأَنْ يُؤْتَرَ الْاِاقَامَةُ ..

تشریح از شیخ مدنی۔ ان دونوں آیات کی بداء الاذان سے کوئی مناسبت معلوم نہیں ہوتی۔ اگر قولہ کو مجرد پڑھا جائے تو

پھر مناسبت کی کوئی ضرورت نہیں۔ اگر قولہ مرفوع ہو۔ اور لہ قولہ کے معنی میں ہو تو پھر مطابقت ضروری ہے۔ تو چونکہ یہ دونوں آیات مدنی ہیں اور اذان کی مشروعیت بھی مدینہ میں ہوئی۔ اور باب بداء الاذان میں کسی ہدایت کی تخصیص نہیں کی گئی۔ اس لئے خواہ وہ ہدایت مکانی ہو یا زمانی یا کوئی اور ہو تو مناسبت ہو جائے گی۔ یا آیات کو تہرک کے لئے لایا گیا ہے۔ باب کی پہلی روایت مختصر ہے۔ ظاہر ہلاک میں فا معنی ہم کے ہے یا اس سے پہلے بہت سے جملے محذوف ہیں۔

تشریح از شیخ زکریا۔ چونکہ امام حاری احکام صلوة بیان کر رہے ہیں اس لئے اس کے متعلقات و شرائط بیان فرما کر اذان کا

ذکر فرماتے ہیں۔ اذان جماعت کے واسطے ہوتی ہے۔ اس لئے اس میں جماعت کا بھی ذکر کر دیا۔ اور امام حاری کی یہ بھی عادت شریفہ ہے کہ وہ ابتدا حکم کی طرف ان آثار و آیات کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو باب میں مذکور ہوں۔ تو بہت ممکن ہے کہ یہاں امام حاری نے جو دو آیات ذکر فرمائی ہیں ان سے استبراک دہمن کے ساتھ ساتھ ہذا الحکم کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہو۔ اس طور پر کہ یہ دونوں آیات مدنی ہیں تو حضرت امام حاری نے آیات ذکر فرما کر بتا دیا کہ بداء الاذان مدینہ منورہ میں ہوئی۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کیفیت بداء الاذان بیان کرنی ہو اور وہ ہے جیسا کہ روایت میں ہے۔ اب یہاں اشکال ہوتا ہے کہ آیت کریمہ اذ انو دی للصلوة من یوم الجمعة خاص ہے اس لئے کہ اذان جمعہ سے متعلق ہے۔ اور باب عام ہے تو ترجمہ کیو مکرثمت ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے آیت کے بارے میں منقول ہے کہ مشروعیت اذان اس سے ہوئی۔ لہذا امام حاری نے حضرت ابن عباسؓ کی تعمیم کی بنا پر استدلال فرمایا۔ اب اشکال یہ ہے کہ امام حاری جب ابواب میں ایک حدیث ذکر فرماتے ہیں تو آیات دو کیوں ذکر فرمائیں۔ اس کا جواب بعض نے یہ دیا کہ عند اکمال کبھی لام آتا ہے اور کبھی الی اس لئے اس پر تنبیہ کرنے کے لئے ذکر فرمادیا مگر یہ کچھ نہیں۔ اصل میں بعض کی رائے ہے جیسا کہ ابھی گذرا کہ اذان کی مشروعیت اذ انو دی للصلوة والی آیت سے ہوئی ہے۔ اس لئے اس کو ذکر فرمایا مگر وہ آیت چونکہ جمعہ کے متعلق ہے اس لئے تعمیم ثابت کرنے کیلئے دوسری آیت ذکر فرمادی۔ اور اس میں مختلف اقوال ہیں کہ اذان کی مشروعیت کس سے ہوئی۔ اول یہ ہے کہ آیت و اذن فی الناس بالہج سے لی گئی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ لیلۃ الاسراء میں اذان سنی۔ اس سے لی گئی۔ تیسرا قول یہ ہے کہ قول عمر سے لی گئی۔ چوتھا قول یہ ہے کہ اذ انو دی للصلوة من یوم الجمعة سے مشروعیت ہوئی۔ پانچواں قول یہ ہے کہ روایا عبد اللہ بن زید بن مہدیہ سے مشروعیت ہوئی وهو المشہور ذکر و الناد و النافوس یہاں یہ روایت مجمل ہے۔ اور سنن کی روایت واقعہ کی تفصیل ہے۔ ابو داؤد میں ہے کہ نماز میں تین تغیر واقع ہوئے اور روزے کے اندر بھی تین تغیر واقع ہوئے۔ نماز کے تغیرات ثلاثہ میں سے ایک یہ ذکر کیا ہے کہ لوگ مسجد میں آتے تھے اور نماز پڑھ کر چلے جاتے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کوئی ایسی صورت ہونی چاہیے کہ ایک ساتھ نماز پڑھا کریں اسلئے کہ اجتماع میں بہت فوائد ہیں تو صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے عرض کیا کہ آگ جلا دی جائے لوگ اس کو دیکھ کر جمع ہو چلا کریں گے۔

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا اس میں تشبیہ بالمجوس ہے۔ کسی نے دف جانے کا مشورہ دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس میں تشبیہ بالنصارى ہے۔ کسی نے کہا کہ لوہی جگہ پر ایک جمنذ الہرا دیا کرے تاکہ لوگ نماز کے وقت پر مطلع ہو جایا کریں۔ نبی اکرم ﷺ نے اس سے بھی انکار فرمادیا۔ فرمایا یہ بھی کافی نہ ہوگا۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ جب لوگ اپنے کاموں میں مصروف ہوں گے تو وہ جمنذ کیسے دیکھیں گے۔ جب تبلیغ کا لہر آئی دور تھا تو کچھ لوگوں نے چچا جان حضرت مولانا محمد الیاس مرحوم سے عرض کیا کہ تبلیغی جماعت کے لئے کوئی جمنذ ہونا چاہیے جیسا کہ مجاہدین کے پاس ہوتا ہے۔ چچا جان نے فرمایا زکریا کے مشورہ پر موقوف رکھو۔ جب میں نظام الدین حاضر ہوا تو میرے سامنے مسئلہ پیش ہوا۔ میں نے ایک دم انکار کر دیا۔ کہ حضور اقدس ﷺ کے سامنے جمنذ کے متعلق گفتگو ہوئی تھی تو آپ نے رؤف فرمادیا تھا۔ لہذا اب جو جماعت نماز کی طرف بلانے کو نکلے ہے اس کے لئے جمنذ نہ ہونا چاہیے۔ غور سے سنا! حضور اکرم ﷺ نے باوجود شدت ضرورت کے تشبیہ بالكفار سے احتراز فرمایا ہے۔ میرے پیارے چچو! تم کو کفار کے تشبہ سے چننا چاہیے۔ لہذا کو الیہود والنصارى روایت میں اختصار ہے۔ اس لئے کہ نار یہود کا طریقہ نہیں بلکہ مجوس کا شعار ہے۔ جیسا کہ روایت مصلحہ میں ہے تو گویا بطور تمثیل کے راوی نے بیان کر دیا۔ ظاہر ہلال الخ یہاں بھی اختصار ہے اس لئے کہ معاصی مجلس میں حضرت بلالؓ کو اذان کا حکم نہیں دیا گیا کیونکہ یہ حکم تو حضرت عبد اللہ بن زیدؓ کے خواب کے بعد ہوا اور وہ اس مشورہ سے متاثر ہے اب یہاں ایک سوال ہے کہ اگر خواب دیکھا ہے تو عبد اللہ بن زیدؓ نے جن کی طرف سے ایک ہی روایت اذان کی ہے۔ اور بڑے بڑے صحابہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے نہیں دیکھا۔ اور اگر حضرت عمرؓ نے دیکھا بھی تھا تو اس کو بھول گئے تھے۔ پھر حضرت عبد اللہ کے کہنے کے بعد یاد آیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے والذین جاهدوا فلنا نھدینھم سبلنا الخ چونکہ جب حضرت عبد اللہ بن زیدؓ نے مجلس میں یہ بات سنی تو ان کو اس کا فکر ہوا اور اتنا فکر ہوا کہ سب کچھ چھوڑ کر مسجد میں جا پڑے کہ جب تک کوئی صورت نہ بن جائے مسجد سے نہ نکلوں گا۔ اور اللہ تعالیٰ کا قاعدہ ہے کہ مجاہدہ کے بدلہ میں اپنا راستہ دکھلاتے ہیں تو ان کو خواب میں اذان دکھلا دی۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو اتنا اہتمام نہیں ہوا۔ اس لئے وہ نہیں دیکھ سکے اب رہا یہ سوال کہ خواب تو حضرت عبد اللہ نے دیکھا اور آپ حضور انور ﷺ نے حضرت بلالؓ کو اذان دینے کا حکم کیوں فرمایا بلو جو دیکھ حضرت عبد اللہ نے عرض بھی کیا کہ خواب میں نے دیکھا ہے لہذا میں ہی اذان دوں گا۔ مگر آپ نے فرمایا کہ بلال صحت ہیں یعنی لوہی آواز والے ہیں۔ اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ اذان میں اللہ کی عظمت کا اعلان و اعلام ہے اور چونکہ مکہ معظمہ میں کفار کے ہاتھوں سخت تکلیف میں ہونے کے باوجود اللہ کی احدیت کا نعرہ بلند کیا اور اعلان کیا اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت بلالؓ کو اس کے ساتھ نوازا۔ کہ جب بلالؓ نے زمانہ کفر میں اعلان احدیت کیا تو اب اسلام کے عروج کے زمانہ میں بھی وہی اعلان کریں گے۔ میرے نزدیک اصل وجہ یہ ہے کہ انصار سے یہ بھی مقول ہے کہ عبد اللہ بن زید ہمارے تھے اس لئے حضرت بلالؓ کو اذان کہنے کا امر فرمایا۔

ترجمہ۔ حضرت نافع فرماتے ہیں کہ حضرت ابن

عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ مسلمان جب مدینہ منورہ میں آئے تو

حدیث (۵۷۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيْلَانَ الخ

أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُولُ كَانَ الْمُسْلِمُونَ حِينَ

قَدِمُوا الْمَدِينَةَ يَجْتَمِعُونَ فَيَحْتَمُونَ الصَّلَاةَ
كَيْسُ يَنَادِي لَهَا فَتَكَلَّمُوا أَيَوْمَاهِ ذَلِكَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ
أَتَعِدُّوْنَا نَاقُوسًا مِثْلَ نَاقُوسِ النَّصَارَى وَقَالَ بَعْضُهُمْ
بُؤْقَامِثْلَ قُرْنِ الْيَهُودِ فَقَالَ عُمَرُ أَوْلَا تَتَّبِعُونَ رَجُلًا
يَنَادِي بِالصَّلَاةِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَا بَلَالُ قُمْ
فَنَادِ بِالصَّلَاةِ

ایک اجتماع کیا جس میں نماز کے لئے وقت مقرر کرنے لگے
کیونکہ اس کے لئے نہ انہیں دی جاتی تھی تو ایک دن اس بارے
میں گفتگو کی بعض نے کہا کہ نصاریٰ کے گھڑیاں کی طرح
گھڑیاں ہونا چاہئے۔ اور بعض نے کہا کہ یہود کے ہڈی کی طرح ایک
تک ہونا چاہئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کسی آدمی کو کیوں نہیں
بچھڑتے جو نماز کا اعلان کر دے حضور ﷺ نے فرمایا اے بلال
اٹھ اور نماز کا اعلان کرو۔

تشریح از شیخ زکریا۔ الاصحاحون رجلا یہ روایت یا تو مجمل ہے۔ یا مؤول ہے۔ اس لئے کہ اذان کی مشروعیت حضرت عمرؓ
کے کہنے سے نہیں ہوئی۔ لہذا یہ تو یہ کہا جائے کہ یہ روایت مجمل ہے اور اصل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے یہ سب کچھ حضرت عبداللہ بن زیدؓ
کے خواب کے بعد کیا۔ یا مؤول ہے کہ اذان سے اذان متعارف مراد نہیں۔ بلکہ اذان لغوی اعلام بالصلوٰۃ مراد ہے۔ یعنی کوئی نماز
کے وقت الصلوٰۃ الصلوٰۃ کہہ دیا کرے۔

ترجمہ۔ اذان دو دو مرتبہ کہی جائے

باب الْأَذَانِ مَثْنِي مَثْنِي

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت بلالؓ کو
حکم دیا گیا کہ اذان کے الفاظ کو دو دو بار دہرایا کریں اور اقامہ کے
الفاظ ایک ایک بار مگر قد قامت الصلوٰۃ کو دو بار کہا جائے۔

حدیث (۵۷۱) حَدَّثَنَا سَلِيمَانُ بْنُ كُرَيْبٍ الْعَدَنِيُّ
عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَمَرَ بَلَالٌ أَنْ يَشْفَعَ الْأَذَانَ وَأَنْ يُؤَيِّرَ
الْإِقَامَةَ إِلَّا الْإِقَامَةَ . الْحَدِيثُ

تشریح از شیخ زکریا۔ مثنیٰ مثنیٰ یعنی دو دو سے معادل ہے۔ تو اب اشکال یہ ہوتا ہے کہ جب مثنیٰ مثنیٰ یعنی دو دو سے معادل ہوا تو
تکرار تو ایک مرتبہ مثنیٰ کہنے سے حاصل ہو گیا۔ اب دو مرتبہ کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ دو مرتبہ کہنے سے تو چار مرتبہ ہو جائیگا۔ بعض تو کہتے
ہیں کہ بعض نسخوں میں ایک ہی مرتبہ ہے۔ اور راجح یہ ہے کہ الفاظ روایت کے اجراع میں فرمادیا۔ کیونکہ ترجمہ کے جو الفاظ ہیں وہ منہ طہا لسی
کے الفاظ ہیں۔ اور بعض نے جواب دیا کہ یہ تکرار انواع کے اعتبار سے ہے یعنی ہر وقت کی اذان میں تکرار ہو گا اور مثنیٰ مثنیٰ ہوگی۔ ترجمہ الہاب
سے ان لوگوں پر رد کرتا ہے جو ترجیح کے قائل ہیں۔ کیونکہ ترجیح میں شہادتیں چار مرتبہ ہو جائیں گی۔ حنفیہ اور حنبلیہ ترجیح کے قائل نہیں
اور یہ بھی ممکن ہے کہ ترجمہ شاذ ہو۔ اس لئے کہ روایت میں ان بشفع الاذان اور شفيع کے معنی ہیں ضم کے۔ تو ممکن ہے کوئی
یہ سمجھ بیٹھے کہ مطلق ایک کلمہ کو دوسرے کلمہ میں ملا کر کہتا چلا جائے۔ چاہے ایک وقت میں کہتے کہ ڈالے۔ تو امام حاری نے بتلادیا کہ

مراد یہ ہے دو دو کلمے کے۔ ثنیہ مراد ہے۔ وان یوتر الاقامة الخ اس میں اشکال ہے کہ مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ متحد ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مستثنیٰ منہ میں تو پوری اقامت مراد ہے۔ اور مستثنیٰ میں صرف قد قامت الصلوة مراد ہے۔ شرح فرماتے ہیں کہ ایثار جو اقامت میں ہوتا ہے اذان کے اندر نہیں ہوتا اس فرق کے لئے باب قائم فرمایا۔ میری رائے یہ ہے کہ اس باب سے شافعیہ اور مالکیہ پر رد ہے۔ کیونکہ ان کے ہاں ترجیح ہے۔ احناف اور حنبلہ کے ہاں ترجیح نہیں اس کی تائید مقصود ہے۔ اور دلیل یہ ہے کہ ملک منزل من السماء کی اذان میں ترجیح نہیں اور حضرت بلال مؤذن مسجد نبوی کی اذان میں ترجیح نہیں تھی۔ البتہ حضرت ابو محذورہ کی روایت میں ترجیح ہے۔ اور اس سے ان دونوں حضرات نے استدلال کیا ہے۔ اور یہ کہا کہ یہ واقعہ فتح مکہ کا ہے۔ لہذا اول تمام اذانوں کے لئے ابو محذورہ کی حدیث ناخ ہوگی امام احمد کی طرف سے جواب دیا گیا کہ فتح مکہ کے بعد جب حضور ﷺ واپس مدینہ تشریف لائے اور ۹ھ، ۱۰ھ اور ۱۱ھ کے اندر جو لوگ ان میں حضرت بلالؓ نے دی ہیں ان میں ترجیح نہیں ہے۔ لہذا یہ اذان بلال۔ اذان ابو محذورہ کے لئے ناخ ہوگی۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جب لوگ بہت ہو گئے تو انہوں نے تذکرہ کیا کہ کسی ایسی چیز کے ذریعہ لوگوں کو نماز کے وقت کی اطلاع دی جائے جس کو لوگ پہچانتے ہوں۔ تو ذکر ہوا کہ آگ جلائی جائے یا گھریاں جائیں پھر حضرت بلالؓ کو حکم دیا گیا کہ اذان کے الفاظ دو دو بار اور اقامت کے ایک ایک بار کہے جائیں۔

حدیث (۵۷۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ الْخ
عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا كَفَرْنَا قَالَ ذَكَرُوا
أَنْ يُعْلَمُوا وَقَتَ الصَّلَاةِ بِشَيْءٍ يُعْرِفُونَهُ فَلَذَكَرُوا
أَنْ يُؤْزُوا نَارًا أَوْ يُضْرِبُوا نَاقُوسًا فَأَمَرَ بِلَالٌ
أَنْ يُشْفَعَ الْأَذَانَ وَأَنْ يُؤْتِيَ الْإِقَامَةَ ...

باب الإقامة واحدة الأقولة قد قامت الصلوة۔

ترجمہ۔ اقامت ایک ایک کلمہ ہے مگر
قد قامت الصلوة کہ اسے دو مرتبہ کہا جائے۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضرت بلالؓ کو حکم دیا گیا کہ اذان کے الفاظ دو دو بار کہیں اور اقامت کے ایک ایک بار مگر ایوب نے فرمایا مگر قد قامت الصلوة کو دو مرتبہ کہا جائے۔

حدیث (۵۷۳) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْخ
عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ أَمْرٌ بِلَالٌ أَنْ يُشْفَعَ الْأَذَانَ وَأَنْ
يُؤْتِيَ الْإِقَامَةَ قَالَ إِسْمَاعِيلُ فَلَذَكَرَتْهُ لِأَيُّوبَ فَقَالَ الْإِ
الْإِقَامَةَ . الحديث

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مؤلف نے ثنی ثنی سے شفیع کی تفسیر فرمادی۔ اور اسی طرح یہاں ان یوتر الاقامة میں ایثار کی

تفسیر فرمادی کہ ایک ایک بار ہے۔ اس لئے کہ بظاہر لفظ ایثار سے معلوم ہوتا ہے کہ ایثار ہونا چاہئے خواہ ایک بار یا اس سے زائد اب جس طرح

اذان میں اختلاف ہے اس طرح تکبیر میں اختلاف ہے۔ ایک حنفیہ اور غیر حنفیہ میں دوسرے غیر حنفیہ میں حنفیہ اور غیر حنفیہ میں یہ اختلاف ہے کہ احناف فرماتے ہیں کہ الفاظ اقامت شیئی شیئی ہیں جیسا کہ اذان میں ہے۔ اور غیر حنفیہ فرماتے ہیں کہ اقامت یعنی تکبیر میں افراد ہوگا اب پھر غیر احناف میں اختلاف قد قامت الصلوٰۃ میں ہے امام مالک اس کے افراد کے قائل ہیں۔ اور حنبلیہ اور شافعیہ اس کے حنفیہ کے قائل ہیں۔ صحیحہ کہتے ہیں کہ الا الا قامة کا لفظ درج ہے۔ جیسا کہ ایوب کی روایت میں ہے۔ اصل حدیث میں نہیں ہے اور شوافع اور حنبلیہ اصل حدیث میں قرار دیتے ہیں۔ حنفیہ ملک نازل من السماء کی اذان سے استدلال کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ شیئی شیئی تھی۔ امام حارثی نے حنبلیہ اور شافعیہ کے قول کو ترجیح دی ان یو بو الا قامة علماء نے اس کی متعدد توجیہات کی ہیں اور میرے نزدیک اس کی توجیہ یہ ہے کہ یہ جملہ قضیہ مہملہ ہے۔ جو قوت میں جزئیہ کے ہوتا ہے۔ تو مطلب یہ ہوا کہ حضور ﷺ نے صلوٰۃ خاصہ میں یہ حکم دیا اور وہ صلوٰۃ صبح ہے اور مطلب یہ ہے کہ فجر کی اذان کن ام مکتوم کی اذان سے ملا کر کہا کریں۔ اور اقامت ایک آدمی کے یہ نہیں کہ ایک کے بعد دوسرا کے فقال الا الا قامة صحیحہ اس سے استدلال کرتے ہیں۔

باب فَضْلِ التَّادِيْنِ

ترجمہ۔ اذان کہنے کی فضیلت کا بیان ہے

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب نماز کے لئے اذان کہی جاتی ہے تو شیطان پیٹھ دے کر پاد مارتا ہوا بھانکتا ہے۔ تاکہ اذان کہنے کو نہ سنے۔ جب اذان پوری ہو جاتی ہے تو وہ اہس آتا ہے۔ یہاں تک کہ جب نماز کے لئے تکبیر کہی جاتی ہے پھر پیٹھ دیکر بھانکتا ہے جب تکبیر ختم ہوتی ہے تو پھر آتا ہے۔ تاکہ آدمی اور اس کے نفس کے درمیان دوسو سے ڈالے۔ چنانچہ کہتا ہے کہ اس کو یاد کرو اس کو یاد کرو جن کو وہ یاد نہیں رکھتا تھا۔ یہاں تک کہ آدمی اس حال میں ہو جاتا ہے کہ نہیں جانتا کہ اس نے کتنی رکعت پڑھی

حدیث (۵۷۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ عَنِ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ أَكْبَرَ الشَّيْطَانُ لَهُ ضُرَاطٌ حَتَّى لَا يَسْمَعُ التَّادِيْنَ فَإِذَا فُئِيَ النِّدَاءُ أَقْبَلَ حَتَّى إِذَا كُوبَ بِالصَّلَاةِ أَكْبَرَ حَتَّى إِذَا فُئِيَ التَّشْرِيْبُ أَقْبَلَ حَتَّى يَعْطُرْبَيْنَ الْمَرْءَ وَنَفْسِهِ يَقُولُ أَذْكَرُ كَذَا أَذْكَرُ كَذَا الْمَالُ مِمَّنْ يَذْكَرُ حَتَّى يَطَّلَ الرَّجُلُ لَا يَدْرِي كَمْ صَلَّى . الحدیث ..

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ تادین اذان کہنے کو کہتے ہیں۔ اب اشکال یہ ہوتا ہے کہ روایت سے اذان کی فضیلت ثابت ہوتی

ہے۔ اذان کہنے کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔ بعض حضرات جواب دیتے ہیں کہ جب اذان کی فضیلت ثابت ہوگئی تو اذان کہنے کی فضیلت بھی ثابت ہوگئی۔ میری رائے یہ ہے کہ امام حارثی نے اپنی عادت کے مطابق ترجمہ سے ان روایات کی طرف اشارہ فرمایا جو ان کی شرط کے موافق نہیں۔ اور ان سے اذان کہنے والوں کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔ جیسے المؤذنون اطول اعناقاً یوم القیامۃ کہ اذان دینے والے

قیامت کے دن لمبی گردنوں والے ہوں گے۔ لہٰذا ضراط کے معنی گوزارنا۔ شیطان یہ فعل کیوں کرتا ہے؟ بعض علما فرماتے ہیں کہ وہ یہ کام اس لئے کرتا ہے کہ آذان کی آواز اس کے کانوں میں نہ آسکے۔ کیونکہ قاعدہ ہے جب قریب میں شور ہو رہا ہو تو دور کی بات سنانی نہیں دیتی۔ اور بعض فرماتے ہیں کہ شیطان اپنے اس نازیبا فعل سے لڑان کے ساتھ تمسخر کرتا ہے۔ جیسا کہ دور از تہذیب کینوں کا طریقہ ہے کہ جب ان میں سے کسی کو تمسخر سوچتا ہے تو ایک اٹھ کر دوسرے کے منہ میں ٹھائیں سے گوزارنا کرتا ہے۔ اور بعض علما فرماتے ہیں کہ گوز نکلنے کی وجہ یہ ہے کہ لڑان کی وجہ سے اس پر بوجھ پڑتا ہے۔ کیونکہ لڑان کا ہنر اس پر لگتا ہے جیسا کہ تاگہ والا گھوڑے کو چابک مارے تو وہ گوز مارنے لگے۔ حتیٰ اذا لطمى العيوب القبل الع۔ چونکہ تکبیر میں لڑان کے الفاظ ہوتے ہیں اس لئے وہ اس وقت بھی بھاگ جاتا ہے۔ لیکن جب تکبیر ختم ہو جاتی ہے تو واپس آجاتا ہے۔ حتیٰ يعطون العرو لفسه الع یہاں اشکال یہ ہے کہ اس روایت سے لڑان کا نماز کے مقابلہ میں افضل ہونا معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ شیطان لڑان سے تو بھاگ جاتا ہے لیکن نماز کے وقت آجاتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بعض اشیاء کے کچھ خواص ہوتے ہیں جو اس سے افضل کے اندر نہیں ہوتے۔ مگر ان میں نہ ہونے سے اس مفضول کا افضل ہونا لازم نہیں آتا۔ جیسے شادست آور ہے۔ مگر خمیرہ مردار پر میں یہ بات نہیں تو اس سے سنا کا خمیرہ سے افضل ہونا لازم نہیں آتا۔ اسی طرح لڑان میں یہ خصوصیت ہونے سے نماز پر فضیلت لازم نہیں آتی۔ میری طرف سے لڑان کہنے کی فضیلت کے بارے میں یہ رائے ہے کہ آنے والا باب درباب ہے۔ اور اس کے اندر لڑان کہنے کی فضیلت بتلائی گئی ہے۔ کیونکہ اس کے اندر رفع الصوت بالاذان کی فضیلت بتلائی گئی ہے۔ اور رفع صوت ہی لڑان کہنا ہے۔ یہاں ایک بات اور سنو! روحانی اشیاء کے خاص خاص اثرات ہوتے ہیں۔ لہٰذا کسی خاص اثر سے تفصیل نہیں دی جاتی۔ لڑان کا خاص اثر یہ ہے کہ اس میں خاص اطعام واطمان ہوتا ہے۔ اور نماز میں اخفاء ہے۔ اسی وجہ سے شیطان لڑان کی آواز سن کر بھاگ جاتا ہے۔ مگر نماز کا اس پر کوئی خاص اثر نہیں ہوتا۔

باب رَفْعِ الصَّوْتِ بِالنِّدَاءِ

ترجمہ۔ اذان کے لئے آواز کو اونچا کرنا

ترجمہ۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا کہ اذان بلا نغمہ والی اذان کو دور نہ ہم سے الگ ہو جاؤ۔

وَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ اَذِّنْ اِذَا نَأَسَمَحَا
وَالْاَصْرَ لَنَا....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عبدالرحمن مازنی فرماتے ہیں کہ حضرت ابو سعید خدری نے ان سے فرمایا کہ میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ آپ بھریوں اور دیہات کو پسند کرتے ہیں جب آپ دیہات میں نماز کے لئے لڑان کہیں تو اذان کی اپنی آواز کو

حدیث (۵۷۵) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوْسُفَ عَنِ
عَنْ أَبِيهِ أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ قَالَ لَهُ إِنِّي أَرَاكَ
تُحِبُّ الْعَمَمَ وَالْبَادِيَةَ إِذَا كُنْتَ فِي حَنَمِكَ أَوْ بَادِيَتِكَ
فَأَذَنْتَ لِلْمَسْلُوقِ تَلْفِظُ صَوْتِكَ بِالنِّدَاءِ فَإِنَّهُ لَا يَسْمَعُ

لو نچا کریں کیونکہ مؤذن کی آواز کی انتہا جو کوئی جن یا انسان یا اور کوئی چیز جو بھی سنے گا وہ اس کے لئے قیامت کے دن گواہی دے گا اور سعید فرماتے ہیں کہ یہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا۔

مَدَى صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ حَيْثُ وَلَا النَّسُ وَلَا كَسْرُ
الْأَشْهَادِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ سَمِعْتُهُ مِنْ
رَسُولِ اللَّهِ ﷺ . الْحَدِيثُ

تشریح از شیخ مدنی۔ اتر حضرت عمر بن عبدالعزیز کا مطلب اگر یہ ہے کہ اذاناً سمعنا ای سہلا بلا لہمة و تطرب ہو تو ترجمہ الباب سے مناسبت معلوم نہیں ہوتی۔ تو کہا جائے گا کہ نعمت کی وجہ سے آواز بلند نہیں ہوتی۔ اس لئے سہلہ کے اختیار کرنے کا حکم دیا۔ تو اس سے رفع الصوت معلوم ہوا۔ اور روایت سے رفع الصوت ظاہر ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ اذان کی غرض اطلاع ہے۔ مگر چونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور شہادت رسول اور شعائر اسلام کا اعلان ہے۔ اس لئے صرف قدر ضرورت پر اکتفا نہیں کیا جائے گا بلکہ رفع صوت مطلوب ہے اس لئے کہ ہر دُرب و ہا بس شہادت دے گی اذاناً سمعنا۔ مسیح کے معنی ہیں سادگی اور متانت کے کہ متانت اور سچیدگی سے اذان کو۔ شرح فرماتے ہیں کہ اس کا ترجمہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور میرے نزدیک اس کے ذکر کرنے سے غرض یہ ہے کہ ترجمہ الباب سے رفع الصوت معلوم ہو۔ اب بہت ممکن تھا کہ کوئی یہ سمجھ لے کہ مقصود رفع صوت ہے۔ خواہ جس طرح بھی ہو گلا پھاڑ کر ہو۔ تو حضرت امام حاری نے اس کو ذکر فرما کر اشارہ کر دیا کہ رفع صوت تو مطلوب ہے۔ مگر اس میں فلو نہ کرے اس لئے کہ اذان کی آواز جتنی بلند ہو سکے کرنی چاہیے۔ تاکہ جتنے زیادہ شاہد (گواہ) قیامت میں بن سکیں اچھا ہی ہے۔ اس کے بعد جو اثر نقل کیا ہے حافظ کی رائے ہے کہ ترجمہ الباب کی قید ہے۔ رفع الصوت بالنداء بلا تطرب حضرت اقدس گنگوہی نے اس طرح مناسبت پیدا کی ہے۔ کیونکہ تطرب صوت میں رفع الصوت ناممکن ہے۔

ترجمہ۔ کہ اذان کی بدولت خون محفوظ ہوتے ہیں

باب مَا يُحْكُنُ بِالْأَذَانِ مِنَ الدِّمَاءِ

ترجمہ۔ حضرت انسؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آنجناب ﷺ ہمارے ساتھ جب بھی کسی قوم پر چڑھائی کرتے تو اس وقت تک ان پر عارت گری نہیں کرتے تھے جب تک سچ نہ ہو اور انتظار فرماتے اگر لڑائی سن لیتے تو ان سے رُک جاتے اگر لڑائی نہ سنتے تو پھر ان پر عارت گری کرتے چنانچہ ہم لوگ خیبر کی لڑائی کے لئے نکلے تو ہم رات کو

حَدِيثُ (۵۷۶) حَدَّثَنَا قَبِيْبَةُ الْعَنْعَنْ عَنْ اَبِي سَعِيْدٍ
عَنِ النَّبِيِّ ﷺ اَنْهُ كَانَ اِذَا غَزَا بِنَا قَوْمًا لَمْ يَكُنْ
يُكَيِّرُ بِنَا حَتَّى يُصْبِحَ وَيُنْظَرُ لَنْ سَمِعَ اِذَا نَا كَفَّ
عَنْهُمْ وَاِنْ لَمْ يَسْمَعْ اِذَا نَا غَارَ عَلَيْهِمْ قَالَ فَخَرَجْنَا
اِلَى خَيْبَرَ فَاتَّعَيْنَا اِلَيْهِمْ لَيْلًا فَلَمَّا صَبَحَ وَلَمْ يَسْمَعْ

إِذَا نَارُ كَبَّ وَرَكِبَتْ خَلْفَ أَبِي طَلْحَةَ وَإِنْ لَقِيتُمْ
لَعْمَسَ قَدَمِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ فَاعْرَجُوا إِلَيْنَا بِمَكَاتِلِهِمْ
وَمَسَاجِدِهِمْ فَلَمَّا رَأَوْا النَّبِيَّ ﷺ قَالُوا مُحَمَّدٌ وَاللَّهِ
مُحَمَّدٌ وَالنَّبِيُّ ﷺ قَالَ فَلَمَّا رَأَاهُمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ
قَالَ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ خَيْرٌ خَيْرٌ أَنَا إِذَا نَزَلْنَا
بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَكَسَاءُ صَبَاحِ الْمُنْذِرِينَ . الحديث ..

ان کے ہاں پہنچے اور جب صبح ہوئی اور آپ نے اذان نہ سنی تو آپ بھی سوار ہوئے۔ میں حضرت ابو طلحہ کے پیچھے سوار ہوا میرا قدم جناب نبی اکرم ﷺ کے قدم کو چھوتا تھا۔ تو خیر کے لوگ اپنی زبہاں اور پھاڑے لے کر ہماری طرف لکے۔ جب انہوں نے جناب نبی اکرم ﷺ کو دیکھا تو بول پڑے محمد ہے خدا کی قسم محمد ہے اور اس کا لکھہ ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں جب جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کو دیکھا تو دوسرے نبی اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا فرمایا کہ خیر ویران و جاہل ہو گیا کیونکہ آیت کا ترجمہ جب ہم کسی قوم کے میدان میں اترتے ہیں تو ڈرائے ہوئے لوگوں کی صحیحی ہوتی ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ ممکن ہے حکم بیان کرنا مقصود ہو۔ اور ممکن ہے کہ فضیلت بیان کرنی ہو۔ حضور اقدس ﷺ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ اس وقت تک کفار کی کسی آبادی پر حملہ نہیں کرتے تھے جب تک کہ صبح نہ ہو جائے۔ اگر صبح ہونے کے بعد اذان کی نواز آجاتی تو حملہ نہ فرمایا کرتے تھے۔ اگر نہ سنتے تو حملہ فرمادیتے یہ فضیلت بھی ہو گئی۔ اسلئے کہ محض اذان کی وجہ سے حملہ سے محفوظ رہے اور حکم یہ ہو کہ جب کہیں اذان سن لے تو وہاں حملہ کرنا جائز نہیں معلوم نہیں کہ کتنے مسلمان قتل ہو جائیں۔ واللہ محمد والنعمیس خمس اس لکھہ کو کہتے ہیں جو پانچ اجزا پر مشتمل ہو۔ یمنہ۔ میسرہ مقدمہ۔ مؤثرہ قلب۔ دائیں بائیں۔ آگے پیچھے۔ اور درمیان میں۔

باب مَا يَقُولُ إِذَا سَمِعَ الْمُنَادِيَ

ترجمہ۔ جب اذان دینے والے کی آواز سنے تو کیا کہے
ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ
جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم اذان سنو تو
جس طرح مؤذن کہتا ہے تم بھی اسی طرح کہو۔

حدیث (۵۷۷) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ عَنِ
عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ
إِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَاءَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ الْمُؤَذِّنُ الْحَدِيثُ

تشریح از شیخ زکریا۔ حضرت امام حاریؒ کا طریقہ یہ ہے کہ جب اختلاف روایات قوی ہوں یا ائمہ کا اختلاف قوی ہو تو ترجمہ میں کوئی حکم نہیں لگاتے۔ یہاں چونکہ دو روایتیں ہیں ایک اذا سمعتم النداء جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعینہ الفاظ اذان دہرائے اور دوسری روایت میں جو حملہ کے بدلے حوالہ ہے اور دونوں صحیح ہیں۔ اس لئے کوئی حکم نہیں لگایا۔ اب علامہ کا پھر اختلاف ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ فقولوا مثل ما يقول المؤذن مجمل ہے اور دوسری روایت مفصل ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ مفصل مجمل پر قاضی ہو کرتی ہے

لہذا مجمل کو مفصل کی طرف راجع کیا جائے گا۔ اور بعض علماء کی رائے ہے کہ دونوں وارد ہیں لہذا اختیار ہے۔ بعض علماء حنبلیہ سے منقول ہے کہ دونوں کو جمع کرے۔

ترجمہ۔ حضرت عیسیٰ بن طلحہ نے حضرت امیر معاویہؓ سے ایک دن سناہ فرماتے تھے مؤذن کی طرح کے۔ صرف اشہد ان محمد رسول اللہ تک۔

حدیث (۵۷۸) حَدَّثَنَا أَبُو فِضَالَةَ الْخِمْصِيُّ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ يَوْمًا فَقَالَ بِنَحْوِهِ إِلَى قَوْلِهِ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا أَرْسُولُ اللَّهِ. الْحَدِيثُ ...

ترجمہ۔ سچی فرماتے ہیں کہ مجھے میرے بعض بھائیوں نے بیان کیا کہ جب مؤذن حی علی الصلوٰۃ کے توسامع لا حول ولا قوۃ الا باللہ کے۔ وہ فرماتے تھے کہ میں نے تمہارے نبی اکرم ﷺ کو اس طرح کہتے سنا۔

حدیث (۵۷۹) حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى وَحَدَّثَنِي بَعْضُ إِخْوَانِنَا أَنَّهُ قَالَ لَمَّا قَالَ حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ وَقَالَ هَكَذَا سَمِعْنَا نَبِيَّكُمْ ﷺ يَقُولُ. الْحَدِيثُ

تشریح از شیخ زکریا۔ الی قولہ واشہد ان محمد رسول اللہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ صرف یہیں تک جواب میں اکتفا فرمایا بلکہ مطلب یہ ہے کہ یہاں تک بعینہ الفاظ لڑان دہرائے اور اس کی دلیل روایت آئندہ ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ یہاں امام بخاریؒ تو سع بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اس کو اختیار ہے جو چاہے کہ دے۔ حضرت امیر معاویہؓ کا مذہب یہی تھا کہ صرف شہادتین تک اذان کا جواب دے۔

ترجمہ۔ اذان کے وقت دعا مانگنا

باب الدُّعَاءِ عِنْدَ النَّدَاءِ

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اذان سننے کے بعد یہ دعا مانگی اے اللہ جو اس کھل دعوت اور قائم ہونے والی نماز کا رب ہے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو وسیلہ اور فیصلت عطا فرما اور آپؐ کو اس مقام محمود پر بھوث فرما جس کا آپؐ سے وعدہ فرمایا ہے۔ تو قیامت کے دن اس کے لئے میرے شفاعت نازل ہوگی۔

حدیث (۵۸۰) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَاشِرٍ الْخِمْصِيُّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ مَنْ قَالَ رَحِمَنٌ يَسْمَعُ النَّدَاءَ اللَّهُمَّ رَبِّ هَذِهِ الدُّعْوَةُ التَّامَّةُ وَالصَّلَاةُ الْقَائِمَةُ ابْنَ مُحَمَّدٍ الْوَسِيلَةَ وَالْوَسِيلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُودًا إِنْ أَلَيْسَ وَعَدْتَهُ حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ. الْحَدِيثُ

تشریح از شیخ زکریا۔ شرح نے مصنفؒ کی غرض سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ اور انشاء اللہ میرے نزدیک غرض یہ ہے کہ

اس میں اختلاف ہے کہ اذان کا جواب دینا واجب ہے کہ نہیں۔ ہمارے یہاں اس میں دونوں قول ہیں۔ ظاہر یہ کہ نزدیک واجب ہے۔ الامر للوجوب کی وجہ سے اور ہمارے ہاں وجوب کا ایک قول ہے یہ بہت سخت ہے۔ اور دوسرا قول سنیت کا ہے۔ یہی آسان ہے اور حضرت امام طحاویؒ نے اس روایت سے عدم وجوب جواب اذان پر استدلال فرمایا ہے۔ جب اذان کے ساتھ یہ دعا پڑھے گا تو جواب کیسے دے گا۔ تو بہت ممکن ہے کہ حضرت امام بخاریؒ نے اس طرف اشارہ فرمایا ہو کہ جواب واجب نہیں۔ حلت لہ شفاعتی۔ حلت کے معنی حلال ہونے کے نہیں بلکہ نازل ہونے کے معنی ہیں۔ روایت کے اندر دعائیں ایک لفظ آیا ہے وسیلہ بعض نے کہا ہے اس سے مقام محمود مراد ہے۔ مگر وہ تو دعا کے اندر مستقل آ رہا ہے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ وہ عطف تفسیری ہے۔ اور بعض کا کہنا ہے کہ وسیلہ سے ایک خاص مرتبہ مراد ہے جس کے متعلق جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا وار جوا ان اکون انا الخ کہ میں امید رکھتا ہوں کہ اس مرتبہ کا مستحق میں ہی ہوں گا۔ یہ بات تو واضح ہے کہ آپ ﷺ نے یہ تو واضح کی وجہ سے فرمادیا۔ کیونکہ یہ مرتبہ تو آپ کو یقیناً ملے گا۔

ترجمہ۔ اذان کہنے میں قرعہ اندازی کرنا اور کچھ لوگوں نے اذان کہنے میں اختلاف کیا تو حضرت سعدؓ نے انکے درمیان قرعہ اندازی فرمائی

بابِ الْأِسْتِهَامِ فِي الْأَذَانِ
وَيَذَكُرُ أَنَّ قَوْمًا اخْتَلَفُوا فِي الْأَذَانِ
فَاقْرَعَ بَيْنَهُمْ سَعْدٌ

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اگر لوگ اس ثواب کو جانتے جو اذان کہنے اور صف اول میں کھڑے ہونے کے اندر ہے اور پھر ان کو علاوہ قرعہ اندازی کے کوئی چارہ نہ ہوتا تو قرعہ اندازی کرتے اگر اس ثواب کا ان کو علم ہو جاتا جو سخت گرمی میں نماز پڑھنے کا ہے تو بھی اس کے لئے قرعہ اندازی کرتے۔ اور اگر اس ثواب کا علم ہو جاتا جو عشاء اور صبح کی نماز میں ہے تو اگر گھٹنے کے بل چل کر آنا پڑتا تو ضرور چل کر آتے۔

حدیث (۵۸۱) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي التَّدَايِ وَالصَّفِّ الْأَوَّلِ لَمْ لَا يَجِدُونَ إِلَّا أَنْ يُسْتَهَمُوا عَلَيْهِ لَأَسْتَهَمُوا وَلَوْ يَعْلَمُونَ فِي التَّهَجِيرِ لَأَسْتَبَقُوا إِلَيْهِ وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَأَتَوْهُمَ أَوْ لَوْحَبُوا.....

تشریح از شیخ زکریا۔ میرے نزدیک مصنفؒ کی غرض اذان کی فضیلت بھی بیان کرنا ہے اور استہام کے معنی بھی اس لئے

کہ استہام جس طرح قرعہ اندازی کے معنی میں آتا ہے۔ ایسے ہی تہ اندازی کے معنی میں آتا ہے۔ تو یہاں پر قرعہ اندازی کے معنی ہیں اور

باب کی غرض یہ ہے کہ اذان جوق پر رد فرمایا ہے۔ یعنی ایک مسجد میں صرف ایک ہی اذان ہونی چاہیے بغیر ضرورت شدیدہ کے ایک سے زائد اذان نہیں ہونی چاہیے۔ کیونکہ اگر متعدد اذانیں جائز ہوتیں تو پھر استہام کی نومت کیوں آتی۔ لیکن اگر کسی جگہ ضرورت ہو۔ مثلاً جامع مسجد یا بڑی مساجد تو وہاں جائز ہے اور بعض شرح نے اس باب کی ایک غرض یہ بھی بیان فرمائی ہے کہ احناف کے نزدیک قرعہ اندازی منسوخ ہے تو اس باب کے ذریعہ احناف پر رد کرنا مقصود ہے۔ مگر ہم لوگوں پر رد نہیں ہوگا۔ کیونکہ ہم قرعہ کے جتہ تامہ ہونے کا انکار کرتے ہیں مطلق استہام کے منکر نہیں ہیں۔ مگر میرے نزدیک یہاں یہ غرض بیان کرنا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ آئندہ چل کر ایک باب آئے گا باب القرعة فی المشکلات وہاں یہ غرض ہو سکتی ہے۔ یہاں چونکہ اذان اور نماز کا بیان ہے۔ لہذا وہ غرض اس کے مناسب نہیں مافی التہجیر اگر اشکل ہو کہ اس سے تو تہجیر کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔ حالانکہ شریعت نے اہراد کا حکم دیا ہے جیسا کہ گذر چکا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مسجد میں جانے کے لئے تہجیر کی فضیلت بیان کی گئی ہے تاکہ سویرے جا کر بیٹھا جائے اور اہراد کا تعلق نماز سے ہے۔ اور یہ حکم نماز کے لئے ہے۔ نیز اس میں فضیلت جزئیہ ہے اور اہراد کے اندر حکم عام ہے۔

باب الْكَلَامِ فِي الْأَذَانِ

ترجمہ۔ اذان کے دوران کلام کرنا

ترجمہ۔ حضرت سلیمان بن صرد اذان کے درمیان کلام کرتے تھے۔ اور حضرت حسن بصری فرماتے تھے کہ اذان اور تکبیر کے درمیان اگر کوئی ہنس پڑے تو کوئی حرج نہیں۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن الحارث فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس نے ایک کچھڑ کے دن ہمیں خطبہ دیا جب مؤذن حمی علی الصلوٰۃ تک پہنچا تو انہوں نے حکم دیا کہ اعلان کر دے ہر شخص نماز اپنے اپنے گھر میں پڑھے۔ تو لوگ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ تو حضرت عباس نے فرمایا کہ یہ کام اس ذات نے کیا تھا جو ہم سب سے بہتر تھے اور یہی عزیمت ہے

وَتَكَلَّمَ سُلَيْمَانُ بْنُ صُرْدٍ فِي آذَانِهِ وَقَالَ
الْحَسَنُ لَا بَأْسَ أَنْ يَضْحَكَ وَهُوَ يُؤَذِّنُ أَوْ يَقِيمُ .

حدیث (۵۸۲) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ خَطَبْنَا بَيْنَ عَبَّاسٍ فِي يَوْمٍ رَزُجَ فَلَمَّا بَلَغَ الْمُؤَذِّنُ حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ لَأَمْرَهُ أَنْ يُبَادِيَ الصَّلَاةَ فِي الرِّحَالِ فَنظَرَ الْقَوْمُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ فَقَالَ فَعَلَّ هَذَا مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْهُ وَإِنَّهَا عَزْمَةٌ . الْحَدِيثُ

تشریح از شیخ مدنی۔ ترجمہ میں امام بخاری نے دو اثر ذکر کئے ہیں۔ ان میں سے پہلے اثر میں کلام کا تذکرہ ہے۔ اور دوسرے میں ضحک کا ذکر ہے۔ معنی کا مقصد یہ ہے کہ اذان کا حکم صلوٰۃ جیسا نہیں ہے۔ اور اس میں کلام اور ضحک جائز ہیں۔ لیکن روایت میں مؤذن سے نہ کلام کا صدور ہوا ہے نہ ضحک کا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اذان کے دوران کلام کرنے سے اذان کے کلمات کا ناسخ چلا جاتا ہے۔

چونکہ جمعیتین کے درمیان الصلوٰۃ فی الحال کہا گیا ہے۔ جس سے نسق زائل ہو جاتا ہے۔ لیکن اس سے بتلانا یہ ہے کہ اس قسم کا کلام جس سے نسق زائل ہو جائے تو اس سے نماز میں کوئی خلل نہیں پڑتا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ حنابلہ کے نزدیک کلام فی الاذان جائز ہے۔ اور غیر حنابلہ کے نزدیک اگر فصل یسیر ہو تو مکروہ ہے اگر فصل طویل ہو جائے تو مفسد ہے۔ حنابلہ نے روایت باب سے استدلال فرمایا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے الصلوٰۃ فی الحال کا امر فرمایا۔ جمہور اس کا جواب دیتے ہیں کہ اس میں روایات مختلفہ ہیں۔ کہ یہ کب کہا؟ ابو داؤد کی روایت سے اذان کے بعد معلوم ہوتا ہے۔ اور بخاری شریف میں صفحہ ۸۸ پر آنے والا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اذان کا حکم دیا تم بقول علی اثرہ الاصلوا فی الحال۔ اگر ہو بھی سہی تو یہ اذان کے درمیان حضرت ابن عباسؓ کا فعل ذاتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ سے تو صرف الصلوٰۃ فی الحال ثابت ہے۔ امام بخاریؒ کا میلان حنابلہ کی طرف ہے۔ لا باس ان یضحک الخ علامہ عینیؒ نے اعتراض فرمایا کہ باب تو کلام فی الاذان کا ہے اور اثر ضحک کا لہذا اس کو باب سے کوئی تعلق نہیں۔ میرے نزدیک یہ اعتراض درست نہیں۔ اس لئے کہ یہ تو اثبات بالا وہی ہے اس لئے جب ضحک جائز ہے تو کلام بدرجہ لوٹی جائز ہو گا۔ دزع کے معنی بچھڑ کے ہیں۔

ترجمہ۔ جب ناپینا کو کوئی خبر دینے والا ہو تو اس کی اذان جائز ہے۔

باب اَذَانِ الْأَعْمَى
إِذَا كَانَ لَهُ مَنْ يَخْبِرُهُ -

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا حضرت بلال رات کو اذان کہتے ہیں۔ پس تم کھاتے پیتے رہو۔ یہاں تک حضرت ابن ام مکتوم اذان کہیں کیونکہ وہ ناپینا آدمی تھے۔ جب ان سے کہا جاتا صبح ہو گئی تو تب وہ اذان کہتے تھے۔

حدیث (۵۸۳) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْعَنْبَرِيُّ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ إِنَّ بِلَالَ يُؤَذِّنُ بَلِيلٌ فَكُلُّوْا وَأَشْرَبُوا حَتَّى يُنَادِيَ ابْنَ أُمِّ مَكْتُومٍ قَالَ وَكَانَ رَجُلًا أَعْمَى لَا يُنَادِي حَتَّى يُقَالَ لَهُ أَصْبَحَتْ أَصْبَحَتْ

تشریح از شیخ زکریا۔ علامہ نوویؒ نے شرح مسلم میں نقل کر رکھا ہے کہ حنفیہ اور ظاہریہ کے ہاں اذان اعمی درست نہیں یہ نقل حنفیہ سے غلط ہے۔ ممکن ہے کہ ظاہریہ سے صحیح ہو۔ حنفیہ فرماتے ہیں کہ اگر اعمی حاذق ہو اور وقت کی اس کو اطلاع ہو جاتی ہو یا وہ خود تو حاذق نہیں لیکن اس کو کوئی بتا دیتا ہو تو جائز ہے۔ غرضیکہ امام بخاریؒ کا مقصد مصنف ابن ابی شیبہ کی ان روایات پر رد کرنا ہے جس میں اذان اعمی کے عدم جواز کو بیان کیا گیا ہے۔

باب الْأَذَانِ بَعْدَ الْفَجْرِ

ترجمہ۔ فجر کے بعد اذان کہنا

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حصہ نے مجھے خبر دی کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب مؤذن صبح کیلئے کھڑا ہو جاتا اور صبح ظاہر ہو جاتی تو دو ہلکی سی رکعات اقامت تکبیر صلوٰۃ سے پہلے پڑھتے تھے۔

حدیث (۵۸۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ الْعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ أَخْبَرْتَنِي حَفْصَةُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا أَعْتَكَفَ الْمُؤَذِّنُ لِلصُّبْحِ وَبَدَأَ الصُّبْحَ صَلَّى رَكَعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ تَقَامَ الصَّلَاةُ ..

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ صبح کی نماز کی اذان اور اقامت کے درمیان دو ہلکی سی رکعات پڑھتے تھے۔

حدیث (۵۸۵) حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ الْخَنْزَارِيُّ عَنْ عَائِشَةَ كَانَتِي رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي رَكَعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ بَيْنَ النَّدَاءِ وَالْإِقَامَةِ مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے بے شک حضرت بلالؓ رات کو اذان کہتے ہیں تم کہاتے پیتے رہو یہاں تک حضرت عبداللہ بن ام مکتوم اذان کہیں۔

حدیث (۵۸۶) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ الْعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ إِنَّ بِلَالَ يُنَادِي بِلَيْلٍ فَكَلُوا وَأَشْرَبُوا حَتَّى يُنَادِيَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ . الْحَدِيثُ

تشریح از شیخ مدنی۔ اس باب کے تحت مصنف نے تین روایات ذکر کی ہیں جن سے بظاہر ترجمہ الباب سے کوئی مطابقت

معلوم نہیں ہوتی۔ البتہ پہلی روایت میں دو شرطیں ذکر کی گئیں۔ اعتکاف معنی ٹھہرنا اور بداء الصبح کہ جب مؤذن ساکت ہو جاتا تھا تو آپؐ دو رکعت پڑھتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کا رکوع بالا اذان ہوتا تھا۔ اور رکوع قبل الفجر جائز نہیں۔ تو اس طرح اذان بھی قبل الفجر جائز نہ ہوگی۔ یہ مطابقت التبعیہ کی ایک جماعت کے نزدیک ہے۔ دوسری روایت یہ دلالت کرتی ہے کہ آپؐ کی نماز رکعتیں اذان اور اقامت کے درمیان ہوتی تھیں۔ قواعد طلوع الفجر اذان ہوگی۔ اگر مصنف کا مقصد یہ قرار دیا جائے کہ بعد الفجر اذان کہی جائے۔ اس سے قبل اذان جائز ہے یا نہیں اس سے کوئی حرج نہیں۔ تو اب روایات ترجمہ الباب کے مطابق ہوں گی۔

تشریح از شیخ زکریا۔ ابن ہطال نے اعتراض کیا ہے کہ یہ ترجمہ شان حاری کے مطابق نہیں۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ

یہ کتاب حدیث کی ہے۔ اگر کہیں سیدنا ابابندہ دیا تو کیا حرج ہے۔ ان بطل فرماتے ہیں کہ اذان بعد الفجر کا باب منعقد فرمایا ہے تو پھر اذان بعد الزوال اور بعد المغرب بھی منعقد کرنا چاہیے۔ ایک دوسرا اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ اس باب کے بعد باب الاذان قبل الفجر آ رہا ہے۔ ترتیب کا تقاضا یہ تھا کہ اذان قبل الفجر اور پھر بعد الفجر کا باب باندھتے۔ اس اعتراض میں اور شرح نے بھی موافقت کی ہے۔ مگر میرے نزدیک دونوں اعتراض ساقط ہیں۔ کیونکہ حضرت امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ اذان فجر جو صحیح اور معتبر ہے وہ تو وہ ہے جو بعد الفجر ہے۔ اور قبل الفجر والی اذان صلوٰۃ کے لئے نہیں۔ بلکہ لیرجع قائمکم بنہ نامکم کہ قائم الیل کو لوٹائے اور سونے والے کو بیدار کرے اور چونکہ اذان بعد الفجر اصل تھی اسلئے اس کو مقدم فرمایا اور قبل الفجر کو بالتبع ذکر فرمایا۔ اعتکف المؤذن الصبح جب کہ انتظار میں مؤذن رکا رہا تو اذان لا محالہ بعد صبح ہوگی۔ وهو المراد۔

باب الْأَذَانِ قَبْلَ الْفَجْرِ

ترجمہ۔ فجر سے پہلے اذان کرنا کیسا ہے

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا تم میں سے کسی ایک کو اس کے سحر سے حضرت بلالؓ کی اذان نہ روکے۔ کیونکہ وہ تورات کو اذان کہتے ہیں تاکہ کھڑے ہوئے کو واپس کریں اور سونے والے کو بیدار کریں۔ اور فجر اور صبح کا لفظ نہیں کہتے تھے۔ بلکہ اپنی انگلیوں سے اس طرح اشارہ کرتے تھے کہ ان کو اوپر کی طرف اٹھا کر پھر نیچے کی طرف لے آتے۔ یہاں تک اس طرح فرماتے اور زہیر اپنی دونوں انگشت شہادت ایک دوسرے پر رکھ کر ان کو دائیں بائیں کھینچتے تھے۔

ترجمہ۔ دونوں ہندوں کے ساتھ حضرت عائشہؓ حضرت نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ حضرت بلالؓ رات کے وقت اذان کہتے ہیں۔ تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ حضرت ابن ام مکتومؓ اذان کہیں۔

حدیث (۵۸۷) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ النَخَعِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا يَمْنَعَنَّ أَحَدَكُمْ أَوْ أَحَدًا مِنْكُمْ أَذَانَ بِلَالٍ مِنْ سُحُورِهِ فَإِنَّهُ يُؤَذِّنُ أَوْ ينادِي بِلَيْلٍ لِيَرْجِعَ قَائِمَكُمْ وَلَيْبَهُ نَائِمَكُمْ وَكَيْسٌ أَنْ يَقُولَ الْفَجْرُ أَوْ الصُّبْحُ وَقَالَ بِأَصَابِعِهِ وَرَفَعَهَا إِلَى فَوْقِ وَطَاطَأَ إِلَى أَسْفَلٍ حَتَّى يَقُولَ هَكَذَا وَقَالَ زَهَيْرٌ بِسَبَابَتَيْهِ إِحْدَهُمَا فَوْقَ الْأُخْرَى ثُمَّ مَدَّهُمَا عَنْ يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ . الْحَدِيثُ ...

حدیث (۵۸۸) حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ وَحَدَّثَنِي يُونُسُ بْنُ عِيْسَى قَالَ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ بِلَالَ يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ فَكُلُّوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يُؤَذِّنَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ . الْحَدِيثُ ...

تشریح از شیخ زکریا۔ جب اصل اذان کو ذکر فرمایا تو اس کو بھی تبعاً ذکر فرمادیا۔ اور یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ ائمہ عظام کے نزدیک یہ صبح کی اذان ہے اور حنفیہ کے نزدیک یہ صبح کی اذان نہیں۔ بلکہ تہ کیر کے لئے ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے لہذا جمع قائمکم الخ جو اذان قبل الفجر کے قائل ہیں۔ ان میں اختلاف ہے کہ دوبارہ بعد طلوع الفجر ضروری ہے یا نہیں۔ بعض شافعیہ کہتے ہیں کہ ضروری نہیں ہے۔ اور جمہور ضروری کہتے ہیں۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ جب نماز کیلئے ایک اذان ہو گئی تو دوسری کی کیا ضرورت ہے۔ بعض حنفیہ نے اخو صدا والی روایت سے استدلال کیا ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا یا ابا صداء اذن ومن اذن لہو یقیم۔ یہ روایت ابو دلاؤد میں ہے اور اس میں دوسری اذان کا ذکر نہیں ہے و لیس ان بقول الفجر فجر دو ہیں ایک کاذب ایک صادق۔ کاذب تو مستطیل ہوتی ہے اور صادق عریض۔ حافظ ابن حجر چونکہ شافعی للذہب ہیں اور شوافع کے یہاں قبل الفجر بھی اذان جائز ہے۔ اس لئے وہ یہ کہتے ہیں کہ امام حاری امام شافعی کے ساتھ ہیں اسی وجہ سے وہ دونوں قسم کے باب لائے ہیں۔ لیکن میں بتلا چکا ہوں یہاں تقدیم و تاخیر اس وجہ سے کی ہے کہ یہاں اذان قبل الفجر جائز نہیں حضور اقدس ﷺ کے زمانے میں اذان قبل الفجر تہ کیر اور تنبیہ کے لئے ہو کرتی تھی۔ ورنہ اس کی تقدیم و تاخیر کی کوئی وجہ سمجھ نہیں آتی۔

ترجمہ۔ اذان اور تکبیر کے درمیان کتنا فاصلہ ہونا چاہئے اور اقامت کی انتظار کون کرے۔

باب كَمْ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ وَمَنْ يُنْتَظَرُ الْإِقَامَةَ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مغفل المزنی سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر دونوں اذانوں کے درمیان نماز ہے ہر اس شخص کے لئے جو چاہے۔ یہ تین مرتبہ فرمایا۔

حدیث (۵۸۹) حَدَّثَنَا اسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَعْقِلٍ الْمَزْنِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ بَيْنَ كُلِّ أَذَانٍ صَلَوةٌ فَلَا تَأْتِيَنَّ شَاءَ. الحديث

تشریح از شیخ زکریا۔ حضرت امام حاری کے اصول میں معلوم ہو چکا ہے کہ کبھی امام صاحب اپنے ترجمہ سے کسی روایت پر رد فرماتے ہیں اور کبھی تائید کرتے ہیں۔ تائید کرنے کا مطلب یہ ہے کہ الفاظ روایت شرط کے مطابق نہیں مگر مضمون صحیح ہوتا ہے۔ اس کو اپنی کسی روایت سے مؤید کرتے ہیں۔ یہاں بھی ایک روایت ترمذی میں ہے۔ اجعل اذانک واقامتک قد رما یفرغ الاکل من اکلہ والشارب من شربه والمعتصر اذا دخل لقضاء حاجته مضمون تو امام کی شرط کی مطابق تھا مگر الفاظ شرط پر نہ تھے۔ لہذا امام نے اپنی روایت میں کل اذانین صلوة سے تائید فرمادی۔ اس لئے کہ جب اذان واقامت کے درمیان نماز کا وقت ہوگا تو اس وقت میں کھانا بھی کھایا جاسکتا ہے اور پانی بھی پیا جاسکتا ہے۔ اور استنجاء سے بھی پاک ہو سکتا ہے۔ لہذا وقت لکل آیا۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ مؤذن جب اذان کتا تھا تو اصحاب نبی اکرم ﷺ میں سے کچھ لوگ کھڑے ہو کر ستونوں کی طرف جلدی کرتے تھے۔ یہاں تک کہ جب نبی اکرم ﷺ باہر تشریف لے آتے تو وہ اسی طرح مغرب سے پہلے دو رکعات پڑھ رہے ہوتے تھے۔ اذان اور تکبیر کے درمیان کچھ زیادہ فصل نہیں ہوتا تھا۔ شعبہ فرماتے ہیں ان دونوں کے درمیان توڑا سا فصل ہوتا تھا۔

حدیث (۵۹۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ عَنِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ الْمُؤَذِّنُ إِذَا أَذَّنَ قَامَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ يَبْعُدُونَ السَّوَارِيَّ حَتَّى يُخْرَجَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُمْ كَذَلِكَ يَصَلُّونَ رَكَعَتَيْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ وَلَمْ يَكُنْ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ شَيْءٌ وَقَالَ عَفَّانُ بْنُ جَبَلَةَ وَأَبُو دَاوُدَ عَنْ شُعْبَةَ لَمْ يَكُنْ بَيْنَهُمَا إِلَّا قَلِيلٌ . الحدیث

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یعتدون السواری الخ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کثرت سے مغرب سے قبل نوازل پڑھتے تھے۔ شافعیہ کے نزدیک اسی وجہ سے دو رکعت قبل المغرب اولیٰ ہے۔ اور حنفیہ اس کے قائل نہیں ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ اذان پر محمول ہے۔ اس لئے کہ حدیث میں ہے کہ کسی صحابی نے کسی کو یہ نماز پڑھنے دیکھا تو فرمایا کہ ہم بھی کبھی پڑھا کرتے تھے۔ صحابی سے تالیقی نے پوچھا کہ اب کیوں نہیں پڑھتے تو فرمایا مشغولیت کی وجہ سے۔ اگر مستحب ہوتی تو صحابہ کرامؓ کیوں چھوڑتے۔

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو اقامت کا انتظار کرتا ہے

باب مَنِ انْتَظَرَ الْإِقَامَةَ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں جناب رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا جب مؤذن فجر کی نماز کی پہلی اذان سے خاموش ہوتا تو آپ فوراً اٹھ کر دو ہلکی سی رکعات فجر کی نماز سے پہلے فجر خوب ظاہر ہو جانے کے بعد پڑھتے تھے پھر دائیں پہلو پر لیٹ جاتے تھے۔ یہاں تک کہ مؤذن تکبیر کے لئے آتا۔

حدیث (۵۹۱) حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ بِالْأُولَى مِنْ صَلَوةِ الْفَجْرِ قَامَ فَرَكَعَ رَكَعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ قَبْلَ صَلَوةِ الْفَجْرِ بَعْدَ أَنْ يُسْتَبِينَ الْفَجْرَ ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلَى شِقِّهِ الْيَمَنِ حَتَّى يَأْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ لِلْإِقَامَةِ ...

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ روایات میں بھرت تکبیر و تہجد (جلدی کرنا) کے فضائل وارد ہوئے ہیں۔ تو حضرت امام حاریؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی اقامت کا انتظار کرتا ہے اور اذان کے لئے نہ جائز ہے۔ حافظ کی رائے یہ ہے کہ تکبیر و تہجد

مقتدیوں کے لئے ہے۔ امام اقامت کے وقت نکلے فان الامام ینتظر ولا ینتظر امام انتظار کیا جاتا وہ انتظار نہیں کرتا۔ اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ اگر کسی کا مکان مسجد کے قریب ہو اور وہ وضو کر کے اپنے گھر بیٹھا اقامت کا انتظار کرتا ہے تو اس کو تکبیر کا ثواب ملے گا۔ ثم اضطلع علی شقہ الایمن اس کا حکم مستقل باب میں آ رہا ہے۔ اس میں آٹھ مذاہب ہیں۔ حتی ینتہہ المؤذن للاقامة جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ امام کے لئے تکبیر کا حکم نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ امام تھے۔ اور جو علماء کہتے ہیں کہ اگر گھر مسجد کے متصل ہو تو ثواب ملتا ہے۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ آپ کا گھر متصل تھا۔ اور جن لوگوں کے نزدیک یہ ہے کہ اول وقت میں ناجائز ہے وہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ اول وقت میں تشریف نہیں لے گئے۔

ترجمہ۔ ہر دو اذانوں کے درمیان ہر اس شخص کے لئے نماز ہے جو چاہے۔

باب بَيْنَ كُلِّ اَذَانٍ صَلَوةٌ
لِمَنْ شَاءَ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مغفل فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے۔ تیسری دفعہ فرمایا کہ یہ حکم اس شخص کے لئے ہے جو نماز پڑھنا چاہے۔

حدیث (۵۹۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ الْخَنَّاسِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَغْفَلٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ كُلِّ اَذَانٍ صَلَوةٌ ثُمَّ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ لِمَنْ شَاءَ ...

تشریح از شیخ زکریا۔ چونکہ بعض روایات میں ممن شاء کا لفظ نہیں آتا اس سے بظاہر ابہام و جوہ ہوتا تھا اس لئے ممن شاء بوجہ اس کو دفع فرمادیا۔ اور متاویان دونوں رکعتوں کا پڑھنا واجب نہیں۔

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو کہتا ہے کہ سفر میں ایک مؤذن اذان کہہ سکتا ہے

باب مَنْ قَالَ لِيُؤَذِّنُ
فِي السَّفَرِ مُؤَذِّنٌ وَّاحِدٌ

ترجمہ۔ حضرت مالک بن الحویرث فرماتے ہیں کہ میں اپنی قوم کے چند آدمیوں کے ساتھ جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ہم بیس رات تک آپ کے پاس مقیم رہے حضورؐ میرا دل نرم دل تھے جب ہمارا گھر والوں کی طرف شوق کا اندازہ فرمایا تو حکم دیا کہ تم واپس جا کر اپنے گھر والوں میں رہو انہیں دین کی تعلیم دو اور نماز پڑھو جب نماز کا وقت آجائے

حدیث (۵۹۳) حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ اَسِدٍ الْخَنَّاسِيُّ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ اَبْتِ النَّبِيُّ ﷺ فِي نَفَرٍ مِنْ قَوْمِي فَاقْتَمْنَا عِنْدَهُ عِشْرِينَ لَيْلَةً وَكَانَ رَجِيمًا زَفِيمًا فَلَمَّا رَأَى شَوْقَنَا اِلَى اَهْلِنَا قَالَ ارْجِعُوا فَكُونُوا فِيهِمْ وَعَلِمُوهُمْ وَصَلُّوا فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلَوةُ

فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ وَلْيُؤَمِّمَكُمْ أَكْبَرُكُمْ . الْحَدِيثُ
تو تم میں سے کوئی ایک اذان کے اور جو تم سے عمر میں بڑا ہو وہ
امامت کرائے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ امام بخاری کی غرض اس باب سے حضرت ابن عمرؓ پر رد کرنا ہے اس لئے کہ ان کا مذہب تھا کہ سفر میں دو اذانیں ہوں۔ بعض نے کہا کہ اذانین فی السفر پر رد کرنا ہے کیونکہ شہروں میں تو دو اذانوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ جبکہ مساجد اتنی دور ہوں کہ ایک جانب کے مؤذن کی آواز دوسری جانب نہ پہنچ سکتی ہو۔ البتہ سفر میں اس کی حاجت نہیں۔ میرے والد صاحب مرحوم یہی فرماتے تھے۔ اور بعض نے کہا کہ مؤذن سے مکہ مراد ہے تو معنی ہوا کہ صرف ایک ہی تکبیر پراکتفا کیا جائے۔ اور میرے نزدیک یہ ہے کہ چونکہ حضرت مالک بن الحویرث کی روایت میں فاذا لم اقیما تم لیوم مکما اکبر کما وارد ہوا ہے۔ جس سے دو آدمیوں کی اذان ثابت ہے تو مصنف نے اس پر رد کرتے ہوئے فرمایا کہ مشروع صرف ایک اذان ہے۔

ترجمہ۔ باب جب مسافروں کی جماعت ہو تو وہ اذان اور اقامت کہیں اسی طرح عرفات اور مزدلفہ میں بھی۔ اور مؤذن ٹھنڈک والی اور بارش والی رات میں الصلوٰۃ فی الرحال کے۔ (اپنے گھروں میں نماز پڑھو)۔

بَابُ الْأَذَانِ لِلْمَسَافِرِ إِذَا كَانُوا
جَمَاعَةً وَالْإِقَامَةَ وَكَذَلِكَ بَعْرِفَةَ
وَجَمِيعِ وَقَوْلِ الْمُؤَذِّنِ الصَّلَاةُ
فِي الرَّحَالِ فِي اللَّيْلَةِ الْبَارِدَةِ
أَوْ لَمَطِيْرَةٍ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ذرؓ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم جناب رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے مؤذن نے اذان کہنے کا ارادہ کیا۔ آپ نے فرمایا ذر ٹھنڈک میں کہو پھر اذان کہنے کا ارادہ کیا تو آپ نے ٹھنڈک میں کہنے کا حکم دیا۔ پھر اذان کہنے کا ارادہ کیا تو پھر بھی یہی فرمایا کہ ٹھنڈک میں کہو یہاں تک کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہو گیا تب نماز پڑھی گئی آپ نے فرمایا سخت گرمی جہنم کے بلال میں سے ہے۔

حَدِيثُ (۵۹۴) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِي
كَرِيمٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِي سَفَرٍ فَأَرَادَ الْمُؤَذِّنُ
أَنْ يُؤَذِّنَ فَقَالَ لَهُ ائْبُرِدْ ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُؤَذِّنَ فَقَالَ لَهُ
ائْبُرِدْ ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُؤَذِّنَ فَقَالَ لَهُ ائْبُرِدْ حَتَّى سَاوَى
الظِّلَّ الْقَلْبُولُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ
مِنْ فِجِ جَهَنَّمَ ...

ترجمہ۔ حضرت مالک بن الحویرثؓ فرماتے ہیں کہ

حَدِيثُ (۵۹۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ الْخ

دو آدمی جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سفر کا ارادہ رکھتے تھے آپ نے ان سے فرمایا جب سفر کیلئے چل پڑو تو اذان کو اور تکبیر کو پھر تم سے بڑی عمر والا امامت کرے۔

عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ أَتَى رَجُلَانِ النَّبِيَّ ﷺ يُرِيدَانِ السَّفَرَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أَنْتُمَا خَرَجْتُمَا فَأَذِنَا ثُمَّ أَقِيمَا لِمَ لِيَوْمَكُمَا أَكْبَرَ كَمَا...

ترجمہ۔ حضرت مالک بن حویرثؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نوجوان قریب قریب ہم سن تھے۔ ہم آپ کے پاس بیس دن رات مقیم رہے جناب رسول اللہ ﷺ بڑے مہربان اور نرم دل تھے جب آپ نے اندازہ کیا ہم لوگ گمراہوں کی خواہش یا شوق رکھتے ہیں اور تو ہم سے ہمارے پیچھے رہنے والے اہل وعیال کے متعلق دریافت فرمایا ہم نے آپ کو مطلع کیا۔ تو آپ نے فرمایا اپنے گمراہوں کے پاس جاؤ ان میں ٹھہرو اور انہیں دین کی تعلیم دو۔ اور انہیں احکام بتلاؤ کچھ مجھے یاد رہے اور کچھ یاد نہیں رکھ سکا اور آپ نے فرمایا تم نماز ایسے پڑھنا جیسے مجھے پڑھتے دیکھا ہے۔ پس نماز کا وقت ہو جائے تو تم میں سے ایک اذان کہے۔ اور بڑی عمر والا امامت کرے۔

حدیث (۵۵۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى النَّخَعِيُّ قَالَ قَالَ أَنَا النَّبِيُّ ﷺ وَنَحْنُ سَبِيَّةٌ مُتَقَارِبُونَ فَأَقَمْنَا عِنْدَهُ عِشْرِينَ يَوْمًا وَلَيْلَةً وَكَانَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَحِيمًا رَفِيقًا فَلَمَّا ظَنَّ أَنَا قَدْ اشْتَهَيْنَا أَهْلَنَا أَوْ قَدْ اشْتَقْنَا سَأَلَنَا عَمَّنْ تَرَكْنَا بَعْدَنَا فَأَخْبَرَنَا فَقَالَ أَرْجِعُوا إِلَى أَهْلِيكُمْ فَأَقِيمُوا فِيهِمْ وَعَلِّمُوهُمْ وَمُرُوهُمْ وَذَكَرْ أَسْيَاءَ أَحْفَظْهَا أَوْ لَا أَحْفَظْهَا وَصَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ وَلْيُؤَمِّمْكُمْ أَكْبَرَ كَمَا الْحَدِيثُ

تشریح از شیخ زکریا۔ اس باب کی غرض کیا ہے شرح کا اس میں اختلاف ہے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ چونکہ اذان

اجتماع کے لئے ہوتی ہے لہذا اگر جماعت ہو تو اذان کہی جائے۔ اگر کوئی ایک آدمی ہو اور وہ نماز پڑھے تو اس کو اذان کہنے کی ضرورت نہیں ہے مگر یہ عید ہے۔ اسلئے کہ ابھی امام حاریؒ حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت نقل کر آئے ہیں کہ حضرت ابو سعید خدریؓ نے اپنے شاگرد سے فرمایا انی اراک تحب الغنم والبادیة وہاں شاگرد اکیلے و منفرد تھے۔ اور میرے والد صاحب مرحوم بالکل اس کے خلاف فرماتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ گواذان کی مشروعیت اجتماع کے لئے ہے مگر چونکہ اذان کی مصالح بے شمار ہیں اور اس کے فوائد ہزار ہا ہزار ہیں۔ لہذا اگرچہ جماعت نہیں پھر بھی اذان کہے۔ اور میرے نزدیک امام حاریؒ کی غرض یہ ہے کہ بھیجے گا مذہب یہ ہے کہ جماعت میں اگر امیر ہو تو اذان کہی جائے ورنہ نہیں۔ تو امام حاریؒ اس پر رد فرما رہے ہیں کہ اذان ایک مستقل چیز ہے وہ امیر پر موقوف نہیں ہے۔ اور میرے اس قول کی وجہ امام حاریؒ کا یہ جملہ ہے وکذالك بعرفة وجمع و ذکر اشیاء احفظها الخ ذکر کا فاعل مالک بن الحویرثؓ ہے۔ اور یہ مقولہ

ابو قلابہ کا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میرے استاد نے بہت سی چیزیں ذکر فرمائیں جن میں سے کچھ میں یاد رکھتا ہوں۔ اور کچھ یاد نہیں رکھتا۔ اس امر کے اندر اختلاف ہے کہ یہ کیا ہے۔ بعض شرح کی رائے ہے کہ شک راوی ہے۔ اگر شک راوی ہے تو اس صودرت میں یہ مقولہ ابو قلابہ کے شاگرد کا ہوگا۔ کہ شاگرد کو شک ہو گیا کہ استاد نے کیا الفاظ فرمائے۔ تو یہاں ابو قلابہ کے شاگرد کہتے ہیں کہ مجھے استاد ابو قلابہ نے فرمایا ذکر اشیا یعنی مالک بن الحویرث نے مجھ سے بہت سی باتیں ارشاد فرمائیں۔ مگر اس کے بعد میرے استاد ابو قلابہ نے احفظها فرمایا یا لا احفظها فرمایا اس میں ان کو شک ہو گیا۔ مگر حافظ ابن حجر اس پر رد فرماتے ہیں۔ ان کی رائے یہ ہے کہ او تو تلویح کے لئے ہے۔ علامہ عینی نے یہاں تو حافظ پر رد فرمادیا مگر جب گیارہویں پارہ میں یہی مقولہ آیا تو وہاں اسی کو اختیار کر لیا۔ اور تلویح کا مطلب یہ ہے کہ کچھ باتیں یاد ہیں اور کچھ بھول گیا۔

ترجمہ۔ حضرت نافع فرماتے ہیں کہ صحبان مقام پر حضرت ابن عمر نے اذان کی پھر فرمایا کہ اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھو اور ہمیں بتلایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ مؤذن کو حکم دیتے کہ وہ اذان کہنے کے بعد الاصلو فی الریحال سفر کی حالت میں ٹھنڈ والی یا بارش والی رات میں یہ الفاظ کہے فی الریحال کہ خیر دار گھروں میں نماز پڑھو۔

ترجمہ۔ حضرت وہب بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے مقام اطمح میں جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ کے پاس حضرت بلالؓ آ کر نماز کی اطلاع دینے لگے۔ پھر حضرت بلالؓ چھوٹا نیزہ لے کر نکلے۔ اور وہ مقام اطمح میں جناب رسول اللہ ﷺ کے سامنے لا کر گاڑ دیا۔ اور پھر نماز کی تکبیر کہی۔

ترجمہ۔ کیا مؤذن اپنے منہ کو ادھر ادھر پھیر سکتا ہے۔ کیا اذان کے اندر ادھر ادھر جھانک سکتا ہے حضرت بلالؓ سے ذکر کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے دونوں کانوں میں انگلیاں کر لیتے تھے۔ اور ابن عمرؓ ایسا نہیں کرتے تھے اور ابراہیمؓ بھی فرماتے تھے کہ بغیر وضو اذان کہنے میں

حدیث (۵۹۷) حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ عَمِيرَةَ قَالَ قَالَ نَافِعٌ أَدَّنَ ابْنُ عُمَرَ فِي لَيْلَةِ بَارِدَةَ بِصُجُنَانٍ ثُمَّ قَالَ صَلُّوا فِي رِحَالِكُمْ وَاخْبِرْنَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَأْمُرُ مُؤَدِّنَا يُؤَدِّنُ ثُمَّ يَقُولُ عَلَيَّ ائْتِرَهُ الْأَصْلُو فِي الرِّحَالِ فِي اللَّيْلِ الْبَارِدَةِ أَوْ لَمْ طَيْرَةٌ فِي الشَّفْرِ. الْحَدِيثُ

حدیث (۵۹۸) حَدَّثَنَا سَحَابُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بِالْأَبْطَحِ لَمَّا جَاءَهُ بِلَالٌ فَأَذَنَهُ بِالصَّلَاةِ ثُمَّ خَرَجَ بِلَالٌ بِالْعِزَّةِ حَتَّى رَكَعَهَا بَيْنَ يَدَيِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِالْأَبْطَحِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ

باب هَلْ يَتَّبِعُ الْمُؤَدِّنُ فَاهَ هَهُنَا وَهَهُنَا وَهَلْ يَلْتَفِتُ فِي الْأَذَانِ وَيَذْكُرُ عَنْ بِلَالٍ أَنَّهُ جَعَلَ اصْبَعِيهِ فِي أُذُنِيهِ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَجْعَلُ اصْبَعِيهِ فِي أُذُنِيهِ وَقَالَ اِبْرَاهِيمُ لَا بَأْسَ أَنْ يُؤَدِّنَ

عَلَىٰ غَيْرِ وُضُوءٍ وَقَالَ عَطَاءُ الْوُضُوءُ حَقٌّ
وَسُنَّةٌ وَقَالَتْ عَائِشَةُ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ
يَذْكُرُ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ أَحْيَانِهِ ---

کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن حضرت عطاءؓ فرماتے ہیں کہ وضو
ثابت ہے۔ اور سنت ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ
جناب نبی اکرم ﷺ ہر وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے تھے۔

حدیث (۵۹۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ الْعَنْبَرِيُّ
عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ رَأَىٰ بِلَالَ يُؤَذِّنُ فَجَعَلَتْ آتَتَبِعُ فَأَهْهَنَّا
وَهَهْنَا بِالْأَذَانِ. الْحَدِيثُ

ترجمہ۔ حضرت وہب بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ
میں نے حضرت بلالؓ کو اذان کتے دیکھا۔ میں بھی ان کی اتباع
میں اذان کے اندر اپنے منہ کو ادھر ادھر پھیرتا تھا۔

تشریح از شیخ مدنی۔ اس کے تحت بہت سے آثار ذکر کر دیے جب کی ترجمہ الباب سے مناسبت معلوم نہیں ہوتی۔ اس کا
جواب یہ ہے مصنف کا مقصد محض یہ نہیں ہے کہ تتبع فاہ (منہ کا پھیرنا) جائز ہے۔ بلکہ متلانا یہ ہے کہ جو صلوٰۃ کے لئے شرط ہیں وہ اذان
کے لئے شرط نہیں۔ هل یلتفت فی الاذان ہی سے عدم استقبال قبلہ کی طرف اشارہ ہے۔ ایسے طہارت بھی اذان کے لئے شرط نہیں۔

تشریح از شیخ زکریا۔ یہاں پر شرح نے دو ترکیبیں بیان کی ہیں۔ ایک یہ کہ المؤذن فاعل ہو۔ اور فاہ مفعول ہو۔ اور
دوسرے یہ کہ المؤذن مفعول اور فاہ يتبع کا فاعل ہو۔ مگر دونوں صورتوں میں مطلب ایک ہی ہو گا۔ وہ یہ کہ مؤذن اذان میں اپنے
منہ کو ادھر ادھر پھیرے۔ بہر حال شرح قاطبہ اور مشائخ و اساتذہ جمیعہ یہ فرماتے ہیں کہ امام حاریؒ کی غرض یہ ہے کہ جمیعین
(حی علی الصلوٰۃ) کے وقت تحویل وجہ جائز ہے یا نہیں۔ جمہور کے نزدیک تحویل کرے گا۔ اور لکھیہ کے یہاں ضروری نہیں۔ چاہے
کرے چاہے ترک کر دے۔ اور جو آثار ذکر کئے گئے ہیں ان کی غرض یہ ہے کہ تحویل میں کوئی حرج نہیں۔ میرے نزدیک یہاں پر
ابواب الاذان قسم ہو رہے ہیں۔ اور آئندہ ابواب الجماعۃ شروع ہو رہے ہیں۔ لہذا جیسے مصنفین کتاب کے آخر میں ایک باب
مسائل شعی کا ذکر فرماتے ہیں۔ اسی طرح امام حاریؒ نے یہ باب بطور مسائل شعی کے ذکر فرمایا ہے۔ اور ان آثار مذکورہ فی الباب سے
مصنف کی غرض صرف تحویل وجہ نہیں بلکہ مختلف مسائل ہیں۔ ویذکر عن بلال الخ شرح فرماتے ہیں کہ جب اذان کے وقت کان
میں انگلی داخل کرنے نہ کرنے میں کوئی فرق نہیں کہ حضرت بلالؓ داخل کرتے تھے اور حضرت عمرؓ داخل نہیں کرتے تھے۔ تو اسی طرح
تحویل میں بھی ہے خواہ کرے یا نہ کرے۔ اور میرے نزدیک ایک دوسرا مسئلہ ہے وہ یہ کہ اذان کتے ہوئے کیا انگلیاں کانوں میں داخل کر
ے یا نہ کرے۔ امام حاریؒ کی رائے یہ ہے کہ نہ کرے اس لئے کہ انہوں نے حضرت بلالؓ کا اثر بصیغہ تمویض نقل کیا ہے۔ جس سے اثبا
ت معلوم ہوتا ہے۔ اور حضرت ابن عمرؓ کا اثر بصیغہ جزم نقل کیا ہے جس سے نفی ہوتی ہے۔ وقال ابراہیم الخ شرح فرماتے ہیں کہ
اذان وضو کے ساتھ اور بغیر وضو دونوں طرح جائز ہے تو اذان اور نماز میں فرق ہو گیا۔ نماز میں تو ممنوع ہے اور اذان میں نہیں۔

اور میرے نزدیک ایک دوسرا مسئلہ ہے وہ یہ کہ آیا اذان بلا وضو کے یا بلا وضو۔ نیز شرح نے اس باب کی غرض میں لکھا ہے کہ چونکہ مالکیہ کے نزدیک التفات نہیں کرے گا۔ اس لئے امام حثاری نے ان کی تردید میں یہ باب منعقد فرمایا ہے۔ مگر موسیقی جو فقہ مالکیہ میں ایک مستند کتاب ہے۔ اس کے اندر انہوں نے اپنا مذہب لکھا ہے کہ سب برابر ہے جیسے چاہے کرے۔ جمہور کے نزدیک التفات اولیٰ ہے۔ اور اگر منارہ پر ہے اور وہ تنگ ہے تو منہ کو دونوں جانب نکالے۔ مالکیہ کے نزدیک منہ نکالنے کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح کانوں کے اندر انگلیاں دینا جمہور کے نزدیک ہے مالکیہ اس کا بھی انکار کرتے ہیں اور امام حثاری کا میلان بھی اسی مسئلہ میں مالکیہ کی طرف ہے۔ بہر حال امام حثاری نے لفظ هل لاکر ان مسائل کے اختلاف کی طرف اشارہ کیا۔

ترجمہ۔ کیا آدمی یہ کہہ سکتا ہے کہ ہم سے نماز فوت ہو گئی ان سیرین اس کو مکروہ فرماتے ہیں بلکہ لم ندرک کہنا چاہیے کہ ہم نماز کو نہیں پاسکے لیکن نبی اکرم ﷺ کا قول یہ زیادہ صحیح ہے اس میں من فاتتہ صلوة واقع ہوا ہے

باب قَوْلِ الرَّجُلِ فَاتَتْنا الصَّلوةُ
وَكِرَهُ ابْنُ سِيرِينَ أَنْ يَقُولَ
فَاتَتْنا الصَّلوةُ وَيُقَالُ لَمْ نُدْرِكْ
وَقَوْلُ النَّبِيِّ ﷺ أَصَحُّ -

ترجمہ۔ حضرت ابو قتادہ فرماتے ہیں کہ اندریں حالت کہ ہم جناب نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ آپ نے کچھ آدمیوں کی آوازیں سنیں۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو پوچھا کہ تمہارا کیا حال تھا۔ کہنے لگے کہ ہم نماز میں جلدی پہنچنا چاہتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ آئندہ ایسا نہ کرو۔ جب نماز کیلئے آنا ہو تو سکون و اطمینان کو لازم پکڑو۔ جو کچھ پالو اس کو تو پڑھ لو اور جو فوت ہو جائے اسے پورا کرو۔

حدیث (۶۰۰) حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ الْخَمَّ عَنْ
أَبِي قَتَادَةَ بَيْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ إِذْ سَمِعَ
جَلْبَتَرِ جَالٍ فَلَمَّا صَلَّى قَالَ مَا شَأْنُكُمْ قَالُوا اسْتَعْجَلْنَا
إِلَى الصَّلوةِ قَالَ فَلَا تَفْعَلُوا إِذَا اتَيْتُمُ الصَّلوةَ
فَعَلَيْكُمْ الشَّكِيئَةُ فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا وَمَا فَاتَكُمْ
فَاتَمُّوا . الحدیث ...

تشریح از شیخ مدنی۔ آپ نے بعض بعض الفاظ کا اطلاق کرنا جائز نہیں فرمایا جیسے نسبت القرآن اس کے مطابق ان سیرین فاتت الصلوة کہنا پسند نہیں کرتے تھے۔ مگر مصنف نے آنحضرت ﷺ کے قول کو ترجیح دینا چاہتے ہیں کہ روایت میں فاتکم کے الفاظ موجود ہیں۔

باب وَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا وَمَا فَاتَكُمْ
ترجمہ۔ جو کچھ حاصل کر لو اس کو پڑھو اور جو

فَاتِمُوْا قَالَهُ أَبُو قَتَادَةَ

عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

اور جو فوت ہو جائے اسے پورا کرو اس کو حضرت
ابو قتادہ نے جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا ہے

ترجمہ۔ دوسروں کے ساتھ حضرت ابو ہریرہؓ جناب
نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جب تم
عکبیر سنو تو نماز کی طرف چل پڑو سکون اور وقار کو ملحوظ رکھو اور
جلدی نہ چلو پس نماز کا جو حصہ مل جائے اسے تو پڑھو اور جو
رہ جائے اس کو پورا کرو۔

حدیث (۶۰۱) حَدَّثَنَا أَبُو الْخَيْثَمِ عَنْ أَبِي
هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَعَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِذَا سَمِعْتُمْ
الْإِقَامَةَ فَامْشُوا إِلَى الصَّلَاةِ وَعَلَيْكُمْ السَّكِينَةُ
وَالْوَقَارُ وَلَا تُسْرِعُوا فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا وَمَا فَاتَكُمْ
فَاتِمُوا. الحدیث

تشریح از شیخ زکریا۔ چونکہ ابھی روایت میں یہ لفظ آگیا تھا اور مسئلہ وسیع الاختلاف ہے اسلئے اس کا مستقل باب باندھ دیا

اول یہ سنو! یہ حدیث دو طرح سے نقل گئی ہے ایک ما اور کتم فصلوا اور دوسرے ما ادر کتم فصلوا او ما فاتکم فاقضوا تو
ما ادر کتم فصلوا اتو دونوں میں مشترک ہے مگر آخری جملہ میں اختلاف ہو گیا۔ کیونکہ ایک میں ما فاتکم فاقضوا اور دوسرے میں
فاقضوا اول کا مطلب یہ ہے کہ جو نماز آخر کی رہ جائے اس کو تام کر لو اور ثانی کا مطلب یہ ہے کہ جو نماز پہلی رہ گئی اس کو پورا کرو اس اختلاف
روایت کی بنا پر ائمہ میں باہم اختلاف ہو گیا۔ حضرت امام شافعیؒ اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ فاقضوا والی روایت راجح ہے۔ اور امام ابو حنیفہؒ
فاقضوا والی روایت کو راجح قرار دیتے ہیں اور حضرت امام مالکؒ دو روایتوں میں جمع فرماتے ہیں کہ فاقضوا باعتبار افعال کے اور فاقضوا
باعتبار اقوال کے ہے جو حضرات فاقضوا کے قائل ہیں وہ فرماتے ہیں کہ یہ لفظ روایات کثیرہ میں وارد ہے۔ حضرت امام اعظمؒ فرماتے ہیں
کہ روایات صرف فاقضوا و فاقضوا میں مضر نہیں ہیں۔ یہاں اگر تعارض ہو گیا تو دوسری روایت میں فلیقض وارد ہے۔ لہذا اس کی
وجہ سے فاقضوا والی روایت راجح ہوگی۔ اس میں اختلاف یوں ہو گا کہ ایک آدمی امام کے ساتھ رکعت رابعہ میں شریک ہو۔ جو حضرات
فاقضوا کو ترجیح دیتے تھے وہ فرماتے ہیں کہ وہ رکعت مع الامام اس کی پہلی نماز ہوگی اور باقی جو منفرد پڑھے گا وہ اس کی آخری نماز ہوگی
اس لئے کہ اتمام کے معنی پورا کرنے کے ہیں۔ لہذا اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے سے کوئی چیز ناقص ہے جس کو وہ پورا کرے۔ اب اس کی
صورت کیا ہوگی۔ وہ حضرات فرماتے ہیں چونکہ یہ رکعت مع الامام اس کی ابتدا کی نماز ہوگی اس کے پورا کرنے کے بعد جلوس کرے گا تہجد
پڑھے گا۔ پھر تیسری اور چوتھی رکعت پڑھے گا۔ اور آخر میں بیٹھے گا۔ اور جو حضرات فاقضوا کو راجح قرار دیتے ہیں جیسے امام صاحبؒ اور امام
یوسفؒ تو ان حضرات کے نزدیک اس نے جو ایک رکعت امام کے ساتھ پڑھی ہے وہ اس کی اخیر نماز ہوگی اور اس کی تین ابتدا کی رکعات

فوت ہو گئی ہیں۔ لہذا امام کے سلام پھیرنے کے بعد اس کو قضا کرے گا اور جب وہ قضا کرنے والا ہو گا تو وہ امام کے ساتھ سلام کے بعد جب اٹھے گا تو نساء اور تعوذ پڑھے گا۔ فاتحہ اور ضم صورت بھی کرے گا۔ نیز امام کے سلام کے بعد دو رکعتیں پڑھ کر قعدہ لوٹی کرے گا۔ اور پھر تیسری پڑھ کر قعدہ اخیر کرے گا۔ حضرت امام مالکؒ نے دو نورواتیوں میں جمع کر دیا کہ اتمام تو افعال میں ہو گا۔ لہذا امام کے سلام پھیرنے کے بعد جب دوسری رکعت کے لئے اٹھے گا تو اس کو پوری کر کے بیٹھے گا۔ کیونکہ امام کے ساتھ والی پہلی تھی۔ اور یہ دوسری ہے اور اقوال کے اندر قضا ہے۔ لہذا قرآۃ بھی کرے گا اور ضم صورت بھی۔ حضرت امام محمدؒ بھی یہی فرماتے ہیں جو امام مالکؒ نے فرمایا صرف تھوڑا سا فرق ہے۔ جو اجز المسالک میں مذکور ہے کہ اقوال میں صرف قرآۃ ہے یا لنا وغیرہ بھی ہے۔ اب فتویٰ انہی کے قول پر ہے۔ اور میری رائے ہے کہ اختلاف لفظی ہے۔ اس لئے کہ جو حضرات اتمام کے قائل ہیں وہ بھی فرماتے ہیں قرآۃ کرے گا اس رکعت میں جو امام کے سلام کے بعد شروع کرنے والا ہوا ہے اور بعض سلف کے نزدیک اتمام حقیقی ہے بالکل قرآت نہ کرے گا۔ اور بعض سلف سے منقول ہے کہ قرآۃ فاتحہ اور ضم سورۃ سب ہی کچھ کرے گا۔ امام والی رکعت میں اس لئے کہ یہ اس کی اوّل نماز ہے۔ اب یہاں ایک دوسرا مسئلہ ہے جو کتاب الجمعہ سے متعلق ہے۔ وہ یہ ہے کہ یہ روایت خواہ فاقضوا کے لفظ کے ساتھ ہو یا اتموا کے لفظ کے ساتھ ہو۔ حنفیہ کی اس بات کی تائید کرتی ہے کہ اگر کوئی شخص جمعہ کے دن مسجد میں آیا اور امام کو دیکھا کہ اس نے دوسری رکعت کا رکوع بھی کر لیا اور وہ پھر بھی امام کے ساتھ شریک ہو گیا تو وہ جمعہ ہی پورا کرے گا۔ اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ظہر پوری کرے گا۔ دار فطنی کی روایت میں ادرك رکعت من الجمعة فقد ادرك جس نے جمعہ کی ایک رکعت پالی اس نے جمعہ پایا سے استدلال کرتے ہیں۔ احناف فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے ما فاتکم فاتموا تو ما فات کے اتمام یا قضا کا امر فرمایا ہے۔ اور ما فات جمعہ ہے۔ لہذا جمعہ قضا کرے گا۔

ترجمہ۔ تکبیر کے وقت جب لوگ امام کو دیکھیں تو کس وقت کھڑے ہو جائیں۔

باب مَتَى يَقُومُ النَّاسُ إِذَا رَأَوْا الْإِمَامَ عِنْدَ الْإِقَامَةِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو قتادہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب نماز کی تکبیر کہی جائے تو اس وقت نہ کھڑے ہو جب تک تم مجھے نہ دیکھ لو۔

حدیث (۶۰۲) حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ بْنُ أَبِرَاهِيمٍ الخ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَقُومُوا حَتَّى تَرَوْنِي ...

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ یہ حقیقت میں دو جملے ہیں ایک جملہ نہیں ہے۔ تاکہ تلاش کرنے کی ضرورت پیش آئے کہ ادا ظرف ہے تو کس کا ہے۔ اور اگر شرط ہے تو اس کی جزا کیا ہے۔ بلکہ اولاً امام حاری نے ایک سوال قائم کیا کہ متى يقوم الناس اور پھر خود ہی اس کا جواب دے دیا کہ اذا راوا الامام اس میں اختلاف ہے کہ مقتدی کس وقت کھڑے ہوں

حنفیہ کے نزدیک جب مکبر حی علی الفلاح پر پہنچے۔ اور شافعیہ کے نزدیک تکبیر شروع ہونے پر اور اسی پر آجکل عمل ہے۔ اور اسی کی طرف امام بخاری کا میلان ہے۔ اور تنبلہ کے نزدیک جب مکبر۔ لدا قامت الصلوٰۃ کہنے لگے۔

باب لَا يَقُومُ إِلَى الصَّلَاةِ مُسْتَعَجِلًا
وَلِيَقُمَ إِلَيْهَا بِالسَّكِينَةِ وَالْوَقَارِ -

ترجمہ۔ نماز کے لئے جلدی کھڑا نہ ہو۔ بلکہ سکون اور وقار کے ساتھ کھڑا ہو۔

ترجمہ۔ حضرت ابو قتادہ ؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب نماز کے لئے تکبیر کہی جائے تو اس وقت تک کھڑے نہ ہونا چاہیے جب تک کہ مجھے نہ دیکھ لو تم پر سکون و اطمینان لازم ہے۔

حدیث (۶۰۳) حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ النَّخَعِيُّ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا قِيَمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَقُومُوا حَتَّى تَرَوْنِي وَعَلَيْكُمْ السَّكِينَةُ تَابِعَهُ عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارِكِ . الْحَدِيثُ

تشریح از شیخ زکریا۔ حضرت امام بخاری کی عادت شریفہ یہ ہے کہ ایک روایت ذکر فرماتے ہیں اس سے کوئی مسئلہ ثابت کرتے ہیں تو پھر اس سے جتنے مسائل ثابت ہوتے ہیں ان کو منعقد کر کے ثابت کرتے رہتے ہیں۔ یہاں پر میرے نزدیک غرض یہ ہے کہ چونکہ قرآن پاک میں فاسعوا الی ذکر اللہ کا حکم آیا ہے جس سے بظاہر سعی یعنی دوڑنے کا امر عند الاذان معلوم ہوتا ہے۔ تو حضرت امام بخاری نے تہیہ فرمادی کہ سعی یہاں دوڑنے کے معنی میں نہیں۔ بلکہ شدت و اہتمام کے معنی میں ہے۔

باب هَلْ يَخْرُجُ مِنَ الْمَسْجِدِ لِعَلَّةٍ

ترجمہ۔ کیا اذان کے بعد کسی وجہ سے مسجد سے نکل سکتا ہے

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ اس حال میں ہمارے پاس تشریف لائے کہ تکبیر کہی جا چکی تھی۔ اور صفیں برابر ہو چکی تھیں۔ یہاں تک کہ آپ مصلیٰ پر آکر کھڑے ہو گئے۔ ہم انتظار میں تھے کہ ابھی اللہ اکبر کہیں گے کہ اس مقام سے ہٹتے ہوئے فرمایا کہ تم اپنے اسی مقام پر ٹھہرے رہو۔ ہم اپنی حالت پر ٹھہرے رہے یہاں تک کہ آپ ہمارے پاس اس حال میں تشریف لائے کہ آپ غسل کر چکے تھے۔ اور آپ کا سر مبارک ابھی تک پانی نہ نکارا تھا۔

حدیث (۶۰۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْخَلَفِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ خَرَجَ وَقَدْ أُقِيَمَتِ الصَّلَاةُ وَعُدَلَّتِ الصُّفُوفُ حَتَّى إِذَا قَامَ فِي مَضَلَّاهُ أَنْتَظِرْنَا أَنْ يُكْبِرَ أَنْصَرَفَ قَالَ عَلِيُّ مَكَارِبِكُمْ فَمَكَّنَا عَلَى هَيْبَتِنَا حَتَّى خَرَجَ الْيَابِنُطْفُ رَأْسَهُ مَاءً وَقَدْ اغْتَسَلَ

تشریح از شیخ زکریاؒ - مسلم شریف میں ہے کہ ایک شخص اذان کے بعد مسجد سے نکل کر جانے لگا تو حضرت ابو ہریرہؓ نے

فرمایا کہ اما هذا فقد عصى ابا القاسم ﷺ کہ اس شخص نے جناب رسول اللہ ابو القاسم کی نافرمانی کی ہے۔ اس سے بظاہر ایہام ہوتا ہے خواہ بضرورت نکلنے یا بلا ضرورت بہر حال وہ عاصی ہو جائے گا تو حضرت امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمادی کہ اگر کسی ضرورت سے نکلے تو جائز ہے لیکن جس روایت سے استدلال فرمایا ہے۔ اس کے اندر احتمال ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ خاص یا حاجت خاصہ پر محمول ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ روایت اس سے مقدم ہو یا مؤخر ہو لہذا ترجمہ میں لفظ هل ذکر فرمایا ہے۔ وقد اقيمت الصلوة یہ روایت مشکلات میں شمار کی گئی ہے۔ اشکال ابو اب الامامة میں نے یہاں پر تنبیہ کر دی تاکہ یاد رہے۔ اسلئے کہ امام بخاریؒ کی عادت یہ ہے کہ جو روایت ان کے مذہب کے موافق ہو اس کو تو وہ اس کی اصل جگہ پر ذکر کرتے ہیں۔ اگر ان کے مذہب کے موافق نہ ہو تو اس کو کسی اور جگہ ذکر فرماتے ہیں یہاں مسئلہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے نماز پڑھنا شروع فرمادی تھی پھر اس کے بعد نکلے یا شروع نہیں فرمائی تھی۔ بلکہ شروع کرنے سے پہلے ہی نکل گئے تھے۔ بعض روایات میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے نماز شروع کر دی تھی اور بعض روایات میں ہے کہ شروع نہیں فرمائی تھی۔ جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ آپؐ نے نماز شروع فرمادی تھی وہ فرماتے ہیں کہ اگر امام بھول کر بلا وضو نماز پڑھا دے اور پھر اس کو یاد آئے تو مقتدیوں کی نماز ہو گئی اور امام کی نماز نہیں ہوئی لہذا میں تنبیہ کرتا ہوں کہ یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ابھی نماز شروع نہیں فرمائی تھی۔ پھر یہ سنو ! بعض روایات میں تو یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ تشریف لائے اور تکبیر تحریمہ کہی اور پھر انصراف فرمایا۔ اور لوگوں کو ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ پر رہو۔ دوسری روایت میں ہے انتظار نا ان یکبر انصرف شرح نے ان دونوں کو ایک ہی واقعہ پر حمل کیا ہے۔ کہ تکبیر کے بعد پھر تشریف لے گئے۔ اور خفیہ نے بھی یہی کہا ہے۔ لیکن انہوں نے فکیر والی روایت کو انتظار نا ان یکبر پر محمول کیا ہے۔ مگر میرے نزدیک یہ دونوں روایتیں دو واقعوں پر محمول ہیں۔ انتظار نا ان یکبر تو حالت جنابت پر محمول ہے۔ کہ حضور اکرم ﷺ کو غسل کی حاجت تھی۔ مسجد میں تشریف لائے اور ابھی تکبیر نہیں فرمائی تھی کہ یاد آ گیا۔ اور قبل ان تکبیر فی الصلوة من الصلوة والی روایت حدیث پر محمول ہے۔ یہاں درمیان صلوٰۃ میں ایسا ہوا کہ حضور اقدس ﷺ پر نوم کا غلبہ ہو سکتا ہے تو کیا حدیث لاحق نہیں ہو سکتا۔ اور یہ چیز شان نبوت کے خلاف نہیں ہے۔ اس سے تکمیل تعلیم فعلی ہوتی ہے۔ اور میری دلیل یہ ہے کہ یہ کبر والی روایت حدیث پر محمول ہے کہ حضرت امام محمدؒ نے اسی باب الحدیث فی الصلوة کا باب باندھا ہے۔ مولانا عبدالحیؒ نے امام محمدؒ پر اعتراضات کئے ہیں۔ جن کو میرے حضرت نے بھی نقل کیا ہے۔ اور جوابات بھی دیئے ہیں۔ لیکن میرے نزدیک کوئی اشکال ہی نہیں۔ کیونکہ جب حضور ﷺ پر نیند کا غلبہ ہو سکتا ہے۔ تو لاحق حدیث میں کیا اشکال ہے۔ جبکہ شان نبوت کے منافی بھی نہیں ہے اس پر مفصل بحث اجز میں مل جائے گی۔

ترجمہ۔ جب امام کے تو تم اپنی جگہ پر رہو یہاں تک کہ میں واپس آوں تو ان کو امام کا انتظار کرنا چاہیے۔

باب إِذَا قَالَ الْإِمَامُ مَكَانَكُمْ
حَتَّى يُوجَعَ أَنْتُمْ لَوْؤُهُ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ بکبیر کسی جاچکی تھی لوگوں نے صفوں کو ٹھیک کر لیا تھا حضور رسول اکرم ﷺ تشریف لائے تو جنابت کی حالت میں آگے بڑھے۔ پھر فرمایا اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو۔ واپس تشریف لائے تو غسل فرما چکے تھے۔ پھر اس حال میں تشریف لائے کہ سر مبارک پانی کے قطرے ٹپکاتا تھا۔ پھر آپ نے ان لوگوں کو نماز پڑھائی۔

حدیث (۶۰۵) حَدَّثَنَا اسْحَاقُ الْخَنْزَلِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَقِيمَتِ الصَّلَاةَ فَسَوَّى النَّاسَ صُفُوفَهُمْ فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَتَقَدَّمَ وَهُوَ جُنْبٌ ثُمَّ قَالَ عَلَى مَكَانِكُمْ فَرَجَعَ فَأَغْتَسَلَ ثُمَّ خَرَجَ وَرَأْسُهُ يَقْطُرُ مَاءً فَصَلَّى بِهِمْ ..

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اگر نماز سے پہلے ہو تو کوئی غلجیان نہیں امام کا انتظار کیا جائے اگر نماز میں یہ بات پیش آجائے تو اختلاف ضروری ہے۔ تو مسئلہ یہ ہوا کہ اگر امام کو کوئی ضرورت پیش آجائے تو انتظار کرنا چاہیے اور اس کا انتظار لوٹی اور بہتر ہے۔ مگر اس سے وہ امام مروا ہے جو تنخواہ نہ لے۔ امام بخاری نے جو روایت اس باب کے اندر ذکر فرمائی ہے اس کا ذکر دوسری کتب کے اندر بھی ہے مگر دونوں میں فرق اتنا ہے کہ اس روایت سے معلوم ہوا کہ بکبیر تحریرہ سے قبل حضور اکرم ﷺ واپس لوٹ گئے۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ بکبیر یعنی حضور اقدس ﷺ نے بکبیر شروع فرمادی تھی اس کے بعد واپس لوٹے اس روایت سے امام شافعیؒ نے استدلال فرمایا ہے۔ اس مسئلہ پر کہ اگر مقتدی امام سے پہلے بکبیر کہ دے اور پھر امام کے اور دونوں کے اخیر میں ایک دوسرے سے مشارکت ہو جائے تو کافی ہے ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ وہاں تو حضور ﷺ نے دوبارہ بکبیر کسی پہلی بکبیر کافی نہ ہوئی۔ اس لئے اس روایت سے استدلال صحیح نہیں ہے۔ اب یہاں حدیث میں ایک مسئلہ ہے کہ بکبیر کے بعد اگر کسی ضرورت کی وجہ سے امام باہر جائے تو شافعیہ کے نزدیک مقتدی کھڑے ہو کر اس کا انتظار کریں گے۔ ائمہ خلافت کے ہاں انتظار نہ ہوگا۔ بعض شرح نے کھینچ جان کر ترجمہ کی غرض یہ بیان کی ہے لیکن یہ محض تکلف ہی تکلف ہے۔

ترجمہ۔ کیا آدمی یہ کہہ سکتا ہے کہ ہم نے نماز نہیں پڑھی

باب قَوْلِ الرَّجُلِ مَا صَلَّيْنَا

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ خبر دیتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کے پاس خندق کی لڑائی میں حضرت عمر بن الخطابؓ آکر کہنے لگے کہ یا رسول اللہ۔ اللہ کی قسم میں نماز نہیں پڑھ سکا یہاں تک کہ سورج ڈوبنے کے قریب ہو گیا اور یہ اس کے بعد تھا جبکہ روزہ دار روزہ افطار کرتا ہے تو جناب رسول اللہ ﷺ نے

حدیث (۶۰۶) حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ الْخَنَّازِيُّ عَنْ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ جَاءَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَوْمَ الْخَنْدَقِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا كِدْتُ أَنْ أُصَلِّيَ حَتَّى كَادَتِ الشَّمْسُ تَغْرُبُ وَذَلِكَ بَعْدَ مَا أَفْطَرُ الصَّائِمُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَا صَلَّيْتَهَا فَزَوَّلَ النَّبِيُّ ﷺ

إِلَى بُطْحَانَ وَأَنَامَهُ فَتَوَضَّأُ ثُمَّ صَلَّى الْعَصْرَ بَعْدَ
مَآغْرِبِ الشَّمْسِ ثُمَّ صَلَّى بَعْدَهَا الْمَغْرِبَ الْحَدِيثُ

فرمایا اللہ کی قسم میں نے بھی نماز نہیں پڑھی پس نیچے اترے
بطحان پہنچے۔ میں بھی ان کے ہمراہ تھا۔ پس آپ نے وضو کیا

سورج غروب ہونے کے بعد آپ نے عصر کی نماز پڑھی اس کے بعد مغرب کی نماز کو ادا فرمایا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ جیسے ابن سیرین فاتننا الصلوة کی کراہت کے قائل ہیں۔ ایسے امام نفعی ماصلینا کہنے کی کراہت

کے قائل ہیں۔ کیونکہ یہ ایک قسم کی بے اعتنائی ہے بلکہ رعوت ہے حضرت امام بخاری اس پر رد فرماتے ہیں کہ ایسا کہنے میں کوئی حرج نہیں
حضرت شاہ صاحب نے اصول تراجم میں لکھا ہے کہ ہمالو قات تراجم لیلی الجداوی ہوتے ہیں یعنی ان کا فائدہ کم ہوتا ہے۔ مگر فی الواقع
وہ ایک معنی کو لئے ہوتے ہیں۔ اور عزیز الفائدہ ہوتے ہیں۔ اس کی مثال حضرت شاہ صاحب نے اسی باب سے دی ہے کہ بظاہر یہ کوئی بات
نہیں ہوئی۔ مگر اس کا باطن یہ ہے کہ یہ نفعی پر رد ہے۔ جو اس کی کراہت کے قائل ہیں اور میں نے پہلے ہی کہا ہے کہ بخاری کے پڑھنے
پڑھانے میں اسی کو لطف آئے گا جو اختلاف آثار پر مطلع ہوں صلی یعنی العصر الخ میں یہ بتا چکا ہوں کہ بخاری شریف کی روایت سے
معلوم ہو چکا ہے کہ صرف عصر کی نماز فوت ہوئی اور تردی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ چار نمازیں فوت ہوئیں اس میں محدثین اور
موجہین کے اقوال نقل کر چکا ہوں یہاں پر روایت میں واللہ ما کدت ان اصلی آیا ہے اس سے اس باب پر استدلال کیا گیا ہے۔ کیونکہ
یہ جملہ مفہوم اور قال کے اعتبار سے ماصلینا کے معنی میں ہے ایسے ہی آگے چل کر روایت میں ہے ماصلیتھا اس سے بھی میرے نزدیک
ایک باب ثابت ہو سکتا ہے۔ اگرچہ دوسرے عثمان نے اس کا انکار فرمادیا۔ کیونکہ یہ قول الرجل نہیں ہے۔ بلکہ قول الرسول ہے۔ مگر چونکہ
حضور ﷺ کے قول سے اس کے جواز پر استدلال کیا گیا ہے۔ لہذا قول الرجل ماصلینا حضور اکرم ﷺ کے قول کی وجہ سے جائز ہے۔

باب الْإِمَامِ تَعْرُضُ لَهُ الْحَاجَةُ

ترجمہ۔ تکبیر کے بعد امام کو ضرورت پیش آجائے

بَعْدَ الْإِقَامَةِ

تو کیا کیا جائے۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ تکبیر کسی جاہلی
تھی کہ نبی اکرم ﷺ مسجد کے ایک کونے میں کسی آدمی سے
سرگوشی کرنے لگے پس نماز کے لئے کھڑے نہ ہو سکے یہاں تک
کہ قوم سو گئی۔

حدیث (۶۰۷) حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ أَخْبَرَنَا عَنْ
أَنَسٍ قَالَ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ وَالتَّيْبُ ﷺ يُنَاجِي
رَجُلًا فَمَجِبَ الْمَسْجِدَ فَمَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ
حَتَّى نَامَ الْقَوْمُ . الْحَدِيثُ

تشریح از شیخ زکریا۔ حاصل یہ ہے کہ تکبیر کے بعد امام کو نماز شروع کرنا لازم نہیں۔ اگر کسی ضرورت سے دیر ہو جائے

تو جائز ہے۔ اگرچہ فقہانے میان فرمایا کہ اگر زیادہ تاخیر ہو جائے تو تکبیر کا اعادہ ہوگا۔ بنا جی رجلا کسی اہم بات پر گفتگو ہو رہی تھی۔

ترجمہ۔ تکبیر کسی جاچکے تو کلام کرنا کیسا ہے

باب الْكَلَامِ إِذَا قِيمَتِ الصَّلَاةِ

حدیث (۶۰۸) حَدَّثَنَا عِيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ الْخِزَامِيُّ قَالَ سَأَلْتُ ثَابِتَ الْبُنَائِيَّ عَنِ الرَّجُلِ يَتَكَلَّمُ بَعْدَ مَا تَقَامَتِ الصَّلَاةُ فَحَدَّثَنِي عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ أَقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَعَرَضَ لِلنَّبِيِّ ﷺ رَجُلٌ فَحَبَسَهُ بَعْدَ مَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ . الْحَدِيثُ

ترجمہ۔ حمید فرماتے کہ میں نے حضرت ثابت بن ابی بنانہ سے اس آدمی کے متعلق سوال کیا جو تکبیر کے جانے کے بعد کلام کرتا ہے۔ تو انہوں نے مجھے حضرت انس بن مالک سے حدیث بیان کی کہ تکبیر ہو چکی تھی کہ ایک آدمی جناب نبی اکرم ﷺ کے سامنے پیش آیا۔ اور آپ کو تکبیر کے جانے کے بعد روک لیا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ قد قامت الصلوة کے بعد بعض علمائے کلام کو مکروہ کہا ہے۔ امام بخاری نے اس کا جواز ثابت فرمایا

اس باب کی غرض یہی ہے جو پہلے باب کی تھی۔ البتہ یہ بھی احتمال ہے کہ یہاں خطبہ سے استثناء کرنا مقصود ہو کہ خطبہ کے درمیان کلام جائز نہیں۔

ترجمہ۔ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا واجب ہے حضرت حسن بھری نے فرمایا کہ اگر کسی نمازی کو اس کی ماں عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے سے روکے تو اس کا کہنا نہ مانے حالانکہ والدین کی اطاعت فرض ہے۔

باب وُجُوبِ صَلَاةِ الْجَمَاعَةِ وَقَالَ الْحَسَنُ إِنَّ مَنَعْتَهُ أُمَّهُ عَنِ الْعِشَاءِ فِي الْجَمَاعَةِ شَفَقَةٌ لَمْ يُطْعَمَ

حدیث (۶۰۹) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ الْعَدَنِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ مَمَمْتُ أَنْ أَمُرَ بِحَطْبٍ لِيُحَطَبَ لِمَنْ أَمَرَ بِالصَّلَاةِ فَيُؤَذَّنَ لَهَا ثُمَّ أَمُرَ رَجُلًا فَيُؤَمُّ النَّاسَ ثُمَّ أَخَالَفَ إِلَى رِجَالٍ فَأُحْرِقَ عَلَيْهِمْ بَيوتُهُمْ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ يَعْلَمُ أَحَدُهُمْ أَنَّهُ يَجِدُ عَرْقًا سَمِينًا أَوْ مَرْمَاتَيْنِ حَسَنَتَيْنِ لَشَهِدَ الْعِشَاءَ

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ میرا پکا ارادہ ہوا کہ لکڑیاں اکٹھی کرنے کا حکم دوں تاکہ وہ اکٹھی ہوں پھر نماز کی اذان کہنے کیلئے کسی کو حکم دوں اور کسی آدمی سے کہہ دوں کہ وہ لوگوں کی امامت کرے پھر ان نہ آنے والے لوگوں کے پاس جاؤں اور ان پر ان کے گھروں کو جلا دوں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میرے جان ہے۔ کہ ان میں سے کسی ایک کو

پتہ چل جائے کہ وہاں مسجد میں کوئی موٹی تازی گوشت والی ہڈی ملے گی یا اچھے اچھے بھری کے کھر ملیں گے تو وہ ضرور عشاء کی نماز میں حاضر ہوں گے۔

تشریح از شیخ زکریا - حضرت امام بخاری کے اصول میں سے ہے کہ جہاں اختلاف ائمہ یا اختلاف روایات زیادہ وسیع

ہو تاہم وہاں کوئی حکم نہیں لگاتے۔ بلکہ ترجمہ مجمل ذکر کر دیتے ہیں۔ مگر جہاں کوئی مذہب یا ایک روایت دلائل سے واضح ہو جائے تو اس پر حکم لگا دیتے ہیں یہ اس کی مثال ہے۔ یہاں جماعت میں پانچ مذاہب ہیں۔ اول بعض ظاہر یہ کے نزدیک جماعت شرط صحت صلوٰۃ ہے۔ اگر ترک کر دی گئی تو نماز ہی نہ ہوگی۔ اور حنبلیہ کے یہاں رائج یہ ہے کہ واجب ہے ترک کرنے سے ترک واجب کا گناہ ہوگا نماز ہو جائے گی یہ دوسرا قول ہے۔ اور ائمہ ثلاثہ کے مذہب میں ایک قول یہ ہے کہ جماعت فرض کفایہ ہے یہ تیسرا قول ہے۔ اور آئمہ ثلاثہ کے نزدیک رائج یہ ہے کہ سنت مؤکدہ ہے۔ یہ قول رائج ہے۔ اور علماء کے نزدیک مستحب ہے یہ قول خامس ہے۔ اب امام بخاری کا رجحان ظاہر یہ کی طرف ہو یا حنبلیہ کے قول رائج کی طرف ہو دونوں محتمل ہیں۔ قال الحسن الخ اس سے استدلال یوں ہے کہ اطاعت والدین واجب ہے اور ترک واجب جب ہی ہوگا جبکہ اس کے مثل یا اس سے قوی موجود ہو۔ ہم عرف سمین کا ترجمہ چکنی ہڈی اور مومنین معنی بھری کا ٹھہر یاد تیر بہر حال کسی حقیر چیز کے ملنے کی امید ہو تب بھی عشاء میں کام کاج نیند آرام چھوڑ کر ضرور حاضر ہوں گے۔ مگر صحابہ کرام کے ترجیحات میں سے تو نہیں ہو سکتا وہ تو قربانیاں دینے والے لوگ تھے۔ البتہ منافقین کے بارے میں ہو سکتا ہے کہ وہ سرے سے نماز ہی کے تارک ہوتے ہیں۔

ترجمہ۔ جماعت کی نماز کی فضیلت۔ حضرت

اسود سے جب جماعت غوث ہو جاتی تو وہ دوسری مسجد کی طرف چلے جاتے۔ اور حضرت انس بن مالک جب کسی ایسی مسجد میں پہنچتے جہاں نماز پڑھی جا چکی ہوتی تو وہ اذان کہتے تکبیر پڑھتے اور جماعت سے نماز ادا کرتے تھے۔

باب فَضْلُ صَلَاةِ الْجَمَاعَةِ

وَكَانَ الْأَسْوَدُ إِذَا فَاتَتْهُ الْجَمَاعَةُ

ذَهَبَ إِلَى مَسْجِدٍ آخَرَ وَجَاءَ أَنَسُ بْنُ

مَالِكٍ إِلَى مَسْجِدٍ قَدْ صَلَّى فِيهِ فَأَذَنَ

وَأَقَامَ وَصَلَّى جَمَاعَةً -

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ

جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جماعت کی نماز اکیلے کی نماز سے ستائیس درجہ زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔

حدیث (۶۱۰) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ الْع

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ

صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلَاةِ الْفِدْيِ سَبْعَ وَعِشْرِينَ

دَرَجَةً

تشریح از شیخ زکریا۔ بعض شرح فرماتے ہیں کہ مذاہبِ خمسہ دو بلاوں میں آگئے۔ اس لئے دونوں بلاوں سے امام بخاری نے مذاہبِ خمسہ کی طرف اشارہ فرمادیا۔ مگر میرے نزدیک یہ غرض نہیں ہے بلکہ جیسے امام بخاری نے زکوٰۃ کے فضائل بیان فرمائے ہیں اسی طرح یہاں بھی جماعت کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ قد صلی فیہ بعض علماء نے اس روایت کی بنا پر کہا ہے کہ تکرار جماعت مسجد میں جائز ہے۔ مسئلہ وسیع ہے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ حنفیہ قائل نہیں۔ بلکہ احناف بھی فرماتے ہیں کہ اگر امام صاحب کسی مسجد کا نہ ہو تو جائز ہے۔ اور کیا معلوم کہ وہ مسجد ایسی ہی رہی ہو کہ اس میں کوئی بھی امام نہ ہو۔ صلوة الجماعة۔

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے جناب نبی اکرم ﷺ سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ جماعت کی نماز اکیلے کی نماز سے پچیس درجہ فوقیت رکھتی ہے۔

حدیث (۶۱۱) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ النَّخَعِيُّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ صَلَوةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلَوةِ الْفَدَىِّ بِخَمْسٍ وَعِشْرِينَ دَرَجَةً. الْحَدِيثُ

تشریح از شیخ زکریا۔ دونوں روایتوں میں اعداد میں اختلاف ہو گیا۔ اس کے بہت سے جوابات اور جزیں منقول ہیں ان میں

سے ایک جواب جو قاعدہ کلیہ کے طور پر ہے اور ہر ایسی جگہ چل جاتا ہے جہاں کسی روایت سے کچھ کم ثواب معلوم ہوتا ہو اور دوسری روایت سے ثواب زیادہ معلوم ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی غایت تفریح وغیرہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رافذہ و رحمت امت محمدیہ ﷺ پر بہت زیادہ ہے۔ اور روز افزوں ہے۔ لہذا کم مقدار اہم پر محمول ہوتی ہوگی اور زیادہ اہم پر۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بعید ہے کوئی چیز دے کر لے لے۔ امام ترمذیؒ نے پچیس والی روایت کو راجح قرار دیا ہے۔ کیونکہ وہ بہت سے صحابہ کرامؓ سے منقول ہے۔ اور ستائیس والی حضرت ابن عمرؓ کے منقرضات اور غرائب میں سے ہے۔ اور تیسرا جواب یہ ہے کہ سری اور جبری میں فرق ہے۔ سری میں پچیس اور جبری میں ستائیس۔ اور چوتھا جواب یہ ہے کہ ہر نماز میں پچیس اور صبح و عصر میں ستائیس۔ اور پانچواں جواب یہ ہے کہ قلت و کثرت کے اختلاف پر یہ اختلاف مہنی ہے۔ اگر قلیل ہے تو پچیس درجہ اور کثیر ہے تو ستائیس درجہ۔ چھٹا جواب یہ ہے کہ چونکہ ابن عمرؓ کی روایت میں زیادتی ہے اور زیادتی ثقہ کی مقبول ہوتی ہے۔ لہذا ابن عمرؓ کی روایت کو ترجیح ہوگی۔ عام روایات میں تفضل بسبع و عشرين درجہ اور بخمس و عشرين درجہ ہے مگر ایک روایت میں تضعف بخمس و عشرين ضعفا ہے ضعفا اور مضاعف یہ ہے کہ ایک کو دو دو کو چار چار کو آٹھ اور پچیس ہار تک تضعیف کرتے چلے جاؤ۔ اس صورت میں پچیس والی ستائیس والی پھر کروڑوں درجہ بڑھ جائے گی۔ فضائل نماز میں اس کی تفصیل دیکھ لیٹا۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ جماعت نہ واجب نہ سنت بلکہ محض ایک فضیلت کا درجہ رکھتی ہے۔ ان کا استدلال اس حدیث سے ہے کہ اس کے اندر جماعت کو پچیس گنا موجب ثواب قرار دیا گیا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ نفس فضیلت اس کے اندر بھی ہے جو بغیر جماعت کے ہو۔

حدیث (۶۱۲) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ أَخْبَرَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ صَلَّى صَلَاةَ الرَّجُلِ فِي الْجَمَاعَةِ تُضَعَّفُ عَلَى صَلَاتِهِ فِي بَيْتِهِ وَسُوقِهِ خَمْسَةً وَعِشْرِينَ ضِعْفًا وَذَلِكَ أَنَّهُ إِذَا تَوَضَّأَ فَحَسَنَ الْوُضُوءَ لَمْ يَخْرُجْ إِلَى الْمَسْجِدِ لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا الصَّلَاةُ لَمْ يَخْطُ خَطْوَةَ إِلَّا رُفِعَتْ لَهُ بِهَا دَرَجَةٌ وَحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ فَإِذَا صَلَّى لَمْ تَزَلِ الْمَلَائِكَةُ تُصَلِّيُ عَلَيْهِ مَا دَامَ فِي مَضَلَّاهُ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ اللَّهُمَّ ارْحَمَهُ وَلَا يَزَالُ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاةٍ مَا أَنْظَرَ الصَّلَاةَ . الْحَدِيثُ

ترجمہ۔ حضرت ابو صالح فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آدمی کی جماعت کی نماز اس کی گھر اور بازار کی نماز سے بچیں گناہ بھی ہوئی ہوتی ہے۔ یہ اس لئے کہ جب اس نے وضو کیا اور اچھی طرح وضو کیا مسجد کی طرف نکلا سوائے نماز کے اور کسی چیز نے اس کو نہیں نکالا پھر جو قدم اٹھائے گا اس کی وجہ سے اس کا ایک درجہ بلند ہو گا اور ایک گناہ اس کے مٹا دیا جائے گا۔ پھر جب وہ نماز پڑھتا ہے تو ہمیشہ فرشتے اس کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں جب تک وہ اپنی نماز کی جگہ پر رہتا ہے اے اللہ اس پر فضل فرما اور اس پر رحم کر اور جب تک تم میں سے کوئی نماز کی انتظار کرتا ہے تو وہ ہمیشہ نماز میں رہتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ چونکہ دوسری روایات میں اس قسم کا مضمون وارد ہوا ہے اسلئے یہاں تضعیف کے معنی تزیید و تفضل کے ہیں۔ مگر اس کے لغوی معنی دو چند ہونے کے ہیں۔ ایسی صورت میں اگر بچیس تک ہر عدد کو دو چند کر دیں تو اسی طرح بچیس تک کرتے چلے جائیں تو بائیس کروڑ کے قریب تک ایک نماز کی مقدار ہوگی۔ (فائدہ) جس حدیث میں خمس و عشرين کے بعد ضعفا کا لفظ آیا ہے اس کا اگر حساب لیا جائے تو کل تعداد تین کروڑ ۳۵ لاکھ ۵۳ ہزار چار سو ۳۲ ہوتی ہے۔

باب فَضْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ فِي جَمَاعَةٍ

حدیث (۶۱۳) حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا بِأَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ تَفْضُلُ صَلَاةِ الْجَمِيعِ صَلَاةِ أَحَدِكُمْ وَحْدَهُ بِخَمْسِينَ وَعِشْرِينَ جُزْءًا وَتَجْتَمِعُ مَلَائِكَةُ اللَّيْلِ وَمَلَائِكَةُ النَّهَارِ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ ثُمَّ يَقُولُ

ترجمہ۔ فجر کی نماز جماعت میں پڑھنے کی فضیلت کیا ہے

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے ہیں کہ جمع کی نماز میں تم میں سے اکیلے کی نماز پر ۳۵ حصے فضیلت رکھتی ہے۔ اور فجر کی نماز میں رات اور دن کے فرشتے جمع ہوتے ہیں۔ پھر حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے تھے کہ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو فجر کا پڑھنا

حاضر کیا ہوا ہوتا ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جماعت والی نماز ستائیس درجے فضیلت رکھتی ہے۔

أَبُو هُرَيْرَةَ وَأَفْرَوَانُ سَيِّئَةٌ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا قَالَ شُعَيْبٌ وَحَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ تَفْضُلُهَا بِسَبْعٍ وَعِشْرِينَ دَرَجَةً ...

ترجمہ۔ حضرت سالم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ام الدرداءؓ سے سناہ فرماتی تھیں کہ میرے خاوند حضرت ابو درداءؓ میرے پاس غضب ناک حالت میں تشریف لائے میں نے کہا کہ کس چیز نے آپ کو غضب ناک کیا فرمایا کہ میں تو آج جناب عمر مصطفیٰ ﷺ کے معمولات میں سے کوئی چیز نہیں دیکھ رہا خبر دار وہ حضرات تو مل کر نماز پڑھتے تھے۔

حدیث (۶۱۴) حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ النَّخَعِيُّ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمًا قَالَ سَمِعْتُ أُمَّ الدَّرْدَاءِ تَقُولُ دَخَلَ عَلَيَّ أَبُو الدَّرْدَاءِ وَهُوَ مَغْضُوبٌ فَقُلْتُ مَا غَضَبَكَ قَالَ وَاللَّهِ مَا أَعْرِفُ مِنْ أَمْرِ مُحَمَّدٍ ﷺ شَيْئًا إِلَّا أَنَّهُمْ يَصَلُّونَ جَمِيعًا

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ نماز کے بارے میں لوگوں میں سے بڑے بڑے ثواب والا وہو گا جو بعید سے بعید راستے والا ہو۔ اور جو شخص امام کے ساتھ نماز پڑھنے کا انتظار کرتا ہے وہ اس شخص سے بڑے ثواب والا ہو گا جو نماز پڑھ کے سو گیا۔

حدیث (۶۱۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ النَّخَعِيُّ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَعْظَمُ النَّاسِ أَجْرًا فِي الصَّلَاةِ أَبْعَدُهُمْ فَأَبْعَدُهُمْ مَمْشَى وَالَّذِي يُنْتَظَرُ الصَّلَاةُ حَتَّى يُصَلِّيَهَا مَعَ الْإِمَامِ أَعْظَمُ أَجْرًا مِنَ الَّذِي يُصَلِّيُ لَمْ يَنَامُ . الْحَدِيثُ

تشریح از شیخ مدنی۔ پہلی روایت تو ترجمہ کے مطابق ہے۔ لیکن دوسری روایت سے صلوة فجر کی خصوصیت معلوم

نہیں ہوتی اور ایسے تیسری روایت سے بھی خصوصیت صلوة فجر ثابت نہیں ہوتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آثری روایت میں جو اعظم اجرا فرمایا گیا ہے کہ مشقت کے ساتھ آنا یہ اعظم اجر ہے اور صبح کی نماز میں مشقت پائی جاتی ہے۔ کہ اس وقت کی نیند بہت پیاری ہوتی ہے تو یہ بھی اعظم اجرا ہوگی۔ مگر دوسری روایت میں یہ توجیہ نہیں چل سکتی۔ تو عمدہ توجیہ یہ ہے کہ ابھی تک باب ختم نہیں ہوا۔ درمیان میں ضمنی طور پر صلوة فجر کی فضیلت بیان کر دی گئی۔ پھر پہلے باب کی طرف عود فرمایا۔ اور اس کے مطابق دو روایات پیش کی ہیں۔ اور مصنف نے اسود بن یزید کے اثر سے ثابت کر دیا کہ صلوة ثانیہ جائز نہیں ورنہ وہ اس قدر اہتمام نہ کرتے کہ دوسری مسجد تلاش نہ کرتے اور حضرت انسؓ کے اثر کی بھی ایسی توجیہ کرنی چاہیے کہ جس میں انتظام صلوة میں خلل نہ آئے وہ یہی کہ امام راتب نہ ہو تو نکرار جماعت جائز ہے

تشریح از شیخ زکریا۔ ترجمہ کی غرض صلوٰۃ الفجر فی الجماعة کی فضیلت بیان کرنی ہے لہذا روایت ایسی ہونی چاہیے

جس سے مقصود حاصل ہو۔ مگر یہ مقصد صرف پہلی روایت سے ثابت ہوتا ہے وہ ان قرآن الفجر کان مشہودا والی روایت ہے اور وہ بھی جماعت کے ساتھ شرح روایات مذکورہ فی الباب کو کھینچتا ان کر سب سے صلوٰۃ الفجر کی فضیلت ثابت کرنے کی کوشش فرماتے ہیں اور سب کا خلاصہ تقریباً یہ ہے کہ چونکہ صلوٰۃ فجر میں مشقت زیادہ ہے۔ اور قاعدہ ہے التوبة علی قدر المؤنتہ لہذا فضیلت ثابت ہو جائے گی۔ اور پھر جماعت میں بدرجہ اولیٰ۔ اور میرے نزدیک باب درباب ہے۔ اصل تو یہاں فضل صلوٰۃ الجماعة ہے۔ مگر چونکہ اس باب کی بعض روایات سے ایک نئی بات ثابت ہوتی تھی۔ اس لئے بطور فائدہ جدیدہ کے اس پر مستقل باب باندھ دیا۔ اب ساری روایتوں کو باب سے جوڑنے کی ضرورت نہیں رہی۔ لیکن باب فی الباب کے لئے ضروری ہے کہ اس کے بعد کوئی ایسی روایت ہو جس سے وہ باب ثابت ہوتا ہو۔ تو یہاں پر وہ پہلی روایت ہے جس سے فضل صلوٰۃ الفجر فی الجماعة ثابت ہوتا ہے اس طور پر کہ تفضل صلوٰۃ الجميع الخ سے تو جماعت کی فضیلت ثابت ہو گئی۔ اور تجمع ملائكة الليل الخ سے فضیلت صلوٰۃ الفجر ثابت ہو گئی۔ جب الگ الگ دونوں کی فضیلت ثابت ہو گئی تو دونوں کو ملا دیا جائے گا۔ تو وہ فضل صلوٰۃ الفجر فی الجماعة بھی ثابت ہو جائے گی۔ اور باقی دو روایتوں سے باب سابق ثابت ہو رہا ہے وہ اس سے متعلق ہیں۔

ترجمہ۔ ظہر کیلئے سخت گرمی میں جانے کی فضیلت کا بیان

باب فَضْلِ التَّهَجُّبِ إِلَى الظُّهْرِ

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دریں اثنا ایک آدمی راستے میں چل رہا تھا کہ اس کو راستے پر کانٹے والی شنی ملی جس کو اس نے پیچھے ہٹا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی قدر دانی کرتے ہوئے بخش دیا پھر فرمایا شہید پانچ قسم کے ہیں۔ طاعون اور پیٹ کی بیماری یعنی اس سال سے مر جانے والا۔ اور پانی میں ڈوب کر مر جانے والا اور دیوار کے نیچے دب کر مر جانے والا اور پانچواں وہ ہے جو اللہ کے راستے جہاد کرتا ہو ماریا جائے۔ اگر لوگوں کو اس ثواب کا علم ہو جائے جو اذان کہنے میں اور جماعت کی پہلی صف میں کھڑے ہونے میں ہے اور اس کو حاصل کرنے کی صورت قرعہ اندازی ہو تو وہ ضرور قرعہ اندازی کر کے اسے حاصل کریں گے۔

حدیث (۶۱۶) حَدَّثَنِي قَتِيبَةُ الخ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي بِطَرِيقٍ وَجَدَ غُصْنَ شَوْكٍ عَلَى الطَّرِيقِ فَأَخْرَجَهُ فَشَكَرَ اللَّهُ لَهُ فَفَقَرَّ لَهُ ثُمَّ قَالَ الشَّهْدَاءُ خَمْسَةٌ الْمُطْعَمُونَ وَالْمَبْطُونُونَ وَالغَرِيقِيُّ وَصَاحِبُ الْهَدْمِ وَالشَّهِيدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَالَ لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النَّدَاءِ وَالصَّفِّ الْأَوَّلِ لَمْ لَا يَجِدُوا إِلَّا أَنْ يُسْتَهْمُوا عَلَيْهِمْ لَأَسْتَهْمُوا عَلَيْهِمْ وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي التَّهَجُّبِ لَأَسْتَهْمُوا عَلَيْهِمْ وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا. الحدیث

اور اگر اس ثواب کو بھی جانتے ہوتے جو سخت گرمی میں نماز پڑھنے کا ہے تو اس میں ایک دوسرے کا مقابلہ کرتے۔ اس طرح اگر عشاء اور صبح کی نماز میں حاضر ہونے کے ثواب کا علم ہو تا تو ان دونوں نمازوں کے لئے گھنٹوں کے بل چل کر آتے۔

تشریح از شیخ مدنی - لویعلم الناس فی النداء اگر شبہ ہو کہ فضیلت اذان وغیرہ تو معلوم ہو چکی پھر استہموا کہنے کا

کیا مطلب ہے۔ تو کہا جائے گا لویعلم الناس ای علما تفضیلیا او علما یقینا۔

تشریح از شیخ زکریا - یا تو غرض باب یہ ہے کہ ماسبق میں ابرودوا بالصلوة سے ابراد کا حکم بصیغہ امر دیا گیا۔ اور امر

مطلق وجوب کیلئے ہوتا ہے۔ جس سے ایہام ہو کہ ابراد واجب ہے اگر اس کے خلاف کرے تو ترک واجب سمجھا جائے گا اس کو دفع فرمادیا یا یہ غرض ہے کہ تہجیر کے معنی ہیں دوپہر میں جانا۔ اور ابراد کا حکم صلوة سے متعلق ہے۔ تو امام بخاریؒ تنبیہ فرماتے ہیں کہ نماز کے اندر تو ابراد ہی کرے وہی اولیٰ ہے۔ والا امر امر التی وردت لیکن اگر کوئی شخص مسجد میں دھوپ میں جائے اور وہاں جا کر اللہ اللہ کرے اور نماز کے انتظار میں بیٹھا رہے تو چونکہ اجر علی قدر المشقت ہے لہذا اس کو یہ فضیلت الگ حاصل ہو گئی۔

الشہداء خمسۃ میں متلاچکا ہوں کہ حصر مقصود نہیں بلکہ یہ تو بطور مثال کے ہے۔ والغریق وصاحب الہدم یہاں پر

اشکال ہے باوجود اس کے ہدم اور غرق اسباب شہادت ہیں پھر بھی ان سے پناہ مانگی گئی ہے۔ اللهم انی اعوذ بک من الغرق والہدم وغیرہ۔ اس کا جواب دیا جا چکا ہے کہ ثمرہ کے اعتبار سے تو یہ چیزیں شہادت ہیں لیکن چونکہ اس میں اچانک سخت تکلیف ہوتی ہے تو ممکن ہے کہ شدت تکلیف کے وقت میں کوئی کلمہ خلاف نکل جائے۔ اور قاعدہ ہے کہ العبرة للخوائیم۔ تو کیا پتہ کہ خاتمہ بالخیر نہ ہو سکے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ سے اس سے استعاذہ کیا گیا۔

ترجمہ۔ نشان قدم پر ثواب کا ملنا

بابِ اِحْتِسَابِ الْاَثَارِ

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اے بنی سلمہ کیا تم قدموں کے نشانات سے ثواب کی نیت نہیں کرتے۔ ابن ابی مریم نے دوسری سند کے ذریعہ یہ وجہ زائد بیان فرمائی کہ بنو سلمہ نے اپنے گھروں سے منتقل ہو کر جناب نبی اکرم ﷺ کے قریب رہنے کا ارادہ کیا تو آپ نے مدینہ کو خالی کرنا پسند فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ تم نشان اقدام سے ثواب کی نیت کیوں نہیں کرتے۔

حدیث (۶۱۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَا بَنِي سَلْمَةَ أَلَا تَحْتَسِبُونَ الْآثَارَ كَمَا وَرَدَ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ قَالَ حَدَّثَنِي أَنَسٌ أَنَّ بَنِي سَلْمَةَ أَرَادُوا أَنْ يَتَحَوَّلُوا عَنْ مَنَازِلِهِمْ فَيَنْزِلُوا قَرِيبًا مِنَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ فَكَبَّرَهُ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُعْرَوْ الْمَدِينَةَ

حضرت مجاہد اس کے معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں آثار کے معنی خطوات کے ہیں۔ یعنی چلتے وقت زمین میں اپنے پاؤں کے نشانات چھوڑے جائیں۔

لَقَالَ الْأَتْحَسِبُونَ أَنَارَكُمْ قَالَ مُجَاهِدٌ خَطَاهُمْ
أَنَارُ الْمَشِيِّ فِي الْأَرْضِ بَارُ جِلْهِمْ . الحدیث ...

تشریح از شیخ زکریا۔ احتساب کے معنی ثواب کی نیت کرنا۔ آثار سے مراد آثار اقدام ہیں۔ شرح نے اس سے کوئی تعرض نہیں کیا کہ مصنفؒ کی اس سے کیا غرض ہے۔ میرے نزدیک ایک لطیف شی کی طرف اشارہ کر دیا وہ یہ کہ باب سابق میں قہجیو کی فضیلت ثابت فرمائی تھی۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ جب دھوپ کے وقت کوئی گرمی میں چلتا ہو مگر لمبے لمبے قدم اٹھاتا ہے۔ اور اس سے پہلے گذر چکا ہے علیکم السکینة والوقار لہذا دونوں میں کوئی جوڑ نہیں کھاتا۔ حضرت امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ گو گرمی میں دھوپ میں چلنے سے تکلیف ہوتی ہے لیکن لمبے لمبے قدم نہ اٹھائے۔ کیونکہ یہ آثار بھی اللہ تعالیٰ کے یہاں باعث اجر و مشوہہ ہیں۔ تو پھر اگر تھوڑی سی مشقت سے یہ اجور (اجر کی جمع) حاصل ہوں تو ان کو نہ چھوڑے۔ بلکہ سکون و وقار کے ساتھ چلے کیونکہ آثار کا ثواب ملتا ہے لہذا سکینہ اور وقار پر تنبیہ فرمائی قال مجاہد چونکہ سورہ یسین میں آثار ہم کا لفظ آیا ہے۔ اور آثار اقدام سے امام کا ذہن مبارک اس کی طرف منتقل ہوا لہذا اس کی بھی تفسیر فرمادی۔

باب فَضْلِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ فِي الْجَمَاعَةِ

ترجمہ۔ عشاء کی نماز جماعت سے ادا کرنے کی
فضیلت کے بیان میں۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ منافقین پر فجر اور عشاء کی نماز کے علاوہ کوئی نماز گراں نہیں۔ اگر ان کو اس ثواب کا علم ہو تا جو ان دونوں میں ہے تو ان نمازوں کے لئے گھنٹوں کے بل چل کر آتے۔ اور میرا تو پختہ ارادہ ہوا تھا کہ میں مؤذن کو تکبیر کہنے کا حکم دوں پھر کسی آدمی کو لوگوں کی امامت کیلئے امر کروں اور خود آگ کے شعلے لے کر ان لوگوں کو جلا دوں جو ابھی تک نماز کے لئے نہیں نکلے۔

حدیث (۶۱۸) حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غُنْمٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَيْسَ صَلَاةٌ أَثْقَلُ عَلَى الْمُنَافِقِينَ مِنَ الْفَجْرِ وَالْعِشَاءِ وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِيهِمَا لَا تَوَهَّمَا وَلَا يَحُوبَا لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَمُرَ الْمُؤَذِّنَ فَيُؤَذِّنُ ثُمَّ أَمُرَ جَلَاءَ يَوْمَ النَّاسِ ثُمَّ أَخَذَ شِعْلًا مِنْ نَارٍ فَأَخْرَجَ عَلَيَّ مَنْ لَا يَخْرُجُ إِلَى الصَّلَاةِ بَعْدُ
(الحدیث)

تشریح از شیخ زکریا۔ صفحہ نمبر ۸۰ پر فضل صلوة العشاء گذرا ہے۔ اور وہاں میں نے عرض کیا تھا کہ شرح کے نزدیک

اس سے فضیلت معاکلت نہیں ہوتی۔ بلکہ انتظار کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ حافظ لکن حجرؒ فرماتے ہیں کہ مضاف مقدر ہے۔ اور علامہ عینیؒ دوسرے طریقہ سے توجیہ کرتے ہیں۔ اور میری رائے یہ ہے کہ فضل ہی مراد ہے۔ اس سے فضیلت عشاء ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ انتظار کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ اس طور پر کہ عشاء امت محمدیہ علیہ صاحبہا الصلوٰۃ والتحبۃ کے ساتھ خاص ہے۔ بہر حال جو کچھ بھی ہو اس میں کوئی ٹکراؤ نہیں۔ اس لئے کہ وہاں توفضل صلوٰۃ العشاء مطلقاً ثابت کرتا ہے۔ اور یہاں فضل صلوٰۃ العشاء فی الجماعۃ مقصود ہے۔

باب اثْنَانِ فَمَا فَوْقَهُمَا جَمَاعَةٌ

ترجمہ۔ دو اور اس سے اوپر جماعت ہے

ترجمہ۔ حضرت مالک بن الحویرثؒ نبی اکرم ﷺ

سے روایت کرتے ہیں کہ جس وقت نماز کا وقت آجائے تو اذان کو اور تکبیر کو بعد ازاں تم میں سے بڑی عمر والا امامت کرے۔

حدیث (۶۱۹) حَدَّثَنَا مُسَدُّ بْنُ مَالِكٍ

بْنِ الْحَوَيْرِثِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَأَذِّنَا وَاقِيمَانِمَ لِيَوْمِكُمَا كَبْرُ كَمَا....

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ مصنف نے لکن ماجہ کی اس روایت کو ترجمہ میں رکھا جو اس کی شرط کے مطابق نہیں۔ بلاولہ اسے اپنی

کتاب میں نہیں لائے۔ آپ نے اکیلے سفر کرنے کو منع فرمایا۔ اور کم از کم تین آدمیوں کو سفر کرنے کی اجازت دی۔ تو بعض حضرات نے کہا الاثنان فوفہما جماعۃ سے اس حکم کو منسوخ کر دیا۔ کیونکہ وہ زمانہ خوف و خطر کا تھا۔ جب اطمینان اور امن قائم ہو گیا تو آپ نے دو آدمیوں کو سفر کرنے کی اجازت دے دی۔ لیکن مصنف فرماتے ہیں کہ یہ حکم سفر کیلئے خاص نہیں۔ بلکہ سفر ہو۔ نماز ہو یا کوئی اور صورت ہو دو اور اس کے مافوق جماعت شمار کیا جائے گا۔ جیسے روایت باب اس پر دلالت کرتی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ کی عادت شریفہ معلوم ہو چکی ہے جو روایت ان کی شرط کے مطابق نہ ہو اس پر تورد فرماتے

ہیں اور جو روایت شرط کے موافق باعتبار الفاظ کے نہ ہو مگر اس کے معنی درست ہوں تو حضرت امام صاحب اس کی اپنی روایت سے تائید فرماتے ہیں۔ اب یہاں چونکہ لکن ماجہ کی روایت الاثنان ففما فوفہما جماعۃ وارد ہے۔ اور وہ امام بخاریؒ کی شرط کے موافق نہیں۔ اور وہ شرط کے موافق کیا ہوتی لکن ماجہ کی ہے۔ اور لوداؤد اور نسائی کی شرط کے مطابق ہو جائے تو بھی مبالغہ نہیں ہے۔ مگر چونکہ اس کا مضمون امام بخاریؒ کے نزدیک صحیح ہے اس لئے اس کی طرف اپنے ترجمہ میں اشارہ کر دیا۔ اور اپنی روایت سے استنباط ثابت فرمایا۔ مقصد یہ بتلانا ہے کہ جماعت کا اطلاق اگرچہ تین پر ہوتا ہے مگر نماز میں دو پر بھی جماعت کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ یعنی اگر دو آدمی جماعت کریں تو کافی ہے۔ اور دو آدمی کی جماعت سے بھی پوری جماعت کا ثواب ملے گا۔

باب مَنْ جَلَسَ فِي الْمَسْجِدِ يُنْتَظِرُ الصَّلَاةَ وَفَضِلَ الْمَسَاجِدِ

ترجمہ۔ جو شخص مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھے
اور مساجد کی فضیلت۔

حدیث (۶۲۰) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمَةَ النَّخَعِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ الْمَلَائِكَةُ تُصَلِّي عَلَيَّ عَلَى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِي مَضَلَّةٍ مَا لَمْ يُحَدِّثْ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ لَا يَزَالُ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاةٍ مَا كَانَتِ الصَّلَاةُ تَحْسِبُهُ لَا يَمْنَعُهُ أَنْ يَنْقَلِبَ إِلَى أَهْلِهِ إِلَّا الصَّلَاةُ. الْحَدِيثُ....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی رحمت کے فرشتے تم میں سے ہر اس کے لئے دعا کرتے ہیں جب تک وہ اپنی نماز کی جگہ پر ہے اور جب تک کہ بے وضو نہ ہو۔ دعایہ ہے کہ اللہ ! اس کو بخش دے اور اس پر رحم فرما۔ اور ہر ایک تمہارا اس وقت نماز میں رہتا ہے جب تک کہ نماز نے اس کو روک رکھا ہے۔ اور اپنے گھر واپس آنے کے لئے نماز کے سوا اسے کوئی چیز نہیں روکتی۔

حدیث (۶۲۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ النَّخَعِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللَّهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ الْإِمَامُ الْعَادِلُ وَشَاةٌ تَشَاءُ فِي عِبَادَةِ رَبِّهِ وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّتَا فِي اللَّهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ وَرَجُلٌ طَلَبَتْهُ ذَاتٌ مَنُصِبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ إِخْفَاءً حَتَّى لَا تَعْلَمَ بِشِمَالِهِ مَا تَنْفِقُ يَمِينُهُ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللَّهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ. الْحَدِيثُ....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ سات آدمی ہیں جن کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے سائے میں رکھے گا۔ جس دن اللہ کے سائے کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہو گا۔ ایک امام عدل کرنے والا دوسرا نوجوان جس کا اٹھان اپنے رب کی عبادت میں ہوا ہے۔ اور تیسرا وہ آدمی جس کا دل مساجد میں اٹکا ہوا ہے۔ یعنی ہر وقت مسجد کا دھیان رہتا ہے۔ چوتھے وہ دو مسلمان ہیں جو اللہ کے لئے آپس میں محبت کرتے ہیں اسی پر جمع ہوتے ہیں اور اسی پر جدا ہوتے ہیں اور پانچواں وہ شخص جس کو مرتبے اور حسن والی عورت خود بلائے اور وہ کہے کہ میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں۔ اور چھٹا وہ شخص ہے

جس نے صدقہ اس طرح چھپا کر دیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی علم نہ ہو سکا کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے۔ اور وہ آدمی جو تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے۔ اور خوف سے اس کی آنکھیں بہہ پڑتی ہیں۔

حدیث (۶۲۲) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ أَنَّ سُرَيْلَ بْنَ أَنَسٍ هَلَّا اتَّخَذَ

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے پوچھا گیا کہ کیا جناب رسول اللہ ﷺ

نے انگوٹھی بنوائی تھی۔ انہوں نے فرمایا ہاں! ایک رات آپ نے آدھی رات عشاء کی نماز کو مؤخر فرمایا۔ نماز پڑھنے کے بعد اپنے چہرہ انور سے ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ لوگ تو نماز پڑھ کر سو گئے اور تم لوگ ہمیشہ نماز میں رہے۔ جب سے اس کا انتظار کیا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں گویا میں آپ کی انگوٹھی کی چمک کو ابھی دیکھ رہا ہوں۔

رَسُولُ اللَّهِ ﷺ خَاتِمًا فَقَالَ نَعَمْ آخِرَ لَيْلَةٍ صَلَاةَ الْعِيسَاءِ إِلَيَّ سَطُرَ اللَّيْلِ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ بَعْدَ مَا صَلَّى فَقَالَ صَلَّى النَّاسُ وَرَقَدُوا وَلَمْ تَزَالُوا فِي صَلَاةٍ مُنْذُ أَنْتَظَرْتُمُوهَا قَالَ فَكَانَتِي أَنْظَرُ إِلَيَّ وَبَيْضِ خَاتَمِهِ . الحديث

تشریح از شیخ مدنی۔ پہلی اور تیسری روایت کی مناسبت ترجمہ الباب سے ظاہر ہے۔ مگر دوسری روایت میں کوئی ایسا لفظ

نہیں جس سے بآسانی ترجمہ ثابت ہو جائے۔ البتہ رجل قلبه معلق فی المساجد ایسا لفظ ہے جس کے ظاہری معنی تو مراد نہیں۔ البتہ مجازی معنی انتظار صلوة مراد ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ کرامت کا مستحق ہوگا۔ اس سے مناسبت باب سے ثابت ہوگی۔

تشریح از شیخ زکریا۔ شرح فرماتے ہیں کہ مؤلف کی غرض یہ ہے کہ اگر مقتدیوں کو کچھ دیر ہو جائے۔ تو ڈانٹ ڈپٹ

(تضجیر) نہ کرنا چاہئے۔ بلکہ سکون و وقار کے ساتھ بیٹھارے تاکہ جماعت بڑھ جائے۔ کیونکہ جماعت کثیرہ میں ثواب زیادہ ہے۔ اور یہ صحیح ہے۔ اور اس کے ساتھ میرے نزدیک یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت امام بخاریؒ کی غرض اس بات پر تنبیہ کرنی ہو کہ جو ثواب روایت میں وارد ہوا ہے وہ اس شخص کے بارے میں ہے جو نماز کا انتظار کرتا ہو سبعا یظلمہم اللہ الخ جیسا کہ الشہدأ خمسۃ میں بیان کر چکا ہوں۔ کہ حصر عدد کے لئے نہیں ہوتا۔ ایسے یہاں بھی عدد حصر کے لئے نہیں۔ بلکہ اس کے علاوہ بھی ایسے لوگ ہیں جن کو سایہ ربانی نصیب ہوگا اور جو میں نوے آدمیوں کے متعلق یہ مرتبہ نقل کیا گیا ہے ان میں سے سب سے اہون یہ ہے کہ مغرب کے بعد کی دو نفلیں نہ چھوڑے۔ ظاہر یہ ہے کہ سنت کے بعد کی دور کعتیں مراد ہیں۔ اجتماع علیہ و تفرق علیہ یا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جب دونوں یک جا ہو جاتے ہیں تو اس کا مبنی حب فی اللہ ہوتا ہے۔ اور جب ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں تو اس کا معنی بھی یہی ہوتا ہے۔ یا مطلب یہ ہے کہ ان کا تعلق اور جوڑ ایک دوسرے سے محض حب فی اللہ کی بنا پر ہوتا ہے اگر ایک دوسرے سے ناراض ہوتے ہیں تو اس کا معنی بھی اللہ تعالیٰ کی محبت ہے۔ یا تفرق اور اجتماع سے مجلس کا اجتماع اور افتراق قلبی مراد ہے۔ طلبتہ امرأۃ الخ ایک تو یہ ہے کہ ایسی ویسی عورت حرام کاری کے لئے دعوت دے اس کی طرف تو طبعاً رغبت نہ ہوگی لیکن اگر کوئی روپیہ پیسہ والی اور حسن و جمال والی عورت بلائے اور پھر وہ اپنے آپ کو محض خوف الہی کی وجہ سے اس سے چائے تو یہ فضیلت اس کیلئے ہے۔ حتی لا تعلم شمالہ الخ مسلم شریف میں اس کا عکس ہے یعنی حتی لا تعلم یمینہ ماتفق شمالہ واقع ہوا ہے۔ محدثین فرماتے ہیں کہ مسلم شریف کی روایت میں قلب واقع ہو گیا۔ اور میرے مشائخ کی رائے یہ ہے کہ اس کو مقلوب کہنے کی ضرورت نہیں بلکہ دونوں صحیح ہیں اور مطلب یہ ہے کہ بے شمار خرچ کرتا ہے۔ ادھر سے بھی اور

ادھر سے بھی۔ اور کثرت کی بنا پر نہ داہنے کو بائیں کی اور نہ بائیں کو داہنے کی خبر ہوتی ہے۔ اور مراد اس سے کثرت انفاق ہے۔

ترجمہ۔ اس شخص کی فضیلت جو مسجد کی طرف جاتا ہے اور واپس آتا ہے۔

بَابُ فَضْلِ مَنْ حَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ وَمَنْ رَاحَ

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو شخص صبح یا شام مسجد کو گیا اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لئے مہمانی تیار کرے گا۔ جبکہ صبح و شام کو وہ چلے گا۔

حدیث (۶۲۳) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ النَّخَعِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ غَدَا إِلَى الْمَسْجِدِ أَوْ رَاحَ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُ نَزْلًا مِنَ الْجَنَّةِ كُلَّمَا غَدَا أَوْ رَاحَ . الْحَدِيثُ

تشریح از شیخ مدنی۔ عرف میں غدا کا لفظ طلوع شمس کے بعد کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس لئے بعض حضرات نے اس سے اشراق کی نماز مراد لی۔ اور بعض نے کہا کہ غدوۃ کا اطلاق بعد الصبح الصادق کے چلنے پر بھی ہوتا ہے۔ اور راح کے معنی شام کو چلنے کے ہیں اور بعض نے کہا کہ راح کا اطلاق بعد الزوال پر بھی ہوتا ہے۔ اور بعض نے اس کے معنی لوٹنے کے لئے ہیں۔ چونکہ یہ باعث ہے پھر غدو میں لوٹنے کا اس لئے اسے بھی باعث مکرمۃ شمار کیا گیا ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ حدیث پاک کے الفاظ ہیں من غدا الی المسجد اور راح لیکن امام بخاریؒ نے غدا کو خروج سے کیوں بدل دیا۔ شرح فرماتے ہیں کہ از قبیل تفضیل ہے۔ غدو صبح کے جانے کو کہتے ہیں۔ اور راح شام کے جانے کو۔ اور چونکہ رات کو بھی جانا ہوتا ہے۔ اسلئے غدا کو خروج سے بدل کر تعمیم کر دی۔ تاکہ رات اور دن کے جانے کو شامل ہو جائے۔ یہاں ایک مشکل بات یہ ہے کہ امام بخاریؒ ان سب سے آگے بڑھ کر فرماتے ہیں کہ غدو لغتاً صبح کے وقت کام کرنے کو کہتے ہیں۔ اور مطلقاً کسی کام کرنے کو بھی کہتے ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ اذ غدوت من اہلک النخ تو حضرت امام بخاریؒ نے یہاں غدا سے عام معنی مراد لئے ہیں۔ اس لئے اس کو خروج سے تعبیر کر دیا۔ اور راح کے معنی جس طرح شام کو چلنے کے آتے ہیں اسی طرح لوٹنے کے معنی بھی آتے ہیں۔ تو حضرت امام بخاریؒ نے غدا کو خروج سے بدل کر تعمیم کی طرف اشارہ کر دیا۔ کہ ہر وقت کے خروج کو عام ہے۔ اور راح کے معنی متعین کر دینے کے رجوع کے معنی میں ہے۔ اس لئے کہ خرج اپنے عموم کے اعتبار سے شام کے نکلنے کو بھی شامل ہو گیا۔ لہذا اب راح کے معنی رجوع کے ہوں گے۔ تو اب مطلب باب کا یہ ہوا کہ مسجد میں آنے اور جانے دونوں کا ثواب ملتا ہے۔ چونکہ بظاہر ایہام ہوتا تھا کہ مسجد کے جانے کا ثواب ہو کیونکہ عبادت کیلئے جا رہا ہے مگر نکلنے اور لوٹنے کا ثواب نہ ہو۔ تو اس پر جمیعہ فرمادی کہ اس پر بھی ثواب ہوگا۔ چونکہ امام بخاریؒ کا قاعدہ ہے کہ

وہ ترجمہ سے روایات کی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔ اس لئے میرے نزدیک امام بخاریؒ نے تصرف کر کے مسلم اور ابوداؤد کی روایت کی طرف اشارہ فرمادیا۔ جس میں یہ ہے کہ عن ابی بن کعبؓ قال کان رجل لا اعلم احد ابین الناس ممن یرسلی القبلة من اهل المدينة ابعد منزلا من المسجد من ذلك الرجل وكان لا یخطیہ صلوة فی المسجد فقلت لو اشعرت حملا ترکہ فی الرمضاء والظلمة فقال ما احب انه منزلی الی جنب المسجد فساله عن ذلك رسول الله ﷺ فقال اردت یارسول الله ان یکتب لی اقبالی الی المسجد ورجوعی الی اهلی اذ رجعت فقال اعطاک الله ذلك کله تو اس روایت میں ہے کہ وہ صلیٰ فرماتے ہیں کہ میرے لئے مسجد میں آنالور جانا دونوں لکھے جائیں۔ اس کی طرف اشارہ فرمادیا کہ مسجد کو جانا اور آنالور دونوں لکھا جاتا ہے۔ اور اسی طرح کتاب الجہاد کی روایت میں غدوة مکروحة واررہ۔ (صبح کو جانا شام کے آنے کی طرح ہے)۔

ترجمہ۔ جب نماز کے لئے تکبیر کہی جائے پھر فرض نماز کے سوا کوئی نماز نہیں۔

باب إِذَا قِيَمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا صَلَاةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مالک بن حنیہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت نبی اکرم ﷺ کا گذر ایک ایسے شخص کے پاس سے ہوا۔ اور دوسری سند میں ہے۔ کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جبکہ نماز کے لئے تکبیر کہی جا چکی تھی وہ فجر کی دو سنتیں پڑھ رہا تھا۔ جب حضور اکرم ﷺ نماز سے فارغ ہوئے۔ تو لوگوں نے اس شخص کا تکبیر اذکر لیا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا۔ کہ کیا فجر کی نماز چار رکعت ہو گئی ہے۔

حدیث (۶۲۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَن عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَالِكِ بْنِ بُحَيَّةَ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِرَجُلٍ يَسْتَدِ أَخْرَأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَأَى رَجُلًا وَقَدْ قِيَمَتِ الصَّلَاةُ يُصَلِّي رُكْعَتَيْنِ فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَدَيْكَ بِهِ النَّاسُ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَ الصُّبْحُ أَرْبَعًا الْخ

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ یہ ترجمہ بعینہ روایت ہے جس کو امام مسلمؒ نے ذکر کیا ہے غالباً مصنفؒ اس وجہ سے اس روایت قویہ

کو نہیں لائے کہ اس کی سند میں ایک راوی عمرو بن دینار ہیں جس کے رفع اور وقف میں اختلاف ہے۔ شاید اس جھگڑا کی وجہ سے مصنفؒ اس کو نہیں لائے۔ ورنہ روایت نہایت قویہ ہے۔ امام مالکؒ اور امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ اگر جماعت کے فوت ہو جائے کا خوف نہ ہو تو خارج مسجد میں سنۃ الفجر پڑھ سکتا ہے یعنی اگر ایک رکعت پالینے کا یقین ہو تو سنۃ الفجر کو نہ چھوڑنا چاہئے۔ اور باقی حضرات اس کی اجازت نہیں دیتے اور اس روایت کو استدلال میں پیش کرتے ہیں۔ امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ اذا قیمت الصلوة الخ اپنے عموم پر نہیں۔ کہ جب جماعت کھڑی ہو جائے تو اور کسی جگہ نماز جائز نہ ہو۔ بلکہ اس میں تخصیص ہے کہ اذا قیمت الصلوة فلا صلوة ای فی هذه المسجد الا المكتوبة۔ شواہد اس کے بھی قائل ہیں کہ اگر کوئی فریضہ تھا کر رہا ہو تو اسے پورا کر سکتا ہے تو معلوم ہوا کہ اس میں تخصیصات

جاری ہیں۔ چونکہ سنیہ انجمن کے قیام پر بجز روایات دلالت کرتی ہیں اس لئے حضرت امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ مکتوبہ کا تحفظ بھی رہے۔ اور سنیہ انجمن بھی ادا ہو جائیں۔ البتہ امام مالکؒ نے یہ شرط لگائی ہے کہ مسجد کے باہر مکان پر ان کو پڑھ سکتا ہے مسجد کے اندر نہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ - صبح کی سنتوں کے علاوہ ساری سنتوں میں اتفاق ہے کہ جب نماز کھڑی ہو جائے تو اس وقت کوئی اور

نماز پڑھنا خلاف لوئی اور مکروہ ہے۔ اگر پڑھ رہا ہو تو جلدی سے پوری کر لے یا دو رکعت پر سلام پھیر دے۔ مگر سنت فجر میں اختلاف ہے کہ اگر فرض ہو رہے ہوں تو اس وقت سنتیں پڑھیں یا نہ پڑھیں کیا کریں۔ ظاہر یہ فرماتے ہیں کہ جب نماز شروع ہوگی اسی وقت ساری سنتیں ختم ہو جائیں گی۔ اور اگر اب تک شروع نہیں کی تو اب شروع نہ کرے اور اگر شروع کر دی تھیں تو فوراً ٹوٹ گئی۔ اور امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک شروع کرنا جائز ہے۔ اور اگر پڑھ رہا ہو اور پھر نماز شروع ہو گئی تو جلدی سے پوری کر لے۔ اور احنافؒ اور مالکیہؒ کے نزدیک سنیہ فجر اور سنتوں سے الگ ہے۔ اور یعنی اس کا وہ روایات ہیں جن سے اس کی تاکید معلوم ہوتی ہے۔ مثلاً لا تدعوہا ولو طردکم الخیل کہ ان سنتوں کو نہ چھوڑو! اگرچہ تمہیں گھوڑے بھی روند ڈالیں۔ اور ان ہی روایات کی بنا پر بعض وجوب کے قائل ہیں۔ خود احناف کے یہاں حسن کی روایت وجوب کی ہے۔ اور امام مالکؒ کے نزدیک وتر جو سنت ہیں ان سے زیادہ مؤکد ہے۔ لہذا اس کو پڑھ لینا چاہیے۔ اب اختلاف اس میں ہے کہ کس طرح پڑھے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اس وقت پڑھے جبکہ کسی رکعت کے فوت ہو جانے کا خوف نہ ہو اور مسجد سے باہر پڑھے یہ دو شرطیں ہیں۔ اور احنافؒ کے نزدیک ایک رکعت کے ملنے کی امید ہو تو صفوف سے علیحدہ ہو کر پڑھے۔ امام بخاریؒ کی رائے شوافعؒ اور حنابلہؒ کے موافق ہے۔ اور الصبح اربعاً سے استدلال ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اس صحابی پر نکیر فرمائی تو معلوم ہوا کہ نہ پڑھے۔ ہماری طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ ان صحابی نے سنتیں صف میں کھڑے ہو کر پڑھیں تھیں اور یہ صورت اربعاً کو ظاہر کر رہی تھی۔ ورنہ اگر کسی نے ایک جگہ دو رکعت سنیہ پڑھ لیں اور پھر دوسری جگہ بدل کر دو رکعت فرض پڑھ لیں تو اس کو اربعاً نہیں کہا جاسکتا۔ اب امام بخاریؒ پر ایک اشکال ہے کہ انہوں نے ترجمہ عام باندھا ہے۔ اذا اقيمت الصلوة فلا صلوة الا المكتوبة اور روایت خاص ذکر فرمائی جو فجر کے ساتھ خاص ہے۔ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ ترجمہ الصلوة پر الف لام بعد خارجی کیلئے ہے۔ اور اس سے مراد خاص نماز یعنی نماز فجر مراد ہے۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ احکام کلیہ تو جزئیات سے ثابت ہوتے ہیں لہذا ایک جزئی سے استنباط فرمایا۔ اور تیسرا جواب یہ ہے کہ بقیہ تو اجماعی ہیں اور یہی صرف اختلافی ہے۔ اس لئے اسی کو خاص طور پر ذکر فرمایا۔ اور چونکہ جواب علامہ عینی کا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ روایت میں جو علت بیان کی گئی ہے اسی کی بنا پر وہ دوسری نمازوں پر بھی صادق آسکتی ہے چنانچہ اگر ظہر کی نماز کھڑی ہونے کے وقت اگر کوئی سنتیں پڑھے یا عصر و مغرب اور عشاء کے وقت ایسا کرے تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ لہذا حدیث عام ہے اگرچہ ذکر صرف فجر کی نماز کا ہے۔ اور باب بھی عام ہے۔ عن عبدالله بن مالك ابن بھینہ یہاں پر بھینہ سے پہلے ابن کالف لکھا بھی جائے گا اور پڑھا بھی جائے گا کیونکہ بھینہ مالک کی مال بیاب نہیں بلکہ یہ مالک کی بیوی اور عبد اللہ کی ماں ہے۔ تو یہ عبد اللہ کی صفت ہوئی۔ يقال له مالك ابن بھینہ یہ وہم ہے عن حفص بن عبدالله ابن بھینہ اس کو تنبیہ کے واسطے ذکر فرمایا ہے۔ کہ مالک ابن بھینہ وہم ہے۔

باب حَدِّ الْمَرِيضِ أَنْ يَشْهَدَ الْجَمَاعَةَ

ترجمہ۔ مریض کسی حد تک جماعت میں
حاضر ہو سکتا ہے۔

ترجمہ۔ حضرت اسود فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عائشہؓ کے پاس نماز پر بیٹھ گئے اور اس کی عظمت شان کا ذکر کر رہے تھے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ جب جناب نبی اکرم ﷺ اس بیماری میں مبتلا ہوئے جس میں آپ کی وفات ہوئی تو نماز کا وقت آ گیا اور اذان کسی گئی آپ نے حکم دیا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں آپ سے کہا گیا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نرم دل آدمی ہیں جب آپ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکیں گے آپ نے اپنی بات کو دہرایا۔ ان لوگوں نے بھی آپ کے لئے وہی بات دہرائی۔ آپ نے جب تیسری بار بات کو دہرایا تو فرمایا کہ تم یوسف علیہ السلام والی عورتیں ہو (جنہوں نے ناحق بات پر اصرار کیا) جاؤ ابو بکرؓ کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نماز پڑھانے کے لئے تشریف لے گئے جناب نبی اکرم ﷺ کو اپنے آپ میں کچھ تخفیف محسوس ہوئی تو آپ اس حال میں نکلے کہ آپ کو دو آدمیوں کے درمیان چلایا جاتا تھا گویا کہ میں ابھی آپ کے دونوں پاؤں کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ زمین پر اس مرض یا درد کی وجہ سے خط کھینچ رہے تھے۔ یعنی زمین سے اٹھ نہیں سکتے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ پیچھے ہٹنے لگے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی جگہ ٹھہرے رہیں۔ تو آپ کو صدیق اکبرؓ کے پہلو میں لاکر ٹھادیا گیا۔ حضرت سلمان الاعمشؓ محدث سے پوچھا گیا کیا جناب نبی اکرم ﷺ نماز پڑھاتے تھے۔ اور ابو بکر صدیقؓ ان کی نماز کی

حدیث (۶۲۵) حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ (الخ) قَالَ قَالَ الْأَسْوَدُ كُنَّا عِنْدَ عَائِشَةَ فَذَكَرْنَا الْمَوَاطِبَةَ عَلَى الصَّلَاةِ وَالْتَعْظِيمَ لَهَا قَالَتْ لِمَا مَرَضَ النَّبِيُّ ﷺ مَرَضَهُ الَّذِي مَاتَ فِيهِ فَحَضَرْتُ الصَّلَاةَ فَأَذَّنَ فَقَالَ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقِيلَ لَهُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ أَسِيفٌ إِذَا قَامَ مَقَامَكَ لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ وَأَعَادَ فَأَعَادُوا لَهُ فَأَعَادَ الثَّلَاثَةَ فَقَالَ إِنَّكُمْ صَوَاحِبٌ يُؤَسَفُ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ إِنَّكُمْ صَوَاحِبٌ يُؤَسَفُ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَخَرَجَ أَبُو بَكْرٍ يُصَلِّيُ فَوَجَدَ النَّبِيَّ ﷺ مِنْ نَفْسِهِ خِفَةً فَخَرَجَ يُهَادِي بَيْنَ رَجُلَيْنِ كَانِي أَنْظَرُ إِلَى رَجُلَيْهِ تَخَطَّانِ الْأَرْضَ مِنَ الْوَجْعِ فَأَرَادَ أَبُو بَكْرٍ أَنْ يَتَأَخَّرَ فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ مَكَانَكَ ثُمَّ أَتَى بِهِ حَتَّى جَلَسَ إِلَى رَجُلِهِ فَقِيلَ لِلْأَعْمَشِ فَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّيُ وَأَبُو بَكْرٍ يُصَلِّيُ بِصَلْوَتِهِ وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ بِصَلْوَةِ أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ بَرَأْسِهِ نَعَمْ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ بَعْضَهُ وَزَادَ أَبُو مُعَاوِيَةَ جَلَسَ عَنْ يَسَارِ أَبِي بَكْرٍ فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يُصَلِّيُ قَرْنَمَا.....

بیروی کرتے تھے اور لوگ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی اقتدا کرتے تھے۔ تو حضرت اعمشؓ نے سر سے اشارہ کیا کہ ہاں! ابو معاویہؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ حضرت ابو بکرؓ کے بائیں جانب بیٹھے تھے۔ اور حضرت ابو بکرؓ کھڑے ہو کر لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ یہ تو متفق علیہا مسئلہ ہے کہ جماعت خواہ فرض عین ہو یا فرض کفایہ یا واجب کفایہ بہر حال

مریض پر شہود جماعت فرض اور واجب نہیں۔ قریباً پندرہ سولہ آدمی ہیں جن پر جماعت کی حاضری واجب نہیں۔ یہاں پر مصنفؒ احتجاج شہود جماعت کو ملتا چاہتے ہیں اگر مریض کچھ خفہ پالیتا ہے کہ دو آدمیوں کے سہارے مسجد میں حاضر ہو سکتا ہے تو وہ اس کی کوشش کرے یہ حدیثی گئی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حدیثی المہملہ اور جد بالجمیم دونوں طرح ضبط کیا گیا ہے اگر جمیم ہو تو مطلب یہ ہے کہ

مریض کی کوشش یہ ہونی چاہیے کہ وہ جماعت میں حاضر ہو جب تک کہ اس کے امکان میں ہو۔ کہ جماعت کی نماز نہ چھوڑے اگر حا حطی سے ہو جیسا کہ ہمارے نسخہ میں ہے پھر یا تو انشاء کے اعتبار سے ہوگی یا ابتدا کے اعتبار سے۔ شرح جیسے علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ ترجمہ کی غرض یہ ہے کہ اس حد تک آنا چاہیے اور اس کے بعد نہیں۔ اور میری رائے یہ ہے کہ اس حد تک تو ضرور جانا چاہیے۔ اس لئے کہ حضور اکرم ﷺ تشریف لے گئے ہیں۔ اگر حالات اس سے گئی آگے ہو جائیں تو بھی جانا جائز ہے۔ دونوں میں فرق ہو گیا۔ وہ یہ کہ شرح کے نزدیک اس کے بعد نہ جانا چاہیے۔ اور میرے نزدیک اس حد کے بعد ہو تو بھی جانا جائز ہے۔ الا سیف رفیق القلب فقال انکن صواحب یوسف جب حضور اکرم ﷺ نے مروا ابابکرؓ فلیصل بالناس فرمایا تو حضرت عائشہؓ نے حضرت حمہؓ سے کہا کہ حضور اکرم ﷺ سے کہو کہ حضرت عمرؓ کو حکم کریں۔ کیونکہ ابو بکرؓ رفیق القلب ہیں۔ چنانچہ حضرت حمہؓ نے یہ درخواست پیش کر دی۔ اور دونوں اصرار کرتی رہیں۔ اس پر جناب رسول اکرم ﷺ نے فرمایا انکن صواحب یوسف الخ اس کا مشہور مطلب تو یہ ہے کہ جس طرح وہ ایک غلط کام پر اصرار کر رہی تھیں اسی طرح تم کرتی ہو۔ یا تشبیہ کثرت سے اصرار کرنے پر ہے اور میرے اکابر کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ جیسے صواحب یوسف زبان سے تو یہ کہتی تھیں کہ زینبؓ کی مطاوعت کر لو مگر اپنے ناز و انداز سے یہ بتا رہی تھیں کہ ہم بھی کچھ ہیں۔ اسی طرح تم زبان سے تو کچھ کہتی ہو اور دل میں کچھ اور کہتی ہو۔ اور دل میں وہ چیز تھی جو صحاح کی روایت میں ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں اس واسطے کہ رہی تھی کہ حضور اکرم ﷺ کا آخری دن ہے اور اگر ابو بکرؓ مصلیٰ پر جا کر کھڑے ہو جائیں گے تو لوگ نشاؤم یعنی نخوت سمجھیں گے۔ اور حضرت حمہؓ سے جیسا کہ غیر صحاح کی روایت میں منقول ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں اسلئے کہہ رہی تھی کہ جس کو آج لامت مل جائے گی کل اس کو خلافت مل جائے گی۔ اس لئے کہ امامت صغریٰ امامت کبریٰ کا مقدمہ ہے۔ فخرج ابو بکرؓ بصلی حضرت ابو بکرؓ نے پنجشنبہ کی عشا سے دو شنبہ کی صبح تک سترہ نمازیں پڑھائیں۔ جب نبی اکرم ﷺ کو افاقہ ہوا تو باقتدا اہل بکرؓ نماز پڑھ لیتے۔ اور کبھی خود امامت فرماتے جلس علی یسار ابی بکر اس پر کلام ابواب الصفوف میں آئے گا۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ ہمارے ہوئے اور آپ کی ہماری نے شدت اختیار کی تو آپ نے اپنی بیویوں سے اجازت چاہی کہ آپ اپنی ہماری کے لیام میرے گھر میں گذاریں۔ سب بیویوں نے اجازت دے دی جناب دو آدمیوں کے درمیان زمین پر خط کھینچتے ہوئے تشریف لائے۔ اور حضرت عباسؓ اور ایک دوسرے آدمی کے درمیان چلتے تھے۔ عبید اللہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے اس بات کا تذکرہ کیا جو حضرت عائشہؓ نے کسی تھی تو انہوں نے مجھے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ وہ دوسرا آدمی کون تھا۔ جس کا

حدیث (۶۲۶) حَدَّثَنَا اَبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوسَى الْعَقْلِيُّ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا وَاشْتَدَّ وَجَعُهُ اسْتَاذَنْ اَزْوَاجَهُ اَنْ يُعْرَضَ فِي بَيْتِي فَاذِنَ لَمْ يَخْرُجْ بَيْنَ رَجُلَيْنِ تَحَطُّرِ رَجُلَاهُ الْاَرْضَ وَكَانَ بَيْنَ الْعَبَّاسِ وَبَيْنَ رَجُلٍ اٰخَرَ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَا قَالَتْ عَائِشَةُ فَقَالَ لِيْ وَهَلْ تَدْرِيْ مَنْ الرَّجُلُ الَّذِيْ كُنْتُ تَسْمِعُ عَائِشَةَ قُلْتُ لَا قَالَ هُوَ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ.....

حضرت عائشہؓ نے نام نہیں لیا تھا۔ میں نے کہا نہیں آپ نے فرمایا وہ حضرت علی بن ابی طالبؓ تھے۔ ہو علی بن ابی طالب میں پہلے بتلا چکا ہوں کہ نام نہ لینے کی وجہ غصہ و غضب نہیں تھا جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ اس جانب میں متعین نہیں تھے۔ اس روایت میں حضور اکرم ﷺ کی تکلیف کا ذکر ہے۔ اور یہ کہا کہ آپ حضرت میمونہؓ کے گھر سے اجازت لے کر حضرت عائشہؓ کے گھر تشریف لائے تو اس قصہ کو نماز سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ حالانکہ باب میں نماز باجماعت کا ذکر ہے۔ تو اس کو باب سے کیسے مناسبت ہوگی۔ بعض نے کہا کہ جب آپ حضرت میمونہؓ کے گھر سے حضرت عائشہؓ کے گھر تشریف لے گئے تو درمیان میں نماز پڑھ کر پھر تشریف لے گئے تھے۔ اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اگرچہ اس حدیث کو نماز باجماعت سے کوئی تعلق نہیں مگر چونکہ اس روایت سے قبل بھادی بین ورجلین وارد ہوا ہے تو اس حدیث سے ان دونوں کی تعیین کر دی۔ کہ ایک جانب تو حضرت عباسؓ متعین تھے اور دوسری جانب بھی حضرت علیؓ بھی اسلمہ بن زیدؓ اور کبھی حضرت فضل بن عباسؓ ہوتے تھے۔ اس حدیث کے ذکر کرنے سے یہ فائدہ ہوا کہ اس میں ان دو آدمیوں کی تفضیل آئی جن کا گذشتہ حدیث میں بجملاً ذکر تھا۔

ترجمہ۔ بارش اور کسی دوسری مجبوری کی وجہ سے گھر میں نماز پڑھنے کی رخصت کے بارے میں۔

باب الرَّخْصَةِ فِي الْمَطَرِ وَالْعَلَّةِ
أَنْ يُصَلِّيَ فِي رَحْلِهِ -

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ٹھنڈک والی رات میں نماز کی لڑائی کسی۔ پھر فرمایا گھروں میں نماز پڑھو

حدیث (۶۲۷) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوْسُفَ الْعَقْلِيُّ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ اَذِنَ بِالصَّلَاةِ فِي لَيْلَةٍ ذَاتِ بَرْدٍ وَرِيحٍ

پھر اس کی دلیل بیان فرمائی کہ بے شک جناب رسول اللہ ﷺ جب کوئی رات ٹھنڈک اور بارش والی ہوتی تو مؤذن کو حکم دیتے تھے کہ وہ اعلان کر دے کہ خبر دار! گھروں میں نماز پڑھو۔

ثُمَّ قَالَ الْأَصْلُو فِي الرَّحَالِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَأْمُرُ الْمُؤَذِّنَ إِذَا كَانَتْ لَيْلَةٌ ذَاتُ بَرْدٍ وَمَطَرٍ يَقُولُ الْأَصْلُو فِي الرَّحَالِ . الْحَدِيثُ ...

تشریح از شیخ مدنی۔ شہود جماعت کے اعذار جو بائیس تھیں کے قریب ہیں جن کو فقہانے بیان فرمایا ہے ان کی وجہ سے جمعہ اور مسجد میں حاضر نہ ہونے کی اجازت دی گئی ہے۔ چنانچہ حضرت عبان بن مالک کا واقعہ اسی پر دلالت کرتا ہے۔ اگر بارش اس قدر ہو کہ تبتل بہ النعال یعنی جوتے تر ہو جائیں تو بھی صلوا فی الرحال کا حکم ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ حاصل یہ ہے کہ بارش ان اعذار میں سے ہے کہ اگر اس کی وجہ سے جماعت ترک کر دی جائے تو جائز ہے

ترجمہ۔ حضرت محمود بن الربیع الانصاریؓ سے مروی ہے کہ حضرت عبان بن مالک جو اپنی قوم کی امامت کرتے تھے لیکن وہ ٹاپینا تھے۔ انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ سخت تاریکی اور سیلاب کا پانی ہوتا ہے۔ میں ٹاپینا آدمی ہوں آپ میرے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھ دیں تاکہ میں اس کو جائے نماز بنا لوں۔ جناب رسول اللہ ﷺ ان کے گھر تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ آپ کس جگہ میرے نماز پڑھنے کو پسند کرتے ہیں۔ انہوں نے گھر کے ایک مکان کی طرف اشارہ کیا۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے اس میں نماز پڑھی۔

حدیث (۶۲۸) حَدَّثَنَا سَمْعِيلُ (الْبَخ) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الرَّبِيعِ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ عَبَانَ بْنَ مَالِكٍ كَانَ يَوْمَ قَوْمِهِ وَهُوَ أَعْمَى وَأَنَّهُ قَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهَا تَكُونُ الظُّلْمَةُ وَالسَّيْلُ وَأَنَا رَجُلٌ ضَرِيءُ الْبَصَرِ فَصَلِّ يَا رَسُولَ اللَّهِ فِي بَيْتِي مَكَانًا اتَّخِذْهُ مُصَلًّى فَجَاءَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ فَأَشَارَ إِلَى مَكَانٍ مِنَ الْبَيْتِ فَصَلَّى فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ . الْحَدِيثُ

ترجمہ۔ جو لوگ حاضر ہوں کیا امام ان کو نماز پڑھا سکتا ہے اور کیا جمعہ کے دن بارش میں خطبہ دے سکتا ہے۔

باب هَلْ يُصَلِّي الْإِمَامُ بِمَنْ حَضَرَ وَهَلْ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِي الْمَطَرِ

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن الحارثؓ فرماتے ہیں کہ ایک کچھڑ والے دن میں حضرت ابن عباسؓ نے ہمیں خطبہ دیا اور مؤذن کو حکم دیا کہ جب وہ حسی علی الصلوة تک پہنچے تو کہے

حدیث (۶۲۹) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ قَالَ خَطْبَنَا أَبُو عَبَّاسٍ فِي يَوْمِ ذِي رَجَبٍ فَأَمَرَ الْمُؤَذِّنَ لَمَّا بَلَغَ حَيْ عَلَى الصَّلَاةِ قَالَ قُلْ

الصلاة في الرحال يعني گھروں میں نماز پڑھو۔ تو لوگ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ گویا کہ انہوں نے اس کو اوپر سمجھا تو ابن عباسؓ نے فرمایا گویا تم تو اس کو اوپر سمجھ رہے ہو حالانکہ اس فعل کو وہ ذات کر چکی ہے جو میرے سے بہتر تھی۔ یعنی نبی اکرم ﷺ نے ایسا کیا۔ اور میں سمجھا ہوں کہ واقعی حمد واجب ہے اور میں ناپسند کرتا ہوں کہ تم کو گھروں سے نکالوں۔ اور حماد کی دوسری سند کے ساتھ یوں ہے کہ میں تمہیں گناہ میں مبتلا کروں (کہ تم تنگ دلی کے ساتھ مسجد میں آؤ) کہ تم گھنوں تک کیچڑ کو روندتے ہوئے مسجد میں حاضر ہو۔

ترجمہ۔ حضرت ابو سلمہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو سعید خدریؓ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ ایک بادل کی ٹکڑی آئی اس نے بارش برسائی۔ یہاں تک کہ چھتیں یہ پڑیں۔ کیونکہ وہ کھجور کی ٹہنیوں سے بنی ہوئی تھیں جب نماز کے لئے تکبیر کسی گئی تو جناب رسول اللہ ﷺ کو پانی اور کیچڑ میں سجدہ کرتے دیکھا۔ یہاں تک کہ آپؐ کی پیشانی میں اس کیچڑ کے نشان بھی میں نے دیکھے۔

ترجمہ۔ حضرت ابن سیرین فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت انسؓ سے سنا فرماتے تھے کہ انصار کے ایک آدمی نے کہا وہ موٹے آدمی تھے کہ میں آپ کے ساتھ نماز نہیں پڑھ سکتا تو اس نے جناب نبی اکرم ﷺ کے لئے کھانا تیار کیا۔ اور حضور انور ﷺ کو اپنے گھر بلایا۔ چنانچہ آپ کے لئے ایک چٹائی بچھائی جس کے ایک کنارے کو دھو دیا تھا یا نرم کرنے کے لئے چھینے دئے تھے۔ تو آپ نے اس پر دو رکعت نماز پڑھی آل جاوود کے ایک آدمی نے حضرت انسؓ سے پوچھا کہ کیا آپ اشراق کی نماز

الصَّلَاةُ فِي الرَّحَالِ فَنَظَرَ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ كَانَهُمْ أَنْكَرُوا فَقَالَ كَأَنَّكُمْ أَنْكَرْتُمْ هَذَا إِنَّ هَذَا فَعَلَهُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي يَعْنِي النَّبِيَّ ﷺ إِنَّهَا عَزْمَةٌ وَإِنِّي كَرِهْتُ أَنْ أُحْرِجَكُمْ وَعَنْ حَمَادٍ عَنْ صَمِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ نَحْوَهُ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ كَرِهْتُ أَنْ أُوْتِمَّكُمْ فَتَجِيؤُنَّ لُدُوْسُونَ الطَّيْنِ إِلَى رُكْبِكُمْ

حدیث (۶۳۰) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِي أَخِي قَالَ سَأَلْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخَدْرِيَّ فَقَالَ جَاءَتْ سَحَابَةٌ فَمَطَرَتْ حَتَّى سَالَ السَّقْفُ وَكَانَ مِنْ جَرِيدِ النَّخْلِ فَأَقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يُسْجُدُ فِي الْمَاءِ وَالطَّيْنِ حَتَّى رَأَيْتُ أَثَرَ الطَّيْنِ فِي وَجْهِهِ . الْحَدِيثُ

حدیث (۶۳۱) حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ إِنِّي لَا أُسْتَطِيعُ الصَّلَاةَ مَعَكَ وَكَانَ رَجُلًا ضَخْمًا فَصَنَعَ لِلنَّبِيِّ ﷺ طَعَامًا فَدَعَاهُ إِلَى مَنْزِلِهِ فَبَسَطَ لَهُ حَصِيرًا وَنَضَحَ طَرَفَ الْحَصِيرِ فَصَلَّى عَلَيْهِ رَكَعَتَيْنِ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ آلِ الْجَارُودِ لِأَنَسِ أَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الضُّحَى قَالَ مَرَّ بِتَبْتِهَا صَلَاةً لِأَيُّومِيذ . الْحَدِيثُ

پڑھتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ اس دن کے علاوہ میں نے آپ کو یہ نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ - الاصلو فی الرجال سے بظاہر وجوب معلوم ہوتا تھا۔ تو مصنفؒ فرماتے ہیں کہ یہ امر وجوب کیلئے

نہیں ہے۔ بلکہ یہ شارع علیہ السلام کی طرف سے رخصت ہے یہ مطلب نہیں کہ بارش اور دیگر اعذار کی وجہ سے جماعت ہی نہ ہونی چاہیے بلکہ الاصلو فی الرجال کا حکم بطور تریخص کے ہے۔ خطبنا ابن عباسؓ الخ اس پر اشکال ہوتا ہے کہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان سے پہلے خطبہ پڑھا گیا۔ حالانکہ خطبہ تو بعد الاذان ہوتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ خطبنا ای اراد الخطبة یا جلس للخطبة تو انہوں نے مؤذن کو امر کیا کہ اذان میں الاصلو فی الرجال کہہ دو کہت ان اسو حکم یا اولکمکم اس پر شبہ ہوتا ہے کہ جب کچھ وغیرہ میں چل کر آئے تو مشقت کی وجہ سے ثواب زیادہ ہوگا تو پھر اس میں گناہ کے کیا معنی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر الاصلو فی الرجال نہ کہا جائے۔ تو تم پر اجابت مؤذن واجب بالنقل ہوگی۔ اگر تم نے اجابت نہ کی تو عند اللہ ماخوذ ہوں گے اور اپنے نفوس میں بھی اس کا احساس کرو گے۔ اس لئے میں نے اس کا اعلان کرادیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ - حاصل یہ ہے کہ بارش ان اعذار میں سے ہے جس کی وجہ سے جماعت کو چھوڑا جاسکتا ہے۔ یہ عذر

متفق علیہ ہے۔ اب جو نیک الاصلو فی الرجال فرمایا تھا۔ اور صلوا امر کا صیغہ ہے جو وجوب کے لئے ہوتا ہے جس سے ایما ہوتا ہے کہ بارش کے وقت رجال میں نماز پڑھنا واجب ہے۔ اس لئے باب هل یصلی الامام بمن حضر باندھ کر تنبیہ فرمادی کہ یہ امر ایجابی نہیں اگر مسجد میں امام حاضر لوگوں کو جماعت سے نماز پڑھادے تو جائز ہے۔ قال سألت ابا سعید الخدری روایت مختصر ہے۔ لیلۃ القدر کی روایت میں اس طرح ہے هل سمعت رسول اللہ ﷺ یذکر لیلۃ القدر قال نعم الخ حضرت ابو سلمہؓ نے سوال کیا تھا کہ لیلۃ القدر کے بارے میں اختلاف بہت ہے اس لئے سوال فرمایا۔ انہوں نے جواب دیا یہ بارش ایک سو بیس شب کو ہوتی۔ جیسا کہ دوسری روایات میں ہے فوکف المسجد الخ حضرت امام بخاریؒ اس کو ابو اب السجود میں بھی ذکر کریں گے۔ اس لئے کہ اس میں جبہ (پیشانی) اور انبہ (ناک کے نرم حصہ) پر مٹی لگے ہونے کا ذکر ہے۔ کان رجلا ضحما یہ وہی عثمان بن مالکؓ ہیں ان کی روایت سے ترجمہ الباب کیسے ثابت ہو۔ بعض کہتے ہیں کہ چونکہ حضرت عثمانؓ اپنی مسجد کے امام تھے جب وہ بارش کی وجہ سے مسجد میں نہیں جاتے تھے تو اور لوگ پڑھتے رہے ہوں گے۔ لہذا یہ صلوة بمن حضر ہو گیا۔ یہ جتمل ہے۔ اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ طرف حیر پر انہوں نے پانی چھڑکا۔ یہ تو بارش ہو گئی۔ اور نبی اکرم ﷺ نے نماز پڑھائی۔ یہ صلوة بمن حضر ہو گئی۔ یہ خیر امام بخاریؒ کے ترجمہ کے لائق ہے اسلئے امام بخاریؒ اس قسم کے باریک استدلال فرماتے ہیں۔

باب إِذَا حَضَرَ الطَّعَامَ وَأَقْبَمَتِ الصَّلَاةُ

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُبَدِّأُ بِالْعِشَاءِ

ترجمہ۔ جب تکبیر کہی جائے اور کھانا حاضر ہو تو ابن عمرؓ کھانے سے ابتدا کرتے تھے۔ اور حضرت ابو داؤد

فرماتے ہیں کہ آدمی کی سمجھ داری کی بات یہ ہے کہ وہ اپنی ضرورت کو پورا کرے تاکہ جب نماز کو آئے تو اس کا دل شواغل دنیا سے فارغ ہو۔

وَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ مِنْ فَهْمِ الْمَرْءِ اِقْبَالُهُ عَلَى حَاجَتِهِ حَتَّى يُقْبِلُ عَلَى صَلَاتِهِ وَقَلْبُهُ فَارِغٌ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا جب شام کا کھانا رکھا جائے اور ادھر نماز کے لئے تکبیر کہی جائے تو پہلے کھانے کو شروع کرو۔

حدیث (۶۳۲) حَدَّثَنَا مُسَدُّ بْنُ سَمِيعٍ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ إِذَا وَضِعَ الْعِشَاءُ وَأَقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَأَبْدئُوا بِالْعِشَاءِ ...

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب شام کا کھانا پہلے آجائے تو مغرب کی نماز پڑھنے سے پہلے اس کو شروع کرو۔ اور اپنے شام کے کھانے سے جلدی نہ کرو کہ نماز پڑھنے لگو۔

حدیث (۶۳۳) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ أَخْبَرَنَا عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ إِذَا قَدِمَ الْعِشَاءُ فَأَبْدئُوا بِهِ قَبْلَ أَنْ تَصَلُّوا صَلَاةَ الْمَغْرِبِ وَلَا تَعْجَلُوا عَنْ عِشَاءِكُمْ .. الحدیث ..

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کا کھانا رکھا جائے اور تکبیر نماز کی کسی جاہلی ہو تو کھانے سے ابتدا کرو اور جلدی نہ کی جائے یہاں تک کہ کھانے سے فارغ ہو جائے۔ چنانچہ ابن عمرؓ کیلئے کھانا رکھا جاتا تھا اور ادھر نماز کھڑی ہو جاتی تھی تو جب تک کھانے سے فارغ نہ ہوتے تو نماز کو نہیں آتے تھے۔ حتیٰ کہ وہ امام کی قرأت کو سن رہے ہوتے تھے۔ اور زہیر کی سند سے ابن عمرؓ نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے جب تم میں سے کوئی کھانا کھا رہا ہو تو جلدی نہ کرے یہاں تک کہ کھانے سے اپنی ضرورت پوری کر لے۔ اگرچہ نماز قائم ہو جائے۔

حدیث (۶۳۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ أَخْبَرَنَا عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا وَضِعَ عِشَاءُ أَحَدِكُمْ وَأَقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَأَبْدئُوا بِالْعِشَاءِ وَلَا يَعْجَلُ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْهُ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُوَضِّعُ لَدَى الطَّعَامِ وَتَقَامُ الصَّلَاةُ فَلَا يَأْتِيهَا حَتَّى يَفْرُغَ وَإِنَّهُ لَيَسْمَعُ قِرَاءَةَ الْإِمَامِ وَقَالَ زُهَيْرٌ وَوَهَبُ بْنُ عَثْمَانَ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ عَلَى الطَّعَامِ فَلَا يَعْجَلُ حَتَّى يَقْضَى حَاجَتَهُ مِنْهُ وَأَقِيمَتِ الصَّلَاةُ. الحدیث

تشریح از شیخ مدنی۔ اس ترجمہ الباب کے انعقاد سے امام حاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ عشاء کی تخصیص نہیں بلکہ مطلقاً طعام

مراد ہے۔ کہ جب طعام حاضر ہو جائے تو اسے کھا لینا چاہیے خواہ وہ عشا کا وقت ہو یا غدوہ (صبح کا) وقت ہو۔ چنانچہ حضرت ابو الدرداءؓ نے اس سے بھی عموم مراد لیا کہ خواہ کوئی حاجت ہو اس کو پورا کر کے فارغ البال ہو کر نماز میں کھڑا ہو۔ زہد کا تقاضا تو یہ ہے کہ ہر اس چیز پر نماز کو مقدم کیا جائے جو شاق ہو۔ مگر فقہ اس کی اجازت نہیں دیتی بلکہ اس کا متقاضی ہے کہ مشاغل دنیویہ سے فارغ ہو کر نماز میں کھڑا ہونا چاہیے۔ چونکہ مغرب کی نماز کا وقت تنگ ہوتا ہے اس لئے خصوصیت کے ساتھ بدؤ ابہ قبل ان تصلوا صلوٰۃ المغرب فرمایا گیا۔ یعنی مغرب کی نماز کے پڑھنے سے بھی پہلے کھانا کھا لینا چاہیے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ چونکہ حدیث میں اذا وضع العشاء واقیمت الصلوٰۃ فابدؤا بالعشاء کے الفاظ وارد ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کو کھانے سے مؤخر کرنا جائز ہے اور بظاہر عقل کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ کھانے کے واسطے نماز کو مؤخر کیا جائے نیز اشرح السنۃ کی روایت میں ہے جیسا کہ مشکوٰۃ میں بھی منقول ہے کہ آنجانب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ لا تؤخرُوا للصلوٰۃ لطفام ولا لغیرہ تو ان عقلی اور نقلی دلیلوں کا تقاضا ہے کہ نماز کو مؤخر نہ کرے۔ اب دونوں میں تعارض ہو گیا جس کی بنا پر علماء کرام کو توجیہ کی ضرورت پیش آئی۔ شافعیہؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مذکور فی الباب فساد طعام پر محمول ہے مطلب یہ ہے کہ کھانے کے ثراب ہو جانے کا اندیشہ ہو تو اجازت ہے یہ توجیہ دراصل امام غزالیؒ کی ہے مگر چونکہ وہ شافعی المذہب ہیں اس لئے امام شافعیؒ کی طرف نسبت کردی۔ اور مالکیہؒ فرماتے ہیں کہ یہ قلت طعام پر محمول ہے کہ کھانا تھوڑا ہو اور کھانے والے زیادہ ہوں اور یہ ڈر ہو کہ اگر نماز پڑھنے چلا گیا تو سارا کھانا نمادیں گے۔ تو اس وقت پہلے کھانا کھالے پھر نماز پڑھے۔ حنفیہؒ حنابلہؒ فرماتے ہیں کہ اجازت اس وقت ہے جبکہ اشغال قلب کا اندیشہ ہو۔ یعنی اگر نہ کھائے گا تو اس کا خیال کھانے کی طرف لگا رہے گا۔ اگر ایسی صورت ہو تو اولاً کھانا کھالے پھر نماز پڑھے۔ اسی طرف امام بخاریؒ کا میلان ہے۔ کیونکہ حضرت ابو الدرداءؓ کا انہوں نے مقولہ نقل کیا ہے جس میں حتی یقبل علی صلوٰۃ وقلبه فارغاً تاکہ فارغ البال ہو کر نماز کی طرف متوجہ ہو۔ امام بخاریؒ کا مسلک آثار مذکورہ فی الباب سے معلوم ہوتا ہے۔ لیکن حضرت امام طحاویؒ نے اپنی کتاب مشکل الآثار میں فرماتے ہیں کہ صائم کے ساتھ خاص ہے۔ اور صلوٰۃ سے مراد صلوٰۃ خاص یعنی مغرب کی نماز مراد ہے۔ قبل ان تصلوا المغرب یہ جملہ امام طحاویؒ کی تائید کرتا ہے۔ اور جہاں عشاء کا لفظ آتا ہے وہاں اس سے مراد مغرب ہے۔ کیونکہ عشاء کا اطلاق مغرب پر بھی ہوتا ہے۔ وذهب مدنی یہ دفع ایہام کے لئے فرمایا۔

باب إِذَا دُعِيَ الْإِمَامُ إِلَى الصَّلَاةِ وَبَدِئَهُ مَا يَأْكُلُ -

ترجمہ۔ امام کو جب نماز کے لئے بلایا اور اس کے ہاتھ وہ چیز ہو جس کو کھا رہا تھا۔

ترجمہ۔ عمرو بن امیہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب

حدیث (۶۳۵) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ

رسول اللہ ﷺ کو بازو کا گوشت کاٹ کاٹ کر کھاتے ہوئے دیکھا آپ کو نماز کی طرف بلایا گیا تو آپ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے۔ چھری پھینک دی نماز پڑھی وضو نہ فرمایا۔

أَنَّ عُمَرَو بْنَ أُمَيَّةَ أَنَّ أَبَاهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَأْكُلُ ذِرَاعًا يَحْتَزُّ مِنْهَا قُدْعِي إِلَى الصَّلَاةِ فَقَامَ فَطَرَحَ السِّكِّينَ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. الْحَدِيثُ

تشریح از شیخ مدنی - یہ باب پہلے باب کے بالکل مخالف ہے۔ تو مصنفؒ بتلانا چاہتے ہیں کہ وہ جو طعام کو مقدم کرنے کی اجازت دی گئی وہ تمہارے قلب کے اعتبار سے ہے۔ اگر نماز میں بے اطمینانی ہو تو پھر حاجت کو پورا کر لو۔ اگر اس قدر کھانا کھالیا کہ جس سے اطمینان حاصل ہو گیا۔ تو پھر اسے چھوڑ کر نماز کو مقدم کرنا چاہیے۔ چنانچہ آپ پہلے کھانا کھا چکے تھے جس سے اطمینان حاصل ہو چکا تھا۔ روایت مطولہ میں یہ موجود ہے اسلئے اب آپ طعام کو چھوڑ کر نماز میں کھڑے ہو گئے۔ البتہ جن چیزوں سے انشغال القلب فی الصلوٰۃ نہیں رہتا اس کی اجازت ہے۔ ہر حاجت خواہ اس سے انشغال قلب ہو یا نہ ہو۔ اس کو پورا کرنے کی اجازت نہیں۔ اگلاب اس پر دلالت کرتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریا - امام بخاریؒ کی اس باب سے کیا غرض ہے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ الامام کی قید احترازی نہیں چونکہ حضور اکرم ﷺ امام تھے۔ اس لئے ترجمہ میں امام کا لفظ ذکر فرمادیا۔ اور غرض امام بخاریؒ کی یہ ہے کہ فابعدوا بالعشاء کا حکم اس وقت ہے جبکہ کچھ کھالیا پیانا ہو۔ اور اگر کچھ کھالیا ہو تو پھر نماز پہلے پڑھے اور بعد میں کھائے۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ جب امام بخاریؒ نے الامام کا لفظ ذکر فرمادیا تو وہ قیدی ہو گا۔ اور غرض یہ ہے کہ یہ امر عام لوگوں کے لئے ہے۔ اور امام کے لئے یہ ہے کہ وہ اولاً نماز پڑھائے اسی لئے حضور ﷺ نے اس وقت کھانا چھوڑ دیا اور وجہ اس کی یہ ہے کہ عوام کے مشغول بطعام رہنے سے لوگوں کا کوئی حرج نہیں ہے۔ امام ان کو نماز پڑھادے گا۔ لیکن اگر امام خود ہی مشغول ہو گا تو لوگ اس کی وجہ سے مشغول ہوں گے۔ اور اس کی انتظار میں ٹھہریں گے الانتظار اشد من الموت۔

ترجمہ۔ کوئی شخص اپنے گھر کی کسی ضرورت میں ہو۔ تکبیر نماز کسی جائے تو وہ نکل آئے۔

بَابُ مَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَهْلِهِ
فَأَقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَخَرَجَ -

ترجمہ۔ حضرت اسوٰۃ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ جناب نبی اکرم ﷺ اپنے گھر میں کیا کرتے تھے انہوں نے فرمایا کہ جناب اپنے گھر کی خدمت میں رہتے تھے

حدیث (۶۳۶) حَدَّثَنَا اِذْمُ رَالِخٌ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَصْنَعُ فِي بَيْتِهِ قَالَتْ كَانَ يَكُونُ فِي مَهْنَةِ أَهْلِهِ تَعْنِي خِدْمَةَ أَهْلِهِ

فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ . الْحَدِيثُ

جب نماز کا وقت حاضر ہو جاتا تو نماز کے لئے چلے جاتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ دوسرا استثناء ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ صرف کھانے کی اجازت ہے۔ دنیا کے سارے دھندھوں

کا یہ حکم نہیں ہے۔ ان سب سے فارغ ہو کر پھر نماز پڑھے۔ کیونکہ دنیا کے دھندے تو رات دن چلتے ہی رہتے ہیں اگر سب کو کھانے کے حکم میں کر دیا جائے تو لازم آئے گا کہ پھر نماز ہی نہ پڑھے۔ اور بعض حضرات کے نزدیک ترجمہ کا مقصد یہ ہے کہ حاجۃ اللہ سے جماع مراد ہے کہ جماع کو مرجوع اور جماعت کو راجع قرار دیا جائے۔ علماء نے لکھا ہے کہ اگر نماز کے وقت جماع کرے تو اس سے جو اولاد پیدا ہوگی وہ والدین کی نافرمان ہوگی۔ اور پہلے معنی کی تفصیل شامل میں ہے کہ ماکان الا بشرا من البشر یقلی ثوبہ یحلب شاتہ ویخدم نفسہ ویخیط ثوبہ ویخصف نعلہ ویوقع دلوة یعنی آپ اپنے کپڑے سے جو کس نکالتے تھے۔ اپنی بھری کا دودھ نکالتے تھے۔ اپنا کام خود کرتے تھے۔ اور اپنا کپڑا خود سی لیتے تھے۔ اپنا جو تاگا ٹھ لیتے تھے۔ اور اپنے ڈول کو خود پیوند لگا لیتے تھے۔ منہ میں اتمہ کرام اپنے کام کو خود انجام دیتے تھے۔ اور یہی صالحین کا معمول رہا ہے۔ کذا فی العینی والکرمانی۔

ترجمہ۔ جو شخص لوگوں کو اس ارادہ سے نماز

پڑھاتا ہے کہ وہ ان کو جناب نبی اکرم ﷺ کی نماز سکھائے اور آپ کا طریقہ بتائے۔

بَابُ مَنْ صَلَّى بِالنَّاسِ وَهُوَ
لَا يُرِيدُ إِلَّا أَنْ يَعْلَمَهُمْ صَلَاةَ
النَّبِيِّ ﷺ وَسُنَّتَهُ

ترجمہ۔ ابو قلابہ فرماتے ہیں کہ حضرت مالک بن الحویرث صحابی رسول ہماری اس مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا کہ میں تمہیں نماز پڑھاؤں گا لیکن میرا اپنا ارادہ نماز پڑھنے کا نہیں ہے۔ میں تو دیکھنا چاہتا ہوں کہ میں نے آنحضرت نبی اکرم ﷺ کو کیسے نماز پڑھتے دیکھا۔ ایوب کہتے ہیں کہ میں نے ابو قلابہ سے پوچھا کہ وہ کیسے نماز پڑھتے تھے۔ فرمایا ہمارے اس شیخ عمرو بن سلمہ کی طرح اور وہ شیخ جلسہ استراحتہ اس طرح کرتے تھے کہ دوسری رکعت کی طرف اٹھنے سے پہلے جب پہلی رکعت کے سجدہ سے اٹھتا تو بیٹھ جایا کرتے تھے۔

حدیث (۶۳۷) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ كَتَبَ جَاءَنَا مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ فِي مَسْجِدِنَا هَذَا فَقَالَ إِنِّي لَا صَلِّيُّ بِكُمْ وَمَا رَأَيْتُ الصَّلَاةَ أَصْلِي كَيْفَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقُلْتُ لِأَبِي قَلَابَةَ كَيْفَ كَانَ يُصَلِّي قَالَ مِثْلَ شَيْخِنَا هَذَا وَكَانَ الشَّيْخُ يُجْلِسُ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ قَبْلَ أَنْ يَنْهَضَ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى... الْحَدِيثُ....

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اس باب سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم صلوة کا ارادہ تو کرتا ہے مگر صلوة کا ارادہ نہیں کرتا۔

روایت سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے ما رید الصلوٰۃ اصلیٰ کہ میں نماز پڑھنا نہیں چاہتا لیکن اگر شبہ ہو کہ جب نماز کی نیت نہیں ہے تو پھر اس کا کیا اعتبار ہے۔ انما الاعمال بالنیات فرمان نبویؐ ہے۔ اور نیت فعل ارادی کا نام ہے فعل لسانی کا نام نہیں ہے۔ ہمارے احناف نے تو الفاظ نیت کو بدعت تک کہا ہے۔ مگر قول فیصل یہ ہے کہ نیت باللسان مستحسن ہے تو اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ وہ فرما رہے ہیں کہ میں امام بن کر خمیس نماز پڑھاتا ہوں نماز کی نیت نہیں ہے۔ تو معنی ہوں گے من صلی بالناس و صار اماما لهم لایرید بہ الاتعلیم الصلوٰۃ محض نفس صلوٰۃ کا ارادہ نہیں تعلیم کا بھی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چونکہ حدیث پاک میں آتا ہے انا اغنی الشركاء عن الشرك یہ حدیث قدسی ہے جس کو آپؐ اللہ تعالیٰ سے نقل فرما رہے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی اخلاص سے عبادت نہ کرے بلکہ دکھلاوے کیلئے کرے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اس سے بالکل بے نیاز ہوں مجھ سے اس کے ثواب کی توقع نہ رکھے جس کے دکھلانے کے لئے کیا ہے اس سے ثواب طلب کرے اسی طرح حدیث پاک ہے کہ قیامت کے دن جہنم میں سب سے پہلے تین آدمی ڈالے جائیں گے۔ ایک عالم ریاکار۔ دوسرے مجاہد مرانی تیسرے سخی مرانی۔ تو اس سے ظاہر ایہام ہوتا تھا کہ اگر کوئی تعلیم کے واسطے نماز پڑھے تو وہ اندر داخل ہو جائے گا۔ تو حضرت امام حنالیؒ اس کو مستثنیٰ فرماتے ہیں کہ اگر تعلیم دینے کے لئے نماز پڑھے تو یہ اس کے اندر داخل نہیں۔ اس لئے کہ مدار نیت پر ہے۔ انما الاعمال بالنیات آپؐ کا ارشاد ہے یہاں پر چونکہ اس کی غرض تعلیم ہے لہذا اس کے اندر داخل نہ ہوگی۔ کیونکہ یہ دکھلاؤ اور دین ہے اسی واسطے صوفیاً فرماتے ہیں کہ رباً الشیخ خیر من اخلاص المریدین یعنی شیخ کا دکھلاؤ امریدین کے اخلاص سے بہتر ہے۔ کیونکہ وہ متبوع ہیں۔ لوگ جیسا ان کو دیکھیں گے ویسا ہی کریں گے۔ وکان شیخا یجلس الخ شافعیہ نے اس حدیث سے جلسہ استراحت پر استدلال کیا ہے۔ اور جو جلسہ استراحت کے مسنون ہونے کے قائل نہیں ہیں وہ جو لبا کہتے ہیں کہ جب شاگرد نے پوچھا کہ کیسے پڑھتے تھے تو کہا کہ ایسے ہی پڑھتے تھے جیسے لوگ پڑھتے ہیں۔ مگر رکعت ثانی سے پہلے بیٹھ کر پھراٹھتے تھے۔ تو خود ہی معلوم ہو گیا کہ جمہور صحابہ کا عمل اس کے خلاف تھا۔ صرف حضرت مالک بن الحویریتؒ جلسہ استراحت کرتے تھے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آخر میں حاضر ہوئے۔ نبی اکرم ﷺ اس وقت بوڑھے ہو چکے تھے۔ اس لئے جلسہ استراحت کر کے پھراٹھتے تھے چنانچہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے انی قد بدنت میں بھاری ہو گیا ہوں۔

ترجمہ۔ علم اور فضیلت والے لوگ امامت کے

حقدار ہیں۔

باب أَهْلُ الْعِلْمِ وَالْفَضْلِ

أَحَقُّ بِالْإِمَامَةِ

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ ہمارے ہوتے یہاں تک کہ آپ کی ہماری

حدیث (۶۳۸) حَدَّثَنَا اسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ عَنِ أَبِي مُوسَى قَالَ مَرَّضَ النَّبِيُّ ﷺ فَأُسْتُدْمِرَضَةٌ

شدت پکڑ گئی۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ ابو بکر صدیق کو حکم سناؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کی کہ وہ نرم دل آدمی ہیں جب آپؐ کی جگہ پر کھڑا ہوگا تو لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکے گا آپؐ نے فرمایا کہ تم ابو بکر کو میرا حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے حضرت عائشہؓ کو پھر وہی پہلا کلمہ لوٹایا کہ ابو بکر کو میرا حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ تم تو یوسفؑ والی عورتیں ہو۔ تو ان کے پاس حضرت رسول اللہ ﷺ کا قاصد پہنچا تو انہوں نے حضور اکرم ﷺ کی زندگی میں لوگوں کو نماز پڑھائی۔

فَقَالَ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فليَصِلِ بِالنَّاسِ. قَالَتْ عَائِشَةُ إِنَّ رَجُلًا رَفِيقِي إِذَا قَامَ مَقَامَكَ لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَعَادَتْ فَقَالَ مُرِي أَبَا بَكْرٍ فليَصِلِ بِالنَّاسِ فَإِنْ كُنَّ صَوَاحِبَ يُوسُفَ فَاتَاهُ الرَّسُولُ فَصَلَّى بِالنَّاسِ فِي حَيَاتِهِ النَّبِيِّ ﷺ.....

ترجمہ۔ حضرت عائشہ ام المؤمنینؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنی ہماری کی حالت میں فرمایا کہ ابو بکرؓ کو حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ حضرت ابو بکرؓ جب آپؐ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو رونے کی وجہ سے لوگوں کو قراۃ نہیں سنا سکیں گے۔ آپؐ حضرت عمرؓ کو حکم دیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے بی بی حصہؓ سے کہا کہ تو جا کر حضور انور ﷺ سے کہہ دے کہ حضرت ابو بکرؓ جب آپؐ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو رونے کی وجہ سے لوگوں کو آواز نہیں سنا سکیں گے آپؐ حضرت عمرؓ کو حکم دیں وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ چنانچہ حضرت حصہؓ نے ایسا ہی کیا تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا رک جاؤ تم تو ابنتہ یوسف علیہ السلام والی عورتیں ہو

حدیث (۶۳۹) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّهَا قَالَتْ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ فِي مَرَضِهِ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ قَالَتْ عَائِشَةُ قُلْتُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ إِذَا قَامَ فِي مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ فَمُرَّ عُمَرَ فليَصِلِ بِالنَّاسِ قَالَتْ عَائِشَةُ قُلْتُ لِحَفْصَةَ قَوْلِي لَهُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ إِذَا قَامَ فِي مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ فَمُرَّ عُمَرَ فليَصِلِ لِلنَّاسِ ففَعَلَتْ حَفْصَةُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا أَنْكَنْ لَأَنْتِ صَوَاحِبُ يُوسُفَ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فليَصِلِ لِلنَّاسِ قَالَتْ حَفْصَةُ لِعَائِشَةَ مَا كُنْتُ لِأَصِيبَ مِنْكَ خَيْرًا... الحديث....

حضرت ابو بکرؓ کو حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں جس پر حضرت حصہؓ نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ مجھے تو تیری طرف سے کوئی بھلائی نہیں پہنچی۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ خبر دیتے ہیں وہ جناب نبی اکرم ﷺ کے عقائد اور افعال میں پیرو کار تھے۔ آپؐ کی

حدیث (۶۴۰) حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا بِنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيُّ وَكَانَ تَبِعَ النَّبِيَّ ﷺ

خدمت کرتے رہے۔ اور آپ کی صحبت میں رہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ اس بھاری میں لوگوں کو نماز پڑھانے ہیں جس بھاری میں آپ کی وفات ہوئی۔ حتیٰ کہ جب پیر کا دن آیا اور صحابہ کرام نماز میں صفیں باندھے کھڑے تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنے حجرہ کا پردہ کھولا۔ وہ کھڑے ہماری طرف دیکھ رہے تھے۔ آپ کا چہرہ ایسا دک رہا تھا جیسے قرآن مجید کا ورقہ پھر آپ مسکراتے ہوئے ہنس پڑے جناب نبی اکرم ﷺ کو دیکھنے کی خوشی کی وجہ سے ہمارا خیال ہوا کہ کہیں فتنے میں مبتلا نہ ہو جائیں کہ نماز سے ہی نکل جائیں۔ اور ابو بکر صدیقؓ بھی اپنی ایڑیوں پر پیچھے ہٹ آئے۔ تاکہ صف میں آکر مل جائیں اور ان کا

وَخَدَمَهُ وَصَحْبَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَانَ يُصَلِّي لَهُمْ فِي وَجَعِ النَّبِيِّ ﷺ الَّذِي تَوَفَّى فِيهِ حَتَّى إِذَا كَانَ يَوْمَ الْإِنْتِنِ وَهُمْ صُفُوفٌ فِي الصَّلَاةِ فَكَشَفَ النَّبِيُّ ﷺ سِتْرَ الْحَجْرَةِ يُنظَرُ الْبِنَاؤُ هُوَ قَائِمٌ كَانَ وَجْهَهُ وَرَقَةً مُصْحَفٍ ثُمَّ تَبَسَّمَ بِضَحْكَ فَهَمَمْنَا أَنْ نَقْتَبِعَ مِنْ الْفَرَجِ بُرُوبِيَةَ النَّبِيِّ ﷺ فَتَكَصَّ أَبُو بَكْرٍ عَلَى عَقْبِيهِ لِیَصِلَ الصَّفَّ وَظَنَّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَارَجَ إِلَى الصَّلَاةِ فَأَشَارَ الْبِنَاؤُ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ اتَّمُوا صَلَواتِكُمْ وَأَرْخَى السُّتْرَ فَتَوَفَّى مِنْ يَوْمِهِ ﷺ . الحدیث .

گمان تھا کہ جناب نبی اکرم ﷺ نماز کیلئے تشریف لانے والے ہیں۔ پھر آپ نے اشارہ فرمایا کہ اپنی نماز پوری کرو اور پردہ لٹکا دیا۔ اور اسی دن جناب نبی اکرم ﷺ کی وفات ہو گئی۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ تین دن جناب نبی اکرم ﷺ باہر تشریف نہ لائے ایک دن نماز کے لئے کبیرہ کی گئی۔ حضرت ابو بکرؓ آگے بڑھنے لگے تو نبی اکرم ﷺ نے پردے کو پکڑا اور اسے اٹھا دیا۔ جب حضور نبی اکرم ﷺ کا چہرہ انور ہمارے سامنے ظاہر ہوا تو جب سے چہرہ ظاہر ہوا تو ہم نے آپ کے چہرہ انور سے زیادہ عجب کوئی منظر نہ دیکھا۔ تو حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے ہاتھ مبارک سے حضرت ابو بکرؓ کی طرف اشارہ کیا کہ وہ آگے بڑھیں اور آپ نے پردہ لٹکا دیا۔ پھر حضور نبی اکرم ﷺ کے دیکھنے کی کسی کو قدرت نہ ہوئی یہاں تک کہ آپ انتقال فرما گئے۔

حدیث (۶۴۱) حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ لَمْ يَخْرُجِ النَّبِيُّ ﷺ لَنَا فَأَقْبَمَتِ الصَّلَاةُ فَلَهَبَ أَبُو بَكْرٍ يَتَقَدَّمُ فَقَالَ نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ بِالْحِجَابِ فَرَفَعَهُ فَلَمَّا وَضَحَ وَجْهَ النَّبِيِّ ﷺ مَا لَطَرْنَا مَنْظَرًا كَانَ أَعْجَبَ الْبِنَاؤُ مِنْ وَجْهِ النَّبِيِّ ﷺ حِينَ وَضَحَ لَنَا فَأَوْمَأَ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِهِ إِلَى أَبِي بَكْرٍ أَنْ يَتَقَدَّمَ وَأَرْخَى النَّبِيُّ ﷺ الْحِجَابَ فَلَمْ يُقَدِّرْ عَلَيْهِ حَتَّى مَاتَ .. الحدیث ..

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ

حدیث (۶۴۲) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ

حضور نبی اکرم ﷺ کے مرض نے شدت اختیار کی تو آپ سے نماز کے بارے میں کہا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت ابو بکرؓ تک حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا وہ نرم دل آدمی ہے۔ جب قرأت شروع کرے گا تو اس پر رونا غالب آجائے گا۔ آپ نے فرمایا اس تک حکم پہنچاؤ کہ وہ نماز پڑھائے تو حضرت عائشہؓ نے پھر اپنی بات دہرائی آپ نے فرمایا انہیں تک حکم پہنچاؤ کہ وہ نماز پڑھائیں۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ لَمَّا اشْتَدَّ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَجَعَهُ قَبِيلٌ لَهُ فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ مُرُّوا أَبَا بَكْرٍ فَيُصَلِّ بِالنَّاسِ قَالَتْ عَائِشَةُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ زَجَلٌ رَفِيقٌ إِذَا قَرَأَ غَلَبَهُ الْبُكَاءُ قَالَ مُرُّوهُ فَيُصَلِّ فَعَاوَدَتْهُ فَقَالَ مُرُّوهُ فَيُصَلِّ إِنَّكَ نَصْرًا صَوَابًا يُوَسِّفُ تَابِعَهُ الزُّبَيْرِيُّ النَّخ

تشریح از شیخ مدنی۔ مصنفؒ کا مسلک وہی ہے جو جمہور کا ہے کہ احق بالامامة اعلمهم بالسنة ہے امام احمد امام ابو یوسفؒ

اور اسحاق بن راہویہؒ اقرأوا حق بالامامة کہتے ہیں۔ مگر امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ حکم منسوخ ہو گیا جیسے اذاصلی قاعدا فصلوا قعودا منسوخ ہو گیا۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ القدا القائم خلف القاعد تو جائز ہی نہیں۔ البتہ امام احمد امام اسحاق اور جمہور فرماتے ہیں کہ قادر علی القيام خلف القاعد قائما یعنی کھڑے ہو کر پڑھ سکنے والا بیٹھے ہوئے کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتا ہے۔ قاعدا نہ پڑھے۔ اس کو آگے خود مصنفؒ ذکر کریں گے کہ آپ کا ارشاد اذاصلی جالسا فصلوا جلوسا یہ مرض قدیم میں تھا۔ اس کے بعد آپ نے جالسا نماز پڑھی اور لوگ کھڑے تھے۔ آپ نے ان کو بیٹھنے کا حکم نہیں فرمایا۔ تو آپ کے اثری فعل کو لیا جائے گا کہ صلوة القائم خلف القاعد قیام ہی ہوگی۔ تو یہ اذاصلی قاعدا فصلوا قعودا کے لئے ناخ ہوگا۔ ایسے مروا ابا بکر فلیصل بالناس کا ارشاد یوم القوم اقرأہم کیلئے ناخ ہوگا۔ یہ توجیہ بھی کی گئی ہے کہ اس زمانہ میں جو اقرأ ہوتا تھا وہ اعلم بالسنة بھی ہوتا تھا۔ لیکن مصنفؒ اس کو اختیار نہیں کرتے۔ کیونکہ اس سے لازم آئے گا کہ حضرت ابی بن کعبؓ جو اقرأ تھے وہ اعلم بالسنة بھی تھے۔ حالانکہ وہ اعلم نہیں ہیں۔ اعلمنا ابو بکر کہا گیا ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ نے لوگوں کو قرآن مجید کے حفظ کی ترغیب دی۔ اور اسی قرآء قرآن پر نکاح کر دیتے تھے۔ غرضیکہ اس وقت قرآن مجید کا یاد کرنا اہم تھا۔ اس لئے آپ نے ترغیبا (رغبت دلانے کے لئے) یہ فرمایا تھا۔ مگر جب مدا ولہ ہو گئی تو پھر یہ حکم نہ رہا۔ جیسے مؤلفۃ القلوب کیلئے ایک زمانہ خاص تک نینت صدقات کے مال کا حکم تھا۔ ایسے غسل یوم الجمعہ کے وجوب کا حکم بھی ایک زمانہ خاص تک تھا جیسے وہ منتھی ہو گئے ایسے یہ قرآء والا حکم بھی منتھی ہو گیا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ مسئلہ یہ ہے کہ احق بالامامة ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اعلم بالسنة ہے۔ پھر اقرأ ہے۔ اور امام احمدؒ

اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اقرأ ہے۔ پھر اعلم ہے۔ کوئی ایسا اختلاف نہیں۔ ماکنت لاصیب منک خیرا اس سے یوم الغسل (شہدوالا) کے واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا کہ وہاں بھی حضرت عائشہؓ نے پٹی پڑھائی تھی اور ڈانٹ پڑ گئی۔ حتی اذا کان یوم الاثنين

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے سترہ نمازیں پڑھائی ہیں۔ اس میں میری رائے یہ ہے کہ ایک نماز میں حضور اکرم ﷺ درمیان میں تشریف لائے کا نہ ورقہ مصحف قاعدہ یہ ہے کہ جب مقررین بارگاہ ربانی قریب الموت ہوتے ہیں تو ان پر انوار کی کثرت ہو جاتی ہے۔ کما شاہدنا ذلك في المشائخ (جیسا کہ ہم نے اپنے بزرگوں میں اس کا مشاہدہ کیا) پھر نبی اکرم ﷺ کا کیا پوچھنا آپؐ چونکہ رخصت ہونے والے تھے اس لئے انوار کی کثرت ہوئی اس کی روشنی محسوس ہوئی۔ اس پر صحابہ کرامؓ سمجھے کہ آپؐ کو صحت ہو گئی۔ اس لئے حضرت ابو بکرؓ نماز کے بعد گھر چلے گئے حالانکہ وہ سنبھالا تھا۔ جیسے مریض جب مرنے کو ہوتا ہے تو مرنے سے پہلے اچھا خاصہ معلوم ہونے لگتا ہے اب تشبیہ یا تو انوار میں ہے یا صفائی کاغذ میں ہے۔ یہی وہ آخری نماز ہے جبکہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی امت کو نماز پڑھتے دیکھا اور یہی وہ آخری نظر ہے آپؐ نے جو اپنی امت پر ڈالی۔ اور دیکھا کہ لاڈلا ابو بکرؓ کام سنبھالے ہوئے ہے۔ اور انشاء اللہ آئندہ بھی سنبھال لے گا۔ اور اس باب کے انعقاد سے امام بخاریؒ نے جمہور کی تائید فرمائی ہے۔ کیونکہ آپؐ نے حضرت ابی بن کعب کے متعلق فرمایا تھا کہ وہ اقروہم ہیں اور اس خطاب میں تمام صحابہؓ حتیٰ کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی داخل ہیں۔ توجہ حضرت ابو بکرؓ سے بھی زیادہ قاری ابی بن کعبؓ ہیں۔ لیکن پھر بھی حضرت ابو بکرؓ کو امام بنایا گیا تو یہ دلیل ہے کہ اعلم مقدم ہوتا ہے۔

ترجمہ۔ کسی سبب کوئی شخص امام کے پہلو میں کھڑا ہو تو اس کا کیا حکم ہے۔

باب مَنْ قَامَ إِلَى جَنْبِ الْإِمَامِ لِعَلَّةِ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنی مرض سے حضرت ابو بکرؓ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں چنانچہ وہ لوگوں کو نماز پڑھاتے رہے۔ حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ پھر جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنے اندر رخصت محسوس کی تو باہر تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت ابو بکرؓ لوگوں کو نماز پڑھا رہے ہیں۔ جب حضرت ابو بکرؓ نے آپؐ کو دیکھ لیا تو بیچے بیٹھے گئے۔ حضور انور ﷺ نے ان کی طرف اشارہ فرمایا کہ جیسے آپؐ تھے ویسے رہیں۔ توجہ جناب رسول اللہ ﷺ حضرت ابو بکرؓ کے مقابل ان کے پہلو میں آکر بیٹھ گئے۔ حضرت ابو بکرؓ جناب رسول اللہ ﷺ والی نماز پڑھتے تھے۔ اور لوگ حضرت ابو بکرؓ صدیقؓ کی نماز کو دیکھ کر نماز پڑھتے تھے۔

حدیث (۶۴۳) حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى النخ
عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَبَا بَكْرٍ
أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فِي مَرَضِهِ فَكَانَ يُصَلِّيَ بِهِمْ قَالَ
عُرْوَةُ فَوَجَدَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ نَفْسِهِ خَفَةَ
فَخَرَجَ فَاذَّأَبُوبَكْرٍ يَوْمَ النَّاسِ فَلَمَّارَاهُ أَبُو بَكْرٍ
اسْتَاخِرَ فَاشَارَ إِلَيْهِ أَنْ كَمَا أَنْتَ فَجَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ
ﷺ حِذَاءَ أَبِي بَكْرٍ إِلَى جَنْبِهِ فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ
يُصَلِّيَ بِصَلْوَةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ
بِصَلْوَةِ أَبِي بَكْرٍ. الحديث ...

تشریح از شیخ زکریا - مسئلہ یہ ہے کہ جس وقت مقتدی بہت ہوں تو بلاجماع امام مقدم ہوگا۔ اور اگر مقتدی ایک ہو تو وہ

امام کی داہنی طرف کھڑا ہوگا۔ حضرت امام حناری فرماتے ہیں لیکن اگر باوجود کثرت میں کسی ضرورت کی وجہ سے امام کے پہلو میں کھڑا ہو جائے تو جائز ہے۔ جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے کیا۔ اسی جواز کو میان کرنے کے لئے یہ باب منعقد کیا گیا ہے۔

ترجمہ۔ ایک شخص نے امامت شروع کر دی پھر اصلی (معین) امام آن پہنچا پہلا شخص پیچھے سرک گیا (مقتدیوں میں آن ملا) یا نہیں سرکا ہر حال میں اس کی نماز جائز ہوگی۔ اس باب میں حضرت عائشہؓ نے آنحضرت ﷺ سے روایت کی۔

بَابُ مَنْ دَخَلَ يَوْمَ النَّاسِ فَجَاءَ الْإِمَامَ
الْأَوَّلَ فَنَآخَرَ الْأَوَّلَ أَوْلَمَ يَتَأَخَّرُ جَازَتْ
صَلَوَتُهُ فِيهِ عَائِشَةُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ---

ترجمہ۔ حضرت سہل بن سعد الساعدي سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ قبیلہ بنو عمرو بن عوف کے درمیان صلح کرانے کیلئے تشریف لے گئے نماز عصر کا وقت ہو گیا تو مؤذن حضرت بلالؓ حضرت ابو بکرؓ کے پاس حاضر ہوئے اور فرمایا کہ اگر آپ لوگوں کو نماز پڑھادیں تو میں تکبیر کہہ دوں انہوں نے فرمایا ہاں۔ پس ابو بکر صدیقؓ نے نماز شروع کی کہ جناب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے جبکہ لوگ نماز میں تھے صفوں سے چپے چپاتے پہلی صف میں جا کر کھڑے ہو گئے لوگوں نے تالیبا بیٹنی شروع کر دیں اور حضرت ابو بکر صدیقؓ اپنی نماز میں ادھر ادھر نہیں دیکھتے تھے پس جب لوگوں نے بہت دیر تک تالی جانی تب ابو بکرؓ ادھر متوجہ ہوئے تو جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھ لیا جناب رسول اللہ ﷺ نے انہیں اشارہ سے فرمایا کہ اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو لیکن ابو بکرؓ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ کی حمد بیان کی اس بات کی وجہ سے جس کا حضور ﷺ نے ان کو حکم دیا تھا پھر پیچھے ہٹ گئے اور صف میں بر لہر کھڑے ہو گئے اور جناب رسول اللہ ﷺ آگے بڑھے اور نماز پڑھائی جب پڑھ کر فارغ ہوئے تو ابو بکر صدیقؓ سے فرمایا کہ جبکہ میں نے آپ کو حکم دیا تھا

حدیث (۶۴۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ الْعَنْ سُهَيْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ ذَهَبَ إِلَى بَنِي عُمَرَ وَابْنِ عَوْفٍ لِيُصَلِّحَ بَيْنَهُمْ فَحَاقَتِ الصَّلَاةُ فَجَاءَ الْمُؤَذِّنُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ اتَّصَلِي لِلنَّاسِ فَرَقِيمٍ قَالَ نَعَمْ فَصَلَّى أَبُو بَكْرٍ فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَالنَّاسُ فِي الصَّلَاةِ فَتَخَلَّصَ حَتَّى وَقَفَ فِي الصَّفِّ فَصَفَّقَ النَّاسُ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ لَا يَلْتَفِتُ فِي صَلَوَتِهِ فَلَمَّا كَثُرَ النَّاسُ التَّصْفِيقَ انْفَتَتْ فَرَأَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَاشَارَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ امْكُتْ مَكَانَكَ فَرَفَعَ أَبُو بَكْرٍ يَدَيْهِ فَحَمِدَ اللَّهَ عَلَى مَا مَرَّ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ ذَلِكَ ثُمَّ اسْتَأْخَرَ أَبُو بَكْرٍ حَتَّى اسْتَوَى فِي الصَّفِّ وَتَقَدَّمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَصَلَّى فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَقْبَتَ إِذَا مَرَّتْكَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ مَا كَانَ لِابْنِ أَبِي قُحَافَةَ أَنْ يُصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَالِي رَأَيْتُمْ كَمَا كَثُرْتُمْ التَّصْفِيقَ
 مِنْ نَابِهِ كَسَىٰ فِي صَلَوتِهِ فَلْيَسْبِحْ فَإِنَّهُ إِذَا سَبَحَ
 التُّفَّتَ إِلَيْهِ وَإِنَّمَا التَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ . الحدیث ...

تو آپ کو ٹھہرے رہنے سے کس چیز نے روکا تھا۔ حضرت ابو بکر
 صدیقؓ نے فرمایا کہ ابو قحافہ کے بچے کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ
 رسول اللہ ﷺ کے آگے کھڑا ہو اور جناب رسول اللہ ﷺ نے

لوگوں سے فرمایا کہ تم نے کثرت سے تالییاں کیوں جائیں۔ جس کو نماز میں کوئی امر پیش آجائے تو وہ تسبیح سبحان اللہ کے کیونکہ جب وہ
 سبحان اللہ کے گا تو اس کی طرف توجہ کی جائے گی تالی جانا تو عورتوں کے لئے ہوتا ہے۔

تشریح از شیخ مدنی۔ فجاء الامام الاول فتاخر الاول اس جگہ اشکال ہوتا ہے کہ المعرفة اذا اعيدت تو ادبھا عين

الاولی یعنی اسم معرفہ کو جب دوبارہ لایا جائے تو اس سے بعینہ پہلا مراد ہوتا ہے اگر یہی قاعدہ کلیہ ہے تو پھر ترجمہ کی عبارت کے معنی صحیح
 نہیں ہوتے۔ تو کہا جائے گا کہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں بلکہ اکثر یہ ہے۔ یہاں پر امام الاول سے امام راتب مراد ہے۔ اور فتاخر الاول سے امام
 نائب یعنی امام عارضی مراد ہے۔ اس پر پھر اشکال ہے کہ اگر عارضی امام متاخر ہو جائے تو پھر نماز میں داخل لازم آئے گا۔ اگر متاخر نہ ہو تو
 پھر اجتماع اصل اور عارضی کا ہوگا۔ حالانکہ اب آمد تیمم رفت مشہور ہے۔ تو اس کے بارے میں مصنف فرماتے ہیں کہ نماز کا حکم تیمم جیسا
 نہیں ہے بلکہ اس میں دونوں صورتیں جائز ہیں۔ چنانچہ روایت باب اس پر دلالت کرتی ہے۔ ما منعك ان تبت اذا مررتك اگر شبہ ہو کہ
 مکہ معظمہ میں دو آدمی مشہور تاجر تھے حضرت ابو بکر صدیقؓ اور امیہ بن خلف۔ حضرت صدیق اکبرؓ اسلام میں داخل ہوئے۔ اور اسلام کی
 اشاعت میں بہت کچھ مال و دولت صرف کیا۔ اور بہت سے غلام اور باندیوں کو خرید کر آزاد کیا۔ غزوہ تبوک میں ساری جائیداد چندہ میں
 دے دی۔ اتنی فضیلت کے مالک آپ کا حکم نہیں مانتے۔ چونکہ آپ کا یہ ارشاد صدیق اکبرؓ کی دل جمعی کے لئے تھا۔ اس کو حکم و جونی نہیں
 سمجھا۔ جب آپ تشریف لائے تو صدیق اکبرؓ شکر یہ ادا کرتے ہوئے پیچھے ہٹ گئے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے بھی محسوس نہیں فرمایا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ امام راتب کہیں چلا جائے اور نماز کھڑی ہو جائے پھر وہ امام آجائے تو جمہور فرماتے ہیں کہ امام راتب

اس امام کی اقتدا کرے اور حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر ایسی صورت ہوئی تو امام کو دو باتوں میں سے ایک کا اختیار ہوگا یا تو وہ امام کی
 اقتداء کرے یا آگے بڑھ جائے اور یہ عارضی امام ہٹ جائے۔ یہی امام بخاریؒ کی رائے ہے۔ استدلال حضرت ابو بکرؓ کی روایت سے ہے کہ
 حضور اقدس ﷺ بنو عمر و بن عوف میں ۵۵ یا ۶۶ میں صلح کرانے کیلئے تشریف لے گئے اور بلالؓ سے کہ گئے۔ کہ اگر نماز کا وقت
 ہو جائے تو ابو بکرؓ سے کہ دینا کہ وہ نماز پڑھا دیں۔ نماز کا وقت ہو گیا۔ حضرت بلالؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا کہ حضور اقدس ﷺ نماز کے
 متعلق فرما گئے تھے۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھ گئے۔ نماز شروع ہو گئی۔ ابھی ہو رہی تھی کہ حضور اقدس ﷺ
 تشریف لے آئے صحابہؓ نے دیکھ کر تالییاں جانی شروع کر دیں حضرت ابو بکرؓ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ نماز میں ادھر ادھر توجہ نہیں فرمایا
 کرتے تھے جب لوگوں نے بہت زیادہ تالییاں جائیں۔ تو حضرت ابو بکرؓ متوجہ ہوئے دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ تشریف لے آئے۔ پیچھے ہٹنا چاہا

تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا مکث مکانک (اپنی جگہ ٹھہرے رہو) مگر ابو بکر صدیقؓ سے نہ رہا گیا پیچھے ہٹ گئے۔ حضور آگے بڑھے اور نماز پڑھائی۔ تو اب اس سے استدلال یوں ہے کہ آپ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو ٹھہرے رہنے کا امر فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام راتب کو اقتدا جائز ہے۔ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ نہیں ٹھہرے بلکہ پیچھے ہٹ گئے۔ پھر نبی اکرم ﷺ آگے بڑھ گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام راتب کو آگے بڑھ جانے کا اختیار ہے۔ جمہور جواب دیتے ہیں کہ چونکہ ابو بکر صدیقؓ رقیق القلب تھے اور پڑھا نہیں سکتے تھے بلکہ حصر ہو گیا تھا۔ جیسا کہ ابو بکرؓ کے ارشاد ماکان لابن ابی فحافہ الخ سے معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے حضور ﷺ نے نماز پڑھائی اب یہاں اشکال ہے کہ حضرت ابو بکرؓ تو پیچھے ہٹ گئے تھے۔ لیکن حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ پیچھے نہیں ہٹے تھے۔ جبکہ حضور اکرم ﷺ کو کسی وجہ سے فجر کے وقت دیر ہو گئی تھی تو لوگوں نے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کو آگے بڑھا دیا تھا بعد میں نبی اکرم ﷺ تشریف لائے تو حضرت عبدالرحمنؓ نے پیچھے ہٹنا چاہا تو حضور ﷺ نے کھڑے رہنے کو فرمایا اس پر حضرت عبدالرحمنؓ کھڑے رہے۔ اور حضور ﷺ نے ان کے پیچھے نماز پڑھی جیسا کہ ابو داؤد وغیرہ میں ہے اس کا ایک جواب تو یہ دیا گیا ہے کہ حضرت عبدالرحمنؓ کے واقعہ میں ایک رکعت ہو چکی تھی۔ تو خوف تھا کہ آگے پیچھے ہونے میں کوئی گڑبڑ ہو گئی تو نماز ہی چلی جائے گی۔ اس لئے کہ آخری وقت میں نماز شروع ہوئی تھی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کو حصر یعنی رکاوٹ ہو گئی تھی اسلئے پیچھے ہٹ گئے تھے۔ اور حصر ہو جانا کوئی قارح نہیں جو جتنا اونچا ہوتا ہے وہ اتنا ہی بڑوں کا قدر شناس ہوتا ہے۔

قدر گوہر شاہ داندیاید اند جوہری

جتنی ابو بکرؓ کے دل میں حضور اکرم ﷺ کی عظمت ہو گی۔ وہ ظاہر ہے حضرت عبدالرحمنؓ کے دل میں اتنی نہیں ہو گی۔ بلکہ حضرت ابو بکرؓ کے آس پاس تو حضرت عمرؓ بھی نہیں تھے۔ اور تیسرا جواب یہ ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے جانب ادب کی رعایت کی۔ اور حضرت عبدالرحمنؓ نے جانب امتثال امر کی۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ جانب ادب اولیٰ ہے یا امتثال امر۔ جو ثانی کو افضل کہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ امر کے اندر امر کا نص موجود ہے اور ادب کے اندر وہ اپنے زعم کے مطابق ایک کام کر رہا ہے۔ نیز! امر کے امر کو نہ ماننا یہ اس کے امر کی اہانت ہے۔ اور جو حضرات ادب کے ملحوظ رکھنے کو افضل قرار دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کچھ بھی ہو بس تم یہ دیکھ لو کہ ادب کس نے کیا اور کس نے امتثال امر کیا۔ اور پھر خود ہی فیصلہ کر لو ادب کرنے والے تو ابو بکر صدیقؓ ہیں اور تم کو معلوم ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کون ہیں۔ اور امتثال امر کرنے والے حضرت عبدالرحمنؓ ہیں۔ اب دونوں کے افعال کا موازنہ کر لو۔

انما التصفیق للنساء یہ مسئلہ مستقلاً آگے آ رہا ہے۔ جمہور تفریق فرماتے ہیں کہ عورت تصفیق (تالی جائے) کرے۔ اور مرد تسبیح پڑھے۔ حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ دونوں تسبیح پڑھیں۔ مالکیہ فرماتے ہیں کہ انما التصفیق للنساء علامت کے طور پر فرمایا گیا ہے۔ مگر چونکہ سنن کی روایات میں فلیسبح الرجال ولیصفیق للنساء آیا ہے اس لئے ائمہ ثلاثہ تفریق کے قائل ہیں باب کی اس حدیث سے احناف کے ایک اصول کی تائید ہو رہی ہے کہ اگر امام قرأت سے عاجز ہو جائے تو دوسرے شخص کو امام بنا دیا جائے جیسا کہ روایت باب اس پر دلالت کرتی ہے۔ من تابہ شی فی صلوة اس میں تسبیح کا امر ہے اور من تابہ عام ہے عورت اور مرد دونوں کیلئے

اسی بناء پر مکیہ فرماتے ہیں کہ مرد و عورت دونوں کو سبحان اللہ کہنا چاہیے۔ جمہور کے نزدیک مرد کیلئے تسبیح اور عورت کے لئے تالی جانا ہے۔ اور استدلال دوسری روایت سے ہے التسیح للرجال والتصفيق للنساء حضرات مکیہ اس کا جواب دیتے ہیں کہ اس کا تعلق نماز سے نہیں۔ بلکہ مطلق ایک عادت میان فرمائی ہے۔ ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ اس جملہ کے بعد اتنی عبارت اور ہے فلیسیح الرجال النع یہ دلیل ہے کہ آپ نے یہ مسئلہ نماز ہی کے متعلق بیان فرمایا ہے۔

باب إِذَا اسْتَوَوْا فِي الْقِرَاءَةِ فَلْيَوْمُهُمْ أَكْبَرُهُمْ

ترجمہ۔ جب قراۃ میں سب برابر ہوں
ان میں سے بڑی عمر والا امامت کرائے

ترجمہ۔ حضرت مالک بن الحویرث فرماتے ہیں کہ ہم چند نوجوان جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے قریباً بیس راتیں آپ کے ہاں ٹھہرنے کا موقع ملا۔ آپ بڑے مہربان تھے۔ فرمایا اگر تم اپنے شہروں کو واپس لوٹو انہیں دین کی تعلیم دو۔ ان کو حکم دو کہ فلاں نماز فلاں وقت میں ادا کرو اور فلاں نماز فلاں وقت میں۔ پس جب نماز کا وقت آجائے تو تم سے ایک تمہارے لئے اذان کہے اور تم میں سے بڑی عمر والا امامت کرائے

حدیث (۶۴۵) حَدَّثَنَا سَلِيمَانُ بْنُ حَرْبٍ النَّخَعِيُّ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحَوَيْرِثِ قَالَ قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَنَحْنُ سَبِيَةٌ فَلَبِثْنَا عِنْدَهُ نَحْوًا مِنْ عِشْرِينَ لَيْلَةً وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ رَحِيمًا فَقَالَ كَوُّ رَجَعْتُمْ إِلَى بِلَادِكُمْ فَعَلِمْتُمُوهُمْ مَرُّوْهُمْ فَمَا كُنْتُمْ تَصَلُّوْنَ بِصَلْوَةِ كَذَا فِي حِينِ كَذَا وَصَلْوَةُ كَذَا فِي حِينِ كَذَا فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤْذِنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ وَلْيُؤْمَرْكُمْ أَكْبَرُكُمْ . الحدیث

تشریح از شیخ مدنی۔ ترجمہ تو یہ ہے کہ جب قراۃ میں برابر ہوں تو اکبر سنا امامت کرے مگر روایت سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی۔ تو کہا جائے گا کہ یہ چند نوجوان جو بیس دن تک آپ کے پاس رہے ہیں۔ ظاہر ہے جو تعلیم اس عرصہ میں حاصل کی ہوگی اس میں یہ سب برابر ہوں گے اسلئے اب اکبر سنا احق بالا امامت ہوگا۔ تو اس سے وہ تعارض بھی رفع ہو جائے گا کہ پہلے تو فرمایا تھا فلیؤمروا قراکم اور یہاں فرماتا ہے ہیں فلیؤمروا اکبرکم تو یہ ارشاد بعد استواء ہم فی القراۃ کے ہے۔

ترجمہ۔ جب کسی قوم کے ملنے کیلئے جائے اور اس کی امامت کرے

باب إِذَا زَارَ الْإِمَامُ قَوْمًا فَامَّهُمْ

ترجمہ۔ حضرت عتب بن مالک انصاری فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے اندر آنے کی اجازت مانگی میں نے

حدیث (۶۴۶) حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ أَسَدٍ النَّخَعِيُّ قَالَ سَمِعْتُ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيَّ قَالَ

اَسْتَاذَكَ النَّبِيُّ ﷺ فَادْنَتْ لَهُ فَقَالَ ابْنُ تَحِيْبٍ اَنْ
اَصَلِيْ مِنْ بَيْتِكَ فَاشْرَفْتُ لَهُ اِلَى الْمَكَانِ الَّذِي اَحَبُّ
لِقَامٍ وَصَفَفْنَا خَلْفَهُ ثُمَّ سَلَّمْ وَسَلَّمْنَا. الْحَدِيْثُ ..

اجازت دے دی۔ تو آتے ہی آپ نے فرمایا کہ آپ اپنے گھر کے
کون سے حصہ میں نماز پڑھنا پسند کرتے ہیں۔ میں نے اس مکان
کی طرف اشارہ کر دیا جس کو میں پسند کرتا تھا۔ تو حضور انور ﷺ

کھڑے ہوئے ہم نے آپ کے پیچھے صف باندھی نماز کے آخر میں آپ نے سلام پھیرا، ہم نے بھی سلام پھیرا۔

تشریح از شیخ مدنی۔ اس باب سے مصنف ایک شبہ کا ازالہ کرنا چاہتے ہیں کہ ترمذی شریف میں ہے لایوم الرجل فی

سلطانہ ولا یجلس فی نکرمتہ الا باذنہ اس میں مختلف اقوال ہیں کہ باذنہ کا تعلق دونوں سے ہے یا ایک سے ہے تو امام بخاری فرماتے ہیں
کہ باذنہ کا تعلق دونوں سے ہے۔ جیسا کہ حضرت عثمان بن مالک کے واقعہ سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ امام زائر باذن الامام
کر سکتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ سنن کی روایت میں ہے من زار قوما فلا یؤمہم ول یؤمہم رجل منہم اور دوسری روایت میں

ہے لایوم الرجل الرجل فی سلطانہ الخ ان روایات کا تقاضا ہے کہ اگر امام کہیں جائے تو وہ نماز پڑھائے کیونکہ حکم عام ہے امام بخاری
فرماتے ہیں کہ نبی عام لوگوں کے واسطے ہے۔ اور امام کو چونکہ ولایت عامہ حاصل ہے اس لئے وہ پڑھا سکتا ہے۔ لیکن یہاں سوال یہ ہے کہ
حضور اکرم ﷺ کو تو حضرت عثمان نے خود ہی بلایا تھا۔ پھر اجازت وغیرہ کا کیا مطلب؟ اس کا جواب یوں دیا جاسکتا ہے کہ حضرت عثمان نے
حضور اقدس ﷺ سے نماز پڑھنے کی درخواست کی تھی۔ امامت کرنے کو نہیں کہا تھا۔ کسی کے پیچھے پڑھ لیتے۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے
پڑھائی۔ مگر اشکال وہی ہے۔ یہ حضرت امام بخاری کے استدلال کے موافق جواب ہو جائے گا۔ مگر جب انہوں نے بلایا تھا تو اس کا مطلب یہ
نہیں تھا کہ حضور ﷺ وہاں جا کر کسی کی اقتدا کریں گے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ان روایات سے امیر المؤمنین امام اعظم کا استثنا کرنا
مقصود ہے کہ اس کو اجازت ہے کہ وہ ہر شخص کی جگہ پر نماز پڑھائے کیونکہ ان کو ولایت عظمیٰ حاصل ہے۔ اس بنا پر امام کی قید احترازی ہوگی
علامہ طینی فرماتے ہیں کہ امام کی قید اتفاقی ہے۔ اور امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ ان روایات میں جو نبھی وارد ہے وہ وجوہی نہیں۔ بلکہ اگر کوئی
پڑھا دے تو بلا کراہت نماز ہو جائے گی۔

ترجمہ۔ امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی

اقتدا کی جائے حضور اکرم ﷺ نے اپنی اس مرض میں
بیٹھ کر لوگوں کو نماز پڑھائی جس مرض میں آپ کی وفات
ہوئی ہے۔ حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ جب کوئی

بَابِ اِنَّمَا جَعَلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ
وَصَلَّ النَّبِيُّ ﷺ فِي مَرَضِهِ الَّذِي تُوفِّيَ
فِيهِ بِالنَّاسِ وَهُوَ جَالِسٌ وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ
اِذَا رَفَعَ قَبْلَ الْاِمَامِ يَعُوْدُ فَيَمُكْتُ بِقَدْرِ

امام سے پہلے اٹھ گیا۔ تو اتنی اٹھنے کی مقدار رک جائے پھر امام کی پیروی کرے۔ حضرت حسن بصریؒ اس شخص کے بارے میں فرماتے ہیں جس نے امام کے ساتھ دو رکعتیں پڑھیں لیکن وہ سجدہ پر قادر نہیں ہو سکا تو دوسری رکعت کیلئے دو سجود کرے پھر پہلی رکعت کو اسکے سجدے کے ساتھ قضا کرے اور اس شخص کے بارے میں فرمایا جو سجدہ بھول کر کھڑا ہو گیا تو سجدہ کرے۔

مَا رَفَعَ لَمْ يَتَّبِعِ الْإِمَامَ وَقَالَ الْحَسَنُ فِيمَنْ
يُرْكَعُ مَعَ الْإِمَامِ رَكَعَتَيْنِ وَلَا يَقْدِرُ
عَلَى السُّجُودِ يَسْجُدُ لِلرَّكَعَةِ الْآخِرَةِ
سَجْدَتَيْنِ لَمْ يَقْضِ الرَّكَعَةَ الْأُولَى
بِسُجُودِهَا وَفِيمَنْ نَسِيَ سَجْدَةً حَتَّى
قَامَ يَسْجُدُ ---

ترجمہ۔ حضرت عبید اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت

عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کی کہ کیا آپ جناب نبی اکرم ﷺ کی ہماری کے متعلق بیان نہیں فرمائیں گی انہوں نے فرمایا کیوں نہیں۔ حضور اقدس ﷺ جب ہمارے ہوئے تو پوچھا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے ہم نے کہا نہیں یا رسول اللہ ﷺ وہ تو آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ فرمایا اچھا پ میں میرے لئے پانی رکھو حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ہم نے ایسا کیا آپ نے غسل فرمایا۔ آپ اٹھنے لگے تو آپ پر بے ہوشی طاری ہو گئی پھر افادہ ہوا تو پوچھا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی۔ ہم نے عرض کیا نہیں وہ تو آپ کا یا رسول اللہ انتظار کر رہے ہیں۔ فرمایا اچھا ٹپ میں میرے لئے پانی رکھو فرماتی ہیں ہم نے ایسا کیا۔ آپ نے غسل فرمایا پھر اٹھنے لگے تو بے ہوشی طاری ہو گئی۔ افادہ ہوا تو پھر پوچھا کہ کیا لوگ نماز پڑھ چکے ہیں ہم نے کہا نہیں یا رسول اللہ وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ فرمایا اچھا پ میں میرے لئے پانی رکھو آپ اٹھ کر بیٹھے غسل فرمایا پھر اٹھنے لگے تو بے ہوشی طاری ہو گئی۔ پھر افادہ ہوا تو فرمانے لگے کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے

حدیث (۶۴۷) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ (البح)

دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ فَقُلْتُ أَلَا تُحَدِّثُنِي عَنْ مَرَضِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَتْ بَلَى قُلْتُ النَّبِيُّ فَقَالَ أَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا لَا وَهُمْ يَنْتَظِرُونَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ ضَعُوا لِي مَاءً فِي الْمِخْضَبِ قَالَتْ فَفَعَلْنَا فَاعْتَسَلَ فَذَهَبَ لِيَنْوَأَ فَأَعْمَى عَلَيْهِ ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ أَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا لَا وَهُمْ يَنْتَظِرُونَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ ضَعُوا لِي مَاءً فِي الْمِخْضَبِ قَالَتْ فَفَعَلْنَا فَاعْتَسَلَ ثُمَّ ذَهَبَ لِيَنْوَأَ فَأَعْمَى عَلَيْهِ ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ أَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا لَا وَهُمْ يَنْتَظِرُونَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ ضَعُوا لِي مَاءً فِي الْمِخْضَبِ فَقَعَدَ فَاعْتَسَلَ ثُمَّ ذَهَبَ لِيَنْوَأَ فَأَعْمَى عَلَيْهِ ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ أَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا لَا وَهُمْ يَنْتَظِرُونَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَالنَّاسُ عُكُوفٌ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُونَ النَّبِيَّ ﷺ لِصَلَاةِ الْعِشَاءِ

ہم نے کہا یا رسول اللہ وہ آپ کے انتظار میں ہیں۔ اور لوگ مسجد میں بیٹھے جناب نبی اکرم ﷺ کا عشاء کی نماز کے لئے انتظار کر رہے تھے۔ چنانچہ آپ نے حضرت ابو بکرؓ کی طرف قاصد بھیجا کہ آپ لوگوں کو نماز پڑھادیں پس قاصد حضرت بلالؓ نے پہنچ کر حضور اکرم ﷺ کا پیغام دیا کہ آپ لوگوں کو نماز پڑھادیں۔ حضرت ابو بکرؓ نرم دل آدمی تھے۔ حضرت عمرؓ سے کہنے لگے کہ تم نماز پڑھاؤ۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا آپ اس کے زیادہ حقدار ہیں تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ان دونوں کی نماز پڑھائی۔ پھر حضور ﷺ کو اپنے اندر کچھ تخفیف محسوس ہوئی تو دو آدمیوں کے سارے باہر تشریف لائے۔ ان دو میں سے ایک حضرت عباسؓ تھے۔ یہ ظہر کی نماز کا وقت تھا۔ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ جب انہوں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا تو چیخے ہنسنے لگے۔ جناب نبی اکرم ﷺ نے اشارہ فرمایا کہ بیچھ نہ بیٹھیں حضور انور ﷺ نے فرمایا تم دونوں مجھے ان کے پہلو میں بٹھلا دو۔ چنانچہ آپ کو حضرت ابو بکرؓ کے پہلو میں بٹھلا دیا گیا حضرت ابو بکرؓ نماز پڑھانے لگے تو وہ نبی اکرم ﷺ کی اقتداء کرتے تھے۔ اور لوگ حضرت ابو بکرؓ کی نماز کی اقتداء کرتے تھے۔ اور جناب نبی اکرم ﷺ بیٹھنے والے تھے۔ عبید اللہ فرماتے ہیں میں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے پاس حاضر ہوا۔ تو میں نے کہا

الْأَخْرَجَ فَارْسَلُ النَّبِيَّ ﷺ إِلَى أَبِي بَكْرٍ بَانَ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَأَتَاهُ الرَّسُولُ فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَأْمُرُكَ أَنْ تُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ وَكَانَ رَجُلًا رَفِيقًا يَا عُمَرُ صَلِّ بِالنَّاسِ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ أَنْتَ أَحَقُّ بِذَلِكَ فَصَلَّى أَبُو بَكْرٍ تِلْكَ الْأَيَّامَ ثُمَّ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَجَدَ مِنْ نَفْسِهِ خِيفَةً فَخَرَجَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ أَحَدُهُمَا الْعَبَّاسُ لِيُصَلِّيَ الظُّهْرَ وَأَبُو بَكْرٍ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَلَمَّا رَأَاهُ أَبُو بَكْرٍ ذَهَبَ لِيَتَأَخَّرَ فَأَوْمَى إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ بِأَنْ لَا يَتَأَخَّرَ فَقَالَ اجْلِسَانِي إِلَى جَنْبِهِ فَأَجْلَسَاهُ إِلَى جَنْبِ أَبِي بَكْرٍ قَالَ فَجَعَلَ أَبُو بَكْرٍ يُصَلِّيَ وَهُوَ يَأْتُمُّ بِصَلْوَةِ النَّبِيِّ ﷺ وَالنَّاسُ بِصَلْوَةِ أَبِي بَكْرٍ وَالنَّبِيُّ ﷺ قَاعِدٌ قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ فَدَخَلْتُ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ لَهُ أَلَا أَعْرَضَ عَلَيْكَ مَا حَدَّثَنِي عَائِشَةُ عَنْ مَرَضِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ هَاتِ فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَدِيثَهَا فَمَا أَنْكَرَ مِنْهُ شَيْئًا غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ أَسَمَّتْ لَكَ الرَّجُلَ الَّذِي كَانَ مَعَ الْعَبَّاسِ قُلْتُ لَا قَالَ هُوَ عَلِيٌّ . الحديث

کیا آپ کو وہ حدیث نہ سناؤں جو حضرت عائشہؓ نے حضور نبی اکرم ﷺ کے مرض کے بارے میں مجھے بیان کی ہے تو انہوں نے فرمایا لاؤ بیان کرو۔ میں نے ان کی ساری حدیث پیش کر دی۔ انہوں نے اور تو کسی چیز کا انکار نہ کیا سوائے اس کے پوچھا کیا انہوں نے اس آدمی کا نام بھی لیا جو حضرت عباسؓ کے ساتھ تھے میں نے کہا نہیں فرمایا وہ حضرت علیؓ تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ - اقتداء کیلئے ضروری ہے کہ فعل امام پہلے ہو اور فعل مقتدی بعد میں ہو۔ اور جو فعل امام کرے وہی مقتدی کرے۔

اور ایک صورت یہ ہے کہ مقتدیوں کا فعل مقدم ہو اور امام کا فعل مؤخر ہو۔ اور تیسری صورت یہ ہے کہ دونوں کا فعل مشترک ہو۔ اور چوتھی صورت یہ ہے کہ امام کا فعل کچھ ہو اور مقتدیوں کا کچھ اور ہو۔ ان میں سے کون سی صورت جائز ہے اور کون سی ناجائز ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ تقدم تو ناجائز ہے۔ البتہ اشتراك في الفعل اور تاخیر جائز ہے۔ اور مماثلة في الفعل جہاں وارد ہوئی ہے اس کو لیا جائے گا۔ الافلا (ورنہ نہیں) مصنف کا مقصد یہی ہے۔ بعض شواہخ تقدم کی بھی اجازت دیتے ہیں کہ اگر مقتدی امام کے آگے کھڑا ہو جائے تو بھی اقتداً جائز ہے۔ قال الحسن فيمن يركع مع الامام امام حسن بصری فرماتے ہیں کہ جس شخص نے مع الامام رکعتوں کی ادا کرنے کی نیت کی مگر ازدحام کی وجہ سے سجدہ نہ کر سکا اور ثانی رکعت کے لئے دو سجدے کر لئے تو رکعت اولی کے سجدہ کو پھر قضا کرے گا۔ اور یہ سجدہ بعد فواغ الامام ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ تاخیر اقتداً کے مخالف نہیں جیسے اشتراك فعل اقتداً میں پایا جاتا ہے۔ ایسے فواغ في الفعل بھی جائز ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ جو شخص رکعت اولی کا سجدہ بھول گیا تو وہ یاد آنے پر کھڑا ہو کر سجدہ ادا کر سکتا ہے۔ تاثر سے فوت ہونا لازم نہیں آتا اگر آخر رکعت میں یاد کرے تو تین سجدوں سے نماز مکمل ہو جائے گی۔ مگر قبل از سلام یہ سجدہ یاد آیا تو پھر بھی ایک سجدہ کرے اگر بعد انقضاء صلوة (نماز ختم ہونے کے بعد) سجدہ یاد آیا تو پھر نماز کا اعادہ کرنا پڑے گا۔ تو باوجودیکہ امامی مخالفت پائی جاتی ہے مگر متابعت امام ضروری ہے۔ چنانچہ آخر میں مصنف نے جو روایت پیش کی ہے اور اس میں حمیدی کا قول نقل کر کے کہا کہ اگرچہ مقتدی کا فعل امام کے مخالف ہے مگر اس کی متابعت ضروری ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ روایت مذکورہ فی الباب بھریق متعددہ کثرت سے منقول ہے۔ اسی بنا پر جمہور نے اسے معمول بھا قرار دیا ہے۔ حضرت امام بخاری فرماتے ہیں کہ اس کے سارے اجزاء معمول بھا ہیں۔ مگر اذا صلی جلیوسا فصلوا جلیوسا یہ مستثنیٰ ہے اس لئے کہ یہ جمحش ساق (پنڈلی کے زخمی ہونے) والا واقعہ ہے جو ۵۵ میں پیش آیا۔ اور حضور انور ﷺ نے مرض الوفات اللہ میں بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ اور صحابہ کرام نے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ جمہور کے نزدیک اگر امام کسی عذر کی بنا پر بیٹھ کر پڑھے تو مقتدین کھڑے ہو کر پڑھیں گے۔ مگر امام احمد کے نزدیک بضر و بیٹھ کر پڑھیں گے۔ امام احمد نے اسی روایت سے استدلال کیا جس کا جواب ہم دے چکے ہیں کہ یہ منسوخ ہے۔ ثم يقضى الركعة الاولى بسجودها چونکہ سجدہ کے ترک ہو جانے کی وجہ سے وہ رکعت نہیں ہوئی تھی۔ قوله لصلوة العشاء الاخرة یہ بخشہ کی شام کا واقعہ ہے۔ صلی رسول اللہ ﷺ یہ جمحش ساق والا واقعہ ہے امام بخاری کا مقصد اس باب سے حنبلیہ پر رد اور ائمہ ثلاثہ اور جمہور کی تائید کرنا ہے۔ قال الحسن فيمن نسي سجدة الخ حضرت حسن بصری نے من نسي سجدة کے متعلق جو مسئلہ ذکر کیا ہے وہ متفق علیہ ہے۔ اس میں امامت کا ذکر نہیں۔ اس لئے تبعاً یہاں لایا گیا ہے یعنی اس کا ترجمہ الباب سے کوئی تعلق نہیں۔ ہکذا قال علامہ انور شاہ اور میرے نزدیک اس میں یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ اس کا مطلب یہ لیا جائے کہ کوئی شخص امام کی اقتداً کر رہا تھا اور قیام کی حالت میں سو گیا جب وہ جاگا تو امام سجدہ کر کے دوسری رکعت میں پہنچ چکا تھا تو اس مقتدی پر لازم ہے کہ وہ سجدہ کر کے امام کے ساتھ مل جائے۔ اس لئے سجدہ رکعت اولی سے نماز ہی نہیں ہوگی۔

اس صورت میں امامت کے مسئلہ سے کچھ مناسبت ہو جائے گی۔

حدیث (۶۴۸) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ الْعَنْ عَائِشَةَ أُمَ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّهَا قَالَتْ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ فِي بَيْتِهِ وَهُوَ شَاكٍ فَصَلَّى جَالِسًا وَصَلَّى وَرَاءَهُ قَوْمٌ قِيَامًا فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ أَنْ اجْلِسُوا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا أَجْمَعُونَ

ترجمہ۔ حضرت عائشہ ام المؤمنین فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے بیماری کی حالت میں اپنے گھر میں نماز پڑھی تو بیٹھ کر پڑھی اور قوم نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر پڑھی آپ نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ تم بیٹھ جاؤ جب فارغ ہوئے تو فرمایا امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے جب رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ۔ اور جب سمع اللہ الخ کے تو تم ربنا لك الحمد کو اور جب بیٹھ کے نماز پڑھے تو تم سب کے سب بیٹھ کر پڑھو۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ گھوڑے پر سوار ہوئے تو اس سے گر پڑے اور آپ کا داہنا پہلو چھیل گیا جس سے آپ کو خراشیں آئیں تو آپ نے نمازوں میں سے ایک نماز بیٹھ کر پڑھی۔ تو ہم نے بھی آپ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی جب حضور ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا امام اس لئے بنایا جاتا ہے تاکہ اس کی اقتدا کی جائے پس جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر پڑھو جب رکوع کرے تو رکوع کرو جب رکوع سے اٹھے تو تم بھی سر اٹھاؤ اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کے تم ربنا لك الحمد اور جب وہ بیٹھ کے نماز پڑھے تو تم بھی سب کے سب بیٹھ کر پڑھو۔ قال ابو عبد الله امام بخاری فرماتے ہیں کہ حمیدی نے کہا کہ آپ کا قول اذا صلى جالسا فصلوا جلسا یہ مرض قدیم میں تھا جبکہ آپ گھوڑے سے گر پڑے تھے اس کے بعد جناب نبی اکرم ﷺ نے بیٹھ کر نماز پڑھی اور لوگ آپ کے پیچھے

حدیث (۶۴۹) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ الْعَنْ عَنِ انسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَكِبَ فَرَسًا فَضَرَعَهُ عَنْهُ فَجَحَشَ شِقَّهُ الْاَيْمَنُ فَصَلَّى صَلَاةً مِنَ الصَّلَاةِ وَهُوَ قَاعِدٌ فَصَلَّى وَرَاءَهُ فَعُوذًا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا صَلَّى قَائِمًا فَصَلُّوا قِيَامًا وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا أَجْمَعُونَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ قَالَ الْحَمِيدِيُّ قَوْلُهُ وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا هُوَ فِي مَرَضِهِ الْقَدِيمِ ثُمَّ صَلَّى بَعْدَ ذَلِكَ النَّبِيُّ ﷺ جَالِسًا وَالنَّاسُ خَلْفَهُ قِيَامًا لَمْ يَأْمُرْهُمْ بِالْقُعُودِ وَإِنَّمَا يُؤْخَذُ بِالْأَخْرِ فَلَا أَخْرَ مِنْ فِعْلِ النَّبِيِّ ﷺ

کھڑے ہوئے تھے۔ جن کو آپ نے بیٹھنے کا حکم نہ دیا تو جناب نبی اکرم ﷺ کے افعال میں سے آخری فعل کو لیا جائے گا۔

باب مَتَى يَسْجُدُ مَنْ خَلْفَ الْإِمَامِ وَقَالَ أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا -

ترجمہ۔ امام کے پیچھے کھڑا ہونے والا شخص سجدہ کب کرے حضرت انسؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جب امام سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو۔

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن یزید نے فرمایا کہ مجھے حضرت براءؓ نے جو جھوٹے نہیں ہیں۔ حدیث بیان کی کہ جب نبی اکرم ﷺ سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تھے تو ہم میں سے کوئی شخص پیٹھ نہیں جھکاتا تھا۔ جب تک جناب نبی اکرم ﷺ سجدہ میں نہ چلے جاتے پھر ہم آپ کے بعد سجدہ ریز ہوتے۔

حدیث (۶۵۰) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ قَالَ حَدَّثَنِي
الْبُرَاءُ وَهُوَ غَيْرُ كَذُوبٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ
إِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ لَمْ يَحْنِ أَحَدٌ مِّنَّا ظَهْرَهُ
حَتَّى يَقَعَ النَّبِيُّ ﷺ سَاجِدًا ثُمَّ نَقَعَ سُجُودًا بَعْدَهُ

تشریح از شیخ زکریا۔ یہ ترجمہ شارحہ ہے۔ روایت میں ہے اذار کع فار کعوا واذاسجد فاسجدو اور حرف فالتعقیب کے لئے ہوا کرتا ہے۔ اور تعقیب کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ایک شی دوسری شی کے بعد ہو تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ مقتدی امام کے رکوع سے فراغ کے بعد رکوع کریں اور سجود سے فراغ کے بعد سجدہ کریں لہذا حضرت امام بخاریؒ نے اس وہم کو دفع فرمایا کہ نہیں بلکہ امام کے ساتھ کرے گا اور روایت کا مطلب یہ ہے کہ پہلے امام رکن شروع کرے پھر اس کے بعد مقتدی کرے اس سے تقدیم نہ کرے۔

حدیثی البراء وہو غیر کذوب الخ میں نے شروع میں بیان کیا تھا کہ اس میں اختلاف ہے کہ استاذ کا پڑھنا افضل ہے یا شاگرد کا پڑھنا افضل ہے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ استاذ کا پڑھنا افضل ہے وہ کہتے ہیں کہ جب استاذ پڑھے گا تو ساری باتیں ٹھیک ٹھیک پڑھے گا۔ اب سنو! اس میں اختلاف ہے کہ یہ مقولہ کس کا ہے۔ اور ہو کا مصداق کون ہے۔ محققین علماء حافظ ابن حجرؒ وغیرہم کی رائے یہ ہے کہ یہ حضرت براءؓ کے شاگرد کا مقولہ ہے۔ اور ہو کی ضمیر حضرت براءؓ کی طرف راجع ہے۔ اور علماء کی ایک جماعت کی رائے ہے کہ یہ حضرت براءؓ کے تلمیذ کا مقولہ ہے اور ہو کی ضمیر حضرت براءؓ کے تلمیذ کی طرف راجع ہے۔ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ حضرت براءؓ صحابہ میں موثق ہیں۔ ان کی توثیق کی ضرورت نہیں۔ فان الصحابة كلهم عدول اگر ان کی توثیق ہوگی تو اس قانون کا خلاف ہوگا فریق اول حافظ ابن حجرؒ وغیرہ فرماتے ہیں کہ قواعد نحویہ کے موافق یہی ہے کہ ہو کی ضمیر حضرت براءؓ کی طرف راجع ہو۔ باقی رہا یہ کہ حضرات صحابہ خود موثق و عدول ہیں ان کی توثیق کی ضرورت نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کلام بطور توثیق کے ذکر نہیں کیا۔ بلکہ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا تھا۔ حدیثی رسول اللہ ﷺ وهو الصادق المصدوق تو جیسے ابن مسعودؓ کا قول توثیق کیلئے نہیں

اس طرح یہاں بھی توثیق مراد نہیں بلکہ تاکید اور کلام میں قوت پیدا کرنے کے لئے فرمایا اور یہی میری رائے ہے اب سوال یہ ہے کہ کذب یہ صیغہ مبالغہ ہے تو جب مبالغہ کی نفی کر دی تو اصل ماخذ باقی رہا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ کذب تو نہیں ہیں مگر کبھی کبھی صدور کذب ہو جاتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس قسم کا کلام جیسے نفی مبالغہ کے لئے ہوتا ہے اس طرح مبالغہ فی النفی کے لئے ہوتا ہے۔ جیسے وما انا بظلام للعبد اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ ظلام تو نہیں ہاں نعوذ باللہ ظالم ہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ ظلم اللہ تعالیٰ سے صادر ہو ہی نہیں سکتا۔ منی یسجد الخ حضرت گنگوہی کا ارشاد ہے کہ لفظ منی سے اس لئے ایہام پیدا کیا ہے کہ سجدہ میں لوگوں کے ایہام مختلف ہو کرتے ہیں۔ امام کے بھی احوال مختلف ہوتے ہیں اور مقتدی کے بھی کبھی امام ضعیف الحوكة ہوتا ہے اور کبھی سریع الحوكة مقتدی بھی دونوں قسم کے ہوتے ہیں لہذا امام سریع الحوكة کے حکم کو تو ترجمہ الباب میں قال انس سے ذکر فرمایا اور بطنی الحوكة امام کے حکم کو حدیث سے ثابت کیا ہے۔

بَابِ اِثْمٍ مَنْ رَفَعَ رَأْسَهُ

قَبْلَ الْاِمَامِ

ترجمہ۔ جس نے رکوع اور سجدہ میں امام سے پہلے سر اٹھایا اس کو کتنا گناہ ہوگا۔

ترجمہ۔ حضرت محمد بن زیاد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے سناہ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے تھے کہ آپ نے فرمایا کہ کیا تم میں سے کوئی ایک جبکہ وہ امام سے پہلے سر اٹھاتا ہے اس سے نہیں ڈرتا کہ کہیں اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کا سر نہ بنا دے۔ یا اس کی صورت کو گدھے کی صورت نہ بنا دے۔

حدیث (۶۵۱) حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ الْخِمْسِيُّ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اَمَا يَخْشَى اَحَدُكُمْ اَوْ اَلَا يَخْشَى اَحَدُكُمْ اِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ قَبْلَ الْاِمَامِ اَنْ يَجْعَلَ اللهُ رَأْسَهُ رَأْسَ حِمَارٍ اَوْ يَجْعَلَ اللهُ صُورَتَهُ صُورَةَ حِمَارٍ (الحدیث)

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت امام بخاری نے لفظ اثم سے تنبیہ فرمادی کہ وعید باعتبار اثم کے ہے اور ممکن ہے کہ اختلاف کی طرف اشارہ فرمایا ہو۔ حنابلہ کا ایک قول اور ظاہر یہ کا مذہب یہ ہے کہ جو کوئی امام سے پہلے رکوع اور سجدہ سے سر اٹھائے گا تو اس کی نماز باطل ہے۔ جمہور کے نزدیک یہ فعل مکروہ ضرور ہے مگر تاہم نماز ہو جائے گی۔ او یجعل اللہ صورته صورة حمار یہ اوشک کیلئے ہے۔ اور دوسری روایت سے معلوم ہو گیا کہ شک و شبہ کوئی نہیں ہوا اور یحول اللہ رأسه رأس حمار اور یجعل اللہ صورته حمار میں کوئی تعارض نہیں بلکہ دونوں کا مطلب ایک ہی ہے اسلئے کہ جب صورت بدل جائے گی تو سر بھی بدل جائے گا۔ اور جب سر بدل جائے گا تو صورت بھی بدل جائے گی۔ اب یہ اپنی حقیقت پر محمول ہے یا مجاز پر دونوں قول ہیں جو لوگ مجاز پر محمول کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ بلاوت اور حق سے کنایہ ہے کیونکہ حمار حق کے ساتھ مشہور ہے۔ اور جو حقیقت مانتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ حقیقت کے ماننے میں کوئی استحالہ نہیں

اللہ تعالیٰ قادر ہے اب ان پر اشکال ہو گا کہ اس کا مطلب یہ ہو کہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر مسخ واقع ہو۔ حالانکہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ امت محمدیہ مسخ سے محفوظ ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جن روایات میں مسخ کی نفی کی گئی ہے اس سے مسخ عمومی مراد ہے۔ عموم کی نفی سے فرد خاص کی نفی لازم نہیں آتی۔

ترجمہ۔ نوکر اور آزاد شدہ غلام کی امامت کیسی ہے حضرت عائشہؓ کی امامت ان کے غلام ذکوان کیا کرتے تھے۔ اور قرآن مجید سے دیکھ کر قرأت کرتے تھے اس طرح ولد الزنا کی۔ دیہاتی اور اس لڑکے کی امامت جو ابھی بالغ نہیں ہوا۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ان کی امامت اقرہم لکتاب اللہ کر سکتا ہے اور غلام کو بغیر ضرورت کے جماعت سے نہیں روکا جائے گا۔

بَابُ اِمَامَةِ الْعَبْدِ وَالْمَوْلَى وَكَانَتْ عَائِشَةُ يَوْمَهَا عَبْدُهَا ذَكْوَانٌ مِنَ الْمُصْحَفِ وَوَلَدِ الْبَغِيِّ وَالْاَعْرَابِيِّ وَالْغُلَامِ الَّذِي لَمْ يَحْتَلِمِ لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَهُمْ اَقْرَاهُمْ كِتَابَ اللَّهِ وَلَا يَمْنَعُ الْعَبْدُ مِنَ الْجَمَاعَةِ بَعْدَ عِلَّةٍ -----

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب جناب رسول اللہ ﷺ کے تشریف لانے سے پہلے ماجرون الاولون کی ایک خاصی جماعت قبا کے ایک مقام پر تشریف لائے تو حضرت سالم مولیٰ ابو حذیفہ ان کی امامت کرتے تھے کیونکہ وہ ان سب میں زیادہ قرآن جاننے والے تھے۔

حدیث (۶۵۲) حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ لَمَّا قَدِمَ الْمُهَاجِرُونَ الْاَوَّلُونَ الْعُصْبَةَ مَوْضِعًا بَقَاءَ قَبْلِ مَقْدَمِ رَسُولِ اللَّهِ كَانَ يَوْمَهُمْ سَالِمٌ مَوْلَى اَبِي حَذِيْفَةَ وَكَانَ اَكْفَرَهُمْ قُرْاٰنًا

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ بات سنو اور کہنا مانو اگرچہ ایسا جھٹی تم پر امیر بنایا جائے جس کا سر انگور کے کالے دانے کی طرح ہو۔ تشبیہ حقارت میں ہے۔

حدیث (۶۵۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اَسْمَعُوا وَاَطِيعُوا وَاِنْ اِسْتَعْمِلَ حَبَشِيٌّ كَانَ رَاْسُهُ زَبِيْبَةً ..

تشریح از شیخ مدنی۔ عہدہ ہے جو ابھی تک آزاد نہ ہوا ہو۔ مولیٰ وہ ہے جو آزاد شدہ ہو ان کی امامت کے بارے میں ہمارے فقہاء فرماتے ہیں کہ مکروہ ہے۔ کیونکہ عموماً خدمت مولیٰ کی وجہ سے ان میں جہالت ہوتی ہے۔ اگر کوئی عبد اور مولیٰ عالم ہو تو کوئی ممانعت نہیں ہے۔ اور مصحف سے پڑھنا اس کو احناف مکروہ فرماتے ہیں۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر فضل کثیر نہ ہو تو جائز ہے ولد البغی ولد الزنا

وغیرہ کے بارے میں امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ لوگوں کی نفرت کی وجہ سے ان کی امامت مکروہ ہے۔ امام مالکؒ زیادہ تشدد کرتے ہیں کہ اگر ولد البغی عالم اور متقی ہو تب اس کی امامت جائز ہے۔ ورنہ نہیں اور نہ بالغ بچے کی امامت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ناجائز ہے۔ امام مالکؒ فرائض میں تو اجازت نہیں دیتے۔ البتہ نوافل میں اجازت دیتے ہیں۔ مشائخ خوار احناف میں سے اسی طرف ہیں مگر جمہور احناف فرائض اور نوافل دونوں میں اجازت نہیں دیتے کیونکہ نفل صبی لازم نہیں ہے اور نفل بالغ بعد الشروع لازم ہے۔ یومہم اقرء ہم لکتاب اللہ اگرچہ یہ عام ہے دلہنی اور غلام کو۔ مگر جمہور اس کو عموم پر نہیں رکھتے۔ ولد بغی اور غلام نابالغ کی امامت کو مکروہ کہتے ہیں البتہ اگر عبد تعلیم یافتہ ہو تو اجازت ہے استعمال حبشی۔ یہاں اگرچہ عبد کا لفظ نہیں ہے۔ مگر دوسری روایات میں استعمال عبد حبشی ہے زینبہ کش مش کو کہتے ہیں۔ تشبیہ کم عقل ہونے میں ہے اور بعض نے کہا کہ کالے ہونے میں تشبیہ ہے۔ یہاں استعمال عبد حبشی فرمایا گیا ہے۔ امامت صلوة اس سے معلوم نہیں ہوتی۔ البتہ ولایتہ بلد معلوم ہوتی ہے۔ تو کہا جائے گا کہ جو شخص والی بلد ہوتا ہے امامت صفوی کا بھی اسے اختیار ہوتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چونکہ سلف میں امامت عبد کے بارے میں اختلاف رہا ہے۔ حضرت امام مالکؒ سے بدون مجبوری

کراہت منقول ہے۔ اس لئے امام بخاریؒ نے یہ باب باندھا۔ اور وہ آثار و روایات ذکر کیں جن سے جواز معلوم ہوتا ہے۔ مسئلہ امامت العبد یہ تو مقصود ہے۔ اب ایک دوسرا مسئلہ بھی بیچ میں آگیا وہ یہ ہے کہ کانت عائشۃ یومہا عبدا ذکوان من المصحف الخ اسی جملہ میں من المصحف کا کیا مطلب ہے۔ بعض علماء نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن سامنے رکھ کر اور اس میں سے دیکھ کر پڑھتے تھے۔ جیسے نصاریٰ انجیل سامنے رکھ لیتے ہیں۔ اور اس میں دیکھ کر پڑھتے ہیں اگر اس کا مطلب یہ ہو تو مسئلہ اختلافی ہو جائے گا۔ حضرت امام اعظمؒ کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی۔ صاحبین امام شافعی اور امام احمدؒ کے نزدیک مکروہ ہے۔ اور مالکیہ کے یہاں تراویح میں گنجائش ہے اور ان کا دوسرا قول یہ ہے کہ نوافل میں گنجائش ہے۔ اس وقت یہ اثر احناف کے خلاف ہو جائے گا۔ احناف فرماتے ہیں کہ من المصحف کا وہ مطلب نہیں جو آپ بیان کرتے ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کا بعض حصہ نماز میں پڑھا کرتے تھے۔ پوری سورۃ نہیں پڑھتے تھے۔ اور مطلب یہ ہے کہ نمازوں میں پوری سورت کا پڑھنا طویل اوساط اور قصار میں سے علی التفصیل اولیٰ ہے۔ مگر یہ ذکوان قاری تھے۔ اس کی رعایت نہیں کرتے تھے بلکہ کہیں سے پڑھ دیتے تھے۔ جیسا کہ فی زمانہ قرا کرتے ہیں کہ سورۃ کاملہ نہیں پڑھتے بلکہ کہیں سے بیچ میں سے کہیں ابتدا اور انتہا میں سے پڑھ دیتے ہیں من تبعیضہ ہے۔ یہ توجیہ علامہ شمس الائمہ اسر حسی کی ہے۔ جو مبسوط میں ہے اور یہی راجح ہے۔ اگر مان لیا جائے کہ وہ قرآن دیکھ کر پڑھتے تھے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ قرآن کھلا ہوا ہوتا تھا اور آیت آیت دیکھ کر پڑھتے چلے جاتے تھے۔ بلکہ میرے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن سامنے رکھا ہوا ہوتا تھا اور پڑھتے چلے جاتے اور جب کہیں شبہ ہوتا تو نماز سے فارغ ہو کر قرآن میں دیکھ لیا کرتے تھے۔ جیسا کہ آجکل تراویح میں ہوتا ہے کہ جب کوئی سامع نہ ہو تو دیکھ کر اس طرح سناتے ہیں اور جب کہیں انگ جاتے ہیں تو فراغت کے بعد کھول کر دیکھ لیتے ہیں۔ ایک جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ نے ایسا کیا ہے۔ مگر حضرت عمرؓ نے

اس کو منع فرمایا ہے اور ان کی نسی احرا بالقبول ہے (لائق قبول نہیں) ان کے علم ہونے کی وجہ سے اور قاعدہ ہے کہ اذا جاء الاجتماع بطل الاستدلال۔ ولد البغی والاعرابی کیونکہ عام طور پر ولد الزنا اور اعرابی میں جمل غالب ہوتا ہے۔ نیز لوگ نفرت کرتے ہیں اس لئے ان کی امامت مکروہ ہے۔ اور ماخیہ کے نزدیک مطلق مکروہ ہے۔ الغلام الذی لم یحتلم امام شافعیؒ کے نزدیک غیر متحلم لڑکے کی اقتداً مطلقاً جائز ہے۔ جمہور کے نزدیک فرائض میں تو نہیں نوافل میں جائز ہے۔ یومہم اقرامہم لکتاب اللہ چونکہ حضور اکرم ﷺ نے احق بالامامة اقرأ کو قرار دیا ہے۔ اور مسجد میں عبد۔ ولد البغی (ولد الزنا) اور اعرابی سبھی آتے ہیں اسلئے یہ حکم سب کی طرف متوجہ ہو گا جو اقرأ ہو گا وہ احق ہو گا۔ اور اس میں کوئی قید ہے کہ عبد یا ولد الزنا نہیں ہو سکتا بلکہ وہ بھی ہو سکتا ہے۔ تو پھر اس کا امامت کرنا بھی جائز ہو گا۔ لا یمنع العبد من الجماعة بغیر علة یہ دلیل کا تتمہ ہے۔ وان استولی حبشی چونکہ جو امیر ہوتا ہے وہی نماز بھی پڑھاتا ہے تو جب عبد حبشی امیر ہو سکتا ہے تو نماز بھی پڑھائے گا۔ لہذا امامت العبد ثابت ہو گئی۔ کان رائسہ زبیبہ یہ بد صورتی سے کنایہ ہے۔

ترجمہ۔ جب امام نماز پوری نہ کر سکے تو جو شخص

اس کے پیچھے ہے وہ پوری کرے۔

باب اِذَا لَمْ يَتِمَّ الْاِمَامُ

وَاتَمَّ مِنْ خَلْفِهِ

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کچھ لوگ تمہیں نماز پڑھائیں گے اگر ٹھیک ٹھیک پڑھائیں۔ شرائط اور سنن کا لحاظ رکھیں تو تمہیں ثواب ملے گا۔ اگر وہ ٹھیک ٹھیک شرائط اور سنن کا لحاظ نہ کریں تو تمہارے لئے ثواب اور ان کے اوپر عذاب ہو گا۔

حدیث (۶۵۴) حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ (البحر)
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ يُصَلُّونَ
لَكُمْ فَإِنْ أَصَابُوا فَلَكُمْ وَإِنْ أَخْطَأُوا فَلَكُمْ وَعَلَيْهِمْ

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ امام نے نماز تمام نہیں کی یعنی کوئی ایسی حرکت کی جو مغل بالصلوة ہے تو ائمہ ثلاثہؓ فرماتے ہیں کہ

چونکہ امام اور مقتدی کی نماز ایک نہیں ہوتی اس لئے امام کی نماز تو فاسد ہو جائے گی مقتدی کی نماز پر کوئی اثر نہیں پڑے گا جبکہ ان کے شرائط اور سنن پورے ہوں۔ حضرت امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ امام اور مقتدی کی نماز ایک ہوتی ہے اس لئے فساد صلوة مقتدی لازم آئے گا۔ اگر مقتدی کو اس کا علم نہیں ہو تو قضا اس پر لازم نہیں۔ احناف میں سے بھی ایک جماعت کا قول ائمہ ثلاثہ کے مطابق ہے۔ ائمہ ثلاثہ کی دلیل حدیث باب ہے۔ مگر کہا جائے گا کہ اس روایت کے بعض طرق میں ہے کیف تصنع یا ابا ذرؓ اذا اكون علیکم الامرا من بعدی۔ الحدیث ...

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام نے جب نماز میں کوتاہی کی اور مقتدی کو علم نہیں ہو سکا تو شوافع کے نزدیک مطلقاً نماز جائز ہے

امام اعظمؒ کے نزدیک مطلقاً نماز صحیح نہیں ہوگی۔ مالکیہ اور حنبلیہ کے نزدیک اگر امام نے بھول چوک کر بلا وضو نماز پڑھائی تو صحیح ہو جائے گی احناف کا استدلال الامام ضامن والی حدیث ہے۔ اور جو صحیحہ کے قائل ہیں وہ حدیث باب سے استدلال کرتے ہیں۔ حنفیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث عواقب کے اعتبار سے ہے۔ چنانچہ دوسری روایت میں ہے یمیتون الصلوة عن اوقاتہا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ شرائط اور ارکان پر محمول نہیں۔ بلکہ خشوع و خضوع میں تقصیر پر محمول ہے۔ خلاصہ یہ کہ حنفیہ کے نزدیک امام کی نماز کے فساد سے مقتدی کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ ائمہ حنبلیہ کے نزدیک اگر مقتدیوں کو امام کی نماز کے فاسد ہونے کا علم نماز میں ہو گیا تو ان کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی ورنہ نہیں۔ امام بخاری کا رجحان ائمہ حنبلیہ کی طرف ہے۔ اور استدلال حدیث باب سے ہے وان خطا فلکم وعليہم۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان امراء کی نماز کے فساد سے مقتدیوں پر اثر نہیں پڑتا۔ احناف کی طرف سے جواب یہ ہے کہ یہ حدیث اپنے عموم پر تو کسی کے نزدیک نہیں ہے۔ کیونکہ اگر امام نے رکوع چھوڑ دیا اور سیدھا سجدہ میں چلا گیا۔ اور مقتدیوں نے اپنے رکوع کو پورا کر لیا تو پھر بھی کسی کے نزدیک کسی کی بھی نماز نہ ہوگی۔ تو یہاں امام کی نماز فاسد ہونے سے مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہو گئی ہے۔ لہذا ہم کہیں گے یہ حدیث سنن پر محمول ہے فرائض پر نہیں۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث تاخیر اوقات پر محمول ہے کہ یعنی حضور انور ﷺ فرماتے ہیں کہ اخیر زمانے میں امرأ کا حال یہ ہوگا کہ وہ تاخیر سے نماز پڑھیں گے۔ لہذا تم اپنی نماز پڑھ لیا کرو۔

بابِ اِمَامَةِ الْمُقْتَدِعِ وَالْمُتَّبِعِ

ترجمہ۔ فتنہ انگیز اور بدعتی کی امامت کیسی ہے۔

ترجمہ۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ کہ بدعتی کے پیچھے نماز پڑھ لو بدعت کا وبال اس کے ذمہ ہے۔ اور حضرت عبید اللہؒ فرماتے ہیں کہ وہ حضرت عثمان بن عفانؓ کے پاس حاضر ہوئے جبکہ وہ نظر بند تھے۔ فرمایا آپ امام عامہ ہیں اور آپ پر وہ مصیبت اتری جو ہم دیکھ رہے ہیں۔ اور ہمیں امام فتنہ نماز پڑھاتا ہے جس میں ہمیں حرج معلوم ہوتا ہے۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ نماز لوگوں کے اعمال میں سے اچھا عمل ہے جب وہ اچھا عمل کریں تو تم بھی ان کے ساتھ اچھائی میں شامل ہو جاؤ اور جب وہدہ کریں تو ان کی بدائی سے چھتر ہو۔ امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ ہم عنث (بیچرے) کے پیچھے نماز پڑھنے کو صحیح نہیں سمجھتے۔ ہاں کوئی ضرورت شدیدہ جس سے کوئی چارہ نہ ہو تو پھر کوئی حرج نہیں۔

وَقَالَ الْحَسَنُ صَلَّى وَعَلَيْهِ بِدْعَتُهُ وَقَالَ لَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى عُثْمَانَ بْنِ عَفَانَ وَهُوَ مَحْضُورٌ فَقَالَ إِنَّكَ إِمَامٌ عَامَّةٌ وَنَزَلَ بِكَ مَا تَرَى وَيُصَلِّي لَنَا إِمَامٌ فَتَنَةٌ وَنَتَحَرَّجُ فَقَالَ الصَّلَاةُ أَحْسَنُ مَا يَعْمَلُ النَّاسُ فَإِذَا أَحْسَنَ النَّاسُ فَأَحْسَنُ مَعَهُمْ وَإِذَا أَسَاءَ وَأَفْجَسَ إِسَاءَ تَهُمْ وَقَالَ الزُّهْرِيُّ قَالَ الزُّهْرِيُّ لَا تَرَى أَنَّ يُصَلِّي خَلْفَ الْمُخْتَبِ الْأَمِينِ صُرُورَةٌ لِأَبَدٍ مِنْهَا

باب يَقُومُ عَنْ يَمِينِ الْإِمَامِ بِحَدَائِهِ سَوَاءً إِذَا كَانَ اثْنَيْنِ

ترجمہ۔ امام اور مقتدی دو ہی آدمی ہوں تو مقتدی امام کے داہنی جانب کھڑا ہو بلکل اس کے برابر مقابل۔

حدیث (۶۵۶) حَدَّثَنَا سَلِيمَانُ بْنُ حَرْبٍ الْعَنَ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ بَتُّ فِي بَيْتِ خَالَتِي مَيْمُونَةَ فَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْعِشَاءَ ثُمَّ جَاءَ فَصَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ نَامَ ثُمَّ قَامَ فَجِئْتُ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ فَصَلَّى خَمْسَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ صَلَّى رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ نَامَ حَتَّى سَمِعْتُ عَطِيطَهُ أَوْ قَالَ خَطِيطَهُ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی خالہ میمونہؓ کے گھرات بسر کی جناب رسول اللہ ﷺ جب عشاء کی نماز پڑھ چکے تو گھر تشریف لائے۔ اور چار رکعت نماز پڑھی پھر سو گئے۔ بعد ازاں کھڑے ہو گئے۔ تو میں بھی ان کی بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ آپ نے مجھے اپنی داہنی طرف کھڑا کیا پھر پانچ رکعت پڑھیں۔ اس کے بعد دو رکعت سنت فجر پڑھی پھر سو گئے۔ یہاں تک کہ میں نے آپ کے خراٹے کی آواز سنی پھر آپ صبح کی نماز پڑھنے تشریف لے گئے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ جمہور کے نزدیک اگر صرف دو آدمی نماز پڑھنے والے ہوں تو مقتدی امام کے دائیں جانب کھڑا ہو اور اس سے آگے نہ بڑھے۔ اور امام شافعیؒ کے نزدیک تھوڑا سا پیچھے کھڑا ہو۔ حضرت امام بخاریؒ کی غرض لفظ سواء سے شافعیہ پر رد کرنا ہے

ترجمہ۔ جب ایک آدمی امام کے بائیں جانب کھڑا ہو پس امام اسے پھیر کر دائیں جانب کھڑا دے تو دونوں کی نماز فاسد نہ ہوگی۔

باب إِذَا قَامَ الرَّجُلُ عَنْ يَسَارِ الْإِمَامِ فَحَوَّلَهُ الْإِمَامُ إِلَى يَمِينِهِ لَمْ تَفْسُدْ صَلَاتُهُمَا

حدیث (۶۵۷) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ لَالِخُ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نِمْتُ عِنْدَ مَيْمُونَةَ وَالنَّبِيِّ ﷺ عِنْدَهَا تِلْكَ اللَّيْلَةَ فَتَوَضَّأْتُ ثُمَّ قَامَ يَصَلِّيُ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ فَأَخَذَنِي فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ فَصَلَّى ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكَعَةً ثُمَّ نَامَ حَتَّى نَفَخَ وَكَانَ إِذَا نَامَ نَفَخَ ثُمَّ أَتَاهُ الْمُؤَذِّنُ فَخَرَجَ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ .. الْحَدِيثُ ..

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت میمونہؓ کے پاس سو گیا اور جناب نبی اکرمؐ اس رات ان کے پاس تھے آپ نے وضو کیا اٹھ کر نماز پڑھنے لگے۔ تو میں آپ کی بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ آپ نے مجھے پکڑا اور اپنی دائیں جانب کر دیا۔ تیرہ رکعت نماز پڑھی پھر سو گئے یہاں تک کہ پھونک مارنے لگے اور آپ کی عادت مبارک تھی کہ جب سوتے تھے تو پھونک مارتے تھے پھر مؤذن آیا آپ تشریف لے گئے نماز پڑھی اور وضو نہ کیا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ میں اس کے متعلق صفحہ ۱۰۰ پر باب اذاقام الرجل عن يسار الامام آنے والا ہے وہاں کلام کمزونگا لم تفسد صلواتہما اس جملہ سے حنبلہ پر رد کرنا ہے کیونکہ ان کے نزدیک مقتدی اگر بائیں جانب کھڑا ہوگا تو اس کی نماز نہیں ہوئی لہذا اس کا تحریمہ بھی باطل ہو گیا۔ تو اب اگر امام اس کو دوسری جانب پھیر دے تب بھی اس کی نماز درست نہ ہونی چاہیے حالانکہ بیان فرمایا گیا ہے کہ صحیح ہو جائے گی فاسد نہیں ہوگی۔

باب اِذَا لَمْ يَنْوِ الْاِمَامُ اَنْ يُّؤَمَّ ثُمَّ جَاءَ قَوْمٌ فَاَمَّهُمْ۔

ترجمہ۔ جب امام امامت کی نیت نہیں کرتا پھر قوم کے آجانے پر ان کی امامت کرتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی خالہ میمونہؓ کے پاس رات بسر کی جناب نبی اکرم ﷺ رات کو نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے تو میں بھی ان کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہو گیا۔ لیکن بائیں جانب کھڑا ہوا تو آپ نے میرا سر پکڑا اور مجھے اپنی داہنی جانب کھڑا کر دیا۔

حدیث (۶۵۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَلْمَدِينِيِّ عَنْ اَبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بَدَتْ عِنْدَ خَالَاتِي مَيْمُونَةَ فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ فَقُمْتُ اُصَلِّي مَعَهُ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ فَاَخَذَ بِرَاسِي وَاَقَامَتِي عَنْ يَمِينِهِ.. الْحَدِيثُ

تشریح از شیخ مدنی۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ امام کو امامت کی نیت کرنی چاہیے۔ مگر وہ بھی بعض صورتوں میں یعنی صلواتہما قالہ میں اجازت ہے۔ فرائض میں نہیں۔ اور بعض صورتوں میں وہ ضروری قرار نہیں دیتے۔ احنافؒ فرماتے ہیں کہ مردوں کی نماز تو ہو جائے گی خواہ امام نیت کرے یا نہ کرے۔ البتہ وہ عورت جو محاذاتہ میں آگئی ہے اس کی نماز بغیر نیت امام کے نہیں ہوگی۔ اور جو مرد اس کے قریب ہیں ان میں سے مرد متصل کی نماز فاسد ہوگی۔ امام احمدؒ اور امام اعظمؒ بعض صورتوں میں نیت کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ نیت کو ضروری نہیں کہتے۔ چنانچہ روایت باب اس پر دلالت کرتی ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ اگر کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہے اور اس نے امامت کی نیت نہیں کی تھی اور کچھ لوگ ایسے تھے جنہوں نے اس کی اقتدا کر لی تو جمہور کے نزدیک جائز ہے۔ اور حنبلہ کے نزدیک فرائض میں صحیح نہیں۔ البتہ نوافل میں صحیح ہے۔ اور حنفیہ کے نزدیک عورت کے لئے امامت کی نیت کرنا ضروری ہے اگر نہیں کرے گا تو عورت کی نماز نہ ہوگی۔ یہ تین مذہب ہو گئے۔ حنبلہ کہتے ہیں کہ یہ نماز نفل تھی۔ اور جمہور فرماتے ہیں کہ صلوة من حيث الصلوة کوئی فرق نہیں اور عورت کے لئے احنافؒ کہتے ہیں کہ چونکہ محاذاتہ النساء مفسد ہے اس لئے اس کی نیت شرط ہوگی۔ امام بخاریؒ کے یہاں کوئی شرط نہیں ہے۔ تو گویا جمہور کی تائید کرتے ہیں۔

باب إِذَا طَوَّلَ الْإِمَامُ وَكَانَ لِلرَّجُلِ حَاجَةٌ فَخَرَجَ وَصَلَّى -

ترجمہ۔ جب ایک امام قرأت لمبی کر دے اور کسی مقتدی کو ضروری کام ہو تو وہ صف سے نکل کر الگ نماز پڑھ لے اس کا کیا حکم ہے۔

حدیث (۶۵۹) حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ (الخ) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ كَانَ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ يَرْجِعُ فَيَوْمَ قَوْمَهُ ح. سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كَانَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ يَرْجِعُ فَيَوْمَ قَوْمَهُ فَصَلَّى الْعِشَاءَ فَقَرَأَ بِالْبَقْرَةِ فَأَنْصَرَفَ الرَّجُلُ فَكَانَ مُعَاذٌ يَنَالُ مِنْهُ فَبَلَغَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ فَتَانٌ فَتَانٌ فَتَانٌ ثَلَاثٌ مَرَارًا وَقَالَ فَاتِنًا فَاتِنًا فَاتِنًا وَآمَرَهُ بِسُورَتَيْنِ مِنْ أَوْسَطِ الْمَفْصَلِ قَالَ عَمْرٌ وَلَا أَحْفَظُهُمَا .. الْحَدِيثُ ..

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے پھر واپس آ کر اپنی قوم کی امامت کرتے تھے دوسری سند کے ساتھ یوں ہے کہ حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ حضرت معاذ بن جبلؓ جناب نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے پھر واپس آ کر اپنی قوم کی امامت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے عشاء کی نماز پڑھی اور اس میں سورۃ بقرہ کی قرأت کی ایک آدمی جماعت سے پھر گیا تو حضرت معاذؓ اس پر تعن و تشنج کرنے لگے۔ یہ خبر جناب نبی اکرم ﷺ کو پہنچی آپ نے فرمایا وہ فتنہ انگیز ہے۔ فتنہ انگیز ہے یا تین مرتبہ فاتن فرمایا اور اوساط مفصل کی دو سورتیں پڑھنے کا حکم دیا عمر و راوی کہتے ہیں کہ وہ دو سورتیں میں یاد نہیں رکھ سکا۔

تشریح از شیخ مدنی۔ اس روایت باب سے معلوم ہوا کہ اگر طوالة قراة سے حرج واقع ہوتا ہو۔ اور کوئی شخص جماعت

چھوڑ کے چلا جائے تو اس کے لئے جائز ہے۔ کیونکہ آپ نے ایسے شخص پر ملامت نہیں فرمائی بلکہ التامام کو تہنیه کی۔

تشریح از شیخ زکریا۔ اگر کوئی شخص امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہے تو اب وہ اقتدا نہیں چھوڑ سکتا۔ اگر اقتدا چھوڑ دی تو

جماں سے چھوڑی ہے وہاں سے بنا نہیں کر سکتا۔ بلکہ اس کی نماز فاسد ہو گئی دوبارہ نماز پڑھے۔ یہ جمہور فرماتے ہیں۔ حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک جماں سے امام کی اقتدا چھوڑی ہے وہیں سے بنا کر سکتا ہے۔ فخرج چونکہ شوافع کے نزدیک بنا صحیح ہے اس لئے شراح شوافعؒ خروج کا مطلب خروج عن الاقتدا کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ اور شراح غیر شوافع کے نزدیک نماز صحیح نہیں ہے۔ اس لئے وہ اس کا مطلب خروج عن الصلوة قرار دیتے ہیں کہ امام نے اتنا طویل کر دیا کہ کوئی بے چارہ قادر ہی نہیں ہے اور اس نے امام کی نماز چھوڑ کر پھر شروع کی فانصرف یہ بظاہر جمہور کی تائید ہے کہ فخرج کے معنی خروج عن الصلوة کے ہیں۔ اور حافظ ابن حجرؒ اس کی توجیہ فرماتے ہیں

فانصرف عن الاقتداء . قال عمر ولا احفظهما یعنی مجھے یاد نہیں رہا کہ ان سورتوں کا نام کیا لیا تھا۔

ترجمہ۔ امام کا قیام میں کمی کرنا۔ لیکن رکوع اور
سجود کو پورا ادا کرنا۔

باب تَخْفِيفِ الْإِمَامِ فِي الْقِيَامِ وَإِتْمَامِ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ -

ترجمہ۔۔ حضرت ابو مسعود انصاریؓ فرماتے ہیں کہ
آدی نے عرض کی اللہ کی قسم یا رسول اللہ ﷺ میں صبح کی نماز
سے فلاں شخص کی طوالت کرنے کی وجہ سے پیچھے رہا جاتا ہوں
پس میں نے وعظ کرنے میں کبھی آپؐ کو اتنا غضب ناک نہیں
دیکھا جس قدر اس دن دیکھا۔ پھر فرمایا تم میں سے بعض لوگ
نفرت دلانے والے ہیں۔ پس جو شخص بھی تم میں سے جب بھی
لوگوں کو نماز پڑھائے تو اختصار کرے۔ کیونکہ اس میں کمزور اور
بڑھے اور ضرورت مند بھی ہوتے ہیں۔

حدیث (۶۶۰) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ النَّخَعِيُّ
قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو مَسْعُودٍ أَنَّ رَجُلًا قَالَ وَاللَّهِ
يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي لَا تَأْخُرُ عَن صَلَاةِ الْغَدَاةِ مِنْ أَجْلِ
فُلَانٍ مِمَّا يَطِيلُ بِنَا فَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ
فِي مَوْعِظَةٍ أَشَدَّ غَضَبًا مِنْهُ يَوْمَئِذٍ ثُمَّ قَالَ إِنَّ مِنْكُمْ
مَنْفِرِينَ فَإِنَّكُمْ مَا صَلَّيْتُ بِالنَّاسِ فَلَيْتَ جَوَّزَ فَإِنَّ فِيهِمْ
الضَّعِيفَ وَالْكَبِيرَ وَذَلِكَ حَاجَةٌ . الْحَدِيثُ

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چونکہ روایات میں وارد ہے کہ حضور اکرم ﷺ نماز میں تخفیف فرماتے تھے۔ اسلئے امام بخاریؒ نے

ان احادیث کی شرح فرمادی کہ اس سے تخفیف فی الارکان مراد نہیں ہے بلکہ تخفیف فی القیام والقراۃ مراد ہے۔ اور تخفیف کا
حکم قراۃ میں ہے رکوع اور سجود میں نہیں ہے۔ لاناخو الخ یہاں بعض شراح نے حضرت معاذ بن جبلؓ کا نام لیا ہے مگر یہ غلط ہے اس لئے
کہ فجر کی نماز حضرت معاذؓ نے نہیں پڑھائی۔ بلکہ حضرت ابی بن کعبؓ نے پڑھائی تھی۔ جیسا کہ دوسری روایات میں اس کی تصریح ہے۔ اور
حضرت معاذؓ عشاء کی نماز پڑھاتے تھے اور یہ ہو نہیں سکتا کہ حضور اکرم ﷺ ایک بات سے منع فرمائیں اور پھر یہ حضرات دوبارہ کریں
یہ محال ہے لیکن اس پر اشکال ہوتا ہے کہ ترمذی کی بعض روایات میں ہے لم یطول بنا معاذ فی المغرب لہذا دو نمازیں تو ہو گئیں۔ اور
عود من الصحابی الی مانہی عنہ (صحابی کو جس سے روکا گیا ہے اسی طرف لوٹا ہوا) پایا گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ محدثانہ قاعدہ پر
بخاری کی روایت راجح ہے اور مغرب کی نماز کے متعلق کسی کو وہم ہو گیا۔ یا یہ کہ وہاں مغرب بول کر عشاء مراد لیا گیا ہے قد یطلق المغرب
علی العشاء۔ یا جواب یہ ہے کہ اولاً مغرب کا واقعہ پیش آیا۔ مگر چونکہ حضور اکرم ﷺ عشاء میں بہت تاخیر فرماتے تھے تو حضرت معاذؓ
نے اس سے سمجھ لیا کہ اطالت (لمبارکنا) مقصود ہے۔ اس لئے اطالت فرمائی۔ مگر جواب اول صحیح ہے۔

ترجمہ۔ جب اپنے لئے یعنی منفرداً نماز پڑھے تو جس قدر
اطالت چاہے کر سکتا ہے۔

باب إِذَا صَلَّى لِنَفْسِهِ فَلْيُطَوِّلْ مَا شَاءَ -

حدیث (۶۶۱) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَالَ إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ فَإِنَّ فِيهِمُ الضَّعِيفَ وَالسَّقِيمَ وَالْكَبِيرَ وَإِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ لِنَفْسِهِ فَلْيُكَلِّمْ مَا شَاءَ (الحدیث)

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی ایک لوگوں کو نماز پڑھائے تو تخفیف کرے۔ کیونکہ ان میں کمزور۔ بیمار اور بڑی عمر والے ہوتے ہیں۔ اور جب خود اکیلا پڑھے تو جس قدر چاہے طوالت کرے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ اذاصلی لنفسه اس سے تشبیہ ہے کہ تخفیف کا حکم امام کیلئے ہے ورنہ مفرد کو اختیار ہے کہ جتنی چاہے لمبی نماز پڑھے۔ ماشاء کے دو مطلب ہیں۔ اول یہ کہ قرأت کو جتنا بھی چاہے طویل کرے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ جس چیز کو چاہے طویل کرے۔ خواہ قرأت کو یا رکوع یا جہود کو۔ تو مسئلہ مختلف فیہ ہو جائے گا۔ آگے مستقل ایک باب آرہا ہے۔ پہلی صورت میں ماشاء ای بقدر ماشاء چاہے پورا وقت پڑھتا رہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ کلمہ ما مفعول ہو اور مطلب یہ ہے کہ اجزائیں سے جس کو چاہے طویل کر دے۔

ترجمہ۔ جب امام لمبی قرأت کرے تو کوئی شخص امام کی شکایت کر دے اس کا کیا حکم ہے۔ اور حضرت ابو اسید نے فرمایا ہے: ہٹ! تو نے تو قیام اور قرأت ہمارے لئے لمبی کر دی۔

باب مَنْ شَكَأَ إِمَامَهُ إِذَا طَوَّلَ
وَقَالَ أَبُو أُسَيْدٍ طَوَّلْتَ بِنَايَابِنِي

حدیث (۶۶۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنِّي لَا تَأْخُرُ عَنِ الصَّلَاةِ فِي الْفَجْرِ مِمَّا يَطِيلُ بِنَايِلَانِ فِيهَا فَغَضِبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا رَأَيْتُهُ غَضِبَ فِي مَوْعِظَةٍ كَانَ أَشَدَّ غَضَبًا مِنْهُ يَوْمَئِذٍ ثُمَّ قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ مِنْكُمْ مَنْ قَرَأَ فَمَنْ أَمَّ مِنْكُمْ النَّاسَ فَلْيَتَجَوَّزْ فَإِنَّ خَلْفَهُ الضَّعِيفَ وَالْكَبِيرَ وَذَلِكَ حَاجَةٌ (الحدیث)....

ترجمہ۔ حضرت ابو مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ میں فجر کی نماز سے اسلئے رہ جاتا ہوں کہ فلاں شخص نماز میں طوالت کرتا ہے تو جناب رسول اللہ ﷺ بہت سخت ناراض ہوئے کہ ایسی ناراضگی و عذاب کئے میں میں نے اس سے زیادہ کبھی نہیں دیکھی پھر فرمایا اے لوگو! بعض لوگ تم میں سے نفرت دلانے والے ہیں پس جو شخص تم میں سے لوگوں کی امامت کرے تو اسے اختصار کرنا چاہیے کیونکہ اس کے پیچھے کمزور بھی ہوتے ہیں بوڑھے آدمی اور ضرورت مند بھی ہوتے ہیں

ترجمہ۔ حضرت جلد بن عبد اللہ انصاری فرماتے ہیں کہ ایک آدمی اپنی آپہاشی والی دو اونٹنیوں لے کر آیا جبکہ رات کافی سیاہ ہو چکی تھی۔ اتفاقاً حضرت معاذؓ نماز پڑھا رہے تھے اس نے

حدیث (۶۶۳) حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ أَخْبَرَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ أَقْبَلَ رَجُلٌ بِنَاضِحَيْنِ وَحَدَّ حَجَّ اللَّيْلِ فَوَافَقَ مُعَاذًا يَصَلِّيُ فَبَرَكَ نَاضِحِيهِ

فانه يصلي وراءك الكبير الخ میری رائے یہ ہے کہ اس جملہ کو بیان کرنا مقصود نہیں۔ بلکہ اس جملہ سے قبل جو سورتوں کی تعیین آئی ہے اس کی طرف اشارہ ہے چونکہ روایات میں اختلاف ہے۔ بعض میں سورت کی تعیین ہے اور بعض میں ابہام ہے۔ اور سورۃ کذا و سورۃ کذا واقع ہوا ہے۔ تو اس لئے راوی نے تنبیہ کر دی کہ میرا گمان یہ ہے کہ یہ تعیین حدیث ہی میں ہے۔

باب الْإِيجَازِ فِي الصَّلَاةِ وَإِكْمَالِهَا

ترجمہ۔ نماز میں اختصار کرنا اور اسے مکمل بھی کرنا

حدیث (۶۶۴) حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ لَخَّ عَنْ أَنَسِ

ابن مالك قال كان النبي ﷺ يُوجِزُ الصَّلَاةَ وَيُكْمِلُهَا . الحديث

تشریح از شیخ زکریا۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ اختصار اکمال کے خلاف نہیں۔ کیونکہ حضور ﷺ سے بوخرو الصلوۃ ویکملون منقول ہے۔

ترجمہ۔ بچے کے رونے کے وقت جو نماز میں تخفیف کر دے۔

باب مَنْ أَخَفَّ الصَّلَاةَ عِنْدَ بُكَاءِ الصَّبِيِّ

ترجمہ۔ حضرت ابو قتادہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا میں نماز میں کھڑا ہوتا ہوں میرا ارادہ ہوتا ہے کہ اس میں طوالت کروں تو میں چھوٹے بچے کی رونے کی آواز سن لیتا ہوں تو نماز میں اختصار کر دیتا ہوں مجھے ناپسند ہوتا ہے کہ میں اس کی مال پر گرانی پیدا کر دوں۔

حدیث (۶۶۵) حَدَّثَنَا أَبُو إِدْرِيسٍ بْنُ مُوسَى (الخ) عَنْ أَبِي قَتَادَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنِّي لَأَقُومُ فِي الصَّلَاةِ أُرِيدُ أَنْ أَطْوِلَ فِيهَا فَاسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَاتَجَوَّزُ فِي صَلَاتِي كَرَاهِيَةً أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّهِ الْعَدِيَّةِ

تشریح از شیخ مدنی۔ یہاں پر شبہ ہوتا ہے کہ اگر امام نے لوگوں کی وجہ سے نماز میں طوالت یا خفت کی تو یہ شرک فی العبادت ہو گیا۔ اس لئے تو فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر آنے والے کی آہٹ سن کر امام نے رکوع طویل کر دیا تو یہ اس کے لئے مکروہ ہے۔ تو امام بخاری بتلانا چاہتے ہیں کہ اگر رعایت الناس کا لحاظ کرتے ہوئے نماز میں خفت کی جائے تو اس سے نماز میں شرک لازم نہیں آتا۔ کیونکہ آپ سے مراعات ثابت ہیں۔ اور فقہاء جو آنے والے کی آہٹ پر امام کو طویل رکوع کی اجازت نہیں دیتے اس کے بارے میں صاحب در مختار نے لکھا ہے کہ اگر آنے والے کو پچھانتا ہے یعنی کسی خاص آدمی کی وجہ سے طوالت فی الرکوع کر دی تو یہ مکروہ ہے۔ اگر امام آنے والے کو پچھانتا نہیں تو پھر اجازت ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ شرح بخاری فرماتے ہیں کہ اب تک امام بخاری نے تخفیف صلوة کو نقل فرمایا ہے وہ رعایت

للمقتدین تھا۔ اب یہ باب منعقد کر کے حبیہ فرماتے ہیں کہ اگر غیر مقتدین کی رعایت سے نماز کو مختصر کر دے تو یہ بھی جائز ہے۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ چوں کی رعایت فرما کر نماز مختصر کر دیا کرتے تھے۔ مگر میرے نزدیک اس باب کی یہ غرض نہیں جو شرح فرماتے ہیں کیونکہ نبی اکرم ﷺ ان چوں کی ماؤں کی رعایت سے اختصار فرمایا کرتے تھے جیسا کہ روایات میں مخافة ان تفتن امہ یہ مقتدی کی رعایت ہوئی نہ کہ غیر مقتدی کی۔ تاہم اس سے علماء نے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ غیر مقتدی کی رعایت سے نماز کو مختصر کیا جاسکتا ہے۔ تو اگر کوئی نماز میں شریک ہو نا چاہے اور امام کو معلوم ہو جائے تو اطاعت (لبا کرنا) بھی جائز ہوگی کیونکہ اس میں مقتدی کی رعایت ہوئی اور میری رائے ہے کہ امام بخاری نے اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور یہ ان کی شان کے موافق بھی ہے۔ تو یہ ترجمہ کی دوسری غرض ہوئی یعنی آنے والے کیلئے نماز میں تطویل کی جاسکتی ہے۔ لیکن یہ مسئلہ مختلف فیہا رہا ہے بعض جواز کے قائل ہیں اور بعض انکار کرتے ہیں حتیٰ کہ بعض علماء شرک کا خوف بتاتے ہیں۔ خود احناف کے یہاں جواز عدم جواز میں دونوں قول ہیں۔ اور مخافة فی الشوک بھی منقول ہے۔ اور تیسرا قول یہ ہے کہ اگر امام کو اطلاع ہو گئی کہ فلاں آ رہا ہے اور اس نے اس کی رعایت کرتے ہوئے نماز تطویل کر دی تو یہ ناجائز ہے اگر یہ خبر نہیں کہ کو ان آ رہا ہے تو جائز ہے کیونکہ یہ اعانت علی ادراک الصلوة ہے۔ جو لوگ عدم جواز کے قائل ہیں کہ اس میں آنے والے کی رعایت تو کی جائے اور یہ بخارے جو اہم اسے موجود ہیں ان کی رعایت کیوں نہ کی جائے۔ بلکہ طوالت نہ کر کے ان کی رعایت ہو جائے گی۔ اور تیسرا احتمال یہ ہے کہ چونکہ احادیث میں حضور اقدس ﷺ کی نماز کے متعلق قریباً من السواء وارد ہوا ہے تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ نماز میں اعتدال ہو۔ اول اور آخر مساوی ہوں۔ تو امام بخاری فرماتے ہیں کہ اعتدال تو اصل ہے۔ لیکن اگر نماز شروع ہونے کے بعد کوئی عارض پیش آجائے مثلاً بارش ہونے لگے تو تخفیف کر دے یا چو کے رونے کی آواز آجائے تو تخفیف کر دے۔ اسی طرح اگر اسٹیشن پر نماز ہوتی ہو اور سیٹی بج جائے تو تخفیف کی جائے گی۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ میں نے کسی ایسے امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھی جو جناب نبی اکرم ﷺ سے زیادہ نماز کو مختصر اور تمام کرنے والا ہو چنانچہ اگر آپ ﷺ کے رونے کی آواز سن لیتے تو تخفیف کر دیتے۔ اس خوف سے کہ کہیں اس کی ماں فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائے کہ نماز سے غفلت برتنے لگے۔

حدیث (۶۶۶) حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ الْخَمْدِيُّ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ مَا صَلَّيْتُ وَرَاءَ إِمَامٍ فَقَطَّ أَخْفَ صَلْوَةً وَلَا أْتَمَّ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ وَإِنْ كَانَ لَيَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَيُخَفِّفُ مَخَافَةَ أَنْ تُفْتَنَ أُمُّهُ
الحدیث

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ جناب

حدیث (۶۶۷) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْخَمْدِيُّ

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں نماز میں داخل ہونے کا ارادہ کرتا ہوں کہ اس کو لمبا کروں پھر چہ کے رونے کی آواز سن لیتا ہوں تو اپنی نماز میں اختصار کر دیتا ہوں۔ کیونکہ مجھے علم ہے کہ چہ کے رونے سے اس کی ماں سخت غم میں ہوگی۔

أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُ أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ قَالَ إِنِّي لَأَدْخُلُ فِي الصَّلَاةِ وَأَنَا أُرِيدُ إِطَالَتَهَا فَاسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَاتَجَوَّزُ فِي صَلَاتِي وَمِمَّا عَلِمْتُ مِنْ شِدَّةِ وَجْدِ أُمِّهِ مِنْ بُكَائِهِ.....

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ میں نماز میں داخل ہوں پس میرا ارادہ ہوتا ہے کہ اسے طول دوں پس بچہ کے رونے کی آواز سن لیتا ہوں تو اختصار کر دیتا ہوں اس وجہ سے کہ بچہ کے رونے کی وجہ سے اس کی ماں سخت غمگین ہوگی۔

حدیث (۶۶۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ (البحر)
عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنِّي لَأَدْخُلُ فِي الصَّلَاةِ فَأُرِيدُ إِطَالَتَهَا فَاسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَاتَجَوَّزُ مِمَّا عَلِمْتُ مِنْ شِدَّةِ وَجْدِ أُمِّهِ مِنْ بُكَائِهِ الْحَدِيثُ

ترجمہ۔ جب نماز پڑھ چکے تو پھر قوم کی امامت کرائے اس کا کیا حکم ہے۔

باب إِذَا صَلَّى ثُمَّ أَمَّ قَوْمًا

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت معاذؓ جناب نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ کر پھر اپنی قوم کے پاس آکر ان کو نماز پڑھاتے تھے۔

حدیث (۶۶۹) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ (البحر)
عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ مُعَاذٌ يُصَلِّيُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ يَأْتِي قَوْمَهُ فَيُصَلِّيُ بِهِمْ . الْحَدِيثُ ..

تشریح از شیخ مدنی۔ اس روایت سے اقتداء المفترض خلف المتنفل پر استدلال کیا جاتا ہے۔ مگر یہ استدلال تام نہیں ہے اس لئے کہ جائز ہے کہ حضرت معاذؓ قوم کو فرض پڑھاتے ہوں اور آپ کے پیچھے نفل پڑھتے ہوں۔ یا اس وقت کا واقعہ ہو جبکہ فرائض کو مکرر پڑھا جاتا تھا۔ یا ممکن ہے کہ آپ کو اس کا علم نہ ہوا ہو۔ اور بھی وجہ ہیں جن کی وجہ سے استدلال تام نہیں ہوتا۔ حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک اقتداء مفترض خلف المتنفل جائز ہے۔ اور حنفیہ کے نزدیک ناجائز ہے۔ اور اس کا مبنی حدیث الامام ضامن ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ ضعیف قوی کا ضامن نہیں ہو سکتا۔ بالحدیث اور حنبلیہ کے یہاں دونوں قول ہیں۔ بخاری شریف کی روایت سے تو کچھ ثابت نہیں ہوتا اس لئے اس کے اندر تو صرف اتنا ہے کہ حضرت معاذؓ حضور اقدس ﷺ کے ساتھ پڑھتے اور پھر اپنی قوم کو پڑھاتے تھے۔ اب یہ بھی احتمال ہے کہ بہ نیت نفل پڑھتے رہے ہوں گے۔ جب احتمال ہو گیا تو اس قصہ سے استدلال نہیں کیا جاسکتا۔ اور ظاہر یہ ہے کہ بہ نیت نفل پڑھتے رہے ہوں گے ایسا نہیں کہ ان کی نماز کو خراب کریں۔ ہاں جھگڑا وہاں ہے جہاں یہ ہے کہ ہذہ فریضة وتلك نافلة مگر وہ بھی

اتفاق کے موافق ہے۔ اس لئے کہ ہذہ کا اشارہ قریب کے لئے ہوتا ہے۔ اور تلك بعيد کے لئے مستعمل ہے۔ امام طحاویؒ کی رائے یہ ہے کہ یہ واقعہ اس زمانہ کا ہے جبکہ ایک فرض نماز دو مرتبہ پڑھی جاسکتی تھی۔

باب مَنْ أَسْمَعَ النَّاسَ تَكْبِيرَ الْإِمَامِ

ترجمہ۔ جو شخص لوگوں کو امام کی تکبیر سنائے اس کا کیا حکم ہے

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں جب نبی اکرم ﷺ بیمار ہوئے وہ بیماری جس میں آپؐ کی وفات ہوئی تو حضرت بلالؓ نے آکر آپؐ کو نماز کی اطلاع دی۔ آپؐ نے فرمایا حضرت ابو بکر صدیقؓ تک حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں میں نے عرض کی کہ حضرت ابو بکرؓ نرم دل آدمی ہیں جب آپؐ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو رونا شروع کر دیں گے اور قراۃ پر قادر نہ ہوں گے آپؐ نے فرمایا پھر بھی ابو بکرؓ تک حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں میں نے اسی طرح عرض کیا۔ آپؐ نے تیسری مرتبہ یا چوتھی مرتبہ فرمایا کہ تم تو یوسفؑ والی عورتیں ہو۔ جاؤ ابو بکر صدیقؓ کو حکم سناؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ چنانچہ آپؐ نے نماز پڑھانا شروع کی تو نبی اکرم ﷺ دو آدمیوں کے سارے باہر تشریف لائے گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپؐ کے دونوں پاؤں زمین پر خط مانتے تھے جب حضرت ابو بکرؓ نے آپؐ کو

حدیث (۶۷۰) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ عَائِشَةَ ۖ قَالَتْ لَمَّا مَرَضَ النَّبِيُّ ﷺ مَرَضَهُ الَّذِي مَاتَ فِيهِ أَنَا هُ بَلَالٌ يُؤْذِنُهُ بِالصَّلَاةِ قَالَ مُرُّوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ قُلْتُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ أَسِيفٌ إِنْ يَفْعُو مَقَامَكَ يَبْكُ فَلَا يَقْدِرُ عَلَى الْقِرَاءَةِ فَقَالَ مُرُّوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ فَقُلْتُ مِثْلَهُ فَقَالَ فِي الثَّلَاثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ أَنْ كُنَّ صَوَابُ يُوسُفَ مُرُّوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ فَصَلَّى وَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ يَهَادِي بَيْنَ رَجُلَيْنِ كَانَتِي أَنْظُرُ إِلَيْهِ يُخْطُ بِرِجْلَيْهِ الْأَرْضَ فَلَمَّا رَأَاهُ أَبُو بَكْرٍ ذَهَبَ يَتَأَخَّرُ فَاشَارَ إِلَيْهِ أَنْ صَلَّ فَتَأَخَّرَ أَبُو بَكْرٍ وَقَعَدَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى جَنْبِهِ وَأَبُو بَكْرٍ يُسْمِعُ النَّاسَ التَّكْبِيرَ (البخ).....

دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگے حضور اکرم ﷺ نے اشارہ سے فرمایا کہ نماز پڑھاتے رہو۔ لیکن حضرت ابو بکرؓ پیچھے ہٹ آئے اور جناب نبی اکرم ﷺ ان کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ حضرت ابو بکرؓ لوگوں کو آپؐ کی تکبیر سناتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ روایت میں مرض الوصال کا قصہ ہے۔ اور حضور اقدس ﷺ کی یہ حاضری شنبہ کے دن ظہر کی نماز میں ہوئی تھی۔ اور ترمذی وغیرہ میں جو سترہ نمازیں آئی ہیں میرے نزدیک یہ ان سے مستثنیٰ ہے اور سترہ کا لفظ اغلبی ہے امام کے اعتبار سے اور امام بخاریؒ کا رجحان جمہور کے قول کی طرف ہے کہ اگر امام بیٹھ کر پڑھے تو مقتدی کھڑے ہو کر پڑھیں۔ اور امام بخاریؒ حمیدی کا قول پہلے نقل کر چکے ہیں۔ حنبلیہ کے نزدیک مسئلہ یہ ہے کہ اذاصلی الامام الراتب جالسا فالمقتدون ایضا وہ یہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ اس نماز میں مقتدی تھے۔ ورنہ سترہ کا عدد پورا نہیں ہوتا۔ حنبلیہ انما جعل الامام لیوتم کی وجہ سے کہتے ہیں کہ جب امام راتب

معذور ہو جائے اور بیٹھ کر پڑھائے تو مقتدی بھی بیٹھیں گے۔ اور اس قصہ کی توجیہ یہ کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ ہی امام تھے۔ اس پر اشکال یہ ہے کہ آپ کے یہاں یعنی حنبلہ کے یہاں امام کے یہاں پر کھڑا ہونا مفید صلوة ہے اور یہاں حضور اکرم ﷺ حضرت ابو بکرؓ کے یہاں پر تھے۔ اس کی توجیہ میں وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ عذر تھا۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ اس امامت میں تین احتمال ہیں اول یہ کہ حضور انور ﷺ امام تھے اور حضرت ابو بکرؓ مبلغ تھے۔ دوسرے یہ کہ حضرت ابو بکرؓ حضور اقدس ﷺ کی اقتدا کر رہے تھے اور قوم حضرت ابو بکرؓ کی اقتدا کر رہی تھی۔ لہذا دو امام ہو گئے۔ تیسرا احتمال یہ ہے کہ امام حضرت ابو بکرؓ تھے اور حضور اقدس ﷺ عذر کی وجہ سے بائیں طرف بیٹھے تھے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ تیسرا احتمال تو بہت بعید ہے اس لئے اس کو امام بخاریؒ نے ذکر نہیں فرمایا۔ یہ دو احتمال قریبی تھے اس لئے ان پر باب باندھ دیئے۔ پہلا باب جمہور کے مطابق ہے۔ اور دوسرا امام شعبیؒ کے مطابق۔ اس مقام پر تمام شرح کی رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ جمہور کے خلاف اپنے استاد شعبیؒ کی رائے کے موافق ہیں۔ امام بخاریؒ کا مذہب اگلے باب الرجل یاتم بالامام الخ میں آ رہا ہے کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جب امام بخاریؒ من قال کذاء کہیں تو وہ ان کا مذہب نہیں ہوتا۔ اور دوسرا ترجمہ حزم سے باندھا ہے لہذا دوسرے باب سے ان کا مذہب ظاہر ہے۔ لیکن میں کہہ چکا ہوں کہ یہ اصول کلی نہیں ہے۔

ترجمہ۔ اگر ایک آدمی امام کی اقتدا کرے اور لوگ مقتدی کی اقتدا کریں۔ اور جناب نبی اکرم ﷺ سے ذکر کیا جاتا ہے کہ تم میری اقتدا کرو اور تمہارے بعد آنے والے تمہاری اقتدا کریں۔

باب الرَّجُلُ يَأْتِمُ بِالْإِمَامِ وَيَأْتِمُ النَّاسُ
بِالْمَأْمُومِ وَيَذْكُرُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ
قَالَ اتَّبُوا بِيْ وَآيَاتِمِ بِكُمْ مَنْ بَعْدَكُمْ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ بیمار ہوئے تو حضرت بلالؓ نے آکر آپ کو نماز کی اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا حضرت ابو بکرؓ تک حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ میں نے کہا یا رسول اللہؐ حضرت ابو بکرؓ بہت جلدی رونے والا اور غم والا ہے جب آپ کی جگہ پر کھڑا ہو گا تو لوگوں کو نہیں سنا سکے گا پس اگر آپ حضرت عمرؓ کو حکم دیتے تو بہتر تھا آپ نے فرمایا کہ ابو بکر صدیقؓ تک حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے میں نے فی ثلث حصہ سے کہا کہ آپ کہیں کہ ابو بکرؓ غزوه آدمی ہے جب آپ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو

حدیث (۶۷۱) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ (الخ) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا قُلْنَا لِلنَّبِيِّ ﷺ جَاءَ بِلَالٌ يُؤْذِنُهُ بِالصَّلَاةِ فَقَالَ مَرُّوا أَبَا بَكْرٍ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ أَسِيفٌ وَإِنَّهُ مَتَى يَقُومُ مَقَامَكَ لَا يُسْمِعُ النَّاسَ فَلَوْ أَمَرْتُ عُمَرَ فَقَالَ مَرُّوا أَبَا بَكْرٍ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَقُلْتُ لِحَفْصَةَ قَوْلِي لَهُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ أَسِيفٌ وَإِنَّهُ مَتَى يَقُومُ مَقَامَكَ لَا يُسْمِعُ النَّاسَ فَلَوْ أَمَرْتُ عُمَرَ

نہیں سنا سکیں گے۔ پس اگر آپ حضرت عمرؓ کو حکم دیتے تو بہتر تھا۔ آپ نے فرمایا تم تو یوسف علیہ السلام والی عورتیں ہو۔ حضرت ابو بکرؓ تک حکم پہنچاؤ کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں جب ابو بکرؓ نماز میں داخل ہوئے تو جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنے اندر تخفیف محسوس فرمائی۔ تو کھڑے ہوئے اور دو آدمیوں کے سارے چل پڑے۔ اس طرح کہ آپ کے دونوں پاؤں زمین پر خط مانتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ مسجد میں داخل ہوئے۔ پس جب حضرت ابو بکرؓ نے آپ کی کھسکھاہٹ سنی تو پیچھے ہٹنے لگے رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف اشارہ کیا کہ پیچھے نہ ہٹیں۔ بہر حال نبی اکرم ﷺ حضرت ابو بکرؓ کی بائیں جانب آکر بیٹھ گئے

فَقَالَ اَتَكُنَّ لَاتِنَّ صَوَابِحَ يُوْسُفَ مَرُوًا اَبَا بَكْرٍ
يُصَلِّي بِالنَّاسِ فَلَمَّا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ وَجَدَ رَسُوْلَ اللّٰهِ
ﷺ فِي نَفْسِهِ حِقْفَةً فَقَامَ يَهَادِي بَيْنَ رَجُلَيْنِ وَرَجُلَاةٍ
يُحِطَّانِ فِي الْاَرْضِ حَتَّى دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَلَمَّا
سَمِعَ اَبُو بَكْرٍ يَتَاَخَّرُ فَاَوْمَا اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ
فَجَاءَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى جَلَسَ عَنْ يَسَارِ اَبِي بَكْرٍ
فَكَانَ اَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي قَائِمًا وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ
يُصَلِّي قَاعِدًا يُقْتَدِي اَبُو بَكْرٍ بِصَلَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ
وَالنَّاسُ مُقْتَدُوْنَ بِصَلَاةِ اَبِي بَكْرٍ ... الحديث

اور حضرت ابو بکرؓ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے اور جناب رسول اکرم ﷺ بیٹھ کر پڑھتے تھے گویا کہ ابو بکر صدیقؓ جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز کی اقتدا کرتے تھے۔ اور لوگ ابو بکرؓ کی اقتدا کرنے والے تھے۔

تشریح از شیخ مدنی۔ جیسے پہلے باب سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی لوگوں کو امام کی تکبیر سنائے تو اس سے نماز میں خلل نہیں آتا

ایسے اگر اگلی صفوں کو مقتدی بہ قرار دیا جائے اور ان کے فعل کی اقتدا کی جائے تو جائز ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ امام شعبیؒ نے حدیث باب سے ایک مسئلہ مستنبط کیا ہے۔ وہ یہ کہ صف اول مقتدی ہوتی ہے امام کی

اور امام ہوتی ہے صف ثانی کی اسی طرح صف ثانی صف ثالث کی امام ہوتی ہے ہلم جوا (اسی طرح آگے چلے جاؤ) اور ان کا استدلال اتموا ہی ولیاتم بکم من بعدکم سے ہے۔ حضرت امام بخاریؒ بھی اس مسئلہ میں امام شعبیؒ کے ساتھ ہیں مگر جمہور کے نزدیک امام ہی سب کا امام ہوتا ہے۔ اب ثمرہ اختلاف اس صورت میں نکلے گا کہ ایک آدمی نماز میں رکوع کے اندر آکر شریک ہو۔ امام نے سر اٹھایا مگر مقتدیوں نے ابھی سر نہیں اٹھایا اور یہ آنے والا ان کے پیچھے کھڑا ہوا تو ان حضرات کے نزدیک اس آنے والے کو رکوع مل گیا۔ کیونکہ وہ صف اول کا مقتدی ہے۔ اور ابھی تک وہ رکوع ہی میں ہیں۔ لہذا اس نے اپنے امام کو رکوع میں پالیا اور جمہور کے نزدیک اس کو رکوع نہیں ملا کیونکہ وہ امام کی اقتدا کر رہا ہے نہ کہ ان مقتدیوں کی۔ اور اتموا ہی کا یہ مطلب نہیں کہ تم میری اقتدا کرو۔ اور تمہارے پیچھے جو مقتدی ہیں وہ تمہاری اقتدا کریں گے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ خوب غور سے میرے افعال کو دیکھو اور ان کا اتباع کرو۔ کیونکہ میرے بعد اور امتی تمہاری اقتدا کریں گے۔ اور جیسا تم کرو گے ویسا وہ کریں گے۔ میں تو رہوں گا نہیں کہ مجھ سے پوچھیں یا مجھ کو دیکھیں۔

باب هَلْ يَأْخُذُ الْإِمَامُ إِذَا شَكَّ بِقَوْلِ النَّاسِ -

ترجمہ۔ جب امام شک کو گزرے تو کیا امام
لوگوں کی بات پر عمل کر سکتا ہے۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب
رسول اللہ ﷺ دو رکعت نماز پڑھ کر پھر گئے تو حضرت ذوالبیدینؓ
نے فرمایا رسول اللہ ﷺ کیا نماز میں کمی کی گئی ہے یا آپ بھول
گئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے پوچھا کیا ذوالبیدین سچ
کہتا ہے لوگوں نے کہا ہاں! تو حضور رسول اللہ ﷺ نے کھڑے
ہو کر دو آخری رکعتیں ادا فرمائیں پھر سلام پھیرا پھر تکبیر کہہ کر
سجدے میں چلے گئے وہ سجدہ اس پہلے سجدے جیسا تھا یا اس سے
لمبا تھا۔

حدیث (۶۷۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمَةَ
رَالِحٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَنْصَرَفَ
مِنْ ائْتِنِينَ فَقَالَ لَهُ ذُو الْبَيْدَيْنِ أَقْصَرَتِ الصَّلَاةُ
أَمْ نَسِيتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ
أَصْدَقَ ذُو الْبَيْدَيْنِ فَقَالَ النَّاسُ نَعَمْ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ
ﷺ فَصَلَّى ائْتِنِينَ أُخْرَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ كَبَّرَ فَسَجَدَ
مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ اطْوَلَ... الحديث...

تشریح از شیخ مدنیؒ - حضرت امام اعظمؒ امام کو لقمہ لینے کی اجازت دیتے ہیں۔ حضرت شافعیؒ اجازت نہیں دیتے۔ روایت

احناف کے مسلک کی تائید کرتی ہے کہ آپ نے لوگوں کے نعم کہنے پر اعتماد کیا۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب
رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز دو رکعتیں پڑھیں تو کہا گیا کہ
آپ نے تو دو رکعتیں پڑھی ہیں۔ پس آپ نے دو رکعتیں
پڑھیں پھر سلام پھیرا اور دو سجدے سہو کے ادا فرمائے۔

حدیث (۶۷۳) حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ رَالِحٌ عَنْ
أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ الظُّهْرَ رَكَعَتَيْنِ
فَقِيلَ قَدْ صَلَّيْتَ رَكَعَتَيْنِ فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ
ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ . الحديث ..

تشریح از شیخ زکریاؒ - اگر امام کو شک ہو گیا اور پیچھے سے مقتدیوں نے لقمہ دیا تو حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ وہ امام

انکے قول پر عمل نہ کرے جب تک کہ اس کو خود یقین نہ ہو جائے اور ابو داؤد کی اس روایت سے استدلال کرتے ہیں جس میں ہے لم یسجد
حتى ايقنه الله یعنی اس وقت تک سجدہ سہو نہ کرے جب تک اللہ تعالیٰ اسے یقین نہ کراویں۔ احناف کے نزدیک اگر امام کو پورے ہونے کا
یقین ہو تو لقمہ جائز نہیں۔ اور مقتدیوں میں سے جن کو یقین ہو کہ امام کو شک ہو اوہ پھر سے پڑھیں اور جن کو شک نہیں ہو ان پر اعادہ نہیں
حتالہ کا مذہب یہ ہے کہ یاخذ بقول عدلین کہ دو عادل آدمیوں کے قول پر اعتماد کرے۔ اور مالکیہ کے نزدیک اگر امام شک میں ہو تو
عدلین کا قول لے گا۔ اور اگر شک نہ ہو تو نہ لے۔ امام حناری نے باب کے اندر هل یوہا کر اختلاف ائمہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

باب إِذَا بَكَى الْإِمَامُ فِي الصَّلَاةِ

ترجمہ۔ جب امام نماز میں رونے لگے تو اس کا کیا حکم ہے

وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ شَدَادٍ سَمِعْتُ نَشِيجَ
عُمَرَ وَأَنَا فِي أَحْرَجِ الصُّفُوفِ يَقْرَأُ أَمَّا أَشْكُو بَنِي
وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ . . . الْحَدِيثُ . . .

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن شداد فرماتے ہیں کہ
میں نے حضرت عمرؓ کی رونے کی آواز سنی جبکہ میں صفوں کے
آخر میں تھا فرما رہے تھے میں اپنی پریشانی اور غم و اندوہ کی شکایت
اللہ کی طرف کرتا ہوں۔

حَدِيثُ (۶۷۴) حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ (الْبَخ) عَنْ
عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ فِي
مَرَضِهِ مُرُوْا أَبَابِكْرَ يُصَلِّي بِالنَّاسِ قَالَتْ عَائِشَةُ
قُلْتُ لَهُ إِنَّ أَبَابِكْرَ إِذَا قَامَ فِي مَقَامِكَ لَمْ يَسْمَعْ
النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ فَمُرْ عُمَرَ يُصَلِّي بِالنَّاسِ فَقَالَ
مُرُوا أَبَابِكْرَ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ
لِحَفْصَةَ قَوْلِي لَهُ إِنَّ أَبَابِكْرَ إِذَا قَامَ فِي مَقَامِكَ لَمْ
يَسْمَعْ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ فَمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ
فَفَعَلْتُ حَفْصَةَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَهْ أَنْ كُنَّ
لَا تَنْتَ صَوَاحِبُ يُوسُفَ مُرُوا أَبَابِكْرَ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ
فَقَالَتْ حَفْصَةُ لِعَائِشَةَ مَا كُنْتُ لِأُصِيبَ مِنْكَ خَيْرًا
الْحَدِيثُ . . .

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ ام المؤمنین فرماتی ہیں کہ جناب
رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیماری کی حالت میں فرمایا ابو بکر صدیقؓ
تک حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں حضرت عائشہؓ فرماتی
ہیں کہ میں نے عرض کیا حضرت ابو بکرؓ جب آپؐ کی جگہ پر
کھڑے ہوں گے تو رونے کی وجہ سے لوگوں کو نہیں سنا سکیں
گے آپؐ حضرت عمرؓ کو حکم فرمائیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں
آپؐ نے پھر بھی فرمایا کہ حضرت ابو بکرؓ کو حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو
نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت
حفصہؓ سے کہا کہ آپ حضور اقدسؐ سے کہیں کہ حضرت ابو بکرؓ
جب آپؐ کے مقام پر کھڑے ہوں گے تو رونے کی وجہ سے
لوگوں کو آواز نہیں سنا سکیں گے۔ اس لئے حضرت عمرؓ کو حکم
فرمائیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ چنانچہ حضرت حفصہؓ نے
ایسا ہی کیا۔ جس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم تو یوسف

علیہ السلام والی عورتیں ہو۔ حضرت ابو بکرؓ تک حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ مجھے تو
تمہاری طرف سے کبھی بھلائی نہیں پہنچی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اگر بکاء بالصوت لوجه الله ہو تو یہ مفسد صلوة نہیں ہے۔ اگر زخم بیماری کی وجہ سے بکاء

بالصوت ہے تو مفسد صلوة ہوگی۔ اگر بلاصوت ہے تو پھر کوئی حرج نہیں۔

تشریح از شیخ زکریا۔ اگر نماز میں صوت کے ساتھ روپڑے تو عند الشافیہ نماز فاسد ہوگئی۔ اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اگر دنیا کے لئے صوت کے ساتھ رویا ہو تو فاسد ہے ورنہ نہیں۔ اگر بلا آواز کے روتا ہے تو بلا اتفاق نماز صحیح ہے کوئی فساد لازم نہیں آئے گا۔ اگر آواز کے ساتھ روتا ہے تو دو حال سے خالی نہیں ہے۔ یا دنیوی اور جسمانی مصائب کی وجہ سے روتا ہے یا دین کی وجہ سے۔ اگر اول صورت ہے تو بلا اتفاق نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر اللہ کی یاد میں جنت اور دوزخ کے ذکر سے روتا ہے۔ تو اس میں اختلاف ہے امام شافعی کے نزدیک مفید صلوة ہے۔ اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز ہے۔ امام حناری نے اس باب سے جمہور کی تائید فرما کر شوافع پر رد فرما ہے۔

ترجمہ۔ تکبیر کہنے کے وقت اور اس کے بعد

صفوں کو برابر کرنا کیسا ہے۔

باب تَسْوِيَةِ الصُّفُوفِ

عِنْدَ الْاِقَامَةِ وَبَعْدَهَا۔

ترجمہ۔ حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ فرماتے تھے اپنی صفوں کو سیدھا کر دو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چروں میں مخالفت پیدا کر دے گا۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ صفوں کو ٹھیک ٹھاک کروا سنے کہ اپنی پیچھے کے پیچھے بھی تم کو دیکھتا ہوں۔

حدیث (۶۷۵) حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ (الرخ) قَالَ

سَمِعْتُ سَلِمَ بْنَ أَبِي الْجَعْدِ قَالَ سَمِعْتُ التُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَسُونُ صُفُوفِكُمْ أَوْ لِيُخَالِفَنَّ اللَّهُ بَيْنَ وُجُوهِكُمْ .. الحديث

حدیث (۶۷۶) حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ (الرخ) عَنْ

أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ ائِمُّوا الصُّفُوفَ فَإِنِّي أَرَاكُمْ خَلْفَ ظَهْرِي . الحديث

تشریح از شیخ زکریا۔ تسوية الصفوف مامور بہ ہے تکبیر کے درمیان میں اور تکبیر کے بعد بھی کرنا چاہئے امام حناری نے

اس پر تنبیہ اس لئے فرمادی کہ ابھی ایک باب گذرا ہے متنی بقوم الناس اذا راوا الامام عند الاقامة وہاں میں ائمہ کا اختلاف بیان کر چکا ہوں۔ کہ کس کے نزدیک کب کھڑا ہونا چاہئے۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ تکبیر کے بعد فوراً بعد نماز کھڑی ہو جانی چاہئے۔ حضرت امام حناری نے تنبیہ فرمادی کہ اگر صفوں میں کچھ کمی رہ گئی تو اس کو تکبیر کے بعد درست کر لے۔ اولیخالفن اللہ فی وجوہکم یہ مسخ سے کنایہ ہے۔ کہ تمہارے انسانی چہرے حیوانات کے چروں میں تبدیل ہو جائیں گے۔ یا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان میں باہمی مخالفت ڈال دیں گے۔ کہ ایک دوسرے کی کبھی موافقت نہیں کریں گے۔ ہمیشہ مخالف ہی رہیں گے۔ یہ زیادہ صحیح ہے اس لئے کہ روایات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں مخالفت ڈال دیں گے۔ اولیخالفن فی قلوبکم تو اب چروں کی مخالفت کے یہ معنی ہوں گے کہ ہر ایک کا چہرہ

دوسرے سے بعض اور عدم موافقت کی وجہ سے پھر اہوا ہو گا۔ بہر حال امام کو ہر وقت اقامت سے پہلے اور اس کے بعد اور اس کے دوران تسویۃ الصفوف کا اہتمام کرنا چاہیے اس ترجمہ کی اقرب غرض یہ ہے کہ تسویۃ صفوف مقتدیوں کا فریضہ ہے۔ کما یظہر من الحدیث اس طرح امام کا بھی ادب یہ ہے کہ وہ تسویۃ الصفوف کا اہتمام کرے اور شرح کے نزدیک عند الاقامة وبعدها سے تعمیم مقصود ہے لیکن حدیث سے بعد ہائمت نہیں ہوتا۔ حضرت گنگوہیؒ اس کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ یہاں عموم حدیث سے استدلال کیا گیا ہے اور میرے نزدیک بکل الاحتمال استدلال ہے۔ لیکن میرے نزدیک بعدہا سے مقصود یہ ہے کہ یہ مسئلہ مختلف فیہا ہے۔ کہ امام تکبیر کے بعض علماء نے کہا ہے کہ جب قد قامت الصلوة کہا جائے۔ اور بعض علماء کے نزدیک جب اقامت کہنے والا اقامت سے فارغ ہو تو فوراً تکبیر کہے۔ ان دونوں قولوں کا تقاضا یہ ہے کہ امام کو تکبیر کہنے میں تاخیر نہ کرنی چاہیے۔ ان اقوال کی بنا پر امام بخاریؒ اب یہ فرما رہے ہیں کہ تعجیل کی بنسبت تسویۃ الصفوف ضروری ہے۔

باب اِقْبَالَ الْاِمَامِ عَلٰی النَّاسِ عِنْدَ تَسْوِيَةِ الصُّفُوْفِ

ترجمہ۔ صفوں کو برابر کرتے وقت امام کا
لوگوں کی طرف سے متوجہ ہونا کیسا ہے

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ نماز کی تکبیر کئی جا چکی تھی کہ جناب رسول اللہ ﷺ اپنے چہرہ انور کے ساتھ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اپنی صفوں کو سیدھا کرو۔ اور خوب ملاؤ کیونکہ میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔

حدیث (۶۷۷) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي رَجَاءٍ النَّخَعِيُّ قَالَ نَأَنَّسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَأَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَوَّجْهَهُ فَقَالَ اَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ وَتَرَاؤُوا فَإِنِّي أَرَاكُمْ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِي .. الحدیث .

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ باب سابق کا کلمہ ہے کہ تسویۃ صفوف امامت تکبیر کے بعد ہو تو امام کو مناسب ہے کہ وہ

منہ پھیر کر دیکھ لے کہ صفیں درست ہوں یا نہیں تو یہ امام کا ادب ہوا۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ غرض بیان جواز ہے۔

باب الصَّفِّ الْأَوَّلِ

ترجمہ۔ پہلی صف کا بیان

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ شہید یہ لوگ ہیں۔ پانی میں ڈوب کر مر جانے والا۔ اس سال لگ جانے سے مرنے والا۔ طاعون کی بیماری سے مر جانے والا۔ اور دیوار کے نیچے دب کر مر جانے والا پھر فرمایا کہ اگر ان لوگوں کو اس ثواب کا

حدیث (۶۷۸) حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ النَّخَعِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ الشُّهَدَاءُ الْغُرَقُ وَالْمَبْطُونُ وَالْهَدِيمُ وَقَالَ لَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي التَّهْجِيرِ

علم ہو جائے جو مسجد میں سخت گرمی کے وقت جانے میں ہے تو اس کی طرف ایک دوسرے کا مقابلہ کریں اور دوڑ لگائیں۔ اگر اس ثواب کا علم ہو جائے جو عشاء اور صبح کی نماز پڑھنے میں ہے

لَا سَبْقُوا إِلَيْهِ وَلَا يُعْلَمُونَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ
لَا تَوْهَاتُ وَلَا تَوْحِبُوا وَلَا يُعْلَمُونَ مَا فِي الصَّفِّ الْمَقْدَمِ
لَا سَتَهُمُوا.....

تو اگر گھنٹوں کے بل چل کر آنا پڑے تو آئیں گے اور اگر پہلی صف کے اندر کھڑے ہونے کے ثواب کا علم ہو جائے تو قرعہ اندازی کرنے لگیں

تشریح از شیخ زکریا۔ شرح فرماتے ہیں کہ حضرت امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے صفِ اول کی فضیلت بیان کرنی ہے

اگر ایسا ہو تو کچھ بعید نہیں۔ مگر اس صورت میں بخاری کا ترجمہ نہیں رہے گا۔ بلکہ اور اصحاب کتب حدیث کا ترجمہ ہو جائے گا۔ حافظ ابن حجرؒ نے ایک دوسری جگہ توجیہ فرمائی ہے جو یہاں چل سکتی ہے کہ آخر حدیث کی کتاب ہے اس لئے بعض ابواب ایسے ہی سیدھے سادے آگئے مگر میرے نزدیک جب امام بخاریؒ کا ترجمہ ٹھہرا تو پھر اس میں کوئی باریکی ہونی چاہیے۔ بہت سے ایسے مقامات ہیں جہاں پر شرحؒ نے ہتھیار ڈال دیئے ہیں۔ کہ یہاں ترجمہ سیدھا سادہ ہے۔ مگر میرے نزدیک امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ صفِ اول کے مصداق میں اختلاف ہو رہا ہے کہ کیا ہے۔ جمہور فرماتے ہیں کہ صفِ اول کے مصداق وہ لوگ ہیں جو مسجد کے اندر پہلے آجائیں انہیں میں حافظ ابن عبد اللہ بھی ہیں تو حضرت امام بخاریؒ اس باب سے صفِ اول کا مصداق مقرر فرما رہے ہیں اور جمہور کی تائید کرتے ہیں اور ابن عبد اللہ پر رد کر رہے ہیں۔ لیکن عبد اللہ پر رد فرمانے کا یہ مطلب نہیں کہ ان پر خصوصیت کے ساتھ رد ہے۔ کیونکہ ابن عبد البر تو امام بخاریؒ سے متاخر ہیں۔ بلکہ یہ قول انہی سے ظاہر ہوا۔ اس لئے اس کی طرف نسبت فرمادی۔ اور استدلال یوں ہے کہ فرماتے ہیں لو يعلمون ما في الصف المقدم الخ تو اگر صفِ اول کا مصداق وہ لوگ ہوتے جو مسجد میں پہلے آویں تو اس میں قرعہ اندازی کے کیا معنی۔ جو چاہتا اپنے گھر سے مسجد میں سویرے آجاتا۔ ابن عبد البر نے جو قول نقل کیا ہے کہ صفِ اول کا مصداق وہ لوگ ہیں جو مسجد میں سویرے آجائیں خواہ انہیں صفِ اول میں جگہ ملے یا نہ ملے کیونکہ بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ بعض لوگ سویرے آکر بیٹھتے ہیں۔ مگر کسی بڑے کے لحاظ ملاحظہ میں وہ پیچھے ہو کر دوسرے کو آگے جگہ دیتے ہیں تو اس شخص کو جو پیچھے ہٹ گیا صفِ اول کا ثواب ملے گا۔ لیکن جمہور کے نزدیک یہ معنی معتبر نہیں۔ تو امام بخاریؒ نے اس باب سے جمہور کی تائید فرمائی۔ اور دوسرے قول کو رد فرمایا۔ اور اس شخص کے متعلق جمہور فرماتے ہیں کہ اس کو سویرے آنے کا ثواب ملے گا صفِ اول کا ثواب نہیں ملے گا۔ اور جمہور کی دلیل آنحضرت ﷺ کا الاستہموا ہے۔ کیونکہ اگر صفِ اول کا مصداق امام کے پیچھے والی صف نہ ہو بلکہ سویرے آنے والا ہو خواہ وہ کسی صف میں ہو تو پھر قرعہ اندازی اور استہمام کی کیا ضرورت ہے۔ اب اس مسئلہ میں اختلاف ہے ایثار بالقریب جائز ہے یا نہیں۔ یعنی اپنی کسی نیکی کے کام کو دوسروں پر ایثار کر دینا جائز ہے یا نہیں۔ مثلاً کوئی شخص صفِ اول میں بیٹھا ہو اسے کوئی استاذ یا بڑا آدمی آجائے تو خود پیچھے ہٹ جائے اور ان کو جگہ دے دے بعض کے نزدیک مکروہ ہے۔ دوسرے بعض علماء فرماتے ہیں کہ اگر اس کو آگے اس وجہ سے جگہ دیتا ہے کہ وہ نیا دار ہے رتیں ہے اور بہت پیسے والا ہے تو جائز نہیں ہے۔ اگر دین دار ہونے کی وجہ سے دیتا ہے

کہ ہمیشہ پابندی سے نماز پڑھتا ہے۔ صف اول کا اہتمام کرتا ہے لیکن کسی عذر کی وجہ سے تاخیر ہو گئی تو ایسی صورت میں صف اول کے اندر جگہ دینی چاہیے۔ اور کیا عجب ہے کہ اس ایثار کا ثواب صف اول کے ثواب سے کہیں زیادہ بڑھ جائے۔

باب اِقَامَةِ الصَّفِّ مِنْ تَمَامِ الصَّلَاةِ

ترجمہ۔ صف کو سیدھا کرنا یہ بھی نماز کو پورا کرنے میں سے ہے

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا امام اس لئے ہمایا جاتا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے۔ پس اس پر اختلاف نہ کرو جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم رہنا لك الحمد کو۔ جب وہ سجدہ کرے تم بھی سجدہ کرو۔ اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی سب کے سب بیٹھ کر نماز پڑھو اور نماز میں صف کو سیدھا کرو کیونکہ صف کو سیدھا کرنا نماز کی خوبیوں میں سے ہے۔

حدیث (۶۷۹) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النَّخَعِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَلَا تُخْتَلِفُوا عَلَيْهِ فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا أَجْمَعُونَ وَأَقِيمُوا الصَّفَّ فِي الصَّلَاةِ فَإِنَّ إِقَامَةَ الصَّفِّ مِنْ حُسْنِ الصَّلَاةِ . الحدیث . . .

ترجمہ۔ حضرت انسؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا صفوں کو برابر کرو کیونکہ صفوں کا برابر کرنا نماز کو قائم کرنا ہے۔

حدیث (۶۸۰) حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ النَّخَعِيُّ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ سَوُّوا صُفُوفَكُمْ فَإِنَّ تَسْوِيَةَ الصُّفُوفِ مِنْ إِقَامَةِ الصَّلَاةِ . الحدیث . . .

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت امام بخاریؒ نے بڑا اچھا ترجمہ باندھا۔ چونکہ روایات دو طرح کی وارد ہیں۔ ایک میں ہے اقامة الصف من حسن الصلوة جس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اقامة الصف کو نفس صلوة میں کوئی دخل نہیں صرف اس کے ذریعہ سے حسن پیدا ہوتا ہے۔ اور دوسری روایت میں ہے تسوية الصفوف من اقامة الصلوة اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اگر اقامة الصفوف منتفی ہو جائے گی۔ تو حضرت امام بخاریؒ نے اقامة الصف من تمام الصلوة کا باب باندھا کر تنبیہ فرمادی کہ نہ تو یہ بالکل ماہیت صلوة میں داخل ہے کہ اس کے انتفاء سے انتفاء صلوة ہو جائے اور نہ ہی اس کو نماز سے بالکل الگ رکھا جائے بلکہ یہ متممات صلوة اور اس کے محملات میں سے ہے اور روایت میں من تمام الصلوة نہیں ہے۔

ترجمہ۔ جو شخص صفوں کو پورا نہ کرے

باب اِنَّهُمْ مِنْ لَمْ يَتِمَّ الصُّفُوفَ

اس کے گناہ کا بیان۔

حدیث (۶۸۱) حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ أَسَدٍ أَخْبَرَ عَنْ
 أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ قَدِمَ الْمَدِينَةَ فَقِيلَ لَهُ مَا أَنْكَرْتَ
 مِنَّا مِنْذُ يَوْمِ عَهْدَتِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ مَا أَنْكَرْتُ
 شَيْئًا إِلَّا أَنْكُمْ لَا تَقِيمُونَ الصُّفُوفَ. الحديث....

باب الزَّاقِ الْمُنْكِبِ بِالْمُنْكِبِ
 وَالْقَدِمِ بِالْقَدِمِ فِي الصَّفِّ وَقَالَ النُّعْمَانُ
 بْنُ بَشِيرٍ رَأَيْتُ الرَّجُلَ مِمَّا يُلْزِقُ كَعْبَهُ
 يَكْعِبُ صَاحِبَهُ.

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالک جب مدینہ تشریف لائے
 تو ان سے کہا کہ آپ نے جب سے جناب رسول اللہ ﷺ کا زمانہ
 پایا ہے اس وقت سے ہمارے اندر کیا تبدیلی پائی انہوں نے فرمایا
 اور تو کوئی تبدیلی نہیں البتہ یہ کہ تم صفوں کو سیدھا نہیں کرتے

ترجمہ۔ صف کے اندر کندھے کو کندھے سے
 اور قدم کو قدم کے ساتھ صف میں ملانا۔ حضرت نعمان
 بن بشیر فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے میں سے ایک آدمی
 کو دیکھا کہ ٹخنے کو ٹخنے کے ساتھ ملاتا تھا۔

تشریح از شیخ مدنی۔ یہاں الزاق حقیقہ مراد نہیں۔ کیونکہ کندھے سے کندھا نہیں ملتا۔ اور نہ ہی ٹخنے سے ٹخنہ ملتا ہے۔
 بلکہ مجازی معنی اتصال صف مراد ہیں۔ غیر مقلد حقیقی معنی لیتے ہیں کہ قدم سے قدم ملا کر پاؤں پھیلا دیتے ہیں۔

حدیث (۶۸۲) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ أَخْبَرَ
 عَنْ أَنَسِ بْنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ أَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ
 فَإِنِّي أَرَاكُمْ مِنْ وِرَاءِ ظَهْرِي وَكَانَ أَحَدُنَا يُلْزِقُ
 مَنكِبَهُ بِمَنكِبِ صَاحِبِهِ وَقَدَمَهُ بِقَدَمِهِ. الحديث..

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالک نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ سے
 روایت کرتے ہیں کہ آنجناب ﷺ نے فرمایا صفوں کو سیدھا کرو
 کیونکہ میں اپنی پیٹھ کے پیچھے بھی تمہیں دیکھتا ہوں۔ اور ہم سے
 ہر ایک اپنے کندھے کو اپنے ساتھی کے کندھے اور اپنے قدم کو
 اپنے ساتھی کے قدم سے ملاتا تھا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ اس باب نم لم يتم الصفوف میں امام بخاری نے حضرت انس کی روایت ذکر فرمائی ہے اس میں
 یہ ہے کہ جب وہ مدینہ تشریف لائے تو لوگوں نے پوچھا کہ ہم میں کوئی منکر چیز آپ نے دیکھی۔ تو انہوں نے فرمایا انکرت شیئا الا الخ
 چونکہ منکرات کے بہت سے مراتب ہیں۔ اس لئے امام بخاری نے تنبیہ فرمادی کہ یہ ان کا اہم کی وجہ سے تھا۔ اور اس روایت کے متعلق میں
 ماضی میں کلام کر چکا ہوں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف صفوں کے اندر تغیر پیدا ہوا تھا۔ اور روایت متقدمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ
 ساری چیزیں بدل گئی تھیں۔ میں اس تعارض کا جواب پہلے بھی دے چکا ہوں کہ یہ مدینہ کا واقعہ ہے جب وہ شام سے تشریف لائے اور وہ
 شام کا واقعہ ہے۔ اب ترجمہ کی غرض کیا ہے۔ علامہ سندھی فرماتے ہیں کہ ترجمہ شارحہ ہے۔ امام بخاری نے بتا دیا کہ حضرت انس کا انکار

ترک واجب پر تھا۔ اور یہ اس لئے بتا دیا کہ انکار بھی ترک السنہ پر بھی ہوتا ہے۔ اور اکثر شرح فرماتے ہیں کہ اس میں اختلاف ہے کہ اہتمام صفوں سنت ہے یا واجب ہے! تو امام بخاری نے باب منعقد فرما کر وجوب کو ثابت فرمایا۔ باب الزاق المنكب الخ چونکہ تسویۃ الصفوف کا ذکر فرما رہے تھے اسلئے بطور تکملہ کے یہ بیان فرمایا کہ تسویہ اس طرح ہوگا۔ ہمارے زمانے کے اہل حدیث ٹخنوں سے ٹخنے ملانے پر بہت زور دیتے ہیں حالانکہ یہ مراد نہیں بلکہ مراد محاذات ہے۔ اور میری رائے یہ ہے کہ حضرت امام بخاری نے معب اور قدم دونوں کے الزاق کو ذکر کر کے اس طرف اشارہ فرمایا۔ اس لئے کہ قدم کے ساتھ قدم کا الزاق حقیقی نہیں ہو سکتا۔ اگر ہو بھی جائے تو الزاق المناكب نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ سارے لوگ ایک ہی قدم کے نہیں ہوتے۔ کسی کا قد بڑا ہوتا ہے اور کسی کا چھوٹا۔ اور پھر الزاق معب ذکر فرمایا۔ اس سے پتہ چلا کہ حقیقی مراد نہیں۔ تو مجازی مراد ہوگا۔ اور الزاق مجازی محاذات سے حاصل ہوتا ہے۔ فہبت ماقلت واللہ اعلم غرضیکہ یہاں پر الزاق سے غایۃ محاذۃ مراد ہے۔ اور دلیل اس پر یہ ہے کہ ایک روایت میں آداب میں سے یہ بتلایا گیا ہے کہ مصلی اپنے دائیں جانب جوتے نہ رکھے کیونکہ اس طرف ملک یمن ہے۔ اور بائیں جانب بھی نہ رکھے کیونکہ اس کے پاس جو دوسرا شخص جماعت میں کھڑا ہے اس کا وہ یمن ہے۔ لہذا اس کو چاہئے کہ اپنے قدمین کے درمیان میں جوتوں کو رکھ لے تو اس سے معلوم ہوا کہ اس کے دائیں اور بائیں جانب کچھ نہ کچھ جگہ ضرور ہے جس کے اندر جوتا رکھ سکے۔ ورنہ حضور اکرم ﷺ کیوں منع فرماتے۔

ترجمہ۔ جب مقتدی امام کے بائیں جانب کھڑا ہو اور امام اُسے اپنی پچھلی طرف سے پھیر کر دائیں طرف کھڑا کر دے تو اس کی نماز تمام ہو جائے گی۔

بَابِ إِذَا قَامَ الرَّجُلُ عَنْ
يَسَارِ الْإِمَامِ حَوْلَهُ الْإِمَامُ خَلْفَهُ
إِلَى يَمِينِهِ تَمَّتْ صَلَاتُهُ -

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک رات نماز پڑھی تو میں آپ کے بائیں جانب کھڑا ہوا حضور اقدس ﷺ نے میرے پیچھے سے میرا سر پکڑ کر مجھے اپنی داہنی جانب کھڑا کر دیا پھر نماز پڑھی اور سو گئے۔ پس مؤذن آیا آپ کھڑے ہوئے نماز پڑھائی اور وضو نہ فرمایا۔

حدیث (۶۸۳) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ لَالِخِ
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ذَاتَ
لَيْلَةٍ فَنَقَمْتُ عَنْ يَسَارِهِ أَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِرَأْسِي
مِنْ وَرَائِي فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ فَصَلَّيْتُ وَرَقَدَ فَجَاءَهُ
الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ يُصَلِّي وَيُكْمِتُ يَتَوَضَّأُ . الْحَدِيثُ

تشریح از شیخ زکریا۔ یہی وہ باب ہے جس کے متعلق میں نے باب اذا قام الرجل عن يسار الامام پر پہنچ کر یہ کہا تھا

کہ میں اس باب پر کلام آگے کروں گا بظاہر دونوں ترجموں میں تکرار ہو گیا۔ اس لئے کہ دونوں میں فرق صرف یہ ہے کہ یہاں خلفہ بڑھا دیا اور وہاں نہیں ہے۔ یہاں تمت صلواتہ فرمایا اور وہاں لم تفسد صلواتہما فرمایا۔ شرح فرماتے ہیں کہ رفع تکرار کے لئے انتہائی کافی ہے

کہ وہاں دو کی نماز کا ذکر ہے اور یہاں ایک نماز کا۔ وہاں خلفہ نہیں ہے اور یہاں ہے۔ مگر میری رائے یہ ہے کہ اس سے رفع تکرار نہیں ہوتا کیونکہ لم تفسد اور تمت دونوں کا مطلب ایک ہی ہے۔ فرق صرف لفظی ہے۔ اور صلوتہا کے اندر صلوة خود داخل ہے لہذا میری رائے یہ ہے کہ یہاں دو مسئلے ہیں۔ دونوں پر امام بخاری نے الگ الگ تبصیر فرمائی ہے۔ ایک تو یہ کہ اگر مقتدی اپنے مؤقف کو مثلاً اس کو داہنے جانب کھڑا ہونا چاہیے اور وہ بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک نماز صحیح ہو جائے گی۔ مگر ایسا کرنا مکروہ ہے۔ اور حنابلہ کے نزدیک فاسد ہو جائے گی۔ حضرت امام بخاری نے باب سابق سے یہ مسئلہ بیان فرمایا ہے۔ اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک تقدم مقتدی علی الامام مفسد صلوة ہے۔ امام بخاری نے اس مسئلہ کو یہاں بیان فرمایا کہ پیچھے سے کھینچ کر لائے۔ اگر مقتدی کو آگے سے لائے گا تو فاسد ہو جائے گی۔ اور باب سابق سے امام بخاری نے جمہور کی تائید فرمادی۔ اور حنابلہ پر رد فرمایا اس طرح کہ وہ اپنے غیر مؤقف میں کھڑا ہوا پھر بھی اس کی نماز فاسد نہ ہوئی۔

ترجمہ۔ عورت اکیلی صف ہے

باب الْمَرْأَةُ وَحْدَهَا تَكُونُ صَفًّا

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ میں اور

یتیم اپنے گھر میں جناب نبی اکرم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے اور میری والدہ ام سلیم ہمارے پیچھے ہوتی تھی۔

حدیث (۶۸۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النَّخَعِيُّ

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ صَلَّيْتُ أَنَا وَيَتِيمٌ فِي بَيْتِنَا خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ وَأُمِّي خَلْفَنَا أُمَّ سُلَيْمٍ.....

تشریح از شیخ ذکریا۔ بعض سلف کی رائے ہے کہ جب کوئی لڑکا یا مرد اگر اکیلا ہو اور دوسرا امام ہو تو وہ امام کے دائیں طرف

کھڑا ہوگا۔ اسی طرح اگر صرف عورت ہو تو وہ بھی دائیں طرف کھڑی ہوگی۔ حضرت امام بخاری اس پر رد فرما رہے ہیں کہ وہ الگ کھڑی ہوگی۔ کیونکہ وہ خود مستقل صف ہے۔ چنانچہ حضرت ام سلیم حضرت انس کے ساتھ کھڑی نہیں ہوئیں بلکہ پیچھے کھڑی ہوئیں۔

ترجمہ۔ مسجد اور امام کی دائیں جانب کا بیان

باب الْمَيْمَنَةُ الْمَسْجِدِ وَالْإِمَامِ

ترجمہ۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ ایک رات

میں جناب نبی اکرم ﷺ کے بائیں جانب کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگا تو جناب نبی اکرم ﷺ نے میرے ہاتھ یا بازو کو پکڑ کر مجھے اپنی داہنی جانب کھڑا کر دیا۔ اور میرے پیچھے سے ہی اپنے ہاتھ سے مجھے پکڑا۔

حدیث (۶۸۵) حَدَّثَنَا مَوْسَى النَّخَعِيُّ عَنِ ابْنِ

عَبَّاسٍ قَالَ نَمْتُ لَيْلَةَ أُصَلِّي عَنْ يَسَارِ النَّبِيِّ ﷺ فَأَخَذَ بِيَدِي أَوْ بَعْضِدِي حَتَّى أَقَامَتِي عَنْ يَمِينِهِ وَقَالَ بِيَدِهِ مِنْ وَّرَائِي . الْحَدِيثُ

تشریح از شیخ مدنی۔ یہاں اشکال یہ ہے کہ میمنۃ الامام تورواہیت سے ثابت ہوتا ہے مگر میمنۃ المسجد کا ثبوت نہیں

ملتا۔ دوسرے مسجد میں نماز ہی نہیں پڑھے گی۔ تو کہا جائے گا کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ مصلیٰ کے استقبال کا اعتبار کیا جائے گا جیسے کہ آپ کے میمنہ کے اعتبار کرنے میں استقبال کا اعتبار کیا گیا۔ ایسے مسجد کے میمنہ میں بھی استقبال کا لحاظ کیا جائے گا عوام الناس میں مشہور ہے کہ مسجد کا چہرہ ادھر ہوتا ہے جہاں دروازہ ہوتا ہے۔ مگر مصنف فرماتے ہیں کہ جیسے میمنہ و میسرہ استقبال قبلہ کی حیثیت سے ہے تو مسجد کا میمنہ بھی استقبال قبلہ کی حیثیت سے ہوگا۔ دروازہ کی حیثیت سے نہ ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ امام بخاری کے سارے جواب ہی ٹیڑھے ہوتے ہیں جن میں سے کچھ گذر بھی چکے مثلاً باب الحلاب

والطیب۔ باب قبلہ اهل المشرق والشام۔ اس کے علاوہ اور بھی ابواب اس نوع کے آگے آئیں گے جن میں شرح کے اقوال نقل کرتا ہوں گا۔ اور اپنی رائے بھی بیان کرتا ہوں گا۔ اس باب کے متعلق شرح فرماتے ہیں کہ امام بخاری کی غرض میمنۃ الامام و میمنۃ المسجد کی فضیلت بیان کرنا ہے یہ ہم نے مان لیا تو پھر میمنۃ الامام و میمنۃ المسجد دو کیوں ذکر فرمائے جبکہ میمنۃ الامام ہی میمنۃ المسجد ہوتا ہے۔ اور اس کے برعکس صرف ایک کو ذکر فرماتے بعض شرح مثلاً حافظ ابن حجر نے اس سے بڑھ کر ایک اور بات فرمائی۔ وہ یہ کہ حضرت امام بخاری کے اصول میں سے ہے کہ ترجمہ میں بعض ان روایات کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ جو امام بخاری کی شرط کے موافق نہ ہو۔ چونکہ حضرت براء کی روایت ہے کہ ہم داہنی طرف بیٹھتے تھے تاکہ نبی اکرم ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوں۔ اسلئے کہ نبی اکرم ﷺ داہنی طرف متوجہ ہو کرتے تھے۔ اس جواب کو بھی ہم مان لیتے ہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ یہ تو میمنۃ الامام ہو گیا۔ پھر میمنۃ المسجد کیونکر ذکر فرمایا۔ اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ لکن ماجہ شریف کی روایت پر رد فرماتے ہیں اس لئے کہ اس میں ہے من عمر میسرۃ المسجد فله کفلان من الاجر جس شخص نے مسجد کی بائیں جانب کو آباد کیا اس کے لئے دو حصے ثواب کے ہوں گے یہ توجیہ میرے نزدیک پہلی دو توجیہوں سے بھر ہے۔ امام بخاری نے میمنۃ الامام تو ذکر فرمایا کیونکہ روایت میں تھا مگر مسجد کا ذکر نہیں تھا۔ اسلئے مسجد کا لفظ ذکر فرما کر اس روایت پر رد فرمادیا۔ میری رائے یہ ہے کہ بظاہر میمنۃ الامام اور میمنۃ المسجد میں تخالف معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ میمنۃ الامام تو ظاہر ہے کہ اس کی داہنی طرف ہوگا۔ اور مسجد کا چہرہ امام کی طرف ہوتا ہے۔ لہذا اس کا میمنہ امام کا میسرہ ہوگا کیونکہ ہمیشہ مواجہہ کا میمنہ دوسرے کا میسرہ ہوتا ہے اس لئے امام بخاری نے اس وہم کو دفع فرمادیا۔ کہ جو امام کا میمنہ ہے وہی مسجد کا میمنہ ہے دونوں ایک ہی ہیں کوئی فرق نہیں ہے۔

ترجمہ۔ جب امام اور قوم کے درمیان

دیوار حائل ہو یا سترہ ہو۔

بَابِ اِذَا كَانَ بَيْنَ الْاِمَامِ
وَبَيْنَ الْقَوْمِ حَائِطٌ اَوْ سِتْرَةٌ

ترجمہ۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اگر تو ایسی حالت میں نماز پڑھے کہ تیرے اور امام کے درمیان نہر حائل ہو تو کوئی حرج نہیں۔ ابو مجلز فرماتے ہیں کہ مقتدی امام کی

وَقَالَ الْحَسَنُ لَا بَأْسَ أَنْ تُصَلِّيَ وَبَيْنَكَ
وَبَيْنَهُ نَهْرٌ وَقَالَ أَبُو مُجَلِّزٍ يَأْتُمُ بِالْإِمَامِ وَإِنْ كَانَ
بَيْنَهُمَا طَرِيقٌ أَوْ جِدَارٌ إِذَا سَمِعَ تَكْبِيرَ الْإِمَامِ

اقتدا کر سکتا ہے۔ اگرچہ ان دونوں کے درمیان راستہ یا دیوار حائل ہو۔ جبکہ وہ امام کی تکبیر کو سن لیتا ہے۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ رات کو اپنے حجرے میں نماز پڑھتے تھے۔ حجرے کی دیوار چھوٹی تھی۔ جس سے لوگ جناب نبی اکرم ﷺ کی ذات کو دیکھ سکتے تھے۔ تو لوگ کھڑے ہو کر حضور اکرم ﷺ والی نماز پڑھتے تھے۔ صبح کو اس کی باتیں کرنے لگتے۔ پھر دوسری رات آپ نے قیام فرمایا۔ تو بھی لوگ جناب رسول اللہ کے ساتھ کھڑے ہوئے کہ آپ کی نماز پڑھتے تھے۔ یہ کام انہوں نے دو یا تین راتیں کیا یہاں تک حضور انور ﷺ اس کے بعد بیٹھ گئے نماز کیلئے نہیں نکلے صبح کو لوگوں نے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے خطرہ ہے کہیں یہ رات کی نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے

حدیث (۶۸۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ (الْح) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ فِي حُجْرَتِهِ وَجِدَارُ الْحُجْرَةِ قَصِيرٌ فَرَأَى النَّاسَ شَخْصَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَامَ أَنَسٌ يُصَلُّونَ بِصَلْوَتِهِ فَاصْبَحُوا فَتَحَدَّثُوا بِذَلِكَ فَقَامَ اللَّيْلَةَ الثَّانِيَةَ فَقَامَ مَعَهُ أَنَسٌ يُصَلُّونَ بِصَلْوَتِهِ صَنَعُوا ذَلِكَ لِيَتَّيْنَنَّ أَوْلَئِكَ حَتَّى إِذَا كَانَ بَعْدَ ذَلِكَ جَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَلَمْ يَخْرُجْ فَلَمَّا صَبَحَ ذَكَرَ ذَلِكَ النَّاسُ فَقَالَ إِنِّي خَشِيتُ أَنْ تُكْتَبَ عَلَيْكُمْ صَلَاةُ اللَّيْلِ .

تشریح از شیخ مدنی۔ جبکہ بین المصلی والامام کوئی چیز حائل ہو۔ تو امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ خواہ کتنا بھی حائل ہو وہ مانع الاعتقاد نہیں ہے۔ بلکہ علم بالامام ہونا چاہیے۔ مگر اگر مکان بدل جائے تو امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ مثلاً نریا سڑک حائل ہے۔ تو پھر اقتدا جائز نہ ہوگی مگر شرح نے اس کی تفصیل کی ہے۔ کہ اگر سڑک اور نہر سے ٹرک یا گاڑی نہیں گذر سکتی پھر تو کوئی ممانعت نہیں۔ اگر وہ گذر جاتی ہے تو پھر ممانعت ہوگی۔ مصنف امام مالکؒ کا مذہب اختیار کئے ہوئے ہیں۔ ان کا استدلال بصلی من اللیل فی حجرتہ سے ہے لیکن احناف فرماتے ہیں کہ یہ حجرہ ٹاٹ کا بنایا ہوا تھا۔ جو چھوٹی سی دیوار کے پیچھے تھا۔ جس سے انتقالات امام کا پتہ چلتا تھا۔ جب مکان نہ بدلا تو اس سے استدلال تام نہ ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ یہاں امام بخاریؒ نے مختلف چیزوں کا ذکر فرمایا ہے۔ اس لئے کہ امام بخاریؒ کے نزدیک امور میں کوئی فرق نہیں ہے۔ حائل ہو یا اختلاف مکان ہو کوئی شے مانع اقتدا نہیں۔ اور ائمہ اربعہ میں باہم اختلاف ہے۔ حضرت امام اعظمؒ کے نزدیک

اگر امام کا حال معلوم ہوتا ہے تو حائل مانع نہیں ہے۔ اور اختلاف مکان مانع نہیں ہے۔ اور حائل مانع ہے۔ حضرت امام بخاریؒ کے نزدیک چونکہ ان اشیاء میں سے کوئی شئی مانع عن الاقتداء نہیں ہے۔ اس لئے سب پر رد فرماتے ہیں یصلی من اللیل فی حجوتہ امام بخاریؒ نے اس سے استدلال فرمایا ہے۔ احناف فرماتے ہیں کہ حجرہ سے مراد یورہ کا حجرہ ہے جس کو حضور اقدس ﷺ نے اعکاف کے لئے بنا لیا تھا۔ اور اس سے انتقالات امام معلوم ہوتے رہتے ہیں۔ ان خشیت ان تکتب علیکم صلوة اللیل جیسے نصاریٰ نے رہبانیت اختیار کر لی۔ اور پھر وہ اللہ تعالیٰ نے ان پر فرض کر دی۔ اسی طرح یہاں ڈر ہوا کہ کہیں اللہ تعالیٰ رغبت دیکھ کر فرض نہ فرمادیں پھر مشقت میں پڑ جائیں گے۔ اگر نباہ نہ ہو سکے تو مورد عتاب الہی ہوں۔ یہ حضور اکرم ﷺ کی غایت شفقت ہے کہ خشیت افتراض علی الامۃ (امت پر فرض ہو جانے کے خوف سے) کی بنا پر نبی اکرم ﷺ نہیں نکلے۔ امام بخاریؒ نے ابو مجلز کا قول نقل کر کے خاص طور پر شواہد پر رد فرمایا ہے کیونکہ ابو مجلز کا کہنا یہ ہے کہ اگر امام اور قوم کے درمیان دیوار وغیرہ کوئی حائل ہو تو اس کی وجہ سے نماز فاسد نہ ہوگی۔ قال الحسن لاباس ان فصلی اس سے حنفیہ پر رد فرمایا کہ اختلاف مقام سے مثلاً امام اور مقتدی کے درمیان کوئی نہر وغیرہ حائل ہو تو اس سے نماز فاسد نہ ہوگی۔

باب صَلَوةَ اللَّیْلِ

ترجمہ۔ رات کی نماز کا بیان

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ کی ایک چٹائی تھی جس کو دن میں چھالیتے تھے۔ اور رات کو اس کا حجرہ بنا لیتے تھے۔ تو لوگ آپ کی طرف کو دپڑے کہ انہوں نے آپ کے پیچھے صف بنا لی۔

حدیث (۶۸۷) حَدَّثَنَا أَبُو إِهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ (البحر)
عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَهُ حَصِيرٌ يَبْسُطُهُ
بِالنَّهَارِ وَيَحْتَجِرُهُ بِاللَّيْلِ فَغَابَ إِلَيْهِ نَاسٌ فَصَفُّوا
وَرَاءَهُ. الْحَدِيثُ

ترجمہ۔ حضرت زید بن ثابتؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک حجرہ رمضان شریف میں بنا لیا میرا گمان ہے کہ وہ چٹائی کا تھا آپ نے کئی راتیں اس میں نماز پڑھی لوگوں نے بھی آپ کے اصحاب میں سے آپ جیسی نماز پڑھی جب آپ کو علم ہو گیا تو آپ بیٹھ گئے پھر ان کی طرف تشریف لائے فرمایا کہ میں نے تمہارا وہ کام پہچان لیا جو تم نے کیا ہے لوگو یہ نماز تم گھروں میں پڑھو کیونکہ افضل نماز آدمی کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا ہے۔ مگر فرض نماز مسجد میں پڑھی جائے۔

حدیث (۶۸۸) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ (البحر)
عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِتَّخَذَ حِجْرَةً
قَالَ حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ مِنْ حَصِيرٍ فِي رَمَضَانَ فَصَلَّى
فِيهَا إِلَيَّ فَصَلَّى بِصَلْوَتِهِ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِهِ فَلَمَّا عَلِمَ
بِهِمْ جَعَلَ يَقْعُدُ فَنَجَحَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ قَدْ عَرَفْتُ الَّذِي
رَأَيْتُمْ مِنْ صَنِيعِكُمْ فَصَلُّوا أَيُّهَا النَّاسُ فِي بُيُوتِكُمْ
فَإِنَّ أَفْضَلَ الصَّلَاةِ صَلَاةُ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ

تشریح از شیخ مدنی - یہاں اشکال ہے کہ یہ ابواب صلوٰۃ اللیل کے نہیں ہیں۔ ان کے لئے تو مستقل کتاب لائے ہیں۔ پھر اس جگہ اسے کیوں لایا گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مصنف نے اہتمام شان کے لئے افراد اذکر کیا۔ مگر ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ مستقل باب نہیں۔ بلکہ باب سابق کا تتمہ ہے اور کالفصل ہے۔ جو کہ افادہ زائدہ کے لئے ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ رات کے وقت جب اقتدا کی جائے اور دیوار حائل ہو چونکہ اس حالت میں اختفاء زیادہ ہوتا ہے۔ تو مصنف کا مقصد صلوٰۃ اللیل کو بیان کرنا نہ ہو۔ بلکہ اس اختفاء کے باوجود اقتدا کی اجازت ثابت کرنا ہے۔

تشریح از شیخ زکریا - اس باب کا یہاں کوئی جوڑ نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ بعض نسخوں میں یہاں پر یہ باب نہیں ہے۔ اور اس کا حذف ہی بہتر ہے۔ کیونکہ اس کا کوئی موقع نہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ روایت میں جو صلوٰۃ اللیل آیا ہے وہ کسی کا تب سے مکرر ہو گیا۔ کسی نے یہ سمجھ کر کہ باب کا لفظ ساقط ہو گیا یہاں پر باب بڑھا دیا۔ اور سطر کی ابتدا میں واقع ہوا تھا۔ حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ صلوٰۃ التہجد فی الجماعة بیان کرنا ہے۔ یہ توجیہ پہلی دو توجیہوں سے بہتر ہے مگر اشکال یہ ہے کہ صلوٰۃ تہجد کے ابواب تو مستقل آرہے ہیں یہاں اس کا موقع نہیں۔ یہاں ایک توجیہ ہے جس کو حافظ ابن حجر نے رد کر دیا۔ لیکن میرے نزدیک یہاں وہی توجیہ بہتر ہے۔ وہ یہ کہ حضرت امام بخاری جب کسی چیز کے اثبات پر آتے ہیں تو اس کو مختلف طور سے ثابت فرماتے ہیں۔ اس باب سے بھی مسئلہ سابقہ ثابت فرمایا ہے۔ اس طور پر کہ جب تاریکی شب جو ایک حائل ہے وہ مانع عن الاقتداء نہیں تو اسی طرح اور حائل بھی مانع نہ ہوں گے آخر حائل میں مانع کیا ہے۔ دونوں برابر ہیں۔ جیسے امام اس میں مخفی ہوتا ہے ایسے اس میں بھی مخفی ہوتا ہے۔

ترجمہ۔ تکبیر کو واجب قرار دینا۔ اور نماز

کس طرح شروع کی جائے۔

باب اِنْبَابِ التَّكْبِيرِ

وَافْتِاحِ الصَّلَاةِ

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالک انصاری فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ گھوڑے پر سوار ہوئے تو آپ کے دائیں پہلو پر خراشیں آئیں حضرت انس فرماتے ہیں کہ ہمیں ان دنوں آپ نے نمازوں میں سے جو نماز پڑھائی وہ بیٹھ کر پڑھائی۔ پس ہم نے بھی آپ کے پیچھے بیٹھ کر نماز ادا کی۔ پھر آپ نے جب سلام پھیرا تو فرمایا کہ امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے پس جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم بھی

حدیث (۶۸۹) حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنِي أَنَّهُ سَمِعَ بَنِي مَالِكٍ الْأَنْصَارِيِّينَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَكِبَ فَرَسًا فَجَحَشَ رِشْقَهُ الْأَيْمَنُ وَقَالَ أَنَسُ فَصَلُّ لَنَا يَوْمَئِذٍ صَلَاةً مِّنَ الصَّلَاةِ هِيَ قَاعِدٌ فَصَلَّيْنَا وَرَاءَهُ فَعُودًا ثُمَّ قَالَ لِمَا سَلَّمْنَا جَعَلَ الْإِمَامُ لِيَوْمِئِذٍ بِهِ فَإِذَا صَلَّيْنَا قَائِمًا فَصَلُّوا قِيَامًا وَإِذَا رَكَعَ فَأَرْكَعُوا

کھڑے ہو کر پڑھو۔ جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو
جب وہ رکوع سے سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ۔ اور جب وہ

وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا وَإِذَا قَالَ
سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ الْحَبِيبُ

سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو۔ اور جب وہ سمع اللہ الخ کے تو تم ربنا لك الحمد کہو۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب
نبی اکرم ﷺ گھوڑے سے گر پڑے جس سے آپ کو خراشیں
آئیں۔ آپ نے ہمیں بیٹھ کر نماز پڑھائی تو ہم نے بھی آپ کے
ساتھ بیٹھ کر نماز ادا کی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہو کر پھرے تو
فرمایا امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے۔ جب وہ
تکبیر کے تو تم بھی تکبیر کہو۔ جب رکوع کرے تو رکوع کرو جب
رکوع سے سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ۔ جب تسمیع کے تو تم
تحمید کہو۔ اور جب سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو۔

حدیث (۶۹۰) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنِ
انْسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ قَالَ قَالَ خُرَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ
فَرَسٍ فَجُحِشَ فَصَلَّى لِنَاقِعِدَا فَصَلَّيْنَا مَعَهُ قَعُودًا
ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ إِنَّمَا الْإِمَامُ أَوْ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ
لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا وَإِذَا
رَفَعَ فَارْفَعُوا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا
رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا... الْحَدِيثُ

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی
پیروی کی جائے۔ جب تکبیر کے تو تم بھی تکبیر کہو۔ جب رکوع
کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب تسمیع کے تو تم تحمید کہو
اور جب سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو اور جب بیٹھ کر نماز پڑھے
تو تم بھی سب کے سب بیٹھ کر نماز پڑھو۔

حدیث (۶۹۱) حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ (الخ) عَنْ
أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ
لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا وَإِذَا
قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ
وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا
جُلُوسًا أَجْمَعُونَ... الْحَدِيثُ...

تشریح از شیخ مدنی۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ افتتاح کا عطف ایجاب پر ہے یا تکبیر پر ہے۔ دونوں صورتوں میں معنی صحیح

نہیں ہوتے۔ دوسرے روایت سے یہ دونوں چیزیں ثابت نہیں ہوتیں۔ تو شرح جواب دیتے ہیں کہ یہاں واؤ ممنع کے ہے اور مصنف
یہاں سے دو جماعتوں پر رد کرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ ایک اس کی قائل ہے کہ بغیر ذکر اللہ کے نماز میں داخل ہو سکتا ہے۔ لیکن جمہور ذکر اللہ کو
نیت کے ساتھ مخصوص کرتے ہیں۔ اور دوسرا ان لوگوں پر رد کرنا ہے جو عادت تکبیر کو ضروری نہیں سمجھتے البتہ مطلقاً ذکر اللہ کو ضروری کہتے
ہیں چنانچہ امام اعظمؒ اس کے قائل ہیں۔ لیکن روایت میں لفظ تکبیر نہیں ہے اگرچہ پہلی روایت میں نہیں ہے لیکن دوسری روایت میں ہے

اذا کبر فکبروا صیغہ امر ہے جس سے وجوہ ثابت ہوتا ہے۔ چونکہ شرط کو ذکر کیا گیا ہے اس لئے تکبیر امام کے ساتھ ہی کہنی پڑے گی۔ اور مقتدی کی تکبیر سے پہلے امام کی تکبیر کا وقت کہا گیا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ افتتاح صلوة اسی تکبیر سے ہوا۔ چونکہ یہ تینوں روایات ایک ہی صحابی کی مسند میں سے ہیں اور ایک ہی واقعہ ہے۔ لہذا تکبیر کا اعتبار تینوں میں ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ اگر واؤ عاطفہ ہو تو یہاں سے دو مسئلے بیان کر دیئے گئے۔ ایک مسئلہ تکبیر تحریمہ کا اور دوسرا مسئلہ بطور

تنبیہ افتتاح صلوة کا۔ اور حاصل یہ ہے کہ یہاں تک مقدمات متعلقات اور شرائط بیان فرمائے اور اب یہاں افتتاح صلوة کی ابتدا ہے۔ جیسے فقہا کرام باب صفة الصلوة بیان کرتے ہیں۔ اور یہ اقرب توجیہ ہے۔ اس لئے کہ ایجاب تکبیر الگ ہو جائے گا۔ اور افتتاح صلوة الگ مضمون۔ اور اس لئے کہ امام بخاریؒ اس میں امام ابو حنیفہؒ کی طرف جھک جائیں گے۔ چونکہ امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ تکبیر تحریمہ صلوة سے خارج ہے۔ اور یہاں بھی امام بخاریؒ اذلاً ایجاب تکبیر اور اس کے بعد افتتاح صلوة بیان فرماتے ہیں۔ اگر تکبیر داخل صلوة ہوتی تو تکبیر کے ساتھ ہی افتتاح ہو جاتا۔ وقال تعالیٰ 'فذکر اسم ربہ فصلی' اور یہ بھی احتمال ہے کہ واؤ مع کے معنی میں ہو۔ پھر اس صورت میں مسئلہ ایک ہی رہ جائے گا۔ اور مطلب یہ ہوگا کہ تکبیر تحریمہ میں افتتاح صلوة کا باب ہے۔ اور تکبیر تحریمہ بالاتفاق بین الائمة الاربعہ فرض ہے۔ صرف اختلاف شرطیت اور رکیت کا ہے۔ حضرت امام اعظمؒ کے نزدیک شرط ہے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک رکن ہے۔ اور بعض سلف مثلاً امام اوزاعیؒ کے نزدیک تکبیر تحریمہ سنت ہے۔ اس صورت میں اس باب سے امام اوزاعیؒ پر رد ہوگا۔ یہاں اشکال اور ہے۔ وہ یہ ہے کہ ترجمہ میں ایجاب ذکر فرمایا اور حدیث کے کسی لفظ سے ایجاب ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے اذا کبر فکبروا امام کی اتباع فی التکبیر کا حکم ہے خواہ وہ تکبیر واجب ہو یا غیر واجب بعض علماء نے جواب دیا کہ مقتدی پر وجوب تو امر فکبروا سے ہو گیا۔ رہ گیا امام کا معاملہ تو اس طور پر ثابت ہے کہ حضور اقدس ﷺ امام ہوتے تھے اور وہ اپنے فعل سے بیان واجب فرماتے تھے۔ کیونکہ بیان واجب واجب ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تکبیر واجب ہے لیکن اس پر اشکال یہ ہے کہ اگر اذا کبر فکبروا سے تکبیر مقتدی پر واجب ہے تو پھر فقولوا ربنا لک الحمد سے تعہید بھی واجب ہونی چاہیے۔ اس کا جواب ہے کہ ممکن ہے امام بخاریؒ اس کے قائل ہوں جیسا کہ بعض ظاہریہ کا مذہب ہے۔ اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ ترجمہ شارحہ ہے۔ چونکہ اس میں اختلاف ہو رہا ہے کہ تکبیر فرض ہے یا سنت۔ تو امام بخاریؒ نے فرضیت کو ترجیح دی۔ فبحش شقة الایمن اس کے متعلق کلام گذر چکا ہے یہ واقعہ ۵۵ مدینہ میں پیش آیا۔ تکبیر کا مصداق کیا ہے اس میں علماء کا اختلاف ہے امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ہر وہ لفظ جو عظمت باری پر دلالت کرے۔ اور امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک اس کا مصداق صرف اللہ اکبر ہے۔ اور امام شافعیؒ کے نزدیک چونکہ اکبر اور الاکبر میں کوئی فرق نہیں اس لئے اللہ اکبر کے ساتھ اللہ الاکبر بھی کہہ سکتا ہے۔ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ان دونوں کے ساتھ اللہ کبیر بھی کہہ سکتا ہے۔ اذا کبر فکبروا اشکال یہ ہے کہ اذا شرطیہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر امام تکبیر کہے تو تم بھی کہو۔ اگر وہ نہ کہے تو تم بھی نہ کہو حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ اذا یہاں صرف وقت کے معنی میں ہے۔ کہ اس سے محض وقت مراد ہے کہ کس وقت کہے۔

باب رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي التَّكْبِيرَةِ الْأُولَى مَعَ الْإِفْتِتَاحِ سَوَاءً

ترجمہ۔ تکبیر اولیٰ میں افتتاح کے ساتھ
دو دونوں ہاتھوں کو اٹھانا

حدیث (۶۹۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمَةَ النَّجْدِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوِ مَنْكِبَيْهِ إِذَا فَتَحَ الصَّلَاةَ وَإِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوعِ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ رَفَعَهُمَا كَذَلِكَ أَيْضًا وَقَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمَدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَكَانَ لَا يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي السُّجُودِ ..

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تھے تو دونوں کندھوں کے برابر دونوں ہاتھ اٹھاتے تھے۔ اور جب رکوع کیلئے تکبیر کہتے تھے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تھے اور اسی طرح دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے تھے۔ جبکہ سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولك الحمد فرماتے تھے سجدے میں ایسا نہیں کرتے تھے

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ رفع یدین کی بحث ہے جس کو معترضہ الآراء مسائل میں سمجھا جاتا ہے۔ مگر میری طبیعت اس میں

لگتی نہیں۔ اس لئے کہ تم جو اپنے اساتذہ کے یہاں سنتے آرہے ہو وہی مجلس بار بار کیا کریں۔ طبیعت تو تراجم بخاری میں لگتی ہے۔ نیز اس میں دو تین دن خرچ کرو اور پھر حاصل بھی کچھ نہیں ہوتا۔ دراصل وجہ یہ ہے کہ میں نے جب ۱۳۴۰ھ میں مکہ شریف پڑھائی تو میں نے مسائل مختلف فیہا تلاش کئے۔ اس میں مجھے صرف چار رکعات میں دو سو سے زائد اختلاف ملے۔ اور وہ سارے اس سلسلہ میں تھے کہ فلاں چیز فلاں امام کے یہاں اولیٰ ہے۔ اور فلاں کے یہاں نہیں۔ اور یہ چیز ان کے یہاں مستحب ہے اور ان کے یہاں مستحب نہیں۔ اور ایک چیز ایک کے یہاں سنت ہے اور دوسرے کے یہاں مسنون نہیں ان ہی میں رفع یدین ہے امین بالجہر ہے۔ فاتحہ خلف الامام ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ ان ہی چند کی کیا خصوصیت ہے اور باقی کے متعلق کلام کیوں نہیں کرتے کیا وجہ ہے کہ یہی چند مسائل معترضہ الآراء بن گئے سنو! اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مسئلہ نااہلوں کے ہاتھ آگیا۔ علامات قیامت کی احادیث میں ایک حدیث ہے اذ او سد الامر الی غیر اہلہ فانظر الساعة۔ جب معاملہ نالائق لوگوں کے سپرد ہو جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔ اور ہمارے اکابرین میں سے بعض نے اس کا یہ مطلب بتایا ہے کہ ہر وہ شی جو کسی نااہل کی نگرانی میں آجائے اس کی قیامت آگئی اسی طرح یہاں بھی اور یہی حال مسلم لیگ اور کانگریس کا ہے اتنا اختلاف ایک دوسرے میں کہ تکلیف تفسیق تذلیل سب کچھ کر گزرتے ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ کام نااہل لوگوں کے ہاتھ آگیا۔ جہاں تک مسئلہ کا تعلق ہے مسئلہ ہونے کی حیثیت سے ہے۔ اور مسائل کی حیثیت بھی یہی ہے۔ اور جہاں تک اختلاف ائمہ کا تعلق ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور رحمت ہے۔ ان ائمہ نے قرآن وحدیث کی روشنی میں اصول مستنبط کئے ہیں اور استنباط میں اختلاف ہوتا ہی ہے۔ جو روایت اصول کے مخالف ملے اس کا جواب دے دیا اور تاویل کردی اور اصل یہ ہے کہ ائمہ کے درمیان ہونے والا جھگڑا جھگڑا ہی نہیں ہوتا

اس کو لوگ جھگڑا سمجھتے ہیں۔ جہاں تک مسئلہ کا تعلق ہے میں یہی بیان کروں گا اور خلاصہ اس کا صرف یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے مختلف روایات وادار ہیں۔ جن کو ائمہ نے اپنے اپنے اصول کے مطابق بعض کو بعض پر ترجیح دی۔ اور وہ اصول بھی مسلم اور روایت کی صحت بھی مسلم ان میں کوئی جھگڑا اور اختلاف نہیں۔ اختلاف صرف ترجیح میں ہے۔ مثلاً یہی دفع یدین ہے اس میں بہت سے مسائل مختلف فیہا ہیں اصول کے ماتحت ہو کر۔ چنانچہ اس کے حکم کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ ابتدا میں واجب ہے اس کے برخلاف بعض مالکیہ سے بدعت نقل کیا گیا ہے۔ اور جمہور کہتے ہیں کہ سنت ہے۔ نیز ایک اختلاف اس میں یہ ہے کہ دفع یدین کہاں کہاں ہوگا۔ یہی معرکہ الآراء ہے۔ نیز یہ کہ دفع یدین کب کرے۔ کب کرے کا مطلب یہ ہے کہ ہاتھوں کو تکبیر کے ساتھ اٹھائے یا بعد میں یا پہلے اس میں علماء کے تینوں قول ہیں۔ ائمہ ثلاثہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک مقارنت ہے اور یہی امام بخاری کی رائے ہے۔ اور طرفین یعنی امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک اولاً رفع کرے پھر تکبیر کرے۔ اور اس اختلاف کی وجہ اختلاف مناط ہے۔ ائمہ ثلاثہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک مناط اعلام (بہرے کو بتلانا) اصم ہے۔ اسلئے مقارنت ہونی چاہیے تاکہ بہرے کو اطلاع ہو جائے۔ اور طرفین کے نزدیک مناط یہ ہے کہ رفع نفی کے لئے ہے۔ اور تکبیر اثبات کے لئے ہے۔ اور لا الہ الا اللہ میں نفی اثبات پر مقدم ہے۔ تو بیان بھی ایسا ہوگا۔ اور بعض کے نزدیک اولاً تکبیر ہوگی پھر رفع۔ یہ تین قول ہو گئے۔ نیز ایہ کہاں تک رفع کرے۔ احناف کے نزدیک اذنین تک ہوگا۔ اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک منکبین تک ہوگا۔ مالکیہ کا ایک قول منکبین کا ہے۔ اور امام احمد سے صحیح منقول ہے۔ اور امام شافعی سے ملا علی قاری نے نقل کیا ہے کہ اس طرح اٹھائے کہ کفین منقبین کے مقابل میں اور ابہامین شحمتین کے مقابل اور انگلیاں فروغ اذنین کے مقابل ہوں اس صورت میں کوئی اختلاف ہی نہیں رہا۔ اور مالکیہ کا ایک قول یہ ہے کہ پہلا رفع یعنی تکبیر تحریمہ والا منکبین تک اور اس کے علاوہ اس سے کم ہوں گے۔ ندیین (پستان) تک۔ یہ چار اختلاف ہو گئے۔ نیز پانچواں یہ کہ مرد اور عورت کے رفع میں کوئی فرق ہے یا نہیں۔ احناف فرماتے ہیں کہ ہاں فرق ہے۔ عورت اپنے ہاتھوں کو مردوں کے مقابلہ میں کم اٹھائے گی۔ لانه استر لها یہ اس کیلئے زیادہ پردہ کا باعث ہے۔ مرد تو اذنین تک اور عورت ندیین یعنی پستان تک۔ لوگوں نے لکھ دیا کہ حنفیہ تفریق کرنے میں منفرد ہیں یہ غلط ہے۔ بلکہ حنابلہ کی دو روایتیں ہیں ایک یہ کہ عورت مرد سے کم اٹھائے گی۔ دوسری یہ کہ بالکل نہیں اٹھائے گی۔ چھٹا اختلاف یہ ہے کہ گرمی و سردی میں کوئی فرق کیا جائے گا یا نہیں۔ ائمہ اربعہ کے نزدیک کوئی فرق نہیں۔ امام بخاری کا مسلک یہ بتلایا جاتا ہے کہ گرمی میں سردی سے زیادہ اٹھائے۔ اس لئے کہ گرمی میں ہاتھ وغیرہ کھلے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور سردی میں کپڑوں کی وجہ سے ڈھکے ہوئے ہوتے ہیں جیسا کہ وائل بن حجر کی روایت میں تصریح ہے جو ابو داؤد میں مروی ہے۔ ساتواں یہ کہ رفع کی کیا صورت ہوگی۔ یعنی ہاتھوں کو کیسے رکھے۔ بطون کف کو قبلہ کی طرف متوجہ کرے یا بطون کفین خدین کی طرف ہوں۔ اس میں حنفیہ کے دونوں قول ہیں۔ آٹھواں یہ کہ انگلیاں کیسے رکھے۔ حنابلہ کے نزدیک غایۃ الضم ملی ہوئی۔ اور شافعیہ کے نزدیک غایۃ التفریق یعنی کھلی ہوئی۔ اور مالکیہ کے نزدیک مخفی رکھے اور حنفیہ کے نزدیک علی حالہا چھوڑ دے اور مسحون مالکی کے نزدیک ظہر کف توزین کی طرف اور بطون آسمان کی طرف رکھے

یہاں تک آٹھ اختلاف ہو گئے اب اس میں اختلاف ہے کہ اس رفع کی حکمت کیا ہے بعض علماء کی رائے ہے کہ اس کی حکمت اعلام الاصل ہے۔ اور بعض نے اس کی حکمت یہ بتائی کہ سارے اعضاء مستقبل قبلہ ہو جائیں۔ اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس کی حکمت استعظام مادخل فیہ ہے۔ علامہ شیرازی۔ شافعی میزان کبریٰ میں تحریر فرماتے ہیں کہ میزان کبریٰ علامہ شعرانی کی تصنیف تالیف ہے۔ جس میں انہوں نے یہ بیان کیا ہے۔ ائمہ میں باہم درحقیقت کوئی اختلاف نہیں ہے کہ رفع یدین کی حکمت طرح دینا ہے۔ چونکہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ بہت بڑے بزرگ تھے جہاں ایک مرتبہ طرح دینا فرمادیا پھر وہ لوٹ کر آئی ہی نہ تھی۔ بلکہ استغراق ہو جاتا تھا۔ لہذا انہوں نے ایک ہی بار رفع کا قول اختیار فرمایا۔ اور حضرت امام شافعیؒ امام اعظمؒ سے متاثر ہیں۔ ان کے زمانہ میں دنیا کا غلبہ کہیں زیادہ ہو گیا تھا انہوں نے جب دیکھا کہ ایک مرتبہ میں نہیں جاتی تو شروع کرتے ہوئے بھی اور رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے بھی رفع کا حکم فرمادیا۔ اور او جز المسالک میں اس کی دس وجوہ لکھی ہیں۔ اگر تمہارا جی چاہے تو وہاں دیکھ لینا۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ نخل رفع میں اختلاف ہے۔ کہ کہاں کہاں کرے اسی طرح ان مواقع میں بھی اختلاف ہے۔ اب سنو! حضرت امام مالکؒ سے روایت ہے کہ کہیں بھی نہ اٹھائے۔ مگر ان کا مشہور قول حنفیہ کی طرح ہے۔ یعنی رفع یدین سوائے تکبیر تحریمہ کے اور کہیں نہیں۔ اور شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس کے علاوہ دو جگہ اور رفع ہے۔ رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے۔ مگر پھر ان میں باہم اختلاف ہو گیا کہ رکوع سے اٹھتے ہوئے جو رفع یدین ہو گا وہ انتقال کا وظیفہ ہے یا قومہ کا۔ شوافع کے نزدیک انتقال کا وظیفہ ہے۔ اور حنابلہ کے نزدیک قومہ کا وظیفہ ہے۔ اور اسی اختلاف کا یعنی ایک اور اختلاف ہے۔ وہ یہ کہ شوافع کے نزدیک چونکہ رفع یدین عندا لرفع من الرکوع وظیفہ انتقال ہے لہذا اٹھنے کے ساتھ کرے۔ اور حنابلہ کے نزدیک چونکہ قومہ کا وظیفہ ہے لہذا وہ کھڑے ہونے کے بعد کرے چونکہ امام ابو داؤد حنبلی ہیں اسلئے انہوں نے روایت نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے کان اکثر ما یقول ابو سفیان بعد ما یرفع اس میں یہ بھی اختلاف ہے کہ دور کت سے اٹھتے ہوئے رفع یدین ہے یا نہیں۔ ائمہ اربعہ میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔ لیکن متاخرین شافعیہ و حنابلہ جیسے کہ بھیقی ابن المنذر وغیرہ اور امام بخاریؒ بھی اس کے انتقال کے قائل ہیں۔ جیسا کہ باب باندھیں گے۔ یہ حضرات شوافع جو رکعتیں سے اٹھتے ہوئے رفع یدین کے قائل ہیں یہ کہتے ہیں کہ ہمارے امام شافعیؒ سے منقول ہے اذ اصح الحدیث فہو مذہبی میں کہتا ہوں کہ یہ صرف امام شافعیؒ سے نہیں بلکہ ائمہ اربعہ سے منقول ہے۔ تو یہ حضرات فرماتے ہیں کہ جب ہمارے امام کا مقولہ اذ اصح الحدیث الخ ہے تو ہمیں یہاں پر حدیث صحیح مل گئی۔ لہذا وہی ان کا مذہب ہے۔ حافظ لکن حجر فرماتے ہیں کہ یہ تو صحیح ہے کہ امام کا مقولہ اذ اصح الحدیث فہو مذہبی ہے۔ لیکن یہ تو اسی وقت کہا جائے گا کہ دفع الیدین عندا لرفع من الرکعتین امام شافعیؒ کا مذہب ہو۔ جبکہ یہ ثابت ہو جائے گا کہ یہ روایت امام شافعیؒ کو نہیں پہنچی اور تم کو پہنچ گئی۔ لیکن جب امام شافعیؒ کو روایت پہنچ گئی اور انہوں نے اسے رد کر دیا تو پھر تم کون ہوتے ہو کہ امام نے جس چیز کو قبول نہیں کیا تو تم اس کو اس کے سر تھوپ رہے ہو۔ اذ اصح الحدیث یہ صرف ائمہ اربعہ کا نہیں بلکہ سارے مسلمانوں کا اعتقاد ہے۔ مگر یوں ہی کہہ دینا کہ چونکہ امام کا مقولہ ہے لہذا یہ امام کا مذہب ہو گا۔ مدعی ست گواہ چست کے مترادف ہے۔ جیسے امام مالکؒ کے نزدیک

صرف عند تکبیرة الاحرام ہے تو اگر مالکیہ یوں کہنے لگیں کہ چونکہ حدیث میں اس کے علاوہ بھی رفع یدین مذکور ہے اس لئے بھی امام مالکؒ کا مذہب ہے حالانکہ موطا امام مالکؒ میں حضرت ابن عمرؓ کی رفع یدین والی روایت مذکور ہے۔ اور پھر بھی امام مالک اس پر عمل نہیں فرماتے۔ جیسے کہ مدونہ میں وغیرہ میں ان کا مذہب منقول ہے جو مالکیہ کی بہت معتبر کتاب ہے۔ معلوم ہوا کہ امام مالکؒ نے ایک روایت پاکر کسی علت کی بنا پر اس کو چھوڑ دیا اور وہ علت ہے۔ عمل اہل مدینہ کا اسی کے خلاف ہونا نہیں سے ایک بات اور معلوم ہوئی۔ کہ حدیث صحیح ہونے کیلئے ضروری نہیں کہ وہ معمول بھلا بھی ہو۔ یہ حدیث صحیح ہے پھر بھی حضرت امام مالکؒ نے اس کو چھوڑ دیا کیونکہ معمول بھلا ہونے کے لئے صرف صحت ہی کافی نہیں۔ بلکہ واقع کے مطابق ہونا بھی ضروری ہے۔ مثلاً بخاری شریف میں نبی اکرم ﷺ کے قیام قبا کے متعلق دو روایتیں ہیں۔ ایک میں مدت قیام چودہ دن ہے دوسری روایت میں چوبیس دن ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک واقعہ کے مطابق ہوگی۔ حالانکہ دونوں بخاری کی روایتیں ہیں۔ اور دونوں صحیح ہیں۔ اب سنو! رفع یدین بہت سی روایات سے ثابت ہے۔ اور ہر خفض رفع میں ثابت ہے۔ اس کے بعد بالاتفاق بین الامم الاربعہ نسخ ہوا اب جھگڑا اس میں صرف یہ ہے کہ کتنا منسوخ ہے اور کتنا باقی ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ میں سالم عن ابن عمرؓ کی روایت کو نہیں لیتا۔ اس لئے کہ سالم اور ابو حمید ساعدی کی روایت میں فی کل خفض و رفع میں رفع یدین ثابت ہے اور بخاری کی روایت میں لا یفعل ذالک فی السجود ہے۔ تو اگر سالم کی روایت لے لوں گا تو تعارض بین النفی والاثبات لازم آئے گا۔ اور قاعدہ ہے کہ جہاں تعارض بین النفی والاثبات ہو تو وہاں اثبات کو ترجیح ہوتی ہے۔ لہذا فی رفع و خفض والی روایت کو ترجیح ہو جائیگی۔ اب جبکہ امام احمدؒ یوں فرماتے ہیں کہ میں سالم کی روایت کو نہیں لیتا۔ تو اگر حنابلہ یہ کہیں کہ ہمارے امام کا یہ فرمان اذا صح الحدیث فهو مذہبی اور سالم کی حدیث صحیح ہے لہذا امام احمدؒ کا یہی مذہب ہو تو یہ ان کی بات کبھی درست نہ ہوگی۔ اب احناف اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ ابو حمید الساعدی کی روایت میں اضطراب ہے تین جگہ اور تین سے کم اور فی کل خفض و رفع رفع یدین نقل کیا گیا ہے۔ اس لئے وہ اس کو نہ لیتے۔ چونکہ بہت سی روایات میں فی کل خفض و رفع ثابت ہے۔ اور روایت ابن عمر لا یفعل ذالک فی السجود وارد ہے۔ تو شافیہ اور حنابلہ حدیث ابن عمرؓ عند البخاری کو ترجیح دیتے ہیں۔ کیونکہ یہ اسناد اور اقویٰ ہے۔ اور ان کے اصول میں سے اوثق کی روایت کو ترجیح دیتا ہے۔ اور امام مالکؒ کا قاعدہ اور اصول یہ ہے کہ اوفق بعمل اہل المدینہ کو لیتے ہیں۔ انہوں نے دیکھا کہ اہل مدینہ رفع یدین نہیں کرتے اس لئے فرمایا لم یثبت مدونہ میں ہے وقال ابن القاسم كان رفع الیدین ضعيفا اید فی تکبیر الاحرام (رفع یدین کی روایت ضعیف ہے اس لئے اسے تکبیر احرام پکا کیا گیا۔ اور ان سب سے اونچے حنفیہ ہیں۔ اور یہ میں اس وجہ سے نہیں کہتا کہ میں خود حنفی ہوں بلکہ واقعہ اور حقیقت یہی ہے۔ کیونکہ ان کے اصول مطردہ میں سے یہ ہے کہ جب دو روایتوں میں تعارض ہو جائے ایک تو صحیح اور اسناد ہو اور دوسری صحیح ہو مگر اس سے کم درجہ کی تو صحیح کو ترجیح دے کر اس سے کم درجہ والی کو مرجوع قرار دے کر چھوڑتے نہیں۔ کیونکہ وہ بھی تو صحیح ہے۔ قابل احتجاج ہے اس لئے اگر خارج سے کوئی قرینہ کسی ایک کی ترجیح کا مل جائے تو جس کے موافق قرینہ ملے اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔ مگر یہ اس وقت کرتے ہیں جبکہ دونوں میں توفیق اور تطبیق ممکن نہ ہو ورنہ تطبیق دیتے ہیں

اسی طرح احناف کے اصول مطردہ میں سے یہ بھی ہے کہ اگر دو روایت میں تعارض ہو جائے اور ان میں سے ایک اوفق بالقرون ہے تو اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس لئے کثرت سے روایات بالمعنی نقل کی جاتی ہیں۔ اور روایت بالمعنی میں تغیر کا احتمال ہے۔ اور الفاظ قرآنیہ قطعی ہیں ان میں تغیر کا احتمالی نہیں لہذا جو روایت الفاظ قرآن کے زیادہ موافق ہوگی اس کو لیں گے۔ اسی قاعدہ مطردہ پر سب روایات صلوة کو ایک مسطر پر ناپ لیا۔ اور وہ ہے قوموا للہ فانتین اے ساکنین اب جہاں ان روایات صلوة میں اختلاف ہو فیما بین الحركت والسکون تو وہ سکون کو لیں گے۔ لانہ اوفق بالفاظ القرآن اب ہم کہتے ہیں کہ رفعت ثلاثہ کے غیر میں تو ہمیں کلام نہیں اس لئے کہ سب نے بالاتفاق اس کے ماسوا کو چھوڑ دیا اب رفعت ثلاثہ رہ گئیں۔ اس میں دو روایتیں وارد ہیں۔ ایک حضرت ابن عمرؓ کی روایت میں رفع عند تکبیرة الاحرام وعند الركوع وعند الرفع منه تینوں کا ذکر ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت رفع عند تکبیرة الاحرام کے علاوہ کی نفی ہے۔ لہذا ابن مسعودؓ کی روایت لے لیں گے۔ کیونکہ یہ اوفق بالفاظ القرآن ہے۔ اسی طرح آمین بالجہر والسور ہے۔ چونکہ بالسور اوفق بالقرون ہے اس لئے احناف نے اس کو اختیار کیا۔

دوسرا اظہار یہ ہے کہ بالاتفاق نماز حرکت سے سکون کی طرف چلی ہے۔ مثلاً پہلے کلام فی الصلوة جائز تھا۔ پھر منسوخ ہو گیا۔ جیسا کہ ابوداؤد میں ہے کہ احييت الصلوة لثلاثة احوال اور اس میں کلام کرنا بھی مذکور ہے۔ لہذا پہلے حرکت تھی اس کے بعد سکون ہوا۔ لہذا سکون کو لیا جائے گا۔ اور یہی مطلب ان بعض احناف کا ہے جن کی عبارت فی الباب سے معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ سکون مؤخر ہے اس لئے حرکت منسوخ ہے۔ لہذا رفع یدین منسوخ ہے۔ اور غیر رفع معمول بہ ہوگا۔ یعنی ان کی مراد نوح حقیقی نہیں بلکہ مثل نوح کے ہے۔ اس مسلمہ بات کی بنا پر کہ نماز حرکت سے سکون کی طرف آئی ہے۔ نہ کہ نوح حقیقی۔ اس لئے کہ نوح حقیقی کے لئے کوئی تصریح ہو پھر نوح کا قول ہو سکتا ہے۔ لہذا جب ابن مسعودؓ اور ابن عمرؓ کی روایات میں تعارض ہو گیا تو ابن مسعودؓ کی روایت مذکورہ بالا قواعد کی بنا پر راجح ہوگی۔ روایتیں دونوں صحیح ہیں۔ حضرت ابن مسعودؓ کی روایت پر اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ روایت مضطرب اور موقوف ہے۔ ضعیف ہے۔ لیکن یہ اعتراض لغو ہے۔ اس لئے کہ حضرت ابن مسعودؓ کی روایت محدثین کے قواعد کے موافق صحیح ہے۔ ہاں اگر کوئی لم بعد کو صحیح نہ کہے کہ یہ لفظ کسی اور روایت میں نہیں ہے۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ابن عمرؓ کی روایت پر عامل ہے۔ اب لم بعد کا لفظ اس کے موافق نہیں پڑتا تو اس کو غلط کہتے ہیں اب اس کے بعد میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اگر کوئی یہ کہے کہ حضرت ابن مسعودؓ کی روایت میں صرف لفظ لم بعد ہے یہ صحیح نہیں بلکہ غلط ہے۔ مثلاً ابن مسعودؓ کو نوح تطبیق معلوم نہ تھی۔ یہ ساری حماقت کی باتیں ہیں۔ اگر وہ ایسا کہتے ہیں تو پھر ہم بھی (گو ہمارا طریق طعن و تشنیع نہیں ہے بلکہ ہم ان کے ظلم برداشت کرتے ہیں) جیسا کہ امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ یہاں کہیں گے کہ جیسے تم ابن مسعودؓ کی روایت کو موقوف کہتے ہو ہم بھی ابن عمرؓ کی روایت کو موقوف کہتے ہیں۔ اس لئے کہ حضرت ابن عمرؓ کے دو شاگرد ہیں ایک سالم دوسرے نافع۔ سالم تو مرفوع نقل کرتے ہیں۔ نافع موقوف نقل کرتے ہیں۔ امام ابوداؤد نے نافع کی روایت کو ترجیح دی ہے۔ ان محدثین کا ظلم سنو! جیسا کہ امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ ہم ظلم برداشت کرتے ہیں۔ چار روایات ایسی ہیں کہ ان کو حضرت سالم تو مرفوع نقل کرتے۔

اور حضرت نافع ان کو موقوف نقل کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ دونوں ساری روایتوں میں رضا دو متحقق ہیں۔ تو نافع کو مقدم کرتے ہیں اور رفع یدین میں سالم کو مقدم کرتے ہیں۔ احناف فرماتے ہیں کہ جیسے اور مسائل میں نافع کی موقوفات کو ترجیح ہے اسی طرح یہاں بھی ان کی روایت کو ترجیح دی جائے گی۔ اور ابو جہ پ ۲۱۳ میں دو روایتوں کے متعلق بعض محدثین سے منقول ہے کہ نافع کی روایت موقوفہ کو ترجیح دی ہے۔ لیکن ابن عبد البر کی رائے ہے کہ چاروں میں سالم کا قول مقدم ہے۔ اب ایک بات اور سنو! امام ابو داؤد کی طرف سے نقل کیا جاتا ہے کہ انہوں نے لم بعد پر اعتراض کیا ہے کہ اور کسی نے یہ نہیں کہا کہ اس کا جواب یہ ہے کہ ابن عمر کی روایت میں رکوع میں جاتے ہوئے رفع یدین منقول بھی ہے اور نہیں بھی ہے۔ لہذا تم بھی اس کا انکار کرو۔ ابن عمر کی روایت مضطرب ہے کوئی رکوع میں جاتے وقت رفع نقل کہتا ہے کوئی نہیں کرتا۔ اسی طرح اس میں اختلاف ہے۔ یہ رفع انتقال کے ساتھ ساتھ ہے۔ یا کھڑے ہونے کے بعد قومہ میں۔ حضرت امام مالک اس روایت کے مؤطا میں روای ہیں۔ اور پھر مدونہ میں لم بیٹھتے فرماتے ہیں۔ اب اگر اتنا متحقق علیہ امام ایک حدیث کو نقل کر کے لم بیٹھتے کہ دے تو کیا یہ اس امام کا انکار نہیں ہے اگر نسائی اور ابو داؤد حضرت ابن مسعود کی روایت کو لم بیٹھتے کہہ دیں تو وہ معتبر ہو تو حضرت امام مالک کالم بیٹھتے فرمادینا بدرجہ اولیٰ معتبر ہوگا۔

ایک اعتراض یہاں اور ہے کہ ابن مسعود کو نوح تطبیق کا پتہ ہی نہ چل سکا۔ اس کا جواب اللہ معاف کرے یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کو وضو کرنی نہیں آتی تھی۔ وضو کرتے ہوئے آنکھوں میں پانی ڈالتے تھے۔ اور ابو داؤد میں ہے حضرت ابن عمرؓ خود وضو فرماتے ہیں۔ اذا سمعنا الاذان تو ضانا فخرجنا اب تم خود ہی بتلاؤ کہ تکبیر سن کرو وضو کرتے تھے اور پھر پیچھے کھڑے ہوتے۔ اسلئے کہ اصحاب صفہ جو دو سو کے قریب تھے پہلے ہی سے مسجد میں ہوا کرتے تھے۔ تو کیا وہ رفع یدین دیکھنے کے لئے آگے چلے جایا کرتے تھے۔ خدا معاف کرے یہ سب لغو اور فضول باتی ہیں۔ مگر بات یہ ہے کہ جیسا کہنا ویسا سننا اور نہ میرے والد صاحب نے ابو داؤد کی حدیث کی توجیہ کی ہے کہ تو ضانا اذا سمعنا کی جزاء نہیں ہے۔ بلکہ اس کی جزا خوجنا ہے اور تو ضانا بتقدیر قد حال ہے۔ سمعنا کی ضمیر سے تقدیر عبارت یوں ہے اذا سمعنا الاقامہ فقد تو ضانا خوجنا لیکن اس توجیہ کے بعد بھی حنفیہ بطور ازام کہہ سکتے ہیں کہ جب ابن عمرؓ اقامت کے بعد مسجد میں جاتے تھے تو وہ پیچھے کھڑے ہوتے تھے۔ پھر رفع یدین کہاں سے دیکھ لیا۔ حضرت ابن عمرؓ قنوت فی الصبح کے قائل نہیں۔ حضرات شافعیہ قائل ہیں۔ اور اعتذار یہ کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے ہونے کی وجہ سے دور کھڑے ہوتے تھے۔ اور قنوت نہیں سن پاتے تھے۔ تو کیا وہ رفع یدین دیکھنے کیلئے آگے جاتے تھے۔ صحابہ کرامؓ کی جماعت آگے ہوتی تھی۔ آخر کیسے دیکھتے تھے۔ احناف یہ بھی فرماتے ہیں کہ عدم رفع کی ترجیح کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ رفع یدین کے ناقلین یا تو وہ صحابہ ہیں جو احداث اور نو عمر تھے۔ یا وہ صحابہ ہیں جو ایک دو بار خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ آخر یہ بڑے بڑے صحابہ ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ کہاں چلے گئے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہاں تھے۔ باوجود اتنے کثیر الروایۃ ہونے کے انہوں نے اس کو کیوں ذکر نہیں کیا۔ ابو حمید ساعدیؓ نے جب یہ کہا کہ انا علمکم بصلوۃ رسول اللہ تو ان دس صحابہ جن کے سامنے کہا تھا جواب میں کہا ما کنت اقدمنا صحبۃ ولا الزمنا کہ آپ نہ تو ہم میں سے قدیم الصحبہ ہیں اور نہ ہی

آپ کے لازم ملازم ہیں پھر آخر کیا ہے صاحب بدائع تو یہ فرماتے ہیں کہ عشرہ مبشرہ سے عدم رفع نقل ہے۔ حنفیہ کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ مجاہد کہتے ہیں کہ میں بہت دنوں تک لندن عمر کے ساتھ رہا۔ اور ان کو میں نے سوائے لکبیرۃ الاحرام کے اور کہیں رفع کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ آخر حضرت لندن عمر کی روایت اور وہ اپنی مروی کے خلاف کرتے ہیں یہ کیا بات ہے سنو! حنفیہ فرماتے ہیں کہ روایات فعلیہ میں تو تضاد ہو گیا۔ اور روایت قوی ترک رفع پر سالم عن المعارضہ ہے۔ لہذا وہ مقدم ہوگی۔ اور وہ روایت حضرت جلد بن سرہ سے مسلم میں مروی ہے۔ مالی اراکم رافعی ایدیکم کالہا اذا ناب خجل شمس اسکنوا فی الصلوۃ یعنی مجھے کیا ہو گیا کہ تمہیں اس طرح ہاتھ اٹھانے والا دیکھ رہا ہوں۔ گویا کہ وہ شوخ گھوڑوں کی دہلیز میں نماز میں سکون سے رہا کرو۔ اس پر امام حناری نے اعتراض فرمایا کہ بعض جاہل بے وقوف جو اوقف اس سے ترک رفع پر استدلال کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ سلام کا واقعہ ہے۔ صحابہ کرام سلام پھیرتے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے۔ تو حضور اکرم ﷺ نے ان پر کبیر فرمائی۔ جیسا کہ دوسری روایت میں ہے۔ حضرت مولانا خلیل احمد نے بدل میں جو لب دیا ہے کہ اعتراض کرنے والوں نے غور نہیں کیا۔ اصل بات یہ ہے کہ جلد بن سرہ کی دو روایتیں ہیں۔ اور دونوں الگ الگ ہیں۔ دونوں میں الگ الگ قصہ مذکور ہے اس لئے کہ دونوں کاسیاق مختلف ہے کہ رفع یدین کے متعلق تو روایت میں ہے عروج علینا رسول اللہ ﷺ ونحن رافعوا ایدینا فقال مالی اراکم الحدیث۔ کہ جناب رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے اور ہم ہاتھوں کو اٹھاتے ہوئے تھے تب آپ نے مالی اراکم فرمایا۔ اور سلام والی روایت میں ہے کنا اذا صلینا خلف رسول اللہ ﷺ الخ قال ما بال احدکم الخ سیاق کے اختلاف سے معلوم ہو گیا کہ دونوں میں الگ الگ قصہ مذکور ہے۔ اس لئے ایک دوسری روایت سے خطا کرنا درست نہیں ہے۔ اس کے بعد تم یہ سنو! کہ رفع یدین کے قائلین کہتے ہیں کہ ۸۰ صحابہ کرام سے رفع یدین مروی ہے۔ اور تو اب تک پہنچاتے ہیں۔ مگر یہ غلط ہے۔ ان روایات کو پہلے لاویں۔ اگر کسی صحابی کے متعلق منقول ہے کہ وہ رفع یدین کرتے تھے تو اس سے تمہارا رفع کیسے صحت ہو گیا۔ ہم تو خود کہتے ہیں کہ وہ رفع یدین کرتے تھے مگر وہ احناف پر حجت نہیں آتا۔ آنگہ یہ ثابت نہ ہو جائے کہ رفع سے مراد وضو نماز ہیں اور یہ نہ معلوم ہو جائے کہ اس کے علاوہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ تین مرتبہ سے زائد کا قائل تو وہ بھی نہیں ہے اور اگر تین سے کم ہو تو وہ ان کی حجت نہیں۔ اس کا جواب وہ لوگ دیں گے ہم دیکھ لیں گے اس کے بعد مصنف نے ایک باب اور منقہ فرمایا ہے باب الی ابن یزید بن یزید اس پر کلام کیا جا چکا ہے۔

باب رَفْعِ الْيَدَيْنِ إِذَا كَبَّرَ

وَإِذَا رَكَعَ وَإِذَا رَفَعَ

ترجمہ۔ دونوں ہاتھوں کو اٹھانا جبکہ تکبیر کے جب رکوہ کیلئے جائے اور جب رکوہ سے سر اٹھائے۔

حدیث (۶۹۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِقَاتٍ الخ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب وہ نماز کیلئے کھڑے ہونے تھے

تو دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھاتے تھے۔ اور اسی طرح کرتے تھے جبکہ رکوع کے لئے تکبیر کہتے۔ اور اس طرح کرتے جب سر رکوع سے اٹھاتے اور سمع اللہ لمن حمدہ فرماتے اور ایسے سجدہ میں نہیں کرتے تھے۔

إِذَا قَامَ فِي الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى تَكُونَ نَاحِدًا وَمُنْكِبِيهِ
وَكَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ حِينَ يُكَبِّرُ لِلرُّكُوعِ وَيَفْعَلُ ذَلِكَ
إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ وَيَقُولُ سَمِعَ اللَّهُ
لِمَنْ حَمَدَهُ وَلَا يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي السُّجُودِ ...

ترجمہ۔ حضرت اسحاق بن شاپین واسطی فرماتے ہیں کہ میں نے مالک بن حویرث کو دیکھا جب وہ نماز شرع کرتے تو اللہ اکبر کہتے اور دونوں ہاتھ اٹھاتے۔ اور جب رکوع کرنے لگتے تو بھی دونوں ہاتھ اٹھاتے۔ اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو بھی دونوں ہاتھ اٹھاتے۔ اور بیان کرتے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے۔

حدیث (۶۹۴) حَدَّثَنَا اسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ (ر) أَنَّهُ رَأَى مَالِكَ ابْنَ حُوَيْرِثٍ إِذَا صَلَّى كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَإِذَا زَادَ أَنْ يُرْكَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ رَفَعَ يَدَيْهِ وَحَدَّثَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ صَنَعَ هَكَذَا ...

ترجمہ۔ کہاں تک دونوں ہاتھ اٹھائے حضرت ابو حمید نے اپنے اصحابہ میں فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ اپنے کندھوں کے برابر تک اٹھاتے تھے۔

بَابُ إِلَى أَيْنَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ
وَقَالَ أَبُو حَمِيدٍ فِي أَصْحَابِهِ
رَفَعَ النَّبِيُّ ﷺ حَذْوِ مَنْكِبِيهِ

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے تکبیر کہہ کر نماز میں شروع ہوئے تو تکبیر کہتے وقت دونوں ہاتھوں کو اٹھایا۔ یہاں تک کہ انہیں اپنے دونوں کندھوں کے برابر لے گئے اور جب رکوع کے لئے تکبیر کہی تو بھی اسی طرح کیا اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہا تو بھی اسی طرح کیا۔ اور بعد ازاں ربنا لك الحمد کہا اور جب سجدہ کیا تو ایسا نہیں کیا اور نہ ہی جبکہ سجدہ سے سر اٹھایا۔

حدیث (۶۹۵) حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ (ر) أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ إِذَا فَتَحَ التَّكْبِيرَ فِي الصَّلَاةِ فَرَفَعَ يَدَيْهِ حِينَ يَجْعَلُهُمَا حَذْوِ مَنْكِبِيهِ وَإِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوعِ فَعَلَ مِثْلَهُ وَإِذَا قَامَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمَدَهُ فَعَلَ مِثْلَهُ وَقَالَ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَلَا يَفْعَلُ ذَلِكَ حِينَ يَسْجُدُ وَلَا حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ الْحَدِيثُ

ترجمہ۔ جب دو رکعتوں سے کھڑا ہو تو رفع یدین ہے کہ نہیں۔

بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ إِذَا قَامَ
مِنَ الرُّكْعَتَيْنِ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جب نماز میں داخل ہوتے تھے تو تکبیر کہتے اور دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے اور جب رکوع کیلئے جاتے تو بھی دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تب بھی دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے اور جب دو رکعتیں ادا کر کے کھڑے ہوتے تو بھی رفع یدین کرتے تھے اور اس حدیث کو جناب نبی اکرم ﷺ تک رفع کرتے تھے۔

حدیث (۶۹۶) حَدَّثَنَا عِيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ النَّخَعِيُّ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَإِذَا رَكَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَفَعَ يَدَيْهِ وَإِذَا قَامَ مِنَ الرَّكَعَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ وَرَفَعَ ذَلِكَ ابْنُ عُمَرَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ . الْحَدِيثُ ...

تشریح از شیخ مدنی۔ یہ روایت امام بخاری نقل کر رہے ہیں۔ گویا کہ صحیح حدیث ہے۔ جس پر انہوں نے کوئی جرح بھی نہیں کی۔ لیکن امام شافعیؒ لدی القیام من الرکعتین یعنی رکعتین سے اٹھتے وقت رفع یدین کو نہیں مانتے۔ جس پر امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ امام شافعیؒ کا مقولہ ہے اذ اصح الحدیث فهو مذہبی۔ جب صحیح حدیث ثابت ہو جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔ لہذا وہ اس رفع یدین کے قائل ہوں گے۔ مگر امام نوویؒ شارح مسلم فرماتے ہیں کہ اکثر شوافع اس رفع کے قائل نہیں ہیں۔ تو تین چار مقامات پر رفع یدین ترک میں احناف اور شوافع متفق ہیں۔ پھر جب لدی الرکوع وبعد الرکوع بھی ترک ثابت ہے۔ تو پھر امام شافعیؒ اس کو کیوں نہیں مانتے حیرت کی بات ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ خاص طور سے اس پر ترجمہ اس لئے باندھا کہ ائمہ اربعہؒ میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے۔ سوائے متاخرین شوافع اور حنبلیہ کے۔ حافظ ابن حجرؒ نے سب پر رد فرمایا ہے۔ مگر سارے محدثین کی رائے ہے کہ رفع کرے۔ اور یہی امام بخاریؒ کی رائے ہے رفع ذلك ابن عمرؓ یہاں سے یہ بتلایا کہ جیسے ابن عمرؓ سے یہ موقوف مروی ہے۔ اسی طرح مرفوعاً بھی نقل کیا گیا ہے۔

ترجمہ۔ نماز میں دائیں کو بائیں ہاتھ کے اوپر رکھنا ہے۔

باب وَضْعُ الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى فِي الصَّلَاةِ -

ترجمہ۔ حضرت سہل بن سعد فرماتے ہیں کہ لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ مرد نمازی نماز میں اپنے ہاتھ کو اپنے بائیں بازو پر رکھے۔ ابو حازم فرماتے ہیں کہ میں یہی جانتا ہوں کہ وہ اس کو نبی اکرم ﷺ کی طرف منسوب کرتے تھے اسماعیل نے یمنی کہا ہے یمنی نہیں کہا۔

حدیث (۶۹۷) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ (النخعي) عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ كَانَ نَاسٌ يُؤْمَرُونَ أَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ الْيُمْنَى عَلَى ذِرَاعِهِ الْيُسْرَى فِي الصَّلَاةِ وَقَالَ أَبُو حَازِمٍ لَأَعْلَمُهُ إِلَّا يُنْمَى ذَلِكَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِسْمَاعِيلُ يُنْمَى ذَلِكَ وَلَمْ يَقُلْ يُنْمَى . الْحَدِيثُ ..

تشریح از شیخ زکریا۔ میں نے بتایا تھا کہ اختلاف ائمہ تلاش کئے تو صرف چار رکعات میں جو اختلافات تھے وہ دوسو

زائد تھے۔ اور اکثر ان میں اولویت و استحباب کے اختلافات ہیں۔ اسی میں ایک وضع الیمنی علی الیسری ہے۔ اس میں تین اختلاف ہیں اول یہ کہ وضع ہے یا نہیں۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک وضع الیمنی علی الیسری سنت ہے۔ امام مالک کے نزدیک نوافل میں جائز ہے۔ اور فرائض میں ناجائز ہے۔ اور دوسرا قول مالکیہ کے یہاں یہ ہے کہ فرائض میں جائز ہے اور جب فرائض میں جائز ہے تو نوافل میں بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا۔ اور اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ اصل تو ارسال ہے لیکن اگر کوئی وضع کرے تو جائز ہے اب یہاں بھی وہی ترجیح والی بات آگئی چونکہ وضع و ارسال دونوں طرح کی روایات ہیں۔ مالکیہ نے اپنے اصول کے مطابق ارسال کو اصل قرار دیا۔ اور باقی روایات کو مؤول یا بیان جواز پر محمول کیا۔ اور ائمہ ثلاثہ نے اپنے اصول پر وضع کی روایات کو راجح قرار دیا۔ اس لئے کہ وضع کی روایات مصرح ہیں اور روایات ارسال مجمل ہیں۔ لہذا وضع کی روایات راجح ہوں گی۔ مالکیہ کہتے ہیں کہ حدیث میں ہے نہی رسول اللہ ﷺ عن الاعتماد فی الصلوٰۃ کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے نماز میں سہارا لینے سے منع فرمایا ہے۔ اور نوافل میں ضرورتاً اجازت دی ہے۔ اور وضع بھی ایک قسم کا اعتماد ہے۔ اور ٹیک لگانا ہے۔ بلکہ باقاعدہ سواری ہے۔ امام بخاری عید میں باقاعدہ سواری ثابت کریں گے اور ممنوع ہے۔ لیکن نوافل میں قیام طویل ہوتا ہے اسلئے ڈر ہے کہ کہیں اگلیوں میں خون نہ اتر آئے۔ لہذا اس عارض کی وجہ سے اجازت ہے کہ نوافل میں باندھ لے۔ اور وضع والی روایات باقی حالات میں بیان جواز پر محمول ہیں یا مؤول ہیں۔ ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں ہے من السنۃ ان یضع الرجل علی یدہ الیمنی علی الیسری فی الصلوٰۃ کہ سنت یہ ہے کہ آدمی نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے۔ مالکیہ فرماتے ہیں کہ یہ صحابی کا استنباط ہے۔ حضور اکرم ﷺ کو کبھی کرتے ہوئے دیکھا اور کہہ دیا جیسے حضرت ابن عباسؓ سجدہ سے اٹھتے ہوئے کہتے ہیں کہ پہلے بیٹھ لے اور پھر اٹھے اور پھر انہوں نے من السنۃ فرمادیا۔ مگر اس کا جواب یہ ہے کہ ارسال کی جتنی روایات ہیں سب مجمل ہیں۔ اور وضع کی مفصل وہ ان پر قاضی ہوں گی۔ اور ہم حضرت ابن عباسؓ کے ومن السنۃ کہنے کو استنباط اس لئے قرار دیتے ہیں کہ دوسری روایت میں آگیا کان ینھض علی صدوز قدمیہ آپ اپنے قدموں کے صدوز پراٹھتے تھے۔ مالکیہ کہتے ہیں کہ جس روایت سے تم نے رفع یدین ثابت کیا یعنی ابو حمید ساعدی کی روایت ہم اسی سے ارسال ثابت کرتے ہیں۔ اس میں ہے حتی استقر کل عظم موضعہ اور ہر ہڈی اسی وقت اپنی جگہ ہو سکتی ہے جبکہ ارسال ہو۔ شافعیہ نے جب یہ دیکھا تو جمع بین الروایات فرمایا کہ جب ہاتھوں کو اٹھائے تو ارسال کرے پھر اس کے بعد ہاتھ باندھے۔ احناف اور حنبلیہ کہتے ہیں کہ کسی روایت سے نصابہ ثابت نہیں پہلے ارسال کرے پھر وضع کرے لہذا معالجہ کے ساتھ وضع کرے گا۔ اب پھر حنفیہ میں اختلاف ہو گیا۔ کہ یہ وضع وظیفہ قرأت ہے یا اس کے علاوہ کسی اور چیز کا وظیفہ ہے حضرت امام محمدؒ سے مروی ہے کہ وظیفہ القراءۃ ہے۔ لہذا جب وظیفہ قرأت پھر التوجہ قرأت شروع کرے اس وقت ہاتھ باندھے۔ یعنی ثناء اور تعوذ میں چھوڑے رکھے۔ اس کے بعد پھر اختلاف ہے کہ جب وظیفہ القراءۃ دوسرے قول پر نہیں ہے تو پھر کیا ہے۔ قیل وظیفہ الذکر وقیل وظیفہ القیام اور ہمارے یہاں راجح یہ ہے کہ وظیفہ الذکر ہے اسی لئے تکبیرات عیدین میں تکبیر اول کے بعد تو وضع کرتے ہیں کیونکہ

اس کے بعد ذکر مسنون ہے۔ اور اس کے بعد کی تکبیرات میں وضع نہیں ہے۔ کیونکہ ان کے درمیان کوئی ذکر مسنون نہیں ہے۔ اور اس تکبیر کے بعد وضع ہے اس کے بعد قرأت شروع ہو جاتی ہے۔ دوسرے اختلاف یہ ہے کہ مو وضع وضع کیا ہے۔ احناف کے نزدیک تحت السرة ناف کے نیچے۔ اور شافعیہ کے نزدیک تحت الصدر فوق السرة یعنی سینے سے نیچے اور ناف سے اوپر ہے۔ اور حنابلہ کے نزدیک دونوں قول ہیں۔ ہمارے موافق بھی اور شافعیہ کے موافق بھی۔ اور تیسرا قول جو امام احمد سے منصوص ہے وہ مختصر ہے۔ حنفیہ فرماتے ہیں کہ نماز میں بارگاہ خداوندی میں حضوری ہوتی ہے۔ اور جتنی بڑی بارگاہ ہوتی ہے اس کا ویسا ہی ادب ہونا چاہیے۔ اور غایت ادب یہ ہے کہ منتہائے نظر پر ہاتھ بندھے ہوں۔ یہ نہیں کہ سینہ پر ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جائیں۔ جیسے بزرگوں اور بادشاہوں کے یہاں قاعدہ ہے کہ خدام بالکل نیچے ہاتھ باندھے کھڑے ہوتے ہیں۔

قل کر ڈالو یا جرم الفتح خش دو لو کھڑے ہیں ہاتھ باندھے ہم تمہارے سامنے

شافعیہ فرماتے ہیں کہ عالی بارگاہ میں حاضری ہے۔ اور جتنی بڑی بارگاہ ہوتی ہے اتنا ہی بڑا اندازہ ہونا چاہیے۔ اور دل سے بڑھ کر بارگاہ خداوندی کے لائق اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ اس لئے وہی محل ایمان ہے۔ محل انوار ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ جب کوئی کسی سے محبت کرتا ہے۔ اور اس پر اپنی جان نثار کرتا ہے اور زبان سے کچھ نہیں کہہ سکتا تو ہاتھ دل پر رکھ کر اس کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

حَاوَلْتُ نَفْسِي حَفْن مَرَاقِبًا وَوَضَعْتُ اَيْدِيَهُنْ فَوْقَ تَوَانِبًا

ان محبوباؤں نے مجھ پر فدا ہونے کا ارادہ کیا۔ یعنی فدینا ک کرنا چاہا تو تاڑ رکھنے والے سے ڈر گئیں تو اپنے سینے کی ہڈیوں پر اپنے ہاتھ رکھ دیئے۔

یہ وہ نکتہ ہے جس کی بنا پر کتب شوافع میں اس بات کی تصریح ہے۔ سینہ کے نیچے مائل الی القلب ہاتھوں کو باندھے۔ فوق الصدر کسی کا قول نہیں ہے آجکل کے اہل حدیث اس کے قائل ہیں ہاں ایک ضعیف قول امام احمد کا نقل کیا جاتا ہے۔ تیسرا اختلاف یہ ہے کہ کیونکر ہاتھ کور رکھے۔ حنفیہ کے نزدیک وضع الکف علی الکف کہ ہتھیلی پر ہتھیلی رکھے۔ مگر ہمارے یہاں مستحب طریقہ ہاتھ باندھنے کا یہ ہے کہ داہنے ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھے۔ اور انگوٹھے اور چھوٹی انگلی سے بائیں کلائی کو پکڑے۔ باقی تین انگلیوں کو مسبحہ وسطی اور بنصر کو مساعد کلائی پر رکھے۔ تاکہ جمع بین الروایات ہو جائے۔ اور شافعیہ کہتے ہیں کہ مساعد یسری کو دائیں ہاتھ سے پکڑے۔

ترجمہ۔ نماز کے اندر خشوع ہونا چاہیے

باب الْخُشُوعِ فِي الصَّلَاةِ

خشوع غایت سکون اور غایۃ نظامن کا نام ہے۔ یوں کہتے ہیں کہ خشوع توجہ ارج سے ہوتا ہے اور خشوع قلب سے ہوتا ہے۔ بہر حال خشوع کامل یہ ہے کہ قلب و جوارح دونوں سے توجہ ہو۔ اور کوئی ایک طرف ملتفت نہ ہو۔ کیونکہ ظاہر خشوع ہونا ہے۔

مگر قلب متوجہ نہیں ہوتا۔ اور مساوات اس کا مطلب عکس ہوتا ہے جیسا کہ ملا علی قاریؒ نے مرقات شرح مشکوٰۃ میں ایک بزرگ سے نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں حج کو گیا کہ ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ استار کعبہ سے چٹا ہوا رو رہا ہے۔ فرماتے ہیں کہ مگر اس کا قلب بالکل غافل تھا اور منیٰ میں ایک شخص کو کپڑے فروخت کرتے ہوئے دیکھا مگر اس کا قلب ایک دم کے لئے بھی غافل نہ تھا۔ حضرت امام بخاریؒ نے لفظ خشوع اس لئے اختیار فرمایا کہ خشوع فعل جو ارجح کا نام ہے۔ اور وہ اختیاری ہے۔ اور خضوع فعل قلب ہے اور وہ غیر اختیاری ہے لہذا اختیار پر باب باندھا کہ وہ اپنا فعل ہے اور مقدمہ ہے خضوع کا ب امام بخاریؒ کی غرض کیا ہے۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم یہی سمجھتے ہو کہ میرا قبلہ اسی جگہ ہے یعنی میری توجہ صرف قبلہ کی طرف ہے اللہ تعالیٰ کی قسم مجھ پر تمہارا رکوع اور خشوع پوشیدہ نہیں رہتا۔ اور میں تم کو اپنی پیٹھ کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔

حدیث (۶۹۸) حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ (الْح) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِي هُنَا وَاللَّهِ مَا يَخْفَى عَلَيَّ مِنْكُمْ وَلَا تُخْشَوُكُمْ وَإِنِّي لَأَرَاكُمْ وَرَأَى ظَهْرِي . الْحَدِيثُ ...

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ تم رکوع اور سجد ٹھیک ٹھیک اور پورا کرو۔ اللہ تعالیٰ کی قسم میں تمہیں اپنے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔ اور کبھی فرمایا اپنی پیٹھ کے پیچھے دیکھتا ہوں۔ جبکہ تم رکوع کرتے اور سجدہ کرتے ہو۔

حدیث (۶۹۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ (الْح) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ أَقِيمُوا الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ فَوَاللَّهِ إِنِّي لَأَرَاكُمْ مِنْ بَعْدِي وَرَبِّمَا قَالَ مِنْ بَعْدِ ظَهْرِي إِذَا رُكِعْتُمْ وَسَجَدْتُمْ . الْحَدِيثُ ..

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اشکال یہ ہوتا ہے کہ هل ترون قبلتی ہنا آپؐ کا ارشاد ہے جو استفہام انکاری ہے۔ حالانکہ قبلہ تو وہی ہے۔ تو کہا جائے گا کہ یہاں پر غفلت کی نفی کرنا ہے کہ تمہاری نقل و حرکت کو دیکھتا ہوں مستقبل الیہ اگرچہ قبلہ ہے تم سمجھتے ہو کہ اس کی طرف توجہ کرنے سے میں تمہاری حرکات و سکنات نہیں دیکھ سکتا یہ غلط ہے۔ چنانچہ بعد میں فرمایا واللہ ما یخفی علی رکو عکم الخ

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ بعض علماء کی رائے امام بخاریؒ کے انعقاد باب کی غرض کے متعلق یہ ہے کہ خشوع سے مراد سجد ہے اسلئے حدیث میں خشوع کا مقابلہ رکوع سے کیا گیا ہے۔ مگر میرے نزدیک بالکل غلط ہے۔ اسلئے کہ سجد تو ابھی بہت دور ہے ابھی تو قرأت بھی شروع نہیں ہوئی۔ ابھی سے سجد کہاں آ گیا ہے۔ لہذا امام بخاریؒ کے ترجمہ میں خشوع سے سجد مراد نہیں ہو سکتا۔ گو حدیث میں تقابلی رکوع کی وجہ سے مراد ہو مگر امام بخاریؒ کے ترجمہ کے لحاظ سے یہاں وہ بھی نہیں ہے اور میری رائے ہے کہ بہت ممکن ہے کہ امام بخاریؒ نے

رفع یدین والے باب سے تو قائلین رفع کے مذہب کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اور اس سے مذہب حنفیہ کی طرف اشارہ ہے کیونکہ یہ کہتے ہیں کہ نماز حرکت سے سکون کی طرف آئی ہے۔ اور خشوع سکون اطراف کا نام ہے۔ من بعدی معنی وراء ظہری ...

باب مَا يُقْرَأُ بَعْدَ التَّكْبِيرِ

ترجمہ۔ تکبیر کے بعد کیا پڑھے

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ اور ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ الحمد لله رب العالمین سے نماز کو شروع کرتے تھے۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ تکبیر اور قرأت کے درمیان خوب چپ رہتے تھے۔ اور میرا گمان ہے کہ کچھ دیر چپ رہتے تھے۔ میں نے عرض کی میرا باپ اور میری ماں آپ پر قربان ہوں یا رسول اللہ یہ تکبیر اور قرأت کے درمیان چپ رہتے ہیں آپ کیا فرماتے ہیں فرمایا میں یہ دعا کہتا ہوں کہ اے اللہ میرے اور میرے گناہوں کے درمیان ایسی دوری کر دے جیسے مشرق اور مغرب کے درمیان ہے۔ اور مجھے گناہوں سے ایسے پاک صاف کر دے جیسے سفید کپڑا میل کچیل سے پاک و صاف ہوتا ہے۔ اور میرے گناہوں کو پانی برف اور اولے سے دھو دے۔

حدیث (۷۰۰) حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ (الخ) عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ كَانُوا يَفْتَحُونَ الصَّلَاةَ بِالْحَمْدِ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

حدیث (۷۰۱) حَدَّثَنَا مَوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ (الخ) حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ سَكَتٌ بَيْنَ التَّكْبِيرِ وَبَيْنَ الْقِرَاءَةِ اسْكَاةٌ قَالَ أَحْسِبُهُ قَالَ هُنِيَةٌ فَقُلْتُ يَا بِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللَّهِ اسْكَاةُكَ بَيْنَ التَّكْبِيرِ وَبَيْنَ الْقِرَاءَةِ مَا تَقُولُ قَالَ أَقُولُ اللَّهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اللَّهُمَّ نَقِّنِي مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنْقِي الْقَوْمَ الْأَيُّضُ مِنَ الدَّنَسِ اللَّهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ. الْحَدِيثُ

تشریح از شیخ مدنی۔ امام مالکؒ تکبیر کے بعد نہ بسم اللہ کے قائل ہیں نہ تَعُوذُ کے اور نہ ہی سبحانک اللهم کے۔ اگر

کوئی پڑھ لے تو جائز کہتے ہیں امام شافعیؒ اور امام اعظمؒ دعا افتتاح تَعُوذُ بِسْمِ اللّٰهِ کی سنیت کے قائل ہیں۔ پھر دعا افتتاح میں اختلاف ہے کہ امام اعظمؒ سبحانک اللهم الخ کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور امام شافعیؒ توجیہ یعنی انی و جہت و جہی الخ کو ترجیح دیتے ہیں۔ امام بخاریؒ کا مسلک امام مالکؒ کا مسلک معلوم ہوتا ہے۔ اور باب کی پہلی روایت ان کا مستدل ہے کہ انہو تفتحون الصلوة الخ میں اس کی یہ توجیہ کی جاتی ہے کہ لا یفتحون القراءة لیکن امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میں حقیقی معنی مراد لیتا ہوں مجازی نہیں لیتا۔ پھر جمہور کی طرف سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ ابھی تو تم الفتح بالصلوة بالتکبیر کہہ چکے ہو۔ پھر اس کا انکار کیسے کرنے لگے۔ تو جواب دیا جاتا ہے کہ تکبیر تو

جزء خارج صلوة ہے۔ جزء داخل نہیں ہے۔ چنانچہ ایک جماعت تکبیر کو شرط کہتی ہے۔ شرط نہیں کہتی۔ لیکن مصنف نے جیسے یہ روایت ذکر کی ایسے باب کے اندر دوسری روایت بھی ذکر کر دی۔ جس میں ہے لیسکت بین التکبیر والقرأة اسکاتة اس کو مصنف جواز پر محمول کرتے ہیں۔ اور آپ کے پہلے فعل کو دوام پر محمول کرتے ہیں۔ یا اسے فرائض پر۔ اور دوسری روایت کو نوافل پر محمول کرتے ہیں۔ بہر حال مصنف امام مالک کے ساتھ ہیں۔

تشریح از شیخ زکریا۔ حضرت امام بخاری کے اصول میں سے معلوم ہو چکا ہے کہ جہاں روایات میں قوی اختلافات ہوں وہاں امام بخاری کوئی حکم نہیں لگایا کرتے۔ یہاں بھی اختلافات روایات صحیحہ کی بنا پر کوئی حکم نہیں لگایا روایتیں دونوں طرح کی ذکر فرمائی ہیں حضرت انسؓ کی روایت ذکر کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ نہ پڑھے۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت بھی ذکر فرمائی جو دلالت ہے کہ حضور اکرم ﷺ پڑھتے تھے۔ بہر حال یہاں بھی بہت اختلاف ہے۔ اول اختلاف یہ ہے کہ تکبیر کے بعد کچھ پڑھے یا نہ پڑھے۔ مالکیہ کے نزدیک سوائے الحمد لله کے کچھ نہ پڑھے۔ اور جمہور فرماتے ہیں کہ پڑھے اور اس میں ایک دوسرا اختلاف جو اسی پر مبنی ہے یہ ہو گیا کہ تَعُوذُ پڑھے یا نہ پڑھے۔ جمہور کے نزدیک پڑھے اور امام مالک کے نزدیک اسی اصل کے موافق کے معاً تکبیر کے بعد الحمد سے شروع کرے کچھ نہ پڑھے۔ اب جبکہ جمہور کے نزدیک پڑھے گا تو اس کے الفاظ کیا ہوں گے۔ صاحب ہدایہ کی رائے ہے کہ قرآن مجید میں چونکہ فاستعذ بالله استعاذہ وارد ہوا ہے۔ لہذا تبعاً للقرآن استعاذہ پڑھے گا۔ اور ہمارا دوسرا قول یہ ہے کہ اَعُوذُ بِاللّٰهِ پڑھے۔ حنابلہ کے یہاں دونوں روایتیں ہیں۔ صاحب ہدایہ جیسا بھی اور اَعُوذُ بِاللّٰهِ والی بھی۔ پھر اسی میں اختلاف ہے کہ تَعُوذُ فَنَاءُ کے تابع ہے یا قرأة کے تابع ہے۔ دونوں قول میں ثمرہ اختلاف مثلاً عیدین ہیں۔ نکلے گا ان لوگوں کے نزدیک جو کہتے ہیں کہ قرأة کے تابع ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ تکبیرات زوائد کے بعد پڑھے اور جو ثناء کے تابع ہونے کے قائل ہیں وہ فرماتے ہیں کہ تکبیرات سے قبل پڑھے۔ پھر اس میں اختلاف ہے کہ پہلی رکعت میں یا ہر رکعت میں۔ اور پھر جب تَعُوذُ پڑھے گا تو کہاں پڑھے گا۔ جمہور کے نزدیک قرأة سے پہلے اور بعض ظاہر یہ کے نزدیک قرأة کے بعد اور اِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ سے استدلال ہے کہ استعاذہ کو معقب بقاء التعقیب کیا ہے۔ نیز قرأة قرآن سے جو فخر پیدا ہوا تو اس سے استعاذہ کرے۔ اور جمہور فرماتے ہیں کہ ہمیں روایات سے معلوم ہو گیا کہ قرأة سے پہلے ہونا چاہیے۔ اسی طرح یہ بھی اختلاف ہے کہ بسملہ پڑھے یا نہ پڑھے۔ مالکیہ کے نزدیک نہ پڑھے۔ جمہور میں پھر اس میں اختلاف ہے کہ جہراً پڑھے۔ یا سرّاً امام شافعی کے نزدیک جہراً پڑھے۔ اور حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک سرّاً پڑھے۔ پھر اس کی حقیقت کیا ہے۔ جزء فاتحہ ہے یا نہیں۔ احناف کے نزدیک جزء نہیں ہے۔ شوافع کے نزدیک جزء ہے۔ اور حنابلہ کے نزدیک دونوں قول ہیں۔ ایک قول ہمارے ساتھ کا ہے اور دوسرا شوافع کے موافق ہے مگر باوجود اس جزئیت کے قول کے پھر بھی بہر حال سرّاً پڑھے گا۔ پھر اس میں اختلاف ہے کہ سورۃ کے ساتھ پڑھے یا نہ پڑھے اسی طرح فناء پڑھے یا نہ پڑھے۔ مالکیہ نزدیک بالکل نہ پڑھے یہ لوگ حضرت انسؓ کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نماز قرأة کی ابتداء الحمد مقرب العالمین سے فرماتے تھے معلوم ہوا اس سے پہلے کچھ نہ پڑھتے تھے جمہور فرماتے ہیں کہ

دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ پڑھنا چاہیے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ کی روایت اس پر دلیل ہے۔ کیونکہ انہوں نے حضور انور ﷺ سے پوچھا تھا اسکا تک بین التكبير والقرأة اب کیا پڑھے حنفیہ کے نزدیک ثناء یعنی سبحانك اللهم الخ پڑھے۔ یہی حنبلیہ کا مسلک ہے۔ ان قیم نے زاد المعاد کے اندر اس دعا کے لئے دس وجوہ ترجیح بیان فرمائی ہیں۔ چنانچہ انہی میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ حضرت امیر المؤمنین عمر بن الخطابؓ اس کو منبر پر بمحضر من الصحابه لوگوں کو یاد کر لیا کرتے تھے۔ اور شافعیہ کے یہاں دعا توجیہ انی وجہت وجہی الخ اور امام ابو یوسف سے جمع منقول ہے۔ پھر اس میں جو انا اول المسلمین ہے ایسے ہی پڑھے یا ان من المسلمین پڑھے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ انا اول المسلمین کذب ہے اور مفسد صلوة ہے۔ ہماری کتابوں میں بھی یہ قول نقل کیا گیا ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ انا اول المسلمین لان رسولی اول المسلمین ہر جگہ حضرت انسؓ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں اور جمہور جواب دیتے ہیں کہ چونکہ ثناء نعوذ اور تسمیہ سر ہوتا ہے اس لئے اس کو سنتے نہیں تھے۔ بلکہ الحمد لله سے سنتے تھے۔ لہذا اسی کو نقل کیا۔ اللهم اغسل خطایا الخ یہاں اشکال ہوتا ہے کہ جب کپڑا میلا ہوتا ہے تو وہ گرم پانی سے زیادہ صاف ہوتا ہے۔ اور یہاں ثلج اور برد سے دھونے کی دعا فرما رہے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دعا اس مادی میل کے ازالہ کے لئے نہیں بلکہ غیر مادی میل کے ازالہ کے لئے ہے جو جنم کا سبب ہے۔ لہذا جس قسم کا دنس ہے اسی قسم کا پانی بھی اس کے لئے چاہیے۔

ترجمہ۔ حضرت اسہانت اہلی بحرؓ فرماتی ہیں کہ جناب

نبی اکرم ﷺ نے کسوف سورج گرہن کی نماز پڑھائی۔ چنانچہ آپ کھڑے ہوئے تو قیام کو لہا فرمایا پھر رکوع کیا تو رکوع کو لہا کر دیا۔ پھر کھڑے ہوئے تو قیام کو لہا کیا۔ پھر رکوع کیا تو رکوع کو لہا کر دیا پھر سر اٹھایا اور سجدہ میں گئے۔ تو سجدہ کو لہا کر دیا۔ پھر سر کو اٹھایا پھر سجدہ کیا۔ اور اس کو بھی لہا کیا۔ پھر کھڑے ہو کر قیام فرمایا تو قیام کو لہا کیا۔ پھر رکوع کیا اور رکوع کو لہا کیا پھر سر اٹھایا اور قیام کو لہا کیا پھر رکوع کیا تو رکوع کو لہا کر دیا۔ پھر سر اٹھا کر سجدہ کیا اور سجدہ کو لہا کیا۔ پھر سر اٹھا کے سجدہ کیا تو سجدہ کو لہا کیا۔ پھر نماز سے فارغ ہو کر پھرے تو فرمایا کہ جنت میرے اتنی قریب ہو گئی کہ اگر میں جرأت کرتا تو اس کے خوشوں میں سے ایک خوشہ تمہارے لئے لے آتا۔ اور جہنم بھی میرے قریب ہوئی حتیٰ کہ میں نے کہا اے میرے رب

باب

حدیث (۷۰۲) حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ النَّعَمِيُّ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى صَلَاةَ الْكُسُوفِ فَقَامَ فَاطَّالَ الْقِيَامَ ثُمَّ رَكَعَ فَاطَّالَ التَّرْكَوْعَ ثُمَّ قَامَ فَاطَّالَ الْقِيَامَ ثُمَّ رَكَعَ فَاطَّالَ التَّرْكَوْعَ ثُمَّ رَفَعَ ثُمَّ سَجَدَ فَاطَّالَ السُّجُودَ ثُمَّ رَفَعَ ثُمَّ سَجَدَ فَاطَّالَ السُّجُودَ ثُمَّ رَفَعَ فَاطَّالَ الْقِيَامَ ثُمَّ رَكَعَ فَاطَّالَ التَّرْكَوْعَ ثُمَّ رَفَعَ فَسَجَدَ فَاطَّالَ السُّجُودَ ثُمَّ رَفَعَ ثُمَّ سَجَدَ فَاطَّالَ السُّجُودَ ثُمَّ أَنْصَرَفَ فَقَالَ قَدْ دَنَّتْ مِنِّي الْجَنَّةُ حَتَّىٰ لَوْ اجْتَرَأْتُ عَلَيْهَا الْجَنَّتُكُمْ بِقَطَافٍ مِّنْ قَطَافِهَا وَدَنَّتْ مِنِّي النَّارُ حَتَّىٰ قُلْتُ أَيُّ رَبِّ أَوْ

کیا میں بھی ان کے ساتھ ہوں۔ اچانک دیکھتا کیا ہوں کہ عورت ہے۔ میرا گمان یہ ہے کہ فرمایا ایک بلی اس کو خراشیں ڈال رہی ہے۔ میں نے کہا کہ اس کا یہ حال کیوں ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ اس عورت نے اس بلی کو روک رکھا تھا۔ یہاں تک کہ وہ

أَنَا مَعَهُمْ فَإِذَا امْرَأَةٌ حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَتْ تَحْدِثُهَا هِرَّةٌ قُلْتُ مَا شَأْنُ هَذِهِ قَالُوا حَبَسَتْهَا حَتَّى مَاتَتْ جُوعًا لَا أَطْعَمْتُهَا وَلَا أَرْسَلْتُهَا تَأْكُلُ قَالَتْ نَافِعٌ حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَتْ مِنْ خَشْيَةِ الْأَرْضِ أَوْ خَشَا شَا.....

بھوکی مر گئی ہے نہ اس کو کھلاتی تھی اور نہ ہی اس کو چھوڑتی تھی کہ زمین کے گھاس پھوس میں سے کھاتی۔ خشیش فرمایا خششا فرمایا مطلب ایک ہے۔

تشریح از شیخ مدنی۔ اس روایت کو بعض کتابوں میں بغیر باب کے ذکر کیا ہے۔ اور بعض باب تولائے مگر ترجمہ ذکر نہیں

کیا۔ جس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ تشحید الاذہان ہے۔ یا کالفصل من الباب السابق کے ہے۔ مگر جب کتابوں میں بغیر باب کے ذکر کیا گیا ہے اس صورت میں زیادہ اشکال ہوتا ہے۔ کہ اس میں با القراءۃ بعد التکبیر کا کہیں سے ثبوت نہیں ہوتا۔ اس کے کئی جوابات ہیں۔ ۱۔ آپ نے اثناء صلوة میں دعا کی۔ ای رب اذا انا معہم ای انت معذبہم وانا معہم توجب دعا معلوم ہوئی تو اگر کوئی ایتر اصلوۃ میں دعا کرے تو جائز ہے۔ اور بعض نے کہا قیام کا طویل کرنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپ نے دعا الفتح پڑھی ہے۔ مگر یہ دونوں توجیہ میں نہیں چلتیں۔ کیونکہ اطالت قیام تو اس کے بعد بھی ہے۔ اور رکوع میں بھی اطالت ہے۔ اور ایسے اثناء صلوة میں دعا کرنے پر استدلال کرنا یہ بھی تکلف سے خالی نہیں۔ کیونکہ خصوصیت کوئی معلوم نہیں ہوتی۔ البتہ اگر تم باب منعقد کر لیتے تو پھر کوئی تکلف نہ ہوتا۔ تو بعض نے کہا کہ یہاں سے صلوة میں اطالت رکوع کے جواز کو ثابت کرنا ہے۔ باب یہی تھا مصنف نے ہماری آزمائش کے لئے اسے ذکر نہیں کیا۔ دوسرا اشکال یہ ہے کہ جب آپ کو یقین ہے کہ میری موجودگی میں عذاب نازل نہیں ہوگا پھر آپ ای رب اذا انا معہم کیوں فرماتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بعض احکام ایسے نازل ہوتے ہیں کہ ان میں شرائط مخفی ہوتے ہیں۔ اگرچہ بظاہر عموم اور اطلاق معلوم ہوتا ہے تو ایسے یہاں بھی آپ کو عدم ایتنان عذاب کی قطعیت میں شبہ تھا۔ جیسے لا یکلف اللہ نفسا الخ کے بعد فرماتے ہیں ربنا ولا تحملنا مالا طاقتہ لنا بہ کہا جاتا ہے۔ تو آپ کو شبہ ہوا کہ ممکن ہے کہ وعدہ مقید بشرط ہو، ہم اس کو مطلق سمجھ بیٹھے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جب باری تعالیٰ کوئی وعدہ کر لیں تو ان کو کوئی مجبور کرنے والا نہیں۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ دنیا میں تو قبول کی گئی مگر حضرت آدم کو قیامت کے دن ڈر ہوگا اور شفاعت کبریٰ سے انکار کر دیں گے۔ ایسے باقی انبیاء بھی انکار کریں گے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اگر باری تعالیٰ کوئی وعدہ فرمائیں تو اس کی وجہ سے وہ مجبور نہیں ہوتے۔ جب دنیا میں معمولی بادشاہ اپنے عہود اور مواثیق پر اپنی اتنی قدرت متلاتے ہیں تو کیا باری تعالیٰ اپنے وعدہ کے توڑنے پر قادر نہیں ہیں۔ یقیناً قادر ہیں۔ اس لئے آپ کو خداوندی جلال کے مقابلہ میں التجا کرنی پڑے گی۔ کیونکہ نزدیکیاں رایتش بود حیرانی ان اللہ لا یخلف المیعاد کا فرمان ہے۔ تو ادھر ان اللہ علی کل شیء قدید بھی موجود ہے۔

(اسی کو امکان کذب سے تعبیر کیا جاتا ہے)

تشریح از شیخ زکریا - یہ باب بلا ترجمہ ہے اس قسم کا باب سابق سے فی الجملہ لاحق اور فی الجملہ دور ہوتا ہے۔ روایت

اس میں کسوف کی ذکر فرمائی ہے اور وجہ مناسبت میں اختلاف ہے۔ علامہ یعنی "فرماتے ہیں کہ فاطال القیام سے مایقراء بعد التکبیر ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اطالت قیام دعائی کی وجہ سے تو ہوئی۔ مگر چونکہ یہ لفظ نص فی الدعاء نہیں تھا اس لئے باب بلا ترجمہ سے فصل کر دیا۔ مگر ثابت کرنا اسی دعا کو ہے۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ نماز ساری محل دعا ہے۔ اور حضور اقدس ﷺ آیت رحمت پر دعا اور آیت عذاب پر پناہ چاہتے تھے۔ اور اس میں دعا رب اذانا معہم فرمایا اور یہ بھی دعا ہے۔ تو امام بخاری نے اس کی طرف اشارہ فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ نے رب وانا معہم کہہ کر دعا فرمائی۔ یعنی ابھی تک میں موجود ہوں تو یہ عذاب کیسا! لہذا عذاب اٹھا لیجئے لہذا دعا ثابت ہو گئی۔ اور بعض مشائخ علماء کی رائے ہے کہ باب سابق میں دو طرح کی روایات ذکر فرمائی ہیں ایک روایت میں قرأت سے قبل کچھ پڑھنا معلوم ہوتا ہے۔ اور دوسری سے نہیں۔ تو یہ باب ذکر فرما کر اشارہ فرمایا اس روایت کے مضمون کے موافق جس سے ثناء وغیرہ کا پڑھنا معلوم ہوتا ہے اس بات کی طرف کہ بعد التکبیر میں انحصار نہیں ہے۔ بلکہ وسط میں بھی پڑھ سکتا ہے۔ اور بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ باب ما یقراء بعد التکبیر میں ایک روایت حضرت انسؓ کی ذکر کی ہے کہ الحمد لله سے شروع کرے اور دوسری روایت حضرت ابو ہریرہؓ کی ہے دعا والی۔ یہاں باب باندھ کر ختم سورہ کی طرف اشارہ کر دیا۔ چونکہ تکبیر کے بعد یہ بھی ہوتا ہے۔ مگر اس کے زمان کے تاخیر کی طرف الگ باب باندھ کر اشارہ فرمایا کہ ضم الحمد اور دعا مؤخر ہے۔ اور امام بخاری نے باب سابق سے دعا کا اثبات کیا ہے توجیہ اور ثناء والی روایات تو ان کی شرط کے مطابق ہی نہیں ہیں۔ اسی رب اذانا معہم حضور اقدس ﷺ نے وانا معہم کہہ کر اس وعدہ کی طرف اشارہ فرمایا۔ وماکان اللہ معذبہم وهم یستغفرون اوانت فیہم میں فرمایا تھا کہ ابھی تو میں انہی میں ہوں اور آپ یہ وعدہ فرما چکے ہیں کہ تمہارے ہوتے ہوئے میں ان کو عذاب نہیں دوں گا۔ آخر یہ کیا ہے یہ دعا بھی ہوئی سوائے دعا اول کے۔ اور وسط میں ہوئی خشاش کیڑے کوڑے۔ ضم سورت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے باب منعقد کرنا صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ ابو اب القراءۃ تو مستقل آگے آرہے ہیں۔ بلکہ اس باب کی غرض یہ ہے کہ بعد التکبیر قبل القراءۃ تین دعائیں پڑھی جاتی ہیں۔ ایک ثناء دوسرے تعوذ تیسرے تسبیہ تو ان دونوں باؤں سے ان تین اشیا کو ثابت کرنا مقصود ہے۔ نیز اول باب سے یہ ثابت کیا کہ شروع قراءۃ کے اندر دعا وغیرہ پڑھنی چاہئے۔ اور دوسرے باب لا کر اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ اگر درمیان قراءۃ کے بھی دعا کرے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ بلکہ وسعت ہے۔ اللہم باعد بینی و بین خطایا ی مشہور قول ہے کہ حضور اقدس ﷺ کا یہ پڑھنا تعلیم امت کیلئے تھا۔ لیکن میرا خیال یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی خطاؤں اور ہماری خطاؤں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ جیسا کہ عبداللہ بن ام مکتوم والے واقعہ میں ڈانٹ پڑ گئی۔ اور عیس و نولمی نازل ہوئی اسی طرح اسارہ بدر کے بارے میں ڈانٹ پڑی۔ اس قسم کی چیزیں عصمت کے خلاف نہیں ہیں۔ لہذا ان کو ظاہر پر محمول کر کے حضور ﷺ کی خطاؤں میں شمار کیا جاسکتا ہے۔

ترجمہ - نماز میں امام کی طرف نظر اٹھانا حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے صلوٰۃ کسوف میں فرمایا کہ جنم کو میں نے دیکھا کہ اس کے شعلے ایک دوسرے کو توڑ رہے ہیں جبکہ تم نے مجھے پیچھے ہٹتے دیکھا۔

بَاب رَفَعِ الْبَصَرِ إِلَى الْإِمَامِ
فِي الصَّلَاةِ وَقَالَتْ عَائِشَةُ
قَالَ النَّبِيُّ ﷺ فِي صَلَاةِ الْكُسُوفِ
رَأَيْتُ جَهَنَّمَ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا
حِينَ رَأَيْتُمُونِي تَأْخِرْتُ

ترجمہ - حضرت ابو معمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت خباب بن الارتؓ سے پوچھا کہ کیا جناب رسول اللہ ﷺ ظہر اور عصر کی نماز میں قراۃ کرتے تھے۔ انہوں نے فرمایا ہاں۔ ہم نے پوچھا آپ لوگ یہ کیسے پہچانتے تھے۔ فرمایا آپ کی داڑھی کے پلٹنے کی وجہ سے۔

حدیث (۷۰۳) حَدَّثَنَا مُوسَى (الرخ) عَنْ
أَبِي مَعْمَرٍ قُلْنَا لِنَجَابٍ إِنْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ
يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ قَالَ نَعَمْ فَقُلْنَا بِمَ كُنْتُمْ
تَعْرِفُونَ ذَلِكَ قَالَ بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهِ. الحديث.

ترجمہ - حضرت براءؓ نے جو جمعے میں ہیں ہمیں حدیث میان کی کہ یہ لوگ جب نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے تو آپ رکوع سے سر اٹھاتے تو یہ لوگ اس وقت تک قیام میں رہتے تھے۔ جب تک کہ آپ کو دیکھتے تھے کہ آپ سجدہ کر رہے ہیں۔

حدیث (۷۰۴) حَدَّثَنَا حَبَّاجُ الرِّحَابِ سَمِعْتُ
عَبْدَ اللَّهِ بْنَ يَزِيدٍ يُخَطِّبُ قَالَ حَدَّثَنَا الْبَرَاءُ وَكَانَ
غَيْرَ كَذُوبٍ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا صَلُّوا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ
فَرَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ فَأَمَّا قِيَامًا حَتَّى يَرَوْهُ
قَدْ سَجَدَ الْحَدِيثُ

ترجمہ - حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں سورج بے نور ہوا تو حضور ﷺ نے نماز پڑھی صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم نے آپ کو اپنی جگہ پر کھڑے ہونے کی چیز کو پکڑتے دیکھا پھر ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ پیچھے ہٹ گئے۔ فرمایا میں نے جنت کو دیکھا تو اس سے ایک خوشہ لینے لگا۔ اگر میں اس کو پکڑ لیتا تو جب تک دنیا باقی رہتی اس وقت تک تم اس سے کھاتے رہتے۔

حدیث (۷۰۵) حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ (الرخ) عَنْ
عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى
عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ فَصَلَّيْتُ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ رَأَيْتَكَ
تَنَاوَلْتَ كَيْفًا فِي مَقَامِكَ ثُمَّ رَأَيْتَكَ تَكَعَّمَتُ
فَقَالَ الرَّبِّيُّ رَأَيْتُ الْجَنَّةَ تَتَنَاوَلَتْ مِنْهَا عُنُقُ ذَاوُلُو
أَخَذَتْهُ لَا كَلِمَةَ مِنْهُ مَا بَقِيَتْ الدُّنْيَا. الحديث

حدیث (۷۰۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ الْعَنْبَرِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ صَلَّى لَنَا النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ رَفَعَى الْمِنْبَرَ فَأَشَارَ بِيَدَيْهِ قَبْلَ قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ الْأَنْ مُنْذُ صَلَّيْتُ لَكُمْ الصَّلَاةَ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ مُمَثِّلَتَيْنِ فِي قِبْلَةِ هَذَا الْجِدَارِ فَلَمْ أَرَ كَالْيَوْمِ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ لَوْلَا نَأَى الْحَدِيثِ

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی پھر منبر پر چڑھ کر اپنے دونوں ہاتھوں سے مسجد کے قبلہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ میں نے ابھی جبکہ تمہیں نماز پڑھا رہا تھا جنت اور دوزخ کو دیکھا جن کی اس دیوار کے قبلہ میں تصویریں بنادی گئی تھیں۔ پس میں نے آج کے دن جیسا کوئی دن نہیں دیکھا۔ جس میں خیر اور شر دونوں جمع ہوں یہ تین مرتبہ فرمایا۔

تشریح از شیخ مدنی۔ حین رایتھونی تا حوت الخ اس اثر میں تورویہ مقتدیوں کی مذکور ہے۔ مگر آخری روایت سے یہ چیز ثابت نہیں ہوتی۔ جواب یہ ہے کہ آپ نے جب دیوار میں جنت و نار کو دیکھا تو یہ دیوار آپ کا مرئی ہوئی۔ اس کی طرف دیکھنے سے جب فساد فی الصلوٰۃ لازم نہیں آتا تو امام بھی صفوف کی بنسبت اسی طرح ہوتا ہے تو اس کی طرف دیکھنا بھی مفسد صلوٰۃ نہ ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ بعض شراح کی رائے یہ ہے کہ امام حاریؒ کی غرض یہ ہے کہ امام اور جدار قبلہ کی طرف رفع ہنر جائز ہے۔ اور آسمان کی طرف جائز نہیں جیسا کہ اگلے باب میں آ رہا ہے تو پہلے باب سے جواز اور دوسرے سے کراہت ثابت فرمائی۔ مگر میرے نزدیک امام حاریؒ نے پہلے باب سے اختلاف کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ کہ مقتدی کی نظر کہاں ہو۔ جمہور کے نزدیک موضع سجود پر لا نہ غایۃ الخشوع اور التوجیہ کے نزدیک امام کی طرف ہونی چاہیے اس لئے کہ اس کی وجہ سے اس کے انتقالات کا علم ہوتا رہے گا۔ راہت جہنم اس سے استدلال فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ نے جنم کو متمثل فی الجدار دیکھا۔ دیکھنا ثابت ہو گیا۔ حین رایتھونی بعض نے اس سے استدلال کیا ہے کہ جب انہوں نے امام کو دیکھا تو نظر الی الامام ثابت ہو گیا۔ ہم کہتے ہیں کہ قرآنہ صحابہؓ میں سے بعض جیسے ابن عباسؓ فرماتے تھے کہ سر یہ میں قرأت نہیں ہے اور اکثر فرماتے تھے کہ قرأت ہے۔ اس لئے اس کے متعلق سوال ہو اگر تا تھا کہ قرأت ہے یا نہیں۔ چنانچہ حضرت خباب ابن الارتؓ سے بھی پوچھا گیا۔ تو جواب دیا کہ ہاں قرأت کرتے تھے۔ اس پر مسائل نے پوچھا کہ تمہیں کیسے پتہ چلتا تھا تو فرمایا کہ باظطراب لہجہ داڑھی کے ہلنے کی وجہ سے۔ مگر یہ دلیل تام نہیں ہے۔ اس لئے کہ ممکن ہے کہ دعا کی وجہ سے ہو مگر حضرت ابو قتادہؓ کی روایت سے معلوم ہو گیا کہ قرأت کی وجہ سے اضطراب لہجہ ہوتا تھا۔ کیونکہ ان کی روایت میں ہے ویسمعنا احیاناً یعنی تعلیماً کبھی کبھی ہم کو سنایا کرتے تھے۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ آئین میں بھی رفع صوت تعلیماً احیاناً تھا۔ اور یہاں جو غرض ہے یعنی رفع الی الامام وہ اس طرح ثابت ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ کی طرف نظر اٹھائی جب ہی تو اضطراب لہجہ کو دیکھا۔

باب رَفَعِ الْبَصَرِ إِلَى السَّمَاءِ فِي الصَّلَاةِ

ترجمہ۔ نماز میں آسمان کی طرف نظر اٹھانا

ترجمہ۔ حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں حضرت انس بن مالکؓ نے ان کو حدیث سنائی کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا لوگوں کا کیا حال ہے کہ نماز میں اپنی نظریں آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں۔ اور اس بارے میں آپ کا فرمان سخت ہو گیا یہاں تک کہ فرمایا کہ لوگ اس کام سے رک جائیں۔ ورنہ ان کی آنکھیں اچک لی جائیں گی۔

حدیث (۷۰۷) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْخِزْمِيُّ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَا بَالُ أَقْوَامٍ يُرْفَعُونَ أَبْصَارَهُمْ إِلَى السَّمَاءِ فِي صَلَاتِهِمْ فَأَشْتَدُّ قَوْلُهُ فِي ذَلِكَ حَتَّى قَالَ لَيَنْتَهِنَنَّ عَنْ ذَلِكَ أَوْ لَيُخَطَفَنَّ أَبْصَارُهُمْ .. الحديث

ترجمہ۔ نماز میں ادھر ادھر جھانکنا کنکھنیوں سے دیکھنا

باب الْإِلْتِفَاتِ فِي الصَّلَاةِ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے نماز میں ادھر ادھر جھانکنے کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا یہ چھین لینا ہے۔ جس کو شیطان بدے کی نماز سے چھینتا ہے۔

حدیث (۷۰۸) حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ عَدُوٍّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْإِلْتِفَاتِ فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ هُوَ اخْتِلَاسٌ يَخْلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلَاةِ الْعَبْدِ .. الحديث ...

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ایک منقش چادر میں نماز پڑھی اور فرمایا کہ مجھے اس کے نقش و نگار نے مشغول رکھا۔ فرمایا اس کو بوجھم کے پاس لے جاؤ اور میرے پاس انجا بیہ چادر لے آؤ جس میں نقش و نگار نہیں ہیں۔

حدیث (۷۰۹) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى فِي نَخْمِصَةٍ لَهَا أَعْلَامٌ فَقَالَ كَسَعَلْنِي أَعْلَامٌ هَذِهِ أَذْهَبُوا بِهَا إِلَى أَبِي جَهْمٍ وَأَتُونِي بِأَنْجَانِيَةِ .. الحديث

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ النفات فی الصلوة کی دو صورتیں ہیں۔ قبلہ کی طرف چہرہ رہے۔ مگر آنکھوں کے کنارے سے

ادھر ادھر دیکھا جائے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ قبلہ کی طرف سے چہرہ پھر جائے۔ پہلی صورت مکروہ تزییعی ہے۔ اور دوسری صورت ممنوع ہے۔ آپ نے اعلام یعنی نقش و نگار کو کنکھنیوں سے دیکھا۔ اس کو جمہور مکروہ تزییعی کہتے ہیں۔ اور اہل ظواہر حرام کہتے ہیں۔

وہ ترمذی کی روایت کو مستدل بناتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریا - خلاصہ یہ ہے کہ الطغات فی حد ذاته تو مکروہ ہے۔ اگر ضرورت ہو تو باب ثانی سے استثناء فرمایا۔

الطغات کی مختلف قسمیں ہیں ایک الطغات قلبی ہوتا ہے کہ قلب دوسری طرف متوجہ ہو جائے۔ اس الطغات کے ساتھ نماز درست ہو جائے گی۔ لیکن یہ اعراض من حضور اللہ شمار ہوگا۔ اور اکمال صلوٰۃ کے منافی ہوگا۔ دوسرے یہ کہ گوشہ چشم سے دیکھے یہ اڑل سے اخف ہے۔ تیسرا یہ ہے کہ گردن پھرا کر دیکھے۔ یہ اختلاس شیطان ہے۔ اور اس میں اوّل سے زیادہ کراہت ہے۔ اور چوتھے یہ کہ سینہ پھیر کر دیکھے۔ یہ مفسد صلوٰۃ ہے۔ لغوات الاستقبال کیونکہ استقبال قبلہ نہیں رہا اور اصل بات یہ ہے کہ کسی طرف الطغات نہ ہو نہ قلب سے نہ جو ارجح ہے۔ بلکہ استقبال کامل الی اللہ ہو۔ باب کی روایت میں وارد ہے شعلنی اعلام ہذہ حضور اقدس ﷺ سے اس قسم کے جتنے افعال منقول ہیں وہ ہمارے لئے خلاف اولیٰ ہیں۔ لیکن حضور اکرم ﷺ کے لئے اس میں ثواب ہے۔ کیونکہ اس طرح سے حضور انور ﷺ نے تعلیم فعلی کی ہے۔ اور طبع ما انزل الیک کی تکمیل ہے۔ جیسے مؤطا میں حضور اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے۔ انی لانسى ولكن انسى میں بھولتا نہیں ہوں بھلوا دیا جاتا ہوں۔ اور جن افعال کا صدور شان نبوت کے منافی تھا ان کا صدور صحابہ کرامؓ سے کر لیا گیا جیسے زنا وغیرہ ان امور کے لئے صحابہ کرامؓ نے اپنے آپ کو نکوئی طور پر پیش کیا۔ لہذا ہمیں ان صحابہؓ کے متعلق ذرا سا شبہ کرنا بالکل غیر مناسب اور حکماً ناجائز ہے۔

ترجمہ۔ کیا کسی ایسے معاملہ کے لئے جو اچانک پیش آجائے یا کسی چیز کو دیکھے یا کھنگار قبلہ کی طرف دیکھے تو کیا ان امور کے لئے ادھر ادھر دیکھ سکتا ہے۔ حضرت سہلؓ فرماتے ہیں کہ ابو بکرؓ ادھر متوجہ ہوئے تو جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔

باب هَلْ يَلْتَفِتُ لِأَمْرٍ يَنْزِلُ بِهِ
أَوْ يَرَى شَيْئًا أَوْ بَصَاقًا فِي الْقِبْلَةِ
وَقَالَ سَهْلٌ النَّبِيُّ أَبُو بَكْرٍ
فَرَأَى النَّبِيَّ ﷺ -

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے کھنگار کو مسجد کے قبلہ کی طرف دیکھا جبکہ آپ لوگوں کے آگے کھڑے ہو کر نماز پڑھا رہے تھے تو آپ نے اسے چھیل کر زائل فرمایا پھر جب نماز سے فارغ ہو کر پھرے تو فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی ایک نماز کے اندر

حدیث (۷۱۰) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَخْرُجُ إِلَى الْمَسْجِدِ وَهُوَ يُصَلِّي بَيْنَ يَدَيْ النَّاسِ فَحَتَّهَا ثُمَّ قَالَ حِينَ أَنْصَرَفَ إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا كَانَ فِي الصَّلَاةِ فَإِنَّ اللَّهَ قَبَلَ وَجْهَهُ فَلَا يَتَّخِمَنَّ

أَحَدٌ قَبْلَ وَجْهِهِ فِي الصَّلَاةِ الْحَدِيثُ....

ہو ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے سامنے چہرہ کی طرف ہوتے ہیں

بس تم میں سے کوئی بھی نماز کے اندر اپنے سامنے کی طرف نہ تھو کے۔

حدیث (۷۱۱) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ الْخ

أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ بَيْنَمَا الْمُسْلِمُونَ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ لَمْ يَفْجَاهُمْ إِلَّا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ كَشَفَ سِتْرَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ فَظَرَ إِلَيْهِمْ وَهُمْ صُوفٌ فَتَبَسَّمَ يَضْحَكُ وَنَكَصَ أَبُو بَكْرٍ عَلَى عَقْبَيْهِ لِيَصِلَ لَهُ الصَّفَ فَظَنَّ أَنَّهُ يُرِيدُ الْخُرُوجَ وَهُمْ الْمُسْلِمُونَ أَنْ يَفْتَتِنُوا فِي صَلَاتِهِمْ فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ أَيْمَانًا صَلَاتِكُمْ وَأَرْخَى السِّتْرَ وَتَوَفَّى مِنْ آخِرِ ذَلِكَ الْيَوْمِ . الْحَدِيثُ ...

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ اس اثنا میں کہ مسلمان فجر کی نماز میں تھے کہ اچانک جناب رسول اللہ ﷺ نمودار ہوئے کہ حضرت عائشہؓ کے حجرہ کا پردہ کھولا تو مسلمانوں کو صوفیں باندھے ہوئے دیکھا مسکراتے ہوئے ہنس پڑے۔ حضرت ابو بکرؓ اپنی ایزیدوں پر پیچھے ہوئے تاکہ آپؐ کی وجہ سے صف میں مل جائیں۔ ان کا گمان یہ تھا کہ حضور اکرم ﷺ باہر تشریف لانے کا ارادہ فرما رہے ہیں اور مسلمانوں نے قصد کر لیا کہ اپنی نماز میں فتنہ میں مبتلا ہو جائیں کہ کہیں نماز نہ توڑ دیں۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف اشارہ فرمایا کہ اپنی اپنی نماز پوری کرو پردہ لٹکایا اور واپس چلے گئے اور اس دن کے آخری حصہ میں آپؐ کی وفات ہو گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون..

تشریح از شیخ مدنی۔ امام حثاری نے حج کی صورت بیان کی ہے۔ کہ اگر کسی امر عارض کی وجہ سے التفات ہو تو اس کی

ممانعت نہیں ہے۔ اور بغیر ضرورت کے التفات کرنا جو مغل فی التوجہ ہو یہ ممنوع ہے۔ یہ تطبیق کی صورت اچھی ہے مگر پہلی روایت پر اشکال ہے۔ کہ فحشہا کے الفاظ سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں چھیلا گیا۔ اور یہ فعل ممنوع فی الصلوٰۃ ہے۔ تو ہنص نے کہا کہ یہ فعل قلیل تھا۔ مگر کہا جائے گا کہ جہاں آپؐ کھڑے ہوئے تھے وہاں تو جمیل نہیں سکتے ضرور دو چار قدم آگے بڑھے ہوں گے لکڑی وغیرہ لے کر پھر چھیلا ہو گا تو اس سارے عمل سے فعل کثیر کا نہ ہونا سمجھ میں نہیں آتا۔ تو دوسری توجیہ اچھی معلوم ہوتی ہے کہ فحشہا وقال میں تنازع فعلین واقع ہوا ہے۔ انصراف کے وقت آپؐ نے کچھ چھیلا پھر اس کے بعد فرمایا۔ اب کوئی اشکال نہ ہوگا۔

ترجمہ۔ قرآنہ امام اور مقتدی کیلئے سب نمازوں میں

واجب ہے خواہ حضر ہو یا سفر ہو خواہ جہری نماز ہو یا سری یعنی جہرا قرأت کی جاتی ہے یا آہستہ پڑھی جاتی ہے۔

باب وَجُوبِ الْقِرَاءَةِ لِلْإِمَامِ

وَالْمَأْمُومِ فِي الصَّلَاةِ فِي الْحَضْرِ وَالسَّفَرِ وَمَا يُجْهَرُ فِيهَا وَمَا يُخَافُ -

ترجمہ۔ حضرت جلد بن سمرہؓ فرماتے ہیں کہ کوفہ والوں نے حضرت سعدؓ کی شکایت حضرت عمرؓ سے کی تو حضرت عمرؓ نے ان کو معزول کر دیا اور ان کی جگہ حضرت عمارؓ کو گورنر بنایا کوفہ والوں نے جہاں اور شکایات کیں ان میں ایک یہ شکایت بھی ذکر کی کہ وہ نماز اچھی طرح نہیں پڑھتے۔ حضرت عمرؓ نے قاصد بھیج کر انہیں بلوایا۔ پوچھا اے ابو اسحاق یہ حضرت سعدؓ کی کنیت ہے کہ یہ کوفہ والے کہتے ہیں کہ آپ ان کو نماز بھی اچھی طرح نہیں پڑھتے۔ تو اس پر انہوں نے فرمایا کہ اللہ کی قسم میں تو ان کو جناب رسول اللہ ﷺ والی نماز پڑھتا رہا ہوں۔ جس میں میں نے کسی قسم کی کمی نہیں کی۔ چنانچہ میں ان کو عشاء کی نماز اس طرح پڑھاتا تھا کہ پہلی دو رکعتوں میں طوالت کرتا تھا اور آخری دو میں تخفیف کرتا تھا حضرت عمرؓ نے فرمایا اے ابو اسحاقؓ میرا بھی آپ کے متعلق یہی گمان تھا۔ پھر ان کے ساتھ ایک یا بہت سے آدمی کوفہ کی طرف بھیجے جو کوفہ والوں سے حضرت سعدؓ کے متعلق سوال کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے کوئی مسجد نہ چھوڑی جس کے مکان سے ان کے متعلق سوال نہ کیا ہو۔ سب لوگوں نے آپ کے متعلق نیکی کے ساتھ تعریف کی یہاں تک کہ قبیلہ بنو عس کی مسجد میں پہنچے تو ان میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا جس کا نام اسامہ بن قنادہ تھا جس کی کنیت ابو سعده تھی تو اس نے کہا جب آپ نے ہم سے قسم دے کر پوچھا ہے۔ تو بات یہ ہے کہ حضرت سعدؓ جہاد میں نہیں چلتے۔ غنیمت کا مال بردار تقسیم نہیں کرتے۔ اور قضا اور فیصلہ میں عدالت انصاف نہیں کرتے۔ جس پر حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ میں بھی اس کیلئے تین بددعا میں کرتا ہوں۔ اے اللہ اگر تیرا یہ بندہ مجھ سے

حدیث (۷۱۲) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ أَبِي عَمْرٍو عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمْرَةَ قَالَ قَالَ شَكِيَّ أَهْلُ الْكُوفَةِ سَعْدًا إِلَى عُمَرَ فَعَزَلَهُ وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْهِمُ عَمَّارَ الشَّكْرِيَّ حَتَّى ذَكَرُوا أَنَّهُ لَا يُحْسِنُ يُصَلِّي فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ فَقَالَ يَا أَبَا اسْحَاقَ إِنَّ هَؤُلَاءِ يَزْعُمُونَ أَنَّكَ لَا تُحْسِنُ تُصَلِّي قَالَ أَمَا أَنْتَ اللَّهُ فَإِنِّي كُنْتُ أَصَلِّي بِهِمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مَا أَخْرِمُ عَنْهَا أَصَلِّي صَلَاةَ الْعِشَاءِ فَأَرْكُدُ فِي الْأُولَيَيْنِ وَأُخِفُّ فِي الْأُخْرَيَيْنِ قَالَ ذَلِكَ الظَّنُّ بِكَ يَا أَبَا اسْحَاقَ فَأَرْسَلَ مَعَهُ رَجُلًا أَوْرَجَالَ إِلَى الْكُوفَةِ يَسْأَلُ عَنْهُ أَهْلَ الْكُوفَةِ وَلَمْ يَدْعُ مَسْجِدًا إِلَّا سَأَلَ عَنْهُ وَيَتَوَدَّدُونَ عَلَيْهِ مَعْرُوفًا حَتَّى دَخَلَ مَسْجِدًا لِبَنِي عَبْسٍ فَقَامَ رَجُلٌ مِنْهُمْ يُقَالُ لَهُ أُسَامَةُ بْنُ قَنَادَةَ يُكْنَى أَبُو سَعْدَةَ فَقَالَ أَمَا إِذْ شَدَدْنَا لَكَ سَعْدًا كَانَ لَا يَسِيرُ بِالسَّرِيَّةِ وَلَا يَقْسِمُ بِالسَّرِيَّةِ وَلَا يُعْدِلُ فِي الْقَضِيَّةِ قَالَ سَعْدُ أَمَا وَاللَّهِ لَأَدْعُونَ بِثَلَاثِ اللَّهْمِ إِنْ كَانَ عَبْدُكَ هَذَا كَاذِبًا قَامَ رِيَاءً وَسَمْعَةً فَأَطَّلَ عُمَرُ وَأَطَّلَ فُقْرَهُ عَرَضَهُ بِالْفَتَنِ وَكَانَ بَعْدَ إِذَا سُئِلَ يَقُولُ سَمِعْتُ كَبِيرَ مَفْتُونٍ أَصَابَتْنِي دَعْوَةُ سَعْدِ قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ فَأَنَا رَأَيْتُهُ بَعْدَ قَدْ سَقَطَ حَاجِبَاهُ عَلَيَّ عَيْنِي مِنَ الْكِبَرِ وَإِنَّهُ لَيَتَعَرَّضُ لِلْجَوَارِي فِي الطَّرْفِ يَغْمِرُهُنَّ.....

محض دکھاوے اور شہرت کے لئے کھڑا ہوا ہے تو اس کی عمر لمبی فرما۔ اس کے فکر کو بھی لمبا کر دے اور اس کو فتنوں کا نشانہ بنا دے۔ چنانچہ اس کے بعد جب اس سے پوچھا جاتا تو کہتا تھا کہ میں بوڑھا اثرانت اور فتنوں میں مبتلا شخص ہوں جس کو حضرت سعدؓ کی بددعا لگ گئی ہے۔ عبدالملک راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے اسے دیکھا کہ بڑھاپے کی وجہ سے اس کے لہر دوونوں آنکھوں پر آپڑے تھے اور راستوں میں بھینٹ لڑکیوں سے چھیڑ چھاڑ کرتا تھا کہ ان کی چٹکیا کاٹتا تھا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ وجوب القراءۃ کا ایک طویل باب ہے اگر میں یوں کہوں کہ یہ بمنزلہ کتاب کے ہے تو صحیح ہوگا۔

اسلئے کہ قراءۃ میں کئی مسائل مختلف فیہا ہیں۔ لہذا میرے خیال میں ایک کلی باب بمنزلہ کتاب کے باندھ دیا۔ مسئلہ قراءۃ میں بائیس اختلافات ہیں۔ ان اختلافات کی وجہ سے ایک کلی باب باندھا۔ فی الصلوات کلبھا سے امام بخاریؒ نے حضرت ابن عباسؓ وغیرہ پر رد فرمایا ہے۔ اس لئے کہ وہ جھری میں تو قراءۃ کے قائل ہیں۔ سری میں نہیں بلکہ جب ان سے کہا گیا تو کہنے لگے خاموش رہو منہ نوج لوں گا۔ کیا حضور ﷺ ہم سے چھپادیں گے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ امام اور مقتدی دونوں پر ساری نمازوں میں قراءۃ واجب ہوئی۔ ائمہ اربعہ میں سے کسی کا مذہب نہیں یہ امام بخاریؒ کا مذہب ہے۔ ماموم پر تو ائمہ اربعہ میں سے کسی کے نزدیک بھی قراءۃ واجب نہیں۔ سوائے امام شافعیؒ کے دو قولوں میں سے ایک قول میں وجوب فاتحہ کے قائل ہیں۔ اور اس قول کے ساتھ ساتھ ان کے یہاں تصریح ہے کہ اگر امام جلدی سے رکوع میں چلا گیا اگر مقتدی قراءۃ فاتحہ میں مشغول ہوتا ہے تو نوات رکوع کا اندیشہ ہے یا مقتدی کو کوئی عذر پیش آجائے مثلاً اتنا معذور ہے کہ سجدہ سے اٹھ کر امام کے ساتھ قیام میں شریک ہونا چاہ رہا تھا۔ اتنے میں امام نے رکوع کر دیا تو شافیہ باوجود وجوب کے قول کے فرماتے ہیں کہ قراءۃ چھوڑ کر رکوع میں چلا جائے۔ امام ابو حنیفہؒ امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے کسی قول میں واجب نہیں۔ اب کیا ہے۔ احناف کے یہاں خلاف اولیٰ ہے اور مالکیہ کے یہاں سری میں اولیٰ ہے۔ حنبلیہ بھی یہی کہتے ہیں۔ مگر یوں کہتے ہیں کہ اگر جھری میں اتنا دور ہو کہ امام کی آواز نہ آتی ہو تو پڑھنا اولیٰ ہے۔ فی الحضر والسفر الخ۔ ابواب الوکوع تک سارے ابواب ہیں۔ اس باب کی مثالیں اور توضیحات ہیں۔ لہذا اب یہ اشکال نہ ہوگا کہ جہر فی المغرب کا باب کیوں باندھا حالاً صلوات الا بفاتحة الكتاب سے استدلال کیا گیا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اولاً تو روایت مضطرب ہے کما فی ابی داؤد اور اگر مان لیں تو یہ ہم پر وارد نہیں۔ اس لئے کہ دوسری جگہ ارشاد نبویؐ ہے کہ من کان له امام فقرأ الامام قراءۃ له کہ جس شخص کا امام ہو امام کی قراءۃ اس کی قراءۃ ہوگی۔ لہذا وہ قاری فاتحہ رہا۔ اس روایت کے بعض اسناد میں وما زاد بھی ہے اور ما زاد کی فرضیت کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ شکی اهل الکوفۃ سعدا یہ سعد بن ابی وقاصؓ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں ان کی طرف سے کوفہ کے گورنر تھے۔ کسی کو ان سے عناد ہوا اس نے دار الخلافہ میں حضرت عمرؓ کے یہاں جمع اہل کوفہ کی طرف سے شکایت لکھ بھیجی۔ حضرت عمرؓ کے یہاں خبر پہنچی۔ انہوں نے فوراً حضرت سعدؓ کو معزولی کا حکم بھیج دیا۔ اور ان کی جگہ حضرت عمار بن یاسرؓ کو عامل بنا کر بھیج دیا۔ اور حضرت سعدؓ کو طلب کر لیا۔ فقال یا ابا اسحاق یہ حضرت سعدؓ کی کنیت ہے۔ ما احرم ای ما انقص میں کمی نہیں کرتا۔ فار کد ای فاطول لمبا کرتا ہوں۔ قال ذالک الظن حضرت عمرؓ نے جب ان سے پوچھا کہ یہ اہل کوفہ تمہاری شکایت

کر رہے ہیں کہ تم اچھی طرح سے نماز نہیں پڑھتے ہو۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں تو ان کو حضور اکرم ﷺ کی نماز پڑھاتا ہوں یعنی جیسے حضور انور ﷺ پڑھایا کرتے تھے۔ اس پر کوئی کوتاہی نہیں کرتا۔ اولین میں قرآن طویل کرتا ہوں۔ اور آخرین میں اختصار کرتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے جب یہ سنا تو فرمایا ذاك الظن بك یعنی تمہارے ساتھ یہی گمان رکھتا ہوں کہ تم ایسا ہی کرتے ہو گے۔ اور بات یہی ہے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ عشرہ مبشرہ صحابہ میں سے ہیں۔ فاتح عراق اور اجل صحابہ اور حضور انور ﷺ کے ماموں ہیں یہاں اشکال یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے منہ پر تعریف کی۔ حالانکہ منہ پر تعریف کرنے کی ممانعت وارد ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت سعدؓ ناراض ہو گئے ہوں گے۔ لہذا حضرت عمرؓ نے اس وہم کو دفع فرمانے کے لئے ایسا فرمایا فارسل منہ رجلا اور رجالا ب تحقیق واقعہ کے لئے حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ کے ساتھ آدمی بچھہ کہ جا کر معلوم کریں کہ آخر بات کیا ہے۔ وہاں جا کر انہوں نے حضرت سعدؓ کے متعلق پوچھا اور کوئی مسجد نہیں چھوڑی جہاں انہوں نے تحقیق نہ کی ہو۔ اس لئے کہ حضرت سعدؓ امیر تھے۔ جمعہ کے دن لوگ جمع ہوتے ہی ہیں۔ ان کو حال معلوم ہوتا ہے۔ اور پہلے ایک ہی جگہ جمعہ ہوا کرتا تھا۔ اس زمانہ کی طرح نہیں جہاں چاہے جمعہ قائم کر دیا وہ لوگ حضرت سعدؓ کی تعریف کرتے تھے تحقیق کرتے کرتے مسجد بنو عبس میں پہنچے۔ وہاں بھی دریافت کیا تو ایک آدمی کھڑا ہوا اور ان سے کہا کہ جب تم قسم دلا کر پوچھتے ہو تو پھر سنو! اللہ کے نام کی عظمت کی وجہ سے کہتا ہوں کہ ان سعد لایسور بالسویۃ کہ حضرت سعدؓ خود جہاد کو نہیں جانتے اور اپنی جان چاتے ہیں ڈرتے ہیں۔ لایقسم بالسویۃ اور رباہ تقسیم نہیں کرتے۔ انہوں کو ترجیح دیتے ہیں ولا یعدل فی القضیۃ اور حق بات میں انصاف نہیں کرتے۔ قال سعد اما واللہ لادعون بثلث حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ اس نے مجھ پر تین الزام لگائے ہیں۔ اور میں ان کے مقابل میں تین بد دعائیں کرتا ہوں۔ اور پھر تین بد دعائیں دیں۔ اے اللہ اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہو۔ محض ریا اور سنانے کے لئے کھڑا ہوا ہے کہ میں نے تو حق بات حضرت سعدؓ کے مقابل میں بھی کہہ دی تو اس کی عمر طویل کر دے۔ اور اس کا فقر بڑھا دے۔ اور اس کو فتنوں سے دوچار کر دے۔ حضرت سعدؓ صحابہ میں مستجاب الدعوات مشہور تھے۔ حضرت سعدؓ کی بد دعا قبول ہوئی۔ اور اس شخص کی سخت پڑھاپے کی وجہ سے پلکیں جھک گئیں تھیں۔ فقر کی وجہ سے مانگتا پھر تا تھا۔ اور راستہ میں لڑکیوں کو چھیڑتا تھا۔ اور پھر ذلیل ہوا کرتا تھا۔ یہ تعویض بالفتن ہو گیا۔ چونکہ حضرت سعدؓ نے اپنی بد دعا کو ایک شرط کے ساتھ معلق کیا تھا کہ اگر یہ قائل کاذب ہو تو ایسا فرما اور دعا قبول ہو گئی۔ معلوم ہوا کہ وہ شخص کاذب تھا اور اس نے غلط الزام لگایا تھا اس کے بعد جب اس کا یہ حال ہو گیا تو جب لوگ دریافت کرتے تو کہتا تھا کہ حضرت سعدؓ کی بد دعا لگ گئی۔

جو! یہ بات یاد رکھو کہ اللہ کے قلوب کو اپنی طرف سے مکر نہ ہونے دو۔ ان کی طبیعت کو تمہاری طرف سے کوئی ملال نہ ہونے پائے۔ ورنہ اس کا اثر ایک نہ ایک دن ظاہر ہو کر رہتا ہے۔ میرے والد صاحب مرحوم کا جب انتقال ہو گیا تو بہت سے لوگ تعزیت کو آئے۔ ان میں ایک صاحب ایسے بھی آئے جن کو کشف قبور ہوا کرتا تھا۔ انہوں نے مجھے میرے والد صاحب مرحوم کی طرف سے بہت سے پیغامات پہنچائے۔ ان میں ایک یہ بھی تھا کہ اس سے کہہ دو کہ بزرگوں کا دل اپنی طرف سے بُر نہ ہونے دے اس لئے کہ دنیا میں

ان کی الٹی بھی سیدھی ہوتی ہے۔ میں نے کئی سال بعد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ سے پوچھا کہ یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ بزرگوں کی الٹی بھی سیدھی ہوتی ہے۔ آخر اس کا کیا مطلب ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ ناحق کو ترجیح دیں گے۔ انہوں نے فرمایا کہ ناحق کو کبھی ترجیح نہیں دیتے۔ ہوتا ہی ہے جو حق ہوتا ہے خواہ کتنا ہی بڑا بزرگ ہو۔ مگر بات یہ ہے کہ اہل اللہ کو جو کبھی ٹھکر ہو جاتا ہے اس کا اثر ہو کر رہتا ہے۔ چاہے جب کبھی ہو۔ ان کے قلب کو جو تکلیف پہنچتی ہے اس کا کسی نہ کسی دن اثر ظاہر ہوتا ہے۔

بیچ تو رہے راخدار سوانہ کرد تاد لے صاحب لے نیلہ رد

الحاصل جس شخص نے مسجد میں کھڑے ہو کر حضرت سعد کی شکایت کی تھی اس کا نام اسامہ بن قنادہ تھا۔ اور کثرت ابو سعده تھی اس نے تین شکایتیں کیں جس کے بدلہ میں حضرت سعد نے اس کو بھی تین بد دعائیں دیں۔ اول اس نے شکایت کی کہ خود جہاد میں نہیں جاتے گویا موت کے خوف سے گھر میں بیٹھے رہتے ہیں۔ اس کے بدلہ میں انہوں نے بد دعادی کہ اطل عمرہ یعنی اس کی شکایت کا حاصل یہ ہے کہ میں طویل عمر چاہتا ہوں۔ اور موت کے خوف سے نہیں نکلتا اے اللہ مجھے تو طویل عمر کی ضرورت نہیں۔ البتہ اس کو ضرور عطا فرمادے دوسری شکایت یہ تھی کہ برادری سے تقسیم نہیں کرتے جس کا حاصل یہ ہے کہ فقرہ کا مجھے خوف ہے اس لئے میں تھوڑا تھوڑا بے انصافی سے دیتا ہوں۔ اس پر آپ نے بد دعائی اطل فقرہ کہ مجھے تو طول فقر نہیں چاہیے۔ البتہ اس کو ضرور عطا فرمادے۔ تیسری شکایت تھی کہ معاملات کے اندر بے انصافی کرتے ہیں۔ گویا فتنہ پھیلاتا ہوں اس پر حضرت سعد نے فرمایا کہ اللہ اسے فتنوں میں مبتلا کر دے۔ چنانچہ یہ سب بد دعائیں اسے لگیں۔

ترجمہ۔ حضرت عبادہ بن الصامتؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے سورۃ فاتحہ الکتاب نہ پڑھی اس کی نماز ہی نہیں ہوئی تو اس سے فرضیت قرآن ثلاث ہو گیا۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے تو ایک اور شخص بھی داخل ہوا۔ اس نے نماز پڑھ کر جناب نبی اکرم ﷺ پر سلام کیا آپ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا تم جا کر پھر نماز پڑھو کیونکہ تمہاری نماز نہیں ہوئی۔ اس نے جا کر ایسے ہی نماز پڑھی جیسے وہ پہلے پڑھ چکا تھا۔ پھر حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام کیا آپ نے فرمایا واپس جا کر نماز پڑھو کیونکہ تم نے

حدیث (۷۱۳) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ النَّخَعِيُّ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يُقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ.. الْحَدِيث

حدیث (۷۱۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ النَّخَعِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلَّى فَسَلَّمَ عَلَيَّ النَّبِيِّ ﷺ فَرَدُّ وَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَارْجِعْ فَصَلِّ كَمَا صَلَّيْتُ ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَيَّ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ ثَلَاثًا فَقَالَ وَالَّذِي

نماز ہی نہیں پڑھی بے حال یہ تین مرتبہ واقعہ پیش آیا۔ آخر اس شخص نے کہا کہ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے کہ میں تو اس سے اچھی نماز نہیں پڑھ سکتا آپ مجھے سکھائیں تو آپ نے فرمایا کہ جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو پہلے تکبیر تحریرہ کو۔ پھر قرآن مجید میں سے جو تجھے آسان ہو اس کو پڑھو پھر رکوع کرو یہاں تک رکوع کی

بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا أَحْسِنُ غَيْرَهُ فَعَلِمَنِي فَقَالَ إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ مَا تيسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ ثُمَّ ارْجِعْ حَتَّى تَطْمِئِنَّ رَأْيَكَ ثُمَّ ارْكَعْ حَتَّى تَعْتَدِلَ قَائِمًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمِئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْكَعْ حَتَّى تَطْمِئِنَّ جَالِسًا وَالْعَمَلُ فِي صَلَاتِكَ كُلِّهَا.....

حالت میں تمہیں اطمینان ہو جائے۔ پھر سر اٹھاؤ یہاں تک کہ بالکل سیدھے کھڑے ہو جاؤ پھر سجدہ کرو یہاں تک کہ سجدے میں اطمینان حاصل ہو جائے۔ پھر سر اٹھاؤ یہاں تک کہ اطمینان سے بیٹھ جاؤ اور اسی طرح اپنی سب نماز میں کرو۔

تشریح از شیخ زکریا۔ حضرت عبادۃ بن الصامتؓ کی روایت سے معلوم ہوا کہ بغیر فاتحہ کے نماز نہیں ہوتی۔ اسی بنا پر شوافع

کے نزدیک قرآۃ فاتحہ الکتاب نماز کے اندر فرض ہے۔ یہی مابغیہ کا مذہب ہے۔ اور حنابلہ کی روایت ہے اور دوسری روایت احناف کے موافق ہے کہ مطلق قرآۃ فرض ہے خاص طور سے سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض نہیں ہے۔ ہماری دلیل حدیث المسیٰ ہے۔ جس کے اندر فائز ما تیسرک من القرآن ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مطلق قرآۃ فرض ہے۔ البتہ اس حدیث کی بنا پر فاتحہ کی قرآۃ جو بکے درجہ میں ہوگی۔ حدیث المسیٰ کے متعلق ایک لطیفہ سنو۔ وہ یہ کہ یہ روایت تنقیدات دارقطنی میں سے ہے۔ مگر سب ائمہ نے اس سے بہت سے مسائل کا استنباط فرمایا۔ چنانچہ علامہ شعرانی کے بھائی مولانا فضل اللہ مرحوم نے اس حدیث سے ۷۷۷ مسائل مستنبط فرمائے ہیں ایک اہم بات سنو! قرأت فاتحہ احناف کے نزدیک واجب ہے۔ یہ بات مشہور ہے کہ واجب صرف علماء احناف کے یہاں ہے۔ کسی اور امام کے یہاں نہیں ہے یہ بات صحیح نہیں۔ کیونکہ نفس واجب تو سب کے یہاں ہے۔ البتہ اس کا نام واجب احناف ہی کے یہاں ہے۔ دوسرے ائمہ اس واجب کو دوسرے اسما سے تعبیر کرتے ہیں جیسے احناف کے نزدیک نماز مستحب سنت واجب اور فرض سے مرکب ہے اس طرح حنابلہ کے نزدیک مستحب سنت فرض غیر قطعی اور فرض قطعی سے مرکب ہے۔ شوافع کے یہاں آداب سنت ابعاد اور فرض یہ نماز کے اصل اجزاء شمار کئے جاتے ہیں۔ اور مابغیہ کے نزدیک بھی نماز مندوب سنت مؤکدہ اور فرض مرکب ہے۔ تو گویا تمام ائمہ کے نزدیک نماز کے چار اجزاء ہوئے۔ اور یہ تمہیں معلوم ہے کہ احناف کے نزدیک واجب اور حنابلہ کے یہاں فرض غیر قطعی۔ شوافع کے یہاں ابعاد اور امام مالک کے نزدیک سنت مؤکدہ کے چھوڑنے سے سجدہ سموا واجب ہوتا ہے۔ لہذا اشیٰ ایک ہی ہوئی البتہ تعبیر میں فرق ہو گیا کہ احناف نے اسے واجب سے تعبیر کر دیا۔ شوافع نے ابعاد سے۔

ترجمہ۔ ظہر کی نماز میں قرأت ہے

باب الْقِرَاءَةِ فِي الظُّهْرِ

ترجمہ۔ حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت سعدؓ نے فرمایا میں تو ان کو جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھاتا تھا۔ شام کی دو نمازیں کہ جن میں کمی نہیں کرتا تھا۔ وہ اس طرح کہ پہلی دو رکعتوں میں سکون کرتا تھا اور آٹھویں دو میں کم پڑھتا تھا حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میرا بھی آپ کے متعلق یہی گمان تھا۔

ترجمہ۔ حضرت ابو قتادہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ ظہر کی نماز کی پہلی دو رکعتوں میں فاتحہ کتاب اور دو سورتیں پڑھتے تھے۔ پہلی رکعت میں طوالت کرتے تھے اور دوسری میں قصر کرتے تھے اور کبھی کبھی ایک آیت سنا دیتے تھے اور عصر کی نماز میں فاتحہ کتاب اور دو سورتیں پڑھتے تھے اور پہلی رکعت میں طوالت کرتے تھے۔ اور صبح کی نماز کی پہلی رکعت میں طوالت کرتے اور دوسری میں کمی کرتے تھے۔

ترجمہ۔ حضرت ابو معمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے خباب بن الارتؓ سے پوچھا کہ کیا جناب نبی اکرم ﷺ ظہر اور عصر کی نماز میں قراءت کرتے تھے انہوں نے فرمایا ہاں۔ ہم نے پوچھا آپ کس چیز سے یہ پہچانتے تھے فرمایا آپ کے داڑھی کے ہلنے کی وجہ سے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ بسمع الایة احياناً صلوة میں اسماع آیتہ پر ہمارے فقہاء سجدہ سوکتے ہیں۔ تو بعض نے کہا کہ آپ عمداً جہراً نہیں پڑھا کرتے تھے بلکہ قراءت تو سرا ہوئی تھی۔ البتہ کبھی کبھی بلند آواز سے پڑھتے تھے۔ تعلیماً مگر دوسرا جواب اچھا ہے کہ آپ تعلیم امت کے لئے کہ اس میں کچھ پڑھا جاتا ہے۔ اسماع آیتہ یعنی آیت سنا دیا کرتے تھے۔ کسی اور کے لئے یہ جائز نہیں تو آپ کی خصوصیت ہوئی۔

حدیث (۷۱۵) حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ (الخ) عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمْرَةَ قَالَ سَعَدُ كُنْتُ أُصَلِّي بِهِمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ صَلَاةَ الْعِشِيِّ لِأَخْرَمِ عَنْهَا كُنْتُ أَرْكَدُ فِي الْأَوَّلِينَ وَأَحْدِفُ فِي الْآخِرِينَ فَقَالَ عُمَرُ ذَلِكَ الظَّنُّ بِكَ.....

حدیث (۷۱۶) حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ (الخ) عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الرَّكَعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ مِنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَتَيْنِ يُطَوِّلُ فِي الْأُولَى وَيُقْصِرُ فِي الثَّانِيَةِ وَيَسْمَعُ الْآيَةَ أَحْيَانًا وَكَانَ يَقْرَأُ فِي الْعَصْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَتَيْنِ وَكَانَ يُطَوِّلُ فِي الْأُولَى وَكَانَ يُطَوِّلُ فِي الرَّكَعَةِ الْأُولَى مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ وَيُقْصِرُ فِي الثَّانِيَةِ. الْحَدِيثُ....

حدیث (۷۱۷) حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ (الخ) عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ قَالَ سَأَلْنَا خَبَابًا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ قَالَ نَعَمْ قُلْنَا يَا سَيِّدِ كُنْتُمْ تَعْرِفُونَ قَالَ بِاضْطِرَابٍ لِخَيْتِهِ. الْحَدِيثُ.

تشریح از شیخ زکریا۔ میں باب وجوب القراءة علی الامام والمأموم میں بتلا چکا ہوں کہ اصل تو یہ باب ہے اور اس کے بعد ابواب الركوع تک جتنے ابواب آرہے ہیں سب اس کی تفصیل اور تمثیل ہیں۔ لہذا اب ہر جگہ اس بات کی تلاش کی ضرورت نہ ہوگی کہ امام بخاری کی یہاں کیا غرض ہے۔ گو کہیں فائدہ جدیدہ بھی حاصل ہو جائے۔ جیسے یہاں ایک فائدہ جدیدہ یہ حاصل ہوا کہ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک سری صلوات میں قرأت واجب نہیں۔ تو ان پر اس باب سے رد ہو گیا کہ ظہر کے اندر قرأت ہے کنت اصلی بہم یہ وہی حضرت سعدؓ کی روایت ہے۔ اور ان کی روایت میں صلوتی العشاء صلوتی العشی دو طرح کے الفاظ وارد ہیں۔ اگر صلوتی العشاء ہو تو مغرب اور عشاء مراد ہوگی۔ صلوتی العشی ہے تو صلوتین سے ظہر اور عصر مراد ہوگی۔ اور اس میں لامحالہ ایک صحیح ہے اور ایک وہم ہے۔ لہذا معلوم ہو گیا کہ بخاری میں ہونا اس کو مستلزم نہیں۔ کہ موافق واقعہ بھی ہو۔ اب یہاں متن میں صلوتی العشاء جو ہے وہ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے امام بخاری کا ترجمہ ثابت نہیں ہو سکتا بلکہ جو حاشیہ کا نسخہ ہے یعنی احدی صلوتی العشی یہ ہونا چاہیے۔ بطول فی الاولی الخ یہ مسئلہ آگے آرہا ہے۔

باضطراب لحيه میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ محض اس سے اس بات پر استدلال تام نہیں ہوتا۔ کہ حضور اکرم ﷺ قرأت فرماتے تھے۔ یہ تو ضرور معلوم ہو گیا کہ حضور اقدس ﷺ کچھ پڑھتے تھے۔ اس لئے کہ ظاہر ہے کہ حضور اقدس ﷺ یوں ہی منہ کو نہیں ہلاتے تھے۔ لیکن کیا پڑھتے تھے اس پر کوئی دلیل نہیں۔ ممکن ہے دعا پڑھتے رہے ہوں۔ لہذا اس کے ساتھ ایک اور بات لگانا پڑے گی جو دوسری حدیث میں آرہی ہے۔ کان یسمعنا الا یہ۔ اچانا اس سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ قرأت فرمایا کرتے تھے اور اس طرح آیہ تعلیما ہو ا کرتا تھا۔ اس طرح ہم کہتے ہیں کبھی آئین بھی تعلیما زور سے ہو جایا کرتی تھی۔ بطول فی الركعة الا ولی اس کے متعلق مستقل باب آرہا ہے۔ اس کے اندر اختلاف ہے کہ دونوں رکعتیں برابر ہوں گی یا کچھ فرق ہوگا۔ امام احمد اور امام محمد کے نزدیک ہر نماز کی پہلی رکعت دوسری سے طویل ہوگی۔ امام اعظم اور امام ابو یوسف کے نزدیک صرف صبح کی نماز کے اندر پہلی رکعت دوسری رکعت سے طویل ہوگی۔ امام شافعی کے نزدیک کسی نماز کے اندر بھی یہ حکم نہیں بلکہ سب برابر ہیں۔

ترجمہ۔ عصر کی نماز میں قرأت ہے

بابُ الْقِرَاءَةِ فِي الْعَصْرِ

ترجمہ۔ ابو معمر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت خباب بن الارتؓ سے کہا کہ کیا جناب نبی اکرم ﷺ ظہر اور عصر میں قرأت کرتے تھے انہوں نے فرمایا کہ ہاں میں نے کہا آپ لوگ آپ کی قرأت کو کس چیز سے معلوم کرتے تھے فرمایا آپ کی داڑھی کے حرکت کرنے کی وجہ سے۔

حدیث (۷۱۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ الْخِ
قُلْتُ لِحَبَابِ بْنِ الْأَرْتِ أَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ
فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ بَأَيِّ شَيْءٍ كُنْتُمْ
تَعْلَمُونَ قَرَأَتْهُ قَالَ بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهِ ...

حدیث (۷۱۹) حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ (الخب) عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَةٍ وَيُسْمِعُنَا الْآيَةَ أَحْيَانًا.. الحديث..

ترجمہ۔ حضرت ابو قتادہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ ظہر اور عصر کی دو رکعتوں میں فاتحہ الكتاب اور ایک ایک سورہ پڑھتے تھے۔ اور کبھی کبھی ہمیں آیت سنا دیا کرتے تھے

تشریح از شیخ زکریا۔ اس باب کی غرض پہلے معلوم ہو چکی ہے۔

باب القراءة في المغرب

ترجمہ۔ نماز مغرب میں قرأت ہے

حدیث (۷۲۰) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ (الخب) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ إِنْ أُمَّ الْفَضْلَ سَمِعْتَهُ وَهُوَ يَقْرَأُ وَالْمُرْسِلَتِ عُرْفًا فَقَالَتْ يَا بَنِي لَقَدْ ذُكِرْتَنِي بِقِرَاتِكَ هَذِهِ السُّورَةُ إِنَّهَا لِأَخْرَمَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَقْرَأُ بِهَا فِي الْمَغْرِبِ . الحديث

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ ان کی والدہ حضرت ام الفضل نے ان کو والمرسلات عرفاً پڑھتے سنا تو فرمایا کہ تو نے اس سورت کو پڑھ کر مجھے یہ سورت یاد دلادی کیونکہ یہی وہ آخری صورت ہے جس کو میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ وہ اسے مغرب کی نماز میں پڑھتے تھے

حدیث (۷۲۱) حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ (الخب) عَنْ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ قَالَ لِي زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ مَا لَكَ تَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِقِصَارٍ وَقَدْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ بِطُولِي الطُّوَلَيْنِ... الحديث...

ترجمہ۔ حضرت مروان ابن الحکم فرماتے ہیں اور مجھے کاتب وحی حضرت زید بن ثابت نے فرمایا کہ آپ مغرب کی نماز میں چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھتے تھے۔ حالانکہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کو دو لمبی سورتوں میں لمبی سورت پڑھتے سنا ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ شرح نے امام بخاری پر اشکال کیا ہے کہ مغرب کی نماز میں تو قرأت ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں

پھر باب کیوں باندھا۔ بعض علماء نے جواب دیا کہ نوعیت قرأت بیان کرنے کے لئے باب باندھا ہے کہ ظہر اور عصر کی نوعیت اور ہے۔ اور مغرب عشاء کی اور ہے۔ مگر میرے نزدیک یہ ہے کہ امام بخاری کے یہ ابواب ابواب الرکوع تک باب وجوب القراءة علی الامام والمأموم کی تفصیل ہیں۔ اگر انہوں نے یہاں یہ جواب دے دیا کہ نوعیت قرأت بیان کرنی ہے۔ تو پھر جہر بالمغرب وجہر بالعشا میں کیا کہیں گے۔ لاناہا لاخر ما سمعت من رسول اللہ ﷺ یقرأها فی المغرب یعنی یہ سورۃ والمرسلات عرفاً آخری سورت ہے

جس کو میں نے رسول اللہ ﷺ کو مغرب میں پڑھتے ہوئے سنا۔ مگر اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی یہ آخری نماز ہو کہ اس کے بعد پھر آپ نے کوئی نماز نہ پڑھی ہو۔ کیونکہ ممکن ہے بہت پہلے سنی ہو اور پھر دوبارہ سننے کا موقع نہ ملا۔ لیکن اس پر اشکال یہ ہے کہ اس روایت کے بعض طرق میں اخیر میں ماضی لانا بعد بھی آیا ہے۔ کہ ہمیں بعد میں آپ نے نماز نہیں پڑھائی۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ حضور ﷺ کی آخری نماز ہو۔ لہذا اب دو اشکال ہو گئے۔ اول تو یہ کہ حضور اکرم ﷺ کی آخری نماز مغرب میں گویا سورہ و المرسلات عرفاً پڑھی گئی۔ حالانکہ فقہاء یہ کہتے ہیں کہ مغرب میں قصار مفصل پڑھنا اولیٰ ہے۔ اور دوسرا اشکال یہ ہے کہ محقق علماء کا قول یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی آخری نماز فجر ہے جو دو شنبہ کے دن پڑھی گئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے سترہ نمازیں پڑھائیں تو آخری نماز جو حضور اقدس ﷺ نے پڑھائی وہ جمعرات کی شام کو مغرب کی نماز ہے۔ اور اس کے بعد عشاء سے لے کر دو شنبہ کی صبح تک سترہ نمازیں حضرت ابو بکرؓ نے پڑھائیں۔ جس میں بیہادی بین رجلین ہے۔ وہ دلیل ہے تو ممکن ہے کہ مغرب سے مراد آخر مغرب ہو جو حضور اقدس ﷺ نے پڑھائی۔ مگر پھر مجھ پر اشکال یہ ہے کہ میری تحقیق کے موافق شنبہ کے دن کی ظہر کی نماز حضور اقدس ﷺ نے پڑھائی۔ کما قلت سابقاً تو پھر ماضی لانا بعد درست نہیں ہوتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اپنے اعتبار سے فرمایا۔ ظہر کی نماز میں وہ حاضر نہیں ہوئیں۔ یا مطلب یہ ہے کہ اس کے بعد جبوا نہیں پڑھائیں۔ اور تیسرا جواب جس کی طرف حافظ ابن حجرؒ مائل ہیں۔ وہ یہ ہے کہ آخری نماز نبی اکرم ﷺ نے اپنے حجرہ میں مغرب کی نماز پڑھائی وہ مراد ہے۔ اس میں حضرت ام الفضل حاضر تھیں۔ اب دوسرا اشکال یہ ہے کہ جمہور کے قول کے خلاف ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ استحباب قصار فی المغرب کے قائل ہیں۔ امام ابو داؤد نے سمعت النبی ﷺ یقرأ بطول الطولین نقل فرما کر عروہ کے اثر سے اس کے نسخ پر استدلال کیا ہے۔ اور میں کہتا ہوں کہ یہ کیا ضروری ہے کہ پوری پڑھتے تھے کچھ حصہ پڑھتے ہوں۔ علماء کرام نے قرآن پاک کی سورتوں کی تقسیم اس طرح فرمائی ہے۔ کہ اول سبع طول اس کے اندر سورہ اعراف تک سورہ بقرہ سے لے کر چھ سورتیں ہوتی ہیں۔ ساتویں سورت کے اندر اختلاف ہے کہ وہ کون سی سورت ہے۔ بعض نے سورہ فاتحہ کو بتلایا ہے۔ کیونکہ اگرچہ وہ چھوٹی سی سورت ہے لیکن ام القرآن ہے۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ سورہ انفال اور برات ملا کر سات سورتیں ہوتی ہیں اس کے بعد گیارہ سورتیں منین کہلاتی ہیں۔ اس کے بعد تیس سورتیں مثنیٰ کہلاتی ہیں۔ پھر آخر قرآن تک تمام سورتیں مفصلات کہلاتی ہیں اب یہ کہ اس کی ابتدا کہاں سے ہے۔ اس کے اندر اختلاف ہے۔ امام شافعیؒ انا فتحنا سے فرماتے ہیں۔ اور احنافؒ کے نزدیک سورہ حجرات سے اس کی ابتدا ہے۔ پھر مفصل کی تین قسمیں ہیں۔ طوال مفصل۔ اوساط مفصل۔ اور قصار مفصل۔ شوافع کے نزدیک طوال مفصل۔ سورہ انا فتحنا لك الخ سے لے کر سورہ عبس تک ہے۔ اور ہمارے نزدیک سورہ حجرات سے لے کر سورہ ہر وج تک ہے۔ اور اوساط مفصل کی انتہا شوافع کے نزدیک والضحیٰ تک ہے۔ اور ہمارے نزدیک اذالزلزلت الارض تک ہے۔ پھر اخیر تک قصار مفصل ہے۔ اور ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ صبح کی نماز کے اندر طوال مفصل کا پڑھنا اولیٰ اور مستحب ہے اور مغرب میں قصار مفصل پڑھنا اولیٰ ہے۔ اور بقیہ کے اندر اوساط مفصل پڑھے

باب الْجَهْرِ فِي الْمَغْرِبِ

ترجمہ۔ مغرب کی نماز میں بلند آواز سے پڑھنا

ترجمہ۔ حضرت جبیر بن مطعم فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو مغرب کی نماز میں سورہ الطور پڑھتے سنا ہے۔

حدیث (۷۲۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ الْعَنْجَبِيُّ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَخْرُجُ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّورِ . الْحَدِيثُ

باب الجهر في العشاء

ترجمہ۔ عشاء کی نماز میں بھی بلند آواز سے پڑھنا ہے

ترجمہ۔ حضرت ابو رافع فرماتے ہیں کہ میں نے عشاء کی نماز حضرت ابو ہریرہؓ کے ساتھ پڑھی تو انہوں نے اذالسماء انشقت پڑھا۔ اور اس میں سجدہ کیا۔ جب میں نے ان سے سجدہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے ابو القاسم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے پیچھے نماز میں سجدہ تلاوت

حدیث (۷۲۳) حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ الْعَمِّيُّ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَلْفَةَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ الْعَتَمَةَ فَقَرَأَ إِذِ السَّمَاءُ انْشَقَّتْ فَسَجَدَ فَقُلْتُ لَهُ قَالَ سَجَدْتُ خَلْفَ أَبِي الْقَاسِمِ ﷺ فَلَا أَزَالُ اسْجُدُ بِهَا حَتَّى الْقَاهِ

کیا ہے۔ پس میں تو اب ہمیشہ اس سورہ میں سجدہ کرتا رہوں گا۔ یرماتک حضور اقدس ﷺ سے جا کر ملوں گا۔

ترجمہ۔ حضرت عدیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت براءؓ سے سنا کہ جناب نبی اکرم ﷺ سفر میں تھے تو عشاء کی دو رکعتوں میں سے ایک کے اندر والتین والتین پڑھی۔

حدیث (۷۲۴) حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الرَّحْمَنِيُّ عَنْ عَدِيِّ بْنِ أَبِي بَرَاءَةَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ النَّبِيِّ ﷺ كَانَ فِي سَفَرٍ فَقَرَأَ فِي الْعِشَاءِ فِي إِحْدَى الرَّكَعَتَيْنِ بِالتَّيْنِ وَالتَّيْتُونَ . الْحَدِيثُ ...

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چونکہ مالکیہ کے نزدیک اس سورہ کا پڑھنا جس میں سجدہ تلاوت ہو فرائض کے اندر مکروہ ہے اسلئے

کہ عام لوگوں کو اشتباہ ہوگا۔ اس لئے خاص طور پر اس کے اثبات کے لئے باب باندھا۔

باب الْقِرَاءَةِ فِي الْعِشَاءِ بِالسَّجْدَةِ

ترجمہ۔ عشاء کی نماز میں سجدہ والی سورت پڑھنا

ترجمہ۔ ابو رافع فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہؓ کے ہمراہ عشاء کی نماز پڑھی۔ انہوں نے اذالسماء انشقت

حدیث (۷۲۵) حَدَّثَنَا مَسَدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ الْعَتَمَةَ فَقَرَأَ

پڑھی اور اس میں سجدہ کیا۔ میں نے پوچھا یہ کیسا سجدہ ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے جناب ابو القاسم رضی اللہ عنہ کے پیچھے اس میں سجدہ کیا ہے۔ پس اب تو ہمیشہ اس میں سجدہ کرتا رہوں گا یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر ملوں۔

إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ فَسَجَدَ فَقُلْتُ مَا هَذِهِ قَالَ سَجَدْتُ فِيهَا خَلْفَ أَبِي الْقَاسِمِ رضي الله عنه فَلَا زَالَ أُسْجِدُ فِيهَا حَتَّى أَلْقَاهُ .. الحديث

ترجمہ۔ عشاء کی نماز میں قرأت ہے

باب الْقِرَاءَةِ فِي الْعِشَاءِ

ترجمہ۔ حضرت عدی بن ثابتؓ نے حضرت براء بن عازبؓ سے سنا وہ فرماتے تھے۔ کہ انہوں نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عشاء کی نماز میں والتین والتین والزینون پڑھتے ہوئے سنا وہ یہ بھی کہتے تھے کہ میں نے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم سے اچھی قرأت والا نہیں سنا۔

حدیث (۷۲۶) حَدَّثَنَا خَلَادُ بْنُ يَحْيَى الْخِ أَنَّهُ سَمِعَ الْبَرَاءَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقْرَأُ فِي الْعِشَاءِ بِالتَّيْنِ وَالتَّيْنِ وَالزِّيْنُونَ وَمَا سَمِعْتُ أَحَدًا أَحْسَنَ صَوْتًا مِنْهُ أَوْ قِرَاءَةً .. الحديث

ترجمہ۔ آپؐ پہلی دو رکعتوں میں طوالت کرتے تھے اور آخری میں طوالت ترک کر دیتے تھے۔

باب يُطَوَّلُ فِي الْأُولَيَيْنِ وَيُحَدِّفُ فِي الْآخِرِيَيْنِ -

ترجمہ۔ ابو عون فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن سمرہؓ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ سے فرمایا کہ کوفہ والوں نے ہر معاملہ میں آپ کے متعلق شکایت کی ہے۔ حتیٰ کہ نماز کے بارے میں بھی۔ تو انہوں نے فرمایا کہ میں تو پہلی دو رکعتوں میں درازی کرتا ہوں اور دو آخری میں طوالت کو ترک کرتا ہوں۔ اور جب سے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی اقتدا کی ہے کبھی اس میں کوتاہی

حدیث (۷۲۷) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الْعِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ سَمْرَةَ قَالَ قَالَ عُمَرُ لِسَعْدٍ لَقَدْ شَكُّوكَ فِي كُلِّ كَيْسٍ حَتَّى الصَّلَاةِ قَالَ أَمَا أَنَا فَمَا مَدُّ فِي الْأُولَيَيْنِ وَأَحْدَفُ فِي الْآخِرِيَيْنِ وَلَا أَلْوَمَا ائْتَدَيْتُ بِهِ مِنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ صَدَقْتُ ذَاكَ الظَّنُّ بِكَ أَوْ ظَنِّي بِكَ

نہیں کی۔ حضرت عمر نے فرمایا آپ نے سچ فرمایا کی گمان آپ کے ساتھ تھا میرا گمان آپ کے ساتھ ہی تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ اجماعی مسئلہ ہے۔ اولین اس لئے طویل ہوں گی کہ اس میں ضم سورہ ہے اور اخیرین میں

ضم سورہ نہیں ہے۔

ترجمہ۔ فجر کی نماز میں قرأت ہے۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فجر کی نماز میں سورہ طہ پڑھی۔

باب الْقِرَاءَةِ فِي الْفَجْرِ وَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ قَرَأَ النَّبِيُّ ﷺ بِالطُّورِ

ترجمہ۔ حضرت یار بن سلامہؓ فرماتے ہی کہ میں اور میرا باپ حضرت ابوہریرہؓ اسلمیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہم نے ان سے نماز کے اوقات کے متعلق پوچھا انہوں نے فرمایا جناب نبی اکرم ﷺ جب سورج ڈھل جاتا تھا تو ظہر کی نماز پڑھتے تھے۔ اور عصر کی نماز کو اس وقت پڑھتے تھے جبکہ ایک آدمی مدینہ کے انتہائی مقام تک واپس پہنچ جاتا تھا۔ جبکہ سورج ابھی تغیر پذیر نہیں ہوا تھا۔ اور مغرب میں جو کچھ آپ نے فرمایا میں اسے بھول گیا۔ البتہ تیسرے حصہ رات تک عشاء کی نماز مؤخر کرنے میں کوئی قباحت نہیں سمجھتے تھے۔ البتہ اس سے پہلے سونا اور بعد میں باتیں کرنا پسند نہیں فرماتے تھے۔ اور صبح کی نماز ایسے وقت میں پڑھتے کہ آدمی فراغت صلوة کے بعد اپنے

حدیث (۷۲۸) حَدَّثَنَا أُمُّ رَاحِمَةَ قَالَتْ دَخَلْتُ
أَنَا وَابْنِي عَلِيَّ ابْنَ أَبِي بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ فَسَأَلْنَاهُ عَنْ
وَقْتِ الصَّلَوَاتِ فَقَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الظُّهْرَ
حِينَ تَزُولُ الشَّمْسُ وَالْعَصْرَ وَيَرْجِعُ الرَّجُلُ إِلَى
أَقْصَى الْمَدِينَةِ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَتَسِيَتْ مَا قَالَتْ
فِي الْمَغْرِبِ وَلَا يَأْتِي بِتَأْخِيرِ الْعِشَاءِ ثَلَاثَ اللَّيْلِ
وَلَا يُحِبُّ التَّوَمُّ قَبْلَهَا وَلَا الْحَدِيثُ بَعْدَهَا وَيُصَلِّي
الصُّبْحَ فَيَنْصَرِفُ الرَّجُلُ فَيَعْرِفُ جَلِيْسَهُ وَكَانَ
يَقْرَأُ فِي الرَّكَعَتَيْنِ أَوْ أَحَدَهُمَا مَا بَيْنَ السِّتِينَ
إِلَى الْمِائَةِ

ساتھی کو پہچان سکتا تھا۔ درال حالانکہ آپ دور کعتوں میں یا ایک میں ساتھ سے سو تک آیات پڑھتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ قالت ام سلمة الخ یہ کتاب الحج کی حدیث کا ایک ٹکڑا ہے اور پہلے پوری روایت گذر چکی ہے میری رائے میں یہ ۱۳ ذوالحجہ کی صبح کی نماز کا واقعہ ہے۔ حضور اقدس ﷺ جب حج سے فارغ ہو گئے تو رات ہی میں مکہ میں طواف وداع کرنے آئے۔ ۱۳ ذوالحجہ کی صبح کو کعبہ کے پاس صبح کی نماز پڑھی۔ اور اس میں سورہ الطور پڑھی۔ پھر طواف وداع کیا اور فراغت کے بعد مدینہ منورہ رخصت ہوئے۔

ترجمہ۔ حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہؓ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ ہر نماز میں قرأت کی جاتی ہے جس میں جناب رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سنا دیا یعنی جہر کیا ہم نے بھی وہ تمہیں سنا دیا اور جہاں مخفی پڑھا

حدیث (۷۲۹) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الخ أَنَّهُ سَمِعَ
أَبَاهُ رِيَّةً يَقُولُ فِي كُلِّ صَلَاةٍ يَقْرَأُ مَا سَمِعْنَا
رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَسْمَعْنَا كُمْ وَمَا أَخْفَى عَنَّا أَخْفَيْنَا

ہم نے بھی تم سے مخفی رکھا۔ اگر نماز میں صرف ام القرآن سورۃ
فاتحہ پراکتفا کریں تو وہ کافی ہے۔ اور زیادہ کریں یعنی اور سورت
ملائیں تو بہتر ہے۔

تشریح از شیخ مدنی۔ اس روایت کی ترجمہ الباب سے مطابقت معلوم نہیں ہوتی۔ البتہ پہلے باب سے معلوم ہوتی ہے
تو بعض نے کہا کہ یہ سو کا تبین میں سے ہے کہ روایت پہلے باب کی تھی جس کو در سرے باب میں ذکر کیا گیا۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ
قراء النبی ﷺ الخ ما اخفی منا اخفینا عنکم کے تقابل کی وجہ سے قراءۃ جہر کے معنی ہوں گے۔ تیسری توجیہ یہ ہے کہ
یہ مستقل باب نہیں ہے بلکہ کالفصل للباب السابق ہے۔ پہلی روایت سے قراءۃ صلوة فجر جہر اکیماں کر دیا پھر باب اول کی طرف
عود فرمایا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ بقول فی کل صلوة یقرء یہ حضرت ابو ہریرہ نے حضرت ابن عباسؓ پر رد کرنے کے لئے فرمایا۔

ترجمہ۔ فجر کی نماز میں بلند آواز سے قرأت کرنا
حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں لوگوں کے پیچھے طواف
کر رہی تھی اور جناب رسول اللہ ﷺ نماز پڑھا رہے تھے۔ نور
اس میں سورہ طور کی قرأت فرما رہے تھے۔

باب الْجَهْرِ بِقِرَاءَةِ صَلَاةِ الْفَجْرِ
وَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ طُفْتُ وَرَأَى النَّاسَ
وَالنَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي بِقِرَاءَةِ الطُّورِ --

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم
ﷺ اپنے صحابہ کرام کے ایک گروہ کے ساتھ بازار عکاظ کا قصد
کر کے چل پڑے جبکہ شیاطین اور آسمان کی خبر کے درمیان
رکاوٹ ڈال دی گئی تھی۔ اور شباب ثاقب ان پر چھوڑ دیئے
جاتے تھے۔ تو شیطان اپنی قوم کے پاس واپس آئے۔ قوم نے
ان سے کہا کہ تمہیں کیا ہو گیا کہ واپس آگئے۔ انہوں نے بیان کیا
کہ ہمارے اور آسمانی خبر کے درمیان رکاوٹ ڈال دی گئی ہے۔
اور ہم پر آگ کے شعلے برسائے جاتے ہیں۔ انہوں نے کہا
ہونہ ہو کوئی نیا واقعہ پیش آ گیا ہے۔ جاؤ اور زمین کے مشرقی اور

حدیث (۷۳۰) حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ عَدِيٍّ عَنْ ابْنِ
عَبَّاسٍ قَالَ انْطَلَقَ النَّبِيُّ ﷺ فِي طَائِفَةٍ مِنْ أَصْحَابِهِ
عَامِدِينَ إِلَى سُوقِ عَكَاظٍ وَكَذَجِيلٍ بَيْنَ الشَّيَاطِينِ
وَبَيْنَ خَيْرِ السَّمَاءِ وَأُرْسِلَتْ عَلَيْهِمُ الشُّهُبُ
فَرَجَعَتِ الشَّيَاطِينُ إِلَى قَوْمِهِمْ فَقَالُوا مَا لَكُمْ قَالُوا
رَجِلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ خَيْرِ السَّمَاءِ وَأُرْسِلَتْ عَلَيْنَا الشُّهُبُ
قَالُوا مَا حَالُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَيْرِ السَّمَاءِ الْأَشْيَعُ حَدَّثَ
فَأَضْرِبُوا مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا فَانظُرُوا مَا هَذَا

مغربی کناروں میں پھیل جاؤ۔ اور دیکھو کہ کیا چیز حائل ہو گئی ہے چنانچہ یہ لوگ تھامہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ جہاں نبی اکرم ﷺ مقام ظلہ پر عکاظ کے بازار کی طرف جانے کی غرض سے ٹھہرے ہوئے تھے اور اپنے اصحاب کو فجر کی نماز پڑھا رہے تھے جب انہوں نے قرآن مجید سنا تو کان لگا کر سننے لگے۔ کہنے لگے اللہ کی قسم یہی وہ چیز ہے جو ہمارے اور آسمانی خبر کے درمیان حائل ہوئی ہے۔ پس وہیں سے وہ لوگ اپنی قوم کے پاس واپس لوٹ کر بیان کرنے لگے کہ اے ہماری قوم ہم نے تو ایسا عجیب قرآن سنا ہے جو رشد کی راہ دکھاتا ہے۔ پس ہم تو ایمان لے آئے اب ہم کبھی بھی اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے

الَّذِي حَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَيْرِ السَّمَاءِ فَانصُرْ فَاُولَئِكَ الَّذِينَ تَوَجَّهُوا نَحْوَ تِهَامَةَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ بِبَنِي خَلَةَ عَامِدِينَ إِلَى سُوقِ عَكَاظٍ وَهُوَ يُصَلِّي بِأَصْحَابِهِ صَلَاةَ الْفَجْرِ فَلَمَّا سَمِعُوا الْقُرْآنَ اسْتَمَعُوا لَهُ فَقَالُوا هَذَا وَاللَّهِ الَّذِي حَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَيْرِ السَّمَاءِ فَهَذَا لَكَ حِينٌ رَجَعُوا إِلَى قَوْمِهِمْ قَالُوا يَا قَوْمَنَا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ وَلَنْ نُشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى نَبِيِّهِ ﷺ قُلْ أُوْحَىٰ إِلَيَّ وَإِنَّمَا أُوْحَىٰ إِلَيْهِ قَوْلَ الْبَحْرِ الْحَدِيثِ

پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر قل اوحی الی نازل فرمائی۔ یعنی جنوں کا قول آپ کی طرف وحی کیا گیا ہے۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو جس جس مقام پر پڑھنے کا حکم ہوا وہاں آپ نے پڑھا اور جہاں چپ کرنے کا حکم ہوا وہاں چپ رہے۔ آپ کے رب بھولنے والے نہیں ہیں۔ اور جناب رسول اللہ ﷺ میں تمہارے لئے بہتر نمونہ ہے۔

حدیث (۷۳۱) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ النَّخَعِيُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَرَأَ النَّبِيُّ ﷺ فِي مَاءٍ وَسَكَتٍ فِيمَا أُمِرُوا مَا كَانَ رَبِّكَ نَسِيًّا وَلَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ... الْحَدِيثِ...

تشریح از شیخ زکریاؒ - طفت وراء الناس یہ وہی طواف الوداع والا واقعہ ہے۔ عامدین الی السوق عکاظ حضور اقدس ﷺ جب پیدا ہوئے تو جنات کا آسمان پر آنا جاننا کر دیا گیا۔ اگر کوئی جاتا بھی تو اسے شباب آگ کا شعلہ مارتے (میزائل) تو دو چار جنات یہ دیکھ کر سخت پریشان ہوئے۔ اور یہ سوچا کہ آسمان پر تو جانے سے رہے اب اطراف عالم میں پھر کر معلوم کرنا چاہیے کہ ایسی نئی بات پیش آئی جس سے ہمارا آسمانوں پر جاننا ہو گیا۔ وہ اسی تلاش میں پھرتے تھے کہ اچانک ایک دن حضور اقدس ﷺ سوق عکاظ کی طرف تشریف لے گئے اور وہاں جاتے ہوئے آپ نے بطن نخلہ میں جو مکہ کے قریب ایک مقام ہے جہاں کھجوروں کے باغات تھے نماز فجر پڑھی۔ آپ نماز پڑھ رہے تھے کہ وہ جنات جو تحقیق کے لئے نکلے تھے آپ نے جب یہ دیکھا تو کہا بس یہی چیز ہے جس کی وجہ سے ہمارا آسمانوں پر جاننا ہو گیا۔ حضور اقدس ﷺ کی دل چیرنے والی قرأت تھی۔ اور سب سے بڑھ کر اللہ کا کلام تھا وہیں مسلمان ہو گئے۔

اور یہی سب سے پہلا گروہ جنات کا ہے جو مسلمان ہوا۔ پھر یہ لوگ اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔ اور وہاں پہنچ کر انہوں نے کہا انا سمعنا قرانا عجباً الخ جب یہ قصہ ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو قرآن پاک میں اس طرح بیان فرمایا قل اوحی الی الخ یہاں ایک جیتا یعنی یہی ہے کہ وہ حدیث بتلاؤ جس کو محدثین نے اپنے اساتذہ سے سنا۔ اور انہوں نے اپنے اساتذہ سے یہاں تک کہ وہ حدیث صحابہ کرامؓ سے سنی گئی۔ اور پھر صحابہ نے حضور اکرم ﷺ سے سنی۔ اور حضور اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے اور پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے سنی وہ یہی حدیث ہے۔

ترجمہ۔ ایک رکعت میں دو سورتوں کو جمع کرنا۔ سورتوں کے صرف آخری حصوں کو پڑھنا اور ایک سورۃ کو دوسری سورۃ سے پہلے پڑھنا۔ اور سورہ کا صرف اوّل حصہ پڑھنا اور حضرت عبداللہ بن سائب سے ذکر کیا جاتا ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے صبح کی نماز میں سورہ المؤمنون پڑھنی شروع کی جب موسیٰ اور ہارون یا عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر آیا تو آپؐ کو کھانسی آگئی تو آپؐ رکوع میں چلے گئے۔ اور حضرت عمرؓ نے پہلی رکعت میں سورہ بقرہ کی ایک سو بیس آیات پڑھیں۔ اور دوسری رکعت میں مثنائی کی ایک سورۃ پڑھی اور احنف بن قیس نے پہلی رکعت میں سورہ کہف پڑھی اور دوسری رکعت میں مفسلات کی ایک سورۃ پڑھی۔ اور حضرت قتادہؓ نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جو ایک سورہ کو دو رکعتوں میں یا ایک ہی سورۃ کو دو رکعتوں میں لوٹاتا ہے۔ تو فرمایا سب کتاب اللہ ہے ہر طرح پڑھنا جائز ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ کلثوم بن ہدم النصار کا ایک آدمی تھا۔ جو قبا کی مسجد میں امامت کراتا تھا جب بھی وہ اس سورت کے شروع کرنے کا ارادہ کرتا جو نماز میں پڑھی جاتی ہے تو وہ اس کا افتتاح قل ہو اللہ احد سے کرتا۔ جب اس سے فارغ ہو جاتا پھر کوئی دوسری سورۃ اس کے ساتھ

باب الْجُمُعِ بَيْنَ السُّورَتَيْنِ فِي رَكْعَةٍ
وَالْقِرَاءَةَ بِالْخَرَاتِيمِ وَبِسُورَةِ قَبْلِ سُورَةِ وَبِأَوَّلِ سُورَةٍ
وَيُذَكَّرُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ السَّائِبِ قَرَأَ النَّبِيُّ ﷺ
الْمُؤْمِنُونَ فِي الصُّبْحِ حَتَّى إِذَا جَاءَ ذِكْرُ مُوسَى
وَهَارُونَ أَوْ ذِكْرُ عِيسَى أَخَذَتْهُ سَعْلَةٌ فَرَكِعَ وَقَرَأَ
عَمْرًا فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى بِمِائَةِ وَعِشْرِينَ آيَةً مِنَ الْبَقَرِ
وَفِي الثَّانِيَةِ بِسُورَةٍ مِنَ الْمِثْنَانِ وَقَرَأَ الْأَحْنَفُ
بِالْكَهْفِ فِي الْأُولَى وَفِي الثَّانِيَةِ بِيُوسُفَ أَوْ يُوسُفَ
وَذَكَرَ أَنَّهُ صَلَّى مَعَ عَمْرِ الصُّبْحِ بِهِمَا وَقَرَأَ ابْنُ
مَسْعُودٍ بِأَرْبَعِينَ آيَةً مِنَ الْأَنْفَالِ وَفِي الثَّانِيَةِ بِسُورَةٍ
مِّنَ الْمُفْصَلِ وَقَالَ قَتَادَةُ فِيمَنْ يَقْرَأُ بِسُورَةٍ وَاحِدَةٍ
فِي رَكْعَتَيْنِ أَوْ يُرَدُّ دُ سُورَةٍ وَاحِدَةٍ فِي رَكْعَتَيْنِ
كُلُّ كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَقَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ ثَابِتٍ
عَنْ أَنَسٍ كَانَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ يَأْتُهُمْ فِي مَسْجِدِ
قُبَاءٍ وَكَانَ كُلَّمَا فَتَحَ سُورَةً يَقْرَأُ بِهَا لَهُمْ فِي الصَّلَاةِ
مِمَّا يَقْرَأُ بِهِ الْفَتْحَ يَقُلُ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ حَتَّى يَقْرَأَ مِنْهَا

ثُمَّ يقرأ بِسُورَةٍ أُخْرَى مَعَهَا وَكَانَ يَصْنَعُ ذَلِكَ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ فَكَلَّمَهُ أَصْحَابُهُ وَقَالُوا إِنَّكَ تَفْتِخُ بِهِذِهِ السُّورَةَ لَمْ لَا تَرَى أَنَّهَا تُجْزئُكَ حَتَّى تَقْرَأَ بِأُخْرَى فَإِنَّمَا تَقْرَأُ بِهَا وَإِنَّمَا أَنْ تَدْعَهَا وَتَقْرَأَ بِأُخْرَى فَقَالَ مَا أَنَا بِتَارِكِهَا إِنِّي أَحْبَبْتُمْ أَنْ أُوْمَكُمْ بِذَلِكَ فَعَلْتُ وَإِنِّي كَرِهْتُمْ مِنْكُمْ وَكَانُوا يُرَوْنَ أَنَّهُ مِنْ أَفْضَلِهِمْ وَكَرِهُوا أَنْ يُؤْتَهُمْ غَيْرَهُ فَلَمَّا أَنَا هُمُ النَّبِيُّ ﷺ أَخْبَرُوهُ الْخَبَرَ فَقَالَ يَا فُلَانُ مَا مِثْنَعُ أَنْ تَفْعَلَ مَا يَأْمُرُكَ بِهِ أَصْحَابُكَ وَمَا يَحْمِلُكَ عَلَى لُزُومِ هَذِهِ السُّورَةِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ فَقَالَ إِنِّي أُحِبُّهَا قَالَ حُبُّكَ إِيَّاهَا أَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ ..

مقتدیوں کی بات ماننے سے تمہیں کس چیز نے روکا اور کیا وجہ ہے کہ آپ نے ہر رکعت میں اس سورت کے پڑھنے کا التزام کیا ہے۔ اس نے جوا با کہا کہ حضرت والا توحید کی وجہ سے مجھے اس سورت اخلاص سے محبت ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ آپ کا سورۃ کا پسند کرنا تمہیں جنت میں داخل کرے گا۔

ترجمہ۔ حضرت ابو داؤد ائیل فرماتے ہیں کہ ایک آدمی

حضرت عبداللہ بن مسعود کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ میں نے تو آج کی رات ایک رکعت میں سارے مفصلات پڑھ لئے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ تو اشعار کی طرح جلدی جلدی پڑھنا ہوا میں ان ہم مثل سور توں کو جانتا ہوں جنہیں جناب نبی اکرم ﷺ ملائے تھے۔ تو ان میں سے مفصلات کی بیس سورتیں ذکر فرمائیں کہ ان میں سے دو سورتیں ہر رکعت میں پڑھا کرتے تھے

حدیث (۷۳۳) حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الرَّخَمِيُّ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى ابْنِ مَسْعُودٍ فَقَالَ قَرَأْتُ الْمُفْصَلَ اللَّيْلَةَ فِي رَكْعَةٍ فَقَالَ هَذَا كَهَذَا الشَّعْرِ لَقَدْ عَرَفْتُ النَّظَائِرَ الَّتِي كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ بَيْنَهُنَّ فَذَكَرَ عَشْرِينَ سُورَةً مِنَ الْمُفْصَلِ سُورَتَيْنِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ الْحَدِيثُ

تشریح از شیخ مدنی۔ یہاں مصنف نے چار تراجم ذکر فرمائے ہیں جمہور علماء اگرچہ ان میں سے سب کے جواز کے قائل ہیں

مگر ترتیب مصحف عثمانی کے خلاف پڑھنے کو مکروہ تحریمی سمجھتے ہیں۔ لکن ماجہ کی روایت ان کا مستدل ہے۔ امام بخاریؒ اس کے جواز کے قائل ہیں۔ اور اس روایت باب کو استدلال میں پیش کرتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ترتیب مصحف عثمانی باجماع صحابہ واجب ہوئی ہے۔ اب جو اس کے بعد خلاف ترتیب کرے گا تو اس سے حقوق اجماع لازم آئے گا۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ترتیب پر اجماع نہیں ہوا تھا۔ اس لئے وہ اس طرح خلاف ترتیب پڑھتے تھے۔ صحت صلوٰۃ میں تو کوئی کلام نہیں البتہ کراہت ضرور ہے اس کے علاوہ جو دیگر تین تراجم ذکر فرمائے ہیں جمہور علماء اس کے جواز کے قائل ہیں۔ البتہ قرأۃ بالخواتیم میں کراہت کے قائل ہیں۔ کیونکہ ہر سورت کی حقیقت مستقلہ ہے۔ اگر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے تو مضمون قطع ہو جائے گا۔ البتہ بعض حضرات بلا کراہت جائز کہتے ہیں۔ اگرچہ اولویت اس میں ہے کہ تمام سورت پڑھی جائے۔ کیونکہ ربط بین الآیات بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لئے بعض نے رکوع سے پڑھنا جائز کہا ہے کیونکہ اس میں قطع مضمون نہیں ہوتی۔ لیکن اولاً تو رکوعات کی تعیین میں اختلاف ہے۔ کیونکہ آنجناب ﷺ سے رکوعات کی تعیین میں اختلاف ہے۔ کیونکہ آنجناب ﷺ سے رکوعات کی تعیین میں اختلاف ہے۔ کیونکہ آنجناب ﷺ سے رکوعات کی تعیین منقول نہیں۔ اس لئے ربط بین الآیات کی اچھی صورت نہیں بنے گی۔ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ اور علامہ مہارونیؒ نے اپنی کتب میں اس کا اہتمام کیا ہے۔ مگر ان میں بھی کما حقہ اہتمام نہیں کیا گیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ نے یہاں ابواب القراءۃ کی مختلف فروع اور جزئیات کو جمع فرمادیا اسلئے کہ حضرت الامام

کے نزدیک ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ دوسروں کے یہاں اختلاف ہے۔ قرأۃ بالخواتیم یعنی سورتوں کی آخری آیات کو پڑھنا مثلاً ایک رکعت میں سورۃ جمعہ کا آخری رکوع اور دوسری رکعت میں سورۃ منافقون کا آخری رکوع پڑھے۔ یہ ائمہ کے یہاں جائز تو ہے مگر خلاف اولیٰ ہے۔ اسلئے کہ اولیٰ تو طول الی القصار علی التفصیل ہے۔ سورۃ قبل سورۃ مثلاً پہلی رکعت میں قل هو اللہ احد الخ اور دوسری رکعت میں تبت ید اہی لہب الخ پڑھے ائمہ کے یہاں یہ مکروہ ہے۔ اور امام بخاریؒ نے جو استدلال کیا ہے وہ ترتیب عثمانی سے پہلے کا واقعہ ہے۔ چونکہ ترتیب عثمانی پر اجماع ہو گیا اس لئے اس کے خلاف مکروہ ہے۔ و باول سورۃ یہاں بھی وہی ہے۔ حتیٰ اذا جاء ذکر موسیٰ و ہارون الخ یہ سورۃ مؤمنون کے آخر میں ہے۔ حیک ابابا الخ لیکن اس سے اس کا استحباب یا جواز کہاں لازم آیا۔ ہذا کہد الشعر ہذا کے معنی منقطع کرنے کے ہیں۔ اس جملہ کا مطلب شرح کے نزدیک یہ ہے کہ شعر کی طرح سے جلدی جلدی پڑھ ڈالنا اب اشکال یہ ہوتا ہے کہ اشعار تو خوب الحان سے پڑھے جاتے ہیں۔ اس کا جواب ان لوگوں نے یہ دیا کہ عرب میں جلدی جلدی اشعار پڑھتے تھے۔ لیکن میرے نزدیک اگر اس کا یہ مطلب ہوتا تو اچھا تھا کہ شعر یعنی بال کا نئے کی طرح سے جلدی جلدی گچ کر ڈالا۔ مگر مجھ کو کہیں سے اس کی تائید نہیں ملی۔

ترجمہ۔ آخری دور کعتوں میں

فاتحۃ الكتاب پڑھے۔

باب یقرأ فی الآخرین

بفاتحۃ الكتاب

ترجمہ۔ حضرت ابو قتادہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں ام الكتاب اور دو سو مرتبے پڑھتے تھے۔ اور آخری دو رکعتوں میں صرف ام الكتاب پڑھتے تھے اور کبھی کبھی ہمیں آیت سنا دیا کرتے تھے اور پہلی رکعت میں اتنا طول کرتے تھے جو دوسری رکعت میں نہیں ہوتا تھا۔ اور اسی طرح عصر میں اور اسی طرح صبح کی نماز میں کرتے تھے۔

حدیث (۷۳۳) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ فِي الْأُولَيَيْنِ بِأَمِّ الْكِتَابِ وَسُورَتَيْنِ وَفِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُخْرَيَيْنِ بِأَمِّ الْكِتَابِ وَيُسْمِعُنَا آيَةَ الْآيَةِ وَيَطْوِلُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى مَا لَا يَطْوِلُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ وَهَكَذَا فِي الْعَصْرِ وَهَكَذَا فِي الصُّبْحِ . الْحَدِيثُ

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ تقریباً جماعی مسئلہ ہے اور تقریباً کا مطلب یہ ہے کہ امام شافعیؒ کی ایک روایت میں ضم سورۃ بھی ہے۔ اور بقیہ ائمہ کے یہاں نہیں۔ تو امام بخاریؒ نے اس باب سے امام شافعیؒ پر رد فرمادیا ہے۔

ترجمہ۔ ظہر اور عصر کی نماز میں قرأت کو آہستہ پست آواز میں پڑھے۔

باب مَنْ خَافَتِ الْقِرَاءَةَ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ

ترجمہ۔ حضرت ابو معمر فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت خباب بن الارتؓ سے پوچھا کہ کیا جناب رسول اللہ ﷺ ظہر اور عصر کی نماز میں قرأت کرتے تھے فرمایا ہاں۔ ہم نے پھر پوچھا کہ آپ کو کیسے علم ہو جاتا تھا۔ فرمایا آپ کی داڑھی مبارک کے پٹنے کی وجہ سے۔

حدیث (۷۳۴) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ قَالَ نَعَمْ قُلْنَا مَنْ مِنْ أَيْنَ عَلِمْتَ قَالَ بِاصْطِرَابِ لِحْيَتِهِ . الْحَدِيثُ ...

ترجمہ۔ جب امام سری نماز میں کوئی آیت سنائے تو اسے نماز میں کوئی نقصان نہیں ہوگا۔

باب إِذَا سَمِعَ الْإِمَامُ الْآيَةَ

ترجمہ۔ حضرت ابو قتادہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ ظہر اور عصر کی نماز کی پہلی دو رکعتوں میں ام الكتاب اور اس کے ساتھ دوسری سورۃ بھی پڑھتے تھے۔ اور کبھی کبھی ہمیں آیت سنا دیا کرتے تھے اور پہلی رکعت میں طول ہوتا تھا۔

حدیث (۷۳۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ لَالِخِ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقْرَأُ بِأَمِّ الْكِتَابِ وَسُورَةَ مَعَهَا فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ مِنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ وَصَلَاةِ الْعَصْرِ وَيُسْمِعُنَا آيَةَ آحْيَانًا وَكَانَ يُطِيلُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یعنی جب سوری نماز میں امام کوئی آیت جہراً سداے تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ اور اسی طرح اگر آیت کی جائے دو آیات سداے تب بھی فاسد نہ ہوگی۔

باب يَطْوُلُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى

ترجمہ۔ پہلی رکعت میں قرأت کو لمبا کرے تو کوئی حرج نہیں

حدیث (۷۳۶) حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ (الْخ) عَنْ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَطْوُلُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى مِنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ وَيَقْصُرُ فِي الثَّانِيَةِ وَيَفْعَلُ ذَلِكَ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ .. الْحَدِيثُ ...

ترجمہ۔ حضرت ابو قتادہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ ظہر کی نماز کی پہلی رکعت میں طوالت کرتے تھے اور دوسری میں قصر کرتے تھے۔ یعنی طوالت نہیں ہوتی تھی بلکہ چھوٹی سورت پڑھتے تھے۔ اور اسی طرح صبح کی نماز میں بھی کرتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام احمدؒ اور امام محمدؒ کا یہی مذہب ہے البتہ حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ صرف فجر کی نماز کی پہلی رکعت میں طوالت کی جائے تاکہ لوگ جماعت کو حاصل کر سکیں بقیہ نمازوں میں نہیں۔ امام شافعیؒ سے مختلف روایات ہیں۔ پہلی یہ ہے کہ ہر نماز کی پہلی رکعت میں طوالت ہو۔ دوسری روایت جو ان کا صحیح مذہب ہے کہ پہلی دونوں رکعتوں میں مساوات کی جائے۔ امام حناریؒ کی انعقاد باب سے یہی غرض معلوم ہوتی ہے کہ اطالت ہر رکعت میں ہونی چاہیے۔ جمہور فرماتے ہیں یہ اطالت جو روایات سے ثابت ہے ثناء تعوذ اور تسمیہ کی وجہ سے ہے۔ ورنہ سب میں مساوات ہو۔

باب جَهْرُ الْإِمَامِ بِالتَّأْمِينِ

ترجمہ۔ امام کو آمین بلند آواز سے کہنا ہے

وَقَالَ عَطَاءٌ أَمِينٌ دُعَاءُ أَمْنِ ابْنِ الزُّبَيْرِ وَمَنْ وَرَاءَهُ حَتَّىٰ إِنَّ لِلْمَسْجِدِ لِلجَّةِ وَكَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يُنَادِي الْإِمَامَ لَاتْفَتِنِي بِأَمِينٍ وَقَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَدْعُهُ وَيَحْضُهُمْ وَسَمِعْتُ مِنْهُ فِي ذَلِكَ خَيْرًا

ترجمہ۔ حضرت عطاءؒ نے فرمایا کہ آمین دعا ہے (جس میں امام اور مقتدی دونوں شریک ہوں گے) حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور ان کے پیچھے جتنے لوگ ہوتے تھے سب آمین کہتے تھے یہاں تک کہ مسجد میں اس کی وجہ سے ایک شور ہوتا تھا اور حضرت ابو ہریرہؓ امام کو پکار کر فرمایا کرتے تھے کہ میری آمین فوت نہ کر ادینا۔ اور حضرت نافعؓ فرماتے ہیں کہ حضرت

ابن عمرؓ اس آمین کو نہیں چھوڑتے تھے۔ بلکہ اس پر لوگوں کو ترغیب دیتے تھے۔ آمادہ کرتے تھے اور اس بارے میں میں نے ان سے ایک خبر مرفوع بھی سنی ہے۔

حدیث (۷۳۷) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ الْحَمَّالِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ إِذَا أَمِنَ الْإِمَامُ فَأَمْتُوا فَإِنَّهُ مِنْ وَافِقٍ تَامِينُهُ تَامِينُ الْمَلَائِكَةِ غُفْرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ قَالَ أَبُو شَهَابٍ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ آمِينَ . الْحَدِيثُ

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب امام آمین کہتا ہے تو تم بھی آمین کہو۔ کیوں کہ جن کی تائین فرشتوں کی تائین کے موافق ہو گئی اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ اور ان شہاب زہریؒ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ بھی آمین کہتے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ حضرت ابو ہریرہؓ کو لندن حضری والی نے صفوف کو درست کرنے کے لئے مقرر کیا تھا جس کی وجہ سے

ان کو آمین کہنے کا موقع کم ملتا تھا۔ چنانچہ انہوں نے امام سے کہہ دیا کہ مجھے آمین کہنے سے محروم نہ رکھنا۔ ان آثار سے امام بخاریؒ زور لگا کر جہر بالتائین کرنا چاہتے ہیں۔ مگر یہ بات مشکل چیز ہے۔ کیونکہ صراحت کہیں جہر کا لفظ نہیں۔ اور اتنی مخالفت کے ہم بھی قائل ہیں کہ جن سے مل کر گونج یا شور سنائی دے۔ کما هو المشاهد۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ مسئلہ بھی ان معرکہ الآراء مسائل میں سے ہے جن کے متعلق میں نے کہا تھا کہ جملاء نے حد سے

زیادہ بڑھا دیا۔ ورنہ جتنا بڑھا گیا اتنی ان مسائل کی اہمیت نہیں۔ روایات جہر و مسو دونوں طرح کی وارد ہیں ائمہ نے اپنے اپنے اصول کے مطابق ایک کو اصل قرار دیا۔ اور دوسری کو عارض پر محمول کیا۔ شوافع اور حنابلہ میں سے یہ ہے کہ وہ اصح کو مقدم کرتے ہیں۔ اس طرح اس روایت کو جس میں وسائل کم ہوں۔ توجب روایت ان کے اصول کے موافق ہوگی اسے ترجیح دیں گے۔ بلکہ اصح کے اصول میں یہ ہے کہ اصل عمل اہل مدینہ ہے کہ وہی مہبط وحی ہے۔ اور پھر امام مالکؒ اور حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں کچھ زیادہ بعد نہیں ہے۔ اور احناف کے اصول میں سے ایک اصول یہ ہے کہ وہ روایات متعارضہ میں اوفق بالقرآن کو لیتے ہیں۔ اس لئے کہ روایات میں روایت بالمعنی کا احتمال ہے۔ خلاف قرآن پاک کے کہ وہ کلام الہی ہے۔ اس لئے نماز کے بارے میں قومو اللہ قانتین کے تحت احناف فرماتے ہیں کہ نماز سے سکون کی طرف رجوع ہوا ہے۔ اس طرح یہاں بھی احناف فرماتے ہیں کہ لجه۔ جہر یا ارتجاج والی روایات یا تو منسوخ ہیں کہ جبر وغیرہ ابتدا پر محمول ہے۔ اور سر والی روایات آخری زمانہ کی ہیں۔ توجہ منسوخ ہو گا۔ یا یوں تاویل کی جائے گی کہ اصل تو آمین میں سر ہے۔ البتہ کبھی کبھی تعلیم لامة جبر فرمایا کرتے تھے۔ توجہ والی روایت رد نہ ہوئی۔ اس طرح ارتجاج والی روایت میں حتی یسمعها من یلیہ من الصف الاول اس قدر مخالفت کا احناف بھی انکار نہیں کرتے۔ بلکہ اسرار اور انحاء اس لئے بھی مناسب ہے کہ وہ بھی تضرع کی ایک قسم ہے۔ ادعو ربکم تضرعا وخفیة الغرض یہاں تائین میں بھی مختلف مسائل مختلف فیہ ہیں۔ اول یہ ہے کہ اس کا حکم کیا ہے اکثر ظاہر یہی کی رائے ہے کہ واجب ہے اور اس کے برخلاف فرقہ امامیہ سے نقل کیا گیا ہے کہ بدعت ہے اور نماز فاسد ہو جائے گی۔

اور ان حزم ظاہری سے منقول ہے کہ امام کے لئے تو مستحب ہے اور مقتدیوں کے لئے فرض ہے۔ جنہوں نے مطلق و جوب کا قول اختیار کیا ہے وہ حضرات امنو کے امر سے استدلال کرتے ہیں۔ ان حزم فرماتے ہیں کہ یہ خطاب تو مقتدیوں کو ہے۔ لہذا ان پر تو آئین واجب ہوگی اور امام کے متعلق اذاقال الامام آمین فرمایا ہے۔ لہذا اس پر مستحب ہے۔ اور ائمہ اربعہ میں سے حنابلہ کے نزدیک مسنون ہے۔ اور ائمہ ثلاثہ کے یہاں سنت ہے۔

دوسرا اختلاف یہ ہے کہ آئین کون کے گا۔ حضرت امام مالکؒ سے مشہور یہ ہے کہ صرف مقتدی کے لئے کیونکہ حدیث میں امام اور مقتدی ہر دو کا وظیفہ الگ الگ مقرر کیا گیا ہے۔ اذاقال الامام ولا الضالین یہ امام کا وظیفہ۔ اور فامنوا یہ مقتدی کا وظیفہ ہے۔ اور مالکیہ کے یہاں اذاقال الامام آمین فامنوا والی حدیث بھی ہے۔ مگر انہوں نے حدیث اول کو ترجیح دی ہے۔ اور ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ امام اور مقتدی دونوں کہیں۔ قولہ اذا امن الامام فامنوا۔

تیسرا اختلاف یہ ہے کہ جہرا کے یا سرا۔ احناف کے یہاں سرا اور حنابلہ کے یہاں جہرا ہے۔ امام شافعیؒ کا قول قدیم تو حنابلہ کے موافق ہے۔ اور قول جدید حنفیہ کے۔ مالکیہ کے یہاں بھی دونوں روایات ہیں تو اصل اختلاف حنفیہ اور حنابلہ میں ہے۔ اب یہاں ایک بات سنو! وہ یہ ہے کہ ہمارے یہاں تو قاعدہ ہے کہ اگر امام سے دو قول مروی ہوں تو جو آخری ہوگا وہ لیا جائے گا۔ اور وہی راجح ہوگا اور شوافع کے یہاں جدید و قدیم دونوں برابر ہیں۔ اور ان میں سے اصحاب التوجیح جس کو ترجیح دیں گے وہی راجح ہوگا۔ یہاں پر آکر شوافع میں بہت اختلاف ہو گیا۔ کبھی تو وہ کہتے ہیں کہ ماموم کے لئے دو قول ہیں۔ اور کبھی کہتے ہیں کہ یہ دو قول تو امام کے لئے ہیں۔ اور ماموم تو بالاتفاق تآمین بالمسوکرے گا۔ لاجع میں مضمون دیکھ لیا جائے۔ لانتفتی بامین چونکہ حضرت ابو ہریرہؓ فاتحہ پڑھتے تھے اسلئے اگر امام جلدی جلدی کہتے تو یہ رہ جاتے۔ اور امام کے ساتھ آئین نہ کہہ سکتے اس لئے یہ فرمایا سمعت منه فی ذلك خبرا خیر اور خبر پایا والبادونوں طرح ضبط کیا گیا ہے۔ اگر اول ہو تو مطلب یہ ہے کہ اس کی فضیلت سنی۔ اگر ثانی ہو تو مطلب یہ ہے کہ حدیث مرفوع ہے۔

ترجمہ۔ آئین کہنے کی فضیلت

باب فَضْلِ التَّأْمِينِ

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی ایک آئین کہتا ہے تو فرشتے بھی آسمان میں کہتے ہیں۔ پس ایک کی آئین دوسرے کے موافق ہو جاتی ہے تو کہنے والے کے پچھلے گناہ بخش دئے جاتے ہیں۔

حدیث (۷۳۸) عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ (الخ) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ إِذَا قَالَ أَحَدُكُمْ أَمِينَ وَقَالَتِ الْمَلَائِكَةُ فِي السَّمَاءِ أَمِينَ كَوَافَقَتْ أَحَدَهُمَا الْأُخْرَى غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔

تشریح از شیخ زکریا۔ تمہیں یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ امام بخاریؒ کے اصول میں سے یہ بات ہے کہ جو روایت ان کی شرط کے مطابق نہ ہو وہ ہساوا قات اس پر رد فرماتے ہیں۔ جبکہ وہ ان کے نزدیک صحیح نہ ہو۔ اور ہساوا قات جبکہ اسی کا مضمون صحیح ہو تو ترجمہ سے اس کی تائید کرتے ہیں۔ یہاں ابو داؤد وغیرہ میں ایک روایت ہے جس میں ہے کہ آمین طالع ہے یعنی آمین جہر ہے۔ اس کی طرف امام بخاریؒ نے اشارہ فرما کر تائید فرمادی۔

باب جَهْرُ الْمَأْمُومِ بِالْتَّامِينِ

ترجمہ۔ مقتدی بھی آمین جہراً کہے

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کے تو تم آمین کہو۔ کیونکہ جس کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہو گیا تو اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

حدیث (۷۳۹) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمَةَ النَّحْ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ غَيْرَ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ فَقُولُوا آمِينَ فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلَهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ ...

تشریح از شیخ زکریا۔ مذہب تو معلوم ہو چکا کہ ہمارے یہاں سر ہے اور حنابلہ کے یہاں جہر ہے۔ اور شافعیہ کے یہاں اختلاف ہے۔ اور مالکیہ کے یہاں راجح سر ہے۔ اب یہاں اشکال یہ ہے کہ ترجمہ روایت سے ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ روایت میں کہیں بھی جہر مأموم کا ذکر نہیں ہے۔ بعض علماء نے جواب دیا ہے اور یہ اسل ہے کہ ترجمہ شارح ہے اور شارح ہونے کا مطلب یہ ہے کہ امام بخاریؒ بتلاتے ہیں کہ روایت میں جو آمین مقتدی کا امر وارد ہوا ہے اس کا یہی مطلب ہے کہ جہر کے ساتھ کہے۔ ہم کہتے ہیں امام بخاریؒ کا ترجمہ ثابت ہو گیا۔ سر آنکھوں پر مگر ہم تو ان کی تفسیر کو نہیں مانتے وہ ہم پر حجت نہیں۔ دوسرا جواب بعض علماء نے یہ دیا کہ جب قول کا لفظ مطلقاً بولا جاتا ہے تو اس سے زور سے ہی بولنا مراد ہوا کرتا ہے۔ اگر آہستہ بولنے کے متعلق کہا جائے تو اس کو سر سے مقید کرتے ہیں۔ اور حدیث میں فقولوا آمین وارد ہے لہذا ترجمہ ثابت ہو گیا۔ مگر یہ ضابطہ مسلم نہیں ہے۔ حدیث میں ہے کہ اذا قال الامام سمع الله لمن حمده فقولوا ربنا لك الحمد توزيراً من تحميد كرتا چاہیے۔ ولم يقل به النخضم اسی طرح حدیث پاک میں ہے اذا ركع قال سبحان ربى العظيم واذا سجد قال سبحان ربى الاعلى لهذا تسبيحات كرتا چاہیے۔ اس کے وہ بھی قائل نہیں ہیں۔ ونعيم المحمدر بہت سے رواۃ کے اوصاف میں وارد ہے کہ یہ حضرات مسجد میں دھونے دینے کا کام کرتے تھے۔

ترجمہ۔ صف میں پہنچنے سے پہلے جب رکوع کرے

باب إِذَا رَكَعَ دُونَ الصَّفِّ

ترجمہ۔ حضرت ابی بکرہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ تک اس وقت پہنچے جبکہ آپ رکوع میں تھے۔ تو انہوں نے صف میں پہنچنے سے پہلے ہی رکوع کر لیا۔ جب اس کا ذکر جناب نبی اکرم ﷺ سے کیا گیا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تیری حرص علی الخیر بڑھائے۔ آئندہ ایسا نہ کرنا۔

حدیث (۷۴۰) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ النَّخَعِيُّ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ أَنَّهُ أَنْتَهَى إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ رَاكِعٌ فَرُكِعَ قَبْلَ أَنْ يُصَلَ إِلَى الصَّفِّ فَذَكَرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ زَادَكَ اللَّهُ حِرْصًا وَلَا تَعُدُّ.....

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ حنابلہ کے نزدیک ترک موقوف سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ اور بقیہ ائمہ کے نزدیک فاسد نہیں ہوتی۔ لہذا اگر کوئی وضو کر کے چلا اور امام رکوع میں چلا گیا اب اسے یہ خوف ہوا کہ اگر میں صف میں جا کر ملوں گا تو میری رکعت چلی جائے گی بس اس نے وہیں پیچھے صف سے الگ ہو کر رکوع کر لیا اور بدو ن توالی حرکات کے آہستہ آہستہ پھر صف سے جا ملا تو عند الثلث اس کی نماز ہو گئی۔ مگر ایسا کرنا مکروہ ہو گا۔ اور حنابلہ کے نزدیک نماز ہی فاسد ہو جائے گی۔ اس لئے کہ اس نے اپنا موقوف چھوڑ دیا جمہور کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ابو بکرہؓ سے زادک اللہ حرصاً ولا تعد فرما کر اس فعل سے منع فرمایا ہے۔ مگر اعادہ صلوٰۃ کا امر نہیں فرمایا۔ حنابلہ کہتے ہیں کہ آخر حضور اقدس ﷺ نے اس فعل کے کرنے سے منع فرمایا۔ لہذا اب اگر کرے گا تو کافی نہ ہو گا۔ جمہور جواب دیتے ہیں کہ یہ لفظ لاتعد جس طرح مجرد سے ضبط کیا گیا ہے۔ بعض روایات میں اعادہ سے لاتعد ضبط کیا گیا ہے۔ لہذا حضور اقدس ﷺ نے اعادہ سے منع فرمایا ہے معلوم ہوا کہ نماز ہو گئی اعادہ واجب نہیں۔ مگر روایت مشورہ مجرد سے ہے۔ امام بخاریؒ نے جمہور کی تائید کی ہے۔

ترجمہ۔ رکوع میں جاتے ہوئے اللہ اکبر کو رکوع میں جا کر پورا کرنا چاہیے۔

باب اِتْمَامِ التَّكْبِيرِ
فِي الرُّكُوعِ -

ترجمہ۔ یعنی یہ بات حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کی ہے۔ اور اس بارے میں مالک بن الحویرثؒ کی روایت بھی ہے۔

قَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَفِيهِ
مَالِكُ بْنُ الْحَوَيْرِثِ.....

ترجمہ۔ حضرت عمران بن حصین فرماتے ہیں کہ انہوں نے بصرہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ نماز پڑھی۔ تو فرمانے لگے کہ اس آدمی نے ہمیں وہ نماز یاد دلادی

حدیث (۷۴۱) حَدَّثَنَا اسْحَقُ الْوَائِطِيُّ
الْحَمْدِيُّ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ صَلَّى مَعَ عَلِيٍّ
بِالْبَصْرَةِ فَقَالَ ذَكَرْنَا هَذَا الرَّجُلَ صَلَوةً كُنَّا

جو ہم جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پڑھتے تھے تو انہوں نے ذکر کیا کہ جب وہ اٹھتے تھے یا نیچے جاتے تو تکبیر کہا کرتے تھے۔

نُصَلِّيَهَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَذَكَرَ أَنَّهُ كَانَ يُكَبِّرُ
كُلَّمَا رَفَعَ وَكُلَّمَا وَضَعَ . الْحَدِيثُ

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جب وہ ان کو نماز پڑھاتے تھے تو جب بھی نیچے اوپر جاتے تو تکبیر کہتے تھے اور جب فارغ ہو جاتے تو فرماتے کہ میں تم سب میں سے جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز کے زیادہ مشابہ ہوں یعنی میری نماز آپ کی نماز کی طرح ہے۔

حَدِيثُ (۷۴۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ (الْبَخ)
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّيَ بِهِمْ فَيُكَبِّرُ كُلَّمَا
خَفَضَ وَرَفَعَ فَإِذَا أَنْصَرَفَ قَالَ إِنِّي لَأَشْبَهُكُمْ
صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ . الْحَدِيثُ ...

تشریح از شیخ مدنی۔ اتمام التکبیر فی الركوع کے ایک معنی یہ ہیں کہ تکبیر کو اس طرح دراز کیا جائے کہ رکوع میں آ کر ختم ہو۔ اور دوسرے معنی یہ ہیں تمام نماز میں تکبیر کو لانا حتیٰ کہ اس کے فرد رکوع میں بھی تکبیر کو لایا جائے یعنی ہر رفع و خفض کے وقت تکبیر کہی جائے۔ بظاہر یہی دوسرے معنی مصنف کی مراد ہے۔ عمران بن حصین کی روایت بھی اس کی تائید کرتی ہے۔ اور اتمام التکبیر فی السجود کے بھی یہی معنی ہیں۔ ای اتمام الصلوة بالتکبیر فی السجود۔

تشریح از شیخ زکریا۔ ابو داؤد میں ہے کان النبی ﷺ لا يتم التکبیر یعنی جب سجدہ میں جائے اور رکوع سے اٹھے تو حضرت امام بخاری نے اس پر رد فرمایا اور یہ اقرب ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یوں کہا جائے کہ حضرت عثمانؓ حیا کی وجہ سے جھوڑی الصوت نہ تھے اور حضرت علیؓ جھوڑی الصوت تھے۔ اور زمانہ فرقہ پرستی کا ہو گیا تھا۔ علوی تو حضرت علیؓ کی ہر ایک بات میں اقتدا کرتے تھے اور عثمانی حضرات حضرت عثمانؓ کی اقتدا کرتے۔ ان دونوں حضرات کی آوازوں میں جہر اور عدم جہر طبعی تھا مگر ان پارٹی بازوں نے پارٹی بنالی۔ تو حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں جو اموی عمال و امراء تھے وہ حضرت عثمانؓ کی اقتدا میں یا تو بالکل آہستہ کہتے یا کہتے ہی نہ تھے۔ تو چونکہ اس سنت میں اس کا وہم تھا اس لئے محدثین نے یہ ابواب اتمام التکبیر رکوع و فی السجود کے باندھے تاکہ کہیں تکبیرات بالکل نہ چھوٹ جائیں۔

ترجمہ۔ سجود میں تکبیر کو پورا کرنا!

باب اِتْمَامِ التَّكْبِيرِ فِي السُّجُودِ

ترجمہ۔ حضرت مطرف بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اور حضرت عمران بن حصینؓ نے حضرت علی بن ابی طالبؓ کے پیچھے نماز پڑھی۔ پس جب وہ سجدہ کرتے تو تکبیر کہتے تھے۔

حَدِيثُ (۷۴۳) حَدَّثَنَا أَبُو التَّعْمَانِ (الْبَخ) عَنْ
مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي
طَالِبٍ أَنَا وَعُمَرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ فَكَانَ إِذَا سَجَدَ كَبَّرَ

اور جب سجدہ سے اپنا سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے اور جب دو رکعتیں ادا کر کے اٹھتے تو بھی تکبیر کہتے۔ جب نماز پوری کر لی تو حضرت عمران بن حصینؓ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ اس نے حضرت محمد ﷺ کی نماز مجھے یاد دلا دی۔ یا، ہمیں جناب محمد ﷺ والی نماز پڑھائی۔

وَأَذَارَعَ رَأْسَهُ كَبْرًا وَإِذَا نَهَضَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ كَبْرًا فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ أَخَذَ بِيَدِي عُمَرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ فَقَالَ قَدْ ذَكَرْتَنِي هَذَا صَلَاةَ مُحَمَّدٍ ﷺ أَوْ قَالَ لَقَدْ صَلَّى بِنَاصِلَةِ مُحَمَّدٍ ﷺ... الحديث...

ترجمہ۔ حضرت عکرمہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے مقام ابراہیمؑ کے پاس ایک آدمی (ابو ہریرہؓ) کو دیکھا کہ وہ ہر شخص و رفع کے وقت تکبیر کہتے تھے اور جب کھڑے ہوتے یا نیچے جاتے جس کی اطلاع میں نے ابن عباسؓ کو دی تو انہوں نے فرمایا تیری ماں نہ ہو کیادہ جناب نبی اکرم ﷺ کی نماز نہیں ہے۔

حَدِيث (٧٤٤) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ (النخ) عَنْ عِكْرَمَةَ قَالَ رَأَيْتُ رَجُلًا عِنْدَ الْمَقَامِ يُكَبِّرُ فِي كُلِّ خَفِضٍ وَرَفِعٍ وَإِذَا قَامَ وَإِذَا وَضَعَ فَأَخْبَرْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ أَوْلَيْسَ تِلْكَ صَلَاةَ النَّبِيِّ ﷺ لَأَمَّ لَكَ...

تشریح از شیخ زکریا۔ اس کی ایک غرض تو وہ ہے جو پہلے بیان کی گئی۔ اور دوسری غرض اس باب کی خاص یہ ہے کہ تکبیر

صلوٰۃ پورے انتقال کے ساتھ ہو مطلب یہ ہے کہ انتقالات صلوٰۃ کی ابتداء سے ان کی انتہا تک تکبیر حاوی ہونی چاہیے تو چونکہ رکوع میں تو خیر کچھ نہیں۔ جو درمیان عام طور سے ایسا ہوتا ہے کہ سجدہ میں پہنچنے سے پہلے ہی تکبیر ختم کر دیتے ہیں۔ اور اگر کوئی آگے بڑھا تو رکوع کی حد تک پہنچتے پہنچتے ختم کر دیتا ہے۔ اور کوئی اس سے آگے جاتا ہے۔ تو حضرت امام خاریؒ نے تنبیہ فرمادی کہ تکبیر پورے انتقال کو حاوی ہونی چاہیے۔

ترجمہ۔ جب سجدہ سے کھڑا ہونے لگے تو بھی تکبیر کہے

باب التکبیر اذا قام من السجود

ترجمہ۔ حضرت عکرمہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے مکہ معظمہ میں ایک شیخ حضرت ابو ہریرہؓ کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے نماز میں بائیس مرتبہ تکبیرات کہیں۔ تو میں نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا کہ یہ شیخ کوئی بے وقوف ہے۔ انہوں نے فرمایا تجھے تیری ماں گم کرے یہی تو ابو القاسم ﷺ کی سنت ہے۔

حَدِيث (٧٤٥) حَدَّثَنَا مَوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ (النخ) عَنْ عِكْرَمَةَ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ شَيْخٍ بِمَكَّةَ فَكَبَّرَ ثِنْتَيْنِ وَعِشْرِينَ تَكْبِيرَةً فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ إِنَّهُ أَحْمَقُ فَقَالَ تَكَلَّمَ أُمَّكَ سُنَّةَ أَبِي الْقَاسِمِ ﷺ... الحديث...

ترجمہ۔ حضرت ابو بکر بن عبد الرحمن نے حضرت

حَدِيث (٧٤٦) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ (النخ)

ابو ہریرہؓ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے تھے کھڑے ہوتے وقت پھر جب وہ رکوع کیلئے جاتے تو تکبیر کہتے پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہتے۔ جبکہ رکوع سے اپنی پیٹھ کو اٹھاتے پھر کھڑے کھڑے رہنا لك الحمد فرماتے پھر جب نیچے جھکتے تو تکبیر کہتے اور جب اپنا سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے۔ پھر جب سجدہ کرتے تو تکبیر کہتے۔ پھر جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے۔ پھر ساری نماز میں اسی طرح کرتے یہاں تک کہ نماز کو پورا کرتے۔ اور التحیات پر بیٹھنے کے بعد دو رکعتوں کے بعد اٹھتے تو بھی تکبیر کہتے تھے۔

عبداللہ نے فرمایا ولك الحمد۔

أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ هِرِيرَةَ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ يُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْكَعُ ثُمَّ يَقُولُ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ حِينَ يَرْفَعُ صُلْبَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ ثُمَّ يَقُولُ وَهُوَ قَائِمٌ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَهْوِي ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَسْجُدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ ثُمَّ يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي الصَّلَاةِ كُلِّهَا حَتَّى يَقْضِيَهَا وَيُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ مِنَ الثَّنَيْنِ بَعْدَ الْجُلُوسِ وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ صَالِحٍ عَنِ اللَّيْثِ وَلَكَ الْحَمْدُ الْحَدِيثُ

تشریح از شیخ مدنی۔ بنو امیہ نے تکبیرات کتنا چھوڑ دیا تھا۔ کیونکہ حضرت عثمانؓ نے ضعف کی وجہ سے ترک کر دیا تھا۔ اور معمر بن اطلاق کر دیتے تھے۔ اور انہوں نے مقصورہ بنا رکھا تھا جس میں کھڑے ہو کر نماز پڑھاتے تھے۔ حضرت عمرؓ کے واقعہ کی وجہ سے بنو امیہ نے سمجھا کہ حضرت عثمانؓ نے تکبیرات کو ترک کر دیا تھا۔ اس لئے انہوں نے بھی چھوڑ دیا۔ کیونکہ الناس علی دین ملوکہم ہوئی کرتا ہے۔ عام لوگوں نے بھی چھوڑ دیا تھا۔ تو ابن عباسؓ کے سامنے یہ واقعہ پیش آیا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ یا تو نفس تکبیرات کا اثبات مقصود ہے۔ یا مطلب یہ ہے کہ پورے انتقال کو تکبیر حاوی ہونی چاہیے۔ جیسا کہ باب یکر اذ انھض من المسجد تین آراہے۔ تو کتنا یہ ہے کہ یہاں من السجود آیا ہے۔ اور وہاں من المسجد تین ہے۔ اور ظاہر بات ہے کہ نہوض سجد تین سے ہوگا۔ ایک سجدہ سے ہوگا نہیں۔ لہذا دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ اس پر کلام آئندہ ہوگا۔

باب وَضَعِ الْأُكُفِّ عَلَى الرَّكْبِ
فِي الرَّكُوعِ
ترجمہ۔ رکوع میں ہتھیلیوں کو
گھٹنوں پر رکھنا۔

ترجمہ۔ ابو حمید نے اپنے شاگردوں میں فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر لگاتے تھے۔

وَقَالَ أَبُو حَمِيدٍ فِي أَصْحَابِهِ أَمَكَنَّ النَّبِيُّ ﷺ يَدَيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ ...

ترجمہ۔ حضرت مصعب بن سعد فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ کے پہلو میں اس طرح نماز پڑھی کہ اپنی دونوں ہتھیلیوں کی انگلیاں جمع کر کے اپنی دونوں رانوں کے درمیان رکھ دیا تو میرے باپ نے مجھے منع کر دیا۔ فرمایا ہم لوگ پہلے ایسا کرتے تھے۔ پھر ہمیں اس سے روک دیا گیا۔ اور ہمیں حکم ہوا کہ ہم ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھیں۔

حدیث (۷۵۰) حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ النَّحْوِيُّ سَمِعْتُ مَصْعَبَ ابْنَ سَعْدٍ صَلَّيْتُ إِلَى جَنْبِ أَبِي فَطَبَقْتُ بَيْنَ كَفِّي ثُمَّ وَضَعْتُهُمَا بَيْنَ فَخْدَيَّ فَهَنَّيْتُ أَبِي وَقَالَ كُنَّا نَفْعَلُهُ فَهَيِّنَا عَنْهُ وَأَمْرٌ نَأْتِ نَصْعَ أَيَدِنَا عَلَى الرَّكْبِ . الْحَدِيثِ ..

تشریح از شیخ زکریا۔ چونکہ تشریح کے ساتھ روایات میں نسخ تطبیق اور وضع الاکف علی الرکب کا امر وارد ہوا ہے اسلئے نہ ائمہ اربعہ میں اس کے بارے میں اختلاف ہے اور نہ ہی ظاہر یہ کا کوئی اختلاف ہے۔ مسئلہ مجمع علیہ ہے۔ البتہ سلف صالحین میں سے بعض صحابہ جیسے حضرت ابن مسعود اور بعض تابعین کا اختلاف تھا کہ یہ حضرات تطبیق کے قائل تھے۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ تشبیک کر کے یعنی ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ضم کر کے ان کو رکوع کی حالت میں دونوں رانوں کے درمیان رکھ لے لیکن نسخ صریح کی وجہ سے جمہیر امت اس کے قائل نہیں ہیں۔

باب۔ اِذَا لَمْ يُتِمَّ الرَّكُوعَ

ترجمہ۔ جبکہ نمازی رکوع پورا نہ کرے

ترجمہ۔ حضرت حذیفہؓ نے کسی نمازی کو دیکھا کہ وہ رکوع اور سجود پورا نہیں کر رہا۔ تو آپ نے فرمایا کہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔ اگر تو اس حال میں مر گیا تو اس فطرت ملت پر نہیں مرے گا جس ملت کو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کیلئے مقرر فرمایا ہے۔

حدیث (۷۵۱) حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّخَعِيُّ قَالَ رَأَى حُدَيْفَةَ رَجُلًا لَا يَتِمُّ الرَّكُوعَ وَالسُّجُودَ وَقَالَ مَا صَلَّيْتُ وَلَوْ مِتُّ مَتَّ عَلَى غَيْرِ الْفِطْرَةِ الَّتِي فَطَرَ اللَّهُ مُحَمَّدًا ﷺ الْحَدِيثِ ...

تشریح از شیخ زکریا۔ عدم اتمام رکوع و سجود یہ ہے کہ اعتدال نہ کرے۔ رکوع کی حقیقت جھکتا ہے۔ اور سجود کی حقیقت پیشانی کو زمین پر رکھنا ہے۔ اب اگر کوئی اتنے ہی پر اکتفا کرے اور کچھ وقفہ نہ کرے۔ تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اس کی نماز نہ ہوگی۔ کیونکہ اعتدال فی الارکان فرض ہے۔ اور یہی حضرت امام ابو یوسفؒ سے منقول ہے۔ اور حنفیہ کے یہاں دو قول ہیں۔ اول یہ کہ اعتدال واجب ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ سنت ہے۔ وجوب کے قول پر اگر کسی نے ترک کر دیا تو ترک واجب کی وجہ سے اعادہ واجب ہوگا۔ بناہ قول سنیت تارک سنت ہوگا۔ اور اعادہ مسنون ہوگا۔ اب شرح حنفیہ یوں کہتے ہیں کہ چونکہ اختلاف وسیع تھا اس لئے امام بخاریؒ نے کوئی حکم نہیں لگایا

جیسا کہ ان کی عادت ہے۔ اور شرح شوافع فرماتے ہیں چونکہ روایت سے مقصود واضح تھا اس لئے کوئی حکم نہیں لگایا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب امام کے اصول میں یہ بات تسلیم کر لی گئی ہے تو اب پھر روایت کے ظہور کا کیا مطلب ہے۔ اگر یہی ہے تو امام بخاریؒ کو کہیں بھی حکم نہیں لگانا چاہیے تھا۔ بس روایت سے واضح ہو جاتا۔ ماصلیت یوں کہتے ہیں کہ صحابی نے کہا تو نے نماز نہیں پڑھی۔ اور صحابی کا قول غیر مدرك بالوئی حکم میں مرفوع کے ہو کر تا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ صرف اتنا ہی دیکھا اور لومت مت علی غیر الفطرة الخ کو نہیں دیکھا فطرت سے مراد سنت ہے۔ جیسا کہ دوسری روایت میں تصریح ہے۔ اور ہم بھی کہتے ہیں کہ اگر اس نے ایسا کیا تو وہ تارک سنت ہوگا۔ اگر وہ اسی حالت میں مر گیا تو تارک سنت ہو کر مرے گا۔

باب إِذَا لَمْ يُتِمَّ الرَّكُوعَ

ترجمہ۔ رکوع میں پیٹھ کو سیدھا رکھنا

وَقَالَ أَبُو حَمِيدٍ فِي أَصْحَابِهِ رَكَعَ النَّبِيِّ ﷺ

ترجمہ۔ اور ابو حمید نے اپنے شاگردوں میں یہ کہا کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے رکوع کرتے ہوئے اپنی پیٹھ کو توڑا۔

ثُمَّ هَضَرَ ظَهْرَهُ

باب حَدِّائِمَامِ الرَّكُوعِ

ترجمہ۔ رکوع کو مکمل کرنے کی حد

اس میں اعتدال کرنا اور اطمینان کرنا ہے۔

وَالِإِعْتِدَالِ فِيهِ وَالِإِطْمَانِيَّةِ

حدیث (۷۵۲) حَدَّثَنَا بَدَلُ بْنُ الْمُحَبَّرِ (الخ)

ترجمہ۔ حضرت برآن بن عازبؒ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کا رکوع کرنا سجدہ کرنا اور دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا اور اسی طرح جب رکوع سے سر اٹھا کر قومہ فرماتے تھے تو قریب قریب سب برابر ہوتے تھے۔ سوائے قیام اور قعود کے۔

عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كَانَ رُكُوعُ النَّبِيِّ ﷺ وَسُجُودُهُ وَبَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ وَإِذَا رَفَعَ مِنَ الرَّكُوعِ مَا خَلَا الْقِيَامَ وَالْقُعُودَ قَرِيبًا مِنَ السَّوَاءِ. الْحَدِيثُ ...

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ باب سابق کا تکملہ ہے۔ اس باب سے طریقہ اعتدال بتلایا ہے وہ یہ کہ سر کو اتنا جھکا جائے کہ

پیٹھ کے برابر ہو جائے۔ باب حدائمام الرکوع سے اعتدال کی مقدار بتاتے ہیں کہ مقدار اتمام کیا ہونی چاہیے۔ اور اس میں حضرت برآن کی روایت ذکر فرمائی جو مشہور ہے بخاری شریف میں کئی جگہ آئے گی۔ قریباً من السواء اس کے تین مطلب ہیں۔ اول یہ کہ قریب سے قریب تام مراد ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ اگر رکوع ایک منٹ کا تو سجدہ بھی ایک منٹ کا۔ اگر سجدہ ایک منٹ کا تو مابین السجدتین جلسہ اور قومہ بھی ایک منٹ کا۔ سوائے قیام و قعود کے۔ اس میں برابری نہیں ہو سکتی۔ اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ قرب سے تناسب مراد ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ رکوع۔ سجدہ۔ قومہ۔ جلسہ سب مناسب ہوتے۔ یہ نہیں کہ ایک چیز ایک گھنٹہ کی اور دوسری چیز ایک منٹ کی۔

اور تیسرا مطلب یہ ہے کہ مساوات سے مساوات النظیر مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ ایک رکعت کا رکوع دوسری رکعت کے رکوع کے برابر اور ایک رکعت کا سجدہ دوسری رکعت کے سجدہ کے برابر۔ علیٰ ہذا القیاس اور اس صورت میں ظاہر ہے کہ قیام و قعود میں مساوات نہیں ہو سکتی کیونکہ اول دو قیاموں میں فاتحہ اور ضم سورت دونوں ہوتا ہے۔ اور ثانیین میں صرف فاتحہ۔ اسی طرح اول قعدہ میں صرف تشہد اور ثانی میں درود اور دعائیں وغیرہ بھی ساتھ ہیں۔ بخاری شریف کی روایت میں صرف اتنا ہی ہے۔ اور ابو داؤد میں مسدود اور ابن بخاری کی روایت میں بہت گڑبڑ ہے۔ یہاں اشکال یہ ہے کہ ترجمہ روایت سے ثابت نہیں ہوتا کیونکہ ترجمہ حدیث تمام رکوع اور روایات میں ایک دوسرے کی مساوات مذکور ہے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اعتدال بھی ہو۔ ایک سیکنڈ میں مساوات ہو جائے۔ دونوں ذرا ذرا اسی دیر کے بعد ہوں۔ علامہ سندھی نے اس کا جواب دیا ہے کہ بعض امور کا حکم خارج ہوتا ہے۔ یہاں بھی ہمیں خارج سے مقدار معلوم ہو گئی ان روایات سے جن کے اندر تسمیحات رکوع و سجدہ کا ذکر ہے۔ اور دوسرا جواب یہ دیا گیا کہ آثر یہ بھی تو ایک حد ہے کہ ایک دوسرے کے مساوی ہوتے تھے۔

ترجمہ۔ جس شخص نے رکوع کو پورا نہیں کیا تھا
جناب نبی اکرم ﷺ نے اسے نماز لوٹانے کا حکم دیا

باب أَمْرُ النَّبِيِّ ﷺ الَّذِي لَا يُتِمُّ رُكُوعَهُ بِالْإِعَادَةِ

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ مسجد میں داخل ہوئے تو ایک اور آدمی مسجد میں داخل ہوا۔ اور اس نے نماز پڑھی۔ آیا اور حضور نبی اکرم ﷺ پر سلام کیا حضور نبی اکرم ﷺ نے سلام کا جواب دیا فرمایا واپس جاؤ نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی چنانچہ پھر اس نے اسی طرح نماز پڑھی۔ آیا اور جناب رسول اللہ ﷺ کو تحفہ سلام پیش کیا آپ نے فرمایا واپس جاؤ نماز پڑھو۔ تم نے تو نماز نہیں پڑھی بہر حال ایسا واقعہ تین مرتبہ پیش آیا۔ پس اس شخص نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے میں اس سے اچھی نماز نہیں پڑھ سکتا۔ پس آپ مجھے نماز کا طریقہ سکھلائیں۔ آپ نے فرمایا جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو

حدیث (۷۵۳) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ أَخْبَرَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلَّى ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَرَّ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ السَّلَامَ فَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَصَلِّ ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَلَا تَأْتِنَا وَقَالَ وَاللَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا أَحْسَنَ عَيْرَهُ فَعَلِمَنِي فَقَالَ إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ مَا تيسرُ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ ثُمَّ ارْكَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَعْتَدِلَ فَإِنَّمَا ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ

جَالِسًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمِئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ افْعَلْ
ذَلِكَ فِي صَلَاتِكَ كُلِّهَا .. الحديث ..

کبیر کو۔ پھر جو کچھ آسانی سے قرآن کا حصہ پڑھ سکتے ہو وہ پڑھو
پھر رکوع کرو یہاں تک کہ اطمینان سے رکوع کرنے والے ہو جاؤ

پھر رکوع سے سر اٹھاؤ یہاں تک کہ اعتدال سے کھڑے ہو جاؤ پھر سجدہ کرو یہاں تک کہ اطمینان سے سجدہ یز ہو جاؤ پھر سر اٹھا کر پھر
اطمینان سے بیٹھ جاؤ پھر سجدہ کرو یہاں تک کہ اطمینان سے سجدہ کرنے والے ہو جاؤ۔ پھر اسی طرح اپنی ساری نماز میں کرو۔

تشریح از شیخ زکریا۔ یہ ترجمہ شارح ہے۔ اور حدیث جو ذکر فرمائی ہے وہ فقہاء اور محدثین کے یہاں حدیث المسبی

فی الصلوة کے نام سے مشہور ہے۔ میں نے تنبیہ اس لئے کر دی کہ کہیں تمہاری نظر پڑے کہ فی حدیث المسبی کذا اور تم اس کو
نہ سمجھ سکو۔ حالانکہ اس سے فقہاء نے کثرت سے مسائل پر استدلال کیا ہے۔ اور چونکہ حضور اقدس ﷺ نے ارجع فصل فانک لم تصل
فرمایا اور اس کی وجہ حدیث میں ذکر نہیں کی گئی۔ تو حضرت امام بخاری نے اس کی وجہ ذکر فرمادی۔ کہ رکوع و سجدہ پوری طرح نہیں
ادا کیا تھا اس لئے اعادہ کا امر فرمایا۔ تم اقرأ ماتیسر من القرآن حضور اقدس ﷺ نے تیسرے کے پڑھنے کا امر فرمایا ہے اور اس سے یہ بھی
معلوم ہوا کہ فاتحہ پڑھنا واجب نہیں ہے۔ دونوں مقام تعلیم پر حضور اقدس ﷺ سے ضرور تعلیم دیتے۔ اور فاتحہ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

باب الدُّعَاءِ فِي الرَّكُوعِ

ترجمہ۔ رکوع میں دعا مانگنا

ترجمہ۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم

ﷺ اپنے رکوع اور سجدہ میں یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ اے اللہ
ہمارے رب تو پاک ہے۔ اور ہم تیری حمد بیان کرتے ہیں۔
اے اللہ میری مغفرت فرما دے۔

حدیث (۷۵۴) حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عَمْرٍو النَّخَعِيُّ

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ فِي رُكُوعِهِ
وَسُجُودِهِ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ
اغْفِرْ لِي . الحديث

تشریح از شیخ زکریا۔ چونکہ امام مالک کے نزدیک دعا فی الرکوع مکروہ ہے لہذا یہ باب ان پر رد کرنے کے لئے باندھ دیا

امام بخاری اور جمہور ائمہ کے نزدیک دعا فی الرکوع جائز ہے مگر خلاف اولیٰ۔ کیونکہ اولیٰ یہ ہے کہ تسمیحات رکوع پڑھے۔
اللهم اغفر لی . حضور اقدس ﷺ فسبح بحمد ربك واستغفره کے بعد کثرت سے اللهم اغفر لی پڑھتے تھے۔ اور یہ آیت شریفہ
آخر زمانہ میں نازل ہوئی۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہ حضور اقدس ﷺ کی ابتدائی نعی تھی۔ یعنی موت کی خبر ہے اور یہیں سے میں نے
استنباط کیا ہے کہ حضور اقدس ﷺ کا نابین کی طرف رجوع ہو تو سمجھو کہ اب وقت قریب ہے۔ اس لئے کہ فتح مکہ کے بعد یہ آیت نازل ہوئی
اور اس کے بعد حضور اقدس ﷺ کی طرف رجوع عام ہو گیا تھا۔

ترجمہ۔ جب امام اور اس کے مقتدی رکوع سے سر اٹھائیں تو کیا پڑھیں۔

باب مَا يَقُولُ الْإِمَامُ وَمَنْ حَلَفَهُ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ -

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تھے تو اللہم ربنا لك الحمد فرمایا کرتے تھے۔ اور نبی اکرم ﷺ جب رکوع کرتے اور جب سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے اور جب دونوں سجدوں سے فارغ ہونے لگتے تو اللہ اکبر کہتے۔

حدیث (۷۵۵) حَدَّثَنَا أَدَمُ الرَّحْمِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ إِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمَدَهُ قَالَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ يُكَبِّرُ وَإِذَا قَامَ مِنَ السُّجُودَيْنِ قَالَ اللَّهُ أَكْبَرُ... الْحَدِيثُ...

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ہے کہ امام اعظم اور امام مالک کے نزدیک امام فقط سمع اللہ لمن حمدہ

کے لفظوں پر ہی تسمیع اور تحمید دونوں کو جمع کرے گا۔ اس لئے کہ جب دوسروں کو ترغیب دیتا ہے تو خود کو بھی ضرور کرنا چاہیے۔ بلکہ اور حنفیہ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں امام کی تحمید ماموم کی تحمید سے مؤخر ہو جائے گی۔ حالانکہ جعل الامام لیؤتم بہ تو یہاں قلب موضوع لازم آئے گا۔ اور مقتدی بالاتفاق جمع نہ کرے۔ مگر حضرت امام شافعی کے ایک قول کے مطابق تسمیع کرے گا۔ اور منفرد بالاتفاق جمع کرے گا۔ اب یہاں اشکال یہ ہے کہ ما یقول الامام روایت سے ثابت ہوتا ہے۔ مگر ما یقول من خلفہ یہ جزئی ثابت نہیں ہوتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ انما جعل الامام لیؤتم بہ حدیث میں وارد ہے۔ لہذا امام کی اتباع کرے گا مگر یہ غلط ہے اس لئے کہ پھر تو تسمیع بھی کرے گا۔ بلکہ اس کا جواب یہ ہے کہ اگلاباب در باب ہے۔ مگر چونکہ روایت سے ایک نئی بات یعنی فضل اللہم ربنا لك الحمد معلوم ہوتا تھا اس لئے اس پر تنبیہ کرنے کے لئے باب باندھ دیا۔ اور اس روایت میں فقولوا ربنا لك الحمد وارد ہے اس سے معلوم ہو گیا کہ مقتدی تسمیع نہیں کرے گا۔ اللہم ربنا لك الحمد کی فضیلت فانہ من وافق قوله قول الملا نكہ سے ثابت ہو گئی۔

ترجمہ۔ اللہم ربنا ولك الحمد کی فضیلت کیا ہے

باب فَضْلِ اللَّهِ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کے

حدیث (۷۵۶) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ (الْبَخَرِيُّ) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ

تو تم اللہم ربنا الحمد کو اس لئے کہ جس شخص کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہو گیا اس کے پچھلے سارے گناہ بخشے جائیں گے۔

سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ وَقُولُوا اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلَهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ ...

باب

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے تھے کہ میں تمہیں ایسی نماز پڑھاؤں گا جو جناب نبی اکرم ﷺ کی نماز کے مشابہ اور قریب ہوگی۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ نماز ظہر کی۔ نماز عشاء اور نماز فجر کی آخری رکعت میں بعد سمع اللہ الخ کہنے کے دعا قوت پڑھتے تھے۔ جس میں مؤمنین کے بارے میں دعا اور کفار کے لئے لعنت ہوتی تھی۔

حدیث (۷۵۷) حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ (الخ) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لَا قَرِيبَ صَلَاةِ النَّبِيِّ ﷺ فَكَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يَقْتُلُ فِي الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ مِنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ وَصَلَاةِ الْعِشَاءِ وَصَلَاةِ الصُّبْحِ بَعْدَ مَا يَقُولُ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَيَدْعُوا لِلْمُؤْمِنِينَ وَيَلْعَنُ الْكُفَّارَ. الْحَدِيثُ ...

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ قنوت نازلہ فجر اور مغرب کی نماز میں ہوتی تھی۔

حدیث (۷۵۸) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ (الخ) عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ الْقُنُوتُ فِي الْفَجْرِ وَالْمَغْرِبِ. الْحَدِيثُ ...

ترجمہ۔ حضرت رافع بن رافع زرقیؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک دن جناب نبی اکرم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے ایک آدمی نے کہا ربنا ولك الحمد الخ جب آپ نماز سے فارغ ہو کر پھرے تو فرمایا یہ بولنے والا کون تھا۔ اس شخص نے کہا کہ میں ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے تیس سے کچھ زائد فرشتوں کو دیکھا کہ وہ ان کلمات کی طرف لپک رہے ہیں کہ ان میں سے کون ان کو پہلے لکھے۔

حدیث (۷۵۹) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمَةَ (الخ) عَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعِ الزُّرْقِيِّ قَالَ كُنَّا يَوْمًا نُصَلِّيُ وَرَأَى النَّبِيُّ ﷺ فَلَمَّا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ قَالَ رَجُلٌ وَرَأَى هَ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ مِنَ الْمُتَكَلِّمِ قَالَ أَنَا قَالَ رَأَيْتُ بِضْعَةَ وَثَلَاثِينَ مَلَكًا يَتَدَرُونَهَا أَيُّهُمْ يَكْتُبُهَا أَوَّلَ (الْحَدِيثِ)

تشریح از شیخ مدنی۔ یہ باب بمنزلہ فصل کے ہے۔ پہلے باب میں انکار بیان کئے گئے تھے چونکہ رکوع کے بعد دعا قنوت بھی

بھی مشروع تھی ویسے الفاظ حمد میں زیادتی تھی اس لئے اس کو الگ ذکر کر دیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قومہ میں یہ الفاظ بھی مشروع ہیں مگر مقتدی کے لئے امام سے مختلف ہونا پڑے گا۔ کیونکہ متغفل اور منفرد کے لئے تو جائز ہے۔ مگر فرائض اور جماعت میں صرف امام ہی قنوت پڑھے گا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ یہ باب بلا ترجمہ ہے۔ حاشیہ کا نسخہ دعاء القنوت ہے اور اس کو بعض شرح نے ترجیح دی ہے۔ مگر یہ صحیح نہیں۔ اس لئے کہ قنوت کی صرف ایک روایت ہے اور باقی روایتوں میں قنوت کا ذکر نہیں اور پھر امام بخاری قنوت کو ابو اب الوتر میں ذکر کریں گے۔ یہیں سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ امام بخاری قنوت فی الفجر کے قائل نہیں۔ کیونکہ ابو اب الوتر میں تو قنوت کا ذکر کیا ہے مگر ابو اب الفجر میں ذکر نہیں فرمایا۔ حافظ ابن حجر کے نزدیک رجوع الی الاصل ہے یعنی ما یقول الامام والمأموم اور علامہ عینی فرماتے ہیں کہ فضیلت اللهم ربنا لك الحمد ہی مقصود ہے۔ مگر چونکہ روایت سے نصائحت نہیں ہوتی تھی۔ اس لئے باب باندھ دیا اور میری رائے یہ ہے کہ اذکار دو قسم کے وارد ہیں۔ معمول بہا اور غیر معمول بہا۔ معمول بہا وہ اذکار ہیں جو نبی اکرم ﷺ سے کثرت سے منقول ہیں اور غیر معمول بہا وہ ہیں جو کسی عارض کی وجہ سے فرمایا ہو۔ اب جو معمول بہا ہیں ان کو اذکار ذکر فرمایا۔ اور جو معمول بہا نہیں ہیں ان کو اس باب سے ذکر فرمایا۔ مثلاً قنوت وارد ہے مگر معمول بہا نہیں ہے۔ ایسے حکم کا واقعہ۔

ترجمہ۔ جب رکوع سے سر اٹھائے تو

بَابُ الطَّمَانِينَةِ حِينَ يُرْفَعُ

اطمینان کرنا چاہیے۔

رَأْسُهُ مِنَ الرُّكُوعِ

ترجمہ۔ حضرت ابو حمید فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ جب رکوع سے سر اٹھاتے تھے تو سیدھا کھڑے رہتے یہاں تک ہر جوڑ اپنی جگہ پر آجاتا۔

وَقَالَ أَبُو حَمِيدٍ رَفَعَ النَّبِيُّ ﷺ وَاسْتَوَى حَتَّى يَعُودَ كُلُّ فِقَارٍ مَكَانَهُ ..

ترجمہ۔ حضرت براء فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کا رکوع آپ کا سجدہ اور جب آپ رکوع سے سر اٹھاتے اور دو سجدوں کے درمیان قریب قریب مدبر ہوتے تھے۔

حدیث (۷۶۰) حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الْعَدَنِيُّ عَنْ الْبَرَاءِ قَالَ كَانَ رُكُوعُ النَّبِيِّ ﷺ وَسُجُودُهُ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ وَبَيْنَ السُّجُودَيْنِ قَرِيبًا مِّنَ السَّوَاءِ . الْحَدِيثُ ...

ترجمہ۔ ابو قلابہ فرماتے ہیں کہ حضرت مالک بن الحویرث ہمیں دکھاتے تھے کہ جناب نبی اکرم ﷺ کیسے نماز پڑھتے تھے

حدیث (۷۶۱) حَدَّثَنَا سَلِيمَانُ بْنُ حَرْبٍ الْعَدَنِيُّ قَالَ كَانَ مَالِكُ بْنُ الْحَوَيْرِثِ يُرِينَا كَيْفَ كَانَ

اور یہ کام ان کے وقت میں نہیں ہوتا تھا چنانچہ وہ کھڑے ہوئے اور اچھی طرح تک کر قیام کیا پھر رکوع تو وہ بھی اسی طرح تک کر کیا پھر رکوع سے سر اٹھایا تو تھوڑی دیر کھڑے رہے۔ ابو قلابہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے ہمیں اس شیخ ابو یزید کی طرح نماز پڑھائی۔ اور ابو یزید جب آخری سجدہ سے سر اٹھاتے تھے تو سیدھے ہو کر بیٹھ جاتے تھے۔ پھر کھڑے ہوتے تھے۔

صَلَوَةُ النَّبِيِّ ﷺ وَذَلِكَ فِي عَمْرٍو وَفِي صَلَوَةِ قِيَامٍ
فَأَمَّا الْقِيَامُ ثُمَّ رَمَعَ فَأَمَّا الرَّكُوعُ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ
فَأَنْصَتَ هُنَيْئَةً قَالَ فَصَلَّى بِنَا صَلَوَةَ شَيْخِنَا هَذَا
أَبِي يَزِيدٍ وَكَانَ أَبُو يَزِيدٍ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ
الْآخِرَةِ اسْتَوَى قَاعِدًا لَمْ يَهْضُ رَأْسَهُ الْحَدِيثُ.....

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ باب قومہ کے اعتدال کے بیان میں ہے۔

ترجمہ۔ حضرت ثابت فرماتے ہیں کہ حضرت انسؓ ہمیں جناب نبی اکرم ﷺ کی نماز کی صفت بیان کیا کرتے تھے چنانچہ وہ نبی اکرم ﷺ کی نماز پڑھتے تھے۔ جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اتنی دیر کھڑے رہتے کہ ہم آپس میں کہتے کہ شاید آپ بھول گئے ہیں۔

حَدِيثُ (۷۶۲) حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدٍ دَالِخٌ قَالَ
أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ كُنَّا صَلَوَةَ النَّبِيِّ ﷺ فَكَانَ يُصَلِّي
فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرَّكُوعِ قَامَ حَتَّى نَقُولُ قَدْ نَسِيَ.
الْحَدِيثُ.....

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ قال حتی نقول قد نسي اتا طویل قیام متبادلہ کے یہاں مستحب ہے۔ اور شوافع کے یہاں مفید صلوة ہے۔ حنفیہ اور مالکیہ کے یہاں جائز ہے۔ کبھی کبھی حضور اقدس ﷺ کو جب کوئی خاص تجلی ہوتی تو ایسا ہوا کرتا تھا۔ اور یہی وجہ ہے کہ صحابہ قد نسی کہتے تھے۔ ورنہ اگر عادت شریفہ ہوتی تو پھر قد نسی کہنے کی کیا ضرورت ہوتی۔ کیونکہ وہ تو روز کی عادت ہوئی۔ بہر حال اس باب میں قومہ میں اطمینان کو عادت فرمایا۔

ترجمہ۔ جب سجدہ کیا جائے تو چٹھے جھکتے ہوئے تکبیر کے ترجمہ۔ حضرت تابع فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ گھٹنوں سے پہلے زمین پر ہاتھ رکھتے تھے۔

بَابُ يَهُوَى بِالْتَكْبِيرِ حِينَ يَسْجُدُ
وَقَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَضَعُ يَدَيْهِ قَبْلَ
رُكْبَتَيْهِ.....

ترجمہ۔ حضرت ابو بکرؓ اور ابو سلمہؓ فرماتے ہیں کہ بے شک حضرت ابو ہریرہؓ ہر نماز میں خواہ وہ فرض ہو یا غیر فرض رمضان ہو یا غیر رمضان تکبیر کہتے تھے۔ چنانچہ جب کھڑے ہوتے

حَدِيثُ (۷۶۳) حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ دَالِخٌ أَنَّ
أَبَاهُ يَزِيدَ كَانَ يَكْبِرُ فِي كُلِّ صَلَوَةٍ مِنَ الْمَكْتُوبَةِ
وَعِبرَهَا فِي رَمَضَانَ وَعِبرِهِ فَيَكْبِرُ حِينَ يَقُومُ

تو تکبیر کہتے پھر جب رکوع میں جاتے تو تکبیر کہتے پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہتے پھر ربنا ولك الحمد کہتے سجدہ کرنے سے پہلے پہلے پھر جب سجدہ کرنے کیلئے نیچے کو جھکتے تو اللہ اکبر کہتے پھر جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے۔ پھر جب سجدہ میں جاتے تو تکبیر کہتے پھر جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے پھر جب دو رکعتوں میں بیٹھ کر اٹھتے تو تکبیر کہتے۔ اور اس طرح ہر رکعت میں کرتے۔ یہاں تک کہ نماز میں سے فارغ ہو جاتے پھر جب نماز سے فارغ ہو کر پھرتے تو فرماتے قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے پھٹک میں تم میں سے سب سے زیادہ جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز کے قریب المشابہت ہوں۔ پھٹک یہی ان کی نماز ہوتی تھی یہاں تک کہ آپ دنیا سے جدا ہو گئے پھر ان دونوں حضرات نے فرمایا کہ حضرت ابو ہریرہؓ یہ بھی فرماتے تھے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ جب رکوع سے سر اٹھا کر سمع اللہ لمن حمدہ . ربنا ولك الحمد کہہ چکتے تو کچھ آدمیوں کیلئے دعا کرتے تھے پس ان کے نام بھی ذکر کرتے تھے۔ چنانچہ فرماتے اے اللہ ولید بن ولید۔ سلمہ بن ہشام۔ عیاش بن ربیعہ اور کنزور مسلمانوں کو نجات دے۔ اور اپنی پڑ قبیلہ مضر پر سخت کر دے۔ اور ان پر ایسی قحط سالی مسلط فرما جیسے قحط سالی حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں تھی۔ اور ان دنوں اہل المشرق قبیلہ مضر میں سے آپ کے مخالفین تھے۔

ثُمَّ يَكْبُرُ حِينَ يُرْكَعُ ثُمَّ يَقُولُ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمَدَهُ
ثُمَّ يَقُولُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ قَبْلَ أَنْ يَسْجُدَ ثُمَّ يَقُولُ
اللَّهُ أَكْبَرُ حِينَ يَهْوِي سَاجِدًا ثُمَّ يَكْبُرُ حِينَ يُرْفَعُ
رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ ثُمَّ يَكْبُرُ حِينَ يَسْجُدُ ثُمَّ يَكْبُرُ
حِينَ يَقُومُ مِنَ الْجُلُوسِ فِي الْاِثْنَتَيْنِ وَيَفْعَلُ ذَلِكَ
فِي كُلِّ رُكْعَةٍ حَتَّى يُفْرَغَ مِنَ الصَّلَاةِ ثُمَّ يَقُولُ
حِينَ يَنْصَرِفُ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنِّي لَأَقْرَبُكُمْ
شَبْهًا بِصَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِنْ كَانَتْ هَذِهِ
لِصَلَاةِهِ حَتَّى فَارَقَ الدُّنْيَا قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ
وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حِينَ يُرْفَعُ رَأْسَهُ يَقُولُ
سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمَدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ يُدْعُوا
لِرُجَالٍ فَيَسْمِعُهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ فَيَقُولُ اللَّهُمَّ أَنْجِ
الْوَلِيدَ بْنَ الْوَلِيدِ وَسَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ وَعِيَّاشَ ابْنَ
أَبِي رِبْعَةَ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اللَّهُمَّ
اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلَى مَضَرَ وَاجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ سِنِينَ
كَسَنِي يَوْسُفَ وَأَهْلَ الْمَشْرِقِ يَوْمَئِذٍ مَنْ مَضَرَ
مُخَالِفُونَ لَهُ (الحديث)....

تشریح از شیخ زکریا۔ اشکال یہ ہے کہ روایت میں یکبر حین یھوی ساجدا ہے لیکن امام بخاری نے ترجمہ میں اس کا

برعکس کر دیا۔ اس کا جواب میرے نزدیک یہ ہے کہ یہاں سجدہ کا بیان شروع ہوتا ہے۔ اور امام بخاری نے تکبیر اور ہوی کے لزوم کی طرف اشارہ فرمایا۔ جیسا کہ فقہا فرماتے ہیں کہ تکبیر ہوی کے ساتھ ہو۔ اور ہوی تکبیر کے ساتھ ہو۔ یعنی جب سجدہ کے لئے جا۔ تو تکبیر کہتے ہوئے۔ اس مقارنت تکبیر للہوی پر تنبیہ کرنے کے لئے عکس کر دیا۔ وکان ابن عمر یضع یدہ الخ اشکال یہ ہے کہ

حدیث ترجمہ الباب کے مناسب نہیں۔ اس کا بعض شرح نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ جز ترجمہ ہے نہ مگر یہ غلط ہے۔ اس لئے کہ اگر جز ہے تو روایت سے ثابت ہونا چاہئے۔ حالانکہ ثابت نہیں ہوتا۔ بعض شرح نے دوسرا جواب دیا ہے کہ کبھی لفظ ترجمہ خاص ہوا کرتا ہے اور اس سے مراد عام ہوتا ہے۔ تو یہاں ترجمہ کے لفظ تو خاص ہیں مگر غرض عام ہے۔ یعنی بیان کیفیت المسجود۔ اور وہ عام قول و فعل دونوں کو شامل ہے۔ ابن عمرؓ کے اثر سے کیفیت ثابت ہو گئی۔ یا یہ کہ اصل تو کیفیت قولی کو ذکر کرتا تھا۔ مگر کیفیت فعلی کو تبعاً ذکر کر دیا۔ اب یہاں مسئلہ سنو! ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اولاً گھنٹے پھر ہاتھ پھر سر رکھے اور امام مالکؒ کے نزدیک اولاً ہاتھ پھر گھنٹے پھر سر رکھے۔ اور انہوں نے حضرت ابن عمرؓ کے اثر سے استدلال فرمایا ہے۔ اور جمہور کی دلیل واکل بن حجر کی روایت ہے اس میں وضع رکبتیہ قبل یدیبہ وارد ہوا ہے۔ اور وہ مرفوع ہے اور حضرت ابن عمرؓ کا اثر موقوف ہے تو مرفوع کو موقوف پر ترجیح ہوگی۔ اللھم انج الولید بن الولید الخ یہاں پر دو مسئلے ہیں۔ ایک فنوت کا وہ تو باب القنوت میں آئے گا۔ اور دوسری بحث اللھم اجعلہا سنین الخ یہ کتاب الاستسقاء میں آئے گی۔

ترجمہ۔ حضرت امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ گھوڑے سے گر پڑے۔ تو آپؐ کا دایاں پہلو چھپلا گیا ہم آپؐ کی عیادت بیمار پرسی کے لئے حاضر ہوئے نماز کا وقت ہو گیا۔ تو آپؐ نے ہمیں بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ اور ہم بھی بیٹھ گئے اور سفیان کہتے تھے کہ ہم نے بیٹھ کر نماز پڑھی جب آپؐ نے نماز پوری کر لی تو فرمایا امام اس لئے بنایا جاتا ہے تاکہ اس کی اقتدا کی جائے۔ جب وہ تکبیر کے تو تم بھی تکبیر کو جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو جب وہ سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ جب سمع اللہ الخ کہے تو تم رہنا لک الحمد کہو اور جب سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو۔ کیا عمر نے اسی طرح بیان کیا میں نے کہا ہاں! سفیان نے کہا اسی طرح یاد رکھا۔ زہری فرماتے ہیں کہ ولک الحمد اور مجھے من شقہ الایمن یاد ہے جب ہم زہری کے پاس سے نکلے تو ابن جریج نے کہا میں زہری کے پاس تھا تو انہوں نے کہا کہ آپؐ کی دائیں پٹلی چھیل گئی۔

حدیث (۷۶۴) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ النَّخَعِيُّ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ سَقَطَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ فَرَسٍ وَرَبُّمَا قَالَ سُفْيَانُ مِنْ فَرَسٍ فَجَحِشَ شِقَهُ الْاَيْمَنُ فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ نَعُوذُهُ فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّى بِنَاقَاعِدٍ اَوْ قَعْدَنَا وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً صَلَّيْنَا نَعُوذًا فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُوْتَمَّ بِهِ فَاِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَاِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوْا رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْحَمْدُ وَاِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا كَذَا جَاءَ بِهِ مَعْمَرٌ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ لَقَدْ حَفِظَ كَذَا قَالَ الزُّهْرِيُّ وَلَكَ الْحَمْدُ حَفِظْتُ مِنْ شِقِهِ الْاَيْمَنِ فَلَمَّا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِ الزُّهْرِيِّ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ وَاِنَا عِنْدَهُ فَجَحِشَ سَاقَهُ الْاَيْمَنُ... الحديث...

تشریح از شیخ زکریا۔ کذا جاء به معمر ان دو سطروں میں امام بخاریؒ نے تین چیزیں الگ الگ ذکر فرمائی ہیں اول یہ کہ کذا جاء به معمر

یہ سفیان کا مقولہ انہوں نے اپنے شاگرد علی بن المدینی سے یوں پوچھا کہ جیسے میں نے بیان کیا اسی طرح معمر نے بھی بیان کیا۔ علی بن المدینی فرماتے ہیں کہ میں نے جواب میں نعم کہا۔ سفیان نے ابن المدینی سے معمر کا لفظ اس لئے معلوم کیا کہ وہ جس طرح سفیان کے شاگرد ہیں ویسے معمر کے بھی شاگرد ہیں۔ قال لقد حفظ اس کو صحیح یاد ہے یہ گویا سفیان نے معمر کی توثیق اور تائید کی دوسری بات کذا قال الزہری و لك الحمد الخ۔ ابن عیینہ نے بطور تنبیہ کے فرمایا کہ میرے استاد امام زہری نے یوں ہی فرمایا تھا۔ اور بعض لوگ ربنا لك الحمد اور بعض اللهم ربنا لك الحمد نقل کر دیتے ہیں۔ یعنی بلاواؤ کے نقل کرتے ہیں۔ اور الہم کا اضافہ کرتے ہیں۔ اور تیسری بات حفظت من شقہ الایمن سفیان فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد سے شقہ الایمن ہی ضبط کیا ہے۔ اور جب ہم اپنے استاد کے پاس سے نکل کر آئے تو میرا ساتھی ابن جریج حائے من شقہ الایمن کے ساتھ الایمن نقل کرنے لگا۔ وانا عنده یہ ضمیر یا تو زہری کی طرف راجع ہے تب تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں زہری کے قریب تھا۔ اور ابن جریج کے پیچھے تھا۔ اور میں نے شقہ الایمن سنا تو انہوں نے ساتھ الایمن کیسے سن لیا۔ یا ضمیر ابن جریج کی طرف راجع ہے اس صورت میں اس کا مطلب یہ ہو گا کہ میں ابن جریج کے ساتھ رہا۔ ان سے جدا نہیں ہوا اور یہ احتمال کہ شاید ابن جریج نے بعد میں زہری سے پوچھ لیا ہو ختم ہو گیا۔ اور انا عنده کے قائل سفیان ہیں۔

باب فَضْلِ السُّجُودِ

ترجمہ۔ سجدہ کرنے کی فضیلت بیان کرنی ہے

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرمادیتے ہیں کہ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ کیا قیامت کے دن ہم اپنے رب کو دیکھ سکیں گے آپ نے فرمایا کہ کیا چودھویں کے چاند جبکہ اس کے آگے بادل نہ ہو اس کے دیکھنے میں بھی تمہیں شک ہو سکتا ہے۔ انہوں نے جواب دیا نہیں پھر آپ نے فرمایا جب سورج کے آگے کوئی بادل نہ ہو اس کے دیکھنے میں بھی کوئی شک و شبہ ہو سکتا ہے انہوں نے کہا نہیں فرمایا تم اسی طرح اپنے رب کو دیکھ سکو گے۔ چنانچہ قیامت کے دن جب لوگوں کو اکٹھا کیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے جو شخص جس چیز کی عبادت کرتا تھا وہ اسی کے پیچھے لگ جائے تو سورج کے پرستار اس کے پیچھے لگیں گے چاند کے پرستار اس کے پیچھے بتوں کے پجاری ان کے پیچھے باقی یہ امت رہ جائیگی جس میں منافقین بھی ہوں گے تو ان کے پاس اللہ تعالیٰ

حدیث (۷۶۵) حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا
أَبَاهُ رِيَّةٌ أَخْبَرَنَا أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ
نَرَى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ هَلْ تَمَارُونَ فِي الْقَمَرِ
كَلِيلَةَ الْبَدْرِ كَيْسٌ دُونَهُ سَحَابٌ قَالَُوا لَا يَا رَسُولَ اللَّهِ
قَالَ فَهَلْ تَمَارُونَ فِي الشَّمْسِ كَيْسٌ دُونَهَا سَحَابٌ
قَالُوا لَا قَالَ فَانْكُمُ تَرَوْنَهُ كَذَلِكَ يُحْشَرُ النَّاسُ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُولُ مَنْ كَانَ بَعْدُ شَيْئًا فَلْيَتَّبِعْهُ مِنْهُمْ
مَنْ يَتَّبِعُ الشَّمْسَ وَمِنْهُمْ مَنْ يَتَّبِعُ الْقَمَرَ وَمِنْهُمْ مَنْ
يَتَّبِعُ الطَّوْاعِيَّتِ وَيَتَّبِعُ هَذِهِ الْأُمَّةَ فِيهَا مُنَافِقُوا هَا
كَيْاتِيهِمُ اللَّهُ فَيَقُولُ أَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُولُونَ هَذَا مَا كَانُوا
حَتَّى يَأْتِيَنَا رَبُّنَا فَأُذَاعَاءَ رَبُّنَا عَرَفْنَاهُ فَيَأْتِيهِمُ اللَّهُ

اپنی شان کے مطابق تشریف لائیں گے اور فرمائیں گے میں تمہارا رب ہوں۔ امت مسلمہ کو لوگ کہیں گے کہ ہم تو اس وقت تک اس مکان پر رہیں گے یہاں تک ہمارا رب ہمارے پاس آئے گا جب وہ آئے گا تو ہم اسے پہچان لیں گے چنانچہ ان کا رب اسی صورت میں آئے گا جس سے وہ پہچان لیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میں تمہارا رب ہوں وہ پہچان کر کہیں گے کہ واقعی تو ہمارا رب ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کو اپنے پاس بلائے گا۔ جبکہ پہلے صراطِ جنم کے درمیان پھیلائی جائے گی۔ پس رسولوں میں سے میں پہلا رسول ہوں گا جو اپنی امت کو لے کر اس پہلے سے عبور کرے گا۔ اور اس دن رسولوں کے علاوہ کسی کو کلام کرنے کی اجازت نہ ہوگی اور رسولوں کا کلام اس دن اللہم سلم سلم ہوگا۔ اے اللہ! چالے چالے اور جنم میں سنڈر کے درخت کے کانٹوں کی طرح سلاخیں ہوں گی۔ آپ نے پوچھا کیا سنڈر کے درخت کے کانٹوں کو تم لوگوں نے دیکھا ہے انہوں نے بتلایا کہ ہاں۔ آپ نے فرمایا سلاخیں سنڈر کے کانٹوں کی طرح ہوں گی۔ مگر ان کی عظمت کی مقدار کہ وہ کتنی بڑے ہوں گے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا پس وہ لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق اچک لیں گے۔ پس بعض ان میں سے اپنے عمل کی وجہ سے ہلاک ہوں گے۔ اور بعض ان میں سے وہ ہوں گے جو ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں گے جیسے گوشت کا قیہ ہوتا ہے پھر وہ نجات پائیں گے۔ یہاں تک جب اللہ تعالیٰ اپنے جنمی مومنوں پر رحمت کرنے کا ارادہ فرمائیں گے تو فرشتوں کو حکم دیں گے کہ ہر اس شخص کو جنم سے نکال دو جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا۔ پس وہ فرشتے ان کو نکالیں گے اور سجدے کے

عَزَّوَجَلَّ فَيَقُولُ اَنَارُكُمْ فَيَقُولُونَ اَنْتَ رَبُّنَا
فَيَدْعُوهُمْ وَيُضْرَبُ الصَّرَاطُ بَيْنَ ظَهْرِ اِنِّي جَهَنَّمَ
فَاَكُونَ اَوَّلَ مَنْ يَجُوزُ مِنَ الرَّسْلِ بِاَمْتِهِ وَلَا يَتَكَلَّمُ
يَوْمَئِذٍ اَحَدًا اِلَّا الرَّسْلُ وَكَلَامُ الرَّسْلِ يَوْمَئِذٍ اللّٰهُمَّ
سَلِّمْ سَلِّمْ وَفِي جَهَنَّمَ كَالِابِيبِ مِثْلَ شَوْكِ السَّعْدَانِ
هَلْ رَأَيْتُمْ شَوْكَ السَّعْدَانِ قَالُوا نَعَمْ قَالَ فَاِنَّهَا مِثْلُ
شَوْكِ السَّعْدَانِ غَيْرَ اَنَّهُ لَا يَعْلَمُ قَدْرَ عَظَمِهَا اِلَّا اللّٰهُ
تَخَطَّفُ النَّاسُ بِاعْمَالِهِمْ فَمِنْهُمْ مَنْ يُوقِنُ بِعَمَلِهِ
وَمِنْهُمْ مَنْ يَخُودِلُ كَمْ يَنْجُو حَتَّى اِذَا رَاَ اللّٰهُ رَحْمَةً
مَنْ اَرَادَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ اَمَرَ اللّٰهُ الْمَلٰٓئِكَةَ اَنْ يَخْرِجُوْا
مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهُ فَيَخْرِجُوْنَهُمْ وَيَعْرِفُوْنَهُمْ بِاٰثَارِ
السُّجُوْدِ وَحَرَّمَ اللّٰهُ عَلٰى النَّارِ اَنْ تَأْكُلَ اَثَرَ السُّجُوْدِ
فَيَخْرِجُوْنَ مِنَ النَّارِ فَكُلُّ اِبْنِ اٰدَمَ تَاكُلُهُ النَّارُ اِلَّا
اَثَرَ السُّجُوْدِ فَيَخْرِجُوْنَ مِنَ النَّارِ قَدْ اَمْتَحَشُوْا
فَيُصَبُّ عَلَيْهِمْ مَّاءُ الْحَيَاةِ فَيَنْبِتُوْنَ كَمَا تَنْبِتُ الرَّجَبَةُ
فِي حَمِيْلِ السَّيْلِ كَمْ يَعْرِغُ اللّٰهُ مِنَ الْقَضَاءِ بَيْنَ الْعِبَادِ
وَيَبْقَى رَجُلٌ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَهُوَ اَخْرَجُ اَهْلَ النَّارِ
دُخُوْلًا الْجَنَّةِ مُقْبِلًا بِوَجْهِهِ قَبْلَ النَّارِ فَيَقُولُ يَا رَبِّ
اَصْرِفْ وَجْهِي عَنِ النَّارِ فَقَدْ قَشِبَنِي رِيْحُهَا
وَاحْرَقَنِي ذِكَاؤُهَا فَيَقُولُ هَلْ عَسَيْتَ اِنْ فَعِلَ
ذٰلِكَ بِكَ اَنْ تَسْأَلَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَيَقُولُ وَعِزَّتِكَ

نشانات سے ان کو پہچانیں گے (ترجمہ الباب ثلث ہو) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جہنم پر حرام قرار دیا ہے کہ وہ سجدے کے نشانات کو کھا جائے۔ چنانچہ وہ جہنم سے نکالے جائیں گے۔ ابن آدم کے بدن کے ہر حصہ کو کھا جائے گی۔ مگر سجدہ کی جگہ کو نہیں کھا سکی چنانچہ جب لوگ جہنم سے نکالے جائیں گے تو جھلسے ہوئے ہوں گے۔ تو ان پر آب حیات پلٹا جائے گا۔ تو ان کے بدن ایسے جلدی آگیں گے جیسے سیلاب کی اٹھائی مٹی میں دانہ جلدی آگتا ہے الغرض جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے سے فارغ ہو جائیں گے یعنی جب آپ کا حکم پورا ہو جائیگا جبکہ جنت اور جہنم کے درمیان صرف ایک آدمی بچ جائے گا جو جہنمیوں میں آخری آدمی جنت میں داخل ہونے والا ہوگا۔ جس کا رخ جہنم کی طرف ہوگا۔ کئے گا اے میرے رب میرے چہرے کو اس جہنم سے پھیر دے کیونکہ اس جہنم کی بدبو نے مجھے مسموم کر دیا ہے اور اس کی تیز شعلہ زنی نے مجھے جلا دیا ہے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے دیکھو اگر تمہارا یہ مطالبہ پورا کر دیا جائے تو پھر اور کسی چیز کا سوال تو نہ کرو گے۔ کئے گا نہیں تیری عزت و جلال کی قسم! چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ سے عہد و پیمان باندھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے چہرہ کو جہنم سے پھیر دیں گے پھر جب وہ جنت کے پاس پہنچ کر اس کی رونق کو دیکھے گا تو کچھ عرصہ تک تو چپ سادھ لے گا جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا۔ پھر کئے گا اے میرے رب مجھے جنت کے دروازے تک پہنچا دے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ کیا تو نے عہد و پیمان نہیں کیا تھا کہ تو اس کے سوا اور کسی چیز کا سوال نہیں کرے گا تو کئے گا اے میرے رب کیا میں ہی تیری ساری مخلوق میں سے زیادہ بد بخت ہوں کہ تیری جنت سے محروم رہوں۔

فِيُعْطِي اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ مَا يَشَاءُ مِنْ عَهْدٍ وَمِيثَاقٍ
فَيَصْرِفُ اللَّهُ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ فَإِذَا أَقْبَلَ بِهِ عَلَى الْجَنَّةِ
رَأَى لَهْجَتَهَا سَكَتَ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَسْكُتَ ثُمَّ قَالَ
يَارَبِّ قَدِمْنِي عِنْدَ بَابِ الْجَنَّةِ فَيَقُولُ اللَّهُ لَهُ أَلَيْسَ
قَدْ أُعْطِيتَ الْعَهْدَ وَالْمِيثَاقَ أَنْ لَا تَسْأَلَ غَيْرَ الَّذِي
كُنْتَ سَأَلْتَ فَيَقُولُ يَارَبِّ لَا أَكُونُ أَشْقَى خَلْقِكَ
فَيَقُولُ فَمَا عَسَيْتَ أَنْ أُعْطِيتَ ذَلِكَ أَنْ لَا تَسْأَلَ
غَيْرَهُ فَيَقُولُ لَا وَعِزَّتِكَ لَا أَسْأَلُكَ غَيْرَ ذَلِكَ فَيُعْطِي
رَبُّهُ مَا شَاءَ مِنْ عَهْدٍ وَمِيثَاقٍ فَيَقْدِمُهُ إِلَى بَابِ الْجَنَّةِ
فَإِذَا بَلَغَ بَابَهَا فَرَأَى زَهْرَتَهَا وَمَافِيهَا مِنَ النَّصْرَةِ
وَالسُّرُورِ فَيَسْكُتُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَسْكُتَ فَيَقُولُ
يَارَبِّ ادْخُلْنِي الْجَنَّةَ فَيَقُولُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ وَيُحَكِّ
يَا بَنُ آدَمَ مَا عُنْدَكَ أَلَيْسَ قَدْ أُعْطِيتَ الْعَهْدَ
وَالْمِيثَاقَ أَنْ لَا تَسْأَلَ غَيْرَ الَّذِي أُعْطِيتَ فَيَقُولُ
يَارَبِّ لَا تَجْعَلْنِي أَشْقَى خَلْقِكَ فَيُضْحِكُ اللَّهُ مِنْهُ
ثُمَّ يَأْذَنُ لَهُ فِي دُخُولِ الْجَنَّةِ فَيَقُولُ تَمَنَّ فَيَتَمَنَّى
حَتَّى إِذَا انْقَطَعَ أُمِّيَّتُهُ قَالَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ رِذْمُنْ
كَذَا وَكَذَا أَقْبَلَ يَذْكُرُهُ رَبُّهُ حَتَّى إِذَا نَهَتْ بِهِ
الْأَمَانِيُّ قَالَ اللَّهُ لَكَ ذَلِكَ وَمِثْلُهُ مَعَهُ وَقَالَ أَبُو
سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ لِأَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ
قَالَ قَالَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ لَكَ ذَلِكَ وَعَشْرَةٌ أَمْثَالِهِ

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے دیکھو اگر تمہارا یہ مطالبہ پورا ہو جائے تو پھر اور کسی چیز کا سوال نہ کرنا۔ وہ کہے گا نہیں تیری عزت کی قسم ایسا نہیں ہوگا۔ تو اللہ تعالیٰ کو عہد و پیمانہ دے کر اقرار کرے گا

قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ لَمْ أَحْفَظْهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِلَّا قَوْلَهُ لَكَ ذَلِكَ وَمِثْلُهُ مَعَهُ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ إِنِّي سَمِعْتُهُ يَقُولُ ذَلِكَ لَكَ وَعَشْرَةٌ أَمْثَالِهِ . الْحَدِيث

کہ وہ اور کسی چیز کا سوال نہیں کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ سے عہد و پیمانہ باندھے گا تو اللہ تعالیٰ اسے جنت کے دروازے تک آگے بڑھا دیں گے دروازے پر پہنچ جانے کے بعد جب جنت کی رونق اور اس میں جو تروتازگی اور خوش کن چیزیں دیکھے گا۔ تو کچھ عرصہ چپ رہنے کے بعد پھر کے گا اے میرے رب مجھے جنت میں داخل کر دے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے ابن آدم تجھ پر افسوس ہے تو سہرا بربد عہد ہے۔ کیا تو نے عہد و پیمانہ باندھ کر یہ نہیں کہا تھا کہ میں اور کچھ نہیں مانگوں گا۔ تو کہے گا کہ اے میرے رب مجھے اپنی ساری مخلوق میں سے بدخص نہ بنا کہ جنت کی نعمتوں سے محروم رہوں اللہ تعالیٰ اس کی اس بات سے ہنس پڑیں گے پھر اس کو جنت میں داخل ہونے کی اجازت دے دیں گے اور فرمائیں گے جو چاہو اس کی تمنا اور آرزو کرو وہ آرزوئیں کرے گا یہاں تک کہ اس کی امیدیں ختم ہو جائیں گی۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ جا اس سے بھی زیادہ تیرے لئے ہے۔ الفرض اس طرح اس کا رب آکر اس کو آرزوئیں یاد دلائے گا۔ یہاں تک کہ جب اس کی آرزوئیں انتہا کو پہنچ جائیں گی تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے جاتیرے لئے یہ اور اس کے ساتھ اس جیسی نعمتیں اور بھی ہیں۔ حضرت ابو سعید خدریؓ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے کہا رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تیرے لئے یہ اور اس جیسی دس گنا نعمتیں ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا مجھے تو یاد نہیں ہے میں نے لك ذلك ومثله معہ یاد رکھا ہے۔ حضرت ابو سعید خدریؓ نے فرمایا کہ میں نے آپ سے ذلك وعشرة امثاله سنا تھا۔

تشریح از شیخ مدنی - فیاتیہم اللہ بعض شراح نے کہا اس کا معنی ہے فیاتیہم اللہ باذن اللہ لیکن اس پر اشکال

یہ ہے کہ ملک معصوم ہوتا ہے وہ دعویٰ خداوندی کیسے کر سکتا ہے۔ تو کہا جائے گا کہ یہ دعویٰ الوہیت اختیار و امتحان کیلئے بحکم اللہ ہے لہذا معصیت نہ ہوگا۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ اس ملک کا انا ربکم کتنا حکایۃ اور ادعاء ہے۔ یعنی اس کا قول نہیں بلکہ حکایت ہے۔ اور حاکی کو حکایت میں عاصی نہیں کہا جاتا۔ یہ توجیہات اس وقت تھیں جب کہ مضاف محذوف ہو۔ اور اس کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ باری تعالیٰ غیر صورت و صفات سے کیسے ہو سکتا ہے۔ اور جو لوگ مضاف مقدر نہیں مانتے وہ کہتے ہیں کہ اگرچہ باری تعالیٰ کی صفات میں تغیر نہیں ہوتا مگر اختیار و امتحان کے لئے بعض صفات کا اظہار کیا اور بعض کا اظہار نہیں کیا۔ جس کی وجہ سے لوگوں کو اشتباہ پیدا ہو گیا۔ اس لئے مضاف مقدر ماننے کی ضرورت نہیں۔ فاکون اول من یجوذ الخ اس پر اشکال یہ کہ اس سے تو امت محمدیہ کی بقیہ رسل پر فضیلت لازم ہے آتی ہے تو جواب دیا جائے گا کہ بامامہ میں باء معنی واؤ کے ہے۔ کہ رسل میں سے آپ سب سے پہلے جنت میں جائیں گے اور امتوں میں سے آپ کی امت سب سے پہلے جائے گی۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ آپ کی امت تبعاً داخل ہوگی۔ جیسے آقا کے ساتھ خدام

یا غلام چلے جاتے ہیں۔ تو امت کی شرافت رسل پر لازم نہ آئے گی۔ و يعرفونہم بانثار السجود یہ محل ترجمہ ہے۔ قبشی ای ہلکنی اوسمنی .. ذکاء بمعنی لپیٹ۔

تشریح از شیخ زکریا - امام بخاری نے اجزاء صلوة میں سے صرف سجود کے فضل کا باب باندھا ہے دیگر اجزاء مثلاً رکوع

قیام قرأت۔ جلسہ بین المسجدین کے فضل کا باب نہیں باندھا۔ اس کی دو وجہیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ سجدہ خارج صلوة بھی مشروع ہے۔ سجدہ تلاوت تو بالافتاق اور سجدہ شکر بالا اختلاف خلاف رکوع و قیام کے لہذا سجدہ کو ایک مزینہ و فضیلت اوروں پر حاصل ہے لہذا باب فضل السجود باندھا۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ تم یہ جان چکے ہو کہ امام بخاری ان روایات کی طرف اشارہ فرماتے ہیں جو ان کی شرط کے موافق نہ ہوں تو اس کی تردید کرتے ہیں یا تائید یہاں امام بخاری نے ابو داؤد کی ایک روایت کی طرف اشارہ کر کے اس کی تائید فرمائی ہے۔ وہ روایت ہے کہ اقرب ما یكون العبد من ربه وهو ساجد فاجتهدوا فی الدعاء فمن ان يستجاب لکم یعنی بندہ رب کے قریب تب ہوتا ہے جب وہ سجدہ پر ہو۔ لہذا دعاء میں کوشش کرو اس لئے کہ ایسی حالت میں تمہاری دعاء قبول کی جائے گی۔ اور یہی وہ روایت ہے جو عوام کی اس بات کا ماخذ ہے کہ سجدہ میں دعا زیادہ قبول ہوتی ہے۔ اب یہاں ایک اشکال ہے کہ باب کا تقاضا یہ ہے کہ سجدہ افضل الاجزاء ہے۔ حالانکہ ایک دوسری روایت میں طویل قیام کو افضل الاجزاء کہا گیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کسی شی میں کوئی خاص اثر ہونے سے یہ لازم نہیں آجاتا کہ وہ شی اس شی سے جس کے اندر وہ اثر نہیں ہے افضل ہو۔ جیسے اذان سے شیطان بھاتا ہے اور نماز میں آجاتا ہے۔ تو اس سے نماز کے مقابلہ میں اذان کا افضل ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اسی طرح یہاں بھی سجدہ کی طول قیام پر فضیلت لازم نہیں آئی۔ اگر سجدہ میں ایک خصوصیت ہے تو اس سے لازم نہیں کہ جس میں یہ خصوصیت نہ ہو وہ اس سے مرجوع اور مفصول ہو۔

ہل نری ربنا الخ اہلسنت والجماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ اہل جنت کو جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہو گا صحابہ کرام کو جب معلوم ہوا کہ جناب باری تعالیٰ کو دیکھیں گے تو انہیں تعجب ہو گا کہ جب اتنے سارے لوگ ہوں گے تو ایک مجمع کثیر اور ایک بوجہ غیفر اس کو کیسے دیکھ سکے گا۔ لہذا انہوں نے جناب رسول اکرم ﷺ سے استعجاباً سوال کیا۔ اس پر حضور اکرم ﷺ نے بطور مثال کے فرمایا کہ ہل تمارون فی القمر الخ کہ کیا تم اس وقت شک و شبہ کا اظہار کرتے ہو جب چودھویں کی رات بادل وغیرہ نہ ہوں تو کیا اس کے دیکھنے میں جگ و جدال۔ بھید بھوکا کوئی چیز ہوتی ہے۔ بلکہ سب برابر دیکھتے ہیں۔ اسی طرح وہاں بھی دیکھو گے۔ چاند کو لیلۃ البدر میں سب ہی دیکھتے ہیں۔ گو جس وقت اؤلا طلوع ہو اس وقت سب نہ دیکھیں۔ مگر تھوڑی دیر بعد سب ہی دیکھتے ہیں تو جب چاند کو سب دیکھتے ہیں حالانکہ اس کی اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی حقیقت نہیں ہے وہ خالق یہ مخلوق تو اللہ تعالیٰ بدرجہ اولیٰ دیکھے جائیں گے۔

یحشر الناس یوم القیامۃ چونکہ آخرت کا ذکر ہو رہا تھا اس لئے حضور اقدس ﷺ نے ان کے ساتھ ساتھ آخرت کا ایک منظر بھی بیان فرمایا کہ محشر میں کیا ہو گا۔ وبقی هذه الامۃ فیہا منافقون یعنی کفار جتنے ہیں وہ سب کے سب اپنے معبودان باطلہ کے پیچھے پیچھے جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے۔ بلا حساب و کتاب۔ اس کے بعد یہ امت اور منافقین رہ جائیں گے۔ حساب و کتاب کے لئے منافقین اس لئے

رہ جائیں گے کہ وہ اپنے آپ کو دنیا میں مسلمان کہتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی توحید ظاہر کرتے تھے فیاتیہم اللہ وہ اسی حال میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ ایک تجلی میں ظاہر ہوں گے اور چونکہ ہر جگہ امتحان ہی امتحان ہے ایک منزل یہ بھی امتحان کی ہے۔ اس لئے امتحان فرمائیں گے انار بکم میں تمہارا رب ہوں جب لوگ یہ سنیں گے تو کہیں گے لا یعنی ہر گز نہیں اور ایک روایت میں ہے کہ جب وہ لوگ یہ سنیں گے تو کہیں گے معاذ اللہ ان تکون ربنا اللہ کی پناہ کہ تو ہمارا رب ہو ہم تو یہیں رہیں گے اور جب ہمارے رب آئیں گے تو ان کو ہم خود پہچان لیں گے۔ فیاتیہم اللہ الخ۔ پھر اللہ تعالیٰ دوسری تجلی میں ظاہر ہوں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مختلف شئون اور مختلف تجلیات ہیں۔ مثلاً تجلی نوری۔ تجلی ظلمانی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کل یوم ہو فی شأن اور پھر ارشاد فرمائیں گے انار بکم میں تمہارا رب ہوں۔ اس مرتبہ مخلوق پہچان لے گی۔ اور کہیں گے انت ربنا تو ہمارا رب ہے۔ پہلی بار انکار کریں گے۔ اور دوسری بار پہچان لیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اولاً جو تجلی ہو گی وہ غیر مانوس ہو گی اور ثانیاً جو تجلی ہو گی وہ عہد الست کی تجلی ہو گی اس لئے پہچان لیں گے کیونکہ وہ مانوس ہو گی۔ اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ تو محال ہے کہ اللہ تعالیٰ تشریف لائیں اور کوئی نہ پہچانے۔ بلکہ فیاتیہم اللہ کا مطلب یہ ہے کہ فیاتیہم رسول من اللہ اور انار بکم کا مطلب یہ ہے کہ انار رسول ربکم اور اقامة المضاف الیہ مقام المضاف بحذف المضاف کے قبیل سے ہے۔ اور بعض فرماتے ہیں کہ فرشتہ ہی کا کلام ہے مگر یہ نقل ہے کلام باری کی جو فرشتہ لے کر آیا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ انار بکم میں ہمزہ استفہام محذوف ہے۔ چونکہ مقام امتحان ہے اسلئے اس طرح کا خطاب ہو گا۔ فاکون اول من یجوز الخ یہ نحن الاولون السابقون کے قبیل سے ہے۔ مگر یہاں اشکال یہ ہے کہ اس سے دیگر انبیا علیہم السلام پر اس امت کے آحاد کا افضل ہونا لازم آتا ہے۔ کیونکہ یہ تو حضور اقدس ﷺ کے ساتھ پل صراط سے پہلے گذر جائیں گے اور دوسرے انبیا علیہم السلام اس کے بعد گذریں گے۔ اس اشکال کے دو جواب ہیں۔ اول یہ کہ یہ ارشاد امم کے متعلق ہے مطلب یہ ہے کہ انبیا علیہم السلام تو اپنی اپنی منازل پر پہنچ گئے ہوں گے اس کے بعد پھر لوٹ کر آئیں گے اور اپنی اپنی امت کو لے جائیں گے۔ سب سے پہلے حضور اقدس ﷺ اپنی امت کو لینے کے لئے آئیں گے اس کے بعد دوسرے انبیا علیہم السلام آئیں گے۔ اور اپنی امم کو لے کر جائیں گے۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے ساتھ آپ کی امت کے گذرنے سے امت کی فضیلت دیگر انبیا علیہم السلام پر لازم نہیں آتی۔ اسلئے کہ یہ گذرنا خدام کی طرح گذرنا ہو گا۔ جیسے وزیر اعظم اور گورنر وغیرہ کہیں جا رہے ہوں تو سب سے پہلے وزیر اعظم مع اپنے خدام کے اور پھر گورنر اپنے خدام کے ساتھ گذرے گا۔ تو یہاں وزیر اعظم کا گورنر سے افضل ہونا لازم آتا ہے۔ مگر ان خدام کی کہیں برتری لازم نہیں آتی۔ اور چونکہ یہ دن اللہ تعالیٰ کے انتہائی غضب کا ہو گا جیسے حدیث میں وارد ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ ایسے غضب ناک ہوں گے کہ اس جیسا غضب نہ کبھی پہلے ہو گا نہ بعد میں او کما قال چونکہ انبیا علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی نہایت عظمت کرنے والے ہیں اور قاعدہ یہ ہے کہ جو جتنا بڑے کے قریب ہوتا ہے اتنا ہی زیادہ اس پر غضب کے وقت ہیبت ہوتی طاری ہوتی ہے۔ اس لئے انبیا علیہم السلام رب سلم سلم کہہ رہے ہوں گے۔

کلابیب آنکڑوں کو کہتے ہیں السعدان سینڈر کا درخت جسے باغات کی حفاظت کے لئے ان کی باڑ کے کنارے لگا دیا جاتا ہے۔

تخطف الناس باعمالهم وہ آنکڑے کنارے کنارے چل رہے ہوں گے۔ اور اس بات پر مامور ہوں گے کہ جو ان میں گناہ گار ہو ان کو خراش لگائے۔ اب بعض تو ایسے ہوں گے جو کٹ کٹ کر جہنم میں جا پڑیں گے اور بعض پر خراش آئے گی اور بعض بیچ بیچ کر پار ہو جائیں گے ویر فونہم باثار السجود روایت کے ذکر کرنے سے یہ مقصد ہے۔ اور اس سے سجود کی فضیلت اس طرح ثابت ہوئی کہ سارے اعضاء تو کوئلہ ہو جائیں گے صرف اعضاء سجود باقی رہ جائیں گے۔ یہ سجدہ کی فضیلت کی وجہ سے ہے۔ قدامت حشوا یعنی جھلس گئے ہوں گے۔ کمانتبت الحجة فی حمیل السبل جیسے روکے کنارے دانہ آتا ہے۔ بقی رجال ایک شخص ایمان کی وجہ سے جہنم سے نکال لیا جائے گا مگر ان اعمال کی وجہ سے نکالنے کے بعد فوراً جنت میں داخل نہیں کیا جائے گا۔ قبشنی کہ مجھے اس کی لونے جھلس دیا۔ بقی رجل یا تو ایک شخص ہو گا یا ایک جماعت ہوگی۔ جماعت مراد لینے میں کوئی استخالم نہیں ہے۔ قال ابو سعید ان دونوں میں کوئی تعارض نہیں اس لئے کہ میں فضائل اعمال میں ایک قاعدہ بیان کر چکا ہوں کہ اقل کو ابتدا پر اور اکثر کو خیر پر حمل کرتے ہیں۔ لہذا ہریرہ کی روایت لك ذلك ومثله معه والی مقدم ہے۔ اور حضرت ابو سعید کی روایت لك ذلك وعشرة امثاله مؤخر ہوگی۔ اس طرح دونوں روایتیں موافق ہوگی۔ تعارض راجح ہے۔

ترجمہ۔ سجدہ میں اپنے بازو کو ظاہر کرے

اور دور رکھے

باب يُبْدِي ضَبْعِيهِ وَيُحَافِي

فِي السُّجُودِ -

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مالک سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ جب نماز پڑھتے تھے تو دونوں ہاتھوں کے درمیان اتنی کشادگی کرتے تھے کہ دونوں بغلوں کی سفیدی ظاہر ہو جاتی تھی۔

حدیث (۷۶۶) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ (الخ) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَالِكٍ بْنِ بُعِينَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا صَلَّى فَرَجَّ بَيْنَ يَدَيْهِ حَتَّى يَبْدُو بَيَاضَ إِبْطِيهِ . الْحَدِيثِ ..

تشریح از شیخ زکریا۔ چونکہ یہ صفت سجود ہے اس لئے اس کے حکم کے طور پر اس کی ہیئت بیان کی کہ دوری ہونی چاہیے

ترجمہ۔ یعنی سجدہ میں اپنے دونوں پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف متوجہ کرے ابو حمید نے جناب نبی اکرم ﷺ سے اس طرح روایت کیا ہے۔

باب يَسْتَقْبِلُ بِأَطْرَافِ رِجْلَيْهِ الْقِبْلَةَ
قَالَ أَبُو حَمِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ -

تشریح از شیخ زکریا۔ یہ باب پہلے گذر چکا ہے۔ وہاں مبالغہ کے طور پر ذکر کیا تھا اور یہاں سے ہیئت صلوة کا ایک جز

بیان کیا ہے۔ کہ اصابع رجليں کا رخ قبلہ کی طرف ہونا چاہیے۔

باب إِذَا لَمْ يُتِمَّ سُجُودَهُ

ترجمہ۔ جب نمازی اپنے سجدہ کو پورا نہ کرے

حدیث (۷۶۷) حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ (البح)

عَنْ حَدِيفَةَ أَنَّهُ رَأَى رَجُلًا لَا يُتِمُّ رُكُوعَهُ وَلَا سُجُودَهُ فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ قَالَ لَهُ حَدِيفَةُ مَا صَلَّيْتَ وَأَحْسِبُهُ قَالَ لَوْ مِتَّ مَتَّ عَلَى غَيْرِ سُنَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ

الحدیث ...

ترجمہ۔ حضرت حدیفہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کو دیکھا جو نہ رکوع پورا کرتا تھا اور نہ ہی سجدہ کو پورا ادا کرتا تھا۔ جب اس نے نماز پوری کر لی تو حضرت حدیفہؓ نے ان سے فرمایا کہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔ اور میرا گمان ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر تو اس حالت میں مر گیا تو غیر سنت محمدؐ پر مرے گا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ عدم اتمام سجدہ میں اختلاف ہے۔ جو لوگ طہانیت کو فرض کہتے ہیں ان کے نزدیک نماز نہیں ہوتی

اور جو واجب کہتے ہیں ان کے نزدیک واجب الاعادہ ہے۔ اور سب حضرات علی غیر الفطرہ۔ یا غیر سنۃ محمدؐ سے استدلال کرتے ہیں۔ چونکہ اس باب میں اختلاف وسیع تھا اس لئے امام حاریؒ نے کوئی حکم نہیں لگایا۔

باب السُّجُودِ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظَمٍ

ترجمہ۔ سات ہڈیوں پر سجدہ ہوتا ہے

حدیث (۷۶۸) حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ الْخِزَامِيُّ عَنْ ابْنِ

عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ أَمْرُ النَّبِيِّ ﷺ أَنْ يُسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْضَاءٍ وَلَا يَكْفُفُ شَعْرًا وَلَا تَوْبًا بِالْجَبْهَةِ وَالْيَدَيْنِ

وَالرِّجْلَيْنِ وَالرَّجْلَيْنِ . الحدیث ...

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کو سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ اور یہ کہ نہ بالوں کو روکے اور نہ کپڑے کو۔ وہ سات اعضاء یہ ہیں۔ پیشانی دو ہاتھ۔ دو گھٹنے۔ اور دو پاؤں۔

حدیث (۷۶۹) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ الْخِزَامِيُّ

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ أَمْرُنَا أَنْ نَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظَمٍ وَلَا نَكْفُفُ شَعْرًا وَلَا تَوْبًا.....

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ہمیں سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا اور یہ کہ نہ ہم بالوں کو روکیں اور نہ کپڑے کو۔

حدیث (۷۷۰) حَدَّثَنَا إِدْرِيْسُ بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ (البح)

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ وَهُوَ غَيْرُ كَذُوبٍ قَالَ كُنَّا نَصَلِّي بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَخَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ فَاذْأَقَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن یزید فرماتے ہیں کہ ہمیں بڑا آن عازب نے جو جھوٹے نہیں ہیں حدیث بیان کی کہ ہم جناب نبی اکرم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے جب آپ ﷺ نے اللہ لمن حمدہ

لَمْ يَجْنِ أَحَدٌ مِّنَّا ظَهْرَهُ حَتَّى يَضَعَ النَّبِيُّ ﷺ جَبْهَتَهُ عَلَى الْأَرْضِ (الحديث) ...

کہتے تو ہم میں سے کوئی ایک بھی اس وقت تک پیٹھ نہیں جھکاتا تھا جب تک نبی اکرم ﷺ اپنی پیشانی زمین پر نہ رکھ لیتے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ سبعة اعظم سے مراد دونوں پیر۔ دونوں ہاتھ۔ دونوں گھٹنے اور پیشانی ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک اعضاء سبعة پر سجدہ کرنا فرض ہے اور یہی حضرات متابلہ کا ایک قول ہے۔ اور ان کا دوسرا قول یہ ہے کہ صرف پیشانی پر سجدہ کرنا فرض ہے اس لئے کہ سجدہ کی حقیقت وضع الجبهة على الارض ہے۔ اب احناف پر اشکال یہ ہے کہ تم یہ کہتے ہو کہ اگر کوئی دونوں قدم سجدہ میں اٹھالے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر فرض نہیں تو فاسد کیوں کہتے ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں پر فساد کا ایک امر عارض کی وجہ سے آیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ یہ استزاء ہے۔ لہذا مفسد ہو گیا۔ وهو غير كذوب علماء اس کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ صحابی کے متعلق نہیں ہے۔ کیونکہ وہ محتاج تزکیہ نہیں ہیں بلکہ نیچے کے راوی کے متعلق ہے مگر میری رائے یہ ہے کہ اس میں کیا اشکال ہے کہ صحابی کے متعلق ہو مگر اس سے تزکیہ مقصود نہ ہو بلکہ مزید تقویت روایت اور اس کی تائید مقصود ہو۔

ترجمہ۔ ناک پر سجدہ کرنا

باب السُّجُودِ عَلَى الْأَنْفِ

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ میں سات ہڈیوں پر سجدہ کروں۔ پیشانی پر اور اپنے دونوں ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ اپنی ناک پر دونوں ہاتھوں دونوں گھٹنوں اور دونوں پاؤں کی انگلیوں پر اور یہ کہ ہم کپڑے اور بالوں کو جمع نہ کریں۔

حدیث (۷۷۱) حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ (البخ)
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ أَمَرْتُ أَنْ أُسْجُدَ
عَلَى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ عَلَى الْجَبْهَةِ وَأَشَارَ بِيَدِهِ عَلَى
أَنْفِهِ وَالْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ وَأَطْرَافِ الْقَدَمَيْنِ وَلَا
نَكَفَتِ الثِّيَابَ وَالشَّعْرَ

تشریح از شیخ زکریا۔ امام بخاریؒ نے تو کوئی حکم لگایا نہیں لہذا اب اس کی غرض کیا ہے، بعض نے کہا کہ اس باب کی غرض اس بات پر تنبیہ کرنا ہے کہ ناک کا حکم بھی زمین پر رکھنے میں پیشانی جیسا ہے۔ یہ امام اوزاعیؒ کا مسلک ہے۔ لیکن میرے نزدیک مصنفؒ کی غرض یہ ہے کہ سجدہ میں صرف ناک پر اکتفا کرنا بھی جائز ہے۔ جیسے کہ امام اعظمؒ کا مذہب ہے۔ البتہ صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ عذر کی وجہ سے جائز ہے۔ ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں انف پر اکتفا جائز نہیں۔ امام اعظمؒ کا استدلال باب کی اسی حدیث سے ہے جس میں ہے اشارہ بیدہ علی انفہ تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انف جہہ پیشانی میں داخل ہے۔ امام بخاریؒ کا خود اس حدیث کو اس باب میں ذکر کرنا ہمارے مسلک کی واضح دلیل ہے۔ جمہور فرماتے ہیں کہ ہر ایک کی حقیقت مختلف ہے۔ دونوں ایک نہیں ہو سکتے۔ لیکن امام صاحب کا مسلک حدیث سے ثابت ہے۔

باب السُّجُودِ عَلَى الْأَنْفِ فِي الطَّيْنِ

ترجمہ۔ مٹی اور کچھڑ میں ناک پر سجدہ کرنا

ترجمہ۔ حضرت اہل سلمہؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابو سعید خدریؓ کی طرف چلا میں نے جا کر عرض کیا آپ ہمیں کھجور کے باغ کی طرف نہیں لے چلتے کہ وہاں باتیں کریں چنانچہ وہ باہر تشریف لائے تو میں نے کہا کہ آپ مجھے ایسی حدیث بیان کریں جو آپ نے جناب نبی اکرم ﷺ سے لیلة القدر کے بارے میں سنی ہو۔ تو انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے رمضان شریف کی پہلی دہائی میں اعتکاف بیٹھے۔ ہم بھی آپ کے ہمراہ اعتکاف بیٹھے۔ تو جبرائیل علیہ السلام نے آ کر کہا کہ جو چیز آپ تلاش کرتے ہیں وہ آپ کے آگے ہے۔ پھر آپ درمیانی دہائی اعتکاف بیٹھے ہم بھی آپ کے ساتھ اعتکاف بیٹھے تو جبرائیل آپ کے پاس تشریف لائے فرمایا جس چیز کے آپ متلاشی ہیں وہ آگے ہے۔ تو آپ رمضان شریف کی بیس تاریخ کی صبح کو خطبہ دینے کیلئے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ جو شخص نبی اکرم ﷺ کے ساتھ اعتکاف بیٹھ چکا ہے وہ واپس آئے کیونکہ مجھے لیلة القدر خواب میں دکھلائی گئی۔ اور پھر مجھے وہ بھلوا دی گئی اور وہ تو آخری دہائی کی طاق راتوں میں ہے۔ مجھے خواب میں دکھایا گیا کہ گویا میں کچھڑ اور پانی میں سجدہ کر رہا ہوں۔ اور حضور اکرم ﷺ کی مسجد کی چھت کھجور کی ٹہنیوں کی تھی اور ہمیں اس وقت آسمان پر

حدیث (۱۷۷۲) حَدَّثَنَا مُوسَى الرَّاحِيُّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ انْطَلَقْتُ إِلَى أَبِي سَعِيدِ الْخَدْرِيِّ فَقُلْتُ الْاَنْخُرُجُ بِنَا إِلَى النَّخْلِ نَتَحَدَّثُ فَخَرَجَ قَالَ قُلْتُ حَدَّثَنِي مَا سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ قَالَ اَعْتَكَفَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْعَشْرَ الْاَوَّلَ مِنْ رَمَضَانَ وَاَعْتَكَفْنَا مَعَهُ فَاتَاهُ جِبْرِيْلُ فَقَالَ اِنَّ الَّذِي تَطْلُبُ اَمَامَكَ فَاَعْتَكَفَ الْعَشْرَ الْاَوْسَطَ وَاَعْتَكَفْنَا مَعَهُ فَاتَاهُ جِبْرِيْلُ فَقَالَ اِنَّ الَّذِي تَطْلُبُ اَمَامَكَ فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ خَطِيْبًا صَبِيْحَةَ عِشْرِيْنَ مِنْ رَمَضَانَ فَقَالَ مَنْ كَانَ اَعْتَكَفَ مَعَ النَّبِيِّ فَلْيَرْجِعْ فَاِنِّي رَاَيْتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ وَاِنِّي نَسَيْتُهَا وَاِنَهَا فِي الْعَشْرِ الْاَوَّلِ اَوْ الْاٰخِرِ فَيُؤْتِرُ وَاِنِّي رَاَيْتُ كَانِي اَسْجُدُ فِي طَيْنٍ وَّمَاءٍ وَّكَانَ سَقْفُ الْمَسْجِدِ جَرِيْدَ النَّخْلِ وَمَانَرِي فِي السَّمَاءِ شَيْئًا فَجَاءَتْ قَرَعَةٌ فَاْمَطَرْنَا فَصَلَّى بِنَا النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى رَاَيْتُ اَثَرَ الطَّيْنِ وَالْمَاءِ عَلَى جَبْهَةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَاَوْرَانَتْهُ تَصَدِيقٌ رُوِيَاهُ الْحَدِيثُ

کوئی بادل وغیرہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ پس ایک ٹکڑا بادل کا آیا پس ہم پر بارش بر سائی گئی۔ پس ہمیں جناب نبی اکرم ﷺ نے نماز پڑھائی حتیٰ کہ میں نے کچھڑ اور پانی کا نشان جناب رسول اللہ ﷺ کی پیشانی اور آپ کے ناک کے بانے پر دیکھا۔ یہ آپ کے خواب کی تصدیق و تعبیر تھی۔

تشریح از شیخ زکریا۔ چونکہ حدیث شریف میں مثلہ سے ممانت آئی ہے اس لئے کہ اس میں تغیر خلق اللہ ہے جس پر

نہی وارد ہوئی ہے۔ چنانچہ آپ نے وشم اور وشر سے منع فرمایا۔ کچھڑ میں سجدہ کرنے سے چہرہ میں ایک قسم کی تبدیلی آ جاتی ہے جس سے

مثله کا وہم ہوتا ہے۔ اس لئے امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمائی کہ یہ سجدہ فی الطین - مثله کے افراد میں سے نہیں ہے یہ جائز ہے۔

چوتھا پارہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترجمہ۔ باب نماز پڑھتے وقت کپڑوں کو گرہ دینا۔ اور جب ننگ کھل جانے کا خطرہ ہو تو نمازی اپنے کپڑے سمیٹ لے۔

بَابُ عَقْدِ الثِّيَابِ وَشِدِّهَا
وَمَنْ ضَمَّ إِلَيْهِ ثَوْبَهُ إِذَا خَافَ
أَنْ تَتَكشَفَ عَوْرَتُهُ

ترجمہ۔ حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ لوگ جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ ایسی حالت میں نماز پڑھ رہے تھے کہ وہ چھوٹے ہونے کی وجہ سے اپنی لنگیوں کو اپنی گردنوں پر باندھنے والے ہوتے تھے چنانچہ عورتوں سے کہا جاتا تھا کہ تم اس وقت تک اپنا سر سجدہ سے نہ اٹھاؤ جب تک مرد سیدھے ہو کر نہ بیٹھ جائیں تاکہ کہیں ان کی نگاہیں مردوں کے ننگ پر نہ پڑ جائیں۔

حدیث (۷۷۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ (البخ)
عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ كَانَ النَّاسُ يُصَلُّونَ مَعَ النَّبِيِّ
ﷺ وَوَهُمْ عَاقِدُونَ أَرْزُهُمْ مِنَ الصِّغْرِ عَلَى رِقَابِهِمْ
فَقِيلَ لِلنِّسَاءِ لَا تَرْفَعْنَ رُؤُسَكُمْ حَتَّى يَسْتَوِيَ
الرِّجَالُ جُلُوسًا.....

تشریح از شیخ زکریا۔ میں پہلے صفحہ ۵۶ پر ذکر کر چکا ہوں کہ یہ باب اور اس طرح لا یکف ثوبہ فی الصلوۃ ان کا ذکر ابوب السجود میں مناسب نہیں۔ اسی طرح بازؤں کا ظاہر کرنا اور دوری رکھنا۔ اور اس طرح تم السجود وغیرہ کا ابواب الثیاب میں ذکر کرنا محل نہیں ہے۔ چنانچہ شرح نے قاطعاً کہہ دیا کہ ایسا کاتبین کی غلطی سے ہوا ہے۔ مگر میرے نزدیک امام بخاریؒ نے جان بوجھ کر ان ابواب کو ابواب السجود میں ذکر کیا ہے۔ اس لئے کہ ساجد کو جب ابداء ضعیف اور قجافی کا حکم ہوا۔ تو اس میں کشف عورت کا

خوف تھا۔ تو امام بخاری نے یہ ابواب منعقد کر کے تنبیہ فرمادی کہ اگر ابداء اور تجاہلی کی صورت میں کشف عورت کا خوف ہو تو کپڑے کو گرہ لگا دے۔ باندھ لے سمیٹ لے غرضیکہ کشف عورت کے خوف کے پیش نظر ابداء اور تجاہلی واجب نہیں ہے۔

باب لَا يَكْفُ شَعْرًا

ترجمہ۔ نمازی بال نہ روکے

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپؐ سات ہڈیوں پر سجدہ کریں اپنے بال نہ روکیں اور نہ ہی کپڑا روکیں۔

حدیث (۷۷۴) حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ الْخِزَعِيُّ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ أَمْرُ النَّبِيِّ ﷺ أَنْ يَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ وَلَا يَكْفُ شَعْرَةً وَلَا تَوْبَةً....

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ بال بھی سجدہ کرتے ہیں۔ جیسے کہ دونوں ہاتھ سجدہ کرتے ہیں اس لئے کف ثیاب و کف شعر کی ممانعت کی گئی۔ پھر یہ کہ یہ نہی نماز کے ساتھ خاص ہے یا نہی عام ہے۔ علامہ داؤدی کے نزدیک کف ثیاب و شعر کی ممانعت نماز کے ساتھ مقید ہے۔ لہذا اگر نماز سے قبل کف ثیاب و شعر کر لے تو کوئی ممانعت نہیں۔ اور جمہور کے نزدیک اس حالت میں نماز پڑھنے کی ممانعت ہے۔ لہذا نماز سے قبل بھی کف ثیاب و شعر نہ کرنا چاہیے۔

ترجمہ۔ نماز کے اندر کپڑے کو بھی گرنے سے نہ روکے

باب لَا يَكْفُ تَوْبَةً فِي الصَّلَاةِ

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم ہوا اور یہ کہ نہ بالوں کو روکوں اور نہ کپڑے کو۔

حدیث (۷۷۵) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ (الْح) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ أَمْرٌ أَنْ أَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ لَا أَكْفُ شَعْرًا وَلَا تَوْبَةً....

ترجمہ۔ سجدہ میں سبحان اللہ کہنا اور دعا کرنا

باب التَّسْبِيحِ وَالِدُّعَاءِ فِي السُّجُودِ

ترجمہ۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ اکثر اپنے رکوع اور سجدہ میں سبحانك اللهم ربنا وبحمدك اللهم اغفر لي یعنی تسبیح اور دعا دونوں کرتے تھے اور قرآن مجید سے استدلال کرتے تھے۔ فسبح بحمد ربك واستغفره انه كان توابا۔

حدیث (۷۷۶) حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَكْتَبُرُ أَنْ يَقُولَ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي يَأْكُلُ الْقُرْآنَ. الْحَدِيثُ ...

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چونکہ حدیث میں وارد ہے اما الرکوع فعظموا فیہ الرب واما السجود فاجتهدوا فی الدعاء

امام بخاری نے تنبیہ فرمائی ہے کہ تسبیح اور دعا کسی کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ رکوع اور سجود دونوں میں دونوں کہہ سکتا ہے۔

باب الْمَكْتُوبَيْنِ السَّجْدَتَيْنِ

ترجمہ۔ دو سجدوں کے درمیان ٹھہرنا

حدیث (۷۷۷) حَدَّثَنَا أَبُو النَّعْمَانِ (الْخ) عَنْ
أَبِي قَلَابَةَ أَنَّ مَالِكَ بْنَ الْحُوَيْرِثِ قَالَ لِأَصْحَابِهِ
الْأَنْبِيَاءُ صَلَوَةُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ وَذَلِكَ فِي
غَيْرِ حِينَ صَلَوَةٍ فَقَامَ ثُمَّ رَكَعَ فَكَبَّرَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ
فَقَامَ هُنَيْئَةً ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ هُنَيْئَةً فَصَلَّى
صَلَوَةَ عُمَرَوِ بْنِ سَلَمَةَ شَيْخِنَا هَذَا قَالَ أَيُّوبُ كَانَ
يَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ أَرَهُمْ يَفْعَلُونَهُ كَانَ يَقْعُدُ فِي الثَّالِثَةِ
أَوِ الرَّابِعَةِ فَاتَيْنَا النَّبِيَّ ﷺ فَأَقْمَنَا عِنْدَهُ فَقَالَ
لَوْ رَجَعْتُمْ إِلَى أَهَالِكُمْ صَلُّوا صَلَوَةَ كَذَا فِي حِينَ
كَذَا صَلُّوا صَلَوَةَ كَذَا فِي حِينَ كَذَا فَإِذَا حَضَرَتِ
الصَّلَاةُ فَلْيُؤَدِّنْ أَحَدُكُمْ وَلْيُؤَمِّكُمْ أَكْبَرُكُمْ ...

ترجمہ۔ حضرت ابو قلابہ فرماتے ہیں کہ حضرت مالک
بن الحویرثؓ نے اپنے شاگردوں سے فرمایا کہ میں تمہیں جناب
رسول اللہ ﷺ کی نماز نہ بتلاؤں۔ اور یہ کسی نماز کے وقت میں
نہیں تھا چنانچہ کھڑے ہوئے پھر رکوع کیا پھر تکبیر کہی بعد ازاں
سر اٹھایا تھوڑی دیر کھڑے رہے۔ پھر سجدہ کیا۔ پھر تھوڑی دیر
اپنا سر اٹھایا پھر سجدہ میں چلے گئے۔ پھر تھوڑی دیر سر اٹھایا۔ اور
ہمارے اس شیخ نے عمر و بن سلمہ کی نماز کی طرح نماز پڑھی
ایوب رلوی کہتے ہیں وہ شیخ چند ایسی باتیں کرتے تھے جو ہم نے
صحابہ کرامؓ کو کرتے نہیں دیکھا چنانچہ وہ تیسری یا چوتھی رکعت
میں بیٹھا کرتے تھے بہر حال ہم جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت
میں حاضر ہوئے۔ کچھ عرصہ آپ کے پاس رہے تو آپ نے فرمایا
کہ اگر تم اپنے گھروالوں کے پاس واپس جاؤ تو فلاں نماز فلاں وقت
کے اندر ادا کرو۔ اور فلاں نماز فلاں وقت کے اندر ادا کرو پس

جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے ہر ایک اذان دے سکتا ہے البتہ امامت تم میں سے بڑی عمر کا کرے۔

تشریح از شیخ مدنی۔ فصلی صلوة عمر و بن سلمة الخ حضرت ایوب سختیانی کبار تابعین میں سے ہیں وہ فرماتے ہیں

کہ جلسہ استراحتہ کرتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا اس سے معلوم ہوا کہ تابعین اور صحابہ کرامؓ عام طور پر جلسہ استراحتہ نہیں کرتے تھے۔ اور
جو عمل امام اعظم بیان کرتے ہیں کہ آپ نے ضعف کی وجہ سے جلسہ استراحتہ فرمایا۔ وہی عامہ تابعین اور صحابہ بیان کرتے ہیں۔ یہ اختلاف کی
دلیل ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ مکث بین السجدتین سے جلسہ مراد ہے۔ حنبلہ اس کی اطالت (لمبا کرنا) کے احتجاب کے قائل

ہیں شوافع فرماتے ہیں کہ اگر اطالت بائنا ہوئی تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ بلکہ اور حنفیہ کے نزدیک نماز فاسد ہوتی ہے اور نہ یہ جلسہ مستحب ہے

كان يقعد في الثالثة والرابعة یہ بعض رواہ کو شک ہے۔ اس قعود سے مراد جلسہ استراحت ہے جو تیسری رکعت کے بعد اور چوتھی رکعت سے پہلے ہوتا ہے۔ تو ثالثہ سے مراد آخر ہا اور رابعہا سے مراد اول ہا ہوگا۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں کو تاہی نہیں کروں گا کہ میں تمہیں وہ نماز پڑھاؤں جو نماز میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کو ہمیں پڑھاتے دیکھا۔ ثابت فرماتے ہیں کہ حضرت انسؓ ایسے کام کرتے تھے جو میں تم کو کرتے نہیں دیکھتا۔ وہ جب رکوع سے سر اٹھاتے تھے تو یہاں تک کھڑے رہتے کہ کہنے والا کہتا کہ بھلا دیئے گئے اور سجد تین کے درمیان بھی بیٹھتے کہ کہنے والا کہتا بھول گئے۔

حدیث (۷۷۸) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ (الْبَخ) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ إِنِّي لَا أَلُوَّ أَنْ أُصَلِّيَ بِكُمْ كَمَا رَأَيْتَ النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي بِنَا قَالَ ثَابِتٌ كَانَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ يَصْنَعُ شَيْئًا لَمْ أَرَكُمُ تَصْنَعُونَهُ كَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرَّكُوعِ قَامَ حَتَّى يَقُولَ الْقَائِلُ قَدْ نَسِيَ وَبَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ حَتَّى يَقُولَ الْقَائِلُ قَدْ نَسِيَ. الْحَدِيث ...

تشریح از شیخ زکریا۔ اس روایت میں حضرت انسؓ کا یہ فعل نقل کیا گیا کہ جب وہ رفع راس من السجده کرتے تو جلسہ کو اتنا طویل فرماتے کہ لوگ یہ سمجھتے کہ سجدہ کرنا بھول گئے اس سے حنابلہ نے طول مکث پر استدلال کر لیا لیکن جمہور کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ آگے جو لفظ نسی آیا ہے یہ دلیل ہے کہ یہ طول معروف نہیں تھا۔ ورنہ لوگ کیوں سمجھتے کہ ان کو نسیاں ہو گیا۔

ترجمہ۔ سجدہ کی حالت میں اپنے دونوں بازوؤں کو فرش نہ بنائے بچھائے نہیں۔

باب لَا يَفْتَرِشُ ذِرَاعِيهِ فِي السُّجُودِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو حمید فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے سجدہ کیا ہاتھوں کو ایسی حالت میں رکھا کہ نہ تو اس کو بچھانے والے تھے اور نہ ہی ان کو قبض کرنے والے تھے۔

وَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ سَجَدَا لِنَبِيِّ ﷺ وَوَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مَفْتَرِشٍ وَلَا قَابِضِهِمَا.....

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ حضرت نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا سجدہ کی حالت میں اعتدال کرو۔ کہ تم سے کوئی ایک اپنے بازو کو ایسا نہ پھیلائے جیسے کتا پھیلاتا ہے۔

حدیث (۷۷۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ (الْبَخ) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اعْتَدِلُوا فِي السُّجُودِ وَلَا يَسْطُ أَحَدُكُمْ ذِرَاعِيهِ ابْتِسَاطَ الْكَلْبِ..

تشریح از شیخ زکریا۔ امام بخاری کی غرض اس باب سے اس بات پر تنبیہ کرنا ہے کہ افتراءش طریق مسنون کے خلاف ہے اور ممکن ہے کہ اس باب میں جو حدیث وارد ہوئی ہے اس کی شرح کرنا مقصود ہو۔ چنانچہ حدیث میں ہے وضع یدیدہ کے معنی ہیں وضع کعبہ کہ ہتھیالیاں رکھیں تو تنبیہ فرمائی کہ یدین سے مراد ذرا عین ہیں۔

ترجمہ۔ اس شخص کے بارے میں جو اپنی نماز کی طاق رکعتوں میں سیدھا ہو کے بیٹھے اور پھر اٹھے یعنی جلسہ استراحتہ کرے

بَاب مَنِ اسْتَوَى قَاعِدًا فِي وُتْرٍ مِّنْ صَلَوتِهِ لَمْ يَنْهَضْ

ترجمہ۔ حضرت مالک بن الحویرثؓ خبر دیتے ہیں کہ انہوں نے جناب نبی اکرم ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا جب اپنی نماز کی طاق رکعت میں ہوتے تھے تو اس وقت تک نہیں اٹھتے تھے جب تک سیدھے ہو کر نہیں بیٹھ جاتے تھے۔

حدیث (۷۸۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ النَّخَعِيُّ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ اللَّيْثِيُّ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي فَاذَا كَانَ فِي وُتْرٍ مِّنْ صَلَوتِهِ لَمْ يَنْهَضْ حَتَّى يَسْتَوِيَ قَاعِدًا. الْحَدِيثُ

تشریح از شیخ زکریا۔ اس باب سے جلسہ استراحتہ کو ثابت فرما رہے ہیں۔ شوافع کے نزدیک جلسہ استراحتہ مسنون ہے جمہور کے نزدیک خلاف اولیٰ ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ سے علیٰ صدور قدسیہ سجدہ سے اٹھنا کثرت سے ثابت ہے شوافع کا استدلال حدیث الباب سے ہے نیز شوافع یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ حضور اکرم ﷺ کا آخری فعل ہے۔ ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو آخری عمر میں ضعف ہو گیا تھا۔ اور بدن میں بھاری پن پیدا ہو گیا تھا اس لئے آپ جلسہ استراحتہ فرماتے تھے۔ خود امام بخاری نے باب کے اندر من استوفی کے لفظ سے اس طرح اشارہ کر دیا کہ ان کی رائے اس کے موافق نہیں ہے۔ اور حالت کبر پر وہ روایت دلالت کرتی ہے جس میں ہے کہ لا تبادرونی فانی قد بدنت میرے سے جلدی نہ کیا کرو کیونکہ میں بھاری ہو گیا ہوں۔

ترجمہ۔ جب رکعت سے اٹھے

بَاب كَيْفَ يَعْتمِدُ عَلَى الْأَرْضِ

توزمین پر کیسے سہارالے

إِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَةِ

ترجمہ۔ حضرت ابی قلابہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت مالک بن الحویرثؓ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہمیں ہماری اس مسجد میں نماز پڑھائی اور فرمایا تمہیں ضرور نماز پڑھاؤں گا۔ میرا ارادہ نماز پڑھنے کا نہیں۔ میں تمہیں دکھانا چاہتا ہوں کہ میں نے

حدیث (۷۸۱) حَدَّثَنَا مَعْلَى بْنُ أَسَدٍ الرَّخَبِيُّ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ قَالَ جَاءَ نَامَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ فَصَلَّى بِنَا فِي مَسْجِدِنَا هَذَا فَقَالَ إِنِّي لِأُصَلِّي بِكُمْ

وَمَا رَأَيْدُ الصَّلَاةِ لِكُنِّي أُرِيدُ أَنْ أُرِيكُمْ كَيْفَ رَأَيْتُ
رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي قَالَ أَيُّوبُ فَقُلْتُ لِأَيِّ
قَلَابَةٍ وَكَيْفَ كَانَتْ صَلَوَتُهُ قَالَ مِثْلَ صَلَاةِ شَيْخِنَا
هَذَا أَيْعَنِي عَمْرُو بْنُ سَلَمَةَ قَالَ أَيُّوبُ كَانَ ذَلِكَ
الشَّيْخُ يَتَمُّ التَّكْبِيرَ وَإِدَارَعَ رَأْسَهُ عَنِ السَّجْدَةِ
الثَّانِيَةِ جَلَسَ وَاعْتَمَدَ عَلَى الْأَرْضِ ثُمَّ قَامَ. الْحَدِيثُ

جناب رسول اللہ ﷺ کو کیسے نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ میں نے
ابو قلابہؓ سے پوچھا کہ وہ نماز کیسے تھی۔ فرمایا کہ ہمارے اس شیخ
عمر بن سلمہ کی نماز کی طرح تھی۔ ایوب فرماتے ہیں کہ وہ شیخ
تکبیر پوری کرتے اور جب اپنا سر دوسرے سجدہ سے اٹھاتے تو
بیٹھ جاتے۔ اور زمین پر سہارے کر پھر کھڑے ہوتے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ - امام بخاریؒ نے تیس باب لفظ کیف سے باندھے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔ مگر روایت میں

کہیں کیفیت کا ذکر نہیں ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ جلس واعتماد علی الارض ثم قام سے کیفیت ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ اس سے
معلوم ہوا کہ صورت یہ ہوتی تھی کہ اولاً قعود فرماتے تھے۔ پھر اعتماد علی الارض ہوتا تھا۔ پھر قیام ہوتا تھا۔ اور بعض فرماتے ہیں کہ
مقصود اثبات کیفیت نہیں ہے۔ بلکہ یہاں کیف۔ استفہامیہ ہے اور سوال کے لئے ہے۔ چونکہ یہاں اختلاف ہے۔ لہذا کیف سے باب
باندھ دیا۔ شوافع اس کے قائل ہیں اور کیفیت میں اختلاف کرتے ہیں قال بعضهم يعتمد باسقاط کفہ قبیل قابضا معتمدا علی کفہ
بعض نے کہا کہ ہتھیلیاں پھیلا کر سہارے۔ بعض نے کہا ہتھیلیاں بند کر کے سہارے جیسے آنا گوندھنے والا کرتا ہے۔

بَابُ يُكَبِّرُ وَهُوَ يَنْهَضُ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ
وَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يُكَبِّرُ فِي نَهْضَتِهِ -

ترجمہ - سجدتین سے اٹھتے ہوئے تکبیر کے اور
ابن الزبیرؓ اپنی اٹھتی حالت میں تکبیر کہتے تھے۔

حَدِيثُ (۷۸۲) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ الْخ
عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ صَلَّى لَنَا أَبُو سَعِيدٍ فَجَهَرَ
بِالتَّكْبِيرِ حِينَ رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ وَحِينَ سَجَدَ
وَحِينَ رَفَعَ وَحِينَ قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ وَقَالَ هَكَذَا
رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ ...

ترجمہ - حضرت سعید بن الحارث فرماتے ہیں کہ
حضرت ابو سعیدؓ نے ہمیں نماز پڑھائی۔ پس بلند آواز سے تکبیر
کہتے تھے جب سجدہ سے سر اٹھاتے تھے۔ اسی طرح جب سجدہ
کرتے۔ اور جب سجدہ سے سر اٹھاتے۔ اور جب دور کعتوں سے
کھڑے ہوتے۔ اور فرمایا میں نے اسی طرح جناب نبی اکرم
ﷺ کو دیکھا۔

حَدِيثُ (۷۸۳) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الْخ
عَنْ مُطَرِّفٍ قَالَ صَلَّيْتُ أَنَا وَعُمَرَانُ ابْنُ الْحُصَيْنِ

ترجمہ - حضرت مطرف فرماتے ہیں کہ میں نے اور عمران
بن حصینؓ نے ایک نماز حضرت علی بن ابی طالب کے پیچھے

پڑھی جب وہ سجدہ کرتے تو تکبیر کہتے جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے اور جب دو رکعتوں سے اٹھتے تو بھی تکبیر کہتے جب انہوں نے سلام پھیرا تو حضرت عمرانؓ نے میرا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ اس نے ہمیں محمد ﷺ والی نماز پڑھائی ہے۔ یا جناب محمد ﷺ کی نماز یاد دلادی ہے۔

بَلَاكَ خَلْفَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَكَانَ إِذَا سَجَدَ كَبَّرَ وَإِذَا رَفَعَ كَبَّرَ وَإِذَا نَهَضَ مِنَ الرَّكَعَتَيْنِ كَبَّرَ فَلَمَّا سَلَّمَ أَخَذَ عِمْرَانُ بِيَدِي فَقَالَ لَقَدْ صَلَّى بِنَا هَذِهِ صَلَاةَ مُحَمَّدٍ ﷺ أَوْ قَالَ لَقَدْ ذَكَرَنِي هَذَا صَلَاةَ مُحَمَّدٍ ﷺ... الحديث...

تشریح از شیخ زکریا۔ اس سے پہلے صفحہ ۱۰۸ پر ایک باب گزرا ہے باب اذا قام من السجود وہاں میں نے یہ کہا تھا کہ دونوں میں ظاہر لفظی فرق ہے ورنہ معنی ایک ہیں لہذا تکرار ہو گیا۔ اور اس میں کلام باب یکبر و هو ينهض من السجود تین میں آئے گا تو اب سنو! کہ وہاں تو عرض اثبات تکبیر وقت النهوض من السجود بیان کرنی تھی روایت اہل داؤد اور یہاں دو رکعت کے بعد تکبیر ہوتی ہے اس کا مقام بیان کرنا ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ وہ تکبیر کب ہوگی۔ حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ حدیث پاک میں الصلوة منی منی وارد ہے۔ لہذا ہر شفعہ مستقل صلوة ہوگی تو جیسے ابتدا میں تکبیر تحریمہ ہوتی ہے۔ اسی طرح یہاں بھی تکبیر تحریمہ ہوگی اور یہ تکبیر تکبیر قیام ہے اور جمہور کے نزدیک یہ تکبیر تکبیر انتقال ہے۔ لہذا اٹھنے کے ساتھ ساتھ ہوگی۔ امام بخاری یکبر و ينهض فرما کر جمہور کی تائید کرتے ہیں اور مالکیہ پر رد فرماتے ہیں۔

ترجمہ۔ التحیات میں بیٹھنے کا کیا طریقہ ہے حضرت ام الدرداءؓ اپنی نماز میں مردوں کی بیٹھک کی طرح بیٹھتی تھیں اور وہ سبجھدار تھیں۔

باب سُنَّةِ الْجُلُوسِ فِي التَّشَهُدِ
وَكَانَتْ أُمَّ الدَّرْدَاءِ تَجْلِسُ فِي صَلَوَتِهَا
جَلْسَةَ الرَّجُلِ وَكَانَتْ فِقِيهَةً

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عبداللہ نے اپنے باپ عبداللہ بن عمرؓ کو دیکھا کہ جب وہ بیٹھتے ہیں تو چوڑی مار کر بیٹھتے ہیں۔ چونکہ میں ان دنوں نوجوان نو عمر تھا میں نے بھی ایسا کیا تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے مجھے منع کر دیا۔ فرمایا نماز کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے دائیں پاؤں کو کھڑا کر دو اور بائیں پاؤں کو مردوں کی طرح جاڑ۔ میں نے کہا آپ تو ایسا کرتے ہیں جس سے مجھے روکا۔ فرمایا میرے پاؤں مجھے نہیں اٹھا سکتے۔

حدیث (۷۸۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ كَانَ يَرَى عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ يُتَرَبِّعُ فِي الصَّلَاةِ إِذَا جَلَسَ فَعَلْتُهُ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ حَدِيثِ السِّنِّ فَنَهَانِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ وَقَالَ إِنَّمَا سُنَّةُ الصَّلَاةِ أَنْ تَنْصِبَ رِجْلَكَ الْيُمْنَى وَتُنِيَّ الْيُسْرَى فَقُلْتُ إِنَّكَ تَفْعَلُ ذَلِكَ لِقَالَ إِنَّ رِجْلِي لَا تَحْمِلَانِي

حدیث (۷۸۵) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ النَّخَعِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ عَطَاءٍ أَنَّهُ كَانَ جَالِسًا مَعَ نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ فَذَكَرَ نَاصِلَةَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ أَبُو حَمِيدٍ السَّاعِدِيُّ أَنَا كُنْتُ أَحْفَظُكُمْ لِصَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ رَأَيْتُهُ إِذَا كَبَّرَ جَعَلَ يَدَيْهِ حَذُّ وَمَنْكِبَيْهِ وَإِذَا رَكَعَ أَمَكَّنَ يَدَيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ ثُمَّ هَضَرَ ظَهْرَهُ فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ اسْتَوَى حَتَّى يُعْوِذَ كُلُّهُ فَقَارَ مَكَانَهُ وَإِذَا سَجَدَ وَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرِشٍ وَلَا قَائِبِضِهِمَا وَاسْتَقْبَلَ بِأَطْرَافِ أَصَابِعِ رِجْلَيْهِ الْقِبْلَةَ فَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ جَلَسَ عَلَى رِجْلِهِ الْيُسْرَى وَنَصَبَ الْيُمْنَى فَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ قَدَّمَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَنَصَبَ الْآخِرَى وَقَعَدَ عَلَى مَقْعَدَتِهِ الْحَدِيثُ

ترجمہ۔ حضرت محمد بن عمرو بن عطاء صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ ہم نے نبی اکرم ﷺ کی نماز کا تذکرہ کیا تو ابو حمید ساعدیؓ نے کہا کہ میں تم سے سب سے زیادہ جناب نبی اکرم ﷺ کی نماز کو یاد رکھنے والا ہوں چنانچہ میں نے آپؐ کو دیکھا جب تکبیر کہتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو دونوں کندھوں کے برابر لے جاتے۔ اور جب رکوع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے دونوں گھٹنے پکڑ لیتے پھر اپنی پیٹھ جھکاتے۔ جب رکوع سے اپنا سر اٹھاتے تو سیدھے کھڑے ہو جاتے۔ یہاں تک کہ ہر جوڑا اپنی جگہ پر آجاتا اور جب سجدہ کرتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اس طرح رکھتے کہ نہ تو ان کو بچھانے والے ہوتے اور نہ ہی پیڈ کرنے والے۔ اور اپنے دونوں پاؤں کی انگلیوں کے کناروں کو قبلہ کی طرف متوجہ کرتے تھے۔ جب دو رکعتوں کے بعد بیٹھنے کا ارادہ کرتے تو اپنے بائیں پاؤں پر بیٹھ جاتے۔ اور دائیں پاؤں کو کھڑا کر لیتے۔ اور جب آخری رکعت میں بیٹھتے تو اپنے بائیں پاؤں کو آگے کر لیتے۔ اور دوسرے کو کھڑا کر دیتے۔ اور پھر اپنی مقعد پر بیٹھ جاتے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ احناف کے یہاں مشہور یہ ہے کہ مرد کے لئے تشہد میں افتراش مسنون ہے۔ عورت کیلئے تورک ہے۔ مصنف فرماتے ہیں کہ سب کے لئے افتراش ہے۔ چنانچہ حضرت ام الدرداءؓ افتراش کرتی تھیں۔ اور وہ فقیہ تھیں۔ لہذا ان کا فعل حجت ہوگا۔ مگر شوافعؒ پر جو کہ ہم رجال و نعن الرجال کہتے ہیں اس اثر سے استدلال نہیں کر سکتے دوسرے یہ کہ یہ حکم مدرک بالقیاس ہے کیونکہ عموماً رجال اور نسا کے احکام مشترک ہوتے ہیں۔ چنانچہ ام الدرداءؓ نے سمجھا کہ جیسے مردوں کے لئے افتراش ہے ایسے عورتوں کے لئے بھی افتراش ہوگا۔ تو یہ قیاسی چیز ہوئی۔ مگر احناف کا مستدل مصنف ابن شیبہ کی روایات ہیں۔ جن میں ہے کہ عورت کیلئے تورک ہے کیونکہ اس میں تسر (پردہ کرنا) ہوتا ہے۔ البتہ احنافؒ کی ایک جماعت عورت کیلئے بھی افتراش کی قائل ہے۔ لیکن تورک اور افتراش میں یہ اختلاف جواز میں نہیں۔ اولویہ اور عدم اولویہ میں ہے جائز دونوں ہیں۔

تشریح از شیخ زکریا - تشہد میں بیٹھنے کا کیا طریقہ ہے۔ اس میں دو طرح کی روایات ہیں۔ ایک ابن عمرؓ کی روایت ہے وہ

فرماتے ہیں کہ سنة الصلوة الخ۔ اور دوسری ابو حمید ساعدیؓ کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں رايت النبي ﷺ جلس متوركا۔ اول قولي حديث ہے اس لئے کہ صحابی کا قول ہے۔ اور صحابی کا من السنة كما حديث مرفوع کے حکم میں ہے۔ لہذا حدیث مرفوع ہوئی۔ اور ابو حمید ساعدیؓ والی روایت فعلی ہے۔ احناف فرماتے ہیں کہ جب ابن عمرؓ نے اپنے صاحبزادے کو متر بعا (چارزانوں) بیٹھے دیکھا تو انہیں روکا اور مسنون طریقہ بتلایا۔ اور اپنے چارزانوں بیٹھنے کی وجہ ظاہر فرمائی۔ تو معلوم ہوا کہ چارزانوں عذر کی وجہ سے بیٹھتے تھے۔ اس طرح ہم کہتے ہیں کہ قعود متورکا بھی عذر کی وجہ سے تھا۔ اور جو تورک مالکیہ نے اختیار فرمایا ہے وہ کسی اور مرجح کے پیش نظر ترجیح دی گئی ہوگی ورنہ بظاہر تو عمل اہل مدینہ نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت ابن عمرؓ مدنی ہیں۔ وہ خود ہی ارشاد فرما رہے ہیں سنة الصلوة هكذا تو اصل اختلاف فیما بین الاحناف والموالک ہے۔ کہ احناف تو قعود علی الرجل اليسرى کے قائل ہیں اور مالکیہ تورک کے قائل ہیں۔ حضرات شافعیہ اور حنابلہ جمع بین الروایات فرماتے ہیں۔ کہ حضرت ابن عمرؓ کی روایت تشہد اول پر محمول ہے۔ اور حضرت ابو حمید ساعدیؓ والی روایت تشہد اخیر پر محمول ہے۔ لیکن ایک فرق ہو گیا وہ یہ ہے کہ دونوں میں اختلاف ہو گیا کہ تورک فی الاخیرہ کی علت کیا ہے؟ حضرت امام احمد فرماتے ہیں کہ تشہد اول اور ثانی میں فرق کرنا ہے۔ لکن لا تشبه علی الناظر اور حضرات شافعیہ فرماتے ہیں کہ تورک کی علت تخفیف ہے چونکہ تشہد اول قصیر ہوتا ہے اسلئے اس میں تو ضرورت نہیں اور تشہد ثانی طویل ہوتا ہے۔ اس لئے شریعت مطہرہ نے تخفیف فرمائی کہ متورکا بیٹھ جایا کرے۔ اب چونکہ علت میں اختلاف ہو گیا۔ امام احمد کے یہاں تفریق ہے اور شافعیہ کے یہاں طول القعود ہے لہذا امام احمد کے یہاں جن نمازوں میں دو تشہد ہیں وہاں تو تورک ہو گا۔ کیونکہ تفریق کی ضرورت اسی میں ہے جیسے صلوة الظهر والعصر والعشاء اور جماعت دو تشہد نہ ہوں جیسے صلوة فجر اور صلوة جمعہ وہاں تورک نہ ہو گا۔ حضرت امام شافعی کے نزدیک چونکہ علت طول قعود ہے اس لئے ہمیشہ قعدہ اخیر میں تورک ہو گا۔ کیونکہ اسی میں طول ہوتا ہے۔ حضرت امام بخاری نے دونوں طرح کی روایات ذکر فرمادیں اور کوئی حکم نہیں لگایا کیونکہ مسئلہ میں اختلاف قوی ہے اور روایات دونوں ایک سی قوی ہیں۔ فاذا رفع رأسه استوی الخ بعض اہل حدیث کا طریق یہ تھا کہ جب وہ رکوع سے اٹھتے ہوئے رفع یدین کرتے تو ہاتھوں کو اسی طرح اٹھائے ہوئے سجدہ میں چلے جاتے۔ اور یوں کہتے کہ رفع الیدین وقت الرفع من الركوع تو ثابت ہے۔ اور ہاتھوں کا ارسال بعد الرفع حدیث میں کہیں نہیں ہے۔ اس لئے چاہئے لیکن میں اس جملہ سے ارسال ید بعد الرفع پر اس طرح استدلال کرتا ہوں کہ حتی یعود کل فقار مکانہ اس وقت ہو سکتا ہے جبکہ ارسال ید کیا جائے۔

ترجمہ۔ اس شخص کے بارے میں جو پہلے تشہد کو واجب نہیں سمجھتا کیونکہ جناب نبی اکرم ﷺ دور کعبوں پر کھڑے ہو گئے واپس نہیں آئے۔

باب مَنْ لَمْ يَرَكَ التَّشَهُدَ الْأَوَّلَ وَاجِبًا لَانَ النَّبِيِّ ﷺ قَامَ مِنَ الرُّكْعَتَيْنِ وَلَمْ يَرْجِعْ۔

ترجمہ - حضرت عبد اللہ بن عیینہ جو قبیلہ ازد شنوۃ

سے تھے اور بنو عبد مناف کے حلیف تھے اور اصحاب نبی اکرم ﷺ میں سے تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ان کو ظہر کی نماز پڑھائی تو پہلی دو رکعتوں میں کھڑے ہو گئے بیٹھے نہیں۔ پس آپ کھڑے ہو گئے تو لوگ بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ یہاں تک کہ جب آپ نے نماز پوری کر لی اور لوگ سلام پھیرنے کے انتظار میں تھے کہ آپ نے بیٹھے بیٹھے تکبیر کی۔ پھر سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کئے پھر سلام پھیرا

حدیث (۷۸۶) حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا

عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بَعْجِنَةَ قَالَ وَهُوَ مِنْ أَزْدِ شَنْوَاءَ وَهُوَ حَلِيفُ لَيْسَى عَبْدِ مَنْفَرٍ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى بِهِمُ الظُّهْرَ فَقَامَ فِي الرَّكَعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ لَمْ يَجْلِسْ فَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ حَتَّى إِذْ أَقْضَى الصَّلَاةَ وَانْتَظَرَ النَّاسُ تَسْلِيمَهُ كَبَّرَ وَهُوَ جَالِسٌ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ ثُمَّ سَلَّمَ. الْحَدِيثُ

تشریح از شیخ زکریا - ہر دو تشہد کا کیا حکم ہے۔ احناف کے نزدیک قراۃ التَّشْهَدِ فِي الْقَعْدَتَيْنِ (دو بیٹھیں) واجب ہے

اور مالکیہ کے یہاں سنت ہے اور شافعیہ کے یہاں اول قعدہ میں سنت ہے۔ اور ثانی میں واجب ہے۔ اور اس وجوب سے ہمارا وجوب مراد نہیں بلکہ فرض کے معنی میں ہے اور حنبلیہ کے یہاں اول میں واجب اور ثانی میں رکن ہے۔ حضرت امام بخاری فرماتے ہیں من لم یؤ التَّشْهَدِ الْأُولَى وَاجِبًا أَوْ وَاجِبًا مِنْهُ فَهُوَ مُرْتَابِعٌ لَمْ يَكُنْ سَاجِدًا سَمِعَ مِنْهُ اس کی تلافی کر دی۔

ترجمہ - پہلے قعدہ میں تشہد کیسا ہے

باب التَّشْهَدِ فِي الْأُولَى

ترجمہ - حضرت عبد اللہ ابن مالک ابن بَجِينَةَ فرماتے ہیں

کہ ہمیں جناب رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھائی۔ آپ کھڑے ہو گئے حالانکہ آپ پر بیٹھا تھا۔ جب آخر نماز میں ہوئے تو بیٹھے بیٹھے دو سجدے کئے۔

حدیث (۷۸۷) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ

مَالِكِ بْنِ بَعْجِنَةَ قَالَ قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الظُّهْرَ فَقَامَ وَعَلَيْهِ جُلُوسٌ فَلَمَّا كَانَ فِي آخِرِ صَلَاتِهِ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ ...

تشریح از شیخ زکریا - اتنا تو باب سابق سے معلوم ہو گیا کہ تشہد قعدہ اولی واجب نہیں ہے۔ یہ واجب نہ ہونا عام ہے

اس بات کو کہ مستحب بھی نہ ہو۔ بلکہ مشروع ہی نہ ہو۔ اس لئے امام بخاری نے تنبیہ فرمادی کہ واجب و فرض تو نہیں ہے البتہ لازم ہے۔ کیونکہ اگر لازم نہ ہوتا تو سجدہ سو کیوں فرماتے۔ احناف بھی یہی کہتے ہیں۔

باب التَّشَهُدِ فِي الْأَخِرَةِ

ترجمہ۔ آخری قعدہ کا تشہد کیسا ہے

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم جناب نبی اکرم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے تو ہم کہتے تھے سلام علی جبرائیل و میکائیل السلام علی فلان وفلان جناب رسول اللہ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ سلام تو اللہ کا نام ہے۔ پس جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو تشہد کے یہ کلمات کہ۔ التحیات الخ تمام قولی عبادتیں اور تمام مالی عبادتیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ اے اللہ کے نبی آپ پر سلامتی رحمت اور برکت نازل ہو ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے تمام نیک بندوں پر سلامتی ہو۔ جب تم نے یہ کلمات کہہ دیئے جو اللہ کا نیک بندہ آسمان یا زمین میں ہوگا۔ اس تک یہ دعائیہ کلمات پہنچیں گے میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے

حدیث (۷۸۸) حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ (الخ) قَالَ عَبْدُ اللَّهِ كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ قُلْنَا السَّلَامَ عَلَى جِبْرِئِيلَ وَمِيكَائِيلَ السَّلَامَ عَلَى فُلَانٍ وَفُلَانٍ فَالْتَفَتَ الْبَارِسُ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّلَامُ فَإِذَا صَلَّي أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلِ التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ فَإِنَّكُمْ إِذَا قُلْتُمُوهَا أَصَابَتْ كُلَّ عَبْدٍ لِلَّهِ صَالِحٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ. الحديث ...

لائق نہیں اور اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

تشریح از شیخ مدنی۔ روایت مختصر ہے جس کی وجہ سے معنی سمجھنے میں دشواری پیش آرہی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ لوگ

التحیات میں السلام علی اللہ والسلام علی جبرائیل وغیرہ کہا کرتے تھے۔ اور یہ سمجھتے تھے کہ سلام تحیہ ہے حالانکہ یہ دعائیہ اس لئے آپ نے فرمایا ان اللہ هو السلام اس پر سلامتی بھیجنے کے کیا معنی ہیں۔

تشریح از شیخ زکریا۔ چونکہ تشہد اول اور ثانی میں جمہور کے نزدیک فرق ہے۔ اس لئے تینہیہ کے لئے دو باب مستقل

باندھ دیئے۔ مصنف نے جو تشہد اور التحیات ذکر فرمائی ہے۔ یہ تشہد ابن مسعود کلماتی ہے۔ احناف کے نزدیک یہی اولیٰ ہے۔ حنبلیہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام بخاری کا میلان بھی اسی طرف ہے۔ مالکیہ کے نزدیک ابن عمر کا تشہد اور شافعیہ کے نزدیک ابن عباس کا تشہد اولیٰ ہے۔

ترجمہ۔ سلام پھیرنے سے پہلے کی دعائیں

باب الدُّعَاءِ قَبْلَ السَّلَامِ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ زوج النبی ﷺ خبر دیتی ہیں کہ جناب

حدیث (۷۸۹) حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ (الخ) عَنْ عَائِشَةَ

رسول اللہ ﷺ نماز میں یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ اللہ کے ساتھ میں پناہ پکڑتا ہوں قبر کے عذاب سے اور تیرے ساتھ پناہ پکڑتا ہوں مسیح دجال کے فتنہ سے۔ اور تیرے ساتھ پناہ پکڑتا ہوں زندگی اور موت کے فتنہ سے اور تیرے ساتھ پناہ پکڑتا ہوں گناہ اور قرضے کے بواعث سے۔ کسی کہنے والے نے کہا کہ کیا وجہ ہے کہ آپ اکثر قرضہ سے پناہ مانگتے ہیں۔ فرمایا جب آدمی مقروض ہو جاتا ہے تو جب بات کرتا ہے جھوٹ بولتا ہے وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے۔ خلف بن عامر نے مسیح کے بارے میں فرمایا کہ دونوں مسیحوں کے درمیان کوئی فرق نہیں دونوں ایک ہیں ایک عیسیٰ علیہ السلام دوسرا دجال اور حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے میں نے سنا کہ وہ اپنی نماز میں فتنہ دجال سے پناہ مانگتے تھے۔

رَوَى النَّبِيُّ ﷺ أَخْبَرْتُهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُدْعُو فِي الصَّلَاةِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَفِتْنَةِ الْمَمَاتِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْمَائِمِ وَالْمَغْرَمِ فَقَالَ لَهُ قَائِلٌ مَا أَكْثَرَ مَا تَسْتَعِينُ مِنَ الْمَغْرَمِ فَقَالَ إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا غَرِمَ حَدَّثَ فَكَذَبَ وَكَذَبٌ إِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ سَمِعْتُ خَلْفَ بْنَ عَامِرٍ يَقُولُ فِي الْمَسِيحِ وَالْمَسِيحِ لَيْسَ بَيْنَهُمَا فَرْقٌ وَهُمَا وَاحِدٌ أَحَدُهُمَا عَيْسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالْآخَرُ الدَّجَالُ وَعَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بِنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَسْتَعِينُ فِي صَلَاتِهِ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَالِ. الحديث..

ترجمہ۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی مجھے ایسی دعا سکھلائیں جو میں نماز میں مانگا کروں فرمایا کہ اے اللہ میں نے اپنی جان پر بہت سے ظلم کئے ہیں اور گناہوں کو تیرے سوا کوئی نہیں بخشتا اپنے پاس سے میری بخشش فرما۔ اور مجھ پر رحم فرما اس لئے کہ آپ ہی تو بخشنے والے اور نہایت مہربان ہیں

حَدِيث (۷۹۰) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ النَّخَعِيُّ

عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ أَنَّهُ قَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَلِّمْنِي دُعَاءً أَدْعُو بِهِ فِي صَلَاتِي قَالَ قُلِ اللَّهُمَّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَثِيرًا وَلَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ فَاعْفُرْ لِي مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِي إِنَّكَ أَنْتَ الْعَفُورُ الرَّحِيمُ.. الحديث..

تشریح از شیخ زکریا۔ اس کی غرض میں اختلاف ہے۔ بعض اکابر کی رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ کی غرض محل دعا کو بیان

کرنا ہے اور مطلب یہ ہے کہ جو دعائیں حضور اقدس ﷺ سے منقول ہیں ان کو آپ قبل السلام پڑھتے تھے اور بعض دوسرے حضرات کی رائے ہے کہ امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ شروع صلوة سے لے کر قبل السلام تک سب محل دعا ہے۔ وعدہ اخلف اگر ایفاء کے ارادہ سے

وعدہ کرے اور پھر وہ کسی عذر کی وجہ سے پورا نہ کر سکے تو یہ وعدہ خلافی نہیں کہلائے گی بلکہ وعدہ خلافی یہ ہے کہ ایفا کا ارادہ ہی نہ ہو۔ سمعت خلف بن عامر یقول فی المسیح مسح کا اطلاق دجال اور حضرت عیسیٰؑ دونوں پر ہوتا ہے۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ دونوں میں کوئی لفظی فرق ہے یا نہیں۔ ابو داؤد کی رائے ہے کہ دجال کو مسح بکسر المیم و تشدید السین کہتے ہیں اور حضرت عیسیٰؑ کو مسح بفتح المیم و کسر السین کہتے ہیں امام بخاری نے خلف بن عامر سے نقل کر کے بتلادیا کہ دونوں ایک دوسرے پر بدلے جاتے ہیں کوئی فرق نہیں ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اس لئے بولا جاتا ہے کہ وہ مریضوں کو مسح کرتے تھے۔ جس سے وہ اچھے ہو جاتے تھے اور دجال کو اسلئے کہتے ہیں کہ وہ ممسوح العین تھا (جس کی ایک آنکھ مسخ ہو گئی) مغفرة من عندك امر من غیر استحقاق سنی جاتی لا استحق المغفرة مع العصیان لجناہك یعنی بغیر استحقاق کے تیری بخشش چاہتا ہوں۔ مستحق اسلئے نہیں ہوں کہ آپ کی معصیت کر کے پھر مغفرت کا حق کیسے پہنچ سکتا ہے۔ انی ظلمت نفسی یہ دعا حضور اکرم ﷺ نے خاص طور سے حضرت صدیق اکبرؓ کو بتلائی اس لئے اکثر علماء اسی کو اختیار کرتے ہیں۔

تشریح از شیخ مدنی۔ انی ظلمت نفسی یہاں اشکال ہے کہ ظلم کے معنی تو تصرف فی ملک الغیر کے ہیں۔ تو اپنے نفس پر ظلم کیسے ہوگا۔ کہا جائے گا کہ انسان اپنے آپ کا مالک ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے۔ بلکہ میں خود کشتی پر موءاخذہ کیا جائے گا۔ تو جب اعمال سیدہ کی وجہ سے اسی کو جہنم میں پیش کیا جائے گا تو یہ اسی نفس پر ظلم ہوں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ معنی وضع الشیء فی غیر محلہ کے ہیں۔ تو اب مقصد یہ ہے کہ اپنے نفس کو نجات دلائے اور اسے غیر محل میں استعمال نہ کرے۔ فاغفر لی مغفرة من عندك تحصیل حاصل ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مغفرت من عندك کے معنی ہیں مغفرت یلیق بشاۃك اور دوسرا جواب یہ ہے کہ مغفرت بلا استحقاق منی کے معنی ہیں۔

ترجمہ۔ التحیات کے بعد جو مرضی آئے

دعاء اختیار کرے لیکن یہ واجب نہیں ہے

باب مَا يَتَخَيَّرُ مِنَ الدُّعَاءِ

بَعْدَ التَّشْهَدِ وَلَيْسَ بِوَاجِبٍ

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ نماز میں ہوتے تھے تو ہم کہتے تھے السلام علی اللہ من عبادہ السلام علی فلان و فلان تو جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا السلام علی اللہ نہ کہا کرو اللہ تعالیٰ تو خود ہی سلام ہے بلکہ یوں کہو التحیات الخ جب تم یہ کلمات کو گے تو اللہ کا جو نیک بندہ آسمان یا آسمان اور

حدیث (۷۹۱) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ أَخْبَرَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كُنَّا إِذَا كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الصَّلَاةِ قُلْنَا السَّلَامَ عَلَى اللَّهِ مِنْ عِبَادِهِ السَّلَامَ عَلَى فُلَانٍ وَ فُلَانٍ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا تَقُولُوا السَّلَامَ عَلَى اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّلَامُ وَلَكِنْ قُولُوا التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ

زمین کے درمیان ہے اس کو یہ دعا پہنچے گی۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت نے لائق نہیں اور اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں پھر دعاؤں میں سے جو دعا اس کو پسندیدہ ہو اسے اختیار کر کے دعا مانگے۔

وَالصَّلٰوٰتُ وَالطَّيِّبٰتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ
وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَىٰ عِبَادِ اللَّهِ
الصَّالِحِينَ فَإِنَّكُمْ إِذَا قُلْتُمْ ذَلِكَ أَصَابَ كُلَّ عَبْدٍ
فِي السَّمَاءِ أَوْ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ
إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ثُمَّ
لِيُخَيَّرَ مِنَ الدُّعَاءِ أَعْجَبَهُ إِلَيْهِ فَيَدْعُوا . الْحَدِيثُ

تشریح از شیخ زکریا۔ چونکہ حدیث میں وارد ہے کہ تم میں سے کوئی الخیات پڑھے تو چار چیزوں سے ضرور پناہ پکڑے

اس لئے بعض متنبہ۔ بعد الصلوٰۃ تعوذ من اربع کے وجوب کے قائل ہیں امام بخاریؒ ان پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تعوذ من اربع واجب نہیں ہے بلکہ جو دعا چاہے اختیار کرے واجب کوئی چیز نہیں ہے۔ جانتا چاہیے کہ امام بخاریؒ نے صلوٰۃ علی النبیؐ کا کوئی ترجمہ منعقد نہیں فرمایا۔ حالانکہ روایات کثرت سے اس پر دال ہیں اس لئے امام بخاریؒ نے خود کتاب الدعوات میں نماز کا درود ذکر فرمایا ہے۔ اس لئے علماء نے استنباط فرمایا کہ امام بخاریؒ کے نزدیک درود شریف نماز میں فرض نہیں ذرا اصل مسئلہ اختلافیہ ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک فرض ہے اور بقیہ حضرات کے نزدیک سنت ہے۔ شافعیہ کہتے ہیں کہ صلوا علیہ وسلموا تسلیما کا حکم صلوٰۃ ہی میں ہے۔ جمہور فرماتے ہیں کہ آیت مبارکہ میں نماز کا کوئی ذکر نہیں۔ پھر جمہور کے نزدیک عمر میں ایک مرتبہ درود شریف آیت کے حکم کی وجہ سے فرض ہے۔ پھر اس کے بعد حنفیہ میں اختلاف ہے۔ کرئی فرماتے ہیں کہ ایک بار ایک مجلس میں واجب ہے اور پھر مستحب۔ اور امام طحاویؒ کی رائے ہے کہ جب بھی ذکر شریف آئے درود شریف پڑھنا واجب ہے۔ ان دعویوں کی وجہ سے جو تارک درود پر وارد ہیں۔

ترجمہ۔ اس شخص کے بارے میں جو جب تک

نماز نہ پڑھ لے اپنی پیشانی اور ناک کو نہ پونچھے امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حمیدی کو دیکھا وہ اس حدیث سے حجت قائم کرتے تھے کہ نماز میں پیشانی کو نہ پونچھے۔

بَابُ مَنْ لَمْ يَمْسَحْ جَبْهَتَهُ وَأَنْفَهُ
حَتَّى صَلَّى - قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ رَأَيْتُ
الْحَمِيدِيَّ يَحْتَجُّ بِهَذَا الْحَدِيثِ أَنْ
لَا يَمْسَحَ الْجَبْهَةَ فِي الصَّلَاةِ ----

ترجمہ۔ حضرت ابو سلمہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت

ابو سعید خدریؒ سے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے

حدیث (۷۹۲) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ النَّخَعِيُّ

عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخَدْرِيَّ فَقَالَ

جناب رسول اللہ ﷺ کو پانی اور کچھڑ میں سجدہ کرتے دیکھا۔
یہاں تک کہ میں نے لگا کارے کا نشان آپ کی پیشانی میں دیکھا۔

رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَسْجُدُ فِي الْمَاءِ وَالطِّينِ
حَتَّى رَأَيْتُ أَثَرَ الطِّينِ فِي جَبْهَتِهِ . الْحَدِيثُ

تشریح از شیخ مدنی۔ آثار عبادت کو باقی رکھنا جمہور اسے پسند فرماتے ہیں اور ان کو زائل کرنا خلاف اولیٰ قرار دیتے ہیں

کیونکہ باری تعالیٰ اس اثر کو پسند فرماتے ہیں جو نمازی وجہ سے گٹھا وغیرہ پڑ جاتا ہے۔ سیما ہم فی وجوہہم من اثر السجود اور آپ نے بھی کبھی اثر عبادت کو زائل نہیں کیا۔ چنانچہ روایت باب سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اثر عبادت کو زائل نہیں کیا۔ حمیدی نے بھی اسی سے استدلال کیا ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ میں بتلا چکا ہوں کہ چونکہ چہرہ وغیرہ پر مٹی لگ جانا بظاہر مثلاً ہے تو امام بخاری نے تنبیہ فرمادی کہ

اگر پیشانی پر مٹی لگ جائے تو یہ مثلاً نہیں ہے۔ اور اس کو اگر بعد الصلوٰۃ زائل نہ کرے تو یہ ریا اور نمود نہیں ہے۔

ترجمہ۔ سلام پھیرنا

باب التَّسْلِيمِ

ترجمہ۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ جب جناب رسول اللہ ﷺ سلام پھیرتے تھے جب آپ سلام پورا کر لیتے تو عورتیں کھڑی ہو جاتی تھیں۔ اور آپ کھڑے ہونے سے پہلے تھوڑا سا رُک جاتے تھے۔ ان شہاب زہریؒ فرماتے ہیں آپ کا یہ رُکنا اور ٹھہرنا اس لئے ہوتا تھا تاکہ عورتیں جلدی گذر جائیں پہلے اس کے قوم میں سے فارغ ہو کر پھرنے والا آدمی انہیں نہ پاسکے۔

حَدِيثُ (۷۹۳) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ (الرحم
أَنَّ أُمَّ سَلْمَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا سَلَّمَ
قَامَ النِّسَاءُ حِينَ يَفْضِي تَسْلِيمَهُ وَمَكَثَ يَسِيرًا قَبْلَ
أَنْ يَقُومَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَارَى وَاللَّهِ أَعْلَمُ أَنَّ مَكْنَهُ
لِكَيْ تَنْفُذَ النِّسَاءُ قَبْلَ أَنْ يُدْرِكَهِنَّ مِنَ انْصِرَافِ
مِنَ الْقَوْمِ . الْحَدِيثُ

تشریح از شیخ مدنی۔ جمہور مقتدی کے لئے دو سلام کہتے ہیں۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مقتدی کو تین سلام کرنے چاہئیں

قبل الوجه امام کے جواب دینے کے لئے ہو۔ چنانچہ فلسطنا حین سلم سے مصنف اسی کو ثابت کر رہے ہیں کہ اگر درمیان میں سلام کہا جائے تب تو سلمنا حین سلم ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ احناف کے نزدیک تسلیم واجب ہے بقیہ ائمہ کے نزدیک فرض ہے۔ ان کی دلیل حضور اقدس ﷺ

کا یہ ارشاد ہے۔ تحلیلہا التسلیم کہ نماز کو حلال کرنے والا سلام پھیرنا ہے۔ امام بخاریؒ نے اختلاف ائمہ اور اختلاف روایات کی وجہ سے

کوئی حکم نہیں لگایا۔ ہمارا استدلال حضرت ابن مسعودؓ کی روایت ہے کہ تشہد کے متعلق آپ نے ان سے فرمایا تھا۔ اذا قلت هذا فقد تمت صلواتك ان شئت فقم وان شئت فاقعد یعنی جب یہ لفظ سلام آپ کہہ دیں تو تیری نماز تمام ہو گئی اب چاہے تو آپ کھڑے ہو جائیں اور چاہے تو بیٹھ جائیں۔ پھر اختلاف ہے کہ دونوں فرض ہیں یا ایک فرض ہے جمہور کے نزدیک ایک سلام فرض اور دوسرا سنت ہے۔ لیکن بعض سے نقل کیا گیا ہے کہ دوسرا بھی فرض ہے۔ دو سو مختلف فیہ مسائل میں سے ایک مسئلہ سلام بھی ہے۔ امام بخاریؒ نے اس پر ترجمہ باندھ کر تین مختلف فیہ مسائل پر تنبیہ فرمادی۔ پہلا یہ کہ سلام عند الاحناف واجب ہے اور بقیہ کے نزدیک فرض ہے۔ دوسرا اختلاف یہ بتلایا کہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مقتدی کا امام کے ساتھ سلام پھیرنا ضروری ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک بعد میں پھیرنا ہے۔ تیسرا مسئلہ تقدم الى الامام في السلام کا ہے جو جمہور کے نزدیک مفسد صلوٰۃ ہے۔ (امام سے پہلے سلام پھیرنا)۔

ترجمہ۔ مقتدی اس وقت سلام پھیرے جب امام سلام پھیرتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ اسے پسند فرماتے تھے کہ جب امام سلام پھیرے تو پیچھے والے لوگ بھی اس وقت سلام پھیریں۔

بَابُ يُسَلِّمُ حِينَ يُسَلِّمُ الْإِمَامُ وَكَانَ
ابْنُ عُمَرَ يُسْتَحِبُّ إِذَا سَلَّمَ الْإِمَامَ
أَنْ يُسَلِّمَ مِنْ خَلْفِهِ -

ترجمہ۔ حضرت عثمان بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ہم جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے۔ جب آپ سلام پھیرتے تو ہم بھی سلام پھیرتے تھے۔

حدیث (۷۹۴) حَدَّثَنَا حَبَّانُ بْنُ مُوسَى (الخ)
عَنْ عَثْبَانَ بْنِ مَالِكٍ قَالَ صَلَّيْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ
فَسَلَّمْنَا حِينَ سَلَّمَ... الحديث....

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مالکیہ کے نزدیک امام کے ساتھ مقارنت فی السلام جائز نہیں ہے۔ بلکہ مفسد ہے۔ متہت ضروری اور واجب ہے۔ غیر مالکیہ کے نزدیک اگر مقارنت کرے تو جائز ہے اور نماز ہو جائے گی۔ امام بخاریؒ نے مالکیہ کا رد کیا ہے۔

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو امام کو سلام کا جواب نہیں دیتا صرف نماز کے سلام پر اکتفا کرتا۔

بَابُ مَنْ لَمْ يُرِدْ السَّلَامَ عَلَى الْإِمَامِ
وَإِكْتَفَى بِتَسْلِيمِ الصَّلَاةِ -

ترجمہ۔ حضرت محمود بن الربیع نے کہا ان کو رسول اللہ ﷺ کے آنے کا بھی ہوش ہے اور اس کلی کرنے کا جو آپ نے اس ڈول سے پانی لے کر جو ان کی حویلی کے کنویں میں سے

حدیث (۷۹۵) حَدَّثَنَا عَبْدَانُ (الخ) أَخْبَرَنِي
مَحْمُودُ بْنُ الرَّبِيعِ وَزَعَمَ أَنَّهُ عَقَلَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ
وَعَقَلَ مَجْهَمًا مِنْ دَلْوٍ كَانَتْ فِي دَلِّهِمْ قَالَ سَمِعْتُ

عُمَانُ بْنُ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيُّ ثُمَّ أَحَدُ بَنِي سَالِمٍ قَالَ
 كُنْتُ أَصَلِّيَ لِقَوْمِي بَنِي سَالِمٍ فَاتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ
 فَقُلْتُ إِنَّي أَنْكَرْتُ بَصْرِي وَإِنَّ السُّيُولَ تَحُولُ
 بَيْنِي وَبَيْنَ مَسْجِدِ قَوْمِي فَلَوَدِدْتُ أَنَّكَ رِحْتَنِي
 فَصَلَّيْتُ فِي بَيْتِي مَكَانًا اتَّخَذَهُ مَسْجِدًا فَقَالَ أَفْعَلُ
 إِنْ شَاءَ اللَّهُ فَعَدَا عَلِيٌّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ مَعَهُ
 بَعْدَ مَا اسْتَدَّ النَّهَارُ فَاسْتَاذَنَ النَّبِيُّ ﷺ فَأَذِنْتُ لَهُ
 فَلَمْ يَجْلِسْ حَتَّى قَالَ أَيْنَ نُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ
 فَأَشَارَ إِلَيْهِ مِنَ الْمَكَانِ الَّذِي أَحَبَّ أَنْ يُصَلِّيَ فِيهِ
 فَقَامَ وَصَفَفْنَا خَلْفَهُ ثُمَّ سَلَّمَ وَسَلَّمْنَا حِينَ سَلَّمَ الْحَبِيبِ

لیا گیا تھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان بن مالک
 انصاریؓ جو بنو سالم قبیلہ کے ایک آدمی سے بھی ایسا ہی سنا۔ وہ
 فرماتے ہیں میں اپنی قوم بنو سالم کو نماز پڑھاتا تھا۔ میں جناب
 نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے عرض کی کہ
 میری آنکھوں میں ضعف ہے۔ اور یہ سیلاؤں کا پانی میرے اور
 میری قوم کی مسجد کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ پس میں یہ
 چاہتا ہوں کہ آپ میرے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھیں تاکہ میں
 اسے مسجد بنا لوں۔ آپ نے فرمایا اگر اللہ نے چاہا تو ایسا کروں گا
 چنانچہ ایک دن صبح کے وقت جبکہ دھوپ چڑھ چکی تھی آپ اور
 حضرت ابو بکرؓ تشریف لائے۔ میرے سے اندر آنے کی اجازت
 چاہی۔ میں نے اجازت دے دی۔ پس ابھی آپ بیٹھے نہیں تھے کہ

فرمایا کہ آپ گھر کے کون سے حصہ میں میرا نماز پڑھنا پسند کرتے ہیں۔ تو انہوں نے اس مکان کی طرف اشارہ کیا جہاں وہ نماز پڑھتا پسند
 کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کھڑے ہوئے ہم نے آپ کے پیچھے صف باندھی۔ پھر آپ نے سلام پھیرا اور ہم نے بھی اس وقت سلام پھیرا
 جبکہ آپ نے سلام پھیرا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ ابو داؤد شریف میں ہے۔ امرنا ان نورد السلام علی الامام کہ ہمیں حکم ہوا کہ ہم امام کو بھی

سلام کا جواب دیں۔ اس حدیث کی بنا پر مالکیہ کا مذہب مقتدیوں کے بارے میں یہ ہے کہ وہ تین سلام کریں۔ ایک دائیں دوسرا بائیں
 اور تیسرے امام کو قبل الوجہ۔ اور امام ایک سلام کرے یا دو سلام کرے علی اختلاف الروایات۔ اور دوسرے ائمہ کے نزدیک
 صرف دو سلام ہیں۔ امام بخاری نے جمہور کی تائید فرمائی ہے مالکیہ اور ان کے متدل کی تردید فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں کہ تسلیم علی الامام
 کی ضرورت نہیں۔ جمہور ابو داؤد کی روایت کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ امام پر سلام کی نیت کرے جیسے کہ حفظہ ملائکہ پر سلام کی نیت
 کرے گا۔ فلسنا حین سلم اس سے امام بخاری نے اس طرح استدلال کیا ہے کہ اگر مقتدی تین سلام کرے گا تو حین سلم نہیں ہوگا
 بلکہ بعد ما سلم ہوگا۔

ترجمہ۔ نماز کے بعد ذکرنا کیسا ہے

باب الذِّكْرِ بَعْدَ الصَّلَاةِ

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ خبر دیتے ہیں کہ جب لوگ فرض نماز کے ادا کرنے سے فارغ ہوتے تھے تو ذکر الہی کے ساتھ آواز کو بلند کرتے۔ یہ جناب نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں ہوتا تھا۔ جب میں یہ ذکر سنتا تھا تو میں پہچان لیتا کہ اب لوگ نماز سے فارغ ہو چکے ہیں۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں تکبیر سے ہی جناب نبی اکرم ﷺ کی نماز کے ختم ہونے کو پہچانتا تھا۔ علماء کہتے ہیں کہ ابو عبد حضرت ابن عباسؓ کے غلاموں میں سے سب سے بچہ غلام تھے جن کا نام نافذ تھا۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ فقراء صحابہ جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے کہ مال کثیر کے مالک لوگ تو اپنے اموال کی بدولت بلند مقامات اور ہمیشہ کی نعمتیں حاصل کر گئے جیسے ہم نماز پڑھتے ہیں وہ بھی پڑھتے ہیں جیسے ہم روزے رکھتے ہیں وہ بھی رکھتے ہیں لیکن ان کو مال کی وجہ سے فضیلت حاصل ہو گئی کہ وہ اس مال سے حج کرتے ہیں۔ جہاد میں حصہ لیتے ہیں اور صدقہ خیرات بھی کرتے ہیں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ میں تم کو ایسی چیز نہ بیان کروں جن پر قائم رہنے کی وجہ سے تم ان پر سبقت کرنے والوں کو پالو گے اور تمہیں تمہارے بعد کوئی بھی نہیں پاسکے گا۔ اور جن لوگوں کے درمیان تم رہتے ہو ان سب سے تم بھر ہو جاؤ گے۔ مکروہ شخص جو اس جیسا عمل کرے گا وہ تو تمہارے برابر ہو جائیگا

حدیث (۷۹۶) حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرِ (الخ)

أَنَّ بِنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَفَعَ الصَّوْتِ بِاللَّحْرِ حِينَ يُنْصَرِفُ النَّاسَ مِنَ الْمَكْتُوبَةِ كَانَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كُنْتُ أَعْلَمُ إِذَا أَنْصَرَفُوا بِذَلِكَ إِذَا سَمِعْتَهُ . الْحَدِيثُ . . .

حدیث (۷۹۷) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ (الخ) عَنِ ابْنِ

عَبَّاسٍ قَالَ كُنْتُ أَعْرِفُ انْقِصَاءَ صَلَاةِ النَّبِيِّ ﷺ بِالتَّكْبِيرِ قَالَ عَلِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عُمَرَ وَقَالَ أَبُو مَعْبُدٍ أَصْدَقَ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ عَلِيُّ وَاسْمُهُ نَافِذٌ . الْحَدِيثُ . . .

حدیث (۷۹۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ (الخ)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ الْفُقَرَاءُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالُوا ذَهَبَ أَهْلُ الدُّورِ مِنَ الْأَمْوَالِ بِالذَّرَجَةِ الْعُلَى وَالنَّعِيمِ الْمُقِيمِ يَصْلُونَ كَمَا نَصَلِي وَيُصَوِّمُونَ كَمَا نَصُومُ وَلَهُمْ فَضْلٌ مِنْ أَمْوَالٍ يَحْجُونَ بِهَا وَيَعْتَمِرُونَ وَيُجَاهِدُونَ وَيَصَدُقُونَ فَقَالَ الْأَحَدُكُمْ بِمَرَأٍ أَخَذْتُمْ بِهِ أَدْرَكْتُمْ مَنْ سَبَقَكُمْ وَلَمْ يَدْرِ حَكْمُ أَحَدٍ بَعْدَكُمْ وَكُنْتُمْ خَيْرٌ مِنْ أَنْتُمْ بَيْنَ ظَهْرَانِيهِمْ إِلَّا مَنْ عَمِلَ مِثْلَهُ تَسْبِحُونَ وَتَحْمَدُونَ وَتُكَبِّرُونَ خَلَفَ كُلَّ صَلَاةٍ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ فَأَخْتَلَفْنَا بَيْنَنَا فَقَالَ بَعْضُنَا نَسَبُ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ وَنَحْمَدُ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ

تم سبحان اللہ۔ الحمد للہ۔ اور اللہ اکبر۔ ہر نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ
 کہا کرو۔ پھر ہمارے درمیان اختلاف ہو گیا۔ بعض کہتے تھے کہ
 ۳۳ مرتبہ تسبیح کہیں اور ۳۳ مرتبہ الحمد للہ کہیں اور ۳۳ مرتبہ

وَنُكَبِّرُوْهُ اَرْبَعًا وَاكْبُرُوْهُ اَكْبَرًا فَقَالَ تَقُوْلُوْا
 سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ حَتّٰى يَكُوْنَ
 مِنْهُنَّ كُلُّهُنَّ ثَلَاثًا وَاكْبُرُوْهُنَّ .. الحديث ..

اللہ اکبر کہیں تو میں نے ابو صالح شاکر دلیو ہریرہ کی طرف رجوع کیا تو انہوں نے فرمایا کہ سبحان اللہ والحمد للہ واللہ اکبر
 ان سب میں سب کے سب ۳۳ مرتبہ ہوں۔

ترجمہ۔ حضرت وراذ حضرت مغیرہ بن شعبہ کے میر

حدیث (۷۹۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ

نشی سے مروی ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ نے جو خط
 حضرت امیر معاویہ کو لکھا اس میں مجھ سے الماکرائی کہ نبی اکرم
 ﷺ ہر فرض کے بعد یہ ذکر فرمایا کرتے تھے۔ اللہ وحدہ کے سوا
 کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ تھا ہے اس کا کوئی شریک نہیں
 اسی کی بادشاہی ہے اسی کے لئے حمد و ثنا ہے وہی ہر چیز پر قدرت
 رکھنے والا ہے۔ اے اللہ جسے جو کچھ تو دے اس کو کوئی روکنے والا
 نہیں۔ اور جس سے تو کوئی چیز روک لے اس کو کوئی دینے والا
 نہیں اور کسی بخت والے کو اس کا بخت تیری پکڑ سے کوئی
 فائدہ نہیں دے سکتا۔

الْبَخِ عَنِ وَّرَادَ كِتَابِ الْمَغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ اَمَلِي
 عَلَيَّ الْمَغِيْرَةُ ابْنُ شُعْبَةَ فِي كِتَابِ اِلَى مُعَاوِيَةَ
 اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ مَّكْتُُوْبَةٍ
 اِلَّا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ
 الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَنَعَ لِمَا
 اَعْطَيْتَ وَلَا مَعْطٰى لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ
 مِنْكَ الْجَدُّ .. الحديث ..

تشریح از شیخ مدنی۔ جمہور فرماتے ہیں کہ صلوات خمس کے بعد رفع الصوت بالذکر بدعت ہے۔ مگر ابن عباس کی

روایت سے جواز معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ صغیر السن تھے حضور کی نماز کا اختتام اس سے پہچانتے تھے۔ ابن حزم ظاہری کا بھی یہی مسلک ہے
 دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں انقضاء صلوة سلام سے معلوم کرتی تھیں۔ اور قرآن مجید میں ادعوا ربکم تضرعا
 وخفینة کارشاد بھی ہے۔ تو امام شافعی فرماتے ہیں کہ بعض اوقات آپ نے تعلیم امت کے لئے اس کا اظہار کیا ہے دوام ثابت نہیں ہے
 ورنہ عموماً آپ ذکر و اذکار خفیہ کرتے تھے۔ اور تیسری روایت میں جو ادرکنم من سبقکم الخ ہے اس سے بعض حضرات فرماتے ہیں کہ
 تینوں کے اندر سبقیہ اور بعد یہ زمانا ہے۔ کیونکہ امام سابقہ میں عمریں بہت لمبی ہو کرتی تھیں۔ جس میں وہ بہت سی ریاضات کر لیتے
 تھے مگر ہماری عمریں چھوٹی ہیں یقینی بات ہے۔ عبادت و ریاضت تھوڑی ہوگی تو آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر تم نے تسبیحات پڑھ لیں تو
 من سبقکم کو پالو گے۔ یعنی ان کا ثواب تمہیں ملے گا۔ اور ایسے ہی جو لوگ تمہارے زمانے میں موجود ہیں ان سے بھی سبقت لے جاؤ گے۔

مگر بعض محققین فرماتے ہیں کہ سبقت سے سبقت مرتبی مراد ہے۔ کہ جو اپنے اموال کی وجہ سے مراتب حاصل کر گئے تم ان کو پاو گے۔ چنانچہ یہ شکایت کرنے والے حضرات اسی کو کہہ رہے ہیں ولہم فضل من اموال الخ تو آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر تم نے تسبیحات پڑھیں تو ان متمولین سے بھی سبقت لے جاؤ گے۔ اور جو تم جیسے ہیں وہ بھی تم کو نہیں پاسکیں گے البتہ جو بھی ان تسبیحات کو پڑھے گا خواہ وہ امیر ہو یا فقیر ان سب کو یہ مراتب حاصل ہوں گے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ ممکن ہے درجہ جواز بتایا ہو اور ممکن ہے کہ سنیت اور استحباب بتایا ہو اگر میں یہ کہوں کہ حنفیہ پر رد فرمایا

ہے تو صحیح ہوگا۔ اس لئے کہ حنفیہ فرماتے ہیں کہ جن نمازوں کے بعد سنن ہیں ان کے بعد متصل اور دعانہ پڑھے۔ انن ہمام فرماتے ہیں کہ اللهم انت السلام الخ کے علاوہ کچھ نہ پڑھے۔ کنت اعرف انقضاء الخ بعض علماء کا مذہب یہ ہے کہ اللہ اکبر کہتے تھے۔ اور علماء مالکیہ کی رائے یہ ہے کہ یہ جماد کے ساتھ خاص ہے۔ تاکہ جو لوگ ادھر ادھر ہوں وہ تکبیر کی آواز سے انقضاء صلوة کو جان لیں۔ اور نمازیں پڑھ لیں۔ تاکہ ہیبت فی قلوب الکفار ہو۔ اور حضرت امام بخاری کی رائے ہے کہ یہ احتراز نہیں ہے۔ بلکہ مطلق ذکر مراد ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ سے بہت سے اذکار مروی ہیں۔ اس لئے جو ذکر بھی اذکار صلوة میں سے ہو وہ جائز ہے۔ اور میرے نزدیک یہ ایام تشریح یعنی پر محمول ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ روایت مختصر ہے۔ اور یہ اس روایت کا ٹکڑا ہے جس میں ہے کہ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں منی میں آیا دیکھا کہ نماز ہو رہی تھی۔ فارسلت الاتان ترفع الخ اسی میں یہ بھی ہے۔ یہ نماز سے فارغ ہو کر اللہ اکبر کہتے کان ابو معبد اصدق موالی ابن عباسؓ یہ ابو معبد کے لئے توثیق ہے۔ فاختلفنا بیننا یہ ابو صالح کے شاگرد کا مقولہ ہے۔ یہ حضور اقدس یا کسی صحابی کے الفاظ نہیں ہیں۔ اور مطلب یہ ہے کہ ابو صالح کے شاگرد فرماتے ہیں کہ ابو صالح نے تسبحون و تحمدون و تکبرون ثلثا و ثلثین کہا۔ اب اس کے بعد ان کے شاگردوں میں اختلاف ہو گیا۔ کہ اس کا کیا مطلب ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اولاً ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ۔ پھر ۳۳ مرتبہ الحمد للہ۔ پھر ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر کہے۔ اور بعض شاگرد یہ کہتے تھے۔ کہ یہ نہیں بلکہ سبحان اللہ۔ الحمد للہ اور اللہ اکبر کا مجموعہ ۳۳ مرتبہ ہوگا۔ یعنی ہر ایک گیارہ مرتبہ۔ اس کے بعد شاگردوں نے ابو صالح سے پوچھا کہ اس کا کیا مطلب ہے؟ تو انہوں نے فرمایا بقول سبحان اللہ الخ یعنی انہوں نے فریق اول کی موافقت کی۔ لاینبغ ذالجد منک الجدد یہ جملہ دو طرح سے پڑھا گیا ہے۔ ایک یہ کہ ذالجد لاینبغ کا مفعول ہو۔ اور دوسرے یہ کہ لاینبغ اللک ہو۔ اور ذالجد منک الجدد اللک ہو۔ اگر مفعول ہو تو پھر جد کے چند معانی ہیں۔ اور ہر ایک صحیح ہے۔ ایک غنا۔ دوسرے شرف۔ تیسرے کوشش۔ چوتھے دادا (جد) لیکن کوشش کے معنی اگر ہوں تو اکثر مکسور الجیم ہوتا ہے۔ اگر غنا کے معنی ہوں تو مطلب یہ ہے کہ نہیں نفع دیتا ہے غنی والے کو غنی بدون تیری مربانی کے اگر شرف کے معنی ہوں تو مطلب یہ ہوگا کہ کوشش والے کو بدون تیری مربانی کے کوشش نافع نہ ہوگی اگر جد کا معنی دادا سے کریں تو مطلب یہ ہے کہ نسب والے کو نسب بدون تیری رحمت کے نافع نہ ہوگی۔ اگر جملہ الگ ہو تو لاینبغ ما قبل سے متعلق ہوگا۔ اور ذالجد متلوی حرف عذامحذوف کا ہوگا۔ اور مطلب یہ ہے کہ اے غنی دبزرگی والے تیری ہی طرف سے غنی دبزرگی ہے۔ وقال الحسن جد غنی

یعنی تبارك و تعالیٰ جذكہ میں جو جذا کا لفظ آیا ہے اس کی تفسیر امام بخاریؒ اس جملہ غنی سے فرمادی ہے۔ الغرض بعض علماء کے نزدیک باب کی غرض یہ بتانا ہے کہ اگر نماز فرائض اور اس کے سنن کے درمیان فصل ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اگرچہ بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ فرضوں کے بعد فوراً نماز سنن کے اندر نہیں مشغول ہو جانا چاہیے۔ دعائیں وغیرہ بعد میں مانگنے زیادہ اچھا یہ ہے کہ ہر کلمہ کو ۳۳ بار گن لیں تو حدیث پر عمل ہو جائے گا۔ تو گویا انگلیاں قیامت میں گویا ہوں گی تو حرکت کی گواہی دیں گی۔

ترجمہ۔ جب امام سلام پھیرے
تو لوگوں کے سامنے ہو کر بیٹھے۔

بَابُ يَسْتَقْبِلُ الْإِمَامُ النَّاسَ
إِذَا سَلَّمَ۔

ترجمہ۔ حضرت سمرہ بن جندبؓ فرماتے کہ جناب نبی اکرم ﷺ جب بھی کوئی نماز پڑھ لیتے تو چہرہ انور سے ہماری طرف متوجہ ہوتے۔

حدیث (۸۰۰) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ (الْبَيْهَقِيُّ) عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا صَلَّى صَلَاةً أَقْبَلَ عَلَيْنَا بَوَّجَهُمْ ...

ترجمہ۔ حضرت زید بن خالد جھنیؓ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ کے مقام پر ہمیں جناب رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز پڑھائی اس بارش کے نشان پر جو رات کو ہوئی تھی جب حضور اکرم ﷺ نماز سے پھرے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے فرمایا تم جانتے ہو تمہارے رب عزوجل نے کیا فرمایا ہے انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جاننے والا ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندوں میں سے کچھ تو میرے اوپر ایمان لانے والے ہوئے اور کچھ کافر ہوئے۔ جنہوں نے کہا ہم پر اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش ہوئی تو وہ مجھ پر ایمان لانے والے اور ستاروں سے کفر کرنے والے ہوئے اور جنہوں نے کہا ہم پر فلاں فلاں نچھتو کی وجہ سے بارش ہوئی تو وہ میرے سے کفر کرنے والے اور ستارے پر ایمان لانے والے ہوئے۔

حدیث (۸۰۱) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ (الْبَيْهَقِيُّ) عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّهُ قَالَ قَالَ صَلَّى لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ بِالْحَدَيْبِيَّةِ عَلَى أَكْثَرِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلِ فَلَمَّا أَنْصَرَفَ أَقْبَلَ عَلَيَّ النَّاسِ فَقَالَ هَلْ تُدْرُونَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ عَزَّ وَجَلَّ قَالُوا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ فَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطْرُنَا بِفَضْلِ اللَّهِ وَرَحْمَتِهِ فَذَلِكَ مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ وَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطْرُنَا بِبُؤْسِ كَذَا وَكَذَا فَذَلِكَ كَافِرٌ بِي وَمُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ .. الحديث

حدیث (۸۰۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مِينٍ رَخِ

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ أَخَّرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الصَّلَاةَ
ذَاتَ لَيْلَةٍ إِلَى سَطْرِ اللَّيْلِ ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا فَلَمَّا صَلَّى
أَقْبَلَ عَلَيْنَا بَوَّجِهَهُ فَقَالَ إِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلُّوا وَرَقَدُوا
وَإِنَّكُمْ لَنْ تَزُكُوا فِي صَلَاةٍ مَا أَنْتُمْ تَنْتَظِرُونَ الصَّلَاةَ الْعَسِيبَ

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ ایک رات
جناب رسول اللہ ﷺ نے نماز کو آدھی رات تک موخر کیا پھر
باہر تشریف لائے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو چہرہ انور سے
ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا لوگ تو نماز پڑھ کر سو چکے اور
تم ہمیشہ نماز میں رہے جب تک نماز کا انتظار کرتے رہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ سلام پھیرنے کے بعد حضور اقدس ﷺ کا دائیں طرف پھرنا اور اسی طرح بائیں طرف اور اسی

طرح متوجہا الی الناس ہو کر بیٹھنا۔ تیوں طرح کی روایات سے ثابت ہے اب اس میں اختلاف ہے کہ یہ تیوں حالتیں جلوس پر محمول
ہیں یا اور کچھ ہے۔ میرے مشائخ کی رائے ہے کہ یہ تیوں جلوس پر محمول ہیں اور مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کبھی دائیں طرف
متوجہ ہو کر بیٹھتے تھے۔ اور کبھی بائیں طرف اور کبھی بالکل لوگوں کی طرف متوجہ رہتے۔ اور بعض علما کی رائے ہے کہ دائیں اور بائیں طرف
والی روایت انصراف الی البیت پر محمول ہے اور متوجہا الی الناس والی صرف جلوس پر محمول ہے چونکہ یہ اختلاف ہے اس لئے
محدثین انصراف اور استقبال کا مستقل باب باندھتے ہیں۔ اور میرے نزدیک مشائخ کا قول اولیٰ ہے۔ اس لئے کہ انصراف عن المكان تو
اس طرف ہو گا جہر ضرورت ہو۔ کوئی دائیں یا بائیں طرف کی خصوصیت نہیں۔ تاہم اس کے بعد ایک باب اگلے صفحے کے شروع میں
ہے۔ باب الانفال والانصراف بعض مشائخ کی رائے ہے کہ اول باب سے مقصود یہ ہے کہ امام کو مقتدیوں کی طرف رخ کر کے بیٹھنا
چاہیے۔ گویا لماخڑی کا میلان بھی اسی طرف ہے۔ اور دوسرے باب سے مراد امام کا نماز سے فارغ ہو کر اٹھ کر جانا ثابت کرنا ہے۔

باب مَكْتُبِ الْإِمَامِ فِي مَصَلَاةٍ

بَعْدَ السَّلَامِ

ترجمہ۔ سلام پھیرنے کے بعد امام اپنی جگہ پر

ٹھہرا رہے۔

حدیث (۸۰۳) وَقَالَ لَنَا أَدَمُ رَخِ عَنْ نَافِعِ

قَالَ كَانَ بَنُ عُمَرَ يَصَلِّي فِي مَكَانِهِ الَّذِي فِيهِ الْفَوَيْضَةُ
وَفَعَلَهُ الْقَاسِمُ وَيَذْكَرُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ
لَا يَتَطَوَّعُ الْإِمَامُ فِي مَكَانِهِ وَلَمْ يَصَحَّ... الْحَدِيثُ

ترجمہ۔ حضرت نافع فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ
بن عمر اسی مکان میں نفل نماز پڑھتے تھے جس میں فرض نماز
ادا کی۔ اور قاسم بھی اسی طرح کرتے تھے اور حضرت ابو ہریرہ
سے اس حدیث کا مرفوع ہونا ذکر کیا جاتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ امام
اسی جگہ نفل ادا نہ کرے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔

ترجمہ۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ سلام پھیر لیتے تھے تو تھوڑی سی دیر اسی مکان پر رُکے رہتے لیکن شہاب فرماتے ہیں گمان یہ ہے کہ واللہ اعلم۔ تاکہ وہ عورتیں جو نماز سے فارغ ہو کر پھریں تو وہ نکل جائیں۔ ہند بنت الحارث فراسیہؓ۔ حضرت ام سلمہؓ زوج النبی ﷺ سے روایت کرتی ہیں جو حضرت ام سلمہؓ کی سہیلیوں میں تھیں وہ فرماتی ہیں حضور اقدس ﷺ سلام پھیرتے تو عورتیں چلی جاتیں۔ اور جناب رسول اللہ ﷺ کے چلے جانے سے پہلے پہلے وہ اپنے گھروں میں داخل ہو جاتی تھیں۔

حدیث (۸۰۴) حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ (الخ) عَنْ
 أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا سَلَّمَ يَمُكُّتُ فِي
 مَكَانِهِ يَسِيرًا قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَتَرَى وَاللَّهِ أَعْلَمُ
 لِكَيْ يَنْقُذَ مَنْ يَنْصَرِفُ مِنَ النِّسَاءِ وَقَالَ ابْنُ أَبِي
 مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا نَافِعُ بْنُ يَزِيدَ قَالَ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ
 زَيْبَةَ أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ كَتَبَ إِلَيْهِ قَالَ حَدَّثَنِي هِنْدُ
 بِنْتُ الْحَارِثِ الْفَرَّاسِيَّةُ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ
 ﷺ وَكَانَتْ مِنْ صَوَاحِبِهَا قَالَتْ كَانَ يُسَلِّمُ
 فَيَنْصَرِفُ النِّسَاءُ فَيَدْخُلْنَ بِيُوتِهِنَّ مِنْ قَبْلِ
 أَنْ يَنْصَرِفَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ .. الحديث ...

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہاں ابو داؤد کی روایت لا یتطوع الامام فی مکانہ پر رُکنا مقصود ہے۔ جیسا کہ امام بخاری نے لم یصح کہہ کر خود تصریح فرمادی۔ اگر امام بخاری تصریح نہ فرماتے تو ہم کہتے کہ امام بخاریؒ کی غرض ابو رمثہ کی روایت پر رُکنا ہے۔ جس کے اندر یہ ہے کہ وہ فرماتے ہیں کان رسول اللہ ﷺ یفتل کا لفتح الہی رمثہ اس سے بظاہر ایہام ہوتا ہے کہ الفتح واجب ہے تو امام بخاریؒ نے اس کی تردید فرمادی۔ اور تیسری غرض یہ بھی ہو سکتی ہے کہ گذشتہ ترجمہ میں جو استقبال الامام مذکور ہے وہ ضروری نہیں۔ عن امرأة عن قریش چونکہ ہند کی صفت میں اختلاف ہو گیا کہ یہ قریشیہ ہیں یا فراسیہ اور احتمال تھا کہ کوئی یہ سمجھے کہ اصل فراسیہ تھا قحیف ہو کر قریشیہ ہو گیا۔ اس لئے امام بخاریؒ نے دونوں قسم کی روایات ذکر فرما کر تنبیہ کر دی کہ دونوں میں کوئی تعالف نہیں ہے۔ اس لئے کہ بنو فراس قریش ہی کا ایک قبیلہ ہے۔ جمہور کہتے ہیں کہ تطوع فی مکانہ پر رُکنا کرنے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ وہ ممانعت اس لئے ہے کہ بعد میں کوئی شبہ نہ کرے کہ ابھی نماز ہو رہی ہے اس لئے منع فرمادیا۔ اور یہ ممانعت مکث کے منافی نہیں ہے۔

ترجمہ۔ جب امام لوگوں کو نماز پڑھا رہا ہو تو اسے کوئی ضرورت یاد آجائے تو وہ لوگوں کو پھلانگ کر جاسکتا ہے۔

باب مَنْ صَلَّى بِالنَّاسِ فَذَكَرَ
 حَاجَتَهُ فَتَخَطَّاهُمْ

ترجمہ۔ حضرت عقبہؓ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں عصر کی نماز

حدیث (۸۰۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ عُقْبَةَ

میں۔ بے جناب نبی اکرم کے پیچھے ادا کی جب آپ نے سلام پھیرا
تو جلدی جلدی اٹھ کھڑے ہوئے اور لوگوں کی گردنیں
پھلانگ کر اپنی بعض بیویوں کے حجرے کی طرف چلے گئے۔
لوگ آپ کے جلدی کرنے کی وجہ سے گھبرائے۔ بہر حال آپ
تشریف لائے۔ اور سمجھ گئے کہ ان لوگوں کو میری جلدی کی وجہ
سے تعجب ہوا ہو گا فرمایا مجھے سونے کا ایک ٹکڑا جو ہمارے پاس تھا
یاد آ گیا۔ تو میں نے مکروہ سمجھا کہ کہیں مجھے روک نہ دے۔ اس لئے اس کے تقسیم ہو جانے کا حکم دے آیا ہوں۔

قَالَ صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ ﷺ بِالْمَدِينَةِ الْعَصْرِ فَسَلَّمُ
فَقَامُ مُسْرِعًا فَتَخَطَى رِقَابَ النَّاسِ إِلَى بَعْضِ حُجَرِ
نِسَائِهِ فَفَزِعَ النَّاسُ مِنْ سُرْعَتِهِ فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ فَرَأَى
أَنَّهُمْ قَدْ عَجِبُوا مِنْ سُرْعَتِهِ قَالَ ذَكَرْتُ كُنْيَاتِ مَنْ تَبَّرَ
عِنْدَنَا فَكِرْهُتُ أَنْ يَحْسِبُنِي فَأَمَرْتُ بِقِسْمَتِهِ الْحَدِيثِ

تشریح از شیخ زکریا۔ چونکہ باب سابق سے مکث امام ثابت ہوا تھا اس لئے باب بطور استثناء کے ذکر فرمایا کہ مکث لازم

نہیں ہے۔ اگر کسی حاجت کی وجہ سے فوراً اٹھ جائے تو جائز ہے۔ اور دوسری غرض یہ ہو سکتی ہے کہ ضرورت کے درجہ میں تخطی رقاب
کی جائے تو جائز ہے۔ لیکن اول توجیہ مقام کے زیادہ مناسب ہے۔

ترجمہ۔ نماز سے پھر کر دائیں بائیں جانب
چلنا کیسا ہے۔

باب الْأَنْفِتَالِ وَالْإِنْصِرَافِ
عَنِ الْيَمِينِ وَالشِّمَالِ

ترجمہ۔ نماز سے پھرنا اور پھر دائیں اور بائیں جانب
پھر جانا۔ حضرت انس بن مالک دائیں اور بائیں ہر طرف سے
پھرتے تھے۔ اور جو ایک طرف کا قصد کرتا یا جو صرف دائیں
جانب پھرنے کو لازمی قرار دیتا اس پر عیب لگاتے تھے۔

وَكَانَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ يُنْفِتِلُ عَنْ يَمِينِهِ
وَعَنْ يَسَارِهِ وَيَعِيبُ عَلَيَّ مَنْ يَتَوَخَّئُ أَوْ مِنْ تَعَمُّدِ
الْإِنْفِتَالِ عَنْ يَمِينِهِ

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ
کوئی شخص اپنی نماز میں شیطان کا حصہ نہ رکھے۔ یہی سمجھتا ہوں
کہ اس پر لازم ہے کہ وہ دائیں طرف سے ہی پھرے گا۔ میں نے
جناب نبی اکرم ﷺ کو بہت مرتبہ دیکھا کہ آپ بائیں طرف
سے بھی پھرتے تھے۔

حدیث (۸۰۶) حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الْخَمْدَانِيُّ عَنْ
الْأَسْوَدِ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ لَا يَجْعَلُ أَحَدُكُمْ لِلشَّيْطَانِ
شَيْئًا مِّنْ صَلَوتِهِ يَرَى أَنَّ حَقًّا عَلَيْهِ أَنْ لَا يَنْصَرِفَ
إِلَّا عَنْ يَمِينِهِ لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ كَثِيرًا يَنْصَرِفُ
عَنْ يَسَارِهِ

تشریح از شیخ مدنی۔ آپ سے دونوں فعل ثابت ہیں۔ یمیناً بھی انصراف ہوتا تھا اور یہاں بھی۔ مگر ان میں سے ایک پر التزام کرنا اس پر شیطان کا حصہ ہوتا ہے۔ اس لئے فقہاء نے ایک قاعدہ کلیہ استنباط کیا کہ التزام مالا یلزم بدعت ہے۔ احیاناً اگر ہو جائے تو کوئی حرج نہیں عادت نہ مانی جائیے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ اس کے متعلق جو اختلاف علماء کے درمیان تھا اس کو میں بیان کر چکا ہوں۔ انفتال اور انصراف کے دو لفظ لاکرام بخاری نے بتلادیا کہ ان دونوں کے معنی میں کوئی فرق نہیں۔ اگرچہ تھکافرق ہو سکتا ہے۔

ترجمہ۔ باب جو کچھ کچے لہسن۔ پیاز۔ گندنے کے بارے میں آیا ہے۔ اور جناب نبی اکرم ﷺ کا ارشاد کہ جو شخص پیاز لہسن بھوک یا غیر بھوک کی وجہ سے کھا کر آئے تو وہ ہماری مسجد کے بالکل قریب نہ بھیسے۔

باب مَا جَاءَ فِي التَّوْمِ النَّبِيُّ وَالْبَصَلِ وَالْكَرَاتِ - وَقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ مَنْ أَكَلَ التَّوْمَ أَوْ الْبَصَلَ مِنَ الْجُوعِ أَوْ غَيْرِهِ فَلَا يَقْرُبَنَّ مَسْجِدَنَا -

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص اس درخت ان کی مراد لہسن ہے کھائے تو وہ ہماری مسجد میں نہ گھسے۔ میں نے کہا اس سے کیا مراد ہے۔ انہوں نے فرمایا میں سمجھتا ہوں کہ ان کی مراد کچا لہسن ہے۔ اور لہسن جرت فرماتے ہیں کہ ان کی مراد اس کی بدلو ہے۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے غزوہ خیبر میں فرمایا جس شخص نے اس درخت یعنی لہسن سے کچھ کھالیا تو وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے۔

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص لہسن اور پیاز کھالے وہ ہم سے الگ رہے یا یہ کہ ہماری مسجد سے الگ تھلگ رہے۔

حدیث (۸۰۷) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ (الْح) سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ يُرِيدُ التَّوْمَ فَلَا يَغْشَا نَافِي مَسْجِدَنَا قُلْتُ مَا يَعْنِي بِهِ قَالَ مَا أَرَاهُ يَعْنِي الْإِنْبِئَةَ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيدَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ الْأَنْتَهُ. الْحَدِيثُ

حدیث (۸۰۸) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ (الْح) عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ فِي غَزْوَةِ خَيْبَرَ مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ يَعْنِي التَّوْمَ فَلَا يَقْرُبَنَّ مَسْجِدَنَا.

حدیث (۸۰۹) حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَفِيرٍ (الْح) أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ زَعَمَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ مَنْ أَكَلَ تَوْمًا أَوْ بَصَلًا فَلْيَعْتَزِلْنَا أَوْ فَلْيَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا

اور اپنے گھر میں بیٹھ جائے اور جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک ہنڈیا لائی گئی جس میں یہ کچھ سبزیاں ترکاری تھیں۔ جس کی وجہ سے بدبو آپ کو محسوس ہوئی آپ نے دریافت فرمایا تو جو کچھ اس کے اندر سبزیاں یا ترکاری تھی اس کی آپ کو اطلاع دی گئی۔ آپ نے فرمایا ان کو میرے ان بعض ساتھیوں کے قریب کر دو جو آپ کے ساتھ تھے۔ جب آپ نے محسوس کیا کہ وہ ان کے کھانے کو ناپسند کر رہے ہیں فرمایا تم کھاؤ میں تو ایسی ذات سے سرگوشی کرتا ہوں جس سے تم نہیں کرتے ان وہب نے طبق مراد لیا جس میں سبزیاں تھیں۔ اور لیٹ نے ہنڈیا کا

وَلْيَقْعُدْنِي بَيْتِهِمْ وَأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ إِنِّي بِقَدْرِ فِيهِ خَضِرَاتٌ مِنْ بُقُولٍ فَوَجَدَلَهَا رِيحًا فَسَأَلَ فَأَخْبِرَ بِمَا فِيهَا مِنَ الْبُقُولِ فَقَالَ قَرَّبُوهَا إِلَيَّ بَعْضُ أَصْحَابِهِ كَانَ مَعَهُ فَلَمَّا رَأَاهُ كَبَّرَهُ أَكَلَهَا فَقَالَ كُلُّ فَائِنِي أَنَا جِيءُ مَنْ لَا تَنَاجِي وَ قَالَ أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ إِنِّي بِبَدْرِ قَالَ ابْنُ وَهْبٍ يَعْنِي طَبَقًا فِيهِ خَضِرَاتٌ وَلَمْ يَذْكُرِ اللَّيْثُ وَأَبُو صَفْوَانَ عَنْ يُونُسَ قِصَّةَ الْقَدْرِ فَلَاذْرِي هُوَ مِنْ قَوْلِ الزُّهْرِيِّ أَوْ فِي الْحَدِيثِ ...

ذکر نہیں کیا۔ پس مجھے معلوم نہیں کہ وہ امام زہری کا قول ہے یا حدیث کے الفاظ میں سے ہے۔

ترجمہ۔ حضرت عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت انس بن مالکؓ سے سوال کیا کہ آپ نے جناب نبی اکرم ﷺ سے اس لسن کے بارے میں کیا سنا ہے انہوں نے فرمایا کہ آپ کا ارشاد ہے جو شخص اس درخت سے کھا کر آئے تو وہ ہمارے قریب آئے اور نہ ہمارے ساتھ نماز پڑھے۔

حدیث (۸۱۰) حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ (الْح) قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ مَا سَمِعْتَ نَبِيَّ ﷺ فِي الثَّوْمِ فَقَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ فَلَا يَقْرَبُنَّ وَلَا يُصَلِّينَ مَعَنَا ...

تشریح از شیخ زکریا۔ اشکال یہ ہے کہ یہ باب تو ابواب المساجد میں ہونا چاہیے۔ یہاں اس کو کیوں ذکر کیا گیا۔ شرح فرماتے ہیں کہ یہ بطور ابواب متفرقہ کے ہے۔ اور میرے نزدیک اس کے ساتھ یہ ہے کہ امام بخاریؒ تنبیہ فرماتے ہیں کہ ان لسن پیاز وغیرہ کے استعمال کی کراہت مسجد کے ساتھ مخصوص نہیں۔ بلکہ مجامع سے متعلق ہے۔ تاکہ لوگوں کو ایذا رسانی نہ ہو۔ کراہت ایک بدبو دار سبزی کا نام ہے جسے گندنا کہتے ہیں۔ الانینہ یہ روایت اور اسی طرح دوسری روایت میں نفن ہے دونوں کا حاصل ایک ہے۔ اس لئے کہ نفن کچے ہی میں ہوتا ہے۔ اناجی من لانا جی حضور اقدس ﷺ نے یہ اس لئے فرمایا کہ آپ نے خود نوش نہیں فرمایا۔ اور دوسروں کو فرمادیا کہ تم کھاؤ۔ تو اس سے یہ خیال ہوتا ہے کہ آپ نے ایسا کیوں کیا آپ نے اس کی وجہ بتادی۔

ترجمہ۔ بچوں کا وضو کرنا۔ ان پر غسل اور وضو کب واجب ہوتا ہے اور ان کا جماعت کے اندر اور عیدین

بَابُ وَضُوءِ الصِّبْيَانِ وَمَتَى يَجِبُ عَلَيْهِمُ الْغُسْلُ وَالطُّهُورُ وَحُضُورُهُمْ

اور جنازوں میں حاضر ہونا کب واجب ہے اور ان کی صفیں کس طرح ہوں۔

الْجَمَاعَةَ وَالْعِيدِينَ وَالْجَنَائِزَ وَصُفُوفِهِمْ

ترجمہ۔ حضرت امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے اس شخص نے خبر دی جس کا گذر بہر اہی نبی اکرم ﷺ ایک ایسی قبر پر ہوا جو الگ تھلگ تھی۔ پھر حضور ﷺ نے ان کی امامت کرائی اور انہوں نے اس پر صفیں باندھیں۔ میں نے کہا! ابو عمر آپ کو کس بیان کیا کہا کہ جناب عبد اللہ بن عباسؓ نے بیان کیا۔

حدیث (۸۱۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى (الخ) قَالَ أَخْبَرَنِي مَنْ مَرَّ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى قَبْرِ مَبُودٍ فَأَمَّهُمْ وَصَفُّوا عَلَيْهِ فَقُلْتُ يَا أَبَا عُمَرَ وَمَنْ حَدَّثَكَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ .. الحديث ...

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا جمعہ کے دن غسل کرنا (نہانا) ہر احتلام والے پر واجب ہے۔

حدیث (۸۱۲) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ (الخ) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ الْغُسْلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ ...

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رات اپنی خالہ میمونہؓ کے پاس بسر کی۔ پس جناب نبی اکرم ﷺ نے بھی انہیں کے گھر قیام فرمایا جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا تو جناب رسول اللہ ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے۔ ایک پرانے مشکیزے لگے ہوئے سے ہلکا سا وضو فرمایا حضرت عمرؓ روای اس کو بہت ہلکا اور بہت ہی قلیل بیان کرتے تھے۔ پھر آپ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے میں بھی اٹھا آپ جیسا ہلکا سا وضو کیا پھر میں آ کر آپ کی بائیں جانب کھڑا ہوا گیا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے مجھے کچھل طرف سے پھیر کر اپنی دائیں جانب کھڑا کر دیا پھر جس قدر اللہ نے چاہا آپ نے نماز پڑھی۔ پھر لیٹ گئے اور یہاں تک سوئے کہ پھونک مارنے لگے۔ مؤذن آپ کے پاس آیا اس نے آ کر آپ کو نماز کی اطلاع دی پس حضور انور ﷺ اس کے ہمراہ نماز کیلئے کھڑے ہو گئے نماز پڑھی وضو نہیں فرمایا

حدیث (۸۱۳) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي نَضْرَةَ (الخ) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بَدَأَتْ عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُونَةَ لَيْلَةً فَنَامَ النَّبِيُّ ﷺ فَلَمَّا كَانَ فِي بَعْضِ اللَّيْلِ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَتَوَضَّأَ مِنْ شَنْ مَعْلَقٍ وَضُوءًا خَفِيفًا يُخَفِّفُهُ عُمَرُو وَيَقْلِلُهُ جِدًّا ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي فَقُمْتُ فَتَوَضَّأْتُ نَحْوًا مِمَّا تَوَضَّأْتُمْ جِئْتُ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ فَحَوَّلَنِي فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ ثُمَّ صَلَّى مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ اضْطَجَعَ فَنَامَ حَتَّى نَفَخَ فَاتَاهُ الْمُنَادِي يُؤَذِّنُهُ بِالصَّلَاةِ فَقَامَ مَعَهُ إِلَى الصَّلَاةِ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ قُلْنَا لِعُمَيْرٍ وَإِنْ نَأَسًا يَقُولُونَ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَنَامُ عَيْنُهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ قَالَ عُمَرُ وَسَمِعْتُ عُبَيْدَ بْنَ عُمَيْرٍ يَقُولُ إِنَّ

ہم نے حضرت عمروؓ سے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی آنکھ سوتی ہے دل جاگتا ہے۔ عمروؓ نے فرمایا میں نے اپنے استاد

رُؤْيَا الْأَنْبِيَاءِ وَحَيُّ نَمَّ قَرَأَ إِنِّي أَرَى فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ

عبید بن عمیرؓ سے سنا وہ فرماتے تھے انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے۔ پھر انہوں نے تائید کے لئے قرآنی آیت پڑھی کہ بیٹا میں خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ ان کی دادی ملیحہؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ کو ایک کھانے کے لئے بلایا جو انہوں نے آپ کے لئے تیار کیا تھا۔ جب حضور انور ﷺ کھانا کھا چکے تو فرمایا اٹھو میں تمہیں نماز پڑھاؤں تو میں اپنی ایک چٹائی کی طرف اٹھا جو بہت دیر پڑے رہنے کی وجہ سے کالی ہو چکی تھی میں نے اس کو پانی کا چھینٹا دیا۔ چنانچہ حضور انور ﷺ اس پر کھڑے ہوئے۔ یتیم میرا بھائی میرے ساتھ تھا۔ اور بڑھیا میری دادی ہمارے پیچھے تھی۔

حدیث (۸۱۴) حَدَّثَنَا سَمُرَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ جَدَّتَهُ مَلِيحَةَ دَعَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لِطَعَامٍ صَنَعَتْهُ فَأَكَلَ مِنْهُ فَقَالَ قَوْمٌ أَفْلاَصِلِي بِكُمْ فَقُمْتُ إِلَى حَصِيرٍ لَنَا قَدْ اسْوَدَّ مِنْ طَوْلِ مَالِيسٍ فَصَحَّتْهُ بِمَاءٍ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَالْيَتِيمُ مَعِيَ وَالْعَجُوزُ مِنْ وِرَائِنَا فَصَلَّى بِنَا رَكَعَتَيْنِ الْحَدِيثُ

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنی گدھیا پر سوار ہو کر آیا جبکہ میں احتلام کے قریب پہنچ چکا تھا اور رسول اللہ ﷺ منیٰ کے مقام پر بغیر کسی دیوار کے سامنے کئے لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے میں ایک صف کے آگے گزر گیا گدھیا سے اترا اور اسے چرنے کے لئے چھوڑ دیا۔ اور میں خود صف اول میں شامل ہو گیا۔ اس ساری کاروائی پر مجھ پر کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔

حدیث (۸۱۵) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ عَنِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ أَقْبَلْتُ رَاكِبًا عَلَى حِمَارٍ أَنَا وَإِنَا يَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَزْتُ الْإِحْتِلَامَ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّيُ بِالنَّاسِ بِمِنَى إِلَى عَيْرٍ جِدَارٍ فَمَرَرْتُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ فَنَزَلْتُ وَأُرْسَلْتُ الْأَتَانُ تَرْتَعُ وَدَخَلْتُ فِي الصَّفِّ فَلَمْ يُبَكِّرْ ذَلِكَ عَلَيَّ أَحَدٌ ... الْحَدِيثُ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک رات عشاء کی نماز میں جناب رسول اللہ ﷺ نے دیر کر دی یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے آپ کو پکار کر کہا کہ عورتیں اور بچے سو گئے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور انور ﷺ باہر تشریف لے گئے

حدیث (۸۱۶) حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ (الْبَخ) أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ اعْتَمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَقَالَ عَبَّاسٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْمَلِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اعْتَمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

اور فرمایا کہ روئے زمین پر سوائے تمہارے اور کوئی شخص ایسا نہیں جو نماز پڑھ رہا ہو۔ اور ان دنوں سوائے اہل مدینہ کے اور کوئی یہ نماز نہیں پڑھتا تھا۔

فِي الْعِشَاءِ حَتَّى نَادَاهُ عُمَرُ قَدْ نَامَ النِّسَاءُ وَالصَّبِيَّانُ
قَالَتْ فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ إِنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ
مِّنْ أَهْلِ الْأَرْضِ يُصَلِّي هَذِهِ الصَّلَاةَ عَيْرَكُمْ وَلَمْ
يَكُنْ أَحَدٌ يَوْمَئِذٍ يُصَلِّي عَيْرَ أَهْلِ الْمَدِينَةِ. (الحديث)

ترجمہ۔ حضرت عبدالرحمن بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ سے سنا جبکہ ان سے کسی آدمی نے پوچھا کہ جناب نبی اکرم ﷺ کے ساتھ کبھی نکلنے کا آپ کے ساتھ حاضری کا اتفاق ہوا ہے اگر میرا قرب اور مقام حضور اکرم ﷺ سے اتنا نہ ہوتا تو میں چھوٹے ہونے کی وجہ سے آپ کے ساتھ حاضر نہ ہوتا۔ چنانچہ آپ اس مینار کے پاس تشریف لائے جو کثیر بن الصلت کی حویلی کے پاس ہے۔ خطبہ دیا پھر عورتوں کے پاس تشریف لائے ان کو نصیحت فرمائی اور ان کو وعظ و تذکیر فرمائی۔ اور ان کو صدقہ خیرات کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ عورتیں

حدیث (۸۱۷) حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَفِيُّ
قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ لَهٗ رَجُلٌ شَهِدْتُ
الْخُرُوجَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ نَعَمْ وَلَوْلَا مَكَانِي
مِنْهُ مَا شَهِدْتُهُ يَعْنِي مِنْ صِغَرِهِ أَتَى الْعِلْمَ الَّذِي عِنْدَ
دَارِ كَثِيرِ بْنِ الصَّلْتِ ثُمَّ حَطَبَ ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ
فَوَعَّظَهُنَّ وَذَكَرَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ أَنْ يَتَّصِدْنَ فَجَعَلَتْ
الْمَرْأَةُ تُهْوِي بِيَدِهَا إِلَى حَلْقِهَا تُلْقِي فِي ثَوْبِ
بِلَالٍ ثُمَّ أَتَى هُوَ وَبِلَالُ الْبَيْتِ. الحديث....

اپنے ہاتھوں کو جھکا کر اپنی بالیوں یا انگوٹھیوں کی طرف لے جاتی تھیں اور اس کو حضرت بلالؓ کے کپڑے میں ڈالتی تھی۔ پھر جناب حضور انور ﷺ اور حضرت بلالؓ اپنے گھر تشریف لے آئے۔

تشریح از شیخ مدنی۔ چونکہ روایات میں وارد ہے رفع القلم عن الصبی حتی احتلم وعن المجنون حتی افاق

وعن النائم حتی استيقظ کہ چر جب تک بالغ نہ ہو اس سے حکم کا قلم اٹھالیا گیا۔ اسی طرح مجنون سے جب تک اس کو افاقہ نہ ہو جائے اور سونے والے سے جب تک وہ بیدار نہ ہو اس لئے شبہ ہوتا تھا کہ اگر صبی۔ قبل الاحتلام اسلام لائے یا نماز پڑھے یا اور کوئی عبادت کرے تو اس کی وہ عبادت قابل اعتناء ہوگی یا نہ۔ جمہور فرماتے ہیں کہ صبی ممیز کے لئے تمام احکام کا اعتبار ہوگا۔ مگر کفر اور الحاد کی وجہ سے اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔ غیر ممیز مثل مجنون کے ہے۔ امام بخاریؒ اسی مسئلہ کو یہاں بیان فرما رہے ہیں کہ صبی کے لئے فرائض و نوافل میں دو شائیں ہیں۔ اس عبادت کا معتبر ہونا اور دوسرا ثواب کا ہونا اور ان کے شرائط کا مطالبہ کرنا۔ ان سب کا اعتبار ہوگا اگر وہ ان کو ترک کر دے تو اس پر عتاب نہ ہوگا۔ یا امام بخاریؒ کا مقصد انعقاد باب سے یہ ہے کہ زمانہ سعادت میں یہ چیزیں جاری کرائی گئیں۔ اس لئے یہ واجب ہیں مگر ترک پر عتاب نہ ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ - ایجاباً واستحباباً کوئی حکم نہیں لگایا۔ لایہا م یعنی اگر واجب فرماتے تو شبہ ہو تا کہ بلا وضو نماز

پڑھ سکتے ہیں اس لئے ترجمہ مجمل رکھ دیا۔ اور یہ بتا دیا کہ وضو الصبیان فی نفسہ مشروع ہے اس پر وضو واجب نہیں۔ لیکن اگر نماز پڑھے گا تو وضو واجب ہو گا۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ بچہ کب بالغ ہوتا ہے احتلام تو سبب مجمع علیہ ہے (یعنی سب کا اتفاق ہے) اور انبات شعر عانہ یعنی (شرمگاہ کے بال اگنا) اس میں اختلاف ہے۔ حنابلہ کے نزدیک یہ علامت بلوغ ہے۔ اور شافعیہ کے نزدیک کافر کے حق میں علامت ہے مسلم کے حق میں نہیں ہے۔ اور کافر کے حق میں معتبر ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اگر کفار کا قتل عام ہو تو چونکہ بچوں کا قتل جائز نہیں اس لئے بالغ و نابالغ میں اگر تمیز نہ ہو سکے تو زیر ناف کے بالوں پر مدار ہو گا۔ اور تفریق بین الکافر والمسلم کی وجہ میں یہ سمجھا ہوں کہ کافر تو جھوٹ بول سکتا ہے اور مسلم جھوٹ نہیں بول سکتا۔ اس لئے مسلم کے حق میں معتبر نہیں اور کافر کے حق میں معتبر ہے تیسری چیز عمر ہے جموں پندرہ سال کہتے ہیں۔ حنفیہ کے ہاں اٹھارہ سال لڑکے کے حق میں اور سترہ سال لڑکی کے حق میں معتبر ہے۔ و صفوفہم احناف اور حنابلہ کے نزدیک بچوں کی صف پیچھے ہوگی اور شافعیہ اور مالکیہ کے نزدیک بڑوں کے بیچ بیچ میں دو کے درمیان ایک کھڑا ہو اس لئے کہ وہ شرارت کرتے ہیں۔ احناف فرماتے ہیں کہ انہیں تنبیہ کر دے۔ نیز! حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں بچوں کی صف علیحدہ ہوا کرتی تھی۔

علی قبر منبوذ یہ اصل مسئلہ تو کتاب الجنائز کا ہے میں وہاں کلام کروں گا کہ صلوة علی القبر جائز ہے یا نہیں یہاں تو اس روایت سے صرف یہ مقصود ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے ساتھ ابن عباسؓ نے نماز پڑھی اور وہ بچے تھے۔ الغسل یوم الجمعة واجب اس سے متنی یجب علیہم الغسل ثابت ہو گیا۔ بت لیلۃ یہ روایت متعدد بار گذر چکی ہے۔ یہاں مقصود یہ ہے کہ ابن عباسؓ باوجود بچہ ہونے کے حضور اقدس ﷺ کے ساتھ وضو کر کے نماز کیلئے کھڑے ہو گئے۔ ان ناسا یقولون چونکہ روایت میں ابھی گذرنا کہ حضور اقدس ﷺ سو کر اٹھے اور بغیر وضو کے نماز پڑھائی اس لئے راوی نے اس کی وجہ بتائی کہ آپ کا قلب مبارک میدار رہتا تھا۔ اگرچہ آنکھیں سوتی تھیں۔ تو آپ کو میداری قلب کی وجہ سے حدیث وغیرہ کا پتہ چلتا رہتا تھا۔ ان رؤی الانبیاء وحی یہ تائید کیلئے بیان فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کے خواب وحی ہوتے ہیں۔ اور وحی کا حفظ اسی وقت ہو سکتا تھا جبکہ قلب میدار ہو۔ ان جدتہ ملیکۃ یہ روایت بھی گذر چکی ہے یہاں مقصد یہ ہے کہ یتیم نماز میں شریک ہوا اور صف میں کھڑا ہوا۔ و دخلت فی الصف یہ مقصود باذکر الروایت ہے کہ نابالغ ہونے کے باوجود صف میں داخل ہو گئے۔ نام النساء والصبیان اس سے امام بخاریؒ نے استدلال فرمایا کہ مسجد میں بچے جاتے تھے اس لئے کہ حضرت عمرؓ کو علم غیب نہیں تھا کہ گھروں کے بچوں کے متعلق فرماتے۔ قدمو الحدیث مزاراً اولم یکن احد یومئذ یعنی یہ حدیث کئی مرتبہ گذر چکی ہے۔ اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ اہل مدینہ کے علاوہ سب لوگ نماز عشاء پڑھ کر سو چکے ہیں۔ اس وقت تو صرف اہل مدینہ پڑھتے ہیں اور ایک مطلب یہ ہے کہ چونکہ عشاء اس امت کے خصائص میں سے ہے اسلئے اہل مدینہ یعنی مسلمین کے علاوہ کوئی نہیں پڑھتا۔ الغرض یہاں ترجمہ کے کئی اجزاء ہیں۔ پہلا جز وضو الصبیان ہے۔ شرح کہتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے کوئی حکم نہیں لگایا

نہ وجوب نہ استحباب کا کیونکہ بعض مکلف نہیں ہو کرتے۔ اگر وجوب کا حکم لگاتے تو غلط ہوتا۔ اگر استحباب کا لفظ لاتے تو اس کا مطلب یہ ہوتا کہ بغیر وضو کے بھی نماز جائز ہے اور یہ بھی غلط ہے۔ لیکن بعض متاثرین نے کہا ہے کہ یہاں صحت کا لفظ لاسکتے ہیں۔ علامہ سندھی کی رائے یہ ہے کہ یہاں لفظ وجوب لایا جاسکتا ہے لیکن اس سے مراد وہ وجوب ہے جیسے کہ سو تنطوع پر وضو کرنا واجب ہے۔ دوسرا جزء متنی یہ جب علیہم الغسل والظہور اس میں جمہور کا مذہب یہ ہے کہ بلوغ کے بعد واجب ہوگا۔ اور امام احمد کا ایک قول یہ ہے کہ دس برس کے بعد واجب ہو جائے گا۔ اور اس روایت سے استدلال کیا مروا صبیانکم بالصلوة۔ بچوں کو جب سات برس کے ہو جائیں تو انہیں نماز کا حکم دو اور جب دس برس کے ہو جائیں تو انہیں مارو۔ اور تیسرا جزء ہے حضورہم الجماعة والعیدین والجنائز ان باتوں کو اس لئے ذکر کیا کہ ابن ماجہ کی روایت ہے جینوا مساجدکم الخ کا مقتضی یہ تھا کہ چوں کہ مطلقاً مسجد میں نہ لایا جائے لیکن علماء کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے اور اس سے مراد وہ بھی ہے جو بہت چھوٹے ہوں۔ اور وہ شعور نہ رکھتے ہوں۔ امام بخاری کے نزدیک چونکہ روایت ضعیف تھی اس لئے اس پر رد کر دیا۔

ترجمہ۔ رات کے وقت اور اندھیرے میں
عورتوں کا مساجد کی طرف نکلنا۔

باب خُرُوجِ النِّسَاءِ إِلَى الْمَسَاجِدِ
بِاللَّيْلِ وَالْغَلَسِ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک رات عشاء کی نماز میں آپؐ نے دیر کر دی یہاں تک کہ حضرت عمرؓ پکار اٹھے کہ عورتیں اور بچے سو گئے تو جناب نبی اکرمؐ باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ اس نماز کا زمین والوں میں سے سوائے تمہارے اور کوئی انتظار نہیں کر رہا۔ اور ان دنوں سوائے مدینہ کے کہیں نماز نہیں پڑھی جاتی تھی۔ اور عشاء کی نماز وہ حضرات شفق کے عائب ہونے کے درمیان سے لے کر رات کی پہلی تہائی تک پڑھتے تھے۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ جناب نبی اکرمؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جب تم سے تمہاری عورتیں رات کے وقت مسجد جانے کی اجازت طلب کریں تو ان کو اجازت دے دو۔

حدیث (۸۱۸) حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ (الخ) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَعْتَمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِالْعَتَمَةِ حَتَّى نَادَاهُ عَمْرُنَا مِ النِّسَاءِ وَالصَّبِيَّانُ فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ مَا يَنْتَظِرُهُمَا أَحَدٌ غَيْرَكُمْ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ وَلَا يُصَلِّي يَوْمَئِذٍ إِلَّا بِالْمَدِينَةِ وَكَانُوا يُصَلُّونَ الْعَتَمَةَ فِيمَا بَيْنَ أَنْ يُغَيَّبَ الشَّفَقُ إِلَى كُلِّ اللَّيْلِ الْأَوَّلِ الْحَدِيثُ

حدیث (۸۱۹) حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى (الخ) عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِذَا سَأَلْتِكُمْ نِسَاءً كُمْ بِاللَّيْلِ إِلَى الْمَسْجِدِ فَأَذْنُو لَهُنَّ

ترجمہ۔ حضرت ام سلمہؓ زوج النبی ﷺ خیر دیتی ہیں کہ عورتیں جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں جب فرض نماز سے سلام پھیرتی تھیں تو اٹھ کھڑی ہوتی تھیں۔ اور جناب رسول اللہ ﷺ اور مردوں میں سے جو لوگ نماز پڑھتے جس قدر اللہ تعالیٰ چاہتا وہ کئے رہتے۔ جب جناب رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوتے تو مرد بھی کھڑے ہوتے۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ بیٹک جناب رسول اللہ ﷺ البتہ صبح کی نماز پڑھتے تو عورتیں اپنی گرم چادروں میں لپٹی ہوئی واپس ہوتی تھیں۔ تاریکی کی وجہ سے پہچانی نہیں جاتی تھیں۔

ترجمہ۔ حضرت ابو قتادہ انصاریؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک البتہ میں نماز کے لئے کھڑا ہوتا میرا ارادہ ہوتا ہے کہ نماز میں طوالت کروں پھر کسی بچے کے رونے کی آواز سن لیتا ہوں تو اپنی نماز میں تخفیف کر لیتا ہوں اس چیز کو ناپسند کرنے کی وجہ سے کہ کہیں اس کی ماں کو مشقت میں مبتلا نہ کر دوں۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اگر جناب رسول اللہ ﷺ ان حالات کو پالیستے جو عورتوں نے نئے پیدا کر دیئے ہیں تو البتہ آپ ان کو مسجد میں آنے سے روک دیتے۔ جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئیں۔ میں نے عمرو سے کہا کیا وہ عورتیں روک دی گئی تھیں فرمایا ہاں!

حدیث (۸۲۰) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النَّخَعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي هِنْدُ بِنْتُ الْحَارِثِ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهَا أَنَّ النَّسَاءَ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ كُنَّ إِذَا سَلَّمْنَ مِنَ الْمَكْتُوبَةِ قُمْنَ وَثَبَّتْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَمَنْ صَلَّى مِنَ الرِّجَالِ مَا شَاءَ اللَّهُ فَإِذَا قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَامَ الرِّجَالُ الْحَدِيثُ ...

حدیث (۸۲۱) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمَةَ النَّخَعِيُّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ إِنْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِيُصَلِّيَ الصُّبْحَ فَيُنْصَرِفُ النَّسَاءُ مُتَلَفَعَاتٍ بِمَرُوطِهِنَّ مَا يَعْرِفَنَّ مِنَ الْعَلَسِ . الْحَدِيثُ

حدیث (۸۲۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُسْكِينٍ النَّخَعِيُّ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنِّي لَا قَوْمَ إِلَى الصَّلَاةِ وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أَطْوَلَ فِيهَا فَاسْمَعُ بَكَاءَ الصَّبِيِّ فَاتَجَوَّزُ فِي صَلَاتِي كَرَاهِيَةً أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّهِ . الْحَدِيثُ ...

حدیث (۸۲۳) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ النَّخَعِيُّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَوْ أَدْرَكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا أَحَدَتْ النَّسَاءَ لَمَنْعَهُنَّ الْمَسْجِدَ كَمَا مَنَعَتْ نِسَاءَ بَنِي إِسْرَائِيلَ فَقُلْتُ لِعُمْرَةَ أَوْ مَنِعَتْ قَالَتْ نَعَمْ -

تشریح از شیخ مدنی۔ امام بخاری نے باب خروج النساء کے تحت چند روایات ذکر کی ہیں جن سے خروج النساء الی المساجد کا

ثبوت ہوتا ہے۔ اخیر کی روایت عائشہ صدیقہؓ والی ممانعت پر دلالت کرتی ہے۔ غالباً امام بخاریؒ کا مسلک وہی ہے جو جمہور کا ہے۔ اگر قنہ و فساد کا خطرہ نہ ہو اور تعلیم و تبلیغ کی ضرورت ہو تب تو ان کا لکنا جائز ہے۔ اگر قنہ و فساد کا خطرہ ہو تو پھر فساد زمانہ کی وجہ سے ممانعت ہے جیسا کہ فی زمانہ (یعنی ہمارے زمانے میں)۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ کی غرض یہ معلوم ہوتی ہے عورتیں رات کے وقت مساجد میں جا سکتی ہیں۔ جیسا کہ احتلاف کا مسلک ہے۔ اور مطلق روایات کو متعذر پر محمول کیا جائے گا۔ کہ اگر قنہ کا خوف ہو تو ممانعت ہے۔ والا فلا یعنی ورنہ نہیں۔

باب صَلَوَةِ النِّسَاءِ خَلْفَ الرِّجَالِ ترجمہ۔ عورتوں کی نماز مردوں کے پیچھے ہو۔

ترجمہ۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز سے سلام پھیرتے تو عورتیں کھڑی ہو جاتیں جبکہ آنحضرت ﷺ اپنا سلام پھیرنا پورا کر لیتے اور خود حضور اقدس ﷺ کھڑے ہونے سے پہلے تھوڑی دیر اپنی جگہ پر رُکے رہتے۔ راوی کہتا ہے کہ ہم یہ سمجھے ہیں واللہ اعلم کہ یہ رُکنا اس لئے تھا تاکہ عورتیں مردوں کے پالینے سے پہلے پہلے واپس چلی جائیں۔

حدیث (۸۲۴) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قُرَّةَ (الخ) عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا سَلَّمَ قَامَ النِّسَاءُ حِينَ يُفْضِي نَسْلِيمَهُ وَيَمُكُّهُ هُوَ فِي مَقَامِهِ يَسِيرًا قَبْلَ أَنْ يُكُوفَ قَالَ نَرَى وَاللَّهِ أَعْلَمُ أَنَّ ذَلِكَ كَانَ لِكَيْ تَنْصَرِفَ النِّسَاءُ قَبْلَ أَنْ يُدْرِكَ كَهَنَ مِنَ الرِّجَالِ.. الحديث...

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے میری والدہ حضرت ام سلیمؓ کے گھر نماز پڑھی میں اور تیمم آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے اور حضرت ام سلیمؓ ہمارے پیچھے کھڑی ہوئیں۔

حدیث (۸۲۵) حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ (الخ) عَنْ أَنَسٍ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ فِي بَيْتِ أُمِّ سَلِيمٍ فَكُمَّتْ وَبَيْتُهَا خَلْفَهُ وَأُمُّ سَلِيمٍ خَلْفَنَا الْحَدِيثُ ...

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ عورتوں کی صفیں ہمیشہ مردوں کے پیچھے ہونی چاہئیں۔

ترجمہ۔ صبح کی نماز سے عورتوں کا جلدی چلا جانا اور مسجد میں ان کا تھوڑا اقیام کرنا۔

باب سُرْعَةِ انْصِرَافِ النِّسَاءِ مِنَ الصُّبْحِ وَقَلَّةِ مَقَامِهِنَّ فِي الْمَسْجِدِ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ

حدیث (۸۲۶) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى (الخ) عَنْ عَائِشَةَ

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي الصُّبْحَ بَغْلِسٍ
فَيُنْصَرِفَنَّ نِسَاءَ الْمُؤْمِنِينَ لَا يَعْرِفَنَّ مِنَ الْفَلْسِ
أَوْ لَا يَعْرِفَنَّ بَعْضَهُنَّ بَعْضًا . الْحَدِيثُ ...

کسی نماز ابو ہریرے میں پڑھتے تھے۔ مومن عورتیں جب
واپس ہوتیں تو اندھیرے کی وجہ سے نہیں پہچانی جاتی تھیں یا
اندھیرے کی وجہ سے ایک دوسرے کو نہیں پہچان سکتی تھیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ جب یہ بات ہے کہ حضور اکرم ﷺ ان کی وجہ سے بیٹھتے تھے تو پھر عورتوں کو جلدی سے لوٹ جانا چاہیے

بابِ اسْتِئْذَانِ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا
بِالْخُرُوجِ إِلَى الْمَسْجِدِ -
ترجمہ۔ مسجد کی طرف جانے کے لئے عورت کا
اپنے شوہر سے اجازت مانگنا۔

حدیث (۸۲۷) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ النَّخَعِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ
بْنِ حُمَيْرٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِذَا اسْتَأْذَنَتِ امْرَأَةٌ
أَحَدَكُمْ فَلَا يَمْنَعُهَا . الْحَدِيثُ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جناب نبی اکرم ﷺ
سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جب تم میں سے کسی
ایک کی بیوی اس سے اجازت مانگے تو وہ شوہر اسے نہ روکے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو بغیر اجازت خاوند کے باہر نکلنے کی اجازت نہیں۔ اگر مرد
اجازت دے تب جاسکتی ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر مرد روکنا چاہے تو روک سکتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مطلب یہ ہے کہ نماز کیلئے مسجد میں جانے کے واسطے عورت کو اپنے شوہر سے اجازت لینا ضروری ہے
یہ سوچنا کافی نہ ہو گا کہ نماز تو حق اللہ ہے اس میں شوہر سے اجازت لینے کی کیا ضرورت ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کِتَابُ الْجُمُعَةِ

بَابُ فَرَضِ الْجُمُعَةِ بِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى
إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ
فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَلِكُمْ
خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ - فَاسْعَوْا
فَامْضُوا.....

ترجمہ۔ جمعہ فرض ہے۔ بوجہ قول اللہ تعالیٰ
جب جمعہ کے دن نماز کے لئے اذان دی جائے تو ذکر
الہی کی طرف چل پڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو یہ
تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ فاسعوا کا معنوا
یعنی دوڑنا مراد نہیں صرف چل پڑنا مراد ہے۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے جناب رسول اللہ کو
یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہم زمانہ کے اعتبار سے آخر میں آنے والے
ہیں لیکن قیامت کے دن ہر معاملہ میں سب سے پہلے ہوں گے
مگر یہ کہ ان لوگوں کو ہم سے پہلے کتاب دی گئی۔ پھر یہ دن جو
ان پر فرض کیا گیا اس میں انہوں نے اختلاف کیا اللہ تعالیٰ نے
ہمیں ہدایت فرمائی اب لوگ اس دن میں ہمارے تابع ہیں۔
عبود نے کل یعنی ہفتہ کا دن لیا۔ اور نصاریٰ نے برسوں یعنی
یک شنبہ کا دن اختیار کیا۔

حدیث (۸۲۸) حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الرَّحْمَانِيُّ أَنَّهُ
سَمِعَ أَبَاهُ رِيثَةَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ
نَحْنُ الْأَخْرُونَ السَّابِقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بَيْنَهُمْ
أَوْ كُنُوا الْكُتَابَ مِنْ قَبْلِنَا ثُمَّ هَذَا أَيُّوْمُهُمُ الَّذِي فَرَضَ
عَلَيْهِمْ فَأَخْتَلَفُوا فِيهِ فَهَذَا أَنَا اللّٰهُ لَهُ فَالِنَّاسُ لِنَافِيهِ
تَبَعَ الْيَهُودُ غَدَوًا وَالنَّصَارَى بَعْدَ غَدٍ.. الحديث..

تشریح از شیخ مدنی۔ لام حاری آیت کریمہ اذانو دی للصلوة الخ سے فرضیت جمعہ پر اس طرح استدلال کرتے ہیں
کہ اذان خود فرض ہے اور وہ فرائض کیلئے ہو کرتی ہے۔ نوافل کے لئے اذان نہیں ہو کرتی۔ دوسرے فاسعوا الی ذکر اللہ فرمایا گیا۔

یہ امر کا صیغہ ہے۔ مگر ذلکم خیر لکم سے اشکال ہوتا ہے کہ نفس خیر سے عدم سعی میں پائی جاتی ہے۔ تو اس سے وجوب سعی کیسے ثابت ہوگا۔ تو کہا جائے کہ لفظ خیر اس جگہ اپنے تفضیلی معنی میں نہیں ہے۔ روایت کی تائید سے اس کی فرضیت ثابت ہو جائے گی۔ کیونکہ ابوداؤد کی روایت سے ثابت ہے کہ ترک جمعہ پر عتاب و عذاب ہے اور ذکر اللہ سے باتفاق المفسرین خطبہ مراد ہے۔ الذی فرض علیہم فرض ممتنع قدر کے ہے۔ اور تقدیرات مستحبات اور سنن وغیرہ کے لئے بھی ہو آ کرتی ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ فرض علیہم متردداً اسلئے انہوں نے اس کو اختیار نہ کیا۔ تو اب یہ اعتراض نہ ہوگا کہ انہوں نے فرض شدہ چیز کو چھوڑ دیا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ جمعہ بضم المیم و سکونہا دونوں طرح سے لغت میں ضبط کیا گیا ہے۔ لیکن ضم نیم اشھر ہے۔

اور یہی قرآن پاک کی لغت ہے اس میں اختلاف ہے کہ یہ اسلامی نام ہے یا جاہلی مطلب یہ ہے کہ یہ نام زمانہ جاہلیت میں بھی تھا یا اسلام میں ہی رکھا گیا اور پہلے اس کا کوئی اور نام تھا۔ علماء کے اس میں دونوں قول ہیں۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ جاہلی نام ہے چونکہ حضرت آدم اور حضرت حوا اجتماع ہبوط من الجنة کے بعد اس دن ہوا تھا۔ اس لئے اس کو جمعہ کہتے ہیں اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ کفار قریش کے بعض اکابر اس دن کسی جگہ جمع ہوتے تھے اس لئے اس کو جمعہ کہنے لگے اور بعض علماء کہتے ہیں کہ اسلامی نام ہے۔ اور اس کا جاہلی نام یوم العروہ ہے جو لوگ جاہلی کہتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ تعداد اسمائیں کیا حرج ہے لفظوں اللہ تعالیٰ اذا نودی للصلوة الخ حضرت امام بخاری نے اس باب سے فرضیت جمعہ بیان فرمائی ہے۔ اور اپنی عادت کے مطابق آیت کریمہ استبوا کا یعنی برکت حاصل کرنے کیلئے اور استدلال کے طور پر اول میں ذکر فرمائی ہے۔ مگر استدلال یہاں زیادہ واضح ہے اس لئے کہ لفظوں اللہ فرمایا ہے اب اس میں اختلاف ہے کہ وجوب کس چیز سے نکلتا ہے۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ فاسعوا الخ سے ثابت ہوتا ہے کیونکہ یہاں پر سعی کا امر ہے اور بعض کی رائے ہے کہ و ذرو البیع سے ثابت ہوتا ہے اس لئے کہ ایک امر مباح کو منع فرما دیا۔ تو اس سے پتہ چلا کہ واجب ہے اور چونکہ فاسعوا میں سعی کا امر فرمایا ہے اور حدیث میں سعی الی الصلوٰۃ کی ممانعت ہے۔ اس لئے حضرت امام بخاری نے رفع اشکال کے لئے اس کی شرح فرمادی فاسعوا فامضوا کے معنی میں ہے یعنی گو سعی لغت میں دوڑنے کے اور تیز چلنے کے معنی میں آتی ہے۔ لیکن یہاں مضی الی الصلوٰۃ مراد ہے۔ امام بخاری خود اس پر باب باندھیں گے۔ پھر اس میں اختلاف ہے کہ جمعہ کی فرضیت کہاں ہوئی مکہ میں یا مدینہ میں۔ حنفیہ کے نزدیک مکہ میں ہوئی۔ مگر شرائط نہ پائے جانے کی وجہ سے اقامت جمعہ نہیں فرمایا۔ اور قبائیں گاؤں ہونے کی وجہ سے جمعہ قائم نہیں فرمایا اور بنو سالم چونکہ مدینہ کے ملحقات میں تھا اس لئے وہاں جمعہ قائم فرمایا۔ شافعیہ فرماتے ہیں کہ فرضیت مدینہ میں ہوئی۔ مالکیہ اور حنبلیہ گول مول ہیں۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے آیت مبارکہ فاسعوا الی ذکر اللہ الخ ذکر فرما کر اشارہ کر دیا کہ جمعہ کی فرضیت مدینہ میں ہوئی۔ حنفیہ جواب دیتے ہیں کہ کیا معلوم راستہ میں فرضیت ہوئی ہو اور آیت کریمہ راستہ ہی میں نازل کی گئی ہو حتیٰ کہ بنو سالم میں جناب نبی اکرم ﷺ نے جمعہ اذ فرمایا اور اسعد بن زرارہ والی روایت حنفیہ کی دلیل ہے کہ چالیس آدمی شرط ہیں۔ لیکن فرضیت کو نہیں مانتے۔ نحن الا خوون السابقون یوم القیامۃ الخ میں اسی پر کئی مرتبہ کلام کر چکا ہوں السابقون یوم القیامۃ کا مطلب یہ ہے کہ گو ہم زمانہ کے اعتبار سے

متاخر ہیں لیکن یہ ہمارا اثر زمانی ہمارے تقدیم رتبی کو مانع نہیں ہوگا۔ تم ہذا یوم مہم الذی فرض علیہم یہ جمعہ کی فرضیت امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اسی طرح تعظیم یوم السبت یہود کیلئے حکم الہی ہے۔ شریعت موسوی کا ایک خاص حکم ہے اس طرح یوم الاحد شریعت عیسوی کا ایک خاص دن ہے۔ اور عیسائیوں کے یہاں مبارک دن ہے۔ لہذا الاشکال یہ ہے کہ باختلاف کا کیا مطلب کیونکہ بظاہر تو اس کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اختیار دیا گیا ہے۔ پھر ان لوگوں نے اختلاف کیا کہ یہود نے یوم السبت اور نصاریٰ نے یوم الاحد کو اختیار کر لیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعض احکام ابتدائی اور آزمائشی ہو کرتے ہیں وہاں اللہ تعالیٰ اختیار دے کر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آزماتے ہیں۔ شب معراج حضور اکرم ﷺ کے سامنے مختلف پیالے پیش کئے گئے حضور اقدس ﷺ نے دودھ کا پیالہ منتخب فرمایا۔ اس پر اشارہ ہوا کہ اگر شراب کا پیالہ لے لیتے تو غوث امتک آپ کی امت گمراہ ہو جاتی اور دودھ پینے پر اصیت الفطرۃ فرمایا۔ کہ تو چونکہ جمعہ کی روایات دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ابتداء اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض نہ ہوا ہو بلکہ ہمارے اسلاف نے اس کو چھاننا پھر اس کو اللہ تعالیٰ نے فرض فرمادیا کیونکہ بہت سے احکام شوق کی وجہ سے فرض ہو جاتے ہیں کما دل علیہ حدیث الترویح۔ چنانچہ اس میں یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ تشریف نہیں لائے تو صحابہ کرامؓ کے سوال کرنے پر فرمایا کہ میں اس لئے نہیں آیا کہ کہیں یہ ترویج تم پر فرض نہ ہو جائے۔ معلوم ہوا کہ شوق کی وجہ سے فرض ہو جاتی ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا جی بہت سی چیزوں کو چاہتا تھا مگر اس خوف سے نہیں کرتے تھے کہ کہیں امت پر فرض نہ ہو جائے۔ ابو داؤد کی ایک روایت میں ہے کہ ایک تابعی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو دیکھا کہ وہ ہر جمعہ کو اسعد بن زرارہ کے لئے دعا کرتے تھے۔ میں نے پوچھا کہ لبا جان یہ اسعد بن زرارہ کون تھے؟ انہوں نے جواب دیا اول من جمع بنا یعنی وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے ہمیں جمع کیا۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ حضرت اسعد بن زرارہؓ اپنی قوم کی تعلیم کے لئے تشریف لائے وہ ان کو تعلیم دیا کرتے تھے۔ اس میں انہوں نے یہ کہا کہ اگر ایک خاص دن مقرر کر لیتے تو اچھا ہوتا۔ چنانچہ جمعہ کا دن مقرر کر لیا۔ اس میں سب لوگ جمع ہو جاتے اور وہ لوگوں کو تعلیم دیتے۔ اور پھر فراغت کے بعد دو رکعت شکرانہ پڑھا کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے رغبت دیکھ کر فرض فرمادیا۔ اس روایت سے امام ابو داؤد نے جمعہ فی القرویٰ ثابت فرمایا ہے کہ بستیوں میں بھی جمعہ فرض ہے۔ اور استدلال اول من جمع بنا فی حورہ بنی بیاضہ سے فرمایا ہے۔ اس کا جواب اپنی جگہ پر آئے گا۔ تو جس طرح ہمارے اسلاف کے اختیار کرنے سے فرض ہو گیا اسی طرح ابتداء قوم موسیٰؑ پر تعظیم یوم السبت و تعظیم یوم الاحد فرض نہ تھی۔ مگر انہوں نے اس کو اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اختیار کی وجہ سے ان پر فرض فرمادیا۔ فالناس لنا فیہ تبع اولاً جمعہ آتا ہے پھر شنبہ اس کے بعد یک شنبہ آتا ہے۔

ترجمہ۔ اس باب میں جمعہ کے دن غسل کرنے کی فضیلت بیان کرنی ہے۔ کیا سچے یا عورتوں پر جمعہ کے دن حاضری ضروری ہے یا نہیں۔

باب فَضْلِ الْغُسْلِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَهَلْ عَلَى الصَّبِيِّ شُهُودٌ يَوْمِ الْجُمُعَةِ أَوْ عَلَى النِّسَاءِ

حدیث (۸۲۹) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ (الخ) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ.....

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی بھی جمعہ کے لئے آئے تو اسے غسل ضرور کرنا چاہیے۔

حدیث (۸۳۰) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ (الخ) عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِؓ بَيْنَا هُوَ قَائِمٌ فِي الْخُطْبَةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِذَا جَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ الْأَوَّلِينَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ فَأَدَاهُ عُمَرُ آيَةَ سَاعَةِ هَذِهِ قَالَ إِنِّي سُغِلْتُ فَلَمْ أَنْقَلِبْ إِلَى أَهْلِي حَتَّى سَمِعْتُ التَّائِيذِينَ فَلَمْ أَرِدْ أَنْ تَوْصَأْتُ قَالَ وَالْوُضُوءُ أَيْضًا وَقَدْ عَلِمْتُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَأْمُرُ بِالْغُسْلِ.....

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطابؓ اس اثنا میں کہ جمعہ کے دن کھڑے ہو کر خطبہ دے رہے تھے کہ اصحاب نبی اکرم ﷺ میں سے مہاجرین اولین میں ایک آدمی اچانک آگیا تو حضرت عمرؓ نے اس کو پکار کر فرمایا کہ کیا یہی گھڑی آنے کی ہے۔ انہوں نے فرمایا میں کسی کام میں مشغول ہو گیا اپنے گمراہوں میں نہیں جاسکا یہاں تک کہ اذان کی آواز سن لی۔ پس وضو کرنے پر کوئی چیز زیادہ نہیں کی کہ حاضر ہو گیا فرمایا وضو بھی ضروری ہے۔ مگر آپ جانتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ غسل کا حکم دیتے تھے۔

حدیث (۸۳۱) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ (الخ) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ....

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جمعہ کے دن نہانا ہر بالغ مسلمان پر واجب ہے۔

تشریح از شیخ مدنی۔ امام احمدؒ اور امام مالکؒ غسل یوم الجمعہ کو واجب کہتے ہیں جیسا کہ صیغہ امر اس پر دلالت کرتا ہے

مگر جمہور اس کے احتجاب کے قائل ہیں۔ پہلی دو روایات سے فضل غسل یوم الجمعہ ثابت ہوا اور دوسرا ترجمہ تیسری روایت سے ثابت کیا کہ غسل یوم الجمعہ ہر بالغ پر واجب ہے تو اس سے غیر محکم نکل جائے گا اور سب صیغہ مذکر کے ہیں۔ نساء اس حکم سے نکل جائیں گی۔ بعض حضرات غسل یوم الجمعہ کے وجوب کو منسوخ مانتے ہیں کیونکہ لوگ عوالی مدینہ سے آتے تھے محنت کش ہونے کی وجہ سے سخت گرمی میں ان کے لون والے کپڑے ہوا کرتے تھے۔ اس وقت غسل ضروری تھا مگر بعد میں اسے منسوخ کر دیا گیا۔ تو یہ حکم منتهی بانہا اعلت ہوا اور ایک روایت میں وارد ہے کہ من غسل یوم الجمعہ فاحسن تو یہ روایت روایات وجوب کے لئے ناخ ہوگی۔

تشریح از شیخ زکریا۔ شرح فرماتے ہیں کہ امام حاریؒ نے کوئی حکم نہیں لگایا۔ مگر میری سمجھ میں یہ نہیں آتا اس لئے کہ

امام بخاری نے فضل کا حکم لگایا ہے۔ اور مذہب علماء اس میں یہ ہیں کہ بعض ظاہر یہ وجوب کے قائل ہیں۔ بکثرة الاوامر بالفعل فی یوم الجمعة کہ جمعہ کے دن غسل کے بارے میں بہت سی روایات آئی ہیں۔ اور متاخرین حضرات حنبلیہ کے یہاں قول راجح اور مفتی بہ یہ ہے کہ مزدور پیشہ اور سخت کام کرنے والوں کے لئے تو فرض ہے۔ اور جو لوگ کچھ کام و کاج نہیں کرتے ان کا استدلال حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت سے ہے جس میں وہ غسل کی علت بیان فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں لوگ کام کاج کرتے تھے۔ اور پھر وہ اسی حالت میں جمعہ کے لئے آتے تھے تو ان کے کپڑوں سے بدبو آتی تھی۔ جس سے نمازیوں کو تکلیف ہوتی تھی۔ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا لو اغسلتم کاش تم غسل کر لیتے اور اب یہ بات نہیں ہے۔ اور بقیہ امر کے نزدیک سنت ہے۔ اذ دخل رجل یہ حضرت عثمان بن عفان تھے۔ من المهاجرین الاولین اس سے کون لوگ مراد ہیں۔ جس کا ذکر آیت کریمہ السابقون الاولون من المهاجرین میں ہے۔ اور اس کے بارے میں علماء کا اختلاف یہ ہے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں ماہجرین اولین وہ اصحاب ہیں جو اصحاب الہجرتین ہیں اور بعض کے نزدیک وہ حضرات ہیں جو اصحاب القبلیتین ہیں۔ اور بعض کی رائے ہے کہ ماہجرین اولین سے اصحاب بدر مراد ہیں۔ اور بعض اصحاب الشجرہ کو کہتے ہیں اور حضرت عثمان صاحب الہجرتین ومن المصلین الی القبلیتین ومن اصحاب الشجرہ ہیں فناداه عمر اية ساعة هذه جو لوگ وجوب کے قائل ہیں وہ حضرت عمرؓ کے زجر سے استدلال کرتے ہیں۔ اور منکرین وجوب اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہ تو حضرت عمرؓ تھے جو زجر پر اکتفا کر لیا۔ اگر مار بھی دیتے تو کوئی عجب نہیں تھا۔ اگر واجب ہوتا تو صرف زجر پر اکتفا نہ فرماتے۔ بلکہ امر فرماتے کہ غسل کر کے آئیں۔ بچہ پر غسل ہونے نہ ہونے کے اندر صراحت نص نہیں ہے۔ اس لئے لفظ هل بوجہا دیا۔ لیکن روایت میں کل محتلم کی قید یہ بات بتا رہی ہے کہ بچہ پر غسل واجب نہیں۔ نیز آگے روایت میں آتا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ عورتوں کو رات کے وقت مسجد میں آنے کی اجازت دے دیا کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے لئے آنا واجب نہیں۔ اور نہ ہی ان پر غسل ہے۔ اب اس میں ایک اختلاف یہ بھی ہے کہ آیا غسل یوم الجمعة کے لئے ہے یا صلوة جمعہ کے لئے دونوں قول ہیں۔ اب میری رائے سنو! کہ روایات کے تتبع اور تلاش سے پتہ چلتا ہے کہ کل تین غسل کا ذکر آتا ہے۔ ایک لکل الاسبوع ہر ہفتہ کا غسل۔ دوسرے غسل یوم الجمعة۔ تیسرے غسل لصلوة الجمعة۔ اول کا تعلق نظافت سے ہے اور اس کا تعلق جمعہ سے کچھ نہیں۔ دوسرے غسل کو نماز سے کوئی تعلق نہیں۔ اور تیسرا غسل وہ ہے جو نماز کے لئے ہو۔ لہذا کوئی شخص نماز سے قبل غسل کر لے جمعہ کے دن کی اور اسبوع کی نیت کرے تو اسے تینوں غسلوں کا ثواب ملے گا۔

باب الطَّيِّبِ لِلْجُمُعَةِ

ترجمہ۔ جمعہ کے لئے خوشبو لگانا

ترجمہ۔ حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ پر اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن کا

حدیث (۸۳۲) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ أَشْهَدُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ الْغُسْلُ

غسل ہر بالغ پر واجب ہے۔ اور یہ کہ مسواک کرنا اور یہ کہ اگر موجود ہو تو خوشبو لگائے۔ حضرت عمرو بن سلیم انصاریؓ نے فرمایا لیکن غسل اس کی تو میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ واجب ہے رہ گیا مسواک کرنا اور خوشبو لگانا۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں کہ آیا یہ واجب ہیں یا نہیں۔ لیکن حدیث میں اسی طرح ہے۔

يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ وَأَنْ يُسْتَنَّ
وَأَنْ يَمَسَّ طَيِّبًا إِنْ وَجَدَ قَالَ عَمْرٌ وَأَمَّا الْغُسْلُ
فَأَشْهَدُ أَنَّهُ وَاجِبٌ وَأَمَّا الْأَمْتِنَانُ وَالطِّيبُ فَاللَّهُ أَعْلَمُ
وَاجِبٌ هُوَ أَمْ لَا وَلَكِنْ هَكَذَا فِي الْحَدِيثِ . الخ

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ خوشبو کے بارے میں ائمہ اربعہ اور اصحاب ظواہر میں کوئی اختلاف نہیں۔ البتہ ذور صحابہ میں اختلاف تھا۔ بعض حضرات وجوب کے قائل تھے اور بعض قائل نہیں اس واسطے روایات میں بعض حکم لگاتے ہیں اور بعض لادری کہہ دیتے ہیں البتہ اب ائمہ اربعہ اور اصحاب ظواہر کے یہاں خوشبو لگانا اولیٰ ہے۔ قال ابو عبد اللہ حضرت امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ سند حدیث میں جو ابو بکر وارد ہے وہ محمد بن المنکدر کے بھائی ہیں اور ان کا کوئی نام ذکر نہیں کیا گیا اور ان سے متعدد روایوں نے روایت کی ہے جن میں سے بعض کا نام بخاری میں مذکور ہے یعنی وہ معروف آدمی ہیں۔ وکان محمد بن المنکدر الخ یعنی تم کو التباس نہ ہو جائے کہ محمد بن المنکدر کی کنیت ابو بکر بھی ہے اور ابو عبد اللہ بھی ہے۔

باب فَضْلِ الْجُمُعَةِ

ترجمہ۔ جمعہ کی فضیلت کیا ہے

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے جمعہ کے دن جنات والے غسل کی طرح غسل کیا پھر جمعہ کے لئے چل پڑا تو گویا کہ اس نے اونٹ کی قربانی دی۔ اور جو دوسری گھڑی میں چلا گیا کہ اس نے گائے کی قربانی دی۔ اور جو تیسری گھڑی میں آگیا گویا کہ اس نے سینگوں والے مینڈھے کی قربانی دی اور جو چوتھی گھڑی میں چل کر آیا گویا اس نے مرغی کی قربانی دی۔ اور جو پانچویں گھڑی میں چل آیا گویا اس نے اٹھارے کی قربانی دی۔ پھر جب امام خطبہ کیلئے نکلتا ہے تو فرشتے حاضر ہو کر خطبہ کا ذکر سنتے ہیں۔

حدیث (۸۳۳) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ النَّح
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ مَنْ اغْتَسَلَ
يَوْمَ الْجُمُعَةِ غَسَلَ الْجَنَابَةَ ثُمَّ رَاحَ فَكَانَتْ مَقْرَبَ بَدْنَةٍ
وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّانِيَةِ فَكَانَتْ مَقْرَبَ كَبْشَاءٍ
أَقْرَبَ وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الرَّابِعَةِ فَكَانَتْ مَقْرَبَ
دُجَاجَةٍ وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الْخَامِسَةِ فَكَانَتْ مَقْرَبَ
قَرَبٍ بَيْضَةٍ فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ حَضَرَتِ الْمَلَائِكَةُ
يَسْتَمِعُونَ الذِّكْرَ .. الحديث

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یا تو صلوٰۃ جمعہ کی فضیلت بیان کرنی ہے یا ذہاب الصلوٰۃ الجمعه کہ جمعہ کی نماز کیلئے چلنا اس کی فضیلت

بیان کرتی ہے۔ من اغتسل غسل الجنابة غسل الجمابیتیا تو منصوب نزع الحافض ہے اور مطلب یہ ہے کہ غسل الجنابة یعنی غسل جنابت کی طرح خوب استیعاب سے غسل کرے۔ اور مالکیہ کے یہاں تو ذلك یعنی بدن کا ملنا بھی فرض ہے حتیٰ کہ اگر ایک قطرہ کے برابر بھی جگہ چھوڑ دی گئی تو کسی کے یہاں بھی غسل نہیں ہو گا۔ اگر ذلك چھوڑ دیا تو مالکیہ کے یہاں غسل نہ ہو گا۔ لہذا حاصل یہ ہو گا کہ خوب استیعاب اور ذلك کے ساتھ غسل کرے۔ اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ مفعول مطلق ہو۔ اس وقت مطلب یہ ہو گا کہ غسل جنابت کرے یعنی پہلے اپنی بیوی سے بھستری کرے پھر غسل کرے۔ علامہ نوذبی فرماتے ہیں کہ یہ معنی بالکل غلط ہیں۔ اور حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ کام کوئی ایسا غلط تو ہے نہیں اور میری بھی یہی رائے ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ جمعہ کا دن اجتماع کا دن ہوتا ہے اس میں بازاروں میں سے ہو کر جانا ہوتا ہے تو ممکن ہے کسی عورت پر نگاہ پڑ جائے اور بد نظری ہو۔ خلاف اس کے کہ جب غسل جنابت کئے ہوئے ہو گا اور جماع سے فارغ ہو گا تو پھر طبیعت آسودہ ہوگی۔ اس وقت طبیعت نہ چاہے گی۔ اور بد نظری سے محفوظ رہے گا۔ اب یہاں ایک فقہی مسئلہ مختلف فیہ ہے وہ یہ کہ غسل جنابت غسل جمعہ کے لئے کافی ہو گیا نہیں۔ جمہور کے یہاں کافی ہو جائے گا۔ کیونکہ مقصود ازالہ ریح ہے۔ اور مالکیہ کے یہاں اگر غسل جنابت کے ساتھ غسل جمعہ کی نیت بھی کر لے تو کافی ہو جائے گا۔ نہ گاور نہ نہیں۔ فاذا اخرج الامام یعنی جب خطبہ کے لئے امام منبر پر آجائے۔ اور مطلب یہ ہے کہ جمعہ کو جانے والے لوگ امام کے خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہونے سے پہلے پانچ قسموں میں منقسم ہو جائیں گے۔ اب پھر اس میں اختلاف ہے کہ یہ ساعات خمسہ، مذکورہ فی الحدیث کب سے شروع ہوں گی۔ جمہور کے نزدیک صبح کی نماز کے بعد سے لے کر امام کے خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہونے تک جتنا وقت ہو گا اس کو پانچ حصوں پر برابر تقسیم کر دیا جائے گا۔ اگر مثلاً صبح کی نماز سے لے کر نہو ض امام تک پانچ گھنٹے ہوں، تو ایک ایک گھنٹہ ہو جائے گا۔ فالذہاب فی الاولیٰ کالمہدی بدینہ حضرت امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر ساعات سے مراد یہ ہو جو آپ فرماتے ہیں تو کوئی بھی بدینہ (اونٹ کا ثواب) حاصل نہ کر سکے گا۔ اس لئے کہ ہم نے نہیں سنا کہ صحابہ کرام صبح سے ہی مسجد میں جا کر بیٹھ جاتے ہوں اور پھر حضور اکرم ﷺ کی ترغیب کے باوجود چھوڑ دیتے ہوں۔ اور حضرت عثمان کی حدیث سے ابھی معلوم ہو گیا کہ وہ اذان کے وقت تک مشغول رہے جب خطبہ شروع ہو گیا اس وقت وہ تشریف لائے۔ تو مہاجرین اولین کا یہ حال تھا تو پھر اوروں کا کیا پوچھنا؟ اس لئے کہا جائے گا کہ یہ ساعات بعد الزوال شروع ہوں گی اور زوال سے شروع ہو کر نہو ض امام للخطبہ تک جتنا وقت ہو گا اس کو پانچ حصوں میں تقسیم کر دیا جائے گا اگر ایک گھنٹہ ہو تو بارہ بارہ منٹ کی ساعات ہو جائیں گی۔ جمہور فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں زوال کے ہوتے ہی خطبہ کی اذان شروع ہو جایا کرتی تھی۔ اور حضور اکرم ﷺ خطبہ کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے۔ اور اس وقت اذان اذیل تو تھی ہی نہیں۔ یہ تو حضرت عثمان کے زمانہ میں زیادہ کی گئی۔ پھر ساعات کہاں ملیں گی۔ لہذا ساری ترغیب بے کار ہو جائے گی۔ اور یہ کہنا کہ صحابہ کرام سے منقول نہیں ہے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ عدم ذکر عدم مستلزم نہیں اور یہاں جمہور اور مالکیوں کے خلاف بہت کچھ اشکال ہے۔ او جز کے اندر اس کے موافق روایات تلاش کر کے لکھی گئی ہیں وہاں دیکھ لو اجمال یہ ہے کہ ذہاب الی الجمعہ کے بارے میں مختلف روایات ہیں بعض میں من غذا الی الجمعہ ہے اور غدوة کے معنی صبح کو

جانے کے ہیں۔ اور بعض میں من راح ہے اور رواح کے معنی زوال کے بعد جاتے کے ہیں۔ اور بعض میں من کبر ہے۔ اور تکبیر اور غدوہ ایک ہی ہیں فرق یہ ہے کہ تکبیر میں کچھ مبالغہ ہے اور بعض میں المہجر کا لفظ ہے۔ یعنی دوپہر کی دھوپ میں جانے والا۔ میرے نزدیک مہجر والی روایت راجح ہے کیونکہ تہجیر کے معنی ہیں دھوپ میں جانا اور اس کے مراد لینے میں سب روایات میں جمع ہو جاتا ہے کیونکہ تکبیر اور غدوہ کی روایات مجازاً قرب کی وجہ سے تہجیر والی روایات پر محمول ہو جائیں گی۔ اس طرح راح والی روایت بھی اس پر محمول ہو جائے گی۔ اب نہ مالکیہ کا اشکال رہتا ہے نہ ہی جمہور کا۔

باب

حدیث (۸۳۴) حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ لَالِخُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ ۞ بَيْنَمَا هُوَ يُحْطَبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِذَا دَخَلَ رَجُلٌ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِمَ تَحْتَسِبُونَ عَنِ الصَّلَاةِ فَقَالَ الرَّجُلُ مَا هُوَ إِلَّا سَمِعْتُ الْبَدَاءَ تَوَضَّأْتُ فَقَالَ أَلَمْ تَسْمَعُوا النَّبِيَّ ۞ قَالَ إِذَا رَاحَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْجُمُعَةِ فَلْيَغْتَسِلْ ۞

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ دیریں اتنا کہ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے کہ اچانک ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا تو حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا کہ تم لوگ نماز سے کیوں رکتے ہو۔ اس آدمی نے کہا کہ حضرت بس اتنی دیر ہوئی کہ میں نے اذان سنی وضو کیا اور حاضر ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کہ کیا جناب نبی اکرم ﷺ کا یہ قول نہیں سنا کہ جب تم میں سے کوئی شخص جمعہ کی طرف چلے تو غسل ضرور کرے۔

تشریح از شیخ مدنی۔ اس باب کو امام بخاریؒ بلا ترجمہ لائے ہیں شاید مقصد یہ ہو کہ ابھی روایات سے وجوب غسل معلوم

ہو تا تھا۔ مصنفؒ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ وجوب شرعی نہیں ہے ورنہ حضرت عثمانؓ غسل یوم الجمعہ کو ترک نہ کرتے اور ایسے ہی حضرت فاروق اعظمؓ ان کو نہ چھوڑتے۔ اس سے امام شافعیؒ اور جمہور ائمہ غسل یوم الجمعہ کے استحباب کے قائل ہیں اور ساعات کا شمار امام مالکؒ بعد الزوال کرتے ہیں۔ اور جمہور فرماتے ہیں کہ طلوع شمس سے لے کر خروج الامام الی الخطبہ تک ہے اور پھر یہ ساعات ہوتی ہیں روایت باب میں پانچ ساعات ذکر کی گئی ہیں۔ مگر دوسری روایات میں چھٹی ساعہ کا ذکر بھی ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ یہ باب بلا ترجمہ ہے۔ حافظ ابن حجر کی رائے ہے کہ مالکیہؒ پر رد کرنا مقصود ہے۔ اور میری رائے یہ ہے

کہ مالکیہ کی تائید ہے۔ حافظ نے حضرت عمرؓ کے انکار سے استدلال کیا ہے۔ اور طریق استدلال یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عثمانؓ پر اعتراض کیا کہ دیر سے کیوں آئے۔ اور وہ زوال کے بعد اذان ہوتے ہی آئے تھے۔ تو جب اس وقت سے ساعات شروع ہوتی ہیں تو پھر اعتراض کیوں کیا۔ اور میرا استدلال راح کے لفظ سے ہے۔ کہ باوجود انکار کے حضرت عمرؓ نے رواح کا لفظ استعمال کیا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ مقصود جمعہ کی فضیلت ثابت کرنا ہو جو امر بالاغتسال سے کرتے ہیں۔

باب الدَّهْنِ لِلْجُمُعَةِ

ترجمہ۔ جمعہ کے لئے تیل لگانا

ترجمہ۔ حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے۔ اور جہاں تک ممکن ہو خوب طہارت کرے اور اپنا تیل استعمال کرے۔ اور گھر کی خوشبو لگائے۔ مسجد کے نکلنے اور دو آدمیوں کے درمیان جدائی نہ کرے۔ پھر جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے لکھا ہے اس قدر نماز پڑھے۔ پھر چپ ہو کر بیٹھ رہے جبکہ امام خطبہ کے لئے بول رہا ہے۔ تو اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے

حدیث (۸۳۵) حَدَّثَنَا أَبُو الْحَسَنِ سَلْمَانَ الْفَارِسِيُّ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا يَغْتَسِلُ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَتَطَهَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طَهْرٍ وَيَدْهِنُ مِنْ دُهْنِهِ أَوْ يَمَسُّ مِنْ طِيبٍ بَيْنَهُ ثُمَّ يَخْرُجُ فَلَا يَفْرُقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ ثُمَّ يَصَلِّي مَا كَتَبَ لَهُ ثُمَّ يَنْصُتُ إِذَا كَلَّمَ الْإِمَامَ الْأَعْفَوُ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَمَا بَيْنَ الْجُمُعَةِ الْآخَرَى . الْحَدِيثُ ...

تشریح از شیخ زکریا۔ یہ تیل خوشبو ہی کے قبیلہ سے ہے۔

ترجمہ۔ حضرت طاؤس فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا کہ لوگ ذکر کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن غسل کرو اور اپنے سروں کو بھی دھو ڈالو اگرچہ تم جہنی نہ بھی ہو اور خوشبو لگاؤ۔ تو ابن عباسؓ نے فرمایا کہ لیکن غسل تو ہے ہی۔ البتہ خوشبو کے متعلق میں نہیں جانتا۔

حدیث (۸۳۶) حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ ذَكَرُوا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ اغْتَسِلُوا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاغْسِلُوا رُؤُوسَكُمْ وَإِنْ لَمْ تَكُونُوا جُنُبًا وَاصْبُوا مِنْ الطِّيبِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَمَا الْغُسْلُ فَنَعَمْ وَأَمَا الطِّيبُ فَلَا أَدْرِي . الْحَدِيثُ ...

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس جناب نبی اکرم ﷺ کا قول غسل یوم الجمعة کے بارے میں ذکر کیا گیا تو میں نے ابن عباسؓ سے عرض کی کہ کیا خوشبو دار تیل اگر اس کے گھر والوں کے ہاں موجود ہو تو کیا لگا سکتا ہے انہوں نے کہا میں اس بارے میں علم نہیں رکھتا۔

حدیث (۸۳۷) حَدَّثَنَا أَبُو إِهْرِيمَ بْنُ مُوسَى (الغ) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ ذَكَرَ قَوْلَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ أَيُّ طَيْبٍ أَوْ دُهْنًا إِنْ كَانَ عِنْدَهُمْ فَقَالَ لَا أَعْلَمُهُ . الْحَدِيثُ

تشریح از شیخ زکریا۔ اما الطیب فلا ادری اس میں اشکال یہ ہے کہ ابن ماجہ میں ابن عباسؓ کی روایت میں طیب کا ذکر ہے

اب یا تو یہ کہا جائے کہ تعارض کی صورت میں بخاری کی روایت راجح ہوگی۔ اور یا یہ کہا جائے کہ ممکن ہے پہلے یاد نہ رہا ہو اور پھر یاد آ گیا ہو۔ لہذا ممکن ہے بخاری کی روایت مقدم ہو۔ اور ابن ماجہ میں جو مذکور ہے وہ بعد کا واقعہ ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ابن ماجہ والی روایت از قبیل مر اسیل صحابہ ہو۔ یعنی پہلے معلوم نہ تھا نفی کر دی پھر ابو سعید خدری وغیرہ کو سن کر روایت فرمادی۔ اور دھن جمہور کے نزدیک مستحب ہے حضرت ابو ہریرہؓ کے نزدیک واجب ہے۔

ترجمہ۔ اچھے کپڑے جو میسر ہوں وہ جمعہ کے دن پہننے

باب يَلْبَسُ أَحْسَنَ مَا يَجِدُ

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے مسجد نبویؐ کے دروازے پر ایک قیمتی جوڑا سرخ رنگ کا دیکھا تو عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اگر آپؐ اس جوڑے کو خرید لیتے تو اچھا ہوتا۔ تاکہ آپؐ اس کو جمعہ کے دن پہنتے۔ یا اس وفد کیلئے جو آپؐ کے پاس آتا۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ ان لوگوں کا لباس ہے جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ پھر جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس ان جوڑوں میں کچھ جوڑے آئے تو آپؐ نے ان میں سے ایک جوڑا حضرت عمرؓ کو دے دیا جس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپؐ مجھے یہ پہناتے ہیں حالانکہ عطار و تاجر کے جوڑے کے بارے میں آپؐ مجھے وہ بات فرما چکے ہیں جو آپؐ نے مجھے فرمائی کہ یہ آخرت والوں کا لباس نہیں ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ پوشاک میں نے تم کو اس لئے نہیں دی کہ آپؐ اسے خود پہنیں

حدیث (۸۳۸) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَأَى حُلَّةً سِيْرَاءَ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَوْ اشْتَرَيْتَ هَذِهِ فَلَبَسْتَهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلِلْوَفْدِ إِذَا قَدِمُوا عَلَيْكَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّمَا يَلْبَسُ هَذِهِ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ فِي الْآخِرَةِ ثُمَّ جَاءَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مِنْهَا حُلَّةٌ فَأَعْطَى عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ مِنْهَا حُلَّةً فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَسَوْتَنِيهَا وَقَدْ قُلْتَ فِي حُلَّةِ عَطَّارٍ مَأَقَلْتَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنِّي لَمْ أَكْسُكَهَا لِتَلْبَسَهَا فَكَسَاهَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أَخَا لَهُ بِمَكَّةَ مُشْرِكًا۔ الحديث....

تو حضرت عمر بن الخطابؓ نے وہ جوڑا اپنے اس مشرک بھائی کو پہنا دیا جو مکہ میں رہتا تھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ روایت سے ترجمہ الباب ثابت نہیں ہوتا۔ تو کہا جائے گا حلة سیراء وہ پوشاک ہے جس میں دھاریاں پڑی ہوئی ہوں۔ جس سے وہ خوبصورت لگتا ہے۔ اور حضرت عمر بن الخطابؓ نے جو اس کے خریدنے کی خواہش ظاہر کی اور فرمایا کہ آپؐ اسے یوم الجمعہ میں پہنا کریں۔ جس سے معلوم ہوا کہ یوم الجمعہ میں احسن ثياب کا پہننا راجح تھا اور آپؐ نے بھی اس پر کوئی تکمیر نہیں کیا باقی چونکہ ریشمی تھا اسلئے آپؐ نے اسے نہیں خریدا۔ صفحہ ۱۳۰ پر باب العیدین میں ایک باب ماجاء فی العیدین والتجمل فیہما

آ رہا ہے۔ حضرت امام بخاریؒ نے جو روایت یہاں ذکر فرمائی ہے وہی وہاں بھی ذکر فرمائی ہے اور الفاظ ترجمہ میں فرق فرمادیا۔ میرے نزدیک احسن مایجد سے تو امام بخاریؒ نے ابو اب الجمعه میں ذکر فرما کر یہ اشارہ کر دیا کہ جمعہ میں نئے کپڑے خریدنے کی ضرورت نہیں بلکہ جو موجود ہیں ان میں سے جو اچھا ہو ان کو پہن لے۔ اور عیدین میں اگر نئے کپڑے خرید لے تو جائز ہے کوئی حرج نہیں۔ اور حضور اقدس ﷺ کا انکار تجل پر نہیں تھا۔ بلکہ ریشمی ہونے کی وجہ سے تھا۔ لہذا معلوم ہو گیا کہ تجل جائز ہے۔ اور انکار امر عارض کی وجہ سے ہے۔

باب السَّوَاكِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

ترجمہ۔ جمعہ کے دن مسواک کرنا

ترجمہ۔ اور حضرت ابو سعیدؓ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ مسواک کرتے تھے۔

وَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ يَسْتَنُّ ...

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر مجھے امت کے مشقت میں پڑنے کا خوف نہ ہوتا۔ یا فرمایا لوگوں پر مشقت نہ ہوتا تو میں انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

حدیث (۸۳۹) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ لَوْلَا أَنَا أَشَقُّ عَلَى أُمَّتِي أَوْ لَوْلَا أَنَا أَشَقُّ عَلَى النَّاسِ لَأَمَرْتُهُمْ بِالسَّوَاكِ مَعَ كُلِّ صَلَاةٍ . الْحَدِيثُ ...

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے مسواک کے بارے میں تم سے بہت مبالغہ کیا ہے۔

حدیث (۸۴۰) حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ أَخْبَرَنَا حَدَّثَنَا أَنَسٌ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَكْثَرْتُ عَلَيْكُمْ فِي السَّوَاكِ .. الْحَدِيثُ ...

ترجمہ۔ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ جب رات کو اٹھتے تھے تو اپنے منہ کو مسواک ملتے تھے۔

حدیث (۸۴۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا عَنْ حَذِيفَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَشْوِصُ فَاهُ . الْحَدِيثُ ...

تشریح از شیخ زکریا۔ جمعہ کے دن مسواک کرنا بعض ظاہریہ کے نزدیک واجب ہے اور جمہور کے نزدیک سنت مؤکدہ

ہے اور بعض ظاہریہ مثلاً اسحاق بن راہویہ کے نزدیک اگر مسواک عمدہ چھوڑ دی تو جمعہ ہی صحیح نہیں ہوگا اور میرے نزدیک حضرت امام بخاریؒ جمہور کے مذہب کی طرف مائل ہیں۔ اس لئے روایات عامہ ذکر فرمائیں۔ خاص طور سے جو مسواک فی الجمعہ میں وارد ہیں ان کو ذکر نہیں فرمایا۔ اذا قام من اللیل یشو ص فاه اس روایت پر اشکال ہے کہ یہ ترجمہ کے مطابق نہیں کیونکہ اس کا تعلق تہجد سے ہے۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ تاکید مسواک پر استدلال فرماتے ہیں کہ جب نفل کے لئے مسواک کرتے تھے تو فرض کے لئے بطریق اولیٰ چاہئے دوسرا جواب یہ ہے کہ اس روایت کو ذکر فرما کر یہ بتلادیا کہ حضور اقدس ﷺ نے بھی رات کو مسواک کی ہے۔ لہذا جمعہ کے دن کی کوئی خصوصیت نہیں۔ اس صورت میں ظاہر یہ پروردہ ہوگا۔

ترجمہ۔ جو شخص دوسرے کی مسواک استعمال کرے اس کا کیا حکم ہے۔

باب مَنْ تَسَوَّكَ بِسِوَاكِ غَيْرِهِ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ میرے گھر میں داخل ہوئے اور ان کے پاس ایک مسواک تھی جس سے وہ مسواک کر رہے تھے جناب رسول اللہ ﷺ نے اسکی طرف غور سے دیکھا تو میں نے کہا اے عبدالرحمن یہ مسواک مجھے دے دو۔ چنانچہ وہ مسواک انہوں نے مجھے دے دی میں نے اسے توڑا پھر چبا یا اور پھر جناب رسول اللہ ﷺ کو دے دی۔ جس سے آپ نے اس حالت میں مسواک کیا کہ آپ میرے سینے کا سہارا لینے والے تھے۔

حدیث (۸۴۲) حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ وَمَعَهُ سِوَاكٌ يَسْتَنْ بِهُ فَنظَرَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقُلْتُ لَهُ أَعْطِنِي هَذَا السِّوَاكَ يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ فَأَعْطَانِيهِ فَقَضَيْتُهُ ثُمَّ مَضَعْتُهُ فَأَعْطَيْتُهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَاسْتَنَّ وَهُوَ مُسْتَنْدٌ إِلَيَّ صَدْرِي. الْحَدِيث.

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسواک ایک مؤکد چیز ہے۔ لہذا اگر کسی سے مانگ کر لے تو جائز ہے۔ حالانکہ سوال ذلت ہے۔ اور بعض علماء کی رائے ہے کہ حضرت امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے ان لوگوں پر رد کرنا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ہر شخص کا رین یعنی تھوک اس کے حق میں ظاہر اور دوسرے کے حق میں نجس ہے۔ مگر میرے نزدیک یہ غلط ہے۔ اس لئے کہ اگر یہ غرض ہوتی تو ابواب الطہارت میں جہاں سور (جموٹا) کا ذکر آیا تھا وہاں یہ باب ذکر فرماتے۔ روایت مرض الوفا کے زمانہ کی ہے۔

ترجمہ۔ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں کیا پڑھا جائے۔

باب مَا يَقْرَأُ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں الم تنزیل اور هل اتی

حدیث (۸۴۳) حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ النَّخَعِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْفَجْرِ

يَوْمَ الْجُمُعَةِ اَلَمْ تَنْزِيلٌ وَهَلْ اَتَى عَلَيَّ الْاِنْسَانِ .. على الانسان الخ پڑھا کرتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ شوافع نے تو افراط کیا کہ وہ ان دو سورتوں کے علاوہ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں اور کچھ نہیں پڑھتے

اور احتلاف نے یہ تفریق کی کہ انہوں نے عام طور پر اس کو چھوڑ ہی دیا۔

ترجمہ۔ بستیوں اور شہروں میں جمعہ جائز ہے

باب الْجُمُعَةِ فِي الْقَرْيِ وَالْمَدْنِ

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مسجد نبویؐ کے بعد جو پہلا پہلا جمعہ پڑھا گیا وہ بحرین کے جو اٹی چھاؤنی قبیلہ عبد القیس کی مسجد میں تھا۔

حدیث (۸۴۴) حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى (البح) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّ أَوَّلَ جُمُعَةٍ جُمِعَتْ بَعْدَ جُمُعَةِ فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي مَسْجِدِ عَبْدِ الْقَيْسِ بِجَوَانِي مِنَ الْبَحْرَيْنِ . الْحَدِيثُ

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے کہ تم میں سے ہر ایک گھرانے ہے۔ اور لیث نے یہ زیادتی کی کہ یونس نے کمارزین بن حکیم نے ابن شہاب زہری کو لکھا۔ اور میں ان دنوں وادی القرئی میں ابن شہاب کے ساتھ تھا۔ اگر میں جمعہ قائم کروں تو آپ کی کیا رائے ہے۔ اور رزین ایسی زمین پر حاکم تھا جہاں وہ زراعت بھی کرتا تھا۔ اور ان میں سوڈانیوں اور دوسرے لوگوں کا رکناں کی ایک جماعت رہتی تھی۔ رزین ان دنوں ایلہ کا امیر تھا لیکن عمل زراعت ہر جگہ تھا۔ تو ابن شہاب نے ان کو لکھا جبکہ میں سن رہا تھا کہ وہ ان کو جمعہ قائم کرنے کا حکم دیتے تھے۔ وہ اس کو خبر سنا تے تھے کہ حضرت سالم نے انہیں حدیث بیان کی کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے تھے میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے۔ تم میں سے ہر ایک گھرانے ہے۔ اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہو گا

حدیث (۸۴۵) حَدَّثَنِي بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ (البح) عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ كَلِمٌ رَاجِعٌ وَرَاجِدٌ قَالَ يُونُسُ كَتَبَ رَزِيْقُ ابْنِ حَكِيْمٍ اِلَى ابْنِ شِهَابٍ وَاَنَا مَعَهُ يَوْمَئِذٍ بِوَادِي الْقَرْيِ هَلْ تَرَى اَنْ اُجْمَعَ وَرَزِيْقٌ عَلَيَّ اَرْضٍ يُعْمَلُهَا وَفِيهَا جَمَاعَةٌ مِنَ السُّوْدَانِ وَاغْيَرِهِمْ وَرَزِيْقٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيَّ اَيْلَةٌ فَكَتَبَ ابْنُ شِهَابٍ وَاَنَا سَمِعْتُ يَامِرَةَ اَنْ يُجْمَعَ بِحَبْرَةَ اَنْ سَالِمًا حَدَّثَهُ اَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ كَلِمٌ رَاجِعٌ وَكَلِمٌ مَسْتَوِلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ الْاِمَامُ رَاجِعٌ وَمَسْتَوِلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالرَّجُلُ رَاجِعٌ فِي اَهْلِهِ وَهُوَ مُسْتَوِلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالْمَرْءُ رَاجِعٌ فِي بَيْتِ رُوْحِهَا وَمَسْتَوِلٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا

وَالْخَادِمُ رَايَ فِي مَالِ سَيِّدِهِ وَهُوَ مُسْتَوِلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ قَالَ وَحَسِبْتُ أَنْ قَدْ قَالَ وَالرَّجُلُ رَايَ فِي مَالِ أَبِيهِ وَهُوَ مُسْتَوِلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَكُلُّكُمْ رَايَ وَمُسْتَوِلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ.. الْحَدِيثُ....

امام بھی نگران ہے اس سے اپنی رعایا کے متعلق سوال ہو گا اور آدمی (مرد) اپنے گھڑ والوں کا نگران ہے اس سے اپنی رعایا کے متعلق سوال ہو گا۔ عورت اپنے خاوند کے گھر کی نگران ہے اس سے اپنی رعایا کا سوال ہو گا تو کہ اپنے سردار کے مال کا نگران ہے اس سے اپنی رعایا کا سوال ہو گا۔ اور میرا گمان یہ ہے کہ

انہوں نے یہ بھی کہا آدمی اپنے باپ کے مال کا بھی نگران ہے اس سے اپنی رعایا کا سوال ہو گا۔ اور ہر ایک تم سے نگران ہے اور اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہو گا۔

تشریح از شیخ مدنی۔ اختلاف اس میں ہے کہ آیا نماز جمعہ مثل صلواتِ خمسہ کے ہے۔ یا اس میں کوئی خصوصیت ہے

جمہور اس کی خصوصیت مخصوصہ کو مانتے ہیں۔ غیر مقلد اور بعض اہل ظواہر سے صلواتِ خمسہ کا حکم دیتے ہیں کہ خواہ کوئی صحرا ہو یا بیناں (آبادی) چھوٹا قریہ ہو یا بڑا سب جگہ جمعہ جائز ہے مگر ارباب مذاہب اربعہ اس میں خصوصیت مانتے ہیں کہ جمعہ اس صورت میں جائز ہے کہ جہاں کے لوگ منتقل ہونے والے نہیں ہیں۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ خیام متصلہ (یعنی جو خیمے متصل ہو کر بستیں بن جائے) اس میں بھی جمعہ جائز ہے۔ البتہ امام مالکؒ مطلقاً خیام میں جمعہ جائز نہیں کہتے۔ اگر اہل ایبنة ذات عمود (ستون والے) نہ ہوں تو اس میں امام مالک وہی سوق (بازار) اور مسجد کی شرط لگاتے ہیں۔ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ ان شرط کے ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ چالیس احرار ہوں۔ حضرت امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ مصر اور فنا مصر میں جمعہ واجب ہے۔ فنا مصر یعنی وہ آبادی جو شہر کی ضروریات و مصالح کے لئے بنائی جائے جہاز والوں پر جہاں اور قفا (چٹیل میدان) میں جمعہ نہیں ہے۔ تو ارباب مذاہب اربعہ میں سے کسی نے بھی علی الاطلاق جمعہ واجب نہ کہا بلکہ ان حضرات نے قیود لگائی ہیں۔ قریہ کا لفظ عام ہے۔ لیکن اس روایت سے یہ معلوم نہیں ہو تا جو انی قریہ ہے یا مدینہ یا حصن (قلعہ) ہے۔ امام ابو داؤد نے صفحہ ۱۵۳ میں اسکو مفصل بیان کیا ہے۔ قریہ من البحرین اور قریہ من قری عبد القیس سے جمعہ فی القریٰ پر زیادہ روشنی پڑتی ہے۔ دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ چالیس آدمی تھے تو قریہ میں جمعہ جائز ہوا۔ لیکن اس پر اشکال یہ ہے کہ آیا لفظ قریہ کا اطلاق جو انی پر باعتبار اس کے معنی کے ہے یا نہیں۔ ہمیں تفصیح سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں قریہ اور ام القریٰ کا اطلاق مکہ معظمہ پر آیا ہے۔ اور ایسے انطاکیہ اور طائف پر بھی قریہ کا اطلاق کیا گیا ہے۔ تو محض لفظ قریہ کہنے سے یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ یہ ضد مدینہ ہے۔ اگر ضد مدینہ مان بھی لیا جائے تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا اس جمعہ کا قیام آپ کے امر سے کیا گیا انہوں نے خود اپنی رائے سے قائم کیا۔ محض اس سے کہ یہ فعل آپ کے عہد میں ہوا۔ اس سے استدلال تام نہیں ہو سکتا۔ ثالثاً یہ کہ جو انی ایک حصن اور قلعہ ہے جو بہت بڑا شہر ہے اور اس میں بہت تاجر رہتے تھے۔ اور اس میں کثرت سے امتعہ (سامان) پائے جاتے تھے۔ چنانچہ ابو عبد اللہ بحر ی کہتے ہیں

جو انی حصن بالبحرین کہ جو انی بحرین میں ایک قلعہ ہے۔ اور امر القیس کا شعر اس کی تائید کرتا ہے۔ رضاکان جو انی ... جس سے پتہ چلتا ہے کہ جو انی ایک تجارتی مرکز تھا۔ رابعاً یہ ہے کہ یہی جو انی کا جمعہ احناف کی دلیل ہے۔ کیونکہ مسجد نبوی کے بعد اذنا جمعہ بحرین میں قائم کیا گیا مگر عوالی مدینہ (قرنی مدینہ) میں جمعہ قائم نہیں کیا گیا۔ وفد عبدالقیس ۴ھ میں آتا ہے۔ آپ نے ان کو جمعہ قائم کرنے کا حکم نہیں دیا۔ دوسرے روایات میں آتا ہے کہ اہل عوالی مسجد نبوی میں نو بت بنو بت آتے تھے اور بعض عوالی تو نو نو میل کے فاصلہ پر تھے۔ اگر قریہ میں جمعہ جائز ہوتا تو ان کو زحمت گوارا کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

امام بخاری نے دوسرا استدلال حضرت ابن عمر کی روایت سے کیا ہے کہ ہر حاکم سے اپنی رعایا کے مفاد کے متعلق سوال ہو گا۔ یہاں تک تو ہم بھی متفق ہیں کہ ہر ایک کے لئے مایصلح کی حفاظت ضروری ہے وہ جمعہ کو بھی اس میں شمار کرتے ہیں۔ اور ابن شہاب کے استدلال کو حجت مانتے ہیں کہ وادی القرئی مدائن صالح کو کہتے ہیں کہ یہ مدینہ کے زیادہ قریب ہے۔ حضرت صالح علیہ السلام کی جہاں بستی تھی وہ ایک سو تیس گاؤں پر مشتمل تھی۔ جسے وادی القرئی کہتے تھے۔ ایلہ کا شہر فلسطین میں سنندر کے کنارے واقع ہے۔ یا مورہ ان یجمع اس سے استدلال کیا جاتا ہے کہ جمعہ فی القرئی جائز ہے۔ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ امام زہری کا فتویٰ حضرت امام اعظم پر حجت نہیں۔ ہم رجال ونحن رجال دوسرے ان کا استدلال صحیح نہیں۔ کیونکہ اگر اہل خیام میں اگرچہ مایصلح کی حفاظت ہے تو یہی چیز چالیس سے کم آبادی میں بھی ہے۔ اگر دو گھر ہوں تب بھی مایصلح کی حفاظت مطلوب ہے۔ تو تمہارے قاعدے کے مطابق یہاں بھی جمعہ جائز ہو۔ حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔ تو امام بخاری کا فتویٰ حضرت امام اعظم پر کیسے چبہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ امام اوزاعی کے مناظرے میں حضرت امام اعظم نے امام زہری کو ساکت کر دیا تھا۔ جبکہ اس نے کہا تھا کہ تم اہل کوفہ کو کیا ہو گیا کہ تم رفع یدین کو نہیں مانتے۔ اس پر امام صاحب نے فرمایا تھا کہ حماد افقہ من الزہری بہر حال تاہی کا قول تاہی پر چبہ نہیں ہو سکتا۔ جبکہ ان کا اجتہاد نہ شوافع کے ہاں معتبر ہے اور نہ ہی ہمارے ہاں معتبر ہے۔ تو پھر امام زہری کا قول امام صاحب پر چبہ نہ ہو۔ ابیں ہمہ یہ امام صاحب کے مسلک کے مخالف نہیں۔ اس لئے کہ وہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی حاکم اور والی نے حکم دیا اور وہ وہاں جمعہ پڑھاتا ہے تو ہم بھی کہتے ہیں کہ ان کا یہ حکم واجب التعمیل ہے تاکہ نزاع پیدا نہ ہو۔ حضرت امام اعظم کا استدلال مشہور یہ ہے کہ مصنف ابن ابی شیبہ اور مسند عبدالرزاق میں نہایت صحیح سند کے ساتھ حضرت علیؑ سے منقول ہے لاجمعہ ولا تشریق الافی مصر جامع اور امام نووی دار قطنی کے واسطے سے صحیح نقل کرتے ہیں۔ اگرچہ حجاج کے واسطے پر ضعف کا اتفاق نقل کیا گیا ہے۔ اور مرفوعاً بھی ان سے روایت ہے اور آیت کریمہ میں بھی اس کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ وذر والبیع اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم ایسی آبادی کے لئے ہے جہاں سوق اور کاروبار پایا جاتا ہو اس لئے امام مالک نے قیود لگا دیں کہ کل قریہ فیہا سوق او جامع امام اعظم بھی اس قید کو اختیار کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ ہے کہ جمعہ مکہ معظمہ میں فرض ہو چکا تھا مگر جمعہ ادا کرنے کا موقعہ نہیں ملتا تھا۔ آپ چودہ دن قبل قیام پذیر رہے مگر جمعہ کی نماز نہ پڑھی اور نہ پڑھائی بلکہ جس روز صبح کے وقت وہاں سے روانہ ہوتے ہیں تو بنو سالم کے محلہ میں جمعہ پڑھا ہے قباء مدینہ کے قرئی میں سے ایک قریہ ہے جو مدینہ سے تین میل کے

فاصلہ پر ہے اگر قریہ میں جمعہ جائز ہو تا تو قہار میں ضرور پڑھتے۔ نہیں پڑھا معلوم ہو کہ جائز نہیں۔ اور دار لفظی میں ابن عباس کی روایت ہے اور ابن اسحاق نے اس کو سیرت میں ذکر کیا ہے کہ جمعہ مکہ میں فرض ہو چکا تھا لیکن کفار کے ظہر کی وجہ سے ادا نہ ہو سکا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ قریہ گاؤں کی چھوٹی آبادی کو کہتے ہیں۔ اور مدین شہر اور بوی آبادی کو کہا جاتا ہے۔ اب میں یہاں

جامع اور مختصر ہات کوں کا طور سے سنو! حضرت نبی اکرم ﷺ جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو جس دن پہنچے وہ جمعہ کا دن تھا۔ حضور اقدس ﷺ نے سب سے پہلا جمعہ مدینہ منورہ میں بنو سالم میں پڑھا۔ اس پر محمد شین اور مؤثر عین کا اتفاق ہے۔ اور قہار میں چودہ یا چوبیس دن قیام فرمایا۔ اور تحقیق گذر چکی مگر ان ایام میں وہاں جمعہ نہیں پڑھا۔ اور سب سے پہلے مسجد نبوی کے بعد جمعہ پڑھا گیا وہ جوانی میں جو قریہ من قری البحرین ہے۔ اور اتنی مدت میں کتنے گاؤں مسلمان ہو گئے۔ مگر کہیں جمعہ نہیں پڑھا گیا۔ اب چونکہ باوجود بہت سارے گاؤں مسلمان ہو جانے کے پھر بھی قہار ان گاؤں میں جمعہ نہیں پڑھا گیا۔ اس لئے اب یہ اجماعی مسئلہ ہو گیا۔ کہ ہر گاؤں میں جمعہ جائز نہیں۔ بلکہ اس کی کچھ شرائط ہیں۔ البتہ اس زمانے کے غیر مقلد جو جہی میں آتا ہے وہ کر گزرتے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ حجة اللہ البالغہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ اجماعی مسئلہ ہے۔ کہ جمعہ ایک قرن کو چاہتا ہے۔ کیونکہ باوجود متعدد گاؤں مسلمان ہونے کے سوائے جوانی کے اور کہیں جمعہ نہیں پڑھا گیا اب جو لوگ جمعہ فی القریہ کے قائل ہیں وہ قریہ من قری البحرین سے استدلال کرتے ہیں کہ جوانی کو قریہ فرمایا اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ قریہ سے استدلال صحیح نہیں۔ اس لئے کہ قرآن پاک میں مکہ اور خائف پر قریہ کا اطلاق ہوا ہے۔ لولا لول هذا القران علی وجہ من القریہین عظیم۔ چونکہ آٹھویں تک سوائے مدینہ کے اور کہیں جمعہ نہیں ہوا اس لئے اتفاق ہے کہ ہر گاؤں میں تو جمعہ ناجائز ہے۔ اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ قریہ صغیرہ میں ناجائز ہے البتہ قریہ کبیرہ کی تحدید میں اختلاف ہو گیا کیونکہ حضور اقدس ﷺ سے کوئی تحدید منقول نہیں۔ صرف یہ ثابت ہے کہ مدینہ منورہ میں ہوتا رہا۔ اور پھر ۸ھ میں جوانی کے اندر ہوا۔ چونکہ امام اعظم کے یہاں ایسے مواقع پر مدار عرف پر ہوتا ہے۔ اس لئے انہوں نے تو عرف پر رکھا۔ چونکہ ہر زمانے کا عرف بدلتا رہتا ہے۔ اس لئے تشریحات فقہا میں اختلاف ہو گیا۔ ایک زمانے میں یہ تھا کہ وہ گاؤں بوا ہے جہاں کوئی حاکم یا قاضی ہو۔ لہذا انہوں نے قریہ کبیرہ کی پہچان یہ بتائی کہ جہاں کوئی حاکم یا قاضی ہو۔ اور حضرت گنگوئی نے اپنے زمانہ میں قریہ کبیرہ کی تشریح کی جہاں ڈاکخانہ پولیس چوکی ہو اور اخیر میں پانچ ہزار کی آبادی کو معیار بنایا۔ اور مالک کے یہاں بیوت متصلہ اور اسوائی متصلہ ہوں۔ ہاں شوافع اور حنبلیہ کی شرائط آسان ہیں جو ان کی کتب میں مذکور ہیں۔ اب یہ جو مشہور ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک دیہات میں جمعہ ناجائز ہے یہ صرف امام صاحب کا مذہب نہیں بلکہ میرے خیال میں تو امام مالک کا مذہب ان سے بھی زیادہ سخت ہے۔ اور آج کل جو یہ گرد رکھا ہے کہ امام شافعی کے نزدیک دیہات میں جمعہ جائز ہے لہذا اجواذ کا فتویٰ دے دیتے ہیں اور پھر وہ جمعہ پڑھتے ہیں۔ اور یہ گرد رکھا ہے کہ احناف کے قول پر متعدد جگہ جمعہ پڑھتے ہیں یہ کسی قول پر صحیح نہیں۔ ہاں شوافع کے نزدیک اول جمعہ صحیح ہو جائے گا۔ یہ تعلیق ہے۔ تعلیق حرام ہے۔ اور تعلیق کا مطلب یہ ہے کہ ایک قول ان کا لے لیا اور ایک قول دوسرے کا ہے کوئی امام شافعی کا قول اس میں اختیار کرے کہ خون سے وضو نہیں لوثا اور حنیفہ کا قول

اس میں لے لے کہ مس ڈکھو ناقص و ضو نہیں۔ اور اس نے مس ذکر بھی کیا اور خون بھی نکلا۔ تو کسی کے نزدیک بھی وضو صحیح نہیں ہوگا لہذا انہما سے چھٹا ہوگا۔ وانا معہ ای مع الوہری۔ اور بعض سے تسامع ہو گیا۔ کہ انہوں نے ضمیر رزق کی طرف راجع کی۔ لکن اب ابن شہاب الخ شراح کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ رزق اہلہ کے حاکم تھے اور وہ ایک جگہ اپنے نوکروں کے ساتھ کھیتی باڑی کرتے تھے انہوں نے زہری کی طرف خط لکھا کہ کیا میں یہاں جمعہ پڑھ لیا کروں۔ ابن شہاب نے اجازت دے دی۔ اور کلکم راع و مسئول عن رعیہ سے استدلال فرمایا۔ میرے نزدیک شراح کا یہ مطلب قرار دینا لفظ ہے۔ امام زہری نے جو جواب دیا اور جو استدلال فرمایا وہ صحیح ہے۔ اور میرے نزدیک مطلب یہ ہے کہ رزق اہلہ کے حاکم تھے۔ اور وہ زاویہ میں رہتے تھے اور کھیتی کرتے تھے۔ زاویہ ایک گاؤں ہے۔ تو انہوں نے امام زہری کو یہ لکھا کہ میں اہلہ کا حاکم ہوں کیا میرے ذمہ جمعہ کے دن اہلہ میں حاضر ہونا ضروری ہے۔ امام زہری نے ان کو لکھا کہ ہاں تمہارے ذمہ ضروری ہے۔ کیونکہ تم اہلہ کے حاکم ہو۔ اور وہاں لوگ جمعہ پڑھنے کے لئے جاتے ہیں۔ تو اگر کوئی ہاتھ نہیں آگئی تو کیا ہوگا۔ تم سے سوال ہوگا اسلئے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔ الاکلم راع الخ میرے اور شراح کے بیان کرنے میں فرق یہ ہے کہ انہوں نے بجمع کا مطلب یہ لیا کہ جمعہ پڑھیں اور میرے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ جمعہ میں حاضر ہوں۔ اور میری دلیل یہ ہے کہ آگے ایک باب آرہا ہے۔ باب من این یونی الجمعه اس میں حضرت انسؓ کے مطلق فرماتے ہیں کہ کان انس فی قصرہ احیاناً بجمع اور یہاں پر جو معنی میں نے زہری کے قول کے بتائے ہیں وہی متعین ہیں یعنی حضرت انسؓ کبھی جمعہ میں حاضر ہوتے تھے اور کبھی حاضر نہیں ہوتے تھے اور شراح نے بھی یہاں اس کو اختیار کیا ہے۔ کیونکہ اگر اس کے معنی جمعہ پڑھنے کے ہوں تو پھر مطلب یہ ہوگا کہ کبھی پڑھتے تھے اور کبھی نہیں پڑھتے تھے۔ یہ لفظ ہے کیونکہ اگر جمعہ ہوتا تھا تو اس کے نہ پڑھنے کا کیا مطلب اس لئے وہی معنی متعین ہیں۔ اب میں کہتا ہوں کہ جو معنی یہاں مراد لیتے ہیں وہی معنی زہری کے قول میں بھی متعین اور مراد ہیں۔ الحاصل جمعہ فی القرای کو عوام کا لالعام اور نیم مولویوں نے بہت اجمال رکھا ہے۔ ہمارے یہاں ایک مثل ہے۔ نیم مولوی خطرہ ایمان اور نیم حکیم خطرہ جان۔ متفقہ بین اور متاثرین سب اس پر متفق ہیں کہ جمعہ صرف پورے شہر یا قصبہ میں ایک جگہ ہونا چاہیے مگر اعزاز کی وجہ سے منقطع۔ چھوٹوں میں جو از کالوئی امام محمدؒ سے منقول ہے

ترجمہ۔ کیا عورتوں بچوں وغیرہم میں سے جو

جمعہ میں حاضر نہیں ہوتا اس پر غسل ہے۔ حضرت

ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جس پر جمعہ واجب ہے غسل

اس پر ہے۔

باب۔ کُلُّ كَلْبِي مَنْ لَا يَهْدِي الْجُمُعَةَ

كُلُّ مَنْ التَّسَامُ وَالْبُشْبُيَانُ وَكَبِيرِهِمْ وَقَالَ

ابْنُ عُمَرَ الْمَا الْكُلُّ كَلْبِي مَنْ يَجِبُ

عَلَيْهِ الْجُمُعَةُ۔۔

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے

جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا جو شخص تم میں سے جمعہ کو آئے

حدیث (۸۶۶) حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شَيْخٌ

كَبَدَ اللَّهُ ابْنَ عُمَرَ بَلَّوْنُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ

تو وہ غسل کرے۔

يَقُولُ مَنْ جَاءَ مِنْكُمْ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ ...

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جمعہ کے دن کا غسل ہر بالغ پر واجب ہے۔

حدیث (۸۴۷) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْخِزَامِيُّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ غَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ ...

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہم زمانہ کے اعتبار سے آخر میں آنے والے ہیں لیکن قیامت کے دن سب سے آگے جانے والے ہوں گے۔ مگر یہ کہ ان کو کتاب ہم سے پہلے دی گئی اور ہمیں ان کے بعد ملی پس یہ وہ دن ہے جس میں ان لوگوں کا اختلاف ہو گیا۔ شنبہ یسود کا اور ایک شنبہ نصاریٰ کا پھر خاموش رہنے کے بعد فرمایا ہر مسلمان پر حق واجب ہے کہ وہ سات دنوں میں ایک دن ضرور غسل کرے جس میں اپنے سر اور جسم کو دھوئے۔ دوسری سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ کے لئے ہر مسلمان پر یہ واجب ہے کہ وہ ہر سات دن میں ایک دن ضرور غسل کرے۔

حدیث (۸۴۸) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ الْخِزَامِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نَحْنُ الْآخِرُونَ وَالسَّابِقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بَيِّنَاتُهُمْ أَوْ تَوَاتُرُ الْكِتَابِ مِنْ قَبْلِنَا وَأَوْتِيَانَاهُ مِنْ بَعْدِهِمْ فَهَذَا الْيَوْمَ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ فَهَذَا أَنَا اللَّهُ لَهُ فَفَدَّ لِلْيَهُودِ وَبَعْدَ عِدَّةٍ لِلنَّصَارَى فَسَكَتَ ثُمَّ قَالَ حَقٌّ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ أَنْ يُغْتَسِلَ فِي كُلِّ سَبْعَةِ أَيَّامٍ يَوْمًا يُغْتَسِلُ فِيهِ رَأْسَهُ وَجَسَدَهُ رَوَاهُ ابْنُ أَبِي سَالِحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِلَّهِ تَعَالَى عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ حَقٌّ أَنْ يُغْتَسِلَ فِي كُلِّ سَبْعَةِ أَيَّامٍ يَوْمًا ...

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ عورتوں کو رات کے وقت مساجد کی طرف آنے کی اجازت دے دو۔

حدیث (۸۴۹) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْخِزَامِيُّ عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ أُنذِرُوا لِلنِّسَاءِ بِاللَّيْلِ إِلَى الْمَسَاجِدِ .. الْحَدِيثُ ...

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کی ایک بیوی تھی جو مسجد نبویؐ میں صبح اور عشاء کی نماز میں حاضر ہو کر تھی اس سے کہا گیا کہ تو کیوں نکلی ہے جبکہ تجھے علم ہے کہ حضرت عمرؓ اس کو ناپسند کرتے ہیں اور غیرت کھاتے ہیں

حدیث (۸۵۰) حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مَوْسَى الْخِزَامِيُّ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَتْ امْرَأَةٌ لِعُمَرَ تَشْهَدُ صَلَاةَ الصُّبْحِ وَالْعِشَاءِ فِي الْجَمَاعَةِ فِي الْمَسْجِدِ فَقِيلَ لَهَا لِمَ تَخْرُجِينَ وَقَدْ تَعْلَمِينَ أَنَّ عُمَرَ يَكْرَهُ

ذَلِكَ وَيَعَارُ قَالَتْ فَمَا يَمْنَعُهُ أَنْ يَنْهَاهُنَّ قَالَ يَمْنَعُهُ
 قَوْلُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لَا تَمْنَعُوا أُمَّاءَ اللَّهِ مَسَاجِدَ اللَّهِ
 (الحديث).

کہنے لگیں کہ پھر وہ خود کیوں نہیں روک دیتے۔ کس چیز نے
 منع کیا ہے انہوں نے کہا جناب رسول اللہ ﷺ کے اس قول
 نے اس کو روک رکھا ہے کہ اللہ کی بند یوں کو اللہ کی مساجد سے
 نہ روکا کرو۔

تشریح از شیخ مدنی۔ روایت کو ترجمۃ الباب سے مطابقت من حیث المفہوم ہے کہ غسل ان پر واجب ہے۔ جن پر جمعہ
 واجب نہیں ان پر غسل بھی واجب نہیں۔ لا تمنعوا اماء اللہ الخ حضرت عمرؓ کی بیوی مغرب، عشاء، اور فجر میں جایا کرتی تھیں اور
 پہلی روایت میں من اللیل کی قید ہے۔ تو معلوم ہوا کہ عورتوں کا مسجد میں آنا ناجائز ہے۔ تو جب وہ جمعہ کے لئے مساجد میں نہیں آسکتیں تو
 ان پر غسل بھی واجب نہ ہوگا۔ کانت امراة لعمرو الخ یہ ان کی پھوپھی کی بیٹی تھیں حضرت عمرؓ ان کا مسجد میں جانا پسند نہیں کرتے تھے
 کیونکہ اس نے نکاح کے وقت شرط لگادی تھی کہ تم مجھے مسجد جانے سے نہیں روکو گے۔ اس لئے حضرت عمرؓ روک نہیں سکتے تھے۔ اور وہ
 لا تمنعوا اماء اللہ عن مساجد اللہ پر عمل کرتی تھیں۔ حضرت عمرؓ نے ایک حیلہ کر کے ان کو زک جانے پر مجبور کر دیا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ حضرت امام بخاریؒ کی عادت شریفہ یہ ہے کہ جہاں روایات میں اختلاف ہو یا ائمہ میں اختلاف ہو تو
 وہاں کوئی حکم نہیں لگاتے۔ بلکہ ہل بڑھا کر اس سے اختلاف کی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔ غسل یوم الجمعة کے بارے میں دو طرح کی
 روایات ہیں۔ ایک یہ کہ غسل یوم الجمعة واجب علی کل محتلم اس کا تقاضا ہے کہ ہر بالغ پر غسل یوم الجمعة واجب ہے خواہ
 وہ نماز پڑھے یا نہ پڑھے۔ اس لئے کہ اس حدیث میں نماز پڑھنے اور نہ پڑھنے سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ
 من اتی الجمعة فلیغتسل اس کا تقاضا ہے کہ غسل جمعہ صرف مصلیٰ کے لئے ہے خواہ کوئی ہو۔ چونکہ ان دونوں روایتوں کے عموم میں
 تعرض ہو گیا۔ اس لئے امام بخاریؒ نے اس طرف اشارہ فرمادیا۔ اور ان ہی اختلاف روایات کی بنا پر اس میں اختلاف ہو گیا کہ یہ غسل نماز جمعہ
 کے لئے ہے یا یوم الجمعة کے لئے۔ جمہور کی رائے ہے کہ یہ صلوٰۃ جمعہ کا غسل ہے۔ اور یہی حنفیہ کا راجح قول ہے۔ اور استدلال اسی
 روایت من اتی الجمعة فلیغتسل سے ہے۔ اور اسی طرح اس روایت سے ہے جس میں ہے کہ لوگ مزدور پیشہ تھے۔ ان کے کپڑے پہنتے
 تھے۔ اور کام کرتے تھے۔ اور جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے آتے تو بدبو پھیلا کرتی تھی۔ اس وقت سرکارِ دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لو انکم
 تطهروا لیومکم ہذا کاش تم اس دن کے لئے خوب طہارت حاصل کرتے۔ اس طرح من جاء بکم الجمعة سے استدلال کیا جاتا ہے
 اس تقدیر پر کہ الجمعة منسوب ہے۔ اسی طرح اذا راح احدکم الی الجمعة فلیغتسل سے استدلال ہے۔ اور جو حضرات اس کو
 یوم الجمعة کا غسل مانتے ہیں۔ ان حضرات کا استدلال غسل یوم الجمعة واجب علی کل محتلم اذا جاء احدکم الجمعة برفح
 الجمعة سے ہے اور یہ حضرات فرماتے ہیں کہ جیسے اور ایامِ تبرکہ مثلاً عیدین یا امکنہ مبارکہ مثلاً مکہ میں داخلہ کے وقت غسل ہے

اسی طرح یہاں جمعہ کی وجہ سے غسل ہے۔ اور میری رائے یہ ہے کہ تین قسم کی روایات ہیں ایک من اہی الجمعہ للہتسل اس سے غسل لصلوة الجمعہ ثابت ہوتا ہے۔ اور دوسری روایت وہ ہے جس سے غسل لیوم الجمعہ ثابت ہوتا ہے۔ اور تیسری وہ روایت ہے جس میں ہفتہ میں ایک مرتبہ غسل کرنا معلوم ہوتا ہے۔ تو اب میرے نزدیک تین قسم کے الگ الگ مستقل غسل ہو گئے۔ ایک غسل نماز جمعہ کے لئے۔ دوسرا جمعہ کے دن کا۔ اور تیسرا ہفتہ میں ایک بار اور یہ غسل نظاۃ کا غسل ہے۔ اور کسی ایک میں تداخل نہیں بلکہ ہر ایک مستقل ہے۔ غسل نظاۃ کی احادیث پاک میں بہت سی نظائر ہیں مثلاً حضور اقدس ﷺ نے ایک شخص کو پرانندہ بال والادیکھا تو فرمایا ان کی اصلاح کر لینا اور غسل کر لینا۔ اوکما قال اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام سے فرمایا کہ مدینہ منورہ میں غسل کر کے شامہ کی طرح آؤ۔ حتی نکونوا کالکم شامۃ من الناس اور غسل لیوم الجمعہ تو ظاہر ہے۔ اور اسی طرح غسل لصلوة الجمعہ ہے۔ اس لئے کہ امکانہ وازمنہ مقدسہ کے لئے غسل وارد ہے۔ تو اگر جمعہ بھی اسی قبیل سے ہو تو کیا بات ہے۔ البتہ اگر کوئی کسی وجہ سے جمعہ کے دن غسل نہ کر سکے تو کم از کم ہفتہ میں ایک بار تو ضرور غسل کر لینا چاہئے۔ اور اگر کوئی شخص جمعہ کی نماز سے پہلے نماز جمعہ۔ یوم جمعہ۔ وغسل المسبوع سب کی نیت کر لے تو سب کی طرف سے کافی ہو جائے گا۔ حضرت امام حاریؒ کا رجحان جمہور کے قول کی طرف معلوم ہوتا ہے۔ کہ غسل لصلوة الجمعہ ہے۔ انذنوا النساء باللیل الی المساجد معلوم ہوا ان پر غسل واجب نہیں۔ کیونکہ جمعہ تو دن کو ہوتا ہے۔ اور عورتوں کو رات میں جانے کی اجازت دی جا رہی ہے۔ تو پھر جمعہ میں کیسے حاضر ہو سکتی ہیں۔ لم یخروجین الی الخ حضرت عمرؓ کی اہلیہ محترمہ صبح اور عشاء کی نماز مسجد میں حاضر ہو کر پڑھا کرتی تھیں۔ اور حضرت عمرؓ کو ان کا اور دیگر مستورات کا حرم میں جانا بہت گراں گذرتا تھا مگر منع نہیں کرتے تھے۔ کراہت تو فساد زمانہ کی وجہ سے تھی اور خاموشی ادبا لرسول اللہ ﷺ تھی۔ اور بات یہ ہے کہ حضرات حضور اقدس ﷺ کے جاں نثار تھے اور ان پر حد درجہ ادب کا غلبہ تھا۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیقؓ باوجود اجازت کے بھی محض غلبہ ادب کی وجہ سے نماز میں پیچھے ہٹ گئے تھے۔ اور صرف حضرت عمرؓ ہی عورتوں کے جانے کو مکروہ نہیں سمجھتے تھے بلکہ دوسرے صحابہؓ بھی اس کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھتے تھے۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ لو ادرك رسول اللہ ﷺ ما حدث النساء لمنعهن المسجد کما منعت نساء بنی اسرائیل حضرت زہیرؓ بھی اس کو مکروہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ جب حضرت عمرؓ کی بیوی حضرت عمرؓ کے انتقال کے بعد حضرت زہیرؓ کے نکاح میں آئیں تو حسب معمول مسجد میں جاتی رہیں۔ حضرت زہیرؓ کو بوانا گوارا گذرا۔ ایک دن جب وہ جانے لگیں تو حضرت زہیرؓ جلدی سے آگے بڑھ گئے۔ اور ان سے راستہ میں مل کر اس کے سرین پر تھپڑ مارا اور چل دیئے۔ چونکہ اندھیرا تھا اس لئے وہ حضرت زہیرؓ کو نہ پہچان سکیں۔ یہ صحابہ وہیں سے لوٹیں۔ اور اگلے دن سے مسجد میں جانا نہ کر دیا حضرت زہیرؓ نے دریافت کیا کہ اب تم نماز پڑھنے مسجد میں نہیں جاتیں۔ کہنے لگیں اب زمانہ نہیں رہا تو کہنا یہ ہے کہ جب خیر القرون میں حضرات صحابہؓ عورتوں کی اس آمد و رفت کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے تھے۔ تو اب اس دور فتن و فساد میں تو ہرگز نہ جانا چاہئے۔

باب الرَّحْصَةِ إِنْ لَمْ يَحْضِرِ الْجُمُعَةَ فِي الْمَطَرِ -

ترجمہ۔ اگر بارش کی وجہ سے جمعہ میں حاضر نہ ہو سکے تو اس کی رخصت ہے۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ایک بارش والے دن اپنے مؤذن سے فرمایا کہ جب تم اشہد ان محمد رسول اللہ کو تو حسی علی الصلوٰۃ مت کو بلکہ کہو اپنے اپنے گمروں میں نماز پڑھو۔ گویا کہ لوگوں نے اس کو ناپسند کیا تو فرمایا کہ یہ کام اس ذات کا تھا جو مجھ سے بہتر تھی بے شک جمعہ واجب حتیٰ ہے مگر میں یہ پسند نہیں کرتا کہ تمہیں نکالوں اور تم کچھ اور پھسلن میں چل رہے ہو۔

حدیث (۸۵۱) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ (الْح) قَالَ
ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَوْمَ مَطِيرٍ إِذْ قُلْتُ أَشْهَدُ أَنَّ
مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ فَلَا أَكْفَلَ حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ قُلْ
صَلُّوا لِي يَوْمِيكُمْ كَمَا كَانَ النَّاسُ اسْتَنْكَرُوا فَقَالَ لَعَلَّهُ
مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي إِنْ الْجُمُعَةَ عَزَمْتُ وَإِنِّي كَرِهْتُ
أَنْ أَخْرِجَكُمْ لِمَشُورَةٍ فِي الطَّيْنِ وَاللَّحْضِ ...

تشریح از شیخ زکریا۔ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ بارش ان اعدا میں سے ہے جن کی بنا پر جمعہ کی نماز اور نماز باجماعت ترک کرنا جائز ہے مگر شرط یہ ہے کہ بارش میں نکلنے سے کسی نقصان کا خوف ہو۔ بل صلوٰۃ فی بیو تکم اس پر کلام کر چکا ہوں کہ اس جملہ کو اذان کے درمیان کے یا بعد الفراغ من الاذان۔ باب کی یہ روایت امام حاریؒ باب الکلام فی الاذان میں بھی ذکر کر چکے ہیں۔

باب - مِنْ أَيْنَ تَوْتِي الْجُمُعَةَ
وَعَلَى مَنْ تَجِبُ لِقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى إِذَا
نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَقَالَ
عَطَاءٌ إِذَا كُنْتَ فِي قَرْيَةٍ جَامِعَةٍ فَنُودِيَ
بِالصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَحَقَّ عَلَيْكَ
أَنْ تَشْهَدَ هَا سَمِعْتَ النَّدَاءَ أَوْلَكُمْ تَسْمَعُهُ
وَكَانَ أَسْسُ فِي قَصْرِهِ أَحْيَانًا يَجْمَعُ وَأَحْيَانًا
لَا يَجْمَعُ وَهُوَ بِالرَّوَابِيَةِ عَلَى فَرْسَخَيْنِ -

ترجمہ۔ کہاں سے جمعہ کو آیا جائے اور کس شخص پر جمعہ واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اذانودی للصلوة من يوم الجمعة فاسعوا الى ذكر الله اور عطاء فرماتے ہیں کہ جب تو کسی بڑے گاؤں میں ہو اور جمعہ کے دن کی نماز کی اذان ہو جائے تو تم پر واجب ہے کہ جمعہ میں حاضر ہو خواہ اذان سنویانہ سنو اور حضرت انسؓ اپنے محل میں تھے کبھی جمعہ میں حاضر ہوتے تھے اور کبھی نہیں حاضر ہوتے تھے۔ اور وہ قصر زاویہ میں تھا جو چھ میل کے فاصلہ پر تھا۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ زوج النبی ﷺ

حدیث (۸۵۲) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ (الْح)

فرماتی ہیں کہ لوگ اپنے اپنے گھروں اور عوامی مدینہ سے باری باری جمعہ کے لئے آتے تھے۔ وہ گردوغبار میں آتے تو غبار انہیں لگ جاتا اور پسینہ بھی۔ پس ان سے پسینہ نکلتا تو ان میں سے ایک انسان جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ میرے پاس تھے۔ تو آپ نے فرمایا کاش تم اس دن کے لئے پاک و صاف ہو جاتے تو کیا اچھا ہوتا۔

عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ كَانَ النَّاسُ يَتَأَبُونَ الْجُمُعَةَ مِنْ مَنَازِلِهِمْ وَالْعَوَالِي فَيَأْتُونَ فِي الْغُبَارِ يُصِيبُهُمُ الْغُبَارُ وَالْعُرْقُ فَيُخْرَجُ مِنْهُمْ الْعُرْقُ فَاتَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِنْسَانٌ مِنْهُمْ وَهُوَ عِنْدِي فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَوْ أَنَّكُمْ تَطَهَّرْتُمْ لَيَوْمِكُمْ هَذَا . الْحَدِيثُ

تشریح از شیخ مدنی۔ یہ تو متفق علیہ مسئلہ ہے کہ شہر کے بسنے والے لوگوں پر جمعہ واجب ہے۔ ندائے یانہ سے مگر دیہاتیوں کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض نے ایک فرسخ یعنی تین میل کہا۔ بعض نے ایک میل۔ اور بعض نے تین فرسخ۔ اور بعض نے کہا من او اہ اللیل۔ یعنی جمعہ پڑھ کر شام کو گھر واپس آسکیں۔ پھر ہمارے فقہاء کے یہاں بھی اختلاف ہے۔ مگر جمہور یہی کہتے ہیں کہ جمعہ ان لوگوں پر واجب ہے جن کو اذان جمعہ سننا ممکن ہے۔ وہ آبادی جو شہر سے باہر ہو بسا تین اور مزارات ان کے درمیان حائل ہوں تو ان پر بھی جمعہ واجب نہیں۔ چونکہ امر بالسعی ساء اندر مرتب ہے اس لئے اس کو علة قرار دیا گیا۔ ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے تو دو فرسخ چھ میل کے ہوں گے۔ یجمع کے معنی بعض حضرات نے یصلی الجمعہ کے لئے ہیں۔ مگر پھر لا یجمع سے اس پر اشکال ہو گا کہ احیانا ان کا زاویہ میں جمعہ نہ پڑھنا یہ خاصیت ہو۔ اور دوسرے ترجمہ الباب کے بھی مخالف ہو گا۔ ورنہ مصنف اے جمعة فی القرى کے اندر ذکر کرتے اس لئے یجمع معنی یاتی للجمعة کے ہو گا۔ کہ کبھی جمعہ کے لئے آتے اور کبھی نہیں آتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ امام ترمذی نے باب باندھا ہے۔ من کم توتی الجمعة یہ پہلے معلوم ہو چکا کہ ہر ہر گاؤں میں باتفاق العلماء جمعہ جائز نہیں۔ بلکہ اس کے لئے ایک قسم کی مدنیت (شہر کا ہونا) شرط ہے۔ جیسا کہ شاہ ولی اللہ نے اس پر تواتر معنوی نقل کیا ہے اور اس وجہ سے ہر ہر گاؤں میں جمعہ جائز نہیں۔ ۱۱ھ سے لے کر ۸۱ھ تک کسی گاؤں میں جمعہ نہیں ہوا۔ اس میں اختلاف ہے کہ اس جگہ کے آس پاس کے لوگوں پر کہاں تک جمعہ فرض ہے۔ ایک روایت میں ہے الجمعة علی من سمع النداء لیکن اس کا مصداق اہل شہر نہیں ہو سکتے کیونکہ اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ اگر کوئی شخص شہر میں رہنے والا ہو اور کسی عارض کی وجہ سے وہ اذان نہ سن سکے تو اس پر جمعہ واجب ہی نہیں۔ حالانکہ یہ نلط ہے۔ اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ نواحی مصر میں جہاں تک اذان کی آواز جا سکتی ہو ان پر جمعہ فرض ہے۔ خواہ وہ اذان سنیں یا نہ سنیں۔ امام زہری فرماتے ہیں کہ الجمعة علی من سمع النداء یہ مسافر کے بارے میں ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی مسافر شہر میں آجائے اور وہاں جمعہ ہوتا ہے تو اس پر حضور فی الجمعة فرض ہے۔

دوسری روایت میں الجمعہ علی من آواہ اللیل آتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اتنی دور کے لوگوں پر فرض ہے جو نماز جمعہ پڑھ کر اپنے گھر پہنچ جائیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ جو تین فرسخ پر ہو اس پر واجب ہے۔ اور یہ بھی حنفیہ کے یہاں ایک قول ہے۔ اور حنفیہ کا مشہور قول یہ ہے کہ فناء مصر والے مصر کے حکم میں ہیں۔ امام بخاری نے کوئی حکم نہیں لگایا صرف سر در روایات پر اکتفا فرمایا۔ قال عطاء اذا كنت فی قریہ جامعة چونکہ اذا نودی للصلوة الآیة اسی طرح حدیث پاک الجمعہ علی من سمع النداء یہ ابہام ہوتا تھا کہ جمعہ میں حاضر ہونا صرف اس پر ضروری ہے جو بالفعل اذان سے اس لئے حضرت امام بخاری عطاء کا قول نقل کر کے اس شبہ کو دفع فرمادیا کہ جہاں جمعہ ہوتا ہو تو وہاں کے لوگوں پر حضور فی الجمعہ واجب ہے۔ خواہ اذان سنیں یا نہ سنیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ حضرت عطاء کے مقولہ سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ قری دو قسم کے ہوتے ہیں ایک قری جامعہ دوسرے غیر جامعہ اور عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ عطاء سے قریہ جامعہ کے متعلق سوال کیا گیا کہ قریہ جامعہ کس کو کہتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا اللہی لہا امیر وقاض جہاں حاکم اور قاضی ہو اور یہی حنفیہ کا ایک قول ہے۔ مگر چونکہ اس کا مدار عرف پر ہے۔ اس لئے تعریفیں بدلتی رہتی ہیں۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ کا فتویٰ یہ تھا کہ جہاں پولیس کی چوکی اور ڈاکخانہ ہو وہاں جمعہ پڑھنا جائز ہے۔ یہ فتویٰ اس زمانے کا ہے جبکہ بڑی بڑی جگہوں پر ڈاکخانے اور چوکیاں ہوتی تھیں اور اب تو یہ کتنا کہ ہر جگہ ڈاکخانہ اور چوکی ہوتی ہے حضرت کے اس فتویٰ میں کوئی حدود وغیرہ مروی نہیں۔ وکان انس فی قصرہ احیاناً۔ حضرت انسؓ کا بصرہ سے پانچ چھ میل کے فاصلہ پر ایک قصر تھا جہاں ان کی زمین تھی۔ اور وہ کبھی کبھی جمعہ کیلئے بصرہ چلے جاتے تھے یہ وہی اثر ہے جس سے میں نے استدلال کیا تھا۔ کہ رزق نے جمعہ میں حاضر ہونے کے متعلق سوال کیا تھا۔ نہ کہ جمعہ پڑھنے کے متعلق اور زہری نے جواب دیا کہ ضرور حاضر ہو اگر دیکھو کہ تم وہاں کے حاکم ہو۔ اور حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں کہ کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ ینتابون الجمعة الخ اس سے معلوم ہوا کہ اہل عوالمی پر جمعہ فرض نہیں۔ ورنہ انتیاب کے کیا معنی؟ جمعہ آنا ضروری ہوتا۔ یہ انتیاب تعلم کی غرض سے ہوتا تھا۔ جیسے حضرت عمرؓ اور انصاری صحابی میں انتیاب ہوتا تھا۔ اور یہ کتنا کہ ممکن ہے یہ لوگ اپنے گھر جمعہ پڑھ لیتے ہوں۔ صحیح نہیں اس لئے کہ جو اٹھ کی روایت میں گذر چکا کہ مسجد نبویؐ کے علاوہ کسی جگہ سوائے جو اٹھ کے جمعہ قائم نہیں کیا گیا۔ اب ایک مسئلہ سنو! اصل یہ ہے کہ جمعہ صرف پورے شہر یا قصبہ میں ایک جگہ ہونا چاہیے۔ مگر اعذار کی وجہ سے مختلف جگہوں میں جواز کا فتویٰ امام محمدؒ سے منقول ہے۔ شامی نے بھی نقل کیا ہے۔ اور امام ابو یوسفؒ سے منقول ہے کہ اگر بغداد جیسا کوئی شہر ہو تو اس میں متعدد جگہ جائز ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جمعہ اجتماع کیلئے ہوتا ہے تو ایک ہی جگہ ہونا چاہیے۔ نوافل گھر میں۔ صلوة مفروضہ مساجد اجتماعات میں اور جمعہ جامع مسجد میں ہونا چاہیے۔

ترجمہ۔ جب سورج ڈھل جائے تو جمعہ کا وقت شروع ہے حضرت عمرؓ۔ علیؓ۔ نعمان بن بشیر۔ اور عمرو بن حریث سے اسی طرح ذکر کیا جاتا ہے۔

باب وَقْتِ الْجُمُعَةِ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ
وَكَذَلِكَ يُذَكَّرُ عَنْ عُمَرَ وَعَلِيٍّ وَالنُّعْمَانِ
بْنِ بَشِيرٍ وَعَمْرٍ وَبْنِ حُرَيْثٍ۔

حدیث (۸۵۳) حَدَّثَنَا عَبْدَانُ (البح) قَالَ
عَائِشَةُ كَانَ النَّاسُ مَهِنَةً أَنْفُسِهِمْ وَكَانُوا إِذَا رَأَوْا
رَأَى الْجُمُعَةَ رَأَوْا رُفِي هُنْتَبِهِمْ كَقَبِيلٍ لَهُمْ يُوَأْفَسَلُ

حدیث (۸۵۴) حَدَّثَنَا سُورِجُ بْنُ نَعْمَانَ (البح)
عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي
الْجُمُعَةَ حِينَ تَمِيلُ الشَّمْسُ .. الحديث ..

حدیث (۸۵۵) حَدَّثَنَا عَبْدَانُ (البح) عَنْ
أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا نُبَكِّرُ بِالْجُمُعَةِ وَنَقِيلُ بَعْدَ
الْجُمُعَةِ .. الحديث ..

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں لوگ منت کش تھے
جب وہ لوگ جمعہ کیلئے روانہ ہوتے تو اسی منت مزدوری کی شکل
میں جاتے ان سے کہا گیا کہ اگر تم غسل کر لیتے تو کیا ہی اچھا ہوتا

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں جناب رسول اللہ
ﷺ جب سورج ڈھل جاتا تھا تب جمعہ کی نماز کی پڑھتے تھے۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ہم
جمعہ کی نماز جلدی پڑھتے تھے اور جمعہ کے بعد قیلولہ کرتے تھے

تشریح از شیخ مدنی۔ جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ زوال شمس کے بعد جمعہ کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ بعض اہل ظواہر اور

امام احمدؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ وقت جمعہ زوال سے پہلے ہے۔ اور مشہور روایت یہ ہے کہ وقت جمعہ زوال کے بعد ہے۔ اگر زوال سے پہلے
پڑھ لے تو جمعہ جائز ہو جائے گا۔ اسی بنا پر ہمارے ملک کے غیر مقلد دہلی میں دس بجے جمعہ پڑھ کر فارغ ہو جاتے ہیں۔ اور یہ لوگ زکوٰۃ ادا
کرنے میں بھی حیلے کرتے ہیں۔ کہ زیورات گیارہ مہینے عورت کو بہہ کر دیتے ہیں۔ پھر وہ مرد کو بہہ کر دیتی ہے نہ سال پورا ہوا نہ زکوٰۃ
واجب ہوئی۔ تو ان کے ہاں احکام شرعیہ حیلہ کی نذر ہو گئے۔ اور اعتراض حنفیہ پر کرتے ہیں۔ تیسری روایت میں کنا نبکر بالجمعة میں
نبکر معنی تعجیل ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ با کورہ میں یعنی صبح ہی پڑھ لیتے تھے۔ اور قیلولہ کو مؤخر کر دیتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ حضرت امام بخاریؒ کی عادت تم کو معلوم ہی ہے کہ جہاں کوئی قوی اختلاف ہو وہاں حکم نہیں لگاتے

اور جہاں اختلاف ہو مگر دلیل قوی ہو تو بناً الحکم کر دیتے ہیں۔ جیسے باب وجوب الجماعة میں کیا ہے۔ یہاں پر حنابلہؒ کا مذہب
یہ ہے کہ جمعہ زوال سے پہلے بھی جائز ہے۔ امام بخاریؒ نے ان پر رد فرمایا۔ حنابلہؒ کا استدلال و ما کنا نقیل ولا نتعدی الابد الجمعه
یعنی ہم قیلولہ اور صبح کا کھانا جمعہ کے بعد کھاتے تھے۔ غذا صبح کے کھانے کو اور قیلولہ نوم وقت الزوال کو کہتے ہیں۔ لہذا معلوم ہوا کہ
جمعہ پہلے ہی پڑھ لیتے تھے۔ ورنہ غذا اور قیلولہ جمعہ کے بعد کیسے ہوتا۔ جمہور جو زوال کے بعد جمعہ کے قائل ہیں وہ فرماتے ہیں کہ تم نماز کو
کیوں آگے بڑھا دیتے ہو۔ قیلولہ اور غذا کو اپنے وقت سے کیوں نہیں بڑھا دیتے۔ جس کا مطلب یہ ہو گا کہ ہم بعد الزوال جمعہ سے

فارغ ہو کر کھانا کھاتے تھے۔ اور پھر قیلولہ کرتے تھے۔ اس پر ان لوگوں نے اذکار کر دیا کہ بعدی اور نعلیل صبح نہیں ہوگا۔ کیونکہ خدا لغت میں صبح کے کھانے کو اور قیلولہ وقت الزوال کی نیند کو کہتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب ایک شی کو دوسری شی کی جگہ لیا جاتا ہے تو اس شی جانی پر اول کے نام کا اطلاق کر دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ حضور اکرم ﷺ سحری کھا رہے تھے ایک صحابی گذرے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اهلهم الى العدا والمبارکة تطعام وقت السحر پر حضور اکرم ﷺ نے غذا کا اطلاق فرمادیا۔ کیونکہ سحری کو خدا کی جگہ کھایا جاتا ہے ایسے ہی یہاں پر بھی عدا اور قیلولہ کا اطلاق اسلئے کیا گیا کہ وہ کھانا اور سونا خدا اور قیلولہ کی جگہ ہوتا ہے۔ وکانوا اذا راحوا الى الجمعة امام حارثی کا استدلال وراح کے لفظ سے ہے۔ اسلئے وراح سیر بعد الزوال کو کہتے ہیں۔ کنا نھکو بالجمعة اگر نھکو سے مراد سویرے پڑھنا ہو تو یہ حنبلہ کی تائید ہوگی۔ اگر سویرے جانے کے معنی میں ہو تو پھر جمہور کی تائید ہوگی۔

باب اِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

ترجمہ۔ جمعہ کے دن جب گرمی سخت ہو جائے تو کیا حکم ہے
ترجمہ۔ حضرت ابو حلاہ خالد بن دینار فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک سے سنا وہ فرماتے تھے کہ نبی اکرم ﷺ فرماتے تھے کہ جب ٹھنڈک سخت ہو جائے تو نماز کو جلدی پڑھو اور جب گرمی سخت ہو جائے تو نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھو یعنی جمعہ کی نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھو یعنی جمعہ کی نماز کو۔ اور یونس کی سند میں یہ ہے کہ صلوة کا ذکر ہے جمعہ کا ذکر نہیں ہے۔ اور بحرین جہت کی سند میں ابو خلدہ فرماتے ہیں کہ ہمیں جمعہ کے امیر نے نماز پڑھائی پھر حضرت انسؓ سے کہا کہ حضور اقدس ﷺ ظہر کی نماز کیسے پڑھتے تھے۔

حدیث (۸۵۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْعَدَوِيُّ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا اشْتَدَّ الْبُرْدُ بَكَرَ بِالصَّلَاةِ وَإِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ بَرَدَ بِالصَّلَاةِ يَعْنِي الْجُمُعَةَ وَقَالَ يُونُسُ بْنُ بَكْرِ بْنِ أَبِي خَبْرَةَ أَبُو خَلْدَةَ وَقَالَ بِالصَّلَاةِ وَكَمْ يَذْكُرُ الْجُمُعَةَ وَقَالَ بِشْرِ بْنُ قَابِطٍ حَدَّثَنَا أَبُو خَلْدَةَ صَلَّى بِنَا أَمِيرِ الْجُمُعَةِ ثُمَّ قَالَ لِأَنسٍ كَيْفَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الظُّهْرَ

تشریح از شیخ زکریا۔ اس پر توافق ہے کہ اشتداد حر کے وقت ابراد فی الظہر لوٹی ہے۔ لقلولہ علیہ وسلم اذا

اشتد الحر فابردوا بالظہر۔ جب گرمی سخت ہو جائے تو ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھو۔ لیکن اس میں اختلاف ہے کہ جمعہ میں ابراد ہے یا نہیں اس لئے انہوں نے ہر ادکی روایت ذکر فرمائی ہیں۔ اور یہی ہمارے یہاں راجح قول ہے جس کی طرف امام حارثی کا میلان ہے کہ جمعہ میں بھی ابراد ہے۔ اس لئے میں نے بارہا یہ کہا ہے کہ جو شخص مذاہب علماء سے خوب واقف ہو گا پھر وہ حارثی کے تراجم دیکھے تو اس کو احناف کی موافقت امام حارثی سے زیادہ ملے گی۔ جمہور کی رائے یہ ہے کہ ابراد نہ کرنا چاہیے۔ علامہ عینیؒ نے ہمارا مسلک جمہور کے موافق نقل کیا ہے۔ لیکن معلوم نہیں کہاں سے نقل کر دیا۔ ہمارے یہاں تو راجح یہ ہے کہ ابراد ہونا چاہیے یعنی الجمعه قبل ہو مدرج الراوی

اور بعض نے کہا کہ روایات میں یہ لفظ نہیں ہے۔ راوی نے درج کر دیا ہے۔

باب الْمَشْيِ إِلَى الْجُمُعَةِ

ترجمہ۔ جمعہ کی نماز کے لئے پیدل جانا

ترجمہ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فاسعوا الی ذکر اللہ اور جو کچھ لوگ کہتے ہیں۔ سعی کا معنی عمل اور جانا ہے۔ سعی لہا سعیا میں عمل کے معنی ہیں اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس اذان کے وقت بیع حرام ہو جائے گی۔ اور حضرت عطاءؓ فرماتے ہیں کہ بیع کی کوئی خصوصیت۔ نہیں سب کام حرام ہو جائیں گے اور امام زہریؒ سے مروی ہے کہ جمعہ کے دن جب مؤذن اذان کے تو مسافر کیلئے جمعہ میں حاضر ہونا ضروری ہے۔

ترجمہ۔ حضرت عبایہ بن رفاعہؓ فرماتے ہیں کہ میں جمعہ کے لئے جا رہا تھا کہ مجھے پیچھے سے حضرت ابو عیسیٰؓ آ کر ملے انہوں نے فرمایا کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ جس شخص کے قدم اللہ کے راستے میں غبار آلود ہو گئے اللہ تعالیٰ اس کو جہنم پر حرام کر دیں گے۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے جب نماز کی تکبیر کہی جائے تو دوڑتے ہوئے نماز کو نہ آؤ بلکہ آرام سے چل کر آؤ اور سکون اور وقار تم پر لازم ہے پس نماز کا جو کچھ حصہ مل جائے اسے پڑھو۔ اور جو چوک جائے اس کو پورا کرو۔

ترجمہ۔ حضرت ابو قتادہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب تک

وَقَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَاسْعُوا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ
وَمَنْ قَالَ السَّعْيُ الْعَمَلُ وَالذَّهَابُ لِقَوْلِهِ تَعَالَى
وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَحْرُمُ الْبَيْعُ
حِينَئِذٍ وَقَالَ عَطَاءٌ تَحْرُمُ الصَّنَاعَاتُ كُلُّهَا وَقَالَ
ابْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ إِذَا أَدَّانَ الْمُؤَدِّنُ
يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهُوَ مُسَافِرٌ فَعَلَيْهِ أَنْ يَشْهَدَ

حدیث (۸۵۷) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الرَّائِجِ
حَدَّثَنَا عَبَّايَةُ بْنُ رِفَاعَةَ قَالَ أَدْرَكْنِي أَبُو عَيْسَىٰ وَأَنَا
أَذْهَبُ إِلَى الْجُمُعَةِ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ
يَقُولُ مَنْ أَعْبَرَتْ قَدَمَاهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ حَرَمَهُ اللَّهُ
عَلَى النَّارِ

حدیث (۸۵۸) حَدَّثَنَا أَدُمُ الرَّائِجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ
بِسُنْدٍ آخَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ
إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَأْتُوها تَسْعُونَ وَأَتُوها
تَمْشُونَ وَعَلَيْكُمْ السَّكِينَةُ فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا
وَمَا فَاتَكُمْ فَأْتُوا

حدیث (۸۵۹) حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ
(الرخ) عَنْ أَبِي قَتَادَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا تَقْرُمُوا

حَتَّىٰ كُوْنُوْنَ وَعَلَيْكُمْ الشَّكِيْنَةُ.... مجھے دیکھ نہ لو کھڑے مت ہو اگر دو تم پر سکون اور اطمینان لازم ہے۔

تشریح از شیخ مدنی۔ سعی کے معنی عمل کے ہیں دوڑنے کے معنی مراد نہیں۔ یحرم البیع وہ بیع جو مانع عن الجمعہ ہو وہ حرام ہے۔ البتہ احناف اس بیع کو جائز کہتے ہیں جو نماز جمعہ کے لئے مانع نہ ہو مثلاً کشتی جامع مسجد کی طرف جارہی ہو اس میں بیٹھے بیٹھے بیع کرنا جائز ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ امام بخاری کی غرض اس باب سے منہی بالاقدام الی الجمعہ کی فضیلت بیان کرنا ہے۔ اور میری رائے یہ ہے کہ امام بخاری نے ترجمہ سے دو چیزیں ثابت فرمائی ہیں۔ ایک، تو مشی بالاقدام کی فضیلت اور دوسرے سعی کے معنی کی تعیین۔ اس لئے کہ قرآن پاک میں ہے فاسعوا الی ذکر اللہ اور حدیث پاک میں ہے لا تاتوها وانتم تسعون تو یہاں دونوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے کیونکہ قرآن پاک سے امر بال سعی معلوم ہوتا ہے اور حدیث سے نہی معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے امام بخاری نے دونوں میں جمع فرمادیا کہ فاسعوا الی ذکر اللہ لفظ سعی دوڑنے کے معنی میں نہیں ہے۔ تاکہ حدیث میں لا تاتوها وانتم تسعون سے تعارض ہو جائے۔ بلکہ اس کے معنی مشی الی الصلوٰۃ کے ہیں۔ ولا یخالف النهی عن السعی فی الصلوٰۃ. واللہ اعلم....

یحرم البیع حینئذ اس کا تعلق و ذروا البیع سے ہے۔ اس میں امام بخاری نے دو قول نقل کئے ہیں۔ ایک ابن عباس سے کہ یہ حکم صرف بیع کے ساتھ خاص ہے۔ اور دوسرا عطاء سے کہ اس میں بیع کی کوئی خصوصیت نہیں۔ بلکہ سارے اعمال اسی حکم میں ہیں یہی امام ابو حنیفہ اور جمہور کا مسلک ہے۔ اذا اذن المؤذن حنابلہ کے یہاں اذان ثانی مراد ہے۔ یہی امام مالک اور امام شافعی کا قول ہے اور حنیفہ کے یہاں اذان اول مراد ہے۔ ادرکنی ابو عبس بخاری کی روایت میں تو یہ ہے کہ یہ قصہ عباہ اور ابو عبس کے درمیان پیش آیا اور نسائی میں یہ ہے کہ عباہ اور ان کے شاگرد یزید بن ابی مریم کے درمیان پیش آیا۔ اب تعارض کی صورت میں بخاری کی روایت کو بخاری میں ہونے کی وجہ سے ترجیح ہوگی۔ اور حافظ نے جمع کیا کہ ممکن ہے دونوں کو پیش آیا ہو۔

باب لَا يُفْرَقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ - ترجمہ۔ جمعہ کے دن دو آدمیوں کے درمیان جدائی اور تفریق نہ کرے۔

ترجمہ۔ حضرت سلمان فارسی فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے جمعہ کے دن غسل کیا اور جمال تک ہو سکا صفائی ستھرائی کی پھر تیل لگایا اپنی خوشبو

حدیث (۸۶۰) حَدَّثَنَا عَبْدَانُ ابْنُ عَنِ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَتَطَهَّرَ بِمَا اسْتَطَاعَ مِنْ طَهْرٍ

استعمال کی پھر جمعہ کے لئے چل پڑا اور دو آدمیوں کے درمیان تفریق اور جدائی بھی نہیں ڈالی جو کچھ مقدر تھا وہ نماز پڑھی جب امام خطبہ کے لئے نکلا تو یہ چپکے ہنسا رہا۔ تو اس کے اور دوسرے جمعہ کے درمیان جس قدر گناہ ہیں سب بخش دیئے جائیں گے۔

كُنْ أَذْهَنَ أَوْ مَسَّ مِنْ طَيْبٍ كُنْ رَاحَ كَلِمَةً يُفَرِّقُ بَيْنَ النَّاسِ كَمَا كُنْتُ إِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ أَنْصَتُ لِحُكْمِهِ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرَى... الحديث.

تشریح از شیخ مدنیؒ - تفریق بین الناس کے معنی یہ ہیں کہ دو آدمیوں کے درمیان آکر بیٹھ جانا۔ دوسرے معنی ہیں دو آدمیوں کے درمیان لسا ڈال دینا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ - اس کا مشورہ مطلب یہ ہے کہ جہاں دو آدمی بیٹھ ہوئے ہوں تو ان کے درمیان نہ بیٹھو۔ اور حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہی عن السعوطی علی رقاب الناس ہے کہ لوگوں کی گردنیں پھلاگ کر نہ جائے۔ اس لئے کہ یہ تفریق بین دو وس الناس ہے لیکن مشورہ پہلے معنی ہیں۔ شیخ کے معنی کا بھی احتمال ہے۔

ترجمہ۔ جمعہ کے دن اپنے بھائی کو کھڑا نہ کرے کہ پھر اس کی جگہ پر خود بیٹھ جائے۔

بَابُ لَا يُفَيِّقُ الرَّجُلُ أَخَاهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَقْعُدُ فِي مَكَانِهِ

ترجمہ۔ حضرت نافعؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ کوئی آدمی اپنے دوسرے مسلمان بھائی کو اس کے بیٹھنے کی جگہ سے اٹھائے اور پھر خود وہاں بیٹھ جائے۔ میں نے نافع سے پوچھا کیا جمعہ کے مصلحت ہے فرمایا جمعہ اور غیر جمعہ دونوں برابر ہیں۔

حدیث (۸۶۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلِيمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُفَيِّقَ الرَّجُلُ أَخَاهُ مِنْ مَقْعَدِهِ وَيَجْلِسَ فِيهِ كُنْتُ لِتِلْكَ الْجُمُعَةِ قَالَ الْجُمُعَةُ وَغَيْرَهَا. الحديث...

تفریح از شیخ زکریاؒ - یہ بھی مثل سابق آداب میں سے ہے۔ زبان سے کہہ کر نہ اٹھائے۔ اور میرے نزدیک اپنی وجاہت ظاہری سے بھی نہ اٹھائے۔

ترجمہ۔ جمعہ کے دن الزان کھنا

بَابُ الْأَذَانِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

ترجمہ۔ حضرت سائب بن یزیدؓ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن

حدیث (۸۶۲) حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ سَلِيمٍ يَقُولُ

پہلی پہلی اذان اس وقت ہوتی تھی جب امام منبر پر آ کر بیٹھتا تھا حضور نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں بھی ایسا رہا حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بھی ایسا رہا۔ جب حضرت عثمانؓ کا دور آیا اور لوگ بھی بہت ہو گئے تو حضرت عثمانؓ نے ایک تیسری اذان بوحادی جو زور ا کے مقام پر کسی جاتی تھی امام عاریؓ لہر مارتے ہیں کہ زور ا مدینہ منورہ کے اندر بازار میں ایک جگہ کا نام ہے۔

قَالَ كَانَ الْبَدَاءُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَوْلَهُ إِذَا اجْلَسَ الْإِمَامُ عَلَى الْمِنْبَرِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ وَرَبِّهِ كَبِيرٌ وَعُمَرُ كَلَّمَا كَانَ عُمَانٌ وَكَلَّمَ النَّاسَ زَادَ الْبَدَاءُ الثَّلَاثَ عَلَى الزُّورَاءِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الزُّورَاءُ مَوْضِعٌ بِالسُّوقِ بِالْمَدِينَةِ.....

تشریح از شیخ مدنیؒ - بیہودہ زیادتی انتہا میں نہیں ہو کرتی۔ اس لئے اذانِ ثالثہ کی زیادتی خطبہ کی اذان سے پہلے کی گئی۔

اس کو غیر مقلد بہت عت عثمانی کہتے ہیں۔ جیسے اس تراویح کو بہت عمری کہتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ - اصل اذان حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں خطبہ کے وقت ہوتی تھی۔ اور بعد میں حضرت عثمانؓ

نے کثرت الشغف الناس کی وجہ سے دوسری اذان بمحضر من الصحابہ جاری فرمائی۔ اس کو اس باب سے ثابت فرمادیا اور اس اذان کو اذان اول اور اذان ثالثہ دونوں کہا جاتا ہے۔ اذان اول تو اس لئے کہ الاذات ہوتی ہے اور ثالثہ اس لئے کہ اس کو اذانین کے بعد حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں بوحادی گیا۔ علی الزوراء مسجد نبوی کے ساتھ ایک اونٹنی جگہ تھی۔

باب الْمُؤَدِّينِ الْوَاحِدِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

ترجمہ - جمعہ کے دن کیلئے ایک ہی مؤذن چاہئے

ترجمہ - حضرت سائب بن یزیدؓ سے مروی ہے کہ بے شک وہ شخص جس نے جمعہ کے دن تیسری اذان کا اضافہ کیا وہ حضرت عثمان بن عفانؓ ہیں۔ جبکہ اہل مدینہ کبیر ہو گئے اور جناب نبی اکرم ﷺ کے لئے آپ کے سوا اور کوئی مؤذن نہیں تھا۔ اور اذان جمعہ کے دن اس وقت ہو کرتی تھی جب امام منبر پر آ کر بیٹھتا تھا۔

حدیث (۸۶۳) حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ أَنَّهُ سَأَلَ عَنْ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ أَنَّ الْوَدَّ زَادَ الثَّلَاثِينَ الثَّلَاثَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عُمَانُ بْنُ عُمَانَ حِينَ كَلَّمَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ وَلَمْ يَكُنْ لِلنَّبِيِّ ﷺ مُؤَدِّينَ غَيْرَ وَاحِدٍ تَرَكَانَ الثَّلَاثِينَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ حِينَ اجْلَسَ الْإِمَامُ يُعْنَى عَلَى الْمِنْبَرِ الْعَلِيِّ

تشریح از شیخ مدنیؒ - مؤذن غیر واحد پر اطلاق ہوتا ہے کہ آپ کے مؤذن تو حضرت جلالؓ اور حضرت عبداللہ بن ام کلثومؓ جیسے

حضرات تھے۔ پھر ایک کاثبات کیسے صحیح ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جمعہ کی اذان مستقل طور پر ایک آدمی دینے والا ہوتا تھا اور کئی مؤذنین کا اذان دینا اصل نے کہا ہے امیہ نے ایجاد کیا تھا۔ مگر عاریؓ میں آتا ہے کہ علیہ راشد نے مقرر فرمایا تھا۔ جبکہ اس کی ضرورت محسوس کی تھی۔

تشریح از شیخ زکریا۔ امام بخاری کی غرض اس باب سے کیا ہے۔ بعض علما کی رائے یہ ہے کہ احادیث میں یہ آتا ہے کہ حضرت عثمان نے تیسری اذان زائد فرمائی۔ اس سے بعض مغربہ نے یہ سمجھ لیا کہ حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں دو اذانیں ہوا کرتی تھیں اور پھر حضرت عثمان نے تیسری کا اضافہ فرمایا۔ تو حضرت امام بخاری نے ان پر رد فرمادیا کہ مغربہ کا یہ خیال غلط ہے کہ تین اذانیں ہوا کرتی تھیں۔ بلکہ وہی دو اذانیں ہوتی تھیں جو اب بھی ہوتی ہیں۔ تیسری تو تکبیر ہے جس پر مجازاً اذان کا اطلاق کر دیا گیا۔ اور بعض علما کی رائے ہے کہ امام بخاری نے اذان جوق پر رد فرمایا ہے۔

باب يُجِيبُ الْإِمَامَ عَلَى الْمُنْبِرِ إِذَا سَمِعَ النِّدَاءَ۔

ترجمہ۔ جب امام اذان سنے تو منبر پر ہی اس کا جواب دیتا ہے۔

حدیث (۸۶۴) حَدَّثَنَا ابْنُ مِقَاتٍ الْخِزْمِيُّ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَهُوَ جَالِسٌ عَلَى الْمُنْبِرِ أَدَّنَ الْمُؤَذِّنُ فَقَالَ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ وَأَنَا قَالَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ قَالَ مُعَاوِيَةُ وَأَنَا قُلْنَا أَنْ قَضَى التَّأْدِيَةَ قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَلَى هَذَا الْمَجْلِسِ حِينَ أَدَّنَ الْمُؤَذِّنُ يَقُولُ مَا سَمِعْتُمْ مِنِّي مِنْ مَقَالَتِي. الْحَدِيثُ

ترجمہ۔ حضرت ابو امامہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان سے سنا جبکہ وہ منبر پر بیٹھے ہوئے تھے اور مؤذن اذان کہہ رہا تھا۔ جب اس نے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر تو حضرت معاویہ نے بھی کہا اللہ اکبر اللہ اکبر جب اس نے کہا اشہد ان لا اله الا الله تو حضرت معاویہ نے فرمایا اور میں بھی گواہی دیتا ہوں اور جب اس نے کہا اشہد ان محمد رسول الله تو آپ نے فرمایا میں بھی گواہی دیتا ہوں جب مؤذن اذان ختم کر چکا تو حضرت امیر معاویہ نے فرمایا لوگو! میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا اسی مجلس میں جبکہ مؤذن نے اذان کہی تو جس طرح تم نے میرا مقولہ سنا میں نے بھی ایسا ہی سنا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے اذا خرج الامام فلا صلوة ولا كلام جب امام خطبہ کے لئے نکلے تو نہ کوئی نماز ہے اور نہ کوئی کلام۔ اور صاحبین فرماتے ہیں کہ خروج الامام مانع صلوة ہے۔ اور کلام الامام مانع کلام ہے اور یہی تقریباً بقیہ ائمہ کا مذہب ہے۔ لہذا ان حضرات کے قول پر اذان خطبہ کا جواب امام اور مقتدی دونوں کو دینا چاہیے۔ لیکن امام صاحب کے نزدیک چونکہ خروج الامام مانع کلام ہے اس لئے جواب نہ دینا چاہیے۔ حضرت امام بخاری نے ترجمہ بجیب الامام کا باندھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کو جواب دینا چاہیے مقتدی کو نہیں۔ ہمارے یہاں مفتی بہ قول امام صاحب کا ہے اس لئے فقہاء فرماتے ہیں کہ دل سے جواب دے۔

مگر حضرت گنگوہیؒ نے لا مع میں کئی جگہ فرمایا ہے کہ ہمارا مذہب یہ ہے کہ امام کو کلام کرنے کا حق ہے۔ اور دوسروں کو نہیں۔ یہاں بھی کہا ہے اور تحیۃ المسجد کے مسئلہ میں سلیک عطفانی کے قصہ میں بھی۔ مگر مجھے اپنی کتابوں میں کہیں نہیں ملا۔ مگر میرا خیال یہ ہے کہ چونکہ حضرت گنگوہیؒ فقہ کے اندر امام ہیں حتیٰ کہ حضرت مولانا انور شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ فقہ میں حضرت گنگوہیؒ کا مرتبہ شامی سے بڑھا ہوا ہے۔ اس لئے ان کا قول جمت ہے۔ اسی کو دیکھ کر میں نے کہا کہ امام بخاریؒ کے نزدیک امام جو اب دے سکتا ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ امام بخاریؒ جمہور کے قول کی طرف مائل ہوں اور امام کی قید روایت کے پیش نظر لگادی ہو۔ مگر قید لگانا ٹھکتا ہے۔ وانا بیہیں آیا ہے۔ جو اب اذان کے بارے میں صرف انا نہیں آیا ہے۔ جمہور فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب ہے وانا اشہد اور اس صورت میں قولوا مثل ما یقول المؤمن کے موافق ہو جائے گا۔ لہٰذا ان جہاں کے ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف انا پر جواب میں اقتصاد کرنا جائز ہے۔ مگر یہ جمہور کا مذہب نہیں ہے۔ لیکن ان جہاں ائمہ معتبرین میں سے ہیں۔ اور ان کی صحیح معتبر ہے جیسے صحیح ابن خزیمہ معتبر ہے اس لئے ممکن ہے ان کا مذہب ہو۔

ترجمہ۔ اذان کہنے کے وقت امام کا

منبر پر بیٹھنا۔

باب الْجُلُوسِ عَلَى الْمِنْبَرِ

عِنْدَ التَّأْدِينِ

ترجمہ۔ حضرت سائب بن یزیدؒ خبر دیتے ہیں کہ جمعہ کے دن دوسری اذان کا حضرت عثمانؓ نے اس وقت حکم دیا تھا جبکہ مسجد والے بہت ہو گئے۔ اور جمعہ کے دن اذان اس وقت کہی جاتی تھی جب امام منبر پر بیٹھ جاتا۔

حدیث (۸۶۵) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ الرَّخِمْ أَنَّ السَّائِبَ بْنَ يَزِيدَ أَخْبَرَهُ أَنَّ التَّأْدِينَ الْقَائِمِي يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَمْرٌ بِهِ عُثْمَانُ حِينَ كَثُرَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ وَكَانَ التَّأْدِينَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ حِينَ يَجْلِسُ الْإِمَامُ الْعَلِي

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ حضرت امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے بعض کو فیہ پر رد کرنا ہے کیونکہ ان کا مذہب ہے کہ امام منبر پر جا کر کھڑا ہے اور جب اذان خطبہ ہو جائے تو پھر فوراً خطبہ شروع کرے۔ اگر امام بخاریؒ کی غرض اس سے احناف ہیں تو یہ نقل غلط ہے۔ بلکہ ہمارے یہاں تو جلوس مستحب ہے۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ یہ جلوس لا استماع الاذان ہے یا للاستراحت ہے۔ دونوں قول ہمارے یہاں بھی ہیں۔ جو للاستراحت کہتے ہیں۔ ان کے یہاں جمعہ و عیدین میں کوئی فرق نہیں۔ دونوں میں بیٹھے۔ اور جو لوگ لا استماع اذان کہتے ہیں کہ ان کے یہاں جمعہ میں بیٹھے عیدین میں نہ بیٹھے۔ یہی میرے اکابر کا بھی عمل رہا ہے۔

ترجمہ۔ خطبہ کے وقت اذان کہنا

باب التَّأْدِينِ عِنْدَ الْخُطْبَةِ

ترجمہ۔ حضرت سائب بن یزیدؓ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن اذان پہلے پہلے اس وقت ہوتی تھی جب امام منبر پر بیٹھ جاتا حضور رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں اور ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایسا ہی رہا۔ جب حضرت عثمانؓ کی خلافت کا دور آیا اور لوگ بہت ہو گئے تو حضرت عثمانؓ نے جمعہ کے دن تیسری اذان کا حکم دیا۔ پس وہ اذان زوراء مقام پر کسی جاتی تھی پھر عمل اسی پر قائم رہا۔

حدیث (۸۶۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِقَاتٍ النَّخَعِيُّ قَالَ سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيدَ يَقُولُ إِنَّ الْأَذَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ كَانَ أَوَّلَهُ حِينَ يَجْلِسُ الْإِمَامُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى الْمِنْبَرِ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ فَلَمَّا كَانَ فِي خِلَافَةِ عُمَانَ وَكَثُرُوا أَمَرَ عُمَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِالْأَذَانِ الثَّلَاثِ فَأَذَنَ بِهِ عَلَى الزُّوْرَاءِ فَتَبَتِ الْأُمْرُ عَلَى ذَلِكَ الْحَدِيثِ

تشریح از شیخ زکریا۔ صفحہ ۸۷ پر ایک باب گذرا ہے باب کم بین الاذان والاقامة وہاں میں نے بیان کیا تھا کہ ترمذی

کی روایت میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا کہ اذان اور اقامتہ میں وقفہ کیا کرو کہ کھانے والا کھانے سے فارغ ہو جائے اور حاجت والا اپنی حاجت پوری کر لے۔ اور وہاں میں نے بیان کیا تھا کہ امام بخاریؒ نے اس کی تائید فرمائی ہے۔ یہاں میری رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ اذان عند الخطبہ کو اس سے مستثنیٰ کرنا چاہتے ہیں اور یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اذان خطبہ اور خطبہ میں فصل نہیں کرنا چاہیے

باب الْخُطْبَةِ عَلَى الْمِنْبَرِ وَقَالَ أَنَسٌ خُطِبَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى الْمِنْبَرِ

ترجمہ۔ منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دینا اور حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے منبر پر خطبہ دیا

حدیث (۸۶۷) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو حَازِمٍ بْنُ دِينَارٍ أَنَّ رَجُلًا اتَّوَسَّهَلَ بِنِ سَعْدِ بْنِ السَّاعِدِيِّ وَقَدِمَتْ رَأْيَا فِي الْمِنْبَرِ مِمَّ عُوْدُهُ فَسَأَلُوهُ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ وَاللَّهِ إِنِّي لَا عُرْفَ مِمَّاهُو وَلَقَدْ رَأَيْتُهُ أَوَّلَ يَوْمٍ وَضِعَ وَأَوَّلَ يَوْمٍ جَلَسَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أُرْسَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى فَلَانَةَ أَمْرًا مِنْ الْأَنْصَارِ قَدَسَمَّاهَا سَهْلًا فَسَبَّهَا

ترجمہ۔ حضرت ابو ہازم بن دینارؒ نے حدیث بیان کی کہ کچھ لوگ حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ کے پاس آئے جن کو منبر رسولؐ کے بارے میں شک تھا کہ وہ کس لکڑی کا بنا ہوا تھا چنانچہ انہوں نے حضرت سہلؓ سے اس کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا اللہ کی قسم مجھے خوب پچان ہے کہ وہ کس سے بنا تھا۔ اور میں نے اس کو پہلے دن بھی دیکھا جبکہ اسے رکھا گیا اور جس پہلے دن جناب رسول اللہ ﷺ اس کے اوپر بیٹھے واقعہ یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے انصار کی ایک عورت کی طرف

پیغام بھیجا جس کا نام حضرت سل نے لیا تھا مجھے بھول گیا۔ حکم دیا کہ اپنے بڑھئی غلام کو حکم دو کہ وہ میرے لئے لکڑیوں کا ایک منبر بنا دے تاکہ جب میں لوگوں سے کلام کروں تو اس پر بیٹھ کر کروں۔ چنانچہ اس نے اپنے غلام کو حکم دیا وہ غابہ جنگل کے جھاڑ کے درخت سے بنا کر لے آیا۔ اس کی مالکہ نے جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیج دیا۔ تو آپ نے حکم دیا کہ اس منبر کو اس جگہ رکھ دیا جائے۔ چنانچہ وہ اس جگہ رکھ دیا گیا۔ پھر میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے اس پر نماز پڑھنی شروع کی۔ تکبیر بھی اسی پر رکھی اور رکوع بھی اسی پر کیا۔

مَرِيءٌ غَلَامِكِ التَّجَارَ أَنْ يَعْمَلَ لِيْ أَعْوَادًا أَجْلِسُ عَلَيْهِنَّ إِذَا كَلَّمْتُ النَّاسَ فَأَمَرْتَهُ فَعَمِلَهَا مِنْ طَرَفَائِ الْغَابَةِ ثُمَّ جَاءَ بِهَا فَأَرْسَلْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَأَمَرُ بِهَا فَوَضَعْتُ هُنَا ثُمَّ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ صَلَّى عَلَيْهَا وَكَبَّرَ وَهُوَ عَلَيْهَا ثُمَّ رَكَعَ وَهُوَ عَلَيْهَا ثُمَّ نَزَلَ الْفَهْقَرَى فَسَجَدَ فِي أَصْلِ الْمِنْبَرِ ثُمَّ عَادَ فَلَمَّا فَرَّغَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا صَنَعْتُ هَذَا لِتَأْتُمُّوا بِي وَتُعَلِّمُوا صَلَوَتِي. الْحَدِيث

پھر اگلے پاؤں نیچے اترا آئے اور منبر کی جڑ میں زمین پر سجد کیا۔ پھر واپس منبر پر آگئے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں پر متوجہ ہو کر فرمانے لگے کہ اے لوگو یہ سب کچھ میں نے اس لئے کیا ہے تاکہ تم میری اقتدا کرو اور میری نماز کو سیکھ لو۔

تشریح از شیخ ذکریا۔ منبر پر خطبہ دینا اولیٰ اور مستحب ہے۔ امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے کیا ہے۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ خطبہ علی المنبر امیر المؤمنین کا حق ہے۔ اسلئے امام بخاریؒ نے اس پر رد فرمادیا۔ لیکن اگر ایسا ہے تو روایت سے رد ثابت نہیں ہوتا کیونکہ روایت میں منبر پر خطبہ دینے والے رسول اللہ ﷺ ہیں جو سب کے آقا اور امیر ہیں۔ ہاں عموم لفظ ترجمہ سے استدلال ہو جائیگا۔ اور منبر بنانے والے کے متعلق ہم کہہ چکے ہیں کہ اس کی وضع ۷ھ اور ۸ھ کے دو قول ہیں۔ اور بنانے والے کا نام میمون ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ امام بخاریؒ جواز بتانا چاہتے ہوں فقط یہی رقیب سے اسی لئے تو منع کیا گیا ہے کہ اس میں ایذا مسلم اور اس کی تحقیر ہے اور منبر پر چڑھنے میں بظاہر حاضرین کی تحقیر ہے۔ اس لئے اس کا جواز ثابت فرمادیا کہ یہ تو حدیث سے ثابت ہے اور تعلیم کے باب میں داخل ہے اور تعلیم کی سہولت کی وجہ سے ارتفاع میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اور ایک غرض یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ابو اب الاستسقاء میں آرہا ہے کہ وہاں منبر نہ ہونا چاہیے۔ تو یہاں بتادیا کہ جہہ کا یہ حکم نہیں ہے۔

غلامك التجار اور ایک روایت میں ہے کہ خود عورت نے درخواست کی تو جمع بین الروایتین کی یہ صورت ہوگی کہ اولاً عورت نے درخواست پیش کی جب دیر ہو گئی تو جناب رسول اللہ ﷺ نے تقاضا کے لئے فرمایا قد سماها سهل نسبت تمیز سے ہوا۔ اس عورت کا نام عاتکہ انصاریہ ہے اور بعض نے مینا نقل کیا ہے۔

ترجمہ۔ ابن انس نے حضرت جابر بن عبد اللہؓ کو فرماتے تھے

حَدِيثُ (۸۶۸) حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ (الْبَخ) أَنَّهُ

سَمِعَ جَابِرُ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كَانَ جِدْعٌ يَقُومُ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ فَلَمَّا وُضِعَ لَهُ الْمِنْبَرُ سَمِعْنَا لِلْجِدْعِ مِثْلَ أَصْوَاتِ الْعِشَاءِ حَتَّى نَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهِ الْخ

کہ کھجور کا ایک تانا تھا جس کا سارا لے کر جناب نبی اکرم ﷺ کھڑے ہو کر وعظ فرماتے تھے۔ جب آپ کے لئے منبر رکھا گیا تو ہم نے کھجور کے تنا کی ایسی آوازیں سنیں جیسے گامہن اونٹنی قریب الولادت آوازیں کرتی ہے۔ جناب حضور اکرم ﷺ

بالآخر منبر سے اترے اور اپنا ہاتھ اس پر رکھا جس سے اسے سکون حاصل ہوا۔

حدیث (۸۶۹) حَدَّثَنَا أَدَمُ بْنُ أَبِي إِبَاسٍ الْخَمَعِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَخْطُبُ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ مَنْ جَاءَ إِلَى الْجُمُعَةِ فَلْيَغْتَسِلْ. الْحَدِيث ...

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ سے سنا جبکہ آپ منبر پر خطبہ دے رہے تھے کہ جو شخص جمعہ کے لئے آئے وہ ضرور غسل کرے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ العشار اس سے دس ماہ کی وہ گامہن اونٹنی مراد ہے جو درد زہ کی وجہ سے چیختی ہو۔

بَابُ الْخُطْبَةِ قَائِمًا وَقَالَ أَنَسٌ
بَيْنَنَا النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ قَائِمًا.

ترجمہ۔ کھڑے ہو کر خطبہ دینا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ دریں اثنا جناب نبی اکرم ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ دے رہے تھے۔

حدیث (۸۷۰) حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيُّ الْخَمَعِيُّ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ قَائِمًا يَفْعُدُكُمْ بِقَوْمٍ كَمَا تَفْعُلُونَ الْآنَ.

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے۔ پھر بیٹھ جاتے پھر کھڑے ہو جاتے جیسا کہ اب تم لوگ کرتے ہو۔

بَابُ اسْتِقْبَالِ النَّاسِ الْإِمَامَ
إِذَا خَطَبَ وَاسْتَقْبَلَ ابْنَ عُمَرَ
وَأَنَسٌ الْإِمَامَ.

ترجمہ۔ جب امام خطبہ دے تو لوگوں کو امام کے سامنے بیٹھ کر متوجہ ہونا چاہیے۔ حضرت عمرؓ اور حضرت انسؓ امام کے سامنے بیٹھ کر متوجہ ہوتے تھے

حدیث (۸۷۱) حَدَّثَنَا مَعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ الْخَمَعِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ

ترجمہ۔ حضرت عطاء بن یسارؓ نے حضرت ابو سعید خدریؓ سے سنا

أَبَا سَعِيدٍ بْنِ الْخُدْرِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ جَلَسَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى الْمِنْبَرِ وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ.. الْحَدِيثُ...

کہ جناب نبی اکرم ﷺ ایک دن منبر پر بیٹھے اور ہم آپ کے ارد گرد بیٹھ گئے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ خطبہ قائمہ عند الاحناف سنت ہے۔ اور امام مالک کے نزدیک واجب ہے۔ اور امام شافعی اور حنابلہ کے نزدیک قیام شرط ہے۔ لہذا اگر جالساً خطبہ دیا تو نماز جمعہ نہ ہوگی۔ دوسرے باب کے متعلق فرمایا کہ میں ان تین جگہ کلام کروں گا۔ ایک یہاں دوسرے عیدین اور تیسرے استسقاء میں امام بخاری نے تینوں مقامات پر یہی باب باندھا ہے۔ بس الفاظ میں کچھ تغیر و تبدل کر دیا۔ جس کے متعلق شرح نے کوئی کلام نہیں کیا۔ یہاں شرح یہ فرماتے ہیں کہ استقبال الناس الامام ایک امر مستحب ہے۔ لہذا استحباب کو بیان کر رہے ہیں اور میرے نزدیک امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ مالکیہ کے یہاں خطبہ میں امام کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھنا واجب ہے۔ اور امام اعظم سے بھی منقول ہے کہ وہ خطبہ کے وقت امام کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے۔ متاثرین احناف نے جمہور کے موافق خطبہ کے وقت استقبال امام قبلہ کی اصطفا (صف ہدی) کے لئے اجازت دی ہے۔ امام بخاری نے اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ ہماری مسجد میں تو صف ہدی کے ساتھ ساتھ ہی استقبال بھی ہو جاتا ہے۔ اس لئے میرے نزدیک اس مسئلہ کا تعلق مسجد مدینہ سے ہے۔ کیونکہ وہاں محراب و منبر دونوں فاصلہ پر ہیں۔ درمیان میں چند صفیں ہیں۔ تو وہاں استقبال امام کی ضرورت ہے۔ اگرچہ امام اس کے پیچھے ہے کیونکہ اعراض کرنا بظاہر امام سے تعاون ہے۔ میرے حضرت جب مدینہ میں تھے تو اس پر عمل کرتے تھے۔

**باب مَنْ قَالَ فِي الْخُطْبَةِ بَعْدَ الثَّنَاءِ
أَمَّا بَعْدُ رَوَاهُ عِكْرِمَةُ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ
عَنِ النَّبِيِّ ﷺ**

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو حمد و ثنا کے بعد اما بعد کہے حضرت عکرمہ نے ابن عباس سے اور انہوں نے جناب نبی اکرم ﷺ سے ایسا ہی روایت کیا ہے

ترجمہ۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر فرماتی ہیں کہ میں حضرت عائشہ پر داخل ہوئی جب کہ لوگ نماز پڑھ رہے تھے میں نے کہا لوگوں کا یہ کیا حال ہے تو حضرت عائشہ نے اپنے سر کے ساتھ آسمان کی طرف اشارہ کیا میں نے کہا اللہ کی قدرت کی نشانی ہے انہوں نے سر سے اشارہ کیا کہ ہاں فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اتنی بڑی طوالت کی کہ مجھ پر گرمی کی وجہ سے بے ہوشی طاری ہو گئی۔ میرے پہلو میں ایک مٹکیزہ تھا

حدیث (۸۷۲) قَالَ مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ (الخ)
عَنْ أَسْمَاءِ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ
وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ قُلْتُ مَا شَأْنُ النَّاسِ فَأَشَارَتْ
بِرَأْسِهَا إِلَى السَّمَاءِ فَقُلْتُ آيَةٌ فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا أَيْ
نَعَمْ قَالَتْ فَاطَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ جِدًّا حَتَّى تَجَلَّأَنِي
الْفُغْسِيُّ وَاللِّي جَنِبِي قَرَبْتُ فِيهَا مَاءً فَفَتَحْتُهَا فَجَعَلَتْ

جس میں پانی تھا اس کو میں نے کھولا اور اس سے اپنے سر پر پانی ڈالنے لگی۔ پس جناب رسول اللہ ﷺ نماز سے اس وقت پھرے جب سورج کھل چکا تھا آپ نے لوگوں خطبہ دیا اللہ کی حمد بیان کی ان الفاظ کے ساتھ جن کا وہ اہل ہے پھر فرمایا ابعد حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ انصار کی کچھ عورتوں نے شور کرنا شروع کیا میں تو ان کی طرف جھکی کہ ان کو چپ کراتی تھی میں آپ کا کلام نہ سن سکی تو حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ آپ نے کیا فرمایا۔ انہوں نے کہا حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ کوئی چیز ایسی نہیں جس کو میں نے نہ دیکھا ہو مگر وہ میں نے اس مقام پر دیکھی لی حتیٰ کہ جنت اور دوزخ کو بھی دیکھ لیا۔ اور میری طرف یہ وحی کی گئی کہ تمہارا قبروں میں ایسا امتحان لیا جائے گا مثل مسیح دجال کے قتل کے یا اس کے قریب قریب۔ چنانچہ تم میں سے ایک کو لایا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ اس ذات کے متعلق تمہارا کیا علم ہے۔ لیکن مومن یا مومنہ کو شک ہے تو وہ کہے گا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں وہ محمد ﷺ ہیں جو ہمارے پاس واضح دلائل اور ہدایت لائے ہم ان پر ایمان لے آئے ان کی دعوت قبول کی ان کی پیروی کی اور ہم نے آپ کی تصدیق کی۔ پس اس سے کہا جائے گا کہ ٹھیک ٹھاک سو جاؤ ہم جانتے تھے کہ تو مومن تھا۔ لیکن منافق یا شک کرنے والا عصام کو شک ہوا اس سے کہا جائے گا کہ

أَصْبَتْ مِنْهَا عَلِيٌّ رَأْسِي فَأَنْصَرَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَقَدْ تَجَلَّتِ السَّمْسُ فَخَطَبَ النَّاسَ فَحَمِدَ اللَّهُ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ أَمَا بَعْدُ قَالَتْ وَلَعَطَ نِسْوَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَأَنْكَفَتُ إِلَيْهِنَّ لِأَسْبَكْتَهُنَّ فَقُلْتُ لِعَائِشَةَ مَا قَالَتْ قَالَتْ قَالَ مَا مِنْ شَيْءٍ لَمْ أَكُنْ أُرِيئُهُ إِلَّا وَقَدْ رَأَيْتُهُ فِي مَقَامِي هَذَا حَتَّى الْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَإِنَّهُ قَدْ أُوجِيَ إِلَيَّ أَنْكُمْ تُفْتَنُونَ فِي الْقُبُورِ مِثْلَ أُوقْرِيئِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ يُؤْتِي أَحَدَكُمْ فَيَقَالُ لَهُ مَا عَلِمَكَ بِهَذَا الرَّجُلِ فَمَاذَا الْمُؤْمِنُ أَوْ قَالَ الْمُؤْمِنُ شَكَ هِشَامُ فَيَقُولُ هُوَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ هُوَ مُحَمَّدٌ جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى فَاْمَنَّا وَاجْتَبْنَا وَاتَّبَعْنَا وَصَدَقْنَا فَيَقَالُ لَهُ نَمَّ صَالِحًا قَدْ كُنَّا نَعْلَمُ إِنْ كُنْتَ لِمُؤْمِنًا بِهِ وَأَمَّا الْمُنَافِقُ أَوِ الْمُرْتَابُ شَكَ هِشَامُ فَيَقَالُ لَهُ مَا عَلِمَكَ بِهَذَا الرَّجُلِ فَيَقُولُ لَا أَدْرِي سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ شَيْئًا فَقُلْتُ قَالَ هِشَامُ فَلَقَدْ قَالَتْ لِي فَاطِمَةُ فَأَوْعَيْتُهُ غَيْرَ أَنَّهَا ذَكَرَتْ مَا يُعْلَظُ عَلَيْهِ... الحديث...

تو اس آدمی کے بارے میں کیا جانتا تھا۔ وہ کہے گا میں نہیں جانتا لوگوں سے ایک بات سنتا تھا تو میں بھی ویسے کہہ دیتا تھا ہشام کہتے ہیں کہ مجھے حضرت فاطمہؓ نے کہا کہ میں نے اس کو خوب محفوظ کر لیا۔ ماسوائے اس کے جو سختی اس کا فرپر کی جائے گی اس کو انہوں نے تو ذکر کیا مجھے یاد نہ رہا۔

ترجمہ۔ حضرت عمرو بن تغلبہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ

حدیث (۸۷۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرٍ (الخ) حَدَّثَنَا

کے پاس کچھ مال یا سامان آیا آپ نے اس کو تقسیم فرمایا کچھ لوگوں کو دیا اور کچھ کو چھوڑ دیا۔ پس حضور انور ﷺ کو یہ بات پہنچی کہ جن کو آپ نے چھوڑ دیا وہ ناراض ہو گئے۔ تو آپ نے اللہ کی حمد اور شایان کرنے کے بعد فرمایا اما بعد پس اللہ کی قسم میں کسی آدمی کو دیتا ہوں اور کسی کو چھوڑ دیتا ہوں حالانکہ جس کو میں نے چھوڑ دیا وہ میرے نزدیک اس شخص سے زیادہ پسندیدہ تھا نسبت اس کے جس کو میں نے دیا ہے۔ لیکن بات یہ ہے کہ میں کچھ لوگوں کو اس لئے دیتا ہوں کہ میں ان کے دلوں میں گھبراہٹ اور بے صبری دیکھتا ہوں اور کچھ لوگوں کو میں ان چیزوں کے سپرد کر دیتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں غنا اور بھلائی

عَمُرُو بَنُ تَغْلِبَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أُتِيَ بِمَالٍ أَوْ بَيْسَى فَقَسَمَهُ فَأَعْطَى رِجَالًا وَتَرَكَ رِجَالًا فَبَلَغَهُ أَنَّ الَّذِينَ تَرَكَ عَتَبُوا فَحَمِدَ اللَّهُ ثُمَّ اتْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ أَمَا بَعْدُ فَوَاللَّهِ إِنِّي أُعْطِي الرَّجُلَ وَأَدْعُ الرَّجُلَ وَالَّذِي أَدْعُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الَّذِي أُعْطِيَ وَلَكِنْ أُعْطِيَ أَقْوَامًا لِمَا أَرَى فِي قُلُوبِهِمْ مِنَ الْجُزَعِ وَالْهَلَجِ وَآكُلِ أَقْوَامًا إِلَى مَا جَعَلَ اللَّهُ فِي قُلُوبِهِمْ مِنَ الْعِنَى وَالْخَيْرِ فِيهِمْ عَمُرُو بَنُ تَغْلِبَ فَوَاللَّهِ مَا أَحَبُّ إِلَيَّ بِكَلِمَةٍ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ حَمَرُ النَّعَمِ.. الحديث

رکھ دی ہے ان میں عمرو بن تغلب بھی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں اللہ کی قسم حضور اکرم ﷺ کے اس کلمہ کے بدلے جو میرے بارے میں فرمایا مجھے سرخ چوپائے یا سرخ اونٹ پسند نہیں ہیں۔ (سرخ اونٹ عمدہ مال تھا)۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ خبر دیتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ ایک رات آدھی رات کے وقت گھر سے نکلے تو مسجد میں آکر نماز پڑھی کچھ آدمیوں نے آپ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھی صبح کو لوگ باتیں کرنے لگے تو دوسری رات ان سے بھی زیادہ لوگ جمع ہو گئے۔ انہوں نے حضور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی پھر صبح کو لوگوں میں چرچا ہوا تو تیسری رات مسجد والے بہت ہو گئے چنانچہ حضور تشریف لائے تو لوگوں نے آپ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھی پھر جب چوتھی رات ہوئی تو لوگ اس قدر بڑھ گئے کہ مسجد میں گنجائش نہ رہی مگر حضور انور ﷺ تشریف نہ لائے حتیٰ کہ صبح کی نماز میں تشریف آوری ہوئی۔ نماز فجر سے فراغت کے بعد آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے۔

حدیث (۸۷۴) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بَكْرٍ رَأَى أَنَا عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ خَرَجَ لَيْلَةً مِنْ جُوفِ اللَّيْلِ فَصَلَّى فِي الْمَسْجِدِ فَصَلَّى رِجَالٌ بِصَلْوَتِهِ فَأَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوا فَاجْتَمَعَ أَكْثَرُ مِنْهُمْ فَصَلُّوا مَعَهُ فَأَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوا فَكَثُرَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّلَاثَةِ فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَصَلُّوا بِصَلَاتِهِ فَلَمَّا كَانَتِ اللَّيْلَةُ الرَّابِعَةَ عَجَزَ الْمَسْجِدُ عَنْ أَهْلِهِ حَتَّى خَرَجَ لِصَلْوَةِ الصُّبْحِ فَلَمَّا فَضِيَ الْفَجْرَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَتَشَهَّدَ ثُمَّ قَالَ أَمَا بَعْدُ لَمْ يَخْفَ عَلَيَّ مَكَانُكُمْ لِكَيْبِي خَشِيتُ أَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ

كُنْتُمْ جُزْءًا مِّنْهَا تَابِعَهُ يُؤْنَسُ .. الحديث ..

کلمہ شہادت پڑھا پھر فرمایا اما بعد بیٹھک تمہارا اجتماع مجھ پر محضی

نہیں رہا۔ لیکن میں اس بات سے ڈر گیا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے۔ تو پھر تم اس سے عاجز ہو جاؤ گے۔

حدیث (۸۷۵) حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ (البخ) عَنْ

أَبِي حُمَيْدٍ بْنِ السَّاعِدِيِّ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَامَ عَشِيَّةً بَعْدَ الصَّلَاةِ فَتَشَهُدُوا نَتْنِي عَلَى اللَّهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ أَمَا بَعْدُ تَابِعَهُ أَبُو مَعَاوِيَةَ (البخ) ...

ترجمہ۔ حضرت ساعدیؓ خبر دیتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ ایک شام نماز کے بعد کھڑے ہوئے کلمہ شہادت پڑھا اللہ کی حمد و ثنایاں کی جس کا وہ مستحق ہے۔ پھر فرمایا اما بعد ابو معاویہ نے متابعت کی البخ۔

حدیث (۸۷۶) حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ (البخ) عَنْ

الْمِسُورِبِيِّ مَحْرَمَةً قَالَ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَسَمِعْتُهُ حِينَ تَشَهُدُ يَقُولُ أَمَا بَعْدُ تَابِعَهُ الزُّهْرِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ .. الحديث ..

ترجمہ۔ حضرت مسعود بن مخرمہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے جب آپ نے کلمہ تشہد پڑھا تو میں نے آپ سے سنا فرماتے تھے اما بعد زہیدی نے اس کی متابعت کی۔

حدیث (۸۷۷) حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أَسَدٍ (البخ)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ صَعِدَ النَّبِيُّ ﷺ الْمِنْبَرَ وَكَانَ آخِرَ مَجْلِسٍ جَلَسَهُ مُتَعَطِّفًا مَلْحَفَةً عَلَى مَنْكِبَيْهِ قَدْ عَصَبَ رَأْسَهُ بِعِصَابَةٍ وَسَمِيَةً فَحَمِدَ اللَّهُ وَأَتْنِي عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي قَتَابُوا إِلَيْكُمْ ثُمَّ قَالَ أَمَا بَعْدُ فَإِنَّ هَذَا الْحَيُّ مِنَ الْأَنْصَارِ يَقْلُونَ وَيَكْتُرُونَ النَّاسُ فَمَنْ وَلِيَ شَيْئًا مِنْ أُمَّةٍ مُحَمَّدٌ فَاسْتَطَاعَ أَنْ يُظْصَرَ فِيهِ أَحَدٌ أَوْ يُنْفَعَ فِيهِ أَحَدًا فَلْيُقْبَلْ مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَيَتَجَاوَزْ عَنْ مُسِيئِهِمْ .. الحديث ..

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ منبر پر چڑھے اور یہ حضور کی آخری مجلس تھی جس میں آپ پیٹھے اپنے دو کندھوں پر ایک لمبی چادر لپیٹی ہوئی تھی اور اپنے سر کو ایک میلی سی سیاہ پٹی سے باندھا ہوا تھا پس اللہ کی حمد و ثنایاں فرمائی پھر فرمایا اے لوگو! میری طرف آ جاؤ تو لوگ حضور اقدس ﷺ کی طرف اکٹھے ہو گئے۔ پھر آپ نے فرمایا اما بعد پس یہ انصار کا قبیلہ تو تھوڑے ہوں گے اور ویسے اسلام میں لوگ بہت آ جائیں گے پس امت محمد ﷺ سے جو کچھ بھی کسی چیز کا والی بنا کہ کسی کو اس سے نقصان یا کسی کو نفع پہنچا سکتا ہے تو اس نیکی کرنے والی کی نیکی قبول کر لینی چاہیے۔ اور برائی کرنے والے سے درگزر کرنا چاہیے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ - یہ باب امام حاریؒ نے عیدین۔ استسقا اور کسوف وغیرہ میں باندھا ہے مگر اس کی اہمیت سمجھ میں نہیں آئی

یوں کہتے ہیں کہ یہ فصل الخطاب ہے۔ مگر یہ بھی کوئی اہمیت کی بات نہیں بلکہ میرا خیال یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ سے دعاؤں کے اندر اللہم انی احمدک حمدا لا نہایة له وغیرہ جیسے الفاظ آئے ہیں اور اما بعد انتما کو چاہتا ہے لہذا امام بخاریؒ نے اس کے جواز کی طرف اشارہ فرمادیا۔ غیر انہا ذکر ت ما یغلظ علیہ یعنی الفاظ تو مجھے یاد نہیں رہے البتہ مضمون یاد ہے۔ احب ان لی کلمتو رسول اللہ اس کے دو مطلب ہیں ایک یہ کہ حضور اقدس ﷺ نے جو کلمہ تعریفی ارشاد فرمایا اس کے مقابلہ میں لاکھوں اونٹ قربان۔ اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ جب میں نے یہ سن لیا کہ بعض لوگوں کے قلوب میں جزع فزع ہے۔ تو بھائی میں ہزاروں اونٹ قربان کر دوں بجز اس سے کہ میں اس کلمہ کا مصداق بن جاؤں۔ تابعہ یونس حاصل یہ ہے کہ لفظ اما بعد میں موافقت کی ہے۔ گو الفاظ روایت میں کمی بیشی ہو۔ وکان آخر مجلس جلسہ میرے نزدیک یہ شبہ کے دن ظہر کی نماز میں دیا جانے والا خطبہ ہے۔

ان ہذا الحی من الانصار یقلون اس لئے کہ مؤمنین تو بڑھتے رہیں گے کیونکہ لوگ کثرت سے اسلام میں داخل ہوں گے۔ اور انصار تو صرف انہیں انصاریوں کی اولاد ہوگی۔ مطلب یہ ہے کہ اگرچہ انصار کی اولاد ہوگی لیکن غیر مسلم کثرت سے اسلام لائیں گے کہ مسلمانوں اور انصار میں وہ نسبت نہ رہے گی جو اب ہے۔ چنانچہ آجکل ۸۰ کروڑ مسلمان ہیں اور انصار شاید چند لاکھ سے بھی زائد نہ ہوں۔ اتنی تعداد کے باوجود مسلمان کتنے ذلیل ہیں۔

ترجمہ۔ جمعہ کے دن دو خطبوں کے درمیان
پیش کیا ہے۔

باب الْقَعْدَةُ بَيْنَ الْخُطْبَتَيْنِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب

حدیث (۸۷۸) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ

نبی اکرم ﷺ دو خطبے دیتے تھے اور ان کے درمیان بیٹھتے تھے۔

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُخْطُبُ خُطْبَتَيْنِ يَفْقَدُ بَيْنَهُمَا الْحَدِيثَ

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ جمہور کے نزدیک قعدہ بین الخطبہ مستقل مسنون ہے۔ اور بعض کے نزدیک واجب ہے کہ

بعض شافعیہ فرماتے ہیں کہ مقصود خطبتین میں لہذا اگر کھڑے کھڑے توقف کر لیا اور پھر دوسرا خطبہ شروع کر دیا تو کوئی حرج نہیں۔ حضرت امام بخاریؒ اس پر رد فرماتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ خطبہ کی حقیقت میں اختلاف ہے حضرت امام اعظمؒ کے نزدیک اس کی حقیقت مطلق ذکر ہے۔ صاحبین کے نزدیک ذکر طویل ہونا چاہیے۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک خطبہ پانچ اجزاء سے مرکب ہے۔ حمد دعا صلوات اور تکبیر۔

ترجمہ۔ خطبہ کو کان لگا کر سننا

باب الْإِسْتِمَاعِ إِلَى الْخُطْبَةِ

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب

حدیث (۸۷۹) حَدَّثَنَا إِدْرِمَالِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا كَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَقَفَتِ الْمَلَائِكَةُ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ يَكْتُبُونَ الْأَوَّلَ فَلَاوَلَّ وَمَثَلُ الْمُهَجَّرِ كَمَثَلِ الَّذِي يَهْدِي بُدْنَهُ ثُمَّ كَالَّذِي يَهْدِي بَقْرَةَ ثُمَّ كَبَشَاتِمُ دُجَاجَةً ثُمَّ بَيْضَةٌ فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ طَوْرًا صُحُفَهُمْ وَيَسْتَمِعُونَ الذِّكْرَ. الحديث

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں پہلے پہل آنے والے کو اور بعد میں آنے والے کو لکھتے رہتے ہیں۔ پس وہ شخص جو زوال کے بعد دھوپ میں آنے والا ہے اس کا حال اس شخص کی طرح ہے جس نے اونٹ کی قربانی دی پھر اس شخص کی طرح جو گائے ذبح کرتا ہے۔ پھر مینڈھا قربانی کرنے والا۔ پھر مرغی بعد ازاں انڈا قربان کرنے والے کا ثواب ملتا ہے۔ پھر جب امام خطبہ کیلئے نکلتا ہے تو فرشتے اپنے دفتر لیٹ لیتے ہیں اور کان لگا کر ذکر الہی کو سنتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریا - استماع اس لئے واجب ہے کہ قرآن مجید میں ہے اذ اقرء القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم

ترحمون جب قرآن مجید پڑھا جائے تو خوب کان لگا کر سنو اور چپ رہو تاکہ تم پر رہم کیا جائے۔

باب إِذَا رَأَى الْإِمَامُ رَجُلًا جَاءَ وَهُوَ يَخْطُبُ أَمْرَهُ أَنْ يُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ - -

ترجمہ - جب امام کسی آدمی کو آتا دیکھے اور وہ خطبہ دے رہا ہو تو اسے حکم دے وہ دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ لے

حدیث (۸۸۰) حَدَّثَنَا أَبُو النَّعْمَانِ (الخ)

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ وَالنَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ النَّاسَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ أَصَلَيْتَ يَا فُلَانُ فَقَالَ لَا قَالَ فَمُ فَرَكَعَ. الحديث

ترجمہ - حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی اس وقت آیا جبکہ جمعہ کے دن جناب نبی اکرم ﷺ لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے۔ تو آپ نے پوچھا کہ تم نے نماز تحیۃ المسجد پڑھی ہے اس نے کہا نہیں آپ نے فرمایا کھڑے ہو کر رکوع کرو

تشریح از شیخ مدنی - امام شافعی اور امام احمد کا مسلک ہے کہ اگرچہ امام خطبہ بھی دے رہا ہو تو بھی تحیۃ المسجد کو

ادا کرے۔ یہ حضرات وجوب کے قائل نہیں۔ البتہ اہل ظواہر وجوب کے قائل ہیں۔ شوافع روایت باب کو استدلال میں پیش کرتے ہیں۔ حضرت امام اعظم اور امام مالک فرماتے ہیں کہ دوسری روایت میں ہے اذ اخرج الامام فلا صلوة ولا كلام نئی وارد ہوئی ہے۔ اور رقم فارکع کا جواب یہ دیتے ہیں کہ ایک دوسری حدیث میں ہے آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ خطبہ کے دوران اگر کسی نے اذ اقلت لصاحبك يوم الجمعة انصت والامام يخطب فقد لغوت کہہ دیا تو اس نے لغو کا ارتکاب کیا۔ حالانکہ وہ امر بالمعروف کر رہا ہے۔ جب امر بالمعروف سے ممانعت ہے تو تحیۃ المسجد کیسے جائز ہوگی۔ تو فصل رکعتین کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ ان رکعتین سے

کیا مراد ہے۔ ممکن ہے کہ اس سے کوئی نماز فوت ہوگی۔ اور وہ صاحب ترتیب ہو۔ تو آپ نے اسے فرمایا کہ پہلے قایتہ کو صا کر لو۔ پھر آکر شریک ہو جاؤ۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں بہت بسط سے اس پر بحث کی ہے۔ مگر ابن ماجہ صفحہ ۷۹ پر ہے کہ سلیک عطفانی خطبہ کی حالت میں آئے تو آپ نے آتے ہی اس سے پوچھا کہ کیا تو نے وہ پہلی رکعتیں پڑھیں ہیں۔ اصلیت رکعتین قبل ان نجی ترجمہ آنے سے پہلے تو نے دو رکعتیں پڑھ لیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس نے کوئی اور نماز مراد ہے جو کہ انہوں نے ادا کرنی تھی۔ ورنہ تحیۃ المسجد تو دخول مسجد سے ہوا کرتی ہے۔ پہلے تو نہیں ہوتی۔ دوسرا تسلیمی جواب یہ ہے کہ مانا یہ تحیۃ المسجد تھی مگر دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا آپ خطبہ پڑھ رہے تھے یا خطبہ شروع کرنے والے تھے۔ بخطبہ میں امکان ہے کہ آپ خطبہ شروع کرنے والے ہوں اس وقت آپ نے امر فرمایا ہے چنانچہ مسلم شریف میں صفحہ ۱۸۷ ج ۱ پر ہے جاء سلیک ورسول اللہ ﷺ قاعدا علی المنبر تو معلوم ہوا کہ سلیک اس وقت آئے جب آپ منبر پر بیٹھے ہوئے تھے اور بیٹھ کر خطبہ نہیں پڑھا جاتا۔ کیونکہ یہ آپ کی عادت مبارکہ نہیں تھی۔ تو بخطبہ میں تاویل کرنی پڑے گی۔ اسی پرید الخطبۃ لیکن شوافع اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ احناف بھی تو کہتے ہیں کہ جب امام خطبہ کے لئے نکلے تو لا صلوة ولا کلام۔ مگر کہا جائے گا یہ مسلک امام اعظم کا ہے۔ صاحبین فرماتے ہیں کہ جب امام خطبہ پڑھ رہا ہو۔ اس وقت نہ نماز پڑھے نہ کلام کرے اور بین الخطبتین کا قعود مراد ہو تو اس میں صاحبین بھی اجازت دیتے ہیں۔ دوسرے نسائی صفحہ ۱۵۸ پر ہے۔ اور باب بھی الحث علی الصدقة فقال له رسول اللہ ﷺ صلیت قال لا قال فصل رکعتین وحث النبی ﷺ علی الصدقة تو اگر امام اثناء خطبہ میں خطبہ چھوڑ دے اور کسی دیگر اہم امر کی طرف متوجہ ہو تو اس اثنا میں کوئی نماز پڑھ لے تو کون سی ممانعت ہے۔ چنانچہ آپ نے لوگوں کو ترغیب دی اور ہر طرف سے کچھ نہ کچھ جمع ہو گیا آخر اس میں بھی تو ضرور کوئی وقت صرف ہوا ہوگا۔ اس کا ہم انکار نہیں کرتے کہ امام کسی اہم امر کے لئے نماز پڑھنا چاہیں تو کوئی ممانعت نہیں۔ جیسا کہ آپ نے لوگوں کو صدقہ کی ترغیب دی اور دو پڑے دیئے تو کسی خاص مصلحت کی بنا پر ہوا۔ اس کو قاعدہ کلیہ نہیں بنایا جاسکتا۔ تو اس روایت سے استدلال تام نہ ہوا۔ البتہ مسلم اور ابوداؤد میں جو ایک قوی روایت ہے اس سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اذا جاء احدکم یوم الجمعة والامام یخطب فلیبرک رکعتین یتنجز فیہما۔ کہ جب تم میں سے کوئی ایک جمعہ کے دن آئے اور امام خطبہ دے رہا ہے تو دو رکعت پڑھے اور ان میں اختصار کرے۔ نیز پہلی دو روایت کی مؤید بہت سی روایات موجود ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عثمانؓ سے غسل جمعہ کے متعلق فرمایا مگر صلوة تحیۃ المسجد کے متعلق کچھ نہیں فرمایا اور ایسے آپ جمعہ کے دن خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک دیر سائی آ کر کہتا ہے ہلکت الاموال وانقطعت السبل (مال مویشی تباہ ہو گئے اور راستے بند ہو گئے) مگر آپ نے اس سے تحیۃ المسجد کے متعلق کچھ نہیں فرمایا اسی طرح ایک شخص تعطی رقاب کرتے ہوئے آ رہا تھا آپ نے اسے فرمایا اجلس فانک اذیت الناس۔ الحدیث کہ بیٹھ جاؤ تو نے لوگوں کو تکلیف پہنچائی ہے۔ الغرض ان روایات سے معلوم ہوا کہ تحیۃ المسجد ضروری نہیں ہے۔ البتہ قوی روایت جس کو تمام صحاح میں نقل کیا گیا ہے بخاری میں بھی موجود ہے دارقطنی نے امام بخاریؒ پر سو ۱۰۰ اعتراضات کیئے ہیں جن کا ذکر مقدمہ فتح الباری میں موجود ہے۔ ان میں سے چار روایات متن کی بھی ہیں

ان میں سے یہ قوی روایت بھی ہے۔ کہ یہ روایت فعلی تھی۔ راوی نے اس کو قوی بنالیا۔ جیسے حضرت عمار بن یاسرؓ کی تیمم کی روایت فعلی کو قوی بنایا گیا۔ اور ایسے استثناء فی الیمین کی فعلی روایت کو قوی بنایا گیا۔ اور روایت بالسنی میں عموماً ایسا ہوتا ہے کہ قوی کو فعلی اور فعلی کو قوی بنالیا کرتے ہیں۔ تو دارقطنی نے بھی امام بخاریؒ پر مواخذہ کیا۔ اور غالباً مصنفؒ نے اس روایت کو اس باب میں اس لئے ذکر نہیں کیا۔ چنانچہ شرح لکھتے ہیں کہ جس روایت میں اختلاف ہوتا ہے امام بخاریؒ اپنی عادت کے موافق اس کو اس باب میں ذکر نہیں کرتے۔ البتہ مصنفؒ نے اسے صلوة اللیل منیٰ منیٰ میں جا کر ذکر کیا ہے۔ تو یہ راوی کا تصرف ہو کہ اس نے اسے قوی بنالیا۔ مسلم میں تو اذا خرج الامام فلیصل رکعتین کے الفاظ ہیں یخطب کا تذکرہ نہیں ہے۔ اور ابو داؤد میں صفحہ ۵۹ پر ہے اذا جاء احدکم یوم الجمعة کے الفاظ ہیں جن کی وجہ سے حافظ ابن حجرؒ کو امام نوویؒ پر بہت غصہ آیا ہے۔ حالانکہ مسلم کی دوسری روایت میں ہے اذا جاء احدکم وخرج الامام فلیصل رکعتین ہے تو اس کے ہم بھی قائل ہیں کہ جب امام خطبہ کے لئے تیار ہو جاتا ہے تو جلدی سے رکعتیں پڑھ لو۔ جیسا کہ بتحوز فیہما کے الفاظ اس پر دلالت کرتے ہیں کہ ان میں اختصار کریں۔ یہ جواب اس صورت میں ہے جبکہ روایت کو قوی تسلیم کیا جائے۔ تو ہم ارادہ فعل کی تاویل کریں گے۔ یا خروج الامام کی تاویل ہوگی۔ مصنف ابن شیبہ میں ہے ناھشیم عن محمد بن قیس ان النبی ﷺ حیث امره ان یصلی رکعتین امسک عن الخطبة حتی فرغ من رکعتیه ثم عاد الی الخطبة۔ دارقطنی نے بھی مسند اور مرسل سے نقل کیا ہے۔ تو یہ مرسل صورت ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ابو اب المساجد میں اس پر کلام گذر چکا اور میں بتلا چکا ہوں کہ حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک یہ سلیک کے ساتھ خاص ہے اور حنابلہ اور شوافع کے یہاں کوئی خصوصیت نہیں حنابلہ اوقات مکروہہ میں تو احناف کے ساتھ ہیں۔ مگر اعراض کی وجہ سے یہاں رکعتین کے قائل ہیں۔ حنابلہ اور شافعیہ فرماتے ہیں کہ امام حکم کر دے اور اگر حکم نہ کرے تو خود پڑھ لے۔ حنفیہ اس کا جواب دیتے کہ حضرت عمرؓ ایک مرتبہ خطبہ دے رہے تھے حضرت عثمانؓ تشریف لے آئے اور انہوں نے دور کعتیں نہیں پڑھیں تو حضرت عمرؓ نے ان کو غسل کے متعلق فرمایا رکعتین کا حکم نہیں دیا۔

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جب وہ آئے اور امام خطبہ دے رہا ہو تو دو ہلکی ہلکی رکعتیں پڑھے

**باب مَنْ جَاءَ وَالْإِمَامَ يُخْطَبُ
صَلَّى رَكَعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ -**

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی جمعہ کے دن داخل ہوا جبکہ نبی اکرم ﷺ خطبہ پڑھ رہے تھے آپ نے پوچھا کیا تو نے نماز پڑھی اس نے بتلایا کہ نہیں۔ تو آپ نے فرمایا اٹھو اور دور کعتیں پڑھ لو۔

حدیث (۸۸۰) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ (الخ) عَنْ عُمَرَ وَسَمِعَ جَابِرًا قَالَ دَخَلَ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالنَّبِيُّ ﷺ يُخْطَبُ فَقَالَ أَصَلَّيْتُ قَالَ لَا قَالَ قُمْ فَصَلِّ رَكَعَتَيْنِ الْحَدِيثُ

باب رَفَعِ الْيَدَيْنِ فِي الْخُطْبَةِ

ترجمہ۔ خطبہ میں دونوں ہاتھوں کو اٹھانا

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ دریں اجتماع کے دن جناب نبی اکرم ﷺ خطبہ پڑھ رہے تھے کہ اچانک ایک آدمی اٹھ کھڑا ہوا اس نے کہا یا رسول اللہ گھوڑے اور بحریاں ہلاک ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ ہم پر بارش برسائے۔ چنانچہ آپ نے دونوں ہاتھ پھیلائے اور دعا فرمائی۔

حدیث (۸۸۱) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ (الْبَخ) عَنْ أَنَسٍ قَالَ بَيْنَمَا النَّبِيُّ ﷺ يُحْطَبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِذْ قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلَكَ الْكُرَاعُ هَلَكَ الشَّاءُ فَأَدْعُ اللَّهُ أَنْ يُسْقِنَا فَمَدَّ يَدَيْهِ وَدَعَا.. الحديث.

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شرح فرماتے ہیں کہ ترجمہ کی غرض اس کے جواز کو متلانا ہے۔ اور جواز کے متلانے کی ضرورت اسلئے

پیش آئی کہ ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ بنو امیہ کا کوئی امیر خطبہ دے رہا تھا اور ہاتھ اٹھا اٹھا کر تقریر کر رہا تھا۔ کہ ایک صحابی نے دیکھا تو فرمایا بیچ اللہ ہاتھین الہدین ما رایت رسول اللہ ﷺ شاہراً یدیدہ (میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو ہاتھ اٹھاتے ہوئے نہیں دیکھا) پھر فرمایا کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو صرف انکی اٹھاتے ہوئے دیکھا تو امام بخاری نے اس پر رد فرمادیا۔ مگر میرے نزدیک رد کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ابوداؤد کی روایت میں شاہراً یدیدہ ہے جو مشکوٰۃ میں کا طریقہ ہے۔ خلاف بخاری کی روایت کے کہ اس میں مدیدین للدعاء ہے نیز! نفس رفع یدین پر صحابی نے نکیر نہیں فرمائی۔ بلکہ ہاتھ جھانے پر نکیر فرمائی تھی۔ شاہراً یدیدہ اس پر دہل ہے۔

باب الْإِسْتِسْقَاءِ فِي الْخُطْبَةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

ترجمہ۔ خطبہ میں بارش مانگنا۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں لوگ قحط سالی میں مبتلا ہو گئے پس دریں اثناء کہ جناب نبی اکرم ﷺ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے کہ ایک دیہاتی اٹھ کھڑا ہوا جس نے کہا یا رسول اللہ مال مویشی ہلاک ہو گئے۔ اہل و عیال بھوکے مر گئے۔ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے بارش کی دعا فرمائیے پس آپ نے دونوں ہاتھ اٹھائے۔ جبکہ ہمیں آسمان میں کوئی کھڑا بدل کا نظر نہیں آرہا تھا پس قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری

حدیث (۸۸۲) حَدَّثَنَا أَبُو رَاهِمٍ بْنُ الْمُنْذِرِ (الْبَخ) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ أَصَابَتِ النَّاسَ سُنَّةٌ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ فَبَيْنَمَا النَّبِيُّ ﷺ يُحْطَبُ فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ قَامَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلَكَ الْمَالُ وَجَاعَ الْعِيَالُ فَأَدْعُ اللَّهُ لِنَا فَرَفَعَ يَدَيْهِ وَمَا تَرَى فِي السَّمَاءِ فَرَزَةً فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا وَضَعَهَا حَتَّى تَارَ السَّحَابُ أَمْثَالَ الْجِبَالِ كَمْ لَمْ يَنْزِلْ

جان ہے۔ ابھی آپ نے ہاتھ نہیں رکھے تھے یہاں تک بادل پہاڑوں کی مانند امنڈ آئے۔ پھر آپ منبر سے نہیں اتارے تھے کہ میں نے بارش کو دیکھا کہ اس کے قطرے آپ کی داڑھی مبارک پر گر رہے تھے۔ ہم پر اس دن بھی سارا دن بارش ہوئی دوسرے دن تیسرے دن پھر اس کے متصل دن حتیٰ کہ دوسرے جمعہ تک بارش ہوئی۔ تو وہی دیہاتی یا کوئی دوسرا اٹھا تو اس نے کہا یا رسول اللہ مکان گر گئے۔ مال و اسباب پانی میں ڈوب گیا پس اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے دعا مانگیے کہ بارش رُک جائے۔ پس آپ نے دونوں ہاتھ دعا کے لئے اٹھائے۔ پس آپ نے فرمایا اے اللہ ہمارے ارد گرد بارش ہو ہم پر نہ ہو۔ پس اپنے ہاتھ سے بادل کی

عَنْ مِنْبَرِهِ حَتَّى رَأَيْتَ الْمَطَرَ يَتَحَادَرُ عَلَيَّ لِخَيْبِهِ فَمَطَرْنَا يَوْمَنَا ذَلِكَ وَمِنَ الْغَدِ وَمِنْ بَعْدِ الْغَدِ وَالَّذِي يَلِيهِ حَتَّى الْجُمُعَةِ الْأُخْرَى فَقَامَ ذَلِكَ الْأَعْرَابِيُّ أَوْ قَالَ غَيْرُهُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ تَهْدُمُ الْبِنَاءَ وَغَرَقَ الْمَالَ فَادْعُ اللَّهُ لِنَا فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا فَمَا يَشِيرُ بِيَدِهِ إِلَى نَاحِيَةِ مِنَ السَّحَابِ الْأَنْفَرَجَتْ وَصَارَتْ الْمَدِينَةُ مِثْلَ الْجُوبَةِ وَسَالَ الْوَادِي فَنَاءَ شَهْرًا وَلَمْ يُجِبْ أَحَدٌ مِنْ نَاحِيَةِ الْأَحَدَثِ بِالْجُودِ . الْحَدِيثُ

جس ٹکڑی کی طرف بھی اشارہ کرتے تھے وہ کھل جاتی تھی۔ اور مدینہ گول حوض کی طرح ہو گیا۔ اور وادی قنات مہینہ بھر چلتی رہی اور ارد گرد کے اطراف سے جو شخص بھی آیا اس نے کثیر بارش کی بات بیان کی۔

تشریح از شیخ زکریا۔ اس کا مستقل ذکر آگے آرہا ہے۔ چونکہ استنقاء کی تین صورتیں ہیں۔ ایک نماز کے بعد دعا کی جائے

یہ اجماعاً جائز ہے۔ دوسرے یہ کہ جمعہ کے خطبہ میں دعا کی جائے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ باقاعدہ جنگل میں جا کر نماز پڑھ کر دعا مانگی جائے ان سب صورتوں میں سے دوسری صورت کو یہاں بیان کر رہے ہیں۔

ترجمہ۔ جب امام جمعہ کا خطبہ پڑھ رہا ہو تو چپ رہنا چاہیے اور جب کوئی شخص اپنے ساتھی سے کہے چپ رہ تو اس نے لغو کیا حضرت سلمانؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ چپ کراتے تھے جب امام بول رہا ہو۔

باب الْإِنْصَاتِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ
وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ وَإِذَا قَالَ لِصَاحِبِهِ
أَنْصِتْ فَقَدْ كَفَا وَقَالَ سَلْمَانُ عَنِ
النَّبِيِّ ﷺ يَنْصِتُ إِذَا تَكَلَّمَ الْإِمَامُ

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ خبر دیتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب جمعہ کے دن تو نے اپنے

حدیث (۸۸۳) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ رَأَى أَنَّ
أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ إِذَا قُلْتُ

لصَاحِبِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ انصَتُوا وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ
ساتھ والے سے اتنا کہہ دیا کہ چپ رہ جبکہ امام خطبہ پڑھ رہا ہو
فَقَدْ كَفَوْتُ .. الحديث ..
تو تو نے لغو کیا۔

تشریح شیخ زکریاؒ - قرآن عزیز میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اذا قرأ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون
الایہ باتفاق مفسرین یہ آیت خطبہ کے بارے میں نازل ہوئی اس میں اللہ تعالیٰ نے دو چیزوں کا امر فرمایا ہے۔ ایک استماع کا دوسرے انصت
کا۔ استماع کان لگانے کو کہتے ہیں اور انصت خاموش رہنے کو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمسواقات استماع تو ہوتا ہے مگر مستمع درمیان استماع
کچھ بول دیتا ہے۔ گو اس کا کان منکھم کی طرف لگا ہوا ہو۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بولتا نہیں خاموش رہتا ہے۔ مگر استماع نہیں ہوتا کان نہیں
لگاتا تو اللہ تعالیٰ نے دونوں کا حکم فرمایا ہے۔ یہ دونوں الگ الگ حکم ہیں۔ اور امام بخاریؒ نے دونوں پر الگ الگ باب باندھے ہیں۔ مگر امام بخاریؒ
نے یہ کیا کہ استماع کا باب باندھ کر متصلاً انصت کا باب نہیں باندھا۔ حالانکہ دونوں قرآن پاک میں ایک دوسرے سے مقرون ہیں۔
اس کی وجہ کیا ہے کہ شرح حضرات نے اس سے کوئی تعرض نہیں فرمایا۔ میرے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ اولاً استماع کا باب باندھ کر
حضرت امام بخاریؒ نے اشارہ فرمادیا کہ استماع قریب کے لئے ہے۔ اور انصت کو اس سے دور ذکر کر کے بتلادیا کہ انصت بعید کے لئے ہے
اور خاص طور سے باب اسلئے باندھا کہ کوئی یہ اشکال نہ کرے کہ جب ایک شخص دور ہے اور اس تک خطبہ کی آواز نہیں پہنچ رہی تو پھر اس کو
خاموش رہنے کی کیا ضرورت ہے۔ بلکہ ضرورت تو اس کو ہے جو قریب ہو تاکہ استماع کامل ہو۔ تو اس کو بھی تنبیہ کر دی کہ وہ بھی خاموش
رہے۔ اب اس کے بعد سنو! کہ انصت شافیہ کے یہاں مستحب ہے۔ اور یہ ان کا راجح مذہب ہے۔ اور ان کا دوسرا قول جمہور کا مذہب یہ
ہے کہ واجب ہے خواہ امام کی آواز آ رہی ہو یا نہ آ رہی ہو۔ والا امام یخطب یہ جملہ بڑھا کر امام بخاریؒ نے ایک اور مسئلہ خلافیہ کی طرف
اشارہ فرمادیا وہ یہ ہے کہ انصت کب واجب ہے۔ امام کے کلام کے وقت واجب ہوتا ہے یا خروج امام سے واجب ہوتا ہے۔ اور کلام امام قاطع
کلام ہے یعنی جس وقت امام خطبہ دینے کے لئے نکلے اس وقت نماز شروع نہ کرے۔ لیکن بات کر سکتا ہے۔ کیونکہ امام نے اب تک خطبہ
شروع نہیں کیا۔ لیکن جب وہ شروع کر دے تو پھر فوراً خاموش ہو جائے۔ صلوة و کلام میں ماہہ الفرق یہ ہے کہ صلوة ایک طویل کلام ہے۔
خلاف کلام کے کہ وہ ایک آن میں قطع ہو سکتا ہے۔ لہذا نماز تو خروج کے بعد فوراً منع ہے۔ لیکن کلام شروع فی الخطبہ کے بعد منع ہے۔ امام
بخاریؒ نے الانصت کو والا امام یخطب کے ساتھ متفید فرما کر جمہور کی تائید فرمائی ہے۔ و اذا قال لصاحبه انصت لقد لغا کیونکہ
اس نے خود نص قرآنی وانصتوا کا خلاف کیا ہے۔

ترجمہ۔ باب اس گھڑی کے بارے میں
جو جمعہ کے دن میں ہوتی ہے۔

باب السَّاعَةِ الَّتِي فِي
يَوْمِ الْجُمُعَةِ

حدیث (۸۸۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمَةَ أَخْبَرَنَا عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ ذَكَرَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ فِيهِ سَاعَةٌ لَا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي يَسْأَلُ اللَّهَ شَيْئًا إِلَّا آتَاهُ وَأَشَارَ بِيَدِهِ يَقْلِبُهَا

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کے دن کا ذکر کیا پس فرمایا اس دن میں ایک ایسی گھڑی ہے کہ جس مسلمان بندے کو اس گھڑی سے موافقت ہو گئی وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے

جو چیز بھی مانگے گا اللہ تعالیٰ وہ مطلوب اسے ضرور عطا فرمائیں گے۔ اور اپنے ہاتھ سے اشارہ فرماتے تھے کہ وہ گھڑی لحظہ خفیفہ ہوگی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ جمعہ میں بڑی بابرکت اور بڑی ہی قیمتی ایک ساعت ہے مگر نہایت مختصر ہے۔ چنانچہ خود حدیث

پاک میں ارشاد بیدہ یقلبہا سے اس کی طرف اشارہ ہے۔ اس میں بندہ جو بھی دعا کرے وہ قبول ہوتی ہے۔ لیلة القدر تو ساری رات ہوتی ہے۔ اور یہ تھوڑی سی دیر کی ہے اللہ تعالیٰ کی عادت ہے کہ ضرورت کی چیزیں ہیں جن کے بغیر انسانی زندگی دشوار ہے۔ مثلاً ہوا۔ پانی مٹی آگ وغیرہ ان کو تو بالکل عام کر رکھا ہے۔ اور جو ضرورت کی چیزیں نہ ہوں اس کو کیا فرمادیتے ہیں۔ جیسے کیمیا کی جلدی سے اس کے بنانے میں کامیابی نہیں ہوتی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے لیلة القدر کو چھپا رکھا ہے۔ اسی طرح ساعت جمعہ کو بھی چھپا لیا۔ اور چھپانے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں علماء کے مایوس قول ہیں کہ وہ مبارک ساعت کون سی ہے۔ اور ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ پچاس تک اقوال ہیں ان میں سے گیارہ مشہور ہیں جو اجوز میں منقول ہیں۔ ان گیارہ میں سے دو قول زیادہ مشہور ہیں۔ ایک شافعیہ کا دوسرا حنفیہ کا اور جمہور کا۔ تو شافعیہ فرماتے ہیں کہ وہ ساعت امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر اختتام صلوٰۃ جمعہ تک ہے۔ حنفیہ اور جمہور یہ فرماتے ہیں کہ وہ ساعت عصر کے بعد سے لیکر غروب شمس تک ہے۔ ان ہی دونوں قول میں بہت سے اقوال آجاتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انہی دونوں وقتوں میں خاص خاص اجزاء کی بعض علماء نے تعیین کی ہے۔ مثلاً ایک قول زوال سے بالکل متصل کا ہے۔ دوسرا قول دونوں خطبوں کے درمیان کا ہے۔ تیسرا قول خطبہ شروع ہونے کے بعد سے امام کے اللہ اکبر کہنے تک ہے۔ چوتھا قول نماز شروع ہونے کے بعد سے سلام پھیرنے تک کا ہے۔ یہ علماء شوافع کے اقوال ہیں۔ اسی طرح دوسرے ہیں عصر کے بالکل متصل عصر سے لے کر اصفرار تک اصفرار سے لے کر غروب تک۔ اور عین غروب کے وقت وهو قائم یصلی الخ اسی جملہ کی وجہ سے شوافع اس ساعت کو جمعہ کے اوقات صلوٰۃ میں کہتے ہیں۔ لیکن احناف کے نزدیک وہ ساعت بعد عصر ہے اسلئے اشکال یہ ہے کہ بعد عصر تو کوئی نماز ہی نہیں ہوتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب یہ اشکال ایک صحابی نے دوسرے صحابی سے کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد نہیں فرمایا من جلس ينتظر الصلوٰۃ فهو فی الصلوٰۃ یعنی جو نماز کا انتظار کرتا ہے وہ بھی نماز میں ہے۔

ترجمہ۔ جب لوگ جمعہ کی نماز میں امام سے

باب إِذَا نَفَرَ النَّاسُ عَنِ الْإِمَامِ

فِي صَلَاةِ الْجُمُعَةِ فَصَلَاةُ الْإِمَامِ
وَمَنْ بَقِيَ جَائِزَةٌ

بھاگ جائیں تو امام اور دوسرے باقی رہنے والے
لوگوں کی نماز جائز ہوگی۔

حدیث (۸۸۵) حَدَّثَنَا مَعَاوِيَةُ بْنُ عُمَرَ النَّخَعِيُّ
حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّيُ مَعَ
النَّبِيِّ ﷺ إِذَا قَبِلْتُ عَيْرٌ تَحْمِلُ طَعَامًا فَالْتَفَتُوا إِلَيْهَا
حَتَّى مَا بَقِيَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ إِلَّا النَّاعَشَرُ رَجُلًا فَكَرَرْتُ
هَذِهِ الْآيَةَ وَإِذَا رَأَوْا بَيْعَارَةً أَوْ لَهْوَانٍ انْفَضُّوا إِلَيْهَا
وَتَرَكُوا كَمَا قَائِمًا.....

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہ بیان فرماتے ہیں کہ
دریں اثنا ہم جناب نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے
کہ گندم اٹھائے ہوئے ایک قافلہ آگیا اکثر لوگ اس کی طرف
متوجہ ہوئے یہاں تک کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ
بارہ آدمیوں کے ماسوا کوئی باقی نہ رہا۔ جس پر یہ آیت اتری کہ
جب وہ تجارت اور کوئی شغل کی بات دیکھتے ہیں تو اس کی طرف
منتشر ہو جاتے ہیں اور آپ کو کھڑا ہوا چھوڑ جاتے ہیں۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ من بقی کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ بھاگ جانے والوں میں سے واپس کوئی نہیں آیا۔ تو اس سے

ان لوگوں پر رد کرنا مقصود ہو گا جو جمعہ کی نماز کے وجوب کے لئے کم از کم چالیس آدمیوں کی شرط ضروری کہتے ہیں۔ علاوہ اہتاف کے نزدیک
امام کے نماز میں شروع ہو جانے کے بعد بالفرض سب کے سب بھاگ جائیں تب بھی امام کی نماز صحیح ہوگی۔ البتہ قبل از شروع امام کے سوا
دو آدمی کی جماعت ضروری ہے۔ ابواب صلوة الخوف رجالا ورجالا صفحہ ۲۸ / ۲۳ مقصد یہ ہے کہ جب جنگ کا خوف شدت اختیار
کر لے کہ جیسی نماز شروع کی تھی ویسے ادا نہیں کر سکتے یا جیسے آیت کریمہ میں صلوة خوف کی صورت مذکور ہے۔ تو پھر بغیر جماعت کے
اکیلے نماز پڑھیں خواہ سوار ہوں یا پیدل ہوں۔ رکوع اور سجود اشارے سے ادا کریں اور قنال کی حالت میں نماز ادا نہ کریں بلکہ اسے موخر
کر کے قضا کریں۔

تشریح از شیخ زکریا۔ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ اقامت جمعہ کے لئے ہر امام کے نزدیک کچھ نہ کچھ شرائط ہیں۔ منخلہ ان

شرائط کے ایک شرط یہ ہے کہ کتنے آدمی ہونے چاہئیں کہ جمعہ قائم ہو۔ سب سے اہون ہمارا مذہب ہے۔ یعنی تین آدمی کافی ہیں۔ لیکن وہ
امام کے علاوہ ہوں۔ اور صاحبین کے نزدیک مع الامام تین آدمی کافی ہیں۔ اور امام مالک کے نزدیک علاوہ امام کے بارہ آدمی ہوں گے اور
امام شافعیؒ و امام احمدؒ کے نزدیک امام کے ساتھ چالیس آدمی ہونا ضروری ہیں اور ان حضرات کا استدلال ابو داؤد شریف کی اس روایت سے
ہے۔ ان کعب بن مالک ما سمع اللہ الخ یوم الجمعة الا ترحم لا سعد بن زرارۃ فقلت لا ہی من هو قال هو الذی اقام بنا
الجمعة الخ قلت کم کنتم یومئذ قال اربعین تعجب یہ ہے کہ یہ لوگ اربعین کے لفظ سے استدلال کرتے ہیں۔ اسی طرح امام ابو داؤد

جمعہ فی القرای پر اس سے استدلال کرتے ہیں لیکن اگر ان سے کہا جائے کہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ ہجرت سے پہلے فرض ہوا تو اس کو تسلیم نہیں کرتے۔ کیونکہ اگر اس کو تسلیم کر لیں تو پھر جمعہ فی القرای ثابت نہ ہو گا کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ نے قبائیں جمعہ نہیں پڑھا۔ اب یہاں ایک مسئلہ ہے کہ اگر نماز شروع کرتے وقت تو بھر شرط آدمی موجود تھے لیکن پھر کسی عارض کی وجہ سے کم ہو گئے اور چلے گئے تو ایسی صورت میں کیا ہو گا؟ صاحبین فرماتے ہیں کہ اب جبکہ جمعہ شروع ہو گیا تو پھر اب کم ہونے میں کوئی حرج نہیں۔ یہی میلان امام بخاری کا معلوم ہوتا ہے۔ اور حضرت امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ اگر ایک رکعت سے قبل چلے گئے تو جمعہ باطل ہو گیا۔ اب چاہے نوافل کے طور پر پڑھے اور چاہے نیت توڑ کر ظہر کی نماز ادا کر لے۔ اگر ایک رکعت ہو جانے کے بعد گئے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر ایک رکعت ہو جانے کے بعد گئے ہیں تو نفل پوری کر لے۔ اور اگر ایک رکعت سے پہلے گئے ہیں تو انقلب ظہرا یعنی اسی پر امام ہاء ظہر کر لے۔ شافعیہ اور حنابلہ فرماتے ہیں کہ ابتداء خطبہ سے لیکر امام کے سلام پھیرنے تک اس عدد کا ہونا ضروری ہے۔ اگر ایک عدد بھی کم ہو جائے تو جمعہ باطل ہو گیا۔ مابقی الاثنا عشر رجلا سے مالکیہ استدلال کرتے ہیں۔

باب الصَّلَاةِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ وَقَبْلِهَا

ترجمہ۔ جمعہ کے بعد اور جمعہ سے پہلے کتنی نماز ہے

حدیث (۸۸۶) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ النَّح

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ظہر سے پہلے دو رکعت پڑھتے تھے اور اس کے بعد بھی دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ اور مغرب کے بعد اپنے گھر میں دو رکعتیں پڑھتے اور عشاء کے بعد دو رکعتیں پڑھتے تھے اور جمعہ کے بعد نماز نہیں پڑھتے تھے۔ یہاں تک کہ گھر واپس آجاتے پھر دو رکعت پڑھتے تھے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي قَبْلَ الظُّهْرِ رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ فِي بَيْتِهِ وَبَعْدَ الْعِشَاءِ رَكْعَتَيْنِ وَكَانَ لَا يُصَلِّي بَعْدَ الْجُمُعَةِ حَتَّى يَنْصَرِفَ فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ. الْحَدِيث

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ سنن بعدیہ پر علماء کا اتفاق ہے۔ اگرچہ اعداد میں اختلاف ہے کہ وہ دو ہیں یا چار یا چھ۔ امام شافعیؒ

فرماتے ہیں کہ وہ دو ہیں۔ امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ چار رکعت ہیں۔ امام ابو یوسفؒ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ چھ رکعت ہیں۔ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اولیٰ یہ ہے کہ چار رکعت پہلے اور دو رکعت بعد میں پڑھے اور امام مالکؒ کے یہاں سنن روا تب ہیں ہی نہیں۔ البتہ سنت فجر کو وہ وتر سے ملا کر فرماتے ہیں۔ علامہ ابن قیمؒ سنن قبلہ کا انکار کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں زوال ہوتے ہی اذان خطبہ شروع ہو جایا کرتی تھی۔ اور خطبہ کے بعد نماز شروع ہو جاتی تھی۔ تو ستمین پڑھا ہی نہیں کرتے تھے۔ لیکن ابن قیمؒ کا یہ فرمان مالکیہ کے خلاف ہے۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ ساعات کا شروع زوال سے ہوتا ہے۔ اور جب زوال کے ساتھ ہی اذان ہوتی تھی تو وہ ساعات خمسہ کس طرح ملیں گی۔ امام بخاریؒ نے جو باب باندھا ہے اس کے متعلق شرح فرماتے ہیں کہ یہ قیاس سے ثابت کر دیا کہ جمعہ ظہر کی جگہ

پڑھا جاتا ہے اور ظہر میں سننِ قبلہ اور بعد یہ ہیں۔ تو جمعہ میں جیسے سننِ بعد یہ ہیں۔ اسی طرح قبلہ بھی ہوں گی۔ اور حافظہ لنگر فرماتے ہیں کہ امام بخاری کے اصول میں سے ہے کہ ترجمہ میں مسالوات وہ ایسی روایات کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ جو ان کی شرط کے موافق نہ ہوں مگر مضمون صحیح ہو گو الفاظ شرط کے موافق نہ ہوں۔ ابو داؤد شریف میں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ جمعہ سے پہلے طویل سنتیں پڑھا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ ایسا فرمایا کرتے تھے۔ علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ بخاری کے اصول میں یہ ہے کہ جب ترجمہ میں متعدد چیزیں ذکر کریں اور روایت کسی ایک کی ذکر کریں اور دوسرے جزئی ذکر نہ کریں تو اس بات کی دلیل ہو ا کرتا ہے کہ جس کی روایت امام بخاری نے ذکر فرمائی ہے وہ ان کے نزدیک ثابت نہیں۔ لہذا امام بخاری نے یہاں اس اصل کے مطابق سننِ قبلہ کا انکار کیا ہے۔ ترمذی کا تقاضا یہ ہے کہ باب الصلوة قبل الجمعة وبعدها کہنا چاہیے تھا۔ علامہ ابن قیم اور بعض علماء ظاہریہ کے نزدیک جمعہ سے قبل سنن و نوافل ثابت نہیں ہیں۔ اس لئے امام بخاری نے اس کے عدم ثبوت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے بعد الجمعة و قبلها کہا ہے۔

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کا (سورہ جمعہ میں) یہ فرمانا جب جمعہ کی نماز ہو جائے تو (اپنے کام کاج کے لئے) زمین میں پھیل پڑو اور اللہ کا فضل (روزی رزق یا علم) ڈھونڈو۔

باب قَوْلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ فَإِذَا قُضِيَتِ
الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ
وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ

ترجمہ۔ حضرت سہلؓ فرماتے ہیں ہمارے اندر ایک عورت تھی جس نے ایک چھوٹی نسر پر اپنی کھیتی میں چند روئے تھے۔ جب جمعہ کا دن ہوتا تو چند روئے کے چند پودے کھینچ کر ہڈیا میں ڈال لیتی تھی اور اس کے اوپر وہ جو کی ایک مٹی ڈال دیتی تھی جو اس نے نہیں رکھے تھے۔ پس اس کے چند گوشت والی ہڈی کا کام دیتے تھے۔ اور ہم جب نماز جمعہ سے واپس ہوتے تھے اس عورت پر سلام کرتے وہ یہ کھانا ہمارے قریب کرتی۔ جس کو ہم چاہتے تھے اور جمعہ کے دن اس طعام کی ہم تمنا کیا کرتے تھے۔

حدیث (۸۸۷) حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ الْعَنْ سَهْلٍ قَالَ كَانَتْ لِيْنَا امْرَأَةٌ تَجْعَلُ عَلَيَّ اَرْبَعًا فِي مَزْرَعَةٍ لَهَا سَلْقًا فَكَانَتْ اِذَا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ تَنْزِعُ اَصْوَلَ السَّلْقِ فَتَجْعَلُهُ فِي قَدْرٍ لَمْ تَجْعَلْ عَلَيْهِ قَبْضَةً مِنْ شَعِيرٍ تَطْحَنُهَا فَتَكُونُ اَصْوَلَ السَّلْقِ عَرَفَهُ وَكُنَّا نَنْصَرِفُ مِنْ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ فَنُسَلِّمُ عَلَيْهَا فَتَقْرُبُ ذَلِكَ الطَّعَامَ اِلَيْنَا فَتَلْعَقُهُ وَكُنَّا نَتَمَنَّى يَوْمَ الْجُمُعَةِ لَطْعَامِهَا ذَلِكَ.. الحديث ...

ترجمہ۔ اس کے ساتھ ساتھ حضرت سہل بن سعدؓ یہ بھی فرماتے تھے کہ ہم لوگ قبولہ اور صبح کا کھانا جمعہ کے بعد ہی کھاتے تھے۔

حدیث (۸۸۸) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ رَأَى عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ اَوْ قَالَ مَا كُنَّا نَقْبَلُ وَلَا نَتَعَدَّى اِلَّا بَعْدَ الْجُمُعَةِ... الحديث.

تشریح از شیخ زکریا۔ اس آیت کا ظاہر تقاضا یہ ہے کہ نماز جمعہ سے فراغت کے بعد انتشار ضروری ہے۔ تو حضرت امام

بخاری نے تعبیر فرمادی کہ یہ امر ایجابی نہیں ہے بلکہ باحت کے لئے ہے۔ بعض علماء اہل ظواہر نے وابستہوا من فضل اللہ کے ظاہر پر عمل کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جمعہ کی نماز کے بعد بیع و شراء واجب ہے۔ امام بخاری اس ترجمہ سے اور آئندہ والے ترجمہ سے اس قول پر رد فرماتے ہیں کہ ان روایات میں کہیں یہ مروی نہیں کہ ان لوگوں نے نماز کے بعد بیع و شراء کی ہو بلکہ صحابہ کرام نے اپنے اپنے معمولات نقل کئے ہیں۔

باب الْقَائِلَةُ بَعْدَ الْجُمُعَةِ

ترجمہ۔ جمعہ کے بعد قیلولہ کرنا

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہم جمعہ کے دن جلدی جمعہ پڑھتے تھے۔ پھر آ کر قیلولہ کرتے تھے۔

حدیث (۸۸۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُقْبَةَ الشَّيْبَانِيُّ (الخ) سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ كُنَّا نَبْكَرُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ثُمَّ نَقِيلُ.. الحديث..

ترجمہ۔ حضرت سہلؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ جمعہ کی نماز پڑھتے تھے پھر ہمارا قیلولہ ہوتا تھا۔

حدیث (۸۹۰) حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ النَّخَعِيُّ عَنْ سَهْلِ قَالَ كُنَّا نَصَلِّيُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْجُمُعَةَ ثُمَّ تَكُونُ الْقَائِلَةُ.. الحديث...

تشریح از شیخ زکریا۔ امام بخاری نے یہ باب تم تکون القائلہ کے لئے ذکر فرمایا ہے ورنہ مضمون توباب سابق میں آچکا

اس سے امام بخاری نے بواعۃ الاخشام کی طرف اشارہ فرمادیا اور موت یا دلدادی۔ کیونکہ مشہور ہے النوم اخو الموت۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

أَبْوَابُ صَلَاةِ الْخَوْفِ

ترجمہ۔ اور اللہ تعالیٰ نے (سورہ نسا میں) فرمایا اور جب تم مسافر ہو تو تم پر گناہ نہیں اگر نماز کو کم کر دو اخیر آیت عذابا مہینا تک۔

وَقَالَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ وَإِذَا كُفِرْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ إِلَى قَوْلِهِ عَذَابًا مِّمَّا نَسِيتُمْ.....

ترجمہ۔ حضرت امام زہریؒ سے پوچھا گیا کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے صلوة خوف پڑھی ہے تو انہوں نے فرمایا ہمیں حضرت سالم نے خبر دی کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم جناب رسول اللہ کے ہمراہ نجد کی طرف جہاد کے لئے نکلے۔ جب ہمارا دشمن سے آنا سامنا ہوا اور ہم نے ان کے لئے صفیں باندھیں تو حضور اقدس ﷺ ہمیں نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے تو ایک دستہ تو جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کھڑا ہوا۔ دوسرا دستہ دشمن کے سامنے آیا۔ تو جناب رسول اللہ

حدیث (۸۹۱) حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا عَنْ الزُّهْرِيِّ سَأَلْتُهُ هَلْ صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ يُعْنَى صَلَاةَ الْخَوْفِ فَقَالَ أَخْبَرَنَا سَالِمٌ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ عَزَّوَتْ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَبْلَ نَجْدِ قَوْمِ أَرِينَا الْعُدُوَّ فَصَافَقْنَا لَهُمْ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي لِنَاقِمَاتٍ طَائِفَةٍ مَعَهُ وَأَقْبَلَتْ طَائِفَةٌ عَلَى الْعُدُوِّ فَرَكِعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِمَنْ مَعَهُ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ۔

ﷺ نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ رکوع کیا اور دو سجدے کئے پھر یہ لوگ اس دستے کی جگہ چلے گئے جنہوں نے نماز نہیں پڑھی تھی پس وہ لوگ آئے تو حضور اقدس ﷺ نے ان کے ساتھ رکوع کیا اور دو سجدے کئے پھر سلام پھیر دیا اور ان میں سے ہر ایک دستہ کھڑا ہو کر اپنے لئے رکوع اور دو سجدے کرے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ نحواً من قول مجاہد صفحہ ۱۲۹/۳ غرض یہ ہے کہ دونوں کا قول واحد ہے۔ پھر اس کو

اذا اختلطوا اقاما سے بیان کیا ہے۔ یعنی جب کفار مسلمانوں کے ساتھ قتال میں گڈمڈ ہو جائیں تو کھڑے کھڑے مسلمان نماز پڑھیں اور رکوع سجدہ کے لئے اشارہ کریں۔ لیکن احناف کے نزدیک قتال کی حالت میں نماز ادا کرنا جائز نہیں ہے مستدل احناف کا یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے غزوہ خندق میں چار نمازیں نضا فرمائیں۔

تشریح از شیخ زکریا۔ فقہاء اور محدثین کا طریقہ یہ ہے کہ جمعہ کے بعد عیدین کا ذکر کرتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ بھی عید

ہے اور وہ بھی عید ہے اس میں بھی تجمل ہوتا ہے اور اس میں بھی تجمل ہوتا ہے مگر امام بخاریؒ نے جمہور کے خلاف جمعہ کے بعد صلوٰۃ خوف کو ذکر فرمادیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جمعہ بھی فرض ہے صلوٰۃ خوف بھی فرض ہے اور عیدین کی نماز سنت ہے اور جمعہ بدل ہے نظر کا اور صلوٰۃ خوف بدل ہے صلوٰۃ الطمانیت والسکون کا اس لئے دونوں کو مقرون فرمادیا۔ اور چونکہ جمعہ میں اختصار کم ہے۔ کہ جائے چار رکعات کے دو رکعت ہیں بخلاف صلوٰۃ خوف کے اس میں رکعات زیادہ ہیں۔ جبکہ مقیم ہو۔ اسلئے جمعہ کو مقدم فرمادیا۔ صلوٰۃ الخوف کے متعلق اوجز میں اٹھ ابحاث ذکر کی گئی ہیں۔ مثلاً یہ کہ مشروع ہے یا نہیں۔ غزوہ خندق سے پہلے شروع ہوئی یا بعد میں وغیرہ وغیرہ نبی اکرم ﷺ سے جو بیس مرتبہ صلوٰۃ الخوف پڑھنا ثابت ہے اور روایات میں اس کے سولہ طریقے ذکر کئے گئے ہیں جن میں سے بخاری میں تو ایک یا دو ہی طریقے مذکور ہیں لیکن زیادہ تر یہ طرق ابو داؤد میں مذکور ہیں۔ ابو داؤد سے گیارہ صورتیں صاف ظاہر ہیں۔ اور کچھ نسائی اور طبرانی کی روایت سے معلوم ہوتی ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے چار مقامات پر صلوٰۃ خوف پڑھنی ثابت ہے۔ ذی قزو۔ عسفان۔ نجد اور غزوہ طائف میں اور ایک ایک جگہ میں آپؐ نے متعدد مرتبہ پڑھیں جن کی تعداد جو بیس ہو جاتی ہے۔ لیکن ان کی کیفیات سولہ طرق سے مردی ہیں جن میں سے صرف ایک بالاتفاق ناجائز ہے اور ایک صورت مختلف فیہ ہے باقی سب صورتیں معمول بہا ہیں جو بالاتفاق جائز ہیں وہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں فرضیت صلوٰۃ الحضرة اربعاً علی لسان محمد ﷺ و صلوٰۃ السفر رکعتین و صلوٰۃ الخوف رکعة یعنی صلوٰۃ خوف ایک رکعت ہے لہذا اس روایت کا تقاضا ہے کہ اختصار در اختصار ہو گیا۔ اور مختلف فیہ صورت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک طائفہ کو دو رکعت پڑھادی۔ اور پھر دوسرے طائفہ کو دو رکعات پڑھادی۔ یہ صورت امام شافعیؒ کے نزدیک جائز ہے۔ کیونکہ وہ جواز اقتداء المفترض بالمتفضل کے قائل ہیں۔ اور جمہور کے نزدیک جائز نہیں۔ کیونکہ اس میں اقتداء المفترض بالمتفضل لازم آتی ہے۔ اب رہ گئیں بائیس صورتیں یہ سب بالاتفاق جائز ہیں۔ مگر باوجود اس اتفاق کے اولویۃ میں اختلاف ہے۔ احنافؒ حضرت ابن مسعودؓ کی روایت کو راجح قرار دیتے ہیں۔ ایک بات اور سنو! کہ حضرت ابن عمرؓ کی روایت حضرت ابن مسعودؓ کی روایت کے ہم معنی ہے۔ بس فرق یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی روایت مجمل ہے اور حضرت ابن مسعودؓ کی مفصل ہے۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک طائفہ کو ایک رکعت پڑھادی اور دوسرا طائفہ دشمن کے سامنے رہا۔ جب پہلا طائفہ ایک رکعت سے فارغ ہو گیا تو وہ دشمن کے مقابل میں چلا گیا۔ اور دوسرا طائفہ آیا اس کو بھی ایک رکعت پڑھا کر نبی اکرم ﷺ نے سلام پھیر دیا۔ اور پھر بقیہ لوگوں نے اپنی نمازیں پوری کیں۔ اب یہ کس طرح پوری کیں اس کی کوئی تفصیل ابن عمرؓ کی روایت میں نہیں ملتی البتہ حضرت ابن مسعودؓ کی روایت میں ہے کہ جب دوسرے طائفہ کو رسول اللہ ﷺ نے ایک رکعت پڑھادی تو وہ دشمن کے مقابل میں چلے گئے۔ اور طائفہ اولیٰ نے آکر اپنی نماز پوری کی۔ اب یہ لوگ اپنی نماز پوری کر کے دشمن کے مقابل چلے گئے۔ اور دوسرے طائفہ نے آکر اپنی نماز پوری کر لی۔ بس ان دونوں روایتوں میں اجمال اور تفصیل کا فرق ہے۔ احنافؒ دونوں روایتوں سے استدلال کرتے ہیں۔ دیگر علماء نے ابن عمرؓ

اور ابن مسعود کی روایت کو دو شکل شمار کیا ہے۔ مگر ہمارے نزدیک دونوں ایک ہی ہیں۔ امام مالک نے قاسم بن محمد کی روایت کو اختیار کیا ہے۔ امام شافعی کے یہاں تفصیل ہے۔ اگر دشمن قبلہ کی جانب میں ہو تو عسفان والی روایت کو اختیار کرتے ہیں اگر غیر قبلہ میں ہو تو یزید بن رومان کی روایت کو لیتے ہیں۔ امام احمد نے یزید بن رومان کی روایت کو اختیار کیا ہے۔ قاسم اور یزید کی روایت میں فرق یہ ہے کہ یزید کی روایت سے انتظار الامام ثابت ہوتا ہے۔ اور قاسم کی روایت میں یہ ہے کہ فراغ کے بعد سلام پھیر دیا اور انتظار نہیں کیا۔ ایک اختلاف اس مسئلہ میں یہ ہے کہ صلوٰۃ خوف اب بھی باقی ہے یا نہیں۔ بعض علماء کے نزدیک اب مشروع نہیں ہے۔ صرف حضور اکرم ﷺ کے زمانے کے ساتھ خاص تھی۔ اس لئے کہ آپ کے ساتھ خاص تھی۔ اس لئے کہ آپ کے ساتھ ہر شخص نماز پڑھنے کی تمنا کرتا تھا۔ اب یہ بات نہیں رہی۔ لیکن جمہور علماء کے نزدیک اب بھی مشروع ہے۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ کے بعض صحابہ کرام سے پڑھنا ثابت ہے۔ مختلف روایات میں اس نماز کا ذکر آیا ہے۔ امام ابو داؤد نے بہت تفصیل سے اس کو ذکر فرمایا ہے۔ اذ اضربتم فی الارض شرح فرماتے ہیں کہ اس میں اختلاف ہے کہ یہ آیت صلوٰۃ الخوف میں نازل ہوئی۔ یا صلوٰۃ السفر میں احناف کے یہاں صلوٰۃ السفر میں ہے۔ اور شافعیہ کے یہاں صلوٰۃ الخوف میں۔ امام بخاری نے جمہور کی تائید کی ہے۔ اور تعجب ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ نے اپنے تراجم میں بھی اس کو اختیار کیا ہے۔ حالانکہ شوافع نے قصر فی السفر کے عدم وجوب پر لیس علیکم جناح سے ہی استدلال کیا ہے۔ اس لئے میری رائے یہ ہے کہ دونوں کے یہاں دونوں قول ہیں۔ امام بخاری نے اس باب میں ابن عمر کی روایت نقل کی ہے۔ جو احناف کا مستدل ہے۔ اگر میں کہوں کہ امام بخاری احناف کے ساتھ ہیں اس لئے کہ انہوں نے اور کوئی روایت ذکر نہیں فرمائی تو میرا یہ کہنا صحیح ہوگا۔

ترجمہ۔ صلوٰۃ خواہ پیدل اور سوار ہو کر دونوں طرح پڑھی جاسکتی ہے۔ راجل کے معنی قائم کے ہیں۔

باب صَلَوَةِ الْخَوْفِ رِجَالًا وَرُكْبَانًا رَاجِلًا قَائِمًا۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے رجلا کی تفسیر کے بارے میں حضرت مجاہد کی طرح منقول ہے کہ جب ان کی کھڑے کھڑے مٹھ بھیرا ہو جائے۔ اور حضرت ابن عمرؓ نے جناب نبی اکرم ﷺ سے مزید نقل فرمایا کہ اگر وہ دشمن

حدیث (۸۹۲) حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى (الخ) عَنِ ابْنِ عُمَرَ نَحْوًا مِنْ قَوْلِ مُجَاهِدٍ إِذَا اخْتَلَطُوا قِيَامًا وَزَادَ ابْنُ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ فَلْيُصَلُّوا قِيَامًا وَرُكْبَانًا. الْحَدِيثُ

اس سے زیادہ ہوں تو پھر مسلمان کھڑے کھڑے اور سوار ہو کر جس طرح ممکن ہو نماز ادا کریں۔

تشریح از شیخ زکریا۔ شرح فرماتے ہیں کہ امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ جب شدت خوف ہو جائے تو اس وقت سواری پر

یا اقدام پر جس طرح ہو سکے پڑھنا جائز ہے۔ اور میرے نزدیک یہ غرض نہیں بلکہ یہ باب صلوٰۃ الطالب والمطلوب میں آرہا ہے۔

لہذا میرے نزدیک امام حاریؒ کی غرض یہاں پر آیت کریمہ کی تفسیر کرنی ہے۔ کیونکہ راجل قائم علی اقدامہ کے معنی میں آتا ہے۔ اور سائر اور ماشی کے معنی میں بھی آتا ہے۔ جیسا کہ آیت کریمہ واذن فی الناس بالحج ان یأتوک رجلا میں رجال سے مشافہ مراد ہیں۔ تو حضرت امام حاریؒ نے تنبیہ فرمادی کہ یہاں ماش کے معنی میں نہیں۔ بلکہ اس کے معنی یہاں قائم علی اقدامہ کے ہیں۔

عن ابن عمر نحو امن قوله مجاهد اشکال یہ ہے کہ یہاں اس کے برعکس ہونا چاہیے تھا۔ یعنی عن مجاهد نحو امن قول ابن عمر "کیونکہ مجاہدؒ تاہی ہیں اور لکن عمرؓ صحابی ہیں۔ میرے نزدیک اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کا قول مجمل تھا۔ اور مجاہد کا مفصل۔ اور مجمل مفصل کی طرف محمول ہوتا ہے۔ اس لئے یہ طریقہ اختیار کیا۔ اذا اختلطو قیاما اس قیاما کے بارے میں حافظ کی رائے یہ ہے کہ یہ تحریف ہے صحیح اذا اختلطو قائما ہے۔ مگر میرے نزدیک محوف ماننے کی ضرورت نہیں بلکہ قیاما میرے نزدیک زیادہ صحیح ہے۔ کیونکہ امام حاریؒ کا ترجمہ اس وقت صحیح ہوگا۔ کیونکہ انہوں نے قیاما کا ترجمہ باندھا ہے۔

ترجمہ۔ صلوٰۃ خوف میں ایک دوسرے کی حفاظت اور نگرانی کرتے تھے۔

باب یَحْرُسُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا
فِي صَلَوةِ الْخَوْفِ

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نماز میں کھڑے ہوئے تو لوگ بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہوئے۔ پس آپ نے بکبیر کسی تو انہوں نے بھی آپ کے ساتھ بکبیر کسی۔ آپ نے رکوع کیا تو لوگوں میں سے کچھ آدمیوں نے رکوع کیا پھر آپ نے سجدہ کیا تو ان لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ سجدہ کیا پھر جناب رسول اللہ دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوئے تو وہ لوگ کھڑے ہو گئے جنہوں نے سجدہ کر لیا تھا اور وہ اپنے بھائیوں کی حفاظت کرنے لگے اور

حدیث (۸۹۳) حَدَّثَنَا حَبِیْبَةُ بْنُ شَرِیْحٍ الْخَمَزَنِيَّةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَامَ النَّبِيُّ ﷺ وَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ فَكَبَّرُوا وَكَبَّرُوا مَعَهُ وَرَكَعَ وَرَكَعَ نَاسٌ مِنْهُمْ ثُمَّ سَجَدُوا وَسَجَدُوا مَعَهُ ثُمَّ قَامَ لِلثَّانِيَةِ فَقَامَ الَّذِينَ سَجَدُوا وَحَرَسُوا اِخْوَانَهُمْ وَآتَتِ الطَّائِفَةُ الْاُخْرَى فَرَكَعُوا وَسَجَدُوا مَعَهُ وَالنَّاسُ كُلُّهُمْ فِي صَلَوةٍ وَ لَكِنْ يَحْرُسُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا.... الحديث

دوسرا طائفہ آیا تو انہوں نے رکوع کیا اور حضور انور ﷺ کے ساتھ سجدہ کیا۔ اور یہ لوگ سارے کے سارے نماز میں تھے۔ لیکن ایک دوسرے کی حفاظت کرتے تھے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ فلم نصل الابد ارتفاع النهار صفحہ ۱۲۹/۱۳ اسی کو امام ابو حنیفہؒ نے اختیار کیا ہے اور اسی پر

حضرت ابو موسیٰ اشعریؒ اور حضرت انسؓ متفق ہوئے ہیں بلکہ ان کے علاوہ اور حضرات بھی ان دونوں کے ہمراہ ہیں۔ اور ان حضرات نے

جناب نبی اکرم ﷺ کو دیکھ کر ایسا کیا کیونکہ یہ فعل غیر مدرک بالعقل ہے۔ صلوٰۃ شرجیل بن السمط صفحہ ۱۲۹/۱۸ حدیث (۸۹۳) باب صلوٰۃ الطالب المطلوب الخ ان حضرات نے جانوروں کی پیٹھ پر نماز ادا کی تھی اور جنہوں نے اتر کر نماز ادا کی تھی ان پر ان حضرات نے نکیر کیا۔ مگر ان کا حصہ پورا ذکر نہیں ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ طالب تھے یا مطلوب تھے۔ پھر بنو قریظہ کی طرف جانے والے حضرات کے واقعہ سے بھی استدلال تام نہیں۔ کیونکہ وہ اس پر موقوف ہے جبکہ ثابت ہو جائے کہ ان حضرات نے سوار ہونے کی حالت میں نماز ادا کی۔ وہ ثابت نہیں ہے۔ البتہ اتنا ثابت ہے کہ ان حضرات نے راستہ میں نماز ادا کی ظاہر یہ ہے کہ سواری سے اتر کر نماز ادا کی ہوگی۔ کیونکہ اگر ان حضرات نے سوار ہونے کی حالت میں نماز پڑھی ہوتی تو رکوع سجود کے لئے اشارہ کرتے۔ جب ان کے معترضین ان پر مطلع ہوئے تھے تو انہوں نے کہا ہماری طرف سے اس کو روایت نہ کرنا۔ اور اگر یہ ثابت بھی ہو جائے کہ ان حضرات نے سوار ہونے کی حالت میں پڑھی تو ممکن ہے کہ ان کو نماز کے دوبارہ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہو۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ انہیں اعادہ صلوٰۃ کا حکم نہیں دیا گیا تو ہم کہتے ہیں کہ اس طرح اشارہ سے نماز پڑھنے سے ان کا وقتی فریضہ ساقط ہو گیا۔ کیونکہ نص کے سمجھنے میں ان سے غلطی ہو گئی۔ تو اپنے اجتہاد میں خطا کا ر ثابت ہوں گے۔ تو ان کی نماز اپنی رائے کے مطابق ادا ہو گئی۔

تشریح از شیخ زکریا۔ شرح فرماتے ہیں کہ ایک صورت صلوٰۃ الخوف کی لائن عمر کی روایت میں گذری ہے۔ ایک اور صورت ذکر فرما رہے ہیں۔ اور ہلور تفسیر کے باب ذکر فرمادیا۔ تفسیر کا مطلب یہ ہے کہ مقصد تو روایت نقل کرنا ہے۔ لیکن ہلور تنبیہ کے باب منعقد فرمادیا اور میری رائے یہ ہے کہ نماز الثقات کو اختلاس شیطان قرار دیا گیا ہے۔ تو امام حاری نے صلوٰۃ الخوف میں الثقات کو اس سے مستثنیٰ قرار دے دیا گیا ہے۔ تو امام حاری صلوٰۃ الخوف میں الثقات کو اس سے مستثنیٰ قرار دے رہے ہیں۔ کیونکہ اس کے اندر الثقات کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اس میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ اس وقت تو دشمن سے اور چو کنا اور ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے کہ کہیں وہ نماز میں مشغول دیکھ کر حملہ نہ کر دیں۔

ترجمہ۔ قلعوں کی لڑائی ہونے اور دشمن سے
ڈبھیر کے وقت نماز کیسے پڑھی جائے۔

بَابُ الصَّلَاةِ عِنْدَ مَنَاهَضَةِ الْحِصُونِ
وَلِقَاءِ الْعَدُوِّ۔

ترجمہ۔ امام اوزامی فرماتے ہیں کہ اگر قلعہ کا فتح ہونا ممکن ہو اور مجاہدین نماز پڑھنے پر قادر نہ ہو سکیں تو ہر ایک مجاہد الگ الگ اشارے سے نماز پڑھے اگر اشارے پر بھی قادر نہ ہوں تو نماز کو مؤثر کر دیں یہاں تک کہ لڑائی کا فیصلہ ہو جائے۔

وَقَالَ الْأَوْزَاعِيُّ إِنْ كَانَ تَهْمًا الْفَتْحُ وَلَمْ يَقْدِرُوا عَلَى الصَّلَاةِ صَلُّوا أَيَّمَاءَ وَحُلُّ أَمْرِي لِنَفْسِهِ فَإِنْ لَمْ يَقْدِرُوا عَلَى الْإِيْمَاءِ أَخْرَوْا الصَّلَاةَ حَتَّى يَنْكُشِفَ الْقِتَالُ أَوْ يَأْمَنُوا فَيَصَلُّوا رَكَعَتَيْنِ

اور مجاہدین محفوظ ہو جائیں تو پھر دو رکعت نماز پڑھیں۔ اگر قدرت نہ ہو تو ایک رکوع اور دو سجدے کریں اگر اس پر بھی قدرت نہ ہو محض اللہ اکبر کہنا ان کو کافی نہ ہو گا۔ اور نماز کو مؤخر کر دیں یہاں تک کہ امن قائم ہو جائے۔ یہی کھول تابی کا قول ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے کہ تستر قلعہ کی فریقین کی باہمی لڑائی فجر روشن ہونے کے وقت شروع ہوئی اور لڑائی کا زور بڑھتا ہوا تھا۔ ہم نماز پڑھنے پر قادر نہ ہو سکے تو ہم نے دن چڑھنے کے بعد نماز ادا کی۔ ہم نے وہ نماز حضرت ابو موسیٰ کے ہمراہ ادا کی پس وہ قلعہ فتح ہو گیا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ

كَانَ لَمْ يَقْدِرُوا صَلُّوا رَكْعَةً وَسَجَدَتَيْنِ فَإِنْ لَمْ يَقْدِرُوا فَلَا يُجِزُهُمُ التَّكْبِيرُ وَيُؤَخِّرُونَ نَهَا حَتَّى يَأْمُرُوا بِهِ قَالَ مَكْحُولٌ وَقَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ حَضَرْتُ مَنَاةَ حِصْنٍ تَسْتَرُ عِنْدَ إِصَاءَةِ الْفُجْرِ وَاشْتَدَّ اشْتِعَالُ الْقِتَالِ فَلَمْ يَقْدِرُوا عَلَى الصَّلَاةِ فَلَمْ نَصِلْ إِلَّا بَعْدَ ارْتِفَاعِ النَّهَارِ فَصَلَّيْنَاهَا وَنَحْنُ مَعَ أَبِي مُوسَى فَفُتِحَ لَنَا قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ وَمَا تَسَرَّنِي بِتِلْكَ الصَّلَاةِ الدُّنْيَا وَمِثْلِهَا ..

اس نماز کے مقابلہ میں مجھے دنیا اور اس کے اندر جتنی چیزیں ہیں خوش نہ کر سکیں۔

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ خندق کی لڑائی کے دن تشریف لائے اور کفار قریش کو گالیاں دینے لگے اور فرماتے تھے یا رسول اللہؐ میں عصر کی نماز نہیں پڑھ سکا یہاں تک کہ سورج غروب ہونے کے قریب آیا تو جناب رسول اللہؐ نے فرمایا اللہ کی قسم میں نے بھی ابھی تک عصر کی نماز نہیں پڑھی بہر حال جناب رسول اللہؐ بطحان وادی میں اترے و حضور فرمایا اور سورج غروب ہونے کے بعد عصر کی نماز پڑھی اور اس کے بعد مغرب کی نماز ادا فرمائی۔

حدیث (۸۹۳) حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ الْخِزْمِيُّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ جَاءَ عُمَرُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ فَجَعَلَ يَسُبُّ كُفَّارَ قُرَيْشٍ وَيَقُولُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا صَلَّيْتُ الْعَصْرَ حَتَّى كَادَتِ الشَّمْسُ أَنْ تَغِيبَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَنَا وَاللَّهِ مَا صَلَّيْتُهَا بَعْدَ قَالَ فَنَزَلَ إِلَيَّ بِطَحَّانٍ فَتَوَضَّأَ وَصَلَّى الْعَصْرَ بَعْدَ مَا غَابَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ بَعْدَهَا .. الْحَدِيثُ

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ایک صلوة المسابقة کہلاتی ہیں۔ یعنی جس وقت جانبین سے تلواریں چل رہی ہوں اس وقت

نماز کیسے پڑھی جائے۔ احنافؒ فرماتے ہیں کہ مسابقة کے وقت نماز مؤخر کر دی جائے گی۔ اور ائمہ خلافت فرماتے ہیں کہ چلتے پھرتے کروفر کے ساتھ جس طرح ممکن ہو فرادئی فرادئی نماز ہو سکتی ہے۔ یہ اسی بحث کے تحت داخل ہے کہ صلوة خوف غزوہ احزاب سے پہلے مشروع ہوئی یا بعد میں۔ جو لوگ پہلے مشروع ہونے کے قائل ہیں ان کے نزدیک نماز کو مؤخر کیا جائے گا کیونکہ غزوہ احزاب میں نمازیں قضا ہوئیں اور جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ بعد میں مشروع ہوئی ان کے نزدیک وقت پڑھی جائے گی۔ کیونکہ وہ ایسے ہی وقت کیلئے مشروع ہے

اور دوسری صلوٰۃ الطالب والمطلوب کلائی ہے۔ یہاں اس باب میں صلوٰۃ المسابقة کو بیان فرمایا ہے۔ اور دوسرے باب میں صلوٰۃ الطالب والمطلوب کو۔ صلوا الیماۃ یہ ائمہ ثلاثہ کا مذہب ہے۔ فان لم یقدروا فلا یجزئہم التکبیر اس سے بعض تابعین پر رد ہے جو کہتے ہیں کہ اشارہ بھی نہ کر سکے تو ایک بار تکبیر کہہ دے یہ کافی ہے۔ و ما یسرنی بتلک الصلوٰۃ الدنیا و ما فیہا اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ میری جو نماز فوت ہو گئی اگر اس کے بدلہ میں مجھے دنیا و ما فیہا مل جائے تو اس سے مجھے خوشی نہ ہوگی۔ اس صورت میں تلک کا اشارہ صلوٰۃ فائزہ کی طرف ہوگا۔ دوسرا مطلب یہ ہے یہ نماز جو ہم نے پڑھی گو وقت پر نہیں پڑھی تھی مگر اس کے مقابلہ میں دنیا و ما فیہا کی میرے نزدیک کوئی قدر نہیں اور مجھے اس سے کوئی خوشی نہیں ہوئی۔ اس لئے کہ ہم نے اپنے لئے تقاضا نہیں کی بلکہ اللہ کے لئے کی ہے۔ اس صورت میں تلک کا اشارہ صلوٰۃ مقصیہ کی طرف ہوگا۔

باب صَلَوةِ الطَّالِبِ وَالْمَطْلُوبِ رُكْبًا وَإِيْمَاءً

ترجمہ۔ حملہ کرنے والا اور جس پر حملہ کیا جائے
وہ سواری پر اور اشارے سے نماز پڑھے۔

ترجمہ۔ ولید فرماتے ہیں کہ میں نے امام اوزاعیؒ سے حضرت شرجیل بن السمط اور ان کے ساتھیوں کی نماز جانور کی پیٹھ پر کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا جب نماز کے قضا ہو جانے کا خوف ہو تو اس کا حکم ہمارے نزدیک ایسا ہی ہے۔ اور حضرت ولیدؒ جناب نبی اکرم ﷺ کے اس قول سے دلیل پکڑتے تھے جو آپؐ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ کوئی بھی عصر کی نماز بنو قریظہ کے سوا کہیں نہ پڑھے۔

وَقَالَ الْوَلِيدُ ذَكَرْتُ الْأَوْزَاعِيَّ صَلَوةَ
شُرْجِيلِ بْنِ السَّمِطِ وَأَصْحَابِهِ عَلَى ظَهْرِ الدَّابَّةِ
فَقَالَ كَذَلِكَ الْأَمْرُ عِنْدَنَا إِذْ نَحْوَفُ الْفُوتِ وَاحْتِجَّ
الْوَلِيدُ بِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ لَا يُصَلِّيَنَّ أَحَدُ الْعَصْرِ قَالَ
الْأَفِيُّ بَنِي قُرَيْظَةَ.....

حدیث (۸۹۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ
ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَنَا الْمَارِجِعُ مِنَ الْأَحْزَابِ
لَا يُصَلِّيَنَّ أَحَدُ الْعَصْرِ إِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ فَادْرَكَ
بَعْضُهُمُ الْعَصْرَ فِي الطَّرِيقِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَأُصَلِّيَ
حَتَّى نَأْتِيَهَا وَقَالَ بَلْ نُصَلِّيْكُمْ كَمَا يُرَدُّ وَمَا ذَلِكَ فَذَكَرَ
ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَلَمْ يُعْنَفْ أَحَدًا مِنْهُمْ . الْحَدِيثُ

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ہمیں فرمایا جبکہ آپؐ غزوہ احزاب سے واپس لوٹے۔ کہ کوئی بھی عصر کی نماز بنو قریظہ کے سوا نہ پڑھے بعض کو عصر کی نماز نے راستہ میں پالیا تو بعض نے کہا ہم تو جب تک بنو قریظہ میں نہیں پہنچیں گے عصر کی نماز نہیں پڑھیں گے۔ اور بعض نے کہا کہ ہم تو پڑھیں گے حضور اقدس ﷺ نے ہم سے یہ نہیں کہا تھا جب نبی اکرم ﷺ کے سامنے اس کا ذکر کیا گیا تو آپؐ نے کسی پر ناراضگی کا اظہار نہ فرمایا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ طالب حملہ کرنے والا۔ اور مطلوب جس پر حملہ کیا جائے ان سب میں احناف کا مذہب یہ ہے کہ

صلوٰۃ المطلوب صرف راکبا جائز ہے۔ یا یہ کہتے کہ صلوٰۃ المطلوب راکبا تو بالاتفاق جائز ہے اس کے علاوہ احناف کے نزدیک کوئی صورت جائز نہیں۔ اور شافعیہ اور حنبلیہ کے نزدیک صلوٰۃ المطلوب ہر طرح جائز ہے۔ اور صلوٰۃ الطالب راکبا و ماشیا دونوں طرح جائز ہیں لیکن ایک شرط کے ساتھ۔ وہ یہ کہ اگر نماز پڑھنے میں مشغول ہو گا تو دشمن فوت ہو جائے گا۔ یا الٹ کر حملہ کر دے گا اور امام مالک کے نزدیک صلوٰۃ المطلوب راکبا و ماشیا دونوں طرح سے جائز ہے۔ صلوٰۃ الطالب میں مختلف اقوال ہیں۔ جن کی تفصیل اوجز المسائل میں دیکھ لی جائے۔ علی ظہر الذبابة حافظ فرماتے ہیں کہ مجھے تتبع اور تلاش کے باوجود یہ نہیں ملا کہ شرجیل بن اسمط طالب تھے یا مطلوب۔ بعض نے ان کو طالب میں ذکر کیا ہے اور بعض نے مطلوب میں۔ اگر پورا قصہ ہوتا تو ہم بھی رائے قائم کرتے۔ اگر مطلوب تھے تب تو احناف بخلاف نہیں اگر طالب تھے تو احناف کے خلاف ہے۔ لا یصلین احد العصر الخ اور مسلم شریف کی روایت میں لا یصلین احد الظهر ہے۔ حافظ نے جائے اس کے کہ بخاری کی روایت کو اصول کے موافق راجح کہتے مسلم کی روایت کو راجح بتلایا۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ جمع ممکن ہے۔ اس طرح کے جو ظہر کے وقت جانے والے تھے ان کو تو مسلم شریف کی روایت کے مطابق کہا جائے اور جو ظہر میں نہیں گئے ان کے مطابق بخاری شریف کی روایت ہے بل نصلی لم یبرید منا ذلك حافظ فرماتے ہیں کہ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ انہوں نے اتر کر نماز پڑھی یا سواری پر پڑھی۔ چونکہ یہ روایت حافظ ابن حجر کے مذہب کے موافق ہے کیونکہ یہ لوگ طالب تھے اور دشمن کے فوت کا اندیشہ نہ تھا۔ اور دشمن کے حملہ کا خوف تھا اس لئے حافظ نے کہہ دیا کہ تصریح نہیں ملی کہ راکبا پڑھی یا اتر کر۔ ورنہ چپکے سے چل دیتے مگر میں بھی سمجھ جاتا ہوں فلم یعنف (ڈانٹا نہیں) اس لئے کہ ہر ایک نے اجتمعا کیا۔ واحتج الولید الخ حضور اقدس ﷺ نے جب عزوہ احزاب سے فارغ ہو کر اپنے ہتھیار اتار دیئے اور لوگوں نے غسل وغیرہ شروع کر دیا۔ تو حضرت جبرائیل تشریف لائے اور فرمایا کہ ہم نے ابھی ہتھیار نہیں اتارے آپ نے فرمایا کہ کیا ارادہ ہے۔ انہوں نے عرض کیا ہنو قریظہ کا ارادہ ہے۔ یہ یہودیوں کا ایک قبیلہ تھا۔ مدینہ میں اس نے مسلمانوں سے بد عمدی کی تھی۔ اور منافقانہ طریقہ سے دشمن کی مدد کی تھی۔ اس پر حضور پاک ﷺ بھی تیار ہو گئے اور اسی وقت اعلان فرمایا لا یصلین احد العصر الخ اور مسلم شریف میں جائے عصر کے ظہر وارد ہے۔ میرے والد صاحب کی توجیہ یہ ہے کہ آپ نے صلوٰۃ فرمایا تھا۔ جن لوگوں نے ظہر کی نماز پڑھی تھی انہوں نے صلوٰۃ عصر کی نماز مراد لی اور جنہوں نے ظہر کی نماز نہیں پڑھی تھی انہوں نے اس سے ظہر مراد لی۔ بیر حال اس اعلان کے بعد صحابہ میں اس جملہ کے مطلب میں اختلاف ہو گیا۔ بعض نے کہا حضور اقدس ﷺ کا مطلب یہ ہے کہ نماز اسی جگہ پڑھی جائے۔ اور بعض نے کہا اعلان کا مقصود تو یہ ہے کہ لوگ جلدی اس طرف چلیں۔ لہذا اگر راستہ میں نماز پڑھ لیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ چنانچہ بعض لوگوں نے راستہ میں نماز پڑھی۔ اور اس سے استدلال کیا گیا کہ طالب کے لئے راکبا نماز جائز ہے۔ حافظ فرماتے ہیں کہ اس سے رکوب کے ساتھ نماز پڑھنے پر استدلال نہیں ہے۔ کیونکہ رکوب کی تصریح نہیں ملی ممکن ہے کہ راستہ میں اتر کر پڑھی ہو۔

ترجمہ۔ صبح کی نماز میں جلدی کرنا اور اسے تاریکی میں پڑھنا اور لوٹ مار اور لڑائی کے وقت نماز کیسے پڑھی جائے

بَابُ التَّبَكُّيرِ وَالْغَلْسِ بِالصُّبْحِ وَالصَّلَاةِ عِنْدَ الْإِغَارَةِ وَالْحَرْبِ

حدیث (۸۹۵) حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ أَنَسٍ
بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ صَلَّى الصُّبْحَ بَغْلَسٍ
ثُمَّ رَكِبَ فَقَالَ اللَّهُ أَكْبَرُ خَرَبْتُ خَيْرًا إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا
بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذِرِينَ فَخَرَجُوا
يَسْعُونَ فِي السَّكِكِ وَيَقُولُونَ مُحَمَّدٌ وَالْحَمِيسُ
قَالَ الْحَمِيسُ الْجَيْشُ فَظَهَرَ عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ
ﷺ فَقَتَلَ الْمُقَاتِلَةَ وَسَبَى الدَّرَارِي فَصَارَتْ
صَفِيَّةُ لِذَخِيهِ الْكَلْبِيِّ وَصَارَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ
تَزَوَّجَهَا وَجَعَلَ صَدَاقَهَا عَنُقَهَا فَقَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ
لِكَاثِبِ يَا أَبَا مُحَمَّدٍ أَنْتَ سَأَلْتَ أَنْسَامًا أَمَهْرَ فَقَالَ
أَمَهْرٌ هَا نَفْسَهَا قَالَ فَتَبَسَّمْ

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز بہت تاریکی میں پڑھی پھر سوار ہوئے اور اللہ اکبر فرمایا خیبر خراب ہو گیا۔ بے شک جب ہم کسی قوم کے میدان میں اترتے ہیں تو ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح بری ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ لوگ گھروں سے نکل کر گلی کوچوں میں دوڑتے تھے اور کہتے تھے محمدؐ اس کا لشکر آ گیا بہر حال جناب رسول اللہ ﷺ ان پر غالب آ گئے لڑاکا لوگوں کو قتل کرنے کا حکم دیا اور عورتوں چوں کو قیدی بنانے کا۔ حضرت بی بی صفیہؓ حضرت دجیہ کلبی کے حصہ میں آئیں۔ اور بالآخر جناب رسول اللہ ﷺ کے لئے ہو گئیں۔ پھر آپ نے اس سے نکاح کر لیا اور اس کی آزادی اس کا حق مقرر فرمایا۔ عبدالعزیز نے ثابت سے پوچھا کہ اے ابو محمد آپ نے حضرت انسؓ سے پوچھا تھا کہ آپ نے بی بی صفیہؓ کا کیا مہر باندھا تھا۔ فرمایا ان کی ذات ان کا مہر تھا تو وہ مسکرا دیئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ بعض علما کی رائے ہے کہ امام کی غرض یہ ہے کہ جہاد میں تکبیر بعد الصلوٰۃ کہنی چاہیے اس صورت

میں بتاخیور الباء الموحده من الکاف ہوگا۔ یعنی تکبیر اللہ اکبر کہنا اور مقصود جہاد میں مصالح کی وجہ سے تکبیر کا جواز بیان کرنا ہے۔ اور کتاب الجہاد میں جو روایت آرہی ہے کہ حضور اقدس ﷺ رفع الصوت کو جہاد میں پسند نہیں کرتے تھے وہ اس وقت ہے جبکہ رفع الصوت بلا مصلحت ہو۔ اور بعض نے تکبیر پڑھا ہے۔ یعنی سورے نماز پڑھے۔ اور غلّس تفسیری ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ امام حاریؒ نے ان لوگوں پر رد فرمایا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ میدان جنگ میں اطمینان کے ساتھ تاخیر سے نماز پڑھے۔ حضرت امام حاریؒ فرماتے ہیں کہ اگر اطمینان ہی حاصل نہ ہو تو اوّل وقت میں پڑھ لے و هو الراجح عندی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

كِتَابُ الْعِيدَيْنِ

ترجمہ۔ عیدین کے بارے میں جو کچھ آیا ہے اور
عیدین میں خوبصورتی اختیار کرنا۔

بَاب مَا جَاءَ فِي الْعِيدَيْنِ
وَالْتَّجْمُلُ فِيهِمَا۔

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت
عمرؓ نے گاڑھے ابریشم کا چن لیا جو بازار میں بک رہا تھا۔ وہ اس کو
لے کر جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر پیش
کیا اور فرمایا یا رسول اللہ اس کو خرید لیجئے تاکہ آپ ان سے عید اور
وفود کے لئے خوبصورتی حاصل کریں۔ آپ نے ارشاد فرمایا یہ تو
ان لوگوں کا لباس ہے جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔
حضرت عمرؓ اتنا عرصہ ٹھہرے رہے جس قدر اللہ تعالیٰ نے
ٹھہرایا۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے ان کی طرف ابریشم کا ایک
چبہ بھیجا جس کو حضرت عمرؓ لے کر حضور اقدس رسول اللہ ﷺ
کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا یا رسول اللہ آپ نے تو
فرمایا تھا کہ یہ ان لوگوں کا لباس ہے۔ پھر آپ نے اسے میرے
پاس بھیج دیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو بیچ کر اپنے کام میں لاؤ

حدیث (۸۹۶) حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا
عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ أَخَذَ عُمَرُ جُبَّةً مِّنْ اسْتَبْرَقٍ
تَبَاعُ فِي السُّوقِ فَأَخَذَهَا فَاتَى بِهَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ
فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ابْتَعْ هَذِهِ تَجْمَلُ بِهَا لِلْعِيدِ
وَالْوُفُودِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّمَا هَذِهِ لِبَاسٍ
مَّنْ لَا خَلَاقَ لَهُ فَلَيْتَ عُمَرُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَلْبَسَ ثُمَّ
أَرْسَلَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِجُبَّةٍ دِيْبَاجٍ فَأَقْبَلَ بِهَا
عُمَرُ فَاتَى بِهَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ
إِنَّكَ قُلْتَ إِنَّمَا هَذِهِ لِبَاسٍ مَّنْ لَا خَلَاقَ لَهُ وَأَرْسَلْتَ
إِلَيَّ بِهَذِهِ الْجُبَّةِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ تَبِعْهَا
وَتَصِيبُ بِهَا حَاجَتَكَ.. الحديث ...

تشریح از شیخ زکریا۔ عید کہنے کی وجہ تم بڑھ ہی چکے ہو چونکہ عوائد اور نعمائے الہیہ کی کثرت ہوتی ہے۔ اس لئے اس کو عید کہتے ہیں۔ اور بعض نے اسے ثفا و لا عید کہا ہے۔ ۲ ھ میں اس کی مشروعیت ہوئی۔ عیدین کی نماز ہمارے یہاں واجب ہے۔ اور شوافع اور مالکیہ کے نزدیک سنت ہے اور حنابلہ کے نزدیک فرض کفایہ ہے اور عیدین کا ذکر کتاب الجمعہ کے بعد کر دینا واضح ہے باب ماجاء فی العیدین الخ میں اس کے متعلق باب یلبس احسن مایجد میں بیان کر چکا ہوں کہ امام بخاری نے سیاق ترجمہ بدل کر اشارہ فرمایا کہ جمعہ میں نئے کپڑے ہونا ضروری نہیں صرف صاف ہونا کافی ہے لیکن اگر عیدین میں نئے بنالے تو کوئی حرج نہیں۔

باب الْحِرَابِ وَالْدَّرْقِ يَوْمَ الْعِيدِ

ترجمہ۔ عید کے دن بر چھا اور ڈھال کار کھنا کیسا ہے

ترجمہ۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ

ﷺ میرے پاس تشریف لائے کہ میرے پاس دو لڑکیاں جنگ بعاث کے گیت گار ہی تھیں۔ جناب رسول اکرم ﷺ چہرہ پھیر کر بستز پر لیٹ گئے۔ حضرت ابو بکر تشریف لائے تو مجھے ڈانٹا کہ شیطان کے باجے اور گانے جناب نبی اکرم ﷺ کے پاس۔ جناب رسول اللہ ﷺ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ان کو چھوڑ دو کچھ نہ کہو جب حضور اقدس ﷺ ہم سے بے پرواہ ہوئے تو میں نے لڑکیوں کی چٹکی کاٹی وہ جلدی جلدی نکل گئیں چونکہ وہ عید کا دن تھا۔ سو ڈانی غلام ڈھال اور بر مجھے کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ پس یا تو میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی یا حضور انور ﷺ نے خود فرمایا کہ کیا تم یہ کھیل دیکھنا چاہتی ہو۔ میں نے عرض کی ہاں! چنانچہ آپ نے مجھے

حدیث (۸۹۷) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَائِشَةَ

قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ وَرَعْدِي جَارِيَتَانِ تُغْنِيَانِ بِغِنَاءٍ بُعَاثٌ فَاضْطَجَعَ عَلَيَّ الْفِرَاشِ وَحَوْلَ وَجْهَهُ وَدَخَلَ أَبُو بَكْرٍ فَانْتَهَرَنِي وَقَالَ مَزْمَارَةُ الشَّيْطَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَأَقْبَلَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ دَعُهُمَا فَلَمَّا غَفَلَ غَمَزَتْهُمَا خَرَجْنَا وَكَانَ يَوْمَ عِيدٍ يَلْعَبُ السُّودَانُ بِالْدَّرْقِ وَالْحِرَابِ فَمَا سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَإِنَّمَا قَالَ تَشْتَهَيْنِ تَنْظُرِينَ فَقُلْتُ نَعَمْ فَأَقَامَنِي وَرَأَاهُ خَدِّي عَلَى خَدِّهِ وَهُوَ يَقُولُ دُونَكُمْ يَا بَنِي أَرْفَدَةَ حَتَّى إِذَا مَلَلْتُ قَالَ لِي حَسْبُكَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاذْهَبِي .. الحديث ..

اپنے پیچھے کھڑا کیا کہ میرا رخسارہ حضور انور ﷺ کے رخسارہ پر تھا۔ اور آپ فرما رہے تھے کہ اے بنی ارفدہ اپنا کام جاری رکھو یہاں تک کہ جب میں اکتا گئی تو آپ نے مجھے فرمایا بس تجھے کافی ہے میں نے کہا ہاں! تو آپ نے فرمایا اب چلو۔

تشریح از شیخ زکریا۔ حراب حرب کی جمع ہے اس کے معنی بر چھی کے ہیں اور درق درقہ کی جمع ہے اس کے معنی ڈھال کے

ہیں۔ صفحہ ۱۳۲ پر مایکروہ من حمل السلاح آ رہا ہے۔ شرح کی رائے یہ ہے کہ یہ جواز غیر حالت خوف کے وقت ہے اور کراہت حالت

خوف میں ہے اور میرے نزدیک یہ غرض نہیں۔ میں اپنی غرض آگے بیان کرونگا۔ فاضطجع علی الفراش الخ اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک تو اس کا جواز اور دوسرے اس کی عدم اولویۃ کیونکہ حضور اقدس ﷺ نے چرمبارک پھیر رکھا تھا۔ غرض مایکروہ من حمل السلاح میں آرہی ہے۔

بابُ سُنَّةِ الْعِيدَيْنِ لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ

ترجمہ۔ اسلام والوں کے لئے عیدین کا طریقہ

ترجمہ۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو خطبہ پڑھتے ہوئے سنا۔ کہ فرماتے تھے پہلی وہ چیز جس کی ہم اس دن عید کے ابتداء کریں گے وہ یہ ہے کہ نماز پڑھیں اس کے بعد واپس آکر قربانی کریں جس نے ایسا کیا وہ ہماری سنت کو پونچا۔

حدیث (۸۹۸) حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ اسْمَاعِيلَ الْعَدَنِيُّ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَخْطُبُ فَقَالَ إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ مِنْ يَوْمِنَا هَذَا أَنْ نَصَلِّيَ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَسْحِرُ فَمَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا. الْحَدِيثُ ..

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میرے پاس میرے باپ ابو بکر صدیقؓ اس وقت تشریف لائے کہ انصاری لڑکیوں میں سے دو لڑکیاں وہ اشعار گارہی تھیں جو انصاری نے جنگ بعاث کے بارے میں انصاری نے ایک دوسرے کے بارے میں کہے تھے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ وہ لڑکیاں کوئی خاص گانے والیاں نہیں تھیں۔ تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا شیطان کے باجے جناب رسول اللہ ﷺ کے گھر میں۔ یہ کتنے تعجب کی بات ہے۔ اور واقعہ عیدین کے دن کا ہے۔ تو جناب

حدیث (۸۹۹) حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ اسْمَاعِيلَ الْعَدَنِيُّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ أَبُو بَكْرٍ وَعِنْدِي جَارِيَتَانِ مِنْ جَوَارِي الْأَنْصَارِ كُفَيْيَانِ بِمَا تَقَالَتِ الْأَنْصَارُ يَوْمَ بَعَاثَ قَالَتْ وَلَيْسَتَا بِمُغْنِيَتَيْنِ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ أَيْمَزُ أَمِيرَ الشَّيْطَانِ فِي بَيْتِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَذَلِكَ فِي يَوْمِ عَيْدٍ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَا أَبَا بَكْرٍ إِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عَيْدًا وَهَذَا عَيْدُنَا .. الْحَدِيثُ ..

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابو بکر! ہر قوم کیلئے عید ہوتی ہے جس دن وہ خوشیاں مناتے ہیں یہ ہمارا عید کا دن ہے تو ان کو خوشیاں منانے دو

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ من جوارى الانصار تغنيان الخ صفحہ ۱۷۱۳۰ یہ الفاظ اس لئے بوجہ گئے تاکہ

معلوم ہو جائے کہ وہ لڑکیاں پیشہ ور گانے والی نہیں تھیں اور اس سے اس طرف بھی اشارہ کرنا ہے کہ بڑے لوگوں کی عورتوں اور بچیوں کے لئے گانا اس وقت جائز ہے جبکہ اس میں مفسدہ نہ ہو۔ مثلاً محارم کی طرف نظر کرنا۔ یا حرام شہوت۔ یا عبادات کا فوت ہونا۔ یا آلات محرمہ میں سے کسی کو استعمال میں لایا جائے۔ جیسے سارنگی۔ طبلہ۔ وغیرہ یا ایسے مضامین کا ذکر اشعار میں کیا جائے جو شرعاً جائز نہیں ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ گانے کی حرمت لہیرہ ہے لہذا نہیں ہے۔ فقہاء نے جو گانے جانے سے منع کیا ہے وہ فتنہ کا دروازہ بند کرنے کے لئے کیا ہے۔ ورنہ لمی نفسہ غناء جائز اور امر مباح ہے۔

ہذا عیدنا صفحہ ۱۹/۱۳۰ مؤلف نے اس حدیث کو اس باب میں لا کر اس طرف اشارہ کیا ہے کہ عید کے دن تمام مسلمانوں کے لئے جائز ہے کہ مباح مثلاً کھیل۔ شغل اور دل لگی کر سکتے ہیں۔ بڑھاپہ وہ گناہ نہ ہو۔

تشریح از شیخ زکریا۔ یا تو سنت سے مراد مسنون ہے یعنی اہل اسلام کیلئے عیدین میں مسنون طریقہ کیا ہے۔ یا سنت کے

معنی طریقہ کے ہیں۔ یعنی عیدین میں اہل اسلام کا طریقہ بیان کرنا ہے۔ اگر معنی اول مراد لئے جائیں تو روایت اولیٰ موافق ترجمہ ہوگی لیکن دوسری روایت باب کے موافق نہ ہوگی اور اگر معنی ثانی مراد لیں تو روایت ثانیہ باب کے موافق ہے لیکن اولیٰ نہیں لہذا کسی صورت میں دونوں روایات باب سے مناسبت نہیں رکھتیں۔ اگر معنی ثانی یعنی مصدری معنی مراد ہوں تو باب کی غرض سے ترمذی شریف کی اس روایت کی تائید مقصود ہوگی جس میں یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب مدینہ تشریف لائے دیکھا کہ کفار کے سال بھر میں دو دن عید کے ہیں ایک یوم نیروز اور مہر جان۔ تو حضور اکرم ﷺ نے مسلمانوں کے لئے عید الفطر اور عید الاضحیٰ مقرر فرمائے۔ روایت ثانیہ تو بالکل ظاہر ہے اس کے معنی موافق ہے۔ روایت اولیٰ اور ثانیہ میں جو اس طرح ہو گا کہ عید وہی معتبر ہے جس میں نماز بھی ہو۔ اگر معنی اول مراد ہوں تو ثانیہ کی تاویل یہ ہے کہ سرد بھی عید کے طریقوں میں سے ہے۔ اور ایک طریقہ جمع کا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سنت کے دونوں معنی مراد ہوں عموم مشترک یا عموم مجاز کے طور پر۔

یوم بعثت یہ انصار کی ایک لڑائی ہے۔ جو ایک سو بیس برس تک شعلہ زن رہی۔ اس لڑائی کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ ایک قبیلہ کے کسی آدمی نے دوسرے قبیلہ کے کسی آدمی کی اونٹنی کا دودھ بلا اجازت نکال لیا تھا۔ دوسرے نے اس دودھ دینے والی اونٹنی کا تھن کاٹ لیا اس طرح ایک دوسرے سے لڑائی شروع ہو گئی۔ اور بھائی قاعدہ یہ ہے کہ خدا شرے بر انگیز دریاں خیرے نہاں باشد۔ اس لڑائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس میں بڑے بڑے سردار سب ختم ہو گئے قتل کر دیئے گئے۔ اور جب ان کو نبی آخر الزمان کی بعثت کا علم ہوا اور حضور اقدس ﷺ مبعوث ہو گئے تو انصار کا قبیلہ جلدی جلدی مسلمان ہونے لگا اور دوسری بات انصار کی کثرت اسلام کی یہ ہوئی کہ یہود و انصار میں اسلام سے پہلے کشاکش تھی۔ یہود کہا کرتے تھے کہ ہم نبی آخر الزمان کے ساتھ ہو کر تمہاری گوش مالی کریں گے۔ لیکن جب انصار کو حضور اکرم ﷺ کی بعثت کی خبر ہوئی تو جوق در جوق مسلمان ہونے لگے۔

فقال ابو بکر من امیر الشیطان یہاں اشکال یہ ہے کہ اگر یہ سماع جائز تھا تو حضرت ابو بکرؓ نے نکیر کیوں کی۔ اگر ناجائز تھا

تو پھر حضور اقدس ﷺ نے کیوں گانے دیا۔ اور پھر حضرت ابو بکرؓ کے منع کرنے کے باوجود بھی باقی رکھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اصل میں یہ گانا تھا ہی نہیں۔ اس لئے کہ ان اشعار میں جنگی کارنامے تھے۔ اس لئے حضور اقدس ﷺ نے نکیر نہیں فرمائی۔ اور حضرت ابو بکرؓ نے

یہ سوچ کر کہ لوگ اس کو غلط بات کا ذریعہ بنالیں گے اور اس سے استدلال کریں گے۔ لہذا منع فرمادیا۔ بعض لوگوں نے اس سے قوالی کے جواز پر استدلال کیا ہے کہ اس کے اندر بھی ناچ گانا نہیں ہوتا لیکن یہ کسی بھی طرح درست نہیں۔ کیونکہ یہاں گانا بچیوں کے ساتھ تھا اور چوں کہ آپس کے کھیل میں تباح ہوتا ہے۔ نیز! جب محرم اور مہینہ میں تعارض ہو جائے تو محرم روایات کو ترجیح ہوتی ہے۔ نیز! دوسری بعض روایات میں ان دونوں گانے والی بچیوں کے متعلق تصریح ہے کہ لیست بمعینین کہ در حقیقت وہ گانے والیاں نہیں تھیں۔

باب الْأَكْلِ يَوْمَ الْفِطْرِ قَبْلَ الْخُرُوجِ

ترجمہ۔ نکلنے سے پہلے عید فطر کے دن کھانا چاہیے
ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ عید الفطر کے دن اس وقت تک صبح سویرے نہیں جاتے تھے جب تک کہ چند کھجوریں نہ کھالیں۔ دوسری سند میں ہے کہ وہ کھجور جن کو کھاتے تھے وہ طاق ہوتی تھی۔

حدیث (۹۰۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ النَّخَعِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يُغْدُوا يَوْمَ الْفِطْرِ حَتَّى يَأْكُلَ تَمْرَاتٍ وَقَالَ مَرْجِيُّ بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنِي عُمَيْرُ اللَّهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَيَأْكُلُهُنَّ وَتَوًّا... الْحَدِيثُ

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ باب الاكل يوم النحر صفحه ۲۳۱/۳۰ قربانی کے دن کھانے پینے میں زیادتی میں کوئی

حرج نہیں۔ بلکہ جو شخص قربانی کرنے کا ارادہ رکھتا ہو اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ پہلا کھانا جو اس کے پیٹ میں پہنچے وہ اس کی قربانی کا گوشت ہونا چاہیے۔ حدیث کو ترجمہ الباب سے مناسبت اس طرح ہوئی کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابو بردہؓ کے کھانے اور کھلانے پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ بلکہ قربانی کے جانور کو نماز ادا کرنے سے پہلے ذبح کرنے پر اعتراض کیا۔ اگر کھانے میں کوئی کراہت ہوتی تو آپؐ اس پر بھی ضرور فرماتے۔ جب کہ آپؐ نے اعتراض نہیں کیا۔ حالانکہ آپؐ کے سامنے اس نے صبح کو کھالینا اور ہمسایوں کو کھلانے کا ذکر فرمایا اور اس فائدہ کا ذکر کیا جس نے ان کو جلدی جانور ذبح کرنے پر آمادہ کیا۔ تو آپؐ کی طرف سے تقریر ہو گئی کہ نماز سے پہلے کسی چیز کا کھالینا اس میں کوئی کراہت نہیں ہے۔ البتہ قربانی وغیرہ کی تقدیم نہ کرے۔ اور جو قربانی کرنا چاہتا ہو اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ نماز ادا کرنے سے پہلے کچھ نہ کھاے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ مسئلہ کرام میں متفق علیہا ہے کہ عید الفطر کے روز نماز کے لئے جانے سے پہلے کچھ کھجوریں

کھانی مسنون ہیں۔ اور یہ بھی مسنون ہے کہ وہ طاق ہوں یعنی ایک تین یا پانچ وغیرہ۔

باب الْأَكْلِ يَوْمَ النَّحْرِ

ترجمہ۔ قربانی کے دن کب کھانا چاہیے

تشریح از قطب گنگوہی۔ فانہ قبل الصلوۃ الخ صفحہ ۱۱۳۱/۱ یہاں لازم کو ملزوم کی جگہ رکھا گیا ہے۔ کیونکہ قربانی کا وقت نماز ادا کرنے کے بعد ہے۔ تو معنی یہ ہوں گے کہ جس نے نماز سے پہلے قربانی کر لی تو وہ قربانی قبل از وقت واقع ہوگی۔ کیونکہ اس کا وقت نماز کے بعد ہے۔ تو یہ قربانی غیر معتبر ہوگی۔ کیونکہ یہ قبل از نماز واقع ہوئی۔

تشریح از شیخ زکریا۔ امام بخاری نے باب سابق باب الاکل یوم الفطر میں جو روایت ذکر فرمائی ہے وہ جمہور کے موافق ہے۔ اور یہ باب الاکل یوم النحر ہے۔ اور اس میں فقہاء قاطبہ کا یہ مذہب ہے کہ عید کی نماز سے پہلے کچھ نہ کھائے۔ بلکہ نماز پڑھ کر اپنی قربانی میں سے کھائے۔ اس میں امام بخاری نے جو روایت ذکر فرمائی ہے اس میں یہ ہے کہ حضرت ابو بردہ بن نیاز نے عید کی نماز سے قبل ذبح کی اور کھایا اس پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قربانی نہیں ہوئی اس کے بدلہ انہوں نے دوسری قربانی دی۔ اب امام بخاری کی اس سے غرض کیا ہے بعض حضرات فرماتے ہیں کہ امام بخاری جمہور کے خلاف یہ فرما رہے ہیں کہ نماز عید سے پہلے کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ اور اس ابو بردہ کی روایت سے ان کا استدلال اس طرح ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے کھانے پر کچھ نکیر نہیں فرمائی۔ بلکہ قربانی کے متعلق ارشاد فرمایا کہ قربانی نہیں ہوئی۔ اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ امام بخاری جمہور کے ساتھ ہیں اور استدلال یوم یشتہی فیہ اللحم سے ہے اور طریق استدلال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس دن گوشت کی خواہش ہوتی ہے اور گوشت عید کے دن قربانی ہی کا ہوتا ہے اور قربانی بعد الصلوۃ ہوتی ہے اور حضرت ابو بردہ بن نیاز نے جو ذبح فرمایا تھا وہ محض عدم علم کی وجہ سے ہوا تھا لہذا ادوی ابلغت الرخصہ یہ کس راوی کا مقولہ ہے حضرت انس یا ابن سیرین کا نہیں ہے اور یہ تردید انہی راوی کو ہے ورنہ روایت میں تصریح ہے کہ یہ حکم انہی صحابی کے ساتھ خاص ہے لن تجزی عن احد بعدک یہ وہ تصریح آگئی۔

باب الْخُرُوجِ إِلَى الْمَصَلَّى بِغَيْرِ وُضُوءٍ

ترجمہ۔ بغیر منبر کے عید گاہ کی طرف جانا۔

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں عید گاہ کی طرف نکلتے تھے پس پہلی چیز جس سے اہتداء کرتے وہ نماز تھی۔ پھر نماز سے فارغ ہونے کے بعد پھر کر لوگوں کے سامنے کھڑے ہوتے اور لوگ اسی طرح اپنی صفوں پر بیٹھے ہوتے پس حضور ﷺ ان کو نصیحت کرتے وصیت فرماتے اور ان کو حکم دیتے اگر کسی فوجی دستہ کو الگ کر کے کہیں بھیجنے کا ارادہ ہوتا تو اس کو الگ کر لیتے یا کسی چیز کا حکم کرنا ہوتا تو اس کا حکم دیتے پھر چلے جاتے۔

حدیث (۹۰۳) حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ الْخ عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخَدْرِيِّ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُخْرَجُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى إِلَى الْمَصَلَّى فَأَوَّلُ شَيْءٍ يَبْدَأُ بِهِ الصَّلَاةَ ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَيَقُومُ مُقَابِلَ النَّاسِ وَالنَّاسُ جُلُوسٌ عَلَى مُصَفِّهِمْ فَيُعْظِمُهُمْ وَيُؤْصِيهِمْ وَيَأْمُرُهُمْ فَإِنْ كَانَ يُرِيدَانِ يَقْطَعُ بَعْثًا قِطْعَةً أَوْ يَأْمُرُ بِشَيْءٍ أَمَرَ بِهِ ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ فَلَمْ يَزَلِ النَّاسُ

حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں معاملہ اسی طرح رہا۔ یہاں تک میں مروان امیر مدینہ کے ہمراہ عید قربان یا عید فطر میں نکلا پس ہم عید گاہ تک پہنچے تو دیکھتا کیا ہوں کہ کثیر بن الصلت نے ایک منبر بنا رکھا ہے چنانچہ مروان نماز پڑھنے سے پہلے اس منبر پر چڑھنا چاہتے تھے۔ میں نے اس کو کپڑے سے کھینچا اس نے مجھے کھینچا پس منبر پر چڑھ گیا اور نماز سے پہلے خطبہ دیا میں نے اس سے کہا کہ اللہ کی قسم تم لوگوں نے تبدیلی کر دی۔ اس نے کہا اے ابو سعید جو آپ جانتے ہیں وہ حکم چلا گیا۔ میں نے کہا اللہ کی قسم جو میں جانتا ہوں وہ اس سے بہتر ہے جو میں نہیں جانتا۔ کہنے لگا

عَلَى ذَلِكَ حَتَّى خَرَجْتُ مَعَ مَرْوَانَ وَهُوَ امِيرُ الْمَدِينَةِ فِي أَصْحَى أَوْ فِطْرٍ فَلَمَّا تَنَا الْمُصَلِّيَ إِذْ امْتَرُ بِنَاهُ كَثِيرُ بْنُ الصَّلْتِ فَاذْ امْرَوَانَ يُرِيدُ أَنْ يُوتِقِيَهُ قَبْلَ أَنْ يُصَيِّئَ فُجِبْتُ بِتَوْبِهِ فُجِبْتُ فَاذْ امْرَوَانَ فَاذْ امْرَوَانَ فَاذْ امْرَوَانَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَقُلْتُ لَهُ غَيْرْتُمْ وَاللَّهِ فَقَالَ يَا أَبَا سَعِيدٍ قَدْ ذَهَبَ مَا تَعْلَمُ فَقُلْتُ مَا تَعْلَمُ خَيْرٌ مِمَّا لَا تَعْلَمُ فَقَالَ إِنَّ النَّاسَ لَمْ يَكُونُوا يُجْلِسُونَ لَنَا بَعْدَ الصَّلَاةِ فَجَعَلْتُهَا قَبْلَ الصَّلَاةِ.. الحديث..

کہ لوگ نماز کے بعد ہمارے لئے نہیں بیٹھتے تھے اسلئے میں نے اس خطبہ کو نماز سے پہلے کر لیا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ حضرت امام بخاریؒ کی غرض ابو داؤد کی اس روایت پر رد کرنا ہے جس میں یہ ہے کہ مروان نے حکم

دیا کہ منبر عید گاہ میں لے جا کر نصب کیا جائے۔ تو امام بخاریؒ نے بتلایا کہ حضور اقدس ﷺ عید گاہ میں بغیر منبر کے تشریف لے گئے۔ فیقوم مقابل الناس اس سے امام بخاریؒ نے منبر کے نہ ہونے پر استدلال فرمایا ہے۔ کیونکہ اگر منبر ہوتا تو قیام مقابل الناس نہ ہوتا۔ بلکہ اوپر قیام ہوتا۔ فان کان یريد ان یقطع بعنا اس لئے کہ لوگ مجتمع ہوتے تھے۔ لہذا حضور انور ﷺ وہیں فوجی دستہ تشکیل فرماتے تھے۔ حتی خرجت مع مروان بنو امیہ کے زمانے میں مروان نے عیدین میں دو تعمیر کئے ایک تو یہ کہ عید گاہ میں منبر لے گیا۔ دوسرے یہ کہ عید کا خطبہ بعد میں ہوتا تھا اس کو نماز سے پہلے کر دیا اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ان کے اتباع اور اہل بیت کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ اور مسلمان اس کو سنتا نہیں چاہتے تھے۔ اس لئے وہ چپکے چپکے وہاں سے اٹھ کر چل دیا کرتے تھے۔ اور اس کا خطبہ نہیں سنتے تھے۔ مروان نے جب دیکھا کہ جن کو سنانا اصل ہے وہی اٹھ کر چلے جاتے ہیں تو اس نے خطبہ کو نماز سے مقدم کر دیا کہ اب تو مجبور ہو کر نماز کے انتظار میں رُک رہیں گے۔ اور ان کی لغویات سنیں گے۔ فقد ذهب ماتعلم یعنی اب وہ زمانہ نہیں رہا اب مصلحت یہی ہے کہ قبل الصلوة خطبہ دیا جائے۔

ترجمہ۔ عید کی طرف پیدل اور سوار ہو کر جانا جائز ہے۔ عید بغیر اذان اور اقامت کے ہوگی۔

باب الْمَشْيِ وَالرُّكُوبِ إِلَى الْعِيدِ
بِغَيْرِ أَذَانٍ وَلَا إِقَامَةٍ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ قربانی اور فطر میں پہلے نماز پڑھتے تھے نماز کے بعد خطبہ دیتے تھے۔

حدیث (۹۰۴) حَدَّثَنَا ابْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِزْرَامِيُّ (النخ) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي فِي الْأَصْحَى وَالْفِطْرِ ثُمَّ يَخْطُبُ بَعْدَ الصَّلَاةِ.. الحديث...

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ عید الفطر کے دن باہر تشریف لائے تو خطبہ سے پہلے نماز سے ابتدا فرمائی۔ نیز حضرت عطاءؓ یہ بھی فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی طرف پہلے پہل جب ان کی بیعت کی گئی تو پیغام بھیجا کہ عید الفطر کے دن نماز کے لئے اذان نہیں کہی جاتی تھی۔ اور خطبہ بھی نماز کے بعد ہوتا تھا۔ نیز پھر حضرت عطاءؓ دونوں حضرات یعنی حضرت ابن عباسؓ اور جابر بن عبداللہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ان دونوں حضرات نے فرمایا کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ دونوں دنوں میں اذان نہیں ہوتی تھی۔ اور صرف حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کھڑے ہوئے تو نماز سے ابتدا کی اس کے بعد لوگوں کو خطبہ دیا۔ جب خطبہ سے فارغ ہوئے تو نیچے اتر کر عورتوں کی طرف تشریف لائے۔ اور ان کو وعظ و نصیحت فرمائی۔ جبکہ حضرت بلالؓ کے ہاتھ پر سہارا لیا ہوا تھا اور حضرت بلالؓ اپنا کپڑا پھیلانے ہوئے تھے جس میں عورتیں صدقہ کا مال ڈالتی تھیں تو راوی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاءؓ سے کہا کہ کیا اب بھی امام کے ذمہ ضروری ہے کہ وہ

حدیث (۹۰۵) حَدَّثَنَا ابْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى النَّخَعِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ يَوْمَ الْفِطْرِ فَبَدَأَ بِالصَّلَاةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ قَالَ وَاخْبَرَنِي عَطَاءٌ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَرْسَلَ إِلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ فِي أَوَّلِ مَا بُويعَ لَهُ أَنَّهُ يُكْفَنُ يَوْمَ الصَّلَاةِ يَوْمَ الْفِطْرِ وَأَنَّ الْخُطْبَةَ بَعْدَ الصَّلَاةِ وَاخْبَرَنِي عَطَاءُ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ لَمْ يَكُنْ يَوْمَ الْفِطْرِ وَلَا يَوْمَ الْأَصْحَى وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَامَ فَبَدَأَ بِالصَّلَاةِ ثُمَّ خَطَبَ النَّاسَ بَعْدَ فَلَمَّا فَرَغَ نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ نَزَلَ فَاتَى النِّسَاءَ فَذَكَرَهُنَّ وَهُوَ يَتَوَسَّأُ عَلَى يَدِ بِلَالٍ وَبِلَالٌ بَاسِطٌ كُوبُهُ تَلْقَى فِيهِ النِّسَاءُ صَدَقَةٌ قُلْتُ لِعَطَاءٍ أَتَرَى حَقًّا عَلَى الْإِمَامِ الْآنَ أَنْ يَأْتِيَ النِّسَاءَ فَيَذَكَرَهُنَّ حِينَ يَفْرُغُ قَالَ إِنَّ ذَلِكَ لِحَقٌّ عَلَيْهِمْ وَمَالَهُمْ أَنْ لَا يَفْعَلُوا (الحديث)

عورتوں کے پاس آکر انہیں نصیحت کریں جبکہ نماز سے فارغ ہو جائیں۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ ان کی ذمہ داری تو ہے لیکن ان کو کیا ہو گیا کہ اب وہ ایسا نہیں کرتے۔

تشریح از قطب گنگوہی۔ ارسل الی ابن الزبیر الخ صفحہ ۱۵۱۳۱۔ جب نبی اکرم ﷺ کی وفات ہوئی تو حضرت ابن الزبیر صغیر سن تھے۔ تو حضرت ابن عباسؓ کو خطرہ لاحق ہوا کہ عدم علم کی وجہ سے کہیں سنت کی مخالفت نہ کر دیں۔ اس لئے ان کو اس حدیث کی اطلاع کر دی۔ باب من حمل السلاح الخ صفحہ ۳۱۳۲۔

تشریح از شیخ زکریا۔ امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے کیا ہے۔ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ ترمذی شریف میں ہے کہ المشی علی الاقدام فی العیدین افضل ہے۔ اس پر رد کرنا ہے۔ اور رد اس طرح فرمادیا کہ حدیث میں ہے خروج یوم الفطر اور ثرون عام ہے۔ را کہا ہوا ماشیا اور یہ اقرب ہے۔ اور بعض علماء کی رائے ہے کہ امام بخاریؒ کے اصول میں ہے کہ جب ترجمہ میں چند چیزیں ذکر فرمائیں اور کسی ایک کی روایت ذکر نہ فرمائیں تو وہ امام بخاریؒ کے نزدیک حاثت نہیں۔ یہاں امام بخاریؒ نے رکوب کی کوئی روایت ذکر نہیں فرمائی جو رکوب پر صریحہ دلالت کرے۔ لہذا گویا وہ امام بخاریؒ کے نزدیک حاثت ہی نہیں۔ اس صورت میں ترمذی کی روایت کی تائید ہوگی۔ اور میری رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے رکوب پر بتو کا علی بد ہلال سے استدلال فرمایا ہے۔ کیونکہ ہاتھ پر ٹیک لگانا سواری ہے بچے ایک کھیل کھیلا کرتے ہیں جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ دو بچے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ لیتے ہیں اور تیسرا بچہ اپنی ٹانگ ان دونوں کے ہاتھ پر رکھتا ہے۔ اور دونوں کے موٹھے پر اپنے دونوں ہاتھ رکھ کر سب بچے چلتے ہیں اور اس کو باری دینا کہتے ہیں۔ تو کیا عجب ہے کہ امام بخاریؒ نے ایک فطری چیز سے استدلال فرمایا ہو۔

والصلوة قبل الخطبة بغیر اذان واقامة یہ اجماعی مسئلہ ہے کہ عیدین میں اذان اور اقامتہ نہیں ہے حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کے زمانے میں اختلاف تھا۔ اور وہ اپنے زمانہ میں اذان دلوایا کرتے تھے۔ تو ابن عباسؓ نے ان پر رد فرمادیا۔ پھر بعد میں یہ دستور ختم ہو گیا۔ اور عیدین میں اذان اور اقامتہ اس لئے نہیں ہوتی کہ یہ دونوں فرائض کے ساتھ خاص ہیں۔ اور عیدین فرائض نہیں ہیں۔ البتہ ایک اختلاف یہ ہے کہ عیدین کے دن الصلوٰۃ جامعہ کا اعلان کر سکتے ہیں یا نہیں۔ شافعیہ کے نزدیک اعلان اولیٰ ہے۔ اور شرح ترمذی میں عراقی نے وجوب نقل کیا ہے۔ ملا علی قاریؒ نے اس کے جواز پر اتفاق نقل کر دیا ہے۔ لیکن یہ درست نہیں۔ حنبلیہ اس کو خلاف سنت لکھتے ہیں کہ موفق نے مغنی میں اس طرح نقل کیا ہے۔ قاضی نے مالکیہ میں سے اس کو جائز لکھا ہے۔ مگر مالکیہ کے یہاں مشہور یہ ہے کہ یہ مکروہ ہے۔ اور بعض خلاف اولیٰ لکھتے ہیں۔ اور مجھے اپنی کتابوں میں اس مسئلے میں کوئی تصریح نہیں ملی۔ جو جائز کہتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ یہ بغیر اذان والاقامت میں داخل نہیں۔ جو منع کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اپنے اطلاق کی وجہ سے اس کو بھی شامل ہے۔

ترجمہ۔ عید کے بعد خطبہ ہونا چاہیے

باب الخُطْبَةِ بَعْدَ الْعِيدِ

ترجمہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں عید میں حاضر ہوا

حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ النَّحْدِيُّ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ

جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ سب کے سب خطبہ سے پہلے نماز پڑھتے تھے

قَالَ شَهِدْتُ الْعِيدَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ فَكُلُّهُمْ كَانُوا يَصَلُّونَ قَبْلَ الْخُطْبَةِ

الحديث ...

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ خطبہ سے پہلے عیدین یعنی دونوں عیدوں کی نماز پڑھتے تھے۔

حَدِيث (۹۰۷) حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ (الخ) عَنْ أَبِي عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَيَصَلُّونَ الْعِيدَيْنِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ ...

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے عید فطر کی نماز دور کعت پڑھی۔ نہ اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد کوئی نماز پڑھی۔ پھر عورتوں کی طرف تشریف لائے جبکہ حضرت بلالؓ آپ کے ہمراہ تھے تو عورتوں کو صدقہ کرنے کا حکم دیا پس انہوں نے مال ڈالنا شروع کیا حتیٰ کہ عورتیں اپنی بالیاں اور ہار بھی ڈالتی تھیں۔

حَدِيث (۹۰۸) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ (الخ) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى يَوْمَ الْفِطْرِ رَكَعَتَيْنِ لَمْ يَصَلِّ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ وَمَعَهُ بِلَالٌ فَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ فَجَعَلْنَ يُلْقِينَ تُلْقِي الْمَرْأَةُ حُرُصَهَا وَسِخَابَهَا .. الحديث ...

ترجمہ۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہمارے اس عید کے دن میں ہم سب سے پہلے نماز پڑھتے ہیں۔ پھر واپس آکر قربانی کرتے ہیں جس نے ایسا کیا وہ ہمارے طریقے کو پہنچا اور جس نے نماز سے پہلے ذبح کیا تو یہ ایک گوشت ہے جو اس نے گھر والوں کے لئے پہلے کیا۔ قربانی میں سے کچھ نہیں ہے۔ تو انصار کے ایک آدمی جس کو ابو بردہ بن نیارؓ کہا جاتا ہے اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں تو ذبح کر چکا ہوں اور میرا پاس ایک سال سے کم عمر کا بڑغالہ ہے جو سال والے سے بہتر ہے۔ فرمایا اس کو اس کی جگہ ذبح کر دو مگر یہ آپ کے بعد کسی کے لئے کافی نہیں ہوگا۔

حَدِيث (۹۰۹) حَدَّثَنَا أَدُمُ (الخ) عَنِ الْمُرَّاءِ ابْنِ عَزِيبٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنَّ أَوَّلَ مَا بُدِئَ فِي يَوْمِ مَا هَذَا أَنْ نُصَلِّيَ ثُمَّ نُرْجِعَ فَنَنْحَرُ فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ أَصَابَ مُسْتَنَاءً وَمَنْ نَحَرَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَإِنَّمَا هُوَ لِحْمٌ قَدَّمَهُ لِأَهْلِهِ لَيْسَ مِنَ النَّسِكِ فِي شَيْءٍ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ يُقَالُ لَهُ أَبُو بَرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ ذَبَحْتُ وَعِنْدِي جَذَعَةٌ مِنْ مُسْتَنَاءٍ قَالَ اجْعَلْهُ مَكَانَهُ وَلَنْ تُؤْفَى أَوْ تُجْزَى عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ . الحديث

تشریح از شیخ زکریا۔ یہ باب خاص طور سے اس لئے باندھا کہ بنو امیہ اپنے زمانہ میں نماز عید سے پہلے جمعہ کی طرح خطبہ دیا کرتے تھے۔ تو اس خوف سے کہ کہیں یہ طریقہ نہ بن جائے محدثین خاص طور سے اس پر رد کرنے کیلئے باب باندھتے ہیں۔ تلقی المرأة فرصھا وسخا بها یہ روایت عورتوں کے لئے زیورات بنانے کی دلیل ہے۔ یوم العید کے خطبہ کی روایات میں بہت سے زیوروں کا ذکر ملے گا۔

ترجمہ۔ عید کے دن اور حرم پاک میں ہتھیاروں کا اٹھانا مکروہ ہے۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ عید کے دن مسلمانوں کو ہتھیار اٹھانے سے روک دیا گیا۔ مگر ہاں اگر انہیں کسی دشمن کا خطرہ ہو تو پھر اجازت ہے۔

بَاب مَا يَكْرَهُ مِنْ حُمْلِ السَّلَاحِ فِي الْعِيدِ وَالْحَرَمِ وَقَالَ الْحَسَنُ نَهَوْنَا أَنْ يَحْمِلُوا السَّلَاحَ يَوْمَ الْعِيدِ لِأَنَّ يَخَافُوا عَدُوًّا.

ترجمہ۔ حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمرؓ کے ہمراہ تھا جس دن نیزے کی بھال ان کے تلوے میں چھپی جس کی وجہ سے ان کا پاؤں رکاب میں چٹ گیا تو میں نیچے اتر اور اس کو کھینچا۔ یہ واقعہ منیٰ میں پیش آیا۔ حجاج بن یوسف کو جب اس کی اطلاع پہنچی تو وہ آپ کی ہمار پرسی کے لئے آیا تو حجاج نے کہا کہ کاش مجھے اس شخص کا علم ہو جاتا جس نے آپ کو یہ تکلیف پہنچائی تو حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ تم ہی نے یہ تکلیف مجھے پہنچائی ہے اس نے کہا یہ کیسے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ آپ نے ہی اس دن ہتھیار اٹھائے جس دن میں ہتھیار نہیں اٹھائے جاتے اور تو ہی نے حرم کے اندر ہتھیاروں کو داخل کیا حالانکہ حرم پاک میں ہتھیار داخل نہیں کئے جاتے تھے۔

حدیث (۹۱۰) حَدَّثَنَا زَكَرِيَاءُ بْنُ يَحْيَى (البخ)
عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ حِينَ أَصَابَهُ سِنَانُ الرُّمَحِ فِي أَحْمَصَ قَدَمَهُ فَلَزِقَتْ قَدَمُهُ بِالرُّكَّابِ فَزَلَّتْ فَزَعَّتْهَا وَذَلِكَ بِيَمِينِي فَبَلَغَ الْحَجَّاجُ فَجَاءَ يَعُودُهُ فَقَالَ الْحَجَّاجُ لَوْ نَعْلَمُ مَنْ أَصَابَكَ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ أَنْتَ أَصَبْتَنِي قَالَ وَكَيْفَ قَالَ حَمَلْتَ السَّلَاحَ فِي يَوْمٍ لَمْ يَكُنْ يُحْمَلُ فِيهِ وَأَدْخَلْتَ السَّلَاحَ الْحَرَمَ وَلَمْ يَكُنِ السَّلَاحُ يُدْخَلُ فِي الْحَرَمِ .. الحديث ..

تشریح از قطب گنگوہی۔ روایت نے امام بخاری نے ثابت کیا ہے کہ چونکہ عید کا دن ازدحام کا دن ہے۔ ایسی حالت میں

ہتھیار لے کر چلنا مکروہ ہوگا۔ ایسے ازدحام جہاں بھی ہوں گے وہاں ہتھیار لے کر چلنا مکروہ ہوگا۔

وَذَلِكَ حِينَ التَّسْبِيحِ صَفْحَةَ ۱۰/۱۳۲ ممکن ہے یہ مقولہ عبد اللہ بن عمر کا ہو۔ معنی یہ ہوں گے کہ یہ وقت جس میں وہ آج

داخل ہوئے۔ عید گاہ سے واپس آنے کے بعد یہ ہمارے گھروں میں نوافل پڑھنے کا وقت ہوتا تھا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اس شخص کا کلام ہو جس نے عبداللہ بن عمر سے نقل کیا اور ان سے تحمل روایت کیا ہے۔ تو اس وقت معنی یہ ہوں گے کہ یہ بات انہوں نے اس وقت کہی جبکہ تمہاری نقلی نماز کا وقت تھا جس کو تم ضعی کے وقت پڑھتے تھے۔ لیکن پہلے معنی بہتر ہیں۔

حدیث (۹۱۱) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يَعْقُوبَ الْعَنْبَرِيُّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَمْرٍو وَعَنْ أَبِيهِ قَالَ دَخَلَ الْحَجَّاجُ عَلَى ابْنِ عُمَرَ وَأَنَا عِنْدَهُ قَالَ كَيْفَ هُوَ قَالَ صَالِحٌ فَقَالَ مَنْ أَصَابَكَ قَالَ أَصَابَنِي مَنْ أَمَرَ بِحُلْمِ السَّلَاحِ فِي يَوْمٍ لَا يَحِلُّ فِيهِ حُمْلُهُ يَعْنِي الْحَجَّاجَ -

الحدیث ...

ترجمہ۔ حضرت سعیدؓ فرماتے ہیں کہ حجج حضرت ابن عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا جب کہ میں بھی ان کے پاس تھا اس حجج نے پوچھا کہ آپ کیسے ہیں فرمایا ٹھیک ہوں۔ کہا کہ یہ تکلیف آپ کو کس نے پہنچائی۔ فرمایا مجھے یہ تکلیف اس نے پہنچائی جس نے اس دن ہتھیار اٹھانے کا حکم دیا۔ جس دن ہتھیار اٹھانا حلال نہیں ہے۔ یعنی حجج نے سب کچھ کیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ایک ورق پہلے ایک باب گذرا ہے باب الحراق والدرق یوم العید وہاں میں نے یہ کہا تھا کہ

اگلے باب پر کلام کروں گا یعنی اس باب میں گذشتہ ترجمہ کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے عید کے دن اہل سوڈان کو ہتھیاروں سے کھیلنے کی اجازت دی اور اس باب کا خلاصہ یہ ہے کہ حرم اور عیدوں میں ہتھیار لے جانا مکروہ ہے ان دونوں میں تعارض ہو گیا۔ شرح کی رائے یہ ہے کہ پہلی حالت امن پر محمول ہے۔ اور یہ باب حالت خوف پر محمول ہے یعنی جبکہ بد امنی وغیرہ کا اندیشہ ہو۔ لیکن میرے نزدیک یہ غرض نہیں ہے۔ بلکہ باب سابق کی کہ عید کے دن اظہار سرور کے طور پر مسجد سے باہر کھیلنا مندوب ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے اجازت دی ہے اور اس باب کی غرض یہ ہے کہ عید کی نماز کو جاتے ہوئے یا حرم میں مجمع کے وقت ہتھیار لے جانا ضرورت مکروہ ہے اب دونوں میں فرق ہو گیا۔ وہاں تو یوم العید کا ذکر تھا اور یہاں ذہاب الی المصلیٰ وفی الحرم کا ذکر ہے اور شرح نے اس خوف سے فرق کیا ہے کنت مع ابن عمرؓ واقعہ یہ ہوا کہ حجج بن یوسف ثقفی نے حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کو شہید کر دیا۔ مسلمانوں میں بواغ و غصہ پھیلا۔ عبدالملک بواستحجہ دار تھا اس نے سوچا کہ یہ مسلمان حضرت ابن زبیرؓ کے قتل پر جب اتنا مجبورے ہیں تو اگر ان کے امر دینی میں کوئی گڑبڑ ہوئی تو یہ بالکل پھر جائیں گے۔ لہذا اس نے حجج کو لکھا کہ ایام حج میں حضرت ابن عمرؓ سے پوچھ کر ارکان حج ادا کرے کیونکہ اگر حج میں کوئی گڑبڑ ہوئی تو پھر یہ سارا مجمع پھر جائے گا اور قابو میں نہیں آئے گا کیونکہ مسلمانوں کو شعائر اسلام میں گڑبڑ اور مداخلت کرنے سے جتنا غصہ آتا ہے اور کسی چیز سے نہیں آتا۔ حجج اس کا حکم کیسے نالتا امیر کا حکم تھا مگر اس کو غصہ بہت آیا اس نے ایک آدمی کو کہا کہ اپنا ایک نیزہ زہر میں چھکا کر رکھ۔ اور جب ابن عمرؓ گذریں تو ان کے مار دیتا۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ حضرت ابن عمرؓ کے بدن میں زہر سرایت کر گیا اسی میں ان کا انتقال ہوا۔ حجج بھی دکھاوے کے طور پر ان کی عیادت کرنے آیا اور کہا کہ ایسا کس نے کیا اگر مجھ کو اس کا نام معلوم ہو جائے تو میں اس کی

خبر لوں حضرت ابن عمرؓ نے کچھ تو یہ سے کام لے کر فرمایا کہ تو نے ہی تو کیا ہے۔ کہنے لگائیں نے کیسے کیا اس پر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا حملت السلاح الخ یعنی تو نے اس دن میں ہتھیار لانے کی اجازت دی۔ حالانکہ اس دن ہتھیار نہیں اٹھائے جاتے۔ اور تو نے حرم میں ہتھیار داخل کئے۔ حالانکہ حرم میں ہتھیار نہیں داخل کئے جاتے۔ یہی جزء امام بخاریؒ کا مقصود ہے اور اسی سے امام بخاریؒ کا استدلال ہے۔ حجاج بواغلام تھا۔ یوں کہتے ہیں کہ جیسے خیرات میں امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سب سے بڑھی ہوئی ہے۔ اسی طرح اگر غلام دیکھا جائے تو ہمارا ایک حجاج کافی ہے۔ اس کا مقولہ ابو داؤد میں نقل کیا گیا ہے کہ اگر امیر کسی کو کہے اس دروازے سے نہ جاؤ اور وہ اس کے خلاف کرے تو مجھ کو اس کی گردن اڑا دینی جائز ہے۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن بسر فرماتے ہیں

کہ ہم اس گھڑی میں نماز عید سے فارغ ہوتے تھے اور یہی نفلی نماز کا وقت ہے۔

باب التَّكْبِيرِ لِلْعِيدِ وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ
بْنُ بُسْرِانٍ كُنَّا فَرَعْنَا فِي هَذِهِ السَّاعَةِ
وَذَلِكَ حِينَ التَّسْبِيحِ -

ترجمہ۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ قربانی

کے دن جناب نبی اکرم ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا تو فرمایا کہ پہلے پہل جس کام کو ہم اپنے اس دن میں شروع کریں گے وہ نماز ہے پھر ہم واپس آکر ذبح کریں گے۔ پس جس نے یہ کیا وہ ٹھیک ہمارے طریقہ کو پونچھا اور جس نے ہمارے نماز پڑھنے سے پہلے ذبح کر لیا تو وہ ایک گوشت ہے جس کو اس نے جلدی جلدی اپنے گھر والوں کے لئے بنایا ہے۔ وہ قربانی میں سے کچھ بھی نہیں ہے۔ تو میرے ماموں حضرت ابو بردہ بن نیارؓ اٹھ کر کہنے لگے کہ میں نے نماز پڑھنے سے پہلے ذبح کر لیا۔ اور میرے پاس ایک بڑا غالہ ہے جو ایک سال کے بچے سے بہتر ہے۔ تو فرمایا کہ اس جذعہ کو اس کی جگہ ذبح کر لو اور جذعہ اور کسی کی طرف سے تمہارے بعد کفایت نہیں کرے گا۔

حدیث (۹۱۲) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ أَخْبَرَنَا
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ خَطْبَنَا النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ النَّحْرِ
فَقَالَ إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهِ فِي يَوْمِنَا هَذَا أَنْ نُصَلِّيَ ثُمَّ
نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدْ أَصَابَ سُنتَنَا
وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ فَإِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ عَجَلَهُ لِأَهْلِهِ
لَيْسَ مِنَ النَّسْكِ فِي شَيْءٍ فَقَامَ خَالِي أَبُو بُرْدَةَ بْنُ
نِيَّارٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي ذَبَحْتُ قَبْلَ أَنْ أُصَلِّيَ
وَعِنْدِي جَذَعَةٌ خَيْرٌ مِنْ مُسْنَةٍ فَقَالَ اجْعَلْهَا مَكَانَهَا
أَوْ قَالَ اذْبَحْهَا وَلَنْ تَجْزِيَ جَذَعَةٌ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ
الحدیث

تشریح از قطب گنگوہیؒ - ومن ذبح قبل ان يصلی الخ صفحہ ۱۳۲/۱۲ اس حدیث سے ترجمہ الباب ثمان ہوا

کہ نماز عید سے پہلے ذبح کرنا ممنوع ہے۔ اور نماز سے ابتدا کرنا مباح ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اگر قربانی کے ذبح کرنے میں مشغول ہو گیا تو نماز میں تاخیر ہو جائے گی۔ تو معلوم ہوا کہ تکبیر یعنی جلدی نماز ادا کرنا مستحب ہے۔ لیکن معلوم رہے کہ یہ حکم ان لوگوں کیلئے ہے جو ان میں سے عید نماز پڑھنے والے ہیں۔ اور جو نہیں پڑھتے جیسے بستی والے ان کے لئے جائز ہے کہ وہ شہر والوں کے نماز سے فارغ ہونے سے پہلے ذبح کر لیں۔ کیونکہ اہل القرئی بستی والوں پر نماز عید واجب نہیں ہے۔ اگر واجب ہوتی پھر تو قربانی میں مشغول ہونے کی وجہ نماز کی تاخیر کا امکان تھا۔ جب نماز ہی واجب نہیں تو قربانی کرنے میں کیوں دیر کرے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ قربانی کو نماز پر مقدم کرنے سے ممانعت کا تقاضا یہ ہے کہ نماز کا وجود ہو۔ جب نماز ہی نہیں تو مقدم کیسے ہو گا۔ اس لئے دیہاتیوں کو اختیار ہے کہ وہ جب چاہیں قربانی کریں خواہ شہریوں کے نماز ادا کرنے سے پہلے کریں یا بعد میں کریں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ واللہ اعلم۔

تشریح از شیخ زکریا۔ تکبیر للعید کا مطلب یہ ہے کہ عیدین کی نماز اول وقت میں پڑھنی مستحب ہے۔ مگر عید الفطر ذرا پہلے ہوگی۔ ان کما فرغنا فی هذه الساعة تاخیر کرنے پر تکبیر فرمائی کہ اب پڑھنے جارہے ہو۔ ہم تو حضور اقدس ﷺ کے زمانے میں اس وقت فارغ ہو جاتے تھے۔

ترجمہ۔ ایام تشریق میں عمل کی فضیلت

ترجمہ۔ ابن عباسؓ نے اذکرو اللہ فی ایام معلومات کی تفسیر میں فرمایا کہ یہ ذوالحجہ کے دس دن ہیں اور اذکرو اللہ فی ایام معدودات میں ایام تشریق مراد ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ ذوالحجہ کے ان دس دنوں میں بازار میں چلے جاتے تکبیریں کہتے۔ لوگ بھی ان کی تکبیر کی وجہ سے تکبیریں کہتے تھے اور محمد بن علی الباقریؒ نقلی نماز کے بعد بھی تکبیر کہتے تھے

باب فَضْلِ الْعَمَلِ فِي أَيَّامِ التَّشْرِيقِ

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَادْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ أَيَّامُ الْعُشْرِ وَالْأَيَّامُ الْمَعْدُودَاتُ أَيَّامُ التَّشْرِيقِ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ وَأَبُو هُرَيْرَةَ يَخْرُجَانِ إِلَى السُّوقِ فِي الْأَيَّامِ الْعُشْرِ يُكَبِّرَانِ وَيُكَبِّرُ النَّاسُ بِتُكْبِيرِهِمَا وَكَبَرُ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ خَلْفَ النَّافِلَةِ ..

تشریح از قطب گنگوہی۔ تکبیرات تشریق کے بعد از فرض وبعد از نفل کی فضیلت کا انکار نہیں ہے۔ انکار اگر ہے تو وہ وجوب تکبیر کا ہے۔ تو تکبیر کتنا اس شخص پر واجب ہے جس نے فرض نماز کو جماعت مسنونہ کے ساتھ ادا کیا ہو۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ذی الحجہ کے اس پہلے عشرہ میں کوئی عمل ان تکبیرات سے افضل نہیں ہے۔ انہوں نے کہا جہاد بھی نہیں

حدیث (۹۱۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرُورَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَا الْعَمَلُ فِي أَيَّامٍ أَفْضَلُ مِنْهَا فِي هَذِهِ قَالُوا وَلَا الْجِهَادُ قَالَ وَلَا الْجِهَادُ

الْأَرْجُلُ خَرَجَ يُخَاطِرُ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فَلَمْ يَرْجِعْ بِشَيْءٍ۔ فرمایا جہاد بھی نہیں مگر ہاں وہ شخص جو جہاد میں اس حال میں نکلا کہ اپنی ذات اور مال دونوں کو ہلاک کر دیتا ہے کوئی چیز واپس لے کر نہیں آتا۔

تشریح از قطب گنگوہی۔ وکان النساء یکبرن صفحہ ۲۲۱/۳۲ کہ عورتیں بھی تکبیرات تشریح پڑھتی تھیں مگر وہ آہستہ پڑھتی تھیں۔ بلند آواز سے نہیں کیونکہ ان کی آواز بھی عورت ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ ایام تشریق گیارہ۔ بارہ۔ تیرہ تاریخیں ہیں۔ اور ایام نحر دس۔ گیارہ۔ بارہ ہیں تو گویا دو تاریخیں مشترک ہیں۔ گیارہ اور بارہ کی۔ اور دو غیر مشترک ہیں۔ یعنی دس اور تیرہ۔ دسویں تاریخ تو یوم النحر کی ہے۔ یوم التشریق نہیں۔ اور تیرہ یوم التشریق کی ہے۔ یوم النحر کی نہیں۔ حضرت امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے ایام تشریق کی فضیلت بیان کرنی ہے۔ وقال ابن عباسؓ "واذکرو اللہ فی ایام معلومات یہاں پر اذکرو اللہ میں یہ تسامح ہے۔ اس لئے قرآن مجید میں لید کرو واللہ الایہ ہے۔ ایسا کیوں ہوا کہ جائے لید کروا کے اذکروا فرمادیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سارے رواتہ حفاظ نہیں ہوتے۔ بعض اوقات حافظ کو بھی سو ہو جاتا ہے۔ تو بہت ممکن ہے کہ کسی حافظ سے سو ہو اہو۔ یا غیر حافظ سے غلطی ہو گئی ہو۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ مقصود آیت کی طرف اشارہ ہے۔ تلاوت مقصود نہیں۔

یہاں مقصود بالذات ایام معدودات ہیں۔ کیونکہ اس کی تفسیر ایام تشریق ہے۔ اس پر اشکال ہے کہ پھر ایام معلومات کو کیوں ذکر فرمایا اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں جگہ ذکر کا امر وارد ہے۔ تو ممکن ہے کہ کسی کو وہم ہو کہ دونوں ایک ہیں۔ اس لئے اس وہم کو دفع کرنے کے لئے تقابلی کے طور پر دونوں کی تفسیر فرمادی۔ اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ بعض علماء کے نزدیک یوم النحر ایام تشریق میں سے ہے۔ لہذا ایام معلومات ایک دن کے اعتبار سے ایام تشریق میں داخل ہو گئے۔ اس لئے اس کو یہاں ذکر فرمادیا۔ ورنہ ایام معلومات کا ذکر کرنا مناسب نہ تھا کیونکہ باب سے ایام تشریق کی فضیلت بیان کرنی ہے نہ کہ ایام النحر کی۔ یخرجان الی السوق یہاں اشکال یہ ہے کہ ایام النحر کی تکبیر کو کیوں ذکر فرمایا۔ ایک جواب یہ ہے کہ چونکہ ایام عشر کا ذکر آ گیا تھا اس لئے ان کی تکبیرات کا ذکر فرمادیا۔ اور دوسرا جواب وہی میرے والا ہے کہ بعض علماء کے نزدیک یوم النحر۔ یوم التشریق ہے لہذا اس ایک دن کے لحاظ سے یہ ایام تشریق کی تکبیر میں داخل ہو گیا۔ وکبر محمد بن علی خلف النافلة یہ بعض شافعیہ اور مالکیہ کا بھی مذہب ہے۔ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ صرف فرائض کے بعد تکبیرات ہیں۔ ما العمل فی ایام النحر۔ ہذہ کی تفسیر ابو داؤد میں ایام العشر یعنی عشرہ ذوالحجہ کے ساتھ واقع ہے۔ امام بخاریؒ کے ترجمہ کی خاطر بہت سے شرح نے ہذہ کی تفسیر ایام تشریق سے کی ہے۔ مگر محققین اس کا انکار کرتے ہیں۔ تفسیر وہی ہے جو حدیث میں آگئی اب امام بخاریؒ کا ترجمہ کسی اور طرح ثابت ہو گا۔ میرے نزدیک اس کے ثبوت کا طریقہ یہ ہے کہ بعض علماء کے نزدیک جو یوم عشر ایام تشریق میں سے ہے اس لئے ایک دن کے اعتبار سے ترجمہ ثابت ہو گیا۔ اور حافظؒ کے نزدیک مقایسہ سے ثابت ہے یعنی جب ایام عشر میں

یہ فضیلت ہے تو ایام تشریق میں بھی ہوگی۔

باب التَّكْبِيرِ أَيَّامٍ مِنِّي

وَإِذَا عَدَا إِلَى الْعَرَفَةِ -

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُكَبِّرُ فِي قُبَيْهِ بِمِنَى فَيَسْمَعُهُ
أَهْلُ الْمَسْجِدِ فَيُكَبِّرُونَ وَيُكَبِّرُ أَهْلُ الْأَسْوَاقِ
حَتَّى تَرْتَجَّ مِنِّي كُكْبِيرًا وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُكَبِّرُ بِمِنَى
تِلْكَ الْأَيَّامُ وَخَلَفَ الصَّلَاةَ وَعَلَى فِرَاشِهِ وَفِي
فُسْطَاطِهِ وَمَجْلِسِهِ وَمَمَشَاهُ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ جَمِيعًا
وَكَانَتْ مَيْمُونَةُ تُكَبِّرُ يَوْمَ التَّحْرِ وَكَانَ النَّسَاءُ
يُكَبِّرُونَ خَلْفَ أَبِي بَنِي عُثْمَانَ وَعُمَرُ ابْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ
لَيَالِي التَّشْرِيقِ مَعَ الرِّجَالِ فِي الْمَسْجِدِ ...

حدیث (۹۱۴) حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ (الْح) قَالَ
سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ وَنَحْنُ غَادِيَانِ مِنْ مِنَى إِلَى
عَرَفَاتٍ عَنِ التَّلْبِيَةِ كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ مَعَ النَّبِيِّ
ﷺ قَالَ كَانَ يَلْبِي الْمَلْبِي لَا يُنْكَرُ عَلَيْهِ وَيُكَبِّرُ
الْمُكَبِّرُ فَلَا يُنْكَرُ عَلَيْهِ ...

حدیث (۹۱۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَمْدِ (الْح) عَنْ أُمِّ
عَطِيَّةَ قَالَتْ كُنَّا نُؤْمَرُ أَنْ نُخْرَجَ يَوْمَ الْوُعْدِ حَتَّى
نُخْرَجَ الْبُكْرَ مِنْ خَلْدِهَا حَتَّى نُخْرَجَ الْحَيْضَ

ترجمہ۔ ایام منی میں تکبیر کہنا۔ اسی طرح جب عرفات کی طرف صبح سویرے جائے تو تکبیر کے

ترجمہ۔ اور حضرت عمرؓ منی کے اندر اپنے خیمہ میں تکبیر کہتے تھے جس کو مسجد والے سنتے تھے۔ تو وہ بھی تکبیر کہتے اور بازاروں والے بھی تکبیر کہتے یہاں تک کہ منی تکبیر سے گونج اٹھتی اور حضرت ابن عمرؓ منی میں ان ایام کے اندر تکبیر کہتے تھے اسی طرح سب نمازوں کے بعد اور اپنے بستر پر اپنے بڑے خیمہ میں اپنے بیٹھنے کی جگہ اور چلنے کی جگہ اور ان سب ایام میں تکبیر کہتے تھے۔ اور ام المومنین حضرت میمونہؓ یوم النحر میں تکبیر کہتی تھیں۔ اور دوسری عورتیں بھی لبان ابن عثمان اور عمر بن عبد العزیزؓ جہما اللہ کے پیچھے تشریق کی راتوں میں مردوں کے ساتھ مسجد میں تکبیر کہا کرتی تھیں۔

ترجمہ۔ حضرت محمد بن ابی بکر ثقفی فرماتے ہیں میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے تلبیہ کے متعلق سوال کیا جبکہ ہم دونو صبح سویرے منی سے عرفات کی طرف جا رہے تھے کہ آپ لوگ جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ کیسے کرتے تھے فرمایا تلبیہ کہنے والا تلبیہ کہتا تھا تو اس پر کوئی تکبیر نہیں کرتا تھا اس طرح تکبیر کہنے والا تکبیر کہتا تو اس پر بھی تکبیر نہیں ہوتا تھا۔

ترجمہ۔ حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں کہ ہمیں حکم دیا جاتا تھا ہم عید کے دن گھروں سے نکالی جائیں حتیٰ کہ ہم باکرہ عورتوں کو ان کے پردے سے نکالتی تھیں۔ اور حتیٰ کہ حیض والی

عورتوں کو بھی نکالتی تھیں ان کی تکبیر کے ساتھ تکبیر کہتیں اور ان کی دعا کے ساتھ دعا مانگتیں۔ اس دن کی برکت اور اس کی طہارت کی امید رکھتی تھیں۔

فَيَكُنْ خَلْفَ النَّاسِ فَيَكْبِرُونَ بِتَكْبِيرِهِمْ وَيَدْعُونَ بِدُعَائِهِمْ يَرْجُونَ بَرَكَةَ ذَلِكَ الْيَوْمِ وَطَهْرَتَهُ الْحَدِيث

تشریح از شیخ زکریا۔ یہ تکبیرات تشریح کھلاتی ہیں اس میں ابتدا اور انتہاء کے اعتبار سے بارہ قول ہیں۔ جو اجزا المسالک میں مفصل مذکور ہیں۔ راجح قول علماء کا یہ ہے کہ عرفہ کی صبح سے لے کر آخر ایام تشریح کی عصر تک یہ تکبیرات رہتی ہیں۔ امام صاحب کے نزدیک یوم النحر کی عصر تک اس کا وقت ہے۔ لیکن فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔

باب الصَّلَاةِ إِلَى الْحَرَبَةِ يَوْمَ الْعِيدِ ترجمہ۔ عید کے دن بر چھٹی کی طرف نماز پڑھنا

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ کے لئے آپ کے آگے عید الفطر اور عید النحر میں بر چھا گاڑ دیا جاتا تھا۔ پھر آپ اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔

حدیث (۹۱۶) حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ النَّخَعِيُّ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُرَكِّزُ لَهُ الْحَرَبَةَ قُدَّامَهُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالنَّحْرِ ثُمَّ يُصَلِّي ...

تشریح از شیخ زکریا۔ ابواب السترة میں صلوة الی الحرہ اور صلوة الی العنزۃ کا باب گذر چکا ہے وہاں میں تخصیص

کی وجہ بیان کر چکا ہوں کہ میرے والد صاحب کی رائے یہ ہے کہ چونکہ بعض اقوام ہتھیار کی عبات کرتی ہیں۔ اسلئے خاص طور سے ذکر فرمایا جو غرض وہاں تھی وہ یہاں بھی ہوگی۔ مزید آں یہ کہ چونکہ حضور اقدس ﷺ کے زمانے میں کوئی عید گاہ تو ہوتی نہیں تھی بلکہ میدان میں نماز پڑھتے تھے۔ تو عنزہ اور حرہ وغیرہ ساتھ لے جاتے تھے۔ تاکہ اس کا سترہ بنالیں۔ اگر کہیں عید گاہ نہ بنی ہو تو ایسا ہی کرنا چاہیے کہ کوئی چیز ساتھ لے جائے تاکہ اس کو سترہ بنالے۔ حضرت گنگوہیؒ کے زمانے میں گنگوہ میں عید گاہ نہیں تھی۔ صرف ایک منبر بنا ہوا تھا اب کا حال معلوم نہیں۔

ترجمہ۔ عید کے دن چھوٹا یا بڑا نیزہ

باب حَمْلِ الْعَنْزَةِ أَوْ الْحَرَبَةِ

امام کے آگے آگے اٹھانا۔

بَيْنَ يَدَيْ الْإِمَامِ يَوْمَ الْعِيدِ

حدیث (۷) : یعنی عید کے دن امام کے آگے آگے نیزہ اٹھا کر چلنا جائز ہے۔ پہلے گذرا تھا کہ ازدحام کے موقع پر ہتھیار

لے کر نہیں چلنا چاہیے۔ اب باب سے گویا کہ استثنا کر دیا۔ کہ امام کے آگے نیزہ لے کر چلنا اس لئے جائز ہے کہ علت نہی نہیں پاتی جاتی۔ کیونکہ نہی کا بہت خوف ہلاکت تھا۔ جب امام کے آگے اکیلا جا رہا ہے جس سے کسی کو اس کے ہتھیار سے تکلیف نہیں پہنچتی تو معلوم ہوا

حمل السلاح اس صورت میں جائز ہے تو امام بخاری نے علت جواز پر تنبیہ فرمادی کہ جواز کی وجہ حصول امن ہے۔ اس لئے کہ ظاہر ہے کہ حامل سلاح جب امام کے آگے ہے تو قوم کے بھی آگے ہوگا۔ کیونکہ قوم تو امام کے پیچھے ہے۔ تو یہ قوم سے آگے ہو۔ بہادر میں جواز کی وجہ ثابت ہوگئی۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ صبح سویرے عید گاہ کی طرف جاتے تھے۔ اور نیزہ آپ کے آگے آگے اٹھایا جاتا تھا۔ جس کو آپ کے سامنے عید گاہ میں گاڑ دیا جاتا جس کی طرف منہ کر کے آپ نماز پڑھتے تھے۔

حدیث (۹۱۷) حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ (البع) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْدُو اِلَى الْمِصْلِيِّ وَالْعِزَّةُ بَيْنَ يَدَيْهِ تُحْمَلُ وَتُنْصَبُ بِالْمِصْلِيِّ بَيْنَ يَدَيْهِ فَيُصَلِّي اِلَيْهَا... الحديث..

تشریح از شیخ زکریا۔ یہ بدعات آجکل جاری ہیں۔ بالکل بے اصل نہیں ہیں کسی نہ کسی درجہ میں اس کی اصل ہوتی ہے۔ جیسے تیجہ چالیسواں وغیرہ لیکن یہ بات غور سے سنو! تم جا کر یہ مت نقل کرنا کہ میں نے تیجہ کو جائز قرار دے دیا ہے۔ میں کہہ رہا ہوں اس کو غور سے سنو! حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اسمعوا منی اسمعونی ایسا نہ ہو کہ کوئی بات جا کر میری طرف سے نقل کر دے جس کو میں نے نہ کہا ہو۔ جیسا کہ ایک مرتبہ ایک طالب علم نے مجھ سے یہ کہا کہ مولانا امیر احمد صاحب نے رؤیت باری کو دنیا میں ان آنکھوں سے ہونا ممکن بتلایا ہے اور انہوں نے مجھ سے نقل کیا ہے۔ جب یہ بات میں نے سنی تو تردید کر دی کہ بالکل غلط ہے نہ میں ایسی بات کہہ سکتا ہوں اور نہ مولانا امیر احمد صاحب۔ اور اس کی کاپی لے کر یہ مضمون اسی وقت کاٹ دیا۔ کیونکہ یہاں تو خود حضور اقدس ﷺ کی رؤیت میں اختلاف ہے۔ کہ آپ نے اللہ کو دیکھا یا نہیں۔ پھر احادیث کا کیا کہنا۔ بہر حال رؤیت باری اس دنیا میں ان آنکھوں سے ممکن نہیں۔ ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ بدعات بے اصل نہیں بلکہ کسی نہ کسی درجہ میں ان کی اصل ہے۔ مثلاً تیجہ ہے اس کی اصل یہ تھی کہ مرنے کے تیسرے دن کچھ اہل قرابت جمع ہو کر قرآن پاک پڑھتے تھے اور اس کا ثواب مرنے والے کو بخشتے تھے۔ لیکن اب یہ ہو گیا کہ خاص اس دن میں خصوصیت سمجھنے لگے۔ اور اس کو واجب سمجھ لیا۔ اور غیر واجب کو واجب سمجھ لیا۔ یہ بدعت اور حرام ہے۔ مالیس من امرنا هذا فہو رد کے تحت داخل ہو گیا۔ اسی طرح عرس ہے۔ اس کی اصل فی نفسہ جائز ہے۔ اس میں کوئی قباحت نہیں مگر اس میں قیود بڑھا کر اس کو حرام تک پہنچا دیا۔ اس کے فی نفسہ اصل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جب تک شیخ بقید حیات رہتا ہے اس کے مریدین آتے جاتے رہتے ہیں اور ایک دوسرے سے ملتے جلتے رہتے ہیں مگر جب شیخ کا انتقال ہو جاتا ہے تو پھر یہ پتہ نہیں رہتا کہ کون کہاں ہے۔ کوئی کہیں ہوتا ہے اور کوئی کہیں۔ ان کا جمع کرنا مشکل ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ ہی نہیں رہا جس کی وجہ سے اجتماع ہوتا ہے۔ تو پہلے لوگوں نے یہ کیا کہ ایک دن مقرر کر لیا تاکہ اس مقررہ دن میں ایک دوسرے سے ملیں استفادہ اور استشارہ کر لیں۔ اور یہ شیخ کی موت کے دن سے اور اچھا دن اسی وجہ سے نہیں ہو سکتا کہ یہ دن نقش الحجو کی طرح رہتا ہے کیونکہ یہ بوجان کا صدمہ ہوتا ہے تو اس دن کو مقرر کر دیا تاکہ اس میں سب اکٹھے ہو جائیں

اور کسی کو بلانے کی ضرورت نہ پڑے۔ خلاف اس کے کوئی اور دن مقرر کرتے تو اس میں سب کو بلانا پڑتا اشتہار دینا ہو تا وقت مقرر کرنا پڑتا تو اصل مقصد اس اجتماع کا یہ تھا کہ ایک دوسرے سے تبادلہ خیالات کر لیں۔ اور اس حد تک کوئی قباحت نہیں ہوتی۔ لیکن پھر بعد میں کیا کیا ہوا کہ نومت حرام تک جا پہنچی۔ شیخ کی روح کو حاضر و ناظر سمجھا جانے لگا۔ اس اجتماع کو فرض کہنے لگے جو سب کچھ حرام ہے۔ تم خود ہی سوچو کہ اگر شیخ کی روح صالح ہے تو اعلیٰ علیین کو چھوڑ کر یہاں کیوں آنے لگی۔ اور اگر ایسی ویسی یعنی بری حالت میں ہے تو نامعلوم کہاں کہاں پھرتی ہوگی یہاں کیوں آنے لگی۔ اب غرض باب کی طرف آؤ تو حضور اقدس ﷺ کے زمانہ حیات میں یہ طریقہ تھا کہ جب رسول اللہ ﷺ کہیں عید وغیرہ میں تشریف لے جاتے تو کوئی خادم حربہ وغیرہ ان مصاحف کی وجہ سے لیتا جو میں ابھی بنا چکا۔ اور چونکہ وہ آپ کے ساتھ جاتا تھا۔ تو اب امیر المؤمنین کے ساتھ باقاعدہ جو دار آگے آگے برچھالے کر چلے لگا۔ اسی واسطے یہاں دوسری حدیث میں فمن لم اتخذها الامراء آیا ہے۔ اور میری یہ ساری تقریر اسی پر ہے۔ تو خلاصہ یہ ہے کہ برچھالے کی اصل تو کچھ اور تھی اور اس کو کچھ کا کچھ بنا دیا۔

ترجمہ۔ عورتوں اور حیض والی عورتوں کا

باب خُرُوجِ النِّسَاءِ وَالْحَيْضِ إِلَى الْمُصَلَّى

عید گاہ کو نکلنا۔

ترجمہ۔ حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں کہ ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم نوجوان نوخیز پردہ والیوں کو بھی عید کے لئے نکالیں۔ حضرت حصہؓ کی حدیث میں ہے کہ نوجوان نوخیز اور پردہ والیوں کو نکالیں اور حیض والی عید گاہ سے الگ تھلگ رہے۔

حدیث (۹۱۸) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ الْعَنْبَرِيُّ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةٍ قَالَتْ أَمَرْنَا أَنْ نُخْرِجَ الْعَوَاتِقَ ذَوَاتِ الْخُدُورِ وَعَنْ أَبِي بَابٍ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ خُوَيْلِدٍ وَزَاكِرٍ فِي حَدِيثِ حَفْصَةَ قَالَتْ أَوْقَالَتِ الْعَوَاتِقُ وَذَوَاتِ الْخُدُورِ وَيَعْتَزِلْنَ الْحَيْضُ الْمُصَلَّى ..

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چونکہ حائض نماز نہیں پڑھتیں اس طرح عورتیں دن کے وقت مسجد میں نہیں جاتیں تو پھر عید گاہ میں کیسے جائیں۔ امام بخاری نے باب باندھ کر بتا دیا کہ چونکہ اس میں فوائد ہیں انہما رشوکت المسلمین ہے اس لئے جانا چاہیے۔

ترجمہ۔ بچوں کا عید گاہ کی طرف نکلنا۔

باب خُرُوجِ الصِّبْيَانِ إِلَى الْمُصَلَّى

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی طرف چلا تو حضور اکرم ﷺ نے نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا

حدیث (۹۱۹) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ (الْبَغْدَادِيُّ) سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ فِطْرٍ أَوْ أُضْحَى فَصَلَّى ثُمَّ خَطَبَ ثُمَّ اتَى النِّسَاءَ

فَوْعَطْهُنَّ وَذَكَرَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ...

پھر عورتوں کی طرف تشریف لائے۔ ان کو وعظ و نصیحت فرمائی اور ان کو صدقہ کرنے کا حکم دیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ابن ماجہ کی روایت میں جنبوا صبیانکم مساجدکم اپنے بچوں کو مسجدوں سے دور رکھو آیا ہے اس سے عید گاہ کو مستثنیٰ کر رہے ہیں۔

بَابِ اسْتِقْبَالِ الْاِمَامِ النَّاسِ فِي خُطْبَةِ الْعِيدِ وَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ قَامَ النَّبِيُّ ﷺ مُقَابِلَ النَّاسِ ---

ترجمہ۔ عید کے خطبہ میں امام کا لوگوں کی طرف متوجہ ہونا اور حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ لوگوں کے سامنے کھڑے ہوتے تھے۔

ترجمہ۔ حضرت برائہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ قربانی کے دن بقیع کی طرف تشریف لے گئے وہاں دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر چہرہ انور سے ہماری طرف متوجہ ہوئے پس فرمایا کہ پہلا پہل حکم شرعی جو ہمارے اس دن کے اندر ہے وہ یہ ہے کہ ہم نماز سے ابتدا کریں پھر واپس آ کر قربانی کریں۔ پس جس نے ایسا کیا وہ ہماری سنت کے موافق ہو اور جس نے اس سے پہلے ذبح کیا پس یہ ایک چیز ہے جو اس نے اپنے گھروالوں کے لئے جلدی بنائی ہے۔ یہ قربانی میں سے کچھ نہیں ہے۔ تو ایک آدمی اٹھ کھڑا ہوا اس نے کہا یا رسول اللہ میں تو ذبح کر چکا ہوں۔ اور میرے پاس ایک بوزالہ ہے جو سال کے بخرے سے بہتر ہے۔ فرمایا اس کو ذبح کرو لیکن تمہارے بعد کسی کیلئے کافی نہیں ہوگا۔

حدیث (۹۲۰) حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ اَبُو عَنِ الْبُرَاءِ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ اَصْحَى اِلَى الْبَقِيعِ فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ فَقَالَ اِنَّ اَوَّلَ نُسُكِنَا فِي يَوْمِنَا هَذَا اَنْ نَبْدَا بِالصَّلَاةِ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنُحْرِفُ مَنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدْ وَاَفَقَ سُنَّتَنَا وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلَ ذَلِكَ فَاِنَّمَا هُوَ شَيْءٌ عَجَلَهُ لِاَهْلِهِ لَيْسَ مِنَ النَّسُكِ فِي شَيْءٍ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اِنِّي ذَبَحْتُ وَعِنْدِي جَذَعَةٌ خَيْرٌ مِنْ مَسْنَةِ قَالَ اَذْبَحْهَا وَلَا تَفِيْ عَنْ اَحَدٍ بَعْدُكَ... الحديث...

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شرح کی رائے یہ ہے کہ اس باب کی غرض اور باب يستقبل الامام القوم واستقبال الناس اس باب کی غرض اور جو باب ابو اب الجمعه میں صفحہ ۱۲۵ کے آخر میں گذرا ہے سب کی اغراض ایک ہی ہیں۔ صرف تقضن کے لئے الفاظ بدل کر یہاں ذکر فرمادیا۔ اور وہاں میں کلام کر چکا ہوں کہ شرح کی غرض کیا ہے۔ مگر میری رائے یہ ہے کہ ابو اب الاستسقاء صفحہ ۱۳۰ پر ایک باب آرہا ہے باب استقبال القبلة على الخطبة تو حضرت امام بخاریؒ خطبہ عید کو خطبہ استسقاء سے الگ کر رہے ہیں۔

اور الگ کرنا اس وجہ سے ہے کہ دونوں میں مشابہت زیادہ ہے۔ وہ بھی میدان میں ہوتا ہے اور یہ بھی میدان میں ہوتا ہے۔ قام النبی ﷺ مقابل الناس جب بمقابل الناس کھڑے ہوئے تو استقبال الامام الناس ہو گیا۔

باب الْعِلْمُ بِالْمُصَلِّي

ترجمہ۔ عید گاہ کے اندر کوئی علامت مقرر کر دینا

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ عید کی نماز میں جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ تھے تو انہوں نے فرمایا ہاں اگر میرا مرتبہ حضور ﷺ کے یہاں نہ ہوتا تو چٹان کی وجہ سے میں عید میں حاضر نہ ہوتا۔ بہر حال جناب نبی اکرم ﷺ اس علامت کے پاس تشریف لائے جو حضرت کثیر بن الصلت کی حویلی کے پاس تھی۔ نماز پڑھی پھر خطبہ دیا پھر عورتوں کی طرف تشریف لائے آپ کے ہمراہ حضرت بلالؓ تھے آپ نے عورتوں کو وعظ فرمایا نصیحت کی۔ اور ان کو صدقہ کا حکم دیا تو میں نے عورتوں کو دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھ جھکا کر

حدیث (۹۲۱) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الْخ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قَبِيلَ لَهُ أَشْهَدْتُ الْعِيدَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ نَعَمْ وَلَوْ لَا مَكَانِي مِنَ الصَّغَرِ مَا شَهِدْتُهُ حَتَّى آتَى الْعِلْمَ الَّذِي عِنْدَ دَارِ كَثِيرِ بْنِ الصَّلْتِ فَصَلَّى ثُمَّ حَطَبَ ثُمَّ آتَى النِّسَاءَ وَمَعَهُ بِلَالٌ فَوَعَّظَهُنَّ وَذَكَرَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ فَرَأَيْتَهُنَّ يَهُوِينَ بِأَيْدِيهِنَّ يُقَدِّفْنَهُ فِي ثُوبِ بِلَالٍ ثُمَّ انْطَلَقَ هُوَ وَبِلَالٌ إِلَى كَيْتِهِمْ

حضرت بلالؓ کے کپڑے میں ڈالتی تھیں۔ پھر وہ حضور ﷺ اور حضرت بلالؓ اپنے گھر کو چلے گئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ راوی فرماتے ہیں کہ اگر عید گاہ میں مسجد نہ ہو اور کسی قسم کی علامت وہاں مقرر کر دی جائے تو کوئی

مضانقہ نہیں۔ مگر اشکال یہ ہے کہ جس روایت سے استدلال ہے اس میں علم کا ذکر ہے۔ وہ علم حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں کہاں تھا۔ جو اس کے ذریعہ استدلال کیا جا رہا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے ظاہر لفظ روایت سے استدلال فرمایا۔ اس تحقیق میں نہیں گئے کہ زمانہ نبویؐ میں تھا یا نہیں۔ ولو لا مکانی من الصغر ما شہدته اس کے دو مطلب ہیں۔ اول یہ کہ حضور اقدس ﷺ کے ساتھ میری قربت نہ ہوتی تو میں اپنے چھوٹے پن کی وجہ سے وہاں حاضر نہ ہو سکتا۔ مگر یہاں پر یہ مطلب مراد لینا غلط ہے۔ اور جس نے یہ مطلب بیان کیا اس نے غلطی کھائی۔ بلکہ اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ اگر میں صغیر السن نہ ہوتا تو عورتوں کے مجمع میں نہ جاسکتا۔ اس صورت میں حاصل یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ عورتوں کے مجمع میں جانے اور ان کے دیکھنے کی علت بیان فرما رہے ہیں۔ میں اپنے صغیر السن ہونے کی وجہ سے وہاں گیا تھا۔ اگر یہ جملہ فرمایا نہ ہو تو یہ اشتباہ نہ رہتا۔

ترجمہ۔ امام کا عید کے دن عورتوں کو پند و نصیحت کرنا

باب مَوْعِظَةِ الْإِمَامِ النِّسَاءِ يَوْمَ الْعِيدِ

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ عید الفطر کے دن جناب نبی اکرم ﷺ نماز پڑھنے کے ارادے سے کھڑے ہوئے تو پہل نماز سے کی۔ پھر خطبہ پڑھا جب فارغ ہوئے تو نیچے اترے۔ اور عورتوں کی طرف تشریف لائے۔ ان کو وعظ و نصیحت فرمائی۔ جبکہ آپ حضرت بلالؓ کے ہاتھ کا سہارا لئے ہوئے تھے۔ اور حضرت بلال اپنا کپڑے پھیلائے ہوئے تھے جس میں عورتیں صدقہ کا مال ڈالتی تھیں۔ میں نے حضرت عطاء تاہی سے پوچھا کہ کیا یہ صدقہ الفطر تھا فرمایا نہیں یہ ویسے ہی صدقہ نقلی تھا۔ جو اس وقت عورتیں کر رہی تھیں۔ وہ اپنی بڑی بڑی انگوٹھیاں ڈالتی تھیں۔ اور بھی جو کچھ تھا وہ ڈالتی جاتی تھیں۔ میں نے حضرت عطاء سے پوچھا کیا آپ ابھی امام پر حق سمجھتے ہیں کہ وہ عورتوں کے پاس آ کر ان کو وعظ کرے۔ فرمایا یہ ان کے ذمہ تو ہے۔ مگر خدا معلوم وہ کیوں نہیں کرتے اور دوسری سند کے ساتھ طاؤس بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں عید الفطر کے دن جناب نبی اکرم ﷺ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے ساتھ حاضر ہوا۔ وہ سب خطبہ سے پہلے نماز پڑھتے تھے۔ پھر اس کے بعد خطبہ پڑھتے تھے چنانچہ نبی اکرم ﷺ باہر تشریف لائے گویا کہ میں ابھی آپ کو دیکھ رہا ہوں۔ جبکہ آپ لوگوں کو اپنے ہاتھ کے اشارے سے ٹھارہے تھے۔ پھر جناب رسول اکرم ﷺ لوگوں کی صفوں کو چیرتے ہوئے عورتوں کے پاس تشریف لائے حضرت بلالؓ آپ کے ہمراہ تھے۔ تو یا ایہا النبی الخ والی آیت تلاوت فرمائی جب تلاوت سے فارغ ہوئے تو عورتوں سے پوچھا کہ کیا تم بھی اس عمدہ پر قائم ہو تو ان میں سے صرف ایک عورت نے کہا

حدیث (۹۲۲) حَدَّثَنَا سَحَابُ بْنُ ابِرَاهِيمَ الْعَنْجَابِيُّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ الْفِطْرِ فَصَلَّى فَبَدَأَ بِالصَّلَاةِ ثُمَّ خَطَبَ فَلَمَّا فَرَغَ نَزَلَ فَاتَى النِّسَاءَ فَذَكَرَهُنَّ وَهُوَ يَتَوَكَّأُ عَلَى يَدِ بِلَالٍ وَبِلَالٌ بِأَسْطُ ثَوْبِهِ تُلْقِي فِيهِ النِّسَاءُ الصَّدَقَةَ قُلْتُ لِعَطَاءٍ زَكَاةٌ يَوْمَ الْفِطْرِ قَالَ لَا وَلَكِنْ صَدَقَةٌ يَتَصَدَّقْنَ حِينَئِذٍ تُلْقِي فَتُحْمَلُ وَيُلْقَيْنَ قُلْتُ لِعَطَاءٍ أُرَى حَقًّا عَلَى الْإِمَامِ ذَلِكَ وَيَذَكِّرُهُنَّ قَالَ إِنَّهُ لَحَقٌّ عَلَيْهِمْ وَمَالُهُمْ لَا يَفْعَلُونَهُ قَالَ بَنُ جُرَيْجٍ وَأَخْبَرَنِي الْحُسَيْنُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسِ بْنِ عَيْنِ عَبَّاسٍ قَالَ شَهِدْتُ الْفِطْرَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ يَصُلُّونَهَا قَبْلَ الْخُطْبَةِ ثُمَّ يَخْطُبُ بَعْدُ خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ حِينَ يُجْلِسُ بِيَدِهِ ثُمَّ أَقْبَلَ يُسْقِئُهُمْ حَتَّى جَاءَ النِّسَاءَ مَعَهُ بِلَالٌ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذْ جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يَبَايَعُكَ الْآيَةُ ثُمَّ قَالَ حِينَ فَرَغَ مِنْهَا أَنْتَنَ عَلَى ذَلِكَ فَقَالَتْ امْرَأَةٌ وَاحِدَةٌ مِنْهُنَّ لَمْ يُجِبْنِي غَيْرَهَا نَعَمْ لَا يَدْرِي حَسَنٌ مِنْ هِيَ قَالَ فَتَصَدَّقْنَ فَبَسَطَ بِلَالٌ ثَوْبَهُ ثُمَّ قَالَ هَلُمَّ لَكِنَّ فِدَاءَ أَبِي وَأُمِّي فَيُلْقَيْنَ الْفَتْحَ وَالْحَوَاتِيمَ فِي كُؤُبِ بِلَالٍ قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ الْفَتْحُ الْحَوَاتِيمُ الْعُظَامُ كَانَتْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ.. الْحَدِيثُ...

جس کے علاوہ اور کسی نے آپؐ کو جواب نہیں دیا۔ اس نے کہا ہاں! یا رسول اللہ ﷺ حسن کہتے ہیں معلوم نہیں کہ وہ کون عورت تھی۔ پس انہوں نے صدقہ کیا۔ حضرت بلالؓ نے اپنا کپڑا پھیلایا اور کہا کہ تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں لاؤ۔ چنانچہ عورتیں حضرت بلالؓ کے کپڑے میں بوی اور چھوٹی انگوٹھیاں ڈالتی تھیں۔ عبدالرزاق روایت فرماتے ہیں کہ فصیح بوی بوی انگوٹھیاں زمانہ جاہلیت میں ہوتی تھیں۔ جنہیں عورتیں ہاتھوں اور پاؤں میں ڈالتی تھیں۔ پازیب ہوں گی۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ حین مجلس بیدہ صفحہ ۱۳۳/۲۴ آنحضرت ﷺ کو گوں کو ہاتھ کے اشارے سے بٹھارے

تھے۔ تاکہ وہ عورتوں کے چلے جانے سے پہلے جاننا شروع کر دیں۔ اس صورت میں مردوں کا عورتوں پر گذر ہو گا۔ اور ان کا عورتوں سے خلط مطہ ہونا لازم آئے گا جو فتنہ کباعث ہے۔ بیجبہ غیر ہا نعم صفحہ ۱۳۳/۲۶ نعم یہی ایک عورت کہ رہی تھی باقی عورتیں خاموش تھیں۔ تو ان کا سکوت سب کی طرف سے اقرار اور تصدیق ہو گئی۔ کہ جو کچھ اس نے کہا ہے سچ کہا ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ عورت اسماء بنت یزید تھی جو خطیبۃ النساء کے لقب سے مشہور تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شرح کی رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ چونکہ عورتیں دور رہتی ہیں اسلئے اگر عورتیں

امام کا خطبہ نہ سنیں تو امام عورتوں کے سامنے دوسرا خطبہ دے۔ مگر میری رائے اس کے بالکل خلاف ہے۔ اس لئے کہ امام بخاریؒ نے خطبہ نہیں فرمایا ہے بلکہ موعظتہ کا ذکر فرمایا ہے۔ اور مقصد یہ ہے کہ امام کو چاہئے کہ عید کے دن مردوں سے فارغ ہو کر عورتوں کو نصیحت کرے۔ مجلس مجلس سے ہے۔ جس کے معنی ٹھانے کے ہیں۔ امرأة واحدة كانت طولة (ایک عورت لمبی قد والی تھی)۔

باب إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهَا جِلْبَابٌ فِي الْعِيدِ ترجمہ۔ عید میں جب کسی عورت کے لمبی چادر نہ ہو تو

ترجمہ۔ حضرت حصہ بنت سیرین فرماتی ہیں کہ ہم اپنی چھوڑیوں کو عید کے دن نکلنے سے منع کرتی تھیں تو ایک عورت آ کر قصر بنی خلف میں مقیم ہوئی تو میں اس کی خدمت میں حاضر ہوئی تو اس نے حدیث بیان کی کہ ان کا بہنوئی جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ بارہ جنگوں میں لڑائی کیلئے نکلا اس کی بہن چھ غزوات میں اس کے ہمراہ رہی فرماتی تھیں ہم مریضوں کی خبر گیری کرتی تھیں۔ اور زخمیوں کا علاج معالجہ کرتی تھیں تو انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کہ اگر کسی عورت کے پاس

حدیث (۹۲۳) حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ دَاخِعٌ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ قَالَتْ كُنَّا نَمْنَعُ جَوَارِيَنَا أَنْ يَخْرُجْنَ يَوْمَ الْعِيدِ فَجَاءَتِ امْرَأَةٌ فَزَكَتْ كَقَصْرِ بِنْتِي خَلْفَ فَاتَيْتُهَا فَحَدَّثْتُ أَنَّ زَوْجَ أُخْتِهَا عَزَامِعَ النَّبِيِّ ﷺ نَسِيَتْ عَشْرَةَ غَزَوَاتٍ فَكَانَتْ أُخْتُهَا مَعَهُ فِي سِتِّ غَزَوَاتٍ قَالَتْ فَكُنَّا نَقُومُ عَلَى الْمَرْضَى وَنُدَاوِي الْكَلْمَى فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَعْلَى أَحَدَانَا

لبی چادر ہو تو اگر وہ عید کیلئے نہ نکلے تو کوئی حرج تو نہیں آپ نے فرمایا اس کی ساتھی اپنی چادر سے اس کو پنادے۔ پس امور خیر میں اور مؤمنین کی دعا میں ضرور حاضر ہوں حصہ فرماتی ہیں کہ جب حضرت ام عطیہ تشریف لائیں تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہوئی تو میں نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ نے اس مسئلہ کے بارے میں کچھ سنا ہے اس نے کہا ہاں! میرا باپ آپ پر قربان ہو۔ اور جب وہ جناب نبی اکرم ﷺ کا ذکر کرتی تھیں تو باہمی ضرور کہا کرتی تھیں تو آپ نے فرمایا کہ نوجوان پر دے والیاں یا نوجوان اور پردہ والیاں ایوب کو شک ہے ضرور نکلیں بلکہ حیض والی بھی لیکن حیض والی عید گاہ سے الگ تھلک رہیں بہر حال امور خیر اور مؤمنین کی دعاؤں میں ضرور حاضر ہوں۔ حصہ کہتی ہیں

بَأْسُ إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهَا جِلْبَابٌ أَلْتَبْرُجَ فَقَالَ لَتُنْبِسَهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا فَلْيَشْهَدَنَّ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِينَ قَالَتْ حَفْصَةُ فَلَمَّا قَدِمْتُ أُمَّ عَطِيَّةَ أَيْتَهَا فَسَأَلْتُهَا أَسَمِعْتِ فِي كَذَا وَكَذَا فَقَالَتْ نَعَمْ يَا بِي وَقَلَّمَا ذَكَرْتِ النَّبِيَّ ﷺ إِلَّا قَالَتْ يَا بِي قَالَ لَتَخْرُجَ الْعَوَاتِقُ ذَوَاتُ الْخُدُورِ أَوْ قَالَ الْعَوَاتِقُ وَذَوَاتُ الْخُدُورِ شَكَّ أَيُّوبُ وَالْحَيْضُ فَتَعْتَزِلُ الْحَيْضُ الْمُصَلِّيَ وَلْيَشْهَدَنَّ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِينَ قَالَتْ فَقُلْتُ لَهَا الْحَيْضُ قَالَتْ نَعَمْ أَلَيْسَ الْحَائِضُ تَشْهَدُ عَرَافَاتٍ وَتَشْهَدُ كَذَا وَتَشْهَدُ كَذَا... الحديث

میں نے ان سے کہا کہ حیض والی بھی۔ انہوں نے فرمایا ہاں حیض والی بھی کیا حیض والی عرفات میں اور فلاں فلاں مقام پر حاضر نہیں ہوتیں۔

تشریح از قطب گنگوہی۔ قَالَتْ كَتْنَا نَقُومَ عَلَى الْمَرْضَى الْخِصْفَةَ صَفْحَةَ ۱۳۴ / ۳ یہ اس عورت کی بہن کا مقولہ ہے جو

قصر بنی خلف میں فروکش تھی۔ اس عورت کا مقولہ نہیں ہے ایس الحائض تشهد الخ صفحہ ۱۳۴ / ۷ عید گاہ میں حائضہ عورتوں کی حاضری کو عجب سمجھا جا رہا تھا تو اس عورت ام عطیہ نے کہا کیا عورتیں عرفات میں مزدلفہ میں منیٰ میں رمی جمرات کیلئے حاضر نہیں ہوتیں۔ مطلب یہ ہوا کہ عورتوں کو ذکر کرنے سے روکا جاسکتا ہے اور نہ ہی متبرک مقامات میں داخل ہونے سے روکا جاسکتا ہے۔ تو اگر وہ عید گاہ میں جمع ہو گئیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ وہاں پہنچ کر اللہ کا ذکر کریں گی۔ وعظ و نصیحت سنیں گی۔ البتہ ان حائضہ کو دخول مسجد اور نماز سے ممانعت ہے۔ عید گاہ مسجد نہیں ہے اور ان میں حاضر ہونے پر نماز لازم نہیں ہے۔ لہذا جماعت مسلمین اور پند و نصیحت کے مواقع میں ان کو حاضر ہونے میں کوئی نقصان نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ یعنی اہتمام کرے اگر اپنے پاس جِلْبَاب نہ ہو تو اپنی ساتھی سے مانگے اور وہ اس کو اڑھا دے۔

لتنْبِسَهَا صَاحِبَتُهَا اس کے دو مطلب ہیں۔ ایک یہ کہ عاریت پر دیدے۔ دوسرے یہ کہ اجرت پر دیدے۔

۱۳۴ بابِ اعْتِزَالِ الْحَيْضِ الْمُصَلِّيِّ ترجمہ۔ حائضہ عورتوں کا عید گاہ سے الگ رہنا ہے

حدیث (۹۲۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى (البح)
قَالَتْ أُمُّ عَطِيَّةُ أَمْرُنَا أَنْ تَخْرُجَ فَنُخْرِجَ الْحَيْضَ
وَالْعَوَاتِقَ وَذَوَاتِ الْخُدُورِ وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنٍ أَوِ الْعَوَاتِقِ
ذَوَاتِ الْخُدُورِ فَأَمَّا الْحَيْضُ فَيُشْهَدَنَّ جَمَاعَةٌ
الْمُسْلِمِينَ وَدَعَوْتُهُمْ وَيَعْتَزُّنَ مُصَلَّاهُمْ. الحديث

ترجمہ۔ حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں کہ ہمیں حکم دیا گیا تھا کہ ہم عید کے دن نکلیں تو ہم حیض والی نوجوان عورتیں اور پردے والیوں کو نکالا کرتی تھیں۔ ابن عون فرماتے ہیں یا عواتق ذوات الخدور فرمایا۔ لیکن یہ حیض والی عورتیں مسلمانوں کی جماعت اور ان کی دعاؤں میں حاضر ہوتی تھیں۔ اور ان کی عید گاہ سے دور رہتی تھیں۔

تشریح از قطب گنگوہی۔ ويعتزلن مصلاًہم کہ وہ عورتیں حائضہ عید گاہ سے الگ رہیں۔ جو لوگ عید گاہ کو مسجد قرار دیتے ہیں ان کے نزدیک ان کا عید گاہ میں داخل ہونا حرام ہوگا۔ جو لوگ عید گاہ کو مسجد قرار نہیں دیتے وہ لوگ ان کو عید گاہ سے الگ رہنے کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ ایک تو ان کی حاضری سے صفوں میں خلل پڑے گا دوسرے حائضات کا طاہرات سے ان کی نماز میں اختلاط لازم آئے گا۔ اس لئے ان کو الگ رکھا جائے۔ جمہور اسے کرہ تہ تہ پر محمول کرتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریا۔ حائضہ عورتوں کو عید گاہ میں نہ جانا چاہیے۔ یا تو اس وجہ سے کہ عید گاہ مسجد کے حکم میں ہے اور حائضہ کا مسجد میں داخل ہونا ممنوع ہے یا اس وجہ سے کہ وہ نماز تو پڑھتی نہیں پھر صفوف میں القطار کیوں پیدا کریں۔ یہی جمہور علماء کی رائے ہے۔

ترجمہ۔ عید گاہ میں قربانی کے دن اونٹ کا ذبح کرنا یا عام قربانی کے جانوروں کا ذبح کرنا۔

باب النَّحْرِ وَالذَّبْحِ يَوْمَ النَّحْرِ بِالْمُصَلَّى

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم

ﷺ عید گاہ ہی میں اونٹ ذبح کرتے تھے۔

حدیث (۹۲۵) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ (البح)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَنْحَرُ أَوْ يذْبَحُ
بِالْمُصَلَّى... الحديث...

تشریح از شیخ زکریا۔ نحو اونٹ کا ہوتا ہے اور ذبح دوسرے جانوروں کا اور باب کی غرض یہ ہے کہ نحو الابل و ذبح

غیر الابل عید گاہ میں فارغ ہونے کے بعد کرنا چاہیے جمہور فقہاء کا یہی مذہب ہے اور اس کی اولیت کے قائل ہیں اور اس کی بہت سی مصالح ہیں۔ ایک تو شعائر اسلام کا اظہار ہے۔ دوسرے اس میں نفع فقرا ہے۔ اس طور پر کہ جب عید گاہ میں قربانی ہوگی تو ظاہر ہے کہ کوئی سارگوشت تولے جائیں سکتا لہذا جو بھی گاوہ فقرا کا ہوگا۔ اور پھر راستہ میں مانگنے والے مانگ لیں گے۔ اور اگر گھر میں ذبح کرے گا تو

پہلے ہی سے کواڑ اور زنجیر لگا دے گا۔ مگر فی زمانہ خاص ہندوستان میں بعض مجبور یوں کی بنا پر گھر میں ذبیح کرنے کو ترجیح ہے۔ اب یہاں امام بخاریؒ پر اشکال کیا جاسکتا ہے کہ باب میں فحور اور ذبیح دونوں کا ذکر ہے۔ اور روایت میں ینحور اوذبیح شک کے ساتھ ہے پھر ترجمہ کیسے ثابت ہوا۔ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ اشک کے لئے نہیں تنویح کے لئے ہے۔ یعنی اگر اونٹ ہو تانحور فرماتے اگر غیر اونٹ ہو تا تو ذبیح فرماتے۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ صفحہ ۸۸۸ پر یہی روایت کتاب الاضاحی میں آ رہی ہے۔ وہاں او کی جائے واؤ ہے لہذا وہ دلیل ہے اس بات کی کہ او معنی واؤ ہے۔

ترجمہ۔ عید کے خطبہ میں امام اور لوگوں کا کلام کرنا۔ اور جب امام سے کسی چیز کے متعلق پوچھا جائے جبکہ وہ خطبہ پڑھ رہا ہو۔

باب کَلَامِ الْإِمَامِ وَالنَّاسِ
فِي خُطْبَةِ الْعِيدِ وَإِذَا سُئِلَ الْإِمَامُ
عَنْ شَيْءٍ وَهُوَ يَخْطُبُ -

ترجمہ۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں جناب رسول اللہ ﷺ نے قربانی کے دن نماز کے بعد ہمیں خطبہ دیا جس میں فرمایا کہ جس نے ہماری نماز پڑھی اور ہماری قربانی جیسی قربانی دی تو ہماری قربانی کو پہنچ گیا۔ اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کی تو یہ گوشت کی بخری ہے۔ حضرت ابو بردہ بن نیارؓ اٹھے انہوں نے فرمایا یا رسول اللہ ﷺ میں نے نماز کی طرف نکلنے سے پہلے قربانی کر لی اور میں یہ سمجھا کہ آج کا دن کھانے پینے کا دن ہے اسلئے میں نے جلدی کی خود کھایا گھر والوں اور مسایوں کو کھلایا جس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تو گوشت کی بخری ہے قربانی نہیں ہے۔ میں نے عرض کی میرے پاس ایک بوزغالہ ہے جو دو بخریوں کے گوشت سے بہتر ہے پس کیا وہ مجھے کافی ہوگا فرمایا ہاں! لیکن آپ کے بعد کسی کیلئے کفایت نہیں کرے گا۔

حدیث (۹۲۶) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ أَخْبَرَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ خَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ النُّحْرِ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَقَالَ مَنْ صَلَّى صَلَوَاتَنَا وَنَسَكَ نُسُكَنَا فَقَدْ صَابَ النُّسُكَ وَمَنْ نَسَكَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَبَلَكَ شَاةٌ لَحْمٍ فَقَامَ أَبُو بَرْدَةَ بْنُ نِيَّارٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَقَدْ نَسَكْتُ قَبْلَ أَنْ أُخْرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ وَعَرَفْتُ أَنَّ الْيَوْمَ يَوْمٌ أَكُلُ وَشُرِبُ فَتَعَجَّلْتُ وَأَكَلْتُ وَأَطَعَمْتُ أَهْلِي وَجِزْرَانِي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ تِلْكَ شَاةٌ لَحْمٍ قَالَ فَإِنَّ عِنْدِي عَنَاقًا جَدَعَةً لَهَا خَيْرٌ مِنْ شَاتِي لَحْمٍ فَهَلْ تَجْزِي عَنِّي قَالَ نَعَمْ وَلَنْ تَجْزِي عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ .. الحدیث ..

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ عرفت أن اليوم يوم أكلٍ وشربٍ فتعجلت اللح یعنی ظاہر نص سے میں یہ سمجھا کہ آج عید کا دن کھانے پینے کا دن ہے اور اس میں عموم ہے کسی خاص وقت کی تخصیص نہیں اسلئے میں نے جلدی قربانی ذبیح کر کے خود بھی کھایا اور

اور ہمسائیوں کو بھی کھلایا۔ نص فاذا وجبت لکلوا ہے۔ (نص یہ ہے کہ جب جانور ذبح ہو کر گر پڑے تو اسے کھاؤ)۔

حدیث (۹۲۷) حَدَّثَنَا حَرَامُ بْنُ عُمَرَ الْخِ
عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ صَلَّى
يَوْمَ النَّحْرِ ثُمَّ خَطَبَ فَأَمَرَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ أَنْ
يُعِيدَ ذَبْحَهُ فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ
جَيْرَانٌ لِي إِمَّا قَالَ بِهِمْ خِصَاصَةٌ وَإِمَّا قَالَ بِهِمْ
فَقُرُّوا لِي ذَبْحُ قَبْلَ الصَّلَاةِ وَعِنْدِي عِنَاقٌ لِي
أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ شَاتِي لِحِمِّ فَرَحُصٍ لَهُ فِيهَا ...

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب
رسول اللہ ﷺ نے قربانی کے دن نماز پڑھی پھر خطبہ دیا پھر حکم
دیا کہ جس شخص نے نماز سے پہلے ذبح کیا وہ اس کو لوٹائے تو
انصار کا ایک آدمی کھڑا ہوا اس نے کہا یا رسول اللہ میرے ہمسائے
ہیں یا تو کہا کہ ان کو بھوک تھی یا کہا کہ ان کو احتیاجی لاحق تھی
اس لئے میں نے نماز سے پہلے ذبح کر لیا۔ اور میرے پاس ایک
بزغالہ ہے جو دو بھریوں کے گوشت سے بھڑھنے تو آپ نے
اس میں اس کو رخصت دے دی۔

حدیث (۹۲۸) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ
عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ النَّحْرِ
ثُمَّ خَطَبَ ثُمَّ ذَبَحَ وَقَالَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ فَلْيَذْبَحْ أُخْرَى مَكَانَهَا
وَمَنْ لَمْ يَذْبَحْ فَلْيَذْبَحْ بِسْمِ اللَّهِ ... الحديث

ترجمہ۔ حضرت جندبؓ سے مروی ہے کہ قربانی کے
دن جناب نبی اکرم ﷺ نے نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا پھر ذبح فرمایا
اور ارشاد فرمایا کہ جس نے نماز پڑھنے سے پہلے ذبح کیا وہ
اس کی جگہ دوسرا جانور ذبح کرے اور جو ذبح کرے اللہ کے
نام پر ذبح کرے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ امام صرف امر بالمعروف اور نہی عن المنکر خطبہ میں کر سکتا ہے۔
اور امام بخاریؒ کی رائے یہ ہے کہ امام جس سے چاہے جو چاہے بات کر سکتا ہے۔ اور اسی طرح اگر کوئی امام سے بات کرے تو کر سکتا ہے۔ اور
یہی حضرت گنگوہیؒ نے اپنی مختلف تقریرات میں ہمارا مذہب نقل کیا ہے۔ مگر مجھ کو باوجود تحقیق و تفتیش کے کہیں کوئی روایت نہیں ملی
البتہ حضرت گنگوہیؒ کو حضرت علامہ انور شاہ صاحبؒ علامہ شامیؒ سے افتخار بتلاتے تھے۔ اور خود حضرت علامہ شامیؒ کو معاصر فرماتے تھے۔
اور فرماتے تھے کہ ان کی بات ہم پر حجت نہیں۔

ترجمہ۔ جبکہ عید کے دن واپس لوٹے

تو راستہ بدل لے۔

باب مَنْ خَالَفَ الطَّرِيقَ

إِذَا رَجَعَ يَوْمَ الْعِيدِ۔

ترجمہ۔ حضرت جلدؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ جب

حدیث (۹۲۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ

عید کا دن ہوتا تھا تو راستہ بدل لیتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ لیکن حضرت جابرؓ کی روایت زیادہ صحیح ہے۔

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا كَانَ يَوْمَ عِيدٍ خَالَفَ الطَّرِيقَ
تَابِعَهُ يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ فُلَيْحٍ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي
هُرَيْرَةَ وَحَدِيثُ جَابِرٍ أَصَحُّ ... الحديث ...

تشریح از شیخ زکریا۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں یس سے زیادہ مصاحف مخالفۃ الطریق فی یوم العید کی بیان فرمائی

ہیں۔ من جملہ ان کے اظہار شوکت المسلمین اور دونوں طرف کے لوگوں سے ملاقات اور دونوں راستوں کا شہادت دینا بھی ہے۔ تابعہ یونس الخ یہاں اس عبارت میں گڑبڑ ہے۔ اور صحیح حاشیہ کا نسخہ ہے۔ متن کے نسخہ میں متابعة ہی نہیں بنتی۔ اصل عبارت یوں ہوگی۔ تابعہ یونس بن محمد عن فلیح وقال محمد بن الصلت عن فلیح عن سعید عن ابی ہریرةؓ وحديث جابر اصح اب حدیث جابر اصح کہنا صحیح ہوا۔ اس لئے کہ اس کا متابع موجود ہے۔ اور ابو ہریرہؓ کی روایت کا کوئی متابع نہیں۔

ترجمہ۔ جب کسی سے عید کی نماز فوت ہو جائے

تو وہ دور کعت پڑھے۔

بَابُ إِذَا فَاتَهُ الْعِيدُ

يُصَلِّي رَكَعَتَيْنِ۔

ترجمہ۔ اور اسی طرح عورتیں اور وہ لوگ جو گھروں اور بستوں میں رہتے ہیں وہ بھی دور کعت پڑھیں کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے اے اہل اسلام یہ ہمارا عید کا دن ہے اور انس بن مالکؓ نے روایہ میں اپنے غلام ابن ابی عتبہ کو حکم دیتے تھے وہ ان کے گھر والوں ان کے بیٹوں سب کو جمع کرتا اور شہر والوں کی نماز کی طرح نماز پڑھتے تھے۔ اور ان جیسی تکبیر کہتے تھے اور حضرت عکرمہؓ فرماتے ہیں کہ دیہاتی لوگ عید میں جمع ہوتے اور جیسے امام کرتا ہے یہ بھی اس کی طرح دور کعت پڑھتے اور عطا فرماتے ہیں کہ جب عید کی نماز فوت ہو جائے تو دور کعت پڑھے

وَكَذَلِكَ النِّسَاءُ وَمَنْ كَانَ فِي الْبُيُوتِ وَالْقُرَى
لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ هَذَا عِيدٌ نَايَا أَهْلِ الْإِسْلَامِ وَأَمْرٌ
أَنْسُ بْنُ مَلِكٍ مَوْلَاهُ ابْنُ أَبِي عَتَبَةَ بِالزَّوْاِيَةِ فَجَمَعَ
أَهْلَهُ وَبَنِيهِ وَصَلَّى كَصَلْوَةِ أَهْلِ الْمِصْرِ وَتَكْبِيرِهِمْ
وَقَالَ عِكْرِمَةُ أَهْلُ السَّوَادِ يَجْتَمِعُونَ فِي الْعِيدِ
يُصَلُّونَ رَكَعَتَيْنِ كَمَا يَصْنَعُ الْإِمَامُ وَقَالَ عَطَاءٌ إِذَا
فَاتَهُ الْعِيدُ صَلَّى رَكَعَتَيْنِ ... الحديث ...

تشریح از قطب گنگوہی۔ اذا فاتته العید یصلی رکعتین صفحہ ۲۵/۱۳۴ یعنی جب کسی سے عید نماز فوت ہو جائے

تو وہ دور کعت پڑھے۔ احناف کے نزدیک یہ قضاء نہیں ہے بلکہ بطور احتیاب اور نفل کے دور کعت پڑھے۔ باقی حضرت انس بن مالکؓ نے جو زاویہ مقام میں اپنے اہل عیال اور بیٹوں کو جمع کر کے شہریوں کی طرح عید کی نماز پڑھی اور ان کی طرح تکبیرات تشریح بھی کہیں

تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ فنا بصرہ میں رہتے تھے۔ زاویہ بصرہ کے نواح ہی میں واقع تھا۔ جو لوگ شہر کے متعدد مقامات پر عید کی نماز پڑھنے کو جائز کہتے ہیں حضرت انسؓ کا اثر ان کی حجت و دلیل ہے اور عطا تابعی کا قول کہ جس سے نماز عید فوت ہو جائے وہ دور کعت پڑھے لے یہ ان کا اپنا اجتہاد ہے جو احناف پر حجت نہیں ہو سکتا۔ اور عکرمہ کا قول کہ دیہات والے عید کے دن جمع ہو کر امام کی طرح دور کعت پڑھیں یہ بھی تابعی کا اجتہاد ہے۔ جس کا تسلیم کرنا واجب نہیں ہے۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ کہ حضرت

ابو بکرؓ ان کے پاس اس وقت تشریف لائے جبکہ دو لڑکیاں ایام منیٰ میں ان کے پاس دف جارہی تھیں۔ اور دف کو پیشی تھیں اور جناب نبی اکرم ﷺ اپنے کپڑے ڈھانپے ہوئے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان کو ڈانٹا حضرت نبی اکرم ﷺ نے اپنے چہرہ انور سے کپڑا ہٹا کے فرمایا اے ابو بکرؓ ان بچیوں کو اپنے حال پر چھوڑ دو کیونکہ یہ عید کے دن ہیں اور یہ منیٰ کے دن ہیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ مجھے چھپائے ہوئے تھے اور میں حبشیوں کو دیکھ رہی تھی جبکہ وہ مسجد میں کھیل رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان کو ڈانٹا تو

حدیث (۹۳۰) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ (الخ)

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ دَخَلَ عَلَيْهَا جَارِيَتَانِ فِي أَيَّامِ مِنَى تَدْفِقَانِ وَتَضْرِبَانِ وَالنَّبِيُّ ﷺ مُتَغَشٍّ بِثَوْبِهِ فَانْتَهَرَهُمَا أَبُو بَكْرٍ فَكَشَفَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ وَجْهِهِ فَقَالَ دَعُهُمَا يَا أَبَا بَكْرٍ فَإِنَّهَا أَيَّامُ عِيدٍ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ أَيَّامُ مِنَى وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَأَيْتِ النَّبِيَّ ﷺ يَسْتُرُنِي وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَى الْحَبَشَةِ وَهُمْ يَلْعَبُونَ فِي الْمَسْجِدِ فَوَجَرَهُمْ عُمَرُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ دَعُهُمْ أُمَّانُ بَنِي أُرْفُذَةَ يَعْنِي مِنَ الْأَمْنِ... الحديث...

جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ان کو اپنے حال پر چھوڑ دو اے بنی ارفدہ۔ امنا امن سے مشتق ہے۔

تشریح از قطب گنگوہی۔ فانہا ایام عید ا تلك الايام ایام منیٰ صفحہ ۱۳۵/۱۳ اس روایت کے عموم سے استدلال

کرنا کہ عید سب کے لئے ہے۔ عورت۔ مرد۔ شہری۔ دیہاتی تو نماز بھی سب کے لئے ہوگی۔ اس میں کسی قوم کی تخصیص نہیں ہے۔ تو یہ احتجاج بھی واجب التسلیم نہیں ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں لاجمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع یہ صحابی کا قول ہے۔ تابعی کا قول صحابی کے قول کا معارضہ نہیں کر سکتا۔

من الامن صفحہ ۱۳۵/۵ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اے بنو ارفدہ ان کو امن کی حالت میں چھوڑ دو تو یہ امنا امن سے ہے

امان سے ماخوذ نہیں ہے جس کا کفار پر اطلاق کیا جاتا ہے۔ اس صورت میں عید کی خوشیاں سب کو شامل ہو جائیں گی۔ خواہ وہ کافر اور مشرک کیوں نہ ہوں بلکہ یہ امن سے ماخوذ ہے جس سے مقصد یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے جو حبشیوں کو ڈانٹ ڈپٹ کی تھی اس کا ازالہ کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ ان کو امن کی حالت میں چھوڑ دو۔ جو کچھ کر رہے ہیں کرنے دو ڈر اودھم کاؤ نہیں۔ اے بنو ارفدہ امن کے ساتھ کھیلتے رہو

اور ممکن ہے اس لفظ سے ترجمہ الباب کی طرف اشارہ ہو کہ جو سرور بنی ارشدہ کو شامل ہے جو حبشی غلام ہیں تو پھر یہ حکم آزاد مسلمان عورتوں اور بچوں سب کو شامل ہوگا۔ واللہ اعلم۔

تشریح از شیخ زکریا۔ یہاں پر دو مسئلے ہیں ایک یہ کہ بعض کی نماز عید فوت ہو جائے اور جماعت میں شریک نہ ہو سکے تو

حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک صلوٰۃ العید مردوں۔ عورتوں۔ آزاد۔ غلام سب کے حق میں ہے۔ لہذا جو لوگ کسی وجہ سے شریک نہ ہو سکیں وہ دوسرے دن پڑھیں اور عورتیں اپنے گھروں میں دو رکعت پڑھیں۔ مرد جہر تکبیر پڑھیں اور عورتیں سر۔ یعنی امام بخاریؒ کا میلان معلوم ہوتا ہے۔ اور جمہور کی رائے یہ ہے کہ نماز عید کے لئے نماز جمعہ کی طرح مخصوص شرائط ہیں۔ اگر کوئی رہ جائے تو امام مالکؒ کے نزدیک دو رکعت عید کی طرح تکبیرات کے ساتھ پڑھے اور امام احمدؒ کے نزدیک دو یا چار رکعت پڑھے۔ اور امام صاحبؒ کے یہاں چار رکعت مثل ظہر کے پڑھے۔ اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر سب ہی کی نماز فوت ہو جائے اور پہلے دن نہ ہو سکے اس مسئلہ سے امام بخاریؒ نے تعرض نہیں کیا ہے۔ اس سے امام ابو داؤدؒ نے تعرض کیا ہے اور ترجمہ قائم کیا ہے۔ باب اذالم یخرج الامام للعید من یومہ یخرج من الغد کہ اگر امام پہلے دن کسی وجہ سے عید کے لئے نہ نکل سکے تو دوسرے دن نکلے۔ حنا بلہ کا مذہب یہ ہے کہ اگلے دن قضا کی جائے گی اس کے بعد نہیں۔ دلیل حدیث ابو داؤد کی ہے جو ابھی ذکر کی گئی۔ اور پھر عید کی نماز بارہ تاریخ تک ہے۔ اس لئے کہ یہ صلوٰۃ الاضحیٰ کہلاتی ہے اور اضحیٰ یعنی قربانی بارہ تک ہوتی ہے۔ تو نماز بھی بارہ تک ہوگی۔ اور امام شافعیؒ کے نزدیک اگر بعد الزوال قبل المغرب ثبوت ہوا تو قضا نہیں ہے اور اگر اگلے دن کی رات میں بعد المغرب الی الصبح ثبوت ہوا تو دوسرے دن قضا کی جائے گی اسلئے اگر بعد الزوال قبل المغرب ثبوت ہوا تو چاند نکل کا ہے۔ اور نوافل کی قضا نہیں۔ اور اگلے دن کی رات میں بعد الغروب ثبوت ہوا ہے تو اس دن کا چاند ہوگا۔ اور دوسرے دن عید کی نماز پڑھی جائے گی۔

ترجمہ۔ عید سے پہلے اور عید کے بعد نماز پڑھنا کیسا ہے ابو یعلیٰ کہتے ہیں کہ میں نے سعید سے سناہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ عید سے پہلے نماز کو مکروہ کہتے تھے۔

باب الصَّلَاةِ قَبْلَ الْعِيدِ وَبَعْدَهَا
وَقَالَ أَبُو يَعْلَى سَمِعْتُ سَعِيدًا عَنِ
ابْنِ عَبَّاسٍ كَرِهَ الصَّلَاةَ قَبْلَ الْعِيدِ

حدیث (۹۳۱) حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ دَالِخٌ عَنِ
ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ يَوْمَ الْفِطْرِ فَصَلَّى
رَكَعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا وَمَعَهُ بِلَالٌ ...

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ عید الفطر کے دن باہر تشریف لائے دو رکعت نماز عید پڑھی۔ لیکن اس سے پہلے اور اس کے بعد کچھ نہیں پڑھا آپ کے ہمراہ حضرت بلالؓ بھی تھے۔

تشریح از قطب گنگوہی - عید گاہ کے اندر عید کی نماز سے پہلے اور بعد میں نوافل پڑھنا مکروہ ہے۔ لیکن دوسرے مقام پر عید کی نماز کے بعد نوافل پڑھنا مکروہ نہیں۔ حدیث سے جو ممانعت قبل اور بعد معلوم ہوتی ہے وہ عید گاہ کے اندر ہے۔ دوسرے مقام پر بعد ادا کی صلوٰۃ عید کراہت نہیں ہے۔ یہی احناف کا مسلک ہے۔

تشریح از شیخ زکریا - عید کے دن جنابہ کے یہاں قبل الصلوٰۃ نوافل مطلقاً مکروہ ہیں۔ اور امام مالک کے نزدیک گھر پر جائز ہے۔ اور عید گاہ میں مکروہ ہے۔ اور امام شافعی کے نزدیک صرف امام کے لئے مکروہ ہے۔ اور مقتدی جہاں کہیں بھی ہو پڑھ سکتا ہے۔ اور حنفیہ کے یہاں عید گاہ میں قبل الصلوٰۃ اور بعد الصلوٰۃ مطلقاً مکروہ ہے اور گھر پر صلوٰۃ عید سے پہلے تو مکروہ ہے اور بعد میں پڑھ سکتا ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

أَبْوَابُ الْوِثْرِ

ترجمہ - وتر کے بارے میں جو کچھ وارد ہے

باب مَا جَاءَ فِي الْوِثْرِ

ترجمہ - حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے جناب نبی اکرم ﷺ سے رات کی نماز کے متعلق سوال کیا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رات کی نماز دو رکعت ہے۔ جب تم میں سے کسی کو صبح ہونے کا خوف ہو تو ایک رکعت نماز پڑھ کر جو کچھ نماز پڑھ چکا ہے اسے وتر بنالے حضرت نافع فرماتے ہیں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ وتر کی ایک اور دو رکعت کے درمیان سلام پھیرتے تھے۔ حتیٰ کہ اپنی بعض ضرورت کا بھی حکم فرماتے تھے۔

حدیث (۹۳۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ (الخ) عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ صَلَاةِ اللَّيْلِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ صَلَاةُ اللَّيْلِ مَثْنِي مَثْنِي فَإِذَا خَشِيَ أَحَدُكُمْ الصُّبْحَ صَلَّى رَكْعَةً وَاحِدَةً نُؤْتِرُ لَهُ مَا قَدْ صَلَّى وَعَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ يُسَلِّمُ بَيْنَ الرَّكْعَةِ وَالرَّكْعَتَيْنِ فِي الْوِثْرِ حَتَّى يُأْمَرَ بِبَعْضِ حَاجَتِهِ.... الحديث

تشریح از قطب گنگوہی۔ صلی رکعة واحدة الخ صفحہ ۱۱/۱۳۵ اس حدیث ابن عمرؓ میں ہے کہ یہ ایک رکعة ماصلی کو وتر بنا دے گی۔ شیخ گنگوہیؒ فرماتے ہیں یہ ایک رکعت جو پہلی دور رکعت کے ساتھ ملی ہوئی ہو۔ تو اس طرح تین رکعت وتر کی نماز بن جائے گی لیکن حق بات یہ ہے کہ وتر دراصل ایک رکعت تھے جو بعد میں نبی رسول اللہ ﷺ عن البتیراء ان یصلی الرجل بواحدة لوتر بها کہ آپ نے ایک رکعت نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔ اس حدیث سے وتر رکعة واحدة منسوخ ہو گیا لہذا ضروری نہیں ہے کہ جمع روایات وحدت کو تین رکعات بنایا جائے۔ صحیح صورت یہی ہے کہ وتر ایک رکعت منسوخ ہیں۔ اور حدیث بتیراء ناخ ہے۔ اس پر حمل کرنے سے پھر کسی تکلیف کی ضرورت نہیں رہتی۔ لہذا اسے مان لینا چاہیے۔ ایثار بواحداً تھا جو بعد میں نبی عن البتیراء کی حدیث سے منسوخ ہوا۔ ان عبد اللہ بن عمرؓ کان یسلم بین الرکعة والرکعتین صفحہ ۱۳۵/۱۳ کہ ابن عمرؓ وتر تین رکعت تو پڑھتے تھے لیکن دور رکعت کے بعد سلام پھیر لیتے۔ بعد ازاں ایک رکعت اور پڑھتے۔ گویا ثلث رکعات بتسلمتین دو سلاموں کے ساتھ تین رکعات پڑھتے تھے۔ حضرت شیخ گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ یہ راوی کا اجتہاد ہے جو نص صریح کے مقابلہ میں قبول نہیں ہوگا۔ وہ حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ ان النبی ﷺ لا یسلم فی رکعتی الوتر (الحدیث) کہ وتر کی دور رکعات میں سلام نہیں پھیرتے تھے۔ اور حدیث ابن عمرؓ پر حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ سے ان کے باپ عمرؓ افقہ تھے۔ کان ینھض فی الثالثة بالتکبیر کہ وتر کی تیسری رکعت کیلئے تکبیر کہہ کر اٹھ کھڑے ہوتے تھے۔ اور حضرت ابو بکرؓ کو دفن کرنے کے بعد حضرت عمرؓ نے تین رکعات نماز وتر پڑھی اور لوگوں نے بھی تین رکعات وتر پڑھے۔

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ خبر دیتے ہیں کہ میں نے ایک رات اپنی خالہ میمونہؓ کے پاس بسر کی میں تو سر ہانے کے چوڑان میں لیٹ گیا۔ اور جناب رسول اللہ ﷺ اور آپ کے گھر والے اس کی لبائی میں لیٹ گئے پس حضور انور ﷺ سو گئے یہاں تک کہ جب آدھی رات ہو گئی یا اس کے قریب ہوا تو حضور اقدس ﷺ نیند کو اپنے چہرہ سے پونچھتے ہوئے ہیدار ہوئے۔ پھر آل عمران کی دس آیات پڑھیں پھر ایک پرانا مشکیزہ جو لٹکا ہوا تھا اس کی طرف تشریف لے گئے وضو فرمایا اور اچھی طرح وضو فرمایا پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے میں نے بھی اسی طرح کیا جس طرح آپ نے کیا تھا اور میں

حدیث (۹۳۳) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْعَنْ كَرِيبٌ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ بَاتَ عِنْدَ مَيْمُونَةَ وَهِيَ خَالَتُهُ فَاضْطَجَعْتُ فِي عَرْضِ الْوَسَادَةِ وَاضْطَجَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَهْلُهُ فِي طُولِهَا فَنَامَ حَتَّى انْتَصَفَ اللَّيْلَ أَوْ قَرِيبًا مِنْهُ فَاسْتَيْقِظَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهِ ثُمَّ قَرَأَ عَشْرَ آيَاتٍ مِنْ آلِ عِمْرَانَ ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى شَنْ مَعْلَقَةٍ فَتَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ ثُمَّ قَامَ يَصَلِّي فَصَنَعَتْ مِثْلَهُ وَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى رَأْسِي وَأَخَذَ بِأُذُنِي

تشریح از شیخ زکریا۔ وتر میں سترہ مسئلے مختلف فیہ ہیں جو حائری میں آتے رہیں گے میں میان کرتا ہوں گا۔ سب سے اول

مسئلہ حکم الوتر ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک واجب ہے اور بقیہ ائمہ کے یہاں سنت ہے امام حائریؒ نے ابو اب الوتر کو ابواب التطوع اور ابواب التہجد سب سے الگ باندھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک یہ نماز اور نوافل کی طرح نہیں ہے بلکہ الگ نماز ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اگر امام حائریؒ باب الوتر علی الدابة منعقد نہ فرماتے تو میں یہ کہہ دیتا کہ امام حائریؒ جو اب وتر کے قائل ہیں۔ احنافؒ جو اب دیتے ہیں کہ ممکن ہے کہ امام حائریؒ قول بالوجوب کے ساتھ جو از علی الدابة فی السفر کے قائل ہوں۔ باب ماجاء فی الوتر امام حائریؒ نے حکم الوتر کا کوئی باب نہیں باندھا البتہ عدد وتر کا باندھا ہے۔ وتر احنافؒ کے یہاں تین رکعات ایک سلام کے ساتھ ہیں۔ اور مالکیہ کے یہاں ایک رکعت مستقل ہے۔ مگر اس سے پہلے شفیع ضروری ہے ورنہ کراہت ہوگی۔ اور امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک وتر دو قسم ہیں۔ ایک موصول دوسرا موصول تو یہی کہ ایک رکعت پڑھے یا پہلے سے نوافل پڑھ رہا تھا اخیر میں ایک رکعت بالاستقلال پڑھے۔ اور موصول کی تفصیل میں مختلف اقوال ہیں۔

شافعہ کے یہاں ادنی الکمال تین رکعات پھر پانچ۔ سات۔ نو۔ گیارہ رکعات ہیں۔ اب ان شفاعت میں یا تو ہر شفعہ پر سلام پھیرے یا پڑھتا ہے۔ اور اخیر میں سلام پھیرے۔ اور متبادلہ کے یہاں اگر پانچ ہیں تو اخیر میں بیٹھے۔ اور سات اور نو میں دوبار بیٹھے۔ اور اخیر میں سلام پھیرے۔ اور تین اور گیارہ میں ہر شفعہ پر سلام پھیرے۔ حتی یا مہر بحاجتہ اس سے مالکیہ نے استدلال کیا ہے۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ یہ ان کا اپنا فعل ہے جب حسن بصریؒ سے ان کا فعل نقل کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ کان ابوہ لایسلم وکان افقہ کہ ان کے باپ سلام نہیں پھیرتے تھے۔ اور وہ زیادہ فقیہ تھے۔ وراینا انا سا الخ یہ تو ان کی جماعت کا طور و طریقہ تھا۔ اور آگے قاسم کی رائے ہے۔ اب خود ہی فیصلہ کر لو۔ ابن ابی شیبہؒ نے حسن بصریؒ سے اجماع نقل کیا ہے اجمع المسلمون علی ان الوتر ثلاث لایسلم الا فی آخرہن۔ کہ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ وتر تین رکعات ہیں۔ اور سلام ان کے آخر میں ہی ہونا چاہیے۔ فیسجد السجدة الخ یہ سجدہ یا تو صلوتیہ ہوتا تھا مگر بعض خاص اوقات میں مخصوص تجلیات کی بنا پر اطالہ ہو جاتی تھی۔ یا سجدہ صلوتیہ نہ تھا۔ اس صورت میں سجدہ شکر و مناجات کے قائلین اس سے استدلال کرتے ہیں۔ حنفیہ جو سجدہ مناجات کے قائل نہیں وہ اس کی تقدیر پر یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ سجدہ تلاوت ہوتا تھا۔ اور سجدہ تلاوت میں جتنی دیر چاہے دعائیں پڑھتا ہے۔ اگر تم میں سے کوئی اس اختلاف کی جزئیات دیکھنا چاہے تو او جزئی کتاب الوتر میں دیکھ لے۔

باذنی یفتلہا کان مروئیا تو تنبیہ کے لئے تھا یا نیند سے بیدار کرنے کے لئے۔ عبدالرحمن بن قاسم یہ قاسم بن محمد بن ابی بکر ہیں جو افقہ زمانہ تھے یہ کہتے ہیں کہ جب سے ہوش سنبھالا ہے اپنے صحابہ کو تین وتر پڑھتے دیکھا یعنی اکثریت تین وتر پڑھنے والوں کی تھی۔ فیسجد السجدة اس کے دو مطلب ہیں۔ ایک یہ کہ سجدہ اتنا طویل ہو تا تھا کہ آدمی پچاس آیتیں پڑھے۔ اس میں نماز کے سارے سجدے داخل ہوں گے۔ اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ نماز کے بعد کا سجدہ شکر مراد ہے۔ اس صورت میں کوئی سجدہ داخل نہ ہوگا۔

باب سَاعَاتِ الْوُتْرِ

ترجمہ۔ وتر کے اوقات

قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ أَوْصَانِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

بِالْوُتْرِ قَبْلَ النَّوْمِ ...

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے مجھے سونے سے پہلے وتر پڑھنے کی وصیت فرمائی۔

حَدِيث (۹۳۶) حَدَّثَنَا أَبُو التَّعْمَانِ النَخَعِيُّ قُلْتُ

لِابْنِ عُمَرَ أَرَأَيْتَ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْغَدَاةِ أُطِيلُ فِيهِمَا الْقِرَاءَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ مَشْيًا وَيُوتِرُ بِرُكْعَةٍ وَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْغَدَاةِ وَكَانَ الْأَذَانَ بِأَذْنِهِ قَالَ حَمَادٌ أَيُّ سُرْعَةٍ

الْحَدِيثِ

ترجمہ۔ انس بن سیرین فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا کہ مجھے بتلائیے صبح کی نماز سے پہلے جو دو رکعتیں ہیں میں ان میں قرأت لمبی کر سکتا ہوں تو انہوں نے فرمایا جناب نبی اکرم ﷺ رات کو دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور ایک رکعت کے ساتھ وتر پڑھتے اور صبح کی نماز سے پہلے دو رکعت اس طرح پڑھتے تھے گویا اذان ان کے کانوں میں ہے۔ حماد کہتے ہیں کہ اس سے مراد جلدی ہے کہ رکعتیں جلدی پڑھتے تھے۔

حَدِيث (۹۳۷) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ حَفْصِ النَخَعِيُّ

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُلُّ اللَّيْلِ أَوْتِرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَانْتَهَى وَتَوَرَّهَ إِلَى السَّحْرِ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رات کے ہر حصہ میں جناب رسول اللہ ﷺ نے وتر پڑھے ہیں۔ اور آپؐ کا وتر سحر تک پہنچتا تھا۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ قالت كل الليل اوتر رسول الله الخ روایت میں مطلق لیل کا لفظ وارد ہوا ہے۔ اور یہ بھی

روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ سحری کے وقت وتر پڑھتے تھے۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ کو حکم دیا کہ تم طالب علم ہو نیند سے پہلے وتر پڑھ لیا کرو۔ تو تینوں روایات سے ثابت ہوا کہ رات کی ہر گھڑی میں اسے پڑھا جاسکتا ہے۔ لیکن جب حکم دیا کہ فرائض ادا کرنے کے بعد رات کی آخری نماز وتر ہو تو فرائض عشاء سے ان کو مقدم نہ کیا جائے۔ کیونکہ عشاء کے بعد سے وتر کا وقت شروع ہو کر انتہائے سحر تک پہنچتا ہے۔ اس طرح سب احادیث پر عمل ہو جائے گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ بعض علماء نے بیان فرمایا ہے اولاً عادت شریفہ یہ تھی کہ رات کے جس حصہ میں چاہتے وتر پڑھتے

مگر پھر آخر میں آخر حصہ میں پڑھنے لگے۔ وقد اوردوا انتھی وتوره الى السحر اس سے بظاہر ایہام ہوتا تھا کہ اور اوقات منسوخ ہو گئے اسلئے ساعات الوتر کا باب باندھ کر تنبیہ فرمادی کہ صرف ایک سائے نہیں بلکہ ساعات اس کے اوقات ہیں۔ اوصانی النبی ﷺ کیونکہ حضرت ابو ہریرہؓ تعلیم و تعلم میں مشغول رہتے تھے اسلئے ان کو وتر قبل النوم کی وصیت فرمائی۔ اور یہی معمول حضرت ابو بکر صدیقؓ کا تھا

کان الاذان باذنیہ یہاں پر بعض حضرات نے اذان سے اقامت مراد لی ہے۔ یعنی اتنی مجلس فرماتے تھے کہ گویا اقامت ہو رہی ہے اور جلدی فرما رہے ہیں۔ اور ممکن ہے کہ اذان حقیقی مراد ہو۔ اور مطلب یہ ہے کہ عین اذان کے ساتھ شروع فرماتے تھے۔

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم ﷺ کا وتر کیلئے اپنے گھر والوں کو جگانا

باب اِيقَاطِ النَّبِيِّ ﷺ بِالْوُتْرِ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ رات کو نماز پڑھتے تھے اور میں چوڑان میں لیٹی ہوئی ان کے بسز پر نیند کرنے والی ہوتی تھی۔ جب آپ وتر پڑھنے کا ارادہ فرماتے تو مجھے جگا دیتے میں بھی وتر پڑھ لیتی۔

حدیث (۹۳۸) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنِ عَائِشَةَ
قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّيُ وَأَنَا رَاقِدَةٌ مُعْتَرِضَةٌ
عَلَى فِرَاشِهِ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يُؤْتِرَ اِيقَظَنِي فَأَوْتَرْتُ
الحدیث ...

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ ابقظنی فاقوتت صفحہ ۵۱۳۶ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب آپ رات کو وتر ادا کرنے کا

ارادہ فرماتے تو مجھے بیدار کرتے تو میں بھی وتر نماز ادا کرتی تھی۔ تو آپ کا ہمیشہ وتر پڑھنے کے لئے بیدار کرنا اور اس کے لئے تاکید اہم فرماتا جو نوافل میں نہیں ہوتا یہ وجوب کی علامت ہے۔ ابو محمد صحابی کا قول آ رہا ہے ان الوتر واجب اور امام بخاریؒ کا تہجد اور نوافل سے الگ وتر کا ترجمہ رکھنا بھی اس کے وجوب کی دلیل ہے۔ اور سواری پر سفر میں وتر ادا کرنا بقول ابن عباسؓ وابن عمرؓ کے وتر سفر میں ادا کرنا سنت ہو جاتا ہے۔ شاید اسی بنا پر ہو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ بھی وتر کے واجب ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ اگر وتر واجب نہ ہوتے تو پھر وتر کیلئے کیوں جگاتے

تہجد کے لئے کیوں نہ جگاتے تھے۔

ترجمہ۔ رات کی آخری نماز وتر کو بنا لے

باب لِيَجْعَلَ آخِرَ صَلَوَتِهِ وَتَرًا

ترجمہ۔ رات کے وقت اپنی آخری نماز وتر کو بنا لے

حدیث (۹۳۹) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنِ عَبْدِ اللَّهِ

بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اجْعَلُوا آخِرَ صَلَوَاتِكُمْ
بِاللَّيْلِ وَتَرًا... الحدیث

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حدیث پاک میں اجعلوا آخر صلواتکم باللیل وترا ہے۔ امام بخاریؒ نے اس میں تھوڑا سا تغیر

کر کے اپنا ترجمہ بنا دیا۔ اس حدیث کی وجہ سے اس شخص بن راہویہ کا مذہب یہ ہے کہ وتر بالکل آخر میں ہونے چاہئیں اگر کسی نے اولاً وتر پڑھے

اور پھر رات کو جاگ کر تہجد کی نماز پڑھ لی تو وہ وتر باطل ہو گئے دوبارہ پڑھے۔ امام ابو داؤد نے اس پر رد کرنے کے لئے نقض الوتر کا باب باندھا ہے۔ اور لا وتر ان فی لیلة والی روایت ذکر فرمائی ہے۔ جمہور کے نزدیک اجعلوا کا امر استحباب کے لئے ہے۔ میرے والد صاحب نے حضرت گنگوہیؒ سے نقل فرمایا کہ ایک اور توجیہ فرمائی وہ یہ ہے کہ ہم نے تسلیم کر لیا کہ امر ایجابی ہے مگر یہاں صلوة سے مراد نوافل نہیں ہیں۔ بلکہ فرائض اللیل ہیں۔ اور وہ مغرب و عشاء ہے۔ تو اب مطلب یہ ہو گا کہ وتر عشاء کے بعد پڑھو۔ یعنی وتر کا ابتدائی وقت بیان فرمایا کہ عشاء سے پہلے وتر نہ ہوں گے۔ لہذا امر کا صیغہ وجوب کے لئے ہی رہے گا۔ اور حدیث بالکل صاف ہو جائے گی۔ نیز! یہ حدیث فقہاء کی اس مسئلہ میں دلیل بن گئی کہ اگر کسی وجہ سے عشاء کی نماز دھرائی جائے تو وتر بھی دہرائے جائیں گے۔

باب الْوُتْرِ عَلَى الدَّابَّةِ

ترجمہ۔ جانور پر وتر ادا کرنا

ترجمہ۔ حضرت سعید بن یسارؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے ہمراہ مکہ کے راستہ میں چل رہا تھا سعید فرماتے ہیں جب مجھے صبح ہو جانے کا اندیشہ لاحق ہوا تو میں سواری سے اتر اور وتر پڑھ کر ان سے جا ملا تو حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے میرے سے پوچھا تم کہاں تھے میں نے کہا صبح ہونے کا اندیشہ ہوا تو میں نے اتر کر وتر پڑھ لئے۔ جس پر حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ کیا جناب رسول اللہ ﷺ کی ذات میں تمہارے لئے اچھا نمونہ نہیں ہے۔ میں نے کہا اللہ کی قسم کیوں نہیں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ بے شک جناب رسول اللہ ﷺ اونٹ پر وتر پڑھتے تھے۔

حدیث (۹۴۰) حَدَّثَنَا سَمَاعِلُ بْنُ لَاحِقٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّهُ قَالَ كُنْتُ أَسِيرُ مَعَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ بِطَرِيقِ مَكَّةَ فَقَالَ سَعِيدٌ فَلَمَّا خَشِيتُ الصُّبْحَ نَزَلْتُ فَأَوْتَرْتُ ثُمَّ لَحِقْتُهُ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ أَيْنَ كُنْتَ فَقُلْتُ خَشِيتُ الصُّبْحَ فَنَزَلْتُ فَأَوْتَرْتُ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ الْيَسَّ لَكَ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فَقُلْتُ بَلَى وَاللَّهِ قَالَ فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُوتِرُ عَلَى الْبَعِيرِ

تشریح قطب گنگوہیؒ۔ کان یوتر علی البعیر کہ آنحضرت ﷺ وتر کو اونٹ کی پیٹھ پر پڑھتے تھے۔ علماء احناف کے

زردیک یہ ضرورت پر محمول ہے۔ جیسے فرض نماز کو ہلاکت کے خوف سے خواہ وہ دشمن کی وجہ سے ہو یا کسی درندے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے ہو الدابۃ پر ادا کرنا جائز ہے۔ تو وتر کو بھی اسی حالت ضرر پر محمول کیا جائے گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ وہ باب ہے جس کی وجہ سے حافظ نے امام بخاریؒ کے عدم القول بالوجوب کا تعلق فرمایا ہے۔

کان یوتر علی البعیر یہ اہتمام پر محمول ہے اور ایجاب سے پہلے کا واقعہ ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ان الله امدكم بصلوة وهى الوترية الف ولام عمد كاه۔ اس سے وہی وتر مراد ہے جو پہلے پڑھی جاتی تھی۔ امداد و زیادت کے درجہ میں

نہیں آئی تھی۔ اس باب کے متعلق حافظ فرماتے ہیں کہ یہ احناف کے خلاف ہے۔ ورنہ تمام ابواب احناف کے موافق ہیں۔ ہماری طرف سے اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ یہ باب ہمارے خلاف نہیں۔ بلکہ ہمارے نزدیک بھی ذلہ یعنی پھسلن کی صورت میں داہہ پر وتر جائز ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ وتر کے وجوب سے قبل کا ہے۔ یہ باب ان لوگوں کے لئے مؤید ہے جو وتر کو سنت کہتے ہیں کیونکہ احناف کے یہاں بغیر عذر کے داہہ پر ادا نہیں کیا جاسکتا اور بہت ممکن ہے کہ امام بخاری وتر کو واجب مانتے ہوئے اسے داہہ پر ادا کرنے کے قائل ہوں کیونکہ امام بخاری کے لئے یہ کمزوری نہیں کہ وہ جمیع جزئیات میں احناف کے ساتھ اتفاق کریں۔ اور خود شوافع کے یہاں ایک واجب کو داہہ پر ادا کر سکتے ہیں وہ یہ کہ اگر راکب رکوب کی حالت میں سجدہ تلاوت سے تو وہ داہہ پر سجدہ کر سکتا ہے۔

باب الْوُتْرِ فِي السَّفَرِ

ترجمہ۔ سفر میں وتر ادا کرنا

ترجمہ۔ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم

ﷺ سفر میں اپنی سواری پر نماز پڑھتے تھے جدھر وہ سواری منہ کرتی تھی خوب اشارہ کرتے تھے۔ یہ رات کی نماز میں ہوتا تھا فرانس سواری پر نہیں پڑھتے تھے البتہ وتر سواری پر پڑھتے تھے

حدیث (۹۴۱) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ (البح

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي فِي السَّفَرِ عَلَى رَاحِلِهِ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهِ يَوْمِيْ اِيْمَاءٌ صَلَّى الْوُتْرَ الْاَلْفَرَانِضَ وَيُوتِرُ عَلٰى رَاحِلَتِهِ .. الْحَدِيث

تشریح از شیخ زکریا۔ نماک بن مخلد وغیرہ وتر فی السفر کے قائل نہیں۔ ان پر رد فرما رہے ہیں۔ اور بقیہ ائمہ بالاتفاق

قائل ہیں۔

ترجمہ۔ دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھی جائے یا بعد میں

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالک سے پوچھا گیا کہ کیا جناب نبی اکرم ﷺ صبح کی نماز میں دعاء قنوت پڑھتے تھے انہوں نے فرمایا ہاں پھر پوچھا گیا کہ رکوع سے پہلے فرمایا تمہوڑا سار رکوع کے بعد قنوت کیا۔

باب الْقَنُوتُ قَبْلَ الرَّكُوعِ وَبَعْدَهُ

حدیث (۹۴۲) حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ الْخَمْسِ

اَنَّسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ فِي الصُّبْحِ قَالَ نَعَمْ فَقِيلَ اَوْقَتُ قَبْلَ الرَّكُوعِ قَالَ بَعْدَ الرَّكُوعِ ... الْحَدِيث ...

تشریح از قطب گنگوہی۔ حضرت انس بن مالک سے پوچھا گیا کہ نبی اکرم ﷺ نے صبح کی نماز میں دعائے قنوت پڑھی ہے

آپ نے فرمایا ہاں پھر پوچھا کیا قبل رکوع انہوں نے فرمایا بعد رکوع۔ دراصل قنوت دو ہیں۔ ایک قنوت وتر ہے دوسرا قنوت نازلہ ہے قنوت نازلہ احناف کے نزدیک بعد رکوع ہے جب کوئی مصیبت مسلمانوں پر نازل ہو جائے۔ حضرت انس کی حدیث اسی قنوت نازلہ پر

دلالت کر رہی ہے۔ اسے منسوخ ماننے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ احناف کے نزدیک اب بھی معمول بھا ہے جو آنحضرت ﷺ کا آخر حیات تک معمول رہا اور حضرت انس کی روایت ہے کہ جب ان سے پوچھا گیا کہ قنوت قبل الرکوع ہے تو انہوں نے فرمایا بعد الرکوع اور قنوت وتر قبل الرکوع ہوتا ہے۔ چنانچہ جب ان سے مطلق قنوت کے متعلق سوال ہوا کسی وقت کی قید نہیں تھی تو انہوں نے قبل الرکوع فرمایا وہ قنوت وتر ہے۔ جو سارا سال معمول بہ رہتا ہے۔

ترجمہ۔ عامم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک سے قنوت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ بے شک قنوت ہے۔ میں نے کہا رکوع سے پہلے یا بعد۔ فرمایا رکوع سے پہلے۔ عامم نے کہا کہ مجھے فلاں شخص نے آپ کی طرف سے خبر دی کہ آپ رکوع کے بعد فرماتے ہیں فرمایا اس نے جھوٹ کہا اسلئے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے مینہ مہر بعد الرکوع قنوت کیا وہ بھی میں سمجھتا ہوں کہ قراء کی ایک جماعت جو قریباً ۷۰ کے قریب تھے۔ ہجرت کے مشرکین کی ایک قوم کی طرف ان کو بھیجا تھا یہ وہ لوگ نہیں تھے جن پر بدعا کی۔ بہر حال اس قوم اور جناب رسول اللہ ﷺ کے درمیان

حدیث (۹۴۳) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ رَا لَخِ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ الْقَنُوتِ فَقَالَ قَدْ كَانَ الْقَنُوتُ قُلْتُ قَبْلَ الرُّكُوعِ أَوْ بَعْدَهُ قَالَ قَبْلَهُ قَالَ فَإِنَّ فَلَانًا أَخْبَرَنِي عَنْكَ إِنَّكَ قُلْتَ بَعْدَ الرُّكُوعِ فَقَالَ كَذَبَ إِنَّمَا قُنْتُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَعْدَ الرُّكُوعِ شَهْرًا أَرَاهُ كَانَ بَعَثَ قَوْمًا يَقَالُ لَهُمُ الْقُرَاءُ زُهَاءُ سُبُعِينَ رَجُلًا إِلَى قَوْمٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ دُونَ أَوْلِيكَ وَكَانَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَهْدٌ كَفُنْتُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ شَهْرًا يُدْعُوا عَلَيْهِمْ... الحديث....

معاہدہ تھا جس کو انہوں نے توڑ کر قراء کو قتل کر دیا تو مینہ مہر قنوت میں ان پر بدعا کرتے رہے۔

تشریح از شیخ گنگوہی۔ جب مسائل نے حضرت انس سے قنوت مطلق کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے قبل الرکوع

فرمایا جب اس نے کہا کہ لوگ تو کہتے ہیں کہ آپ نے قنوت بعد الرکوع فرمایا۔ فرمایا کذب۔ پھر قنوت نازلہ کے بارے میں فرمایا کہ وہ جو ایک ماہ تک پڑھی گئی۔ اور کذب کا مطلب ہے کہ جان بوجہ کر میرے مقصد سے پھیرا جا رہا ہے۔ یا یہ کہ مسائل نے ان کے کلام سے یہی سمجھا تھا۔ یہ نہیں کہ اس نے جان بوجہ کر جھوٹ بولا۔ تو کذب کا اطلاق مشکلاۃ صوریہ کے طور پر ہوگا۔ حقیقی معنی میں نہیں ہوگا۔ کہ جو بات اس کے نزدیک ٹھیک تھی اس کو خلاف مراد نقل کیا گیا۔ اگرچہ اس نقل اور تعبیر میں عدم فہم اور ان کے معنی میں تمدنہ کرنے کو دخل ہے۔ تو حضرت انس کی تشریح سے معلوم ہوا قنوت فحجہ جو کسی عارض کی وجہ سے ہوئی تھی وہ بعد الرکوع تھی۔ اور جو قنوت داعی ہوئی تھی وہ قنوت وتر ہے جو قبل از رکوع ہوتی تھی۔

دون اولئك صفحہ ۱۸/۱۳۶ یعنی قرآن کو قتل کرنے والے وہ لوگ نہیں جن کی طرف ان کو بھیجا گیا۔ کیونکہ وہ تو معاہدہ تھے۔

بلکہ ان کے علاوہ دوسرے مشرکوں نے جن سے نہ معاہدہ تھا نہ ہی قرآن کی جماعت ان کی طرف بھیجی گئی تھی ان لوگوں نے ان کو قتل کیا تھا وہ رعل اور ذکوان قبیلہ کے لوگ تھے۔ جن کے خلاف آپ نے قنوت نازلہ پڑھی۔

حدیث (۹۴۴) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ النَّخَعِيُّ عَنِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ قُنْتُ النَّبِيَّ ﷺ شَهْرًا يَدْعُوا عَلِيَّ رِعْلٍ وَذُكْوَانَ... الحديث....

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے مہینہ بھر دعائے قنوت نازلہ میں رعل اور ذکوان پر بددعا کرتے رہے۔

حدیث (۹۴۴) حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ عَنِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ الْقَنُوتُ فِي الْمَغْرِبِ وَالْفَجْرِ... الحديث

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ دعائے قنوت نازلہ فجر کی نماز میں پڑھی جاتی تھی۔ بلکہ ظہر عصر اور عشاء میں بھی پڑھی جاتی تھی کچھ مدت کے بعد آپ نے بددعا کرنا چھوڑ دیا۔ تمام نمازوں میں قنوت نازلہ منسوخ ہو گئی۔ البتہ اصل قنوت نازلہ باقی ہے۔ جب بھی کبھی مسلمان کسی مصیبت میں گرفتار ہوں تو امام قنوت نازلہ پڑھ سکتا ہے وہ بھی صرف فجر کی نماز میں۔ امام شافعی کے نزدیک سب نمازوں میں۔ اور امام مالک کے نزدیک کسی نماز میں بھی قنوت نازلہ نہیں ہے۔

تشریح از قطب گنگوہی۔ كان القنوت في المغرب والفجر صفحہ ۲۰/۱۳۶ حضرت انس فرماتے ہیں کہ قنوت

نازلہ فجر اور مغرب کی نماز میں پڑھی جاتی تھی۔ بلکہ ظہر عصر اور عشاء میں بھی پڑھی جاتی تھی کچھ مدت کے بعد آپ نے بددعا کرنا چھوڑ دیا۔ تمام نمازوں میں قنوت نازلہ منسوخ ہو گئی۔ البتہ اصل قنوت نازلہ باقی ہے۔ جب بھی کبھی مسلمان کسی مصیبت میں گرفتار ہوں تو امام قنوت نازلہ پڑھ سکتا ہے وہ بھی صرف فجر کی نماز میں۔ امام شافعی کے نزدیک سب نمازوں میں۔ اور امام مالک کے نزدیک کسی نماز میں بھی قنوت نازلہ نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ امام بخاری نے قنوت کو ابواب الوتر میں ذکر فرمایا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری

قنوت فی الوتر کے قائل ہیں۔ جیسا کہ حنفیہ و حنبلیہ فرماتے ہیں نہ کہ قنوت فی الفجر کے۔ جیسا کہ شافعیہ اور مالکیہ کی رائے ہے۔ یہ اختلاف قنوت مستقل کا ہے۔ یعنی فیما بین الائمہ اس میں اختلاف ہے کہ قنوت وتر مستقل ہیں یا قنوت فجر احناف اور حنبلیہ تو قنوت وتر کے مستقل ہونے کے قائل ہیں مالکیہ اور شافعیہ قنوت فجر کے اور وتر میں مالکیہ کے قول کے موافق قنوت ہے ہی نہیں ہاں ان کے یہاں کی دوسری روایت اور شافعیہ کا مذہب یہ ہے کہ نصف آخر رمضان میں قنوت ہے تو اب جبکہ صرف وتر میں نصف ماہ قنوت ہے اور فجر میں پورے سال اور پھر امام بخاری نے قنوت کو ابواب الوتر میں ذکر فرمایا تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ قنوت وتر کے قائل ہیں البتہ ایک خاشیہ کا نسخہ گذرا ہے مگر میں نے وہاں تنبیہ کر دی کہ سوائے ایک روایت کے اور روایات اس کی مساعدت نہیں کرتیں تو اب یہاں دو اختلاف ہو گئے۔ ایک یہ کہ وتر میں قنوت ہے یا نہیں۔ احناف اور حنبلیہ کے نزدیک پورے سال ہے اور مالکیہ کے مشہور قول میں نہیں ہے۔ اور مالکیہ کا دوسرا قول اور شافعیہ کا مذہب یہ ہے کہ نصف آخر رمضان میں ہے۔ اور دوسرا اختلاف یہ ہے کہ فجر میں قنوت ہے یا نہیں۔ مالکیہ اور شافعیہ فرماتے ہیں کہ پورے سال ہے۔ اور حنفیہ اور حنبلیہ فرماتے ہیں کہ فجر میں قنوت نہیں۔ البتہ اگر کوئی آفت اور مصیبت آجائے تو قنوت نازلہ پڑھی جائے گی۔

اور تیسرا اختلاف یہ ہے کہ قنوت قبل الرکوع چاہے فجر کا قنوت ہو یا وتر کا۔ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک وتر و فجر سب میں قنوت بعد الرکوع ہے۔ اور مالکیہ کے نزدیک سب قبل الرکوع ہیں۔ اور حنفیہ کے نزدیک وتر کا قبل الرکوع ہے اور نازلہ کا بعد الرکوع اب بعض روایات میں جو قنوت قبل الرکوع ہے اور بعض میں قنوت بعد الرکوع ہے۔ یہ حنفیہ کے خلاف نہیں اور نہ ہی ہمیں کسی تاویل یا جواب دینے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ جہاں قبل الرکوع آتا ہے وہ وتر پر محمول ہے۔ اور جہاں بعد الرکوع آتا ہے وہ نازلہ پر محمول ہے۔ امام بخاری نے اس باب کو وتر میں ذکر فرمایا کہ یہ اشارہ فرمایا کہ مستقل قنوت وتر میں ہے۔ اور قبل الرکوع اور بعد الرکوع سے اشارہ فرمایا کہ اگر وتر میں ہو تو قبل الرکوع اگر نازلہ میں ہو تو بعد الرکوع۔

اور چوتھا اختلاف الفاظ قنوت میں ہے۔ حنفیہ کے یہاں سورۃ الحمد والخلع افضل ہے اور شافعیہ کے یہاں اللھم اھدنی من ھدیت قنت النبی ﷺ فی الصبح حضرت انسؓ کی روایت اس مدعا میں بالکل واضح ہے کہ قنوت فجر مستقل نہیں اور اسی طرح اس مدعا کو بھی روایت انسؓ واضح کرتی ہے کہ قنوت فی النوازل بعد الرکوع ہوتا ہے۔ اور قنوت بعد الرکوع مستقل نہیں ہے۔ بلکہ وہ ایک ماہ صبح کی نماز میں حادثہ اور نازلہ کی بنا پر تھا۔ اور جو لوگ اس روایت میں گڑبڑ مٹاتے ہیں یہ صحیح نہیں ہے۔ اسلئے کہ جب حضرت انسؓ سے مطلقاً قنوت کے متعلق سوال ہے اور روایت میں کسی قسم کی قید نہیں ہے۔ تو اس سے مراد قنوت دائمی ہوگا۔ اور وہ وتر ہی کا ہے۔ اور قبل الرکوع ہے اسلئے کہ حضرت انسؓ نے ان لوگوں کی تکذیب کی جنہوں نے ان سے یہ نقل کیا کہ وہ فرماتے ہیں کہ قنوت بعد الرکوع ہے بلکہ یہ فرمایا کہ انما قنت رسول اللہ ﷺ بعد الرکوع شہراً اور پہلی روایت سے معلوم ہو چکا ہے کہ صبح کی نماز میں ایک ماہ بعد الرکوع تھا۔ معلوم ہوا کہ یہاں اور کسی قنوت کے متعلق سوال ہے اور وہ سوائے وتر کے اور کوئی ہے ہی نہیں۔ اراہ کان بعث لوماً یہ سر یہ حضور اکرم ﷺ نے ایک قوم کی درخواست پر ۴۳ھ میں بھیجا تھا۔ یہ ستر ۷۰ قراء پر مشتمل تھا۔ اور ان کو دھوکہ سے نقل کر دیا گیا حضور اکرم ﷺ نے ان کے لئے بد دعا کی اور ایک ماہ تک فجر کی نماز میں بعد الرکوع قنوت نازلہ پڑھی اور یہی سب سے پہلا واقعہ ہے جبکہ قنوت نازلہ پڑھا گیا۔ کان القنوت فی المغرب والفجر قنوت نازلہ ہمارے یہاں صرف فجر میں جائز ہے۔ اور کسی نماز میں نہیں اور یہی اور ائمہ کا مذہب ہے۔ مگر شواہح فرماتے ہیں کہ شدت نوازل کے وقت پانچوں نمازوں میں پڑھنا جائز ہے اور بعض روایات میں جبر یہ نمازوں میں قنوت نازلہ کا ذکر ہے اس وجہ سے درختار میں صلوة جہریہ میں لکھ دیا۔ مگر سب منسوخ ہے صرف فجر کی نماز میں ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

أَبْوَابُ الْإِسْتِسْقَاءِ

باب الْإِسْتِسْقَاءِ وَخُرُوجِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْإِسْتِسْقَاءِ

ترجمہ۔ پانی طلب کرنا۔ جناب نبی اکرم ﷺ کا
بارش طلب کرنے کے لئے باہر نکلنا۔

حدیث (۹۴۵) حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ عَنْ عَمِّهِ
قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ يُسْتِسْقِي وَحَوْلَ رِدَاءِهِ
الحدیث ...

ترجمہ۔ حضرت عباد بن تیمیمؓ اپنے چچا سے روایت
کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ بارش طلب کرنے کے لئے
باہر تشریف لے گئے اور اپنی چادر کو بدلا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ استسقاء کے متعلق اوجز میں سات ابحاث لکھ دی ہیں۔ ان میں سے جو بخاری میں آتی رہیں گی
ان کو بیان کرتا رہوں گا۔ منجملہ ان ابحاث کے یہ بھی ہے کہ صلوٰۃ الاستسقاء مسنون بھی ہے یا نہیں۔ امام صاحبؒ کا مذہب جو میرے
زریک دلائل کے اعتبار سے قوی ہے۔ گو ہمارے یہاں فتویٰ اس پر نہیں ہے۔ بلکہ صاحبینؒ کے قول پر ہے۔ وہ یہ ہے کہ استسقاء میں
کوئی نماز مسنون نہیں بلکہ اس کی حقیقت دعا ہے۔ اور صاحبین اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک استسقاء میں صلوٰۃ مسنونہ ہے۔ اب میں نے جو
یہ کہا کہ امام صاحبؒ کا مذہب دلائل کے اعتبار سے قوی معلوم ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت امام صاحبؒ کی نظر اول قرآن پر
ہوتی ہے اور قرآن پاک میں ہے استغفروا ربکم انه کان غفاراً یُرسل السماء علیکم مدراراً تو ارسال ما کو استغفار پر مرتب فرمایا
اور پھر روایات میں بخیرت جناب نبی اکرم ﷺ سے استسقاء ثابت ہے۔ جب کوئی آتا اور قلت مطور کی شکایت کرتا تو آپؐ دعا فرماتے اور
بارش ہو جاتی اور نماز کے ساتھ استسقاء صرف رمضان ۶ھ میں ثابت ہے۔ تو اب ساری روایات کو اصل قرار دیا جائے اور کہا جائے کہ
اصل یہ ہے کہ استسقاء میں صلوٰۃ مسنونہ نہیں ہے یا اس واقعہ کو اصل قرار دیا جائے۔ لہذا امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اذا حذبه امر بادر
الی الصلوٰۃ ترجمہ جب آپؐ کو کوئی مشکل معاملہ پیش آجاتا تو نماز کی طرف جلدی کرتے تھے کے قبیلہ سے ہے۔ جیسا کہ سنن کی

روایات میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد مدینہ میں ایک بار اندھیرا اچھا گیا۔ حضرت انسؓ سے کسی نے پوچھا کہ تم ایسے وقت میں حضور ﷺ کے زمانے میں کیا کرتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ کے زمانے میں ذرا ہوا چلتی تھی سارے مسجد میں چلے جاتے تھے کہ قیامت آئی۔ اس طور پر یہاں بھی حضور ﷺ نے نماز پڑھی۔ مزید برآں یہ کہ حضور اقدس ﷺ کے غزوہ تبوک سے واپسی پر ۹ھ میں استسقاء ثابت ہے مگر اس میں حضور اقدس ﷺ نے نماز نہیں پڑھی اور جیسا کہ قاعدہ ہے یوحنا بالآخر تو پھر سرے سے نماز ہی نہ ہونی چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے کہا کہ دلائل کے اعتبار سے امام صاحبؒ کا مذہب قوی ہے۔ اور امام محمدؒ سے تو منقول ہے کہ صلوٰۃ الاستسقاء میں صرف ایک روایت ہے۔ غالباً ان کا مطلب یہ ہے کہ ایک روایت سے ثابت ہے یا ان کو ایک ہی روایت پہنچی۔

ترجمہ۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا بد دعا کرنا کہ اللہ ان کو یوسف علیہ السلام کے سالوں کی طرح قحط سالی کی سال بنا دے۔

باب دُعَاءِ النَّبِيِّ ﷺ اجْعَلْهَا سِنِينَ كِسْفِ يُونُسَ

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ جب آخری رکعت سے اپنا سر اٹھاتے تھے تو فرماتے اے اللہ عیاش بن ابی ریبعہ۔ سلمہ بن ہشام۔ الولید بن الولید کو نجات دے اور کمزور سمجھے جانے والے مومنوں کو بھی نجات دے اور اے اللہ قبیلہ مضر پر اپنی گرفت سخت کر دے۔ اور وہ گرفت قحط سالی کی صورت میں ہو جیسے یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں کئی سالوں تک قحط سالی رہی۔ اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قبیلہ غفار کو اللہ تعالیٰ نے بخش دیا۔ اور قبیلہ اسلم اللہ تعالیٰ نے اسے سالم رکھا۔ یہ لکن الزناد اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ یہ سب صبح کی نماز میں تھا۔

حدیث (۹۴۶) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ (البح) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ يَقُولُ اللَّهُمَّ أَنْجِ عِيَّاشَ بْنِ أَبِي رَبِيعَةَ اللَّهُمَّ أَنْجِ سَلْمَةَ بْنَ هِشَامٍ اللَّهُمَّ أَنْجِ الْوَلِيدَ بْنَ الْوَلِيدِ اللَّهُمَّ أَنْجِ الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اللَّهُمَّ أَشِدِّدْ وَطْأَتَكَ عَلَيَّ مُضَرَ اللَّهُمَّ اجْعَلْهَا سِنِينَ كِسْفِ يُونُسَ وَأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ غَفَّارُ غَفَّرَ اللَّهُ لَهَا وَأَسْلَمَ سَأَلَهَا اللَّهُ قَالَ ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ أَبِيهِ هَذَا كُلُّهُ فِي الصُّبْحِ... الحديث...

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ امام بخاریؒ نے دو قصوں کو اس لئے جمع کر دیا کہ ان کے استاذ نے ان دونوں کو اکتھای ذکر کیا تھا

ورنہ امام بخاریؒ کی شان اس سے ارفع ہے کہ یہ مسئلہ ان پر مخفی رہا ہو۔ کیونکہ قحط سالی کی دعا آپؐ نے مکہ والوں کے لئے مکہ میں مانگی تھی اور مسلمانوں کے لئے آپؐ کی دعا مدینہ منورہ تھی۔

ترجمہ۔ حضرت مسروقؓ سے مروی ہے کہ حضرت

حدیث (۹۴۷) حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ (البح)

عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس تھے کہ انہوں نے فرمایا جناب نبی اکرم ﷺ جب لوگوں سے پیٹھ پھیرنا پیچھے بٹنا دیکھا کہ قریش اسلام سے پیٹھ پھیر رہے ہیں۔ تو فرمایا اے اللہ کہ ان کے سات سال ایسے کر دیں جیسے یوسف علیہ السلام کے قحط سالی کے سات سال تھے۔ چنانچہ قریش کو قحط نے آپکڑا کہ ہر شے اس نے کاٹ کے رکھ دی یہاں تک کہ وہ لوگ چمڑے مردہ جانور اور مردار چیزیں کھانے لگے۔ اور ان میں سے کوئی ایک جب آسمان کی طرف نگاہ اٹھاتا تو بھوک کی وجہ سے اسے دھواں دکھائی دیتا تو یوسفیان حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو اکتنے لگا کہ اے محمد ﷺ آپ تو اللہ کی فرمانبرداری اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔ قحط کی وجہ سے آپ کی قوم برباد ہو چکی پس اللہ تعالیٰ سے ان کیلئے دعا کیجئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فارتقب الخ آپ انتظار کریں

عَنْ مَسْرُوقٍ كُنَّا عِنْدَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ فَقَالَ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمَّا رَأَى مِنَ النَّاسِ إِذْبَارًا فَقَالَ اللَّهُمَّ سَبْعًا كَسَبَ يُوْسُفُ فَأَخَذَتْهُمْ سَنَةٌ حَصَّتْ كُلُّ بَيْتِي حَتَّى أَكَلُوا الْجُلُودَ وَالْمَيْتَةَ وَالْجِيفَ وَيَنْظُرُونَ أَحَدُهُمْ إِلَى السَّمَاءِ فَيَرَى الدُّخَانَ مِنَ الْجُوعِ فَأَتَاهُ أَبُو سَفْيَانَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّكَ تَأْمُرُ بِطَاعَةِ اللَّهِ وَبِصَلَةِ الرَّحِمِ وَإِنَّ قَوْمَكَ قَدْ هَلَكَوْا فَأَدْعُ اللَّهَ لَهُمْ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُبِينٍ إِلَى قَوْمِهِ أَنْكُمْ عَانِدُونَ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَى فَاَلْبَطْشَةَ يَوْمَ بَدْرٍ فَقَدِمَتْ الدُّخَانَ وَالْبَطْشَةَ وَاللِّزَامُ وَآيَةُ الرُّؤْمِ... الحديث...

اس دن تک جبکہ آسمان ایک واضح دھواں لائے گا جس دن کہ ہم ان کو سخت پکڑیں گے۔ تو وہ بطشہ پکڑ تو بدر کی لڑائی میں ہوئی دخان بطشہ اور لزام یعنی قتل اور قید یہ بدر میں گذر چکے اور آیت الروم واقع ہو کر رہی۔

تشریح از شیخ زکریا۔ حضور اکرم ﷺ نے بد دعا فرمائی جو قبول ہو گئی۔ مگر سات سال پورے نہیں ہوئے۔ بلکہ جب قحط

شروع ہو گیا تو یوسفیان آیا اور آپ سے منت سماجت کی۔ حضور اکرم ﷺ نے بد دعا فرمائی اور قحط دور ہو گیا۔ یہاں پر دو اشکال ہیں۔ ایک ترجمہ الباب پر اور دوسرا حدیث پر۔ باب پر اشکال یہ ہے کہ ذکر ابو اب الاستسقاء کا ہے اور استسقاء میں دعا ہوتی ہے نہ کہ بد دعا۔ تو امام بخاری نے بد دعا کا باب کیوں باندھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری کے اصول میں استدلال بالضد ہے۔ بضدھا تبیین الاشیاء ضد سے چیزیں واضح ہو جاتی ہیں۔ یہ باب بھی اسی قبیل سے ہے۔ اس طور پر کہ جب بد دعا کی جاسکتی ہے حالانکہ بظاہر کچھ رحمت کی شان کے خلاف ہے تو دعا بدرجہ اولیٰ ہو سکتی ہے۔ اور بعض شراح فرماتے ہیں کہ حضرت امام بخاری نے تنبیہ فرمادی کہ دیکھو جہاں قحط پڑا ہو تو فوراً باہر نکل کر دعا مانگنے لگے بلکہ مقہوطین کے حال کا جائزہ لے لے اگر فسق و فجور میں مبتلا ہوں تو جائے دعا کے بد دعا کرے چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے بد دعا کی ہے۔

اللَّهُمَّ أَنْجِ سَلْمَةَ بْنِ هِشَامٍ فِي هَذِهِ السَّنَةِ مِمَّا نَزَلَتْ بِهِ السَّمَاءُ مِنَ الْبَطْشَةِ وَاللِّزَامِ... الحديث...

اللَّهُمَّ أَنْجِ سَلْمَةَ بْنِ هِشَامٍ مِمَّا نَزَلَتْ بِهِ السَّمَاءُ مِنَ الْبَطْشَةِ وَاللِّزَامِ... الحديث...

وہ یہ کہ شرح اور مشائخ ” فرماتے ہیں کہ یہ دو واقعے ہیں۔ امام بخاریؒ نے دونوں کو یکجا کر دیا۔ انج سلمہ بن ہشام یہ ہجرت کے بعد کا واقعہ ہے اور میری تحقیق کے مطابق ۲ھ کا ہے۔ اور اللہم اجعلہا سنین الخ یہ ہجرت سے پہلے کا واقعہ ہے۔ امام بخاریؒ نے قبل الہجرت اور بعد الہجرت کو یکجا کر دیا لامع الدراری میں اس اشکال کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ حضرت امام بخاریؒ نے اپنے استاد سے اسی طرح سنا تھا اس لئے یک جا جمع کر دیا۔ ورنہ امام بخاریؒ کی شان سے بعید ہے کہ ان کو خبر نہ ہو کہ دونوں دو واقعے ہیں یا ایک واقعہ۔ اور میری رائے یہ ہے کہ یہ کئی قصے الگ الگ ہیں۔ ایک مکہ کا ہجرت سے قبل کا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اللہم اجعلہا سنین یہ آپ نے کفار مکہ پر بد عاکی تھی جبکہ ابو جہل وغیرہ بیٹھے تھے اور حضور اقدس ﷺ تشریف لائے۔ اور بیت اللہ کے پاس نماز پڑھنے لگے تو شقی القوم عبداللہ بن ابی معیط نے اونٹ کی اوجھری گندگی سمیت حضور اقدس ﷺ کی پشت مبارک پر رکھ دی۔ یہ حضرت ابن مسعودؓ کی روایت میں ہے۔ دوسرا واقعہ وہ ہے جو حضرت انسؓ کی روایت میں ہے۔ اور حضرت انسؓ اور حضرت ابن مسعودؓ کی روایات میں دونوں الگ الگ قصے ہیں۔ ایک قصہ نہیں ہے اور شرح و مشائخ نے دونوں کو اشتراك فی الالفاظ اور دعا کی وجہ سے ایک سمجھ لیا۔ حالانکہ اشتراك فی اللفظ۔ اشتراك فی القصد کو مقتضی نہیں ہے۔ بلکہ میری رائے یہ ہے کہ حضرت انسؓ کی روایت میں خاص قبیلہ مضر کے متعلق ہے۔ چنانچہ بعض روایات میں اهل المشرق یومئذ من مضر مخالفون لہ آیا ہے۔ اور اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے۔ جس میں وفد عبد القیس کے آنے کا ذکر ہے۔ اور اس میں یہ بھی ہے کہ انہوں نے کہا ان هذا الحي من كفار مضر بيننا وبينك الخ اور یہ وفد ۸ھ میں آیا ہے تو اگر دونوں قصے ایک ہوں تو مکہ کا واقعہ ہو تو کفار مضر کے حامل ہونے کا کیا معنی؟ بلکہ حضرت انسؓ کی روایت ۲ھ کی ہے۔ شرح فرماتے ہیں کہ مضر قریش کا قبیلہ ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خواص کے لئے بد دعا کرنے سے عام کے لئے بد دعا کرنا لازم نہیں آتا۔ اور تیسرا واقعہ ۶ھ کا ہے۔ جس میں صلوٰۃ الاستسقاء پڑھی گئی۔ اور چوتھا خطبہ جمعہ میں دعاء استسقاء کا واقعہ ہے وہ ۹ھ کا ہے جو غزوہ تبوک سے واپسی پر پیش آیا۔ شرح نے پہلے دونوں کو جوڑا پھر امام بخاریؒ پر اشکال کر دیا۔

فقد مضت الدخان الخ۔ یہ چار چیزیں ایسی ہیں کہ جن کے متعلق حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرما رہے ہیں کہ یہ گذر گئیں۔ ان میں آية الروم الم غلبت الروم الخ تو متفق علیہ ہے کہ گذر چکی۔ باقی تین میں جمہور مفسرین اور حضرت ابن مسعودؓ کا اختلاف ہے۔ دخان سے مراد حقیقی دھواں نہیں بلکہ وہ ہے جو قحط کے زمانے میں قریش کو بھوک کی وجہ سے محسوس ہوتا تھا۔ اور جمہور مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ علامات قیامت میں سے ہے کہ قیامت کے قریب ایک دھواں آئے گا جو منہ سے داخل ہو کر ناک سے نکلے گا۔ اسی طرح حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ یوم نبطش البطشة الكبرى میں جو بطشہ ہے اس سے مراد بدر کے روز قتل اور قید کفار ہے اور وہ بھی گذر گیا جمہور کے نزدیک یہ قیامت میں ہو گا۔ اور فسوف یکون لزاما ہے اس سے مراد قید کفار ہے وہ بھی گذر چکی اور جمہور کے نزدیک اس سے مراد کفار کو جہنم میں پکڑ کر ڈالنا ہے۔

باب سُئُولِ النَّاسِ الْإِمَامَ الْإِسْتِسْقَاءَ إِذَا قَحَطُوا۔

ترجمہ۔ جب لوگ قحط زدہ ہو جائیں تو امام سے
بارش طلب کرنے کا سوال کریں۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ابو طالب کے اس شعر کو
پڑھا کرتے تھے۔ وہ سفید رنگ کے ہیں جن کے چہرہ انور کی
بدولت بارش طلب کی جاتی ہے۔ جو تیبیوں کا پلا دماویٰ ہیں اور
غریب بیوگان کی حفاظت گاہ ہیں۔ نیز اس سند سے حضرت ابن
عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں شاعر کا قول ذکر کرتا تھا۔ اور ادھر جناب
نبی اکرم ﷺ کے چہرہ انور کو دیکھتا تھا جس کے واسطے سے بارش
طلب کی جاتی تھی۔ پس ابھی نیچے نہیں اترتے تھے کہ ہر پرنا لہ
پانی سے جوش مارتا تھا۔ و ابیض الخ یہ ابو طالب کا قول ہے۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضرت
عمر بن الخطابؓ جب ان پر بارش نہیں ہوتی تھی تو حضرت عباس
بن عبدالمطلبؓ کے وسیلہ سے بارش طلب کرتے تھے۔ فرماتے
تھے اے اللہ! ہم اپنے نبی کا واسطہ دے کر آپ سے بارش طلب
کرتے تھے تو آپ ہمیں سیراب کرتے تھے۔ اب ہم اپنے نبی کے
چچا کا واسطہ دے کر آپ سے بارش مانگتے ہیں۔ پس ہمیں سیراب
کردے۔ چنانچہ ان پر بارش ہو جاتی تھی۔

حدیث (۹۴۸) حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ (الخ) سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَتَمَثَلُ بِشِعْرِ أَبِي طَالِبٍ وَأَبِيضُ يُسْتَسْقَى الْعُمَامُ بِوَجْهِهِ ثِمَالُ الْيَمَى عَصْمَةَ لِلْأَرَامِلِ وَقَالَ عُمَرُ بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنَا سَالِمٌ عَنْ أَبِيهِ وَرَبَّمَا ذَكَرْتُ قَوْلَ الشَّاعِرِ وَأَنَا نَظَرْتُ إِلَى وَجْهِ النَّبِيِّ ﷺ يُسْتَسْقَى فَمَا يَنْزِلُ حَتَّى يَجِيئَ كُلَّ مِيزَابٍ وَأَبِيضُ يُسْتَسْقَى الْعُمَامُ بِوَجْهِهِ ثِمَالُ الْيَمَى عَصْمَةَ لِلْأَرَامِلِ وَهُوَ قَوْلُ أَبِي طَالِبٍ.. الحديث

حدیث (۹۴۹) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الخ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ إِذَا قَحَطُوا اسْتَسْقَى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ اللَّهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِبَنِيْنَا ﷺ فَتَسْقِينَا وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِينَا فَاسْقِنَا قَالَ فَيُسْقُونَ... الحديث.....

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یعنی ادب یہ ہے کہ اگر قحط آجائے تو لوگ امام یعنی امیر سے درخواست کریں تاکہ وہ استسقاء کا انتظام کر دے۔ اور لوگوں کو چاہیے کہ وہ امام کے ساتھ ہو کر دعا کریں۔ استسقی بالعباس بعض لوگوں نے جو توسل بالمیت کے قائل نہیں اس سے استدلال کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضور اقدس ﷺ کا وسیلہ نہیں لیا۔ بلکہ حضرت عباسؓ کا وسیلہ اختیار کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ توسل نہ کرنا حرمت کی دلیل نہیں ہے۔ حضرت عباسؓ سے جو توسل کیا گیا وہ ان کے بوڑھے ہونے کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ

حضور اکرم ﷺ کے بچا ہونے کی وجہ سے تھا۔ عم نبینا فرمایا گیا ہے پھر بھی واسطہ حضور کا ہوا۔ وایبض يستسقى الغمام الخ یہ ابو طالب کے ایک طویل قصیدہ کا شعر ہے جس میں ستر اشعار ہیں۔ اس میں سے بعض حافظ ابن حجر نے نقل کئے ہیں اور بعض میں نے لامع کے حاشیہ میں نقل کئے ہیں۔ اشکال یہ ہے کہ واقعات استسقاء تو ابو طالب کی وفات کے بعد پیش آئے پھر انہیں کیسے معلوم ہو گیا کہ آپ کے ذریعہ سے بارش طلب کی جاتی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ بحیور اراہب کے ذریعہ سے انہیں معلوم ہو گیا تھا اس کا ذکر انہوں نے اپنے شعر میں کر دیا۔ اور میری رائے ہے کہ مؤرخین نے دو واقعات نقل کئے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ حجن میں آپ کے ذریعہ استسقاء کا واقعہ پیش آچکا ہے ایک واقعہ سہیل نے نقل کیا ہے کہ عبدالمطلب کے زمانے میں قحط سالی ہوئی تو انہوں نے استسقاء کیا اس وقت حضور اقدس ﷺ نو عمر تھے اور عبدالمطلب کے ساتھ تھے اور آپ کی برکات ظاہر ہوئیں اور دوسرا واقعہ ابن عساکر نے نقل کیا ہے کہ ابو طالب کے زمانہ میں قحط سالی ہوئی۔ لوگوں نے ابو طالب سے آکر استسقاء کی درخواست کی۔ ابو طالب حضور اقدس ﷺ کو ساتھ لے کر گئے اور آپ کی برکت سے بارش ہوئی۔ آپ نے کعبہ کے پاس کھڑے ہو کر بارش کی دعا فرمائی۔ ابو طالب نے اپنے اشعار میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

باب تَحْوِيلِ الرِّدَاءِ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ

ترجمہ۔ بارش طلب کرنے میں چادر کو تبدیل کرنا
 ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن زید سے مروی ہے کہ
 جناب نبی اکرم ﷺ نے بارش کے لئے دعا مانگی اور تقول کیلئے
 اپنی چادر کو الٹ پلٹ کیا۔

حدیث (۹۵۰) حَدَّثَنِي اسْحَاقُ (الخ) عَنْ
 عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اسْتَسْقَى فَقَلَبَ
 رِدَاءَهُ .. الْحَدِيثُ ...

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن زید سے مروی ہے کہ جناب
 نبی اکرم ﷺ عید گاہ کی طرف تشریف لائے پس بارش کیلئے دعا
 مانگی قبلہ کی طرف منہ کیا اور اپنی چادر کو نیک فالی کیلئے الٹ پلٹ
 کیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ ابن قتیبہ
 نے کہا عبداللہ بن زید اذان والے ہیں لیکن یہ وہم ہے اسلئے کہ
 یہ تو عبداللہ بن زید بن عاصم مازنی ہیں اور مازن انصار کا قبیلہ ہے۔

حدیث (۹۵۱) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ (الخ)
 عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ إِلَى الْمُصَلَّى
 فَاسْتَسْقَى فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَقَلَبَ رِدَاءَهُ وَصَلَّى
 رَكَعَتَيْنِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ كَانَ ابْنُ عِيْنَةَ يَقُولُ هُوَ
 صَاحِبُ الْأَذَانِ وَلَكِنَّهُ وَهُوَ فِيهِ لِأَنَّ هَذَا عَبْدُ اللَّهِ
 بْنُ زَيْدٍ بْنُ عَاصِمِ الْمَازِنِيِّ مَازِنُ الْأَنْصَارِ . الْحَدِيثُ

تشریح از شیخ زکریا۔ جو لوگ سنیت صلوٰۃ کے قائل ہیں وہ تحویل رداء کے بھی قائل ہیں مگر اس کے محل میں اختلاف ہے کہ پہلے خطبہ میں یا دونوں کے درمیان یا دونوں کے ختم کے بعد چونکہ امام صاحب سنیت صلوٰۃ کے قائل نہیں اسی طرح تحویل رداء کے بھی

قائل نہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے نیک فالی کے لئے ایسا کیا تھا۔ ہم تو حضور اقدس ﷺ کے مقابل میں کیا چیز ہیں۔ صاحب الاذان یعنی ابن عیینہ فرماتے تھے کہ یہ روایت عبد اللہ بن زید بن عبد ربہ صاحب اذان کی ہے۔ مگر یہ وہم ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ یہ عبد اللہ بن زید بن عاصم کی روایت ہے۔ اور صاحب اذان عبد اللہ بن زید بن عبد ربہ کی روایت صحاح ستہ میں صرف ایک ہی ہے جو اذان کی ہے۔ شرح غیر صحاح میں ایک آدھ روایت اور بتلا ہے ہیں۔ حضور اقدس ﷺ سے چونکہ صرف ایک مرتبہ نماز ثابت ہے۔ لہذا اب روایات میں تحویل ردا کی کیفیت میں جو اختلاف منقول ہے اس کے اندر جمع کی ضرورت ہے۔ بعض نے یہ کیفیت نقل کی کہ یمنی کویسری پر اور یسری کو یمنی پر کرے اور بعض نے یہ کیفیت بیان کی کہ تغلیب کرے۔ میرے والد صاحب نے دونوں کے اندر اس طرح جمع فرمایا ہے کہ چادر کے نیچے کے دائیں کونے کو بائیں موڑ لے کرے۔ تو تغلیب بھی متحقق ہو جائے گی اور تحویل بھی۔

باب اِنْتِقَامِ الرَّبِّ تَعَالَى عَزَّوَجَلَّ
مِنْ خَلْقِهِ بِالْقُحْطِ اِذَا اَنْتَهَكَ مَحَارِمُهُ

ترجمہ۔ جب اللہ تعالیٰ کے محارم کی بے حرمتی ہونے لگے تو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے قحط کے ذریعہ بدلہ لیتے ہیں

تشریح از شیخ زکریا۔ اللہ تعالیٰ کا قاعدہ ہے کہ جب ان کے محارم کا انتہا لک (پردہ دری) کیا جاتا ہے تو وہ بلائیں مسلط فرماتے ہیں۔ من جملہ ان کے قحط ہے۔ احادیث میں خاص خاص گناہوں پر خاص خاص عذاب وارد ہیں اب یہاں اشکال یہ ہے کہ امام بخاری نے کوئی قصد تشہید الاذہان کے لئے ذکر نہیں فرمایا۔ ابھی ابن مسعود کی روایت گذری ہے اس آیت پاک میں ان المنتفمون تک سارا ضابطہ بیان فرمادیا ہے۔ بخاری نے میرے نزدیک اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اس الحمیدی کی روایت میں ہے لما راى من الناس ادباراً تو اس سے معلوم ہو گیا کہ بارش نہ ہونے کا سبب انتقام ادبار الناس ہے۔

باب الْاِسْتِسْقَاءِ فِي الْمَسْجِدِ الْجَامِعِ

ترجمہ۔ مسجد جامع میں بارش کی دعا طلب کرنا

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ ایک آدمی جمعہ کے دن اس دروازے سے مسجد نبوی میں داخل ہوا جو دروازہ منبر کے بالکل سامنے ہے۔ اور جناب رسول اللہ ﷺ کھڑے خطبہ دے رہے تھے۔ تو وہ جناب رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھڑے ہو کر کہنے لگا یا رسول اللہ مال موبیسی ہلاک ہو گئے راستے بند ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگئے کہ وہ ہم پر بارش برسائے فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور

حدیث (۹۵۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَنَسٍ قَالَ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ وَجْهَ الْمُنْبِرِ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَائِمٌ يَخُطِّبُ فَاسْتَقْبَلَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَائِمًا فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلَكَتِ الْأَمْوَالُ وَأَنْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللَّهُ أَنْ يُعِشَنَا فَرَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدَيْهِ

فرمایا اے اللہ ہم پر بارش برسا اور ہم پر بارش برساتیں مرتبہ فرمایا حضرت انسؓ فرماتے ہیں اللہ کی قسم ہم آسمان میں نہ تو کوئی بڑا بادل دیکھ رہے تھے اور نہ ہی کہ کوئی بادل کی ٹکڑی اور نہ ہی کچھ اور چیز اور نہ ہی ہمارے درمیان اور سلع پہاڑ کے درمیان کوئی گھر اور حویلی تھی کہ جہاں بادل ہو۔ فرماتے ہیں کہ اس سلع پہاڑ کے پیچھے سے ایک بادل کا ٹکڑا ظاہر ہوا جو ڈھال کی طرح تھا۔ جب وہ آسمان کے درمیان میں آیا تو پھیل گیا پھر خوب بارش ہوئی۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم ہم نے ہفتہ بھر سورج نہیں دیکھا۔ پھر اسی دروازے سے دوسرے جمعہ کو ایک آدمی داخل ہوا جناب رسول اللہ ﷺ کھڑے خطبہ دے رہے تھے۔ پس آپ کے سامنے کھڑے ہو کر کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ مال مویشی ہلاک ہو گئے اور راستے بند ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ اس بارش کو روک لے چنانچہ حضور ﷺ نے دونو ہاتھ اوپر کو اٹھائے۔ تم فرمایا کہ اے اللہ! اب بارش ہمارے ارد گرد ہو ہمارے اوپر نہ ہو اے اللہ اب یہ بارش ٹیلوں پر چھوٹے اور بڑے پہاڑوں پر وادیوں اور درختوں کے اگنے کی جگہوں میں ہو پس وہ

بادل چھٹ گیا اور میں دھوپ میں چلنے لگا۔ شریک راوی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ سے سوال کیا یہ وہی آدمی تھا فرمایا میں نہیں جانتا

فَقَالَ اللَّهُمَّ اسْقِنَا اللَّهُمَّ اسْقِنَا اللَّهُمَّ اسْقِنَا قَالَ أَنَسٌ
فَلَا وَاللَّهِ مَا تَرَى فِي السَّمَاءِ مِنْ سَحَابٍ وَلَا قَرُوعَةً
وَلَا شَيْئًا وَلَا يَبِينُنَا وَبَيْنَ سَلْعٍ مِنْ بَيْتٍ وَلَا دَارٍ قَالَ
فَطَلَعَتْ مِنْ وَرَائِهِ سَحَابَةٌ مِثْلُ التُّرْسِ فَلَمَّا تَوَسَّطَتْ
السَّمَاءَ انْتَشَرَتْ ثُمَّ أَمْطَرَتْ قَالَ قَوْلَ اللَّهِ مَا رَأَيْتُمَا
الشَّمْسُ سَبَّأًا ثُمَّ دَخَلَ رَجُلٌ مِنْ ذَلِكَ الْبَابِ
فِي الْجُمُعَةِ الْمُقْبِلَةِ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَائِمٌ يَخُطُبُ
فَاسْتَقْبَلَهُ قَائِمًا فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ هَلَكَتْ
الْأَمْوَالُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَأَذْعُ اللَّهُ أَنْ يُمَسِّكَهَا
قَالَ فَرَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ حَوَالَيْنَا
وَلَا عَلَيْنَا اللَّهُمَّ عَلَى الْأَكَامِ وَالْجِبَالِ وَالظَّرَابِ
وَالْأَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ قَالَ فَانْقَطَعَتْ وَخَرَجْنَا
نَمِشِي فِي الشَّمْسِ قَالَ شَرِيكَ فَسَأَلْتُ أَنَسًا
أَهُوَ الرَّجُلُ الْأَوَّلُ قَالَ لَا أَدْرِي.. الحديث .

تشریح از شیخ کنکوہی - اللهم اسقنا الخ امام بخاریؒ اس حدیث سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ استسقاء صرف دعا ہے

اور کوئی چیز نہیں۔ نماز تحویل رداء وغیرہ استسقاء میں داخل نہیں اگر یہ ضروری ہوتے تو آنحضرت ﷺ اسے کبھی ترک نہ کرتے دیکھو یہاں آپ نے محض دعا پر اکتفا کیا ہے نہ چادر کو برد لا اور نہ ہی کوئی نماز پڑھی نیز! باب الاستسقاء کے انعقاد سے امام بخاریؒ ان لوگوں کا رد کرنا چاہتے ہیں جو مسجد کے اندر خصوصاً جامع مسجد میں بارش کے لئے دعا مانگنے کو مکروہ سمجھتے ہیں۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ مسجد محل شکر اور محل دعا ہے اس میں ضروریات دنیاوی پیش نہیں کرنی چاہئے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ استسقاء بھی ایک دعا ہے جو مسجد میں مانگی جاتی ہے۔ جیسا کہ حدیث انسؓ سے ثابت ہوئی محض دنیا کے لئے نہیں بلکہ اس میں اغروی منافع بھی بہت سے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریا۔ مطلب یہ ہے کہ استسقاء کے لئے باہر جانا جو باب خروج النبی الخ سے ثابت کیا گیا ہے وہ ضروری نہیں ہے۔ میری تحقیق کے موافق یہ واقعہ ۹ھ کا ہے اور داخل ہونے والا خارجہ بن حصن ہے۔ عتیہ بن حصن قراری کے بھائی ہیں سبتاً بفتح السین و بکسر السین دونوں طرح ضبط کیا گیا ہے۔ اس میں کوئی تعارض نہیں۔ ہلکت الاموال پہلے خشک سالی کی وجہ سے کہا تھا اور یہاں کثرت بارش کی وجہ سے۔ اکام ریت کے ٹیلے۔ لا ادری یہ صحیح ابو عوانہ کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ اس میں ہے وہی آدمی تھا۔ تو یا تو بخاری کی روایت کو ترجیح دی جائے گی یا یہ کہ روایت کرنے کے بعد وہ بھول گئے۔ جب نسیان کے بعد پوچھا گیا تو کہنے لگے لا ادری

باب الْاِسْتِسْقَاءِ فِي خُطْبَةِ الْجُمُعَةِ غَيْرِ مُسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةِ --

ترجمہ۔ جمعہ کے خطبہ میں بغیر قبلہ رو ہو کے
بارش مانگنا۔

تشریح از قطب گنگوہی۔ جو اعتراضات پہلے وارد ہوئے تھے اس جگہ بھی وارد ہوئے۔ ان کا جواب مؤلف نے دیا ہے کہ جمعہ کے خطبہ میں دعا مانگنا جائز ہے۔ اور ایک مزید فائدہ ذکر کر دیا کہ اس دعا استسقاء کے لئے استقبال قبلہ شرط نہیں ہے۔ اگرچہ وہ دعا ہے مگر ایسا تو لو افتم وجہ اللہ کی وجہ سے استقبال ضروری نہیں۔ جب استقبال قبلہ داخل نہیں تو استسقاء میں نماز۔ تحویل رداء وغیرہ کیسے داخل ہوں گے۔ یہی امام اعظم کا مسلک ہے۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ ایک آدمی جمعہ کے دن مسجد کے اس دروازے سے داخل ہوا جو دار القضا کی طرف ہے جبکہ جناب رسول اللہ ﷺ کھڑے خطبہ دے رہے تھے۔ پس حضور اقدس ﷺ کے سامنے کھڑے ہو کر کہا کہ یا رسول اللہ مال ہلاک ہو گیا۔ اور راستے مسدود ہو گئے۔ تو آپ ﷺ نے دعا کی کہ ہم پر بارش برسائیں تو جناب رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر یوں دعا فرمائی اے اللہ ہم پر بارش برسائے اللہ ہم پر بارش برسائے اللہ ہم پر بارش برسائے حضرت انس فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم ہم نے آسمان پر کوئی بڑا لیا چھوٹا ٹکڑا بادل کا نہیں دیکھتے تھے اور اسی طرح ہمارے اور سلع کے درمیان کسی گھر اور حویلی پر بھی بادل نہیں تھا خدا اکا کرنا یہ کہ سلع کے پہاڑ کے

حدیث (۹۵۳) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ (الخ) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَجُلًا دَخَلَ الْمَسْجِدَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مِنْ بَابٍ كَانَ نَحْوَ دَارِ الْقَضَاءِ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَائِمٌ يَخُطِبُ فَاسْتَقْبَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَائِمًا ثُمَّ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ هَلَكَتِ الْأَمْوَالُ وَانْقَطَعَتِ السَّبِيلُ فَأَدْعُ اللَّهُ يُغِيثُنَا فَرَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ اغْنِنَا اللَّهُمَّ اغْنِنَا اللَّهُمَّ اغْنِنَا قَالَ أَنَسٌ وَلَا وَاللَّهِ مَا نَرَى فِي السَّمَاءِ مِنْ سَحَابٍ وَلَا فِرْعَةَ وَمَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ سَلْعٍ مِنْ بَيْتٍ وَلَا دَارٍ قَالَ فَطَلَعَتْ مِنْ دُونِهِ سَحَابَةٌ مِثْلُ التُّرْسِ فَلَمَّا

بیچھے ڈھال کی طرح ایک بادل ظاہر ہوا۔ جب وہ آسمان کے وسط میں آیا تو ادھر ادھر پھیل گیا پھر برسنے لگا پس اللہ کی قسم ہم نے ہفتہ بھر سورج نہیں دیکھا۔ پھر اسی دروازے سے دوسرے جمعہ کے دن ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا۔ جبکہ جناب رسول اللہ ﷺ کھڑے خطبہ دے رہے تھے۔ پھر وہ حضور اقدس ﷺ کے سامنے کھڑے ہو کر کہنے لگا کہ یا رسول اللہ اب بارش کی وجہ سے مال و اسباب ہلاک ہو گئے۔ اور راستے بند ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ ہم سے اس بارش کو روک دے۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے دعا کے لئے دونوں ہاتھ اٹھائے اور فرمایا اے اللہ اب یہ بارش ہمارے ارد گرد تو ہو ہمارے اوپر نہ برسے اے اللہ اب یہ ریت کے ٹیلوں پر چھوٹے بڑے پہاڑوں پر

تَوَسَّطَتْ اَنْتَشِرَتْ ثُمَّ اَمْطَرَتْ فَلَا وَاللَّهِ مَا رَأَيْتَا
الشَّمْسُ سَبْتًا ثُمَّ دَخَلَ رَجُلٌ مِّنْ ذَلِكَ الْبَابِ فِي
الْجُمُعَةِ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَإِنَّمَا يُحْطَبُ فَاسْتَقْبَلَهُ
فَأَنَّمَا فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلَكَتِ الْأَمْوَالُ وَأَنْقَطَعَتِ
السُّبُلُ فَأَدْعُ اللَّهَ يُمَسِّكُهَا عَنَّا قَالَ فَرَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ
ﷺ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا اللَّهُمَّ
عَلَى الْأَكَامِ وَالظَّرَابِ وَبِطُونَ الْأَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ
الشَّجَرِ قَالَ فَاقْلَعْتُ وَخَرَجْنَا نُمَشِي فِي الشَّمْسِ
قَالَ شَرِيكَ فَسَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ أَهْوَ الرَّجُلُ
الْأَوَّلُ فَقَالَ مَا أَدْرِي ...

وادوں کے پیٹ میں اور درختوں کے اگنے کی جگہ پر برسنا۔ پس ایک لخت بادل اکھڑ گئے اور ہم نکل کر دھوپ میں چلنے لگے۔ شریک راوی فرماتے ہیں کہ کیا وہی پہلا آدمی تھا انہوں نے فرمایا میں نہیں جانتا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ یہاں سے تشبیہ فرما رہے ہیں کہ جب جمعہ کے خطبہ میں دعا استسقاء ہوگی تو پھر استقبال قبلہ

نہ ہوگا جیسا کہ جنگل میں استقبال قبلہ ہوتا ہے۔ دار القضاء بعض نے دار القضاء کا ترجمہ دار الامارات اور مقام فیصلہ سے کر دیا۔ یہ صحیح نہیں ہے۔ بلکہ اس کو دار القضاء اسلئے کہتے ہیں کہ اس کو حضرت عمرؓ کے دین میں فروخت کیا گیا تھا حضرت عمرؓ نے وصیت کی تھی کہ یہ مکان میرے قرضے کی ادائیگی میں فروخت کر دیا جائے۔ اگر کچھ قرضہ رہ جائے تو بنو عدی سے مدد لی جائے۔ جو حضرت عمرؓ کے بطن اور خاص قبیلہ تھا۔ اگر کچھ رہ جائے تو قریش سے مدد لی جائے اس سے آگے اور کسی سے مدد نہ لی جائے۔

باب الْاِسْتِسْقَاءِ عَلٰی الْمُنْبِرِ

ترجمہ۔ منبر پر سے بارش طلب کرنا

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ دریں اثنا جناب رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے کہ اچانک ایک آدمی آکر کہنے لگا کہ یا رسول اللہ بارش بند ہو گئی

حدیث (۹۵۴) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنِ اَنَسِ
بْنِ مَالِكٍ فَقَالَ بَيْنَمَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُحْطَبُ
يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِذْ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ

فَحِطَ الْمَطْرُ فَادْعُ اللَّهَ أَنْ يُسْقِنَنَا فَمَا عَا نَمَطْرُ كَمَا كَدْنَا أَنْ نَصِلَ إِلَى مَنَازِلِنَا فَمَا زِلْنَا نَمَطْرُ إِلَى الْجُمُعَةِ الْمُقْبِلَةِ قَالَ فَقَامَ ذَلِكَ الرَّجُلُ أَوْ غَيْرُهُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ادْعُ اللَّهَ أَنْ يُصْرِفَهُ عَنَّا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اللَّهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا قَالَ فَلَقَدْرَأَيْتَ السَّحَابَ يَتَقَطَّعُ بِمُونِنَا وَشِمَالًا يُمَطَّرُونَ وَلَا يُمَطَّرُ أَهْلُ الْمَدِينَةِ الْحَدِيثُ

اللہ تعالیٰ سے دعاء فرمائیے اللہ تعالیٰ ہمیں سیراب کرے۔ پس حضور ﷺ نے دعاء فرمائی اور ہم پر بارش برسنی شروع ہوئی۔ ہم بڑی مشکل سے اپنے اپنے گھروں کو پہنچے اور آئندہ جمعہ تک ہم پر بارش ہوتی رہی۔ تو وہی آدمی یا کوئی اور کھڑا ہوا اور کہنے لگیا یا رسول اللہ تعالیٰ سے دعاء فرمائیے کہ اس بارش کو ہم سے پھیر دے۔ تو آنجناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اللہ ہمارے ارد گرد ہو ہم پر نہ ہو تو بادل کو میں نے دیکھا کہ بادل کے دائیں بائیں کھڑے ہو گئے نہ ان پر بارش ہوتی تھی اور نہ ہی مدینہ والوں پر ہوتی تھی۔

تشریح از شیخ زکریا۔ اس باب سے مالکیہ پر رد فرمایا۔ مالکیہ منبر پر دعا کے ہونے کے قائل نہیں ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ خلاف تفرغ ہے۔ اور وہ وقت تفرغ و زاری کا ہوتا ہے۔ امام بخاری نے رد فرمایا کہ یہ حضور ﷺ سے ثابت ہے۔

باب مَنِ اِكْتَفَى بِصَلْوَةِ الْجُمُعَةِ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ

ترجمہ۔ استسقاء کے لئے جو شخص صرف جمعہ کی نماز پر اکتفا کرتا ہے

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کہنے لگا کہ مال ہلاک ہو گیا راستے بند ہو گئے۔ آپ نے دعا فرمائی تو ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک ہم پر بارش برستی رہی۔ پھر آکر اس نے کہا گھر گر گئے راستے بند ہو گئے اور جانور ہلاک ہو گئے آپ نے کھڑے ہو کر دعا فرمائی اے اللہ اب بارش ٹیلوں پر چھوٹے پہاڑوں پر وادیوں اور درختوں کے اُگنے کی جگہوں پر برسائیں مدینہ منورہ سے بادل ایسے چھٹ گیا جیسے کپڑا پھٹتا ہے۔

حدیث (۹۵۵) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمَةَ النَّخَعِيُّ عَنْ أَنَسٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ هَلَكَتِ الْمَوَاشِي وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ لَدَعَا فَمَطَرْنَا مِنَ الْجُمُعَةِ إِلَى الْجُمُعَةِ لَمْ يَجَأْ فَقَالَ تَهَدَّمَتِ الْبُيُوتُ وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ وَهَلَكَتِ الْمَوَاشِي فَقَامَ فَقَالَ اللَّهُمَّ عَلَى الْإِكَامِ وَالظَّرَابِ وَالْأَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ فَانْجَابَتْ عَنِ الْمَدِينَةِ انْجَابَ التُّوبِ

تشریح از شیخ زکریا۔ یعنی خفیہ کہتے ہیں کہ صلوة استسقاء مستقل سنت ہے۔ اتفاقاً جمعہ کے بعد دعا استسقاء کرے

تو مقصود حاصل ہو جائے گا۔ لیکن شافعیہ وغیرہ سب کو کھینچتا ان کو اصل صلوة الاستسقاء کو قرار دیتے ہیں اور صلوة الاستسقاء کے بعد استسقاء میں باب الاکتفاء قرار دیتے ہیں۔

باب الدُّعَاءِ إِذَا تَقَطَّعَتِ السُّبُلُ مِنْ كَثْرَةِ الْمَطَرِ۔

ترجمہ۔ جب کثرت بارش کی وجہ سے راستے بند ہو جائیں تو دعاء کرنا جائز ہے۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ یا رسول اللہ ﷺ قحط سالی کی وجہ سے مال ہو بیٹھا ہلاک ہو گئے راستے بند ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا فرمائیں تو جناب رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی تو ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک ان پر بارش برسی رہی۔ پھر ایک آدمی جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ یا رسول اللہ اب کثرت بارش کی وجہ سے گھر گر گئے راستے بند ہو گئے تو جناب رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی اے اللہ اب یہ بارش پہاڑ کی چوٹیوں پر دیتے کیوں پر اور وادیوں کے اندر اور درختوں کے اگنے کی جگہوں پر ہو پس مدینہ سے بادل ایسے پھٹ گئے جیسے کپڑا پھٹ جاتا ہے۔

حدیث (۹۵۶) حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ (الْح) عَنْ
أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ
فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلَكَتِ الْمَوَاشِي وَتَقَطَّعَتِ
السُّبُلُ فَأَدْعُ اللَّهُ فَدَعَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَمَطَرُوا
مِنْ جُمُعَةٍ إِلَى جُمُعَةٍ فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ
ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ تَهَدَّمَتِ الْبُيُوتُ وَتَقَطَّعَتِ
السُّبُلُ وَهَلَكَتِ الْمَوَاشِي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ
اللَّهُمَّ عَلَى رُؤُوسِ الْجِبَالِ وَالْأَكَامِ وَبُطُونِ الْأَوْدِيَةِ
وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ فَأَنْجَابِتِ عَنِ الْمَدِينَةِ انْجِيَابِ
التَّوْبِ. الحديث...

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یعنی اگر کثرت بارش کی وجہ سے نقصان ہو رہا ہے تو بارش رکنے کی دعا کر سکتے ہیں۔ اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ استسقاء کے لئے تو باہر جانا مستحب ہے مگر بارش رکنے کی دعا کے لئے باہر جانا مستحب نہیں ہے مگر بھائی صرف بیان جواز کرتا ہے۔

ترجمہ۔ باب اس بارے میں جو کہا جاتا ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے جمعہ کے دن استسقاء میں چادر کی تحویل نہیں فرمائی ہے۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے جناب نبی اکرم ﷺ سے مال کے ہلاک ہونے اور اہل و عیال کی مشقت کی شکایت کی۔ تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا فرمائی۔ اور اس میں چادر کے الٹ پلٹ کرنے کا اور نہ ہی قبلہ کی طرف متوجہ ہونے کا ذکر کیا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ باب منعقد فرما کر امام بخاریؒ نے بتلادیا کہ احناف کے نزدیک جو تحویل ردا سنت نہیں ہے اس کی بھی اصل موجود ہے وہ یہ کہ جب حضور اکرم ﷺ نے خطبہ کے اندر استسقاء کی دعا فرمائی تو تحویل ردا سنت نہیں کی اگر یہ استسقاء کا جزو ہوتی تو آپ ضرور تحویل کرتے۔ تو معلوم ہوا کہ تحویل ردا ضروری نہیں۔

ترجمہ۔ جب کہ لوگ امام کی طرف سفارش کریں کہ ان کیلئے بارش کی دعا کرے تو امام انہیں رذہ نہ کرنے

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا یا رسول اللہ قط سالی کی وجہ سے مال مویشی ہلاک ہو گئے راستے بند ہو گئے اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا فرمائیے چنانچہ آپ نے دعا فرمائی تو ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک ہم پر بارش ہوتی رہی پھر ایک آدمی جناب کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ یا رسول اللہ اب کثرت بارش کی وجہ سے گھر گر گئے ہیں راستے بند ہو گئے مال مویشی تباہ ہو گئے تو آپ رسول اللہ ﷺ نے دعا کرتے ہوئے فرمایا کہ اے اللہ! اب یہ بارش پہاڑوں کی پیٹھ پر ٹیلوں پر اور وادیوں کے اندر اور درختوں کے اگنے کی جگہوں پر برسے۔ چنانچہ مدینہ سے ایسے پھٹ گئے جیسے کپڑا پھٹ جاتا ہے۔

باب مَا قِيلَ إِنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ يُحَوِّلُ رِدَاءَهُ فِي الْأَسْتِسْقَاءِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ۔

حدیث (۹۵۷) حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ بِشْرِ النَّخَعِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَجُلًا شَكِيَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ هَلَكَ الْمَالُ وَجَهْدُ الْعِيَالِ فَدَعَا اللَّهَ يَسْتَسْقِي وَلَمْ يَذْكُرْ أَنَّهُ حَوَّلَ رِدَاءَهُ وَلَا اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ. الحدیث

تشریح از شیخ زکریاؒ۔

یہ باب منعقد فرما کر امام بخاریؒ نے بتلادیا کہ احناف کے نزدیک جو تحویل ردا سنت نہیں ہے اس کی بھی اصل موجود ہے وہ یہ کہ جب حضور اکرم ﷺ نے خطبہ کے اندر استسقاء کی دعا فرمائی تو تحویل ردا سنت نہیں کی اگر یہ استسقاء کا جزو ہوتی تو آپ ضرور تحویل کرتے۔ تو معلوم ہوا کہ تحویل ردا ضروری نہیں۔

باب إِذَا اسْتَسْقَفُوا إِلَى الْإِمَامِ لِيَسْتَسْقِيَ لَهُمْ لَمْ يَرُدَّهُمْ۔

حدیث (۹۵۸) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ النَّخَعِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلَكَتِ الْمَوَاشِي وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللَّهَ فَدَعَا اللَّهَ فَمَطَرْنَا مِنَ الْجُمُعَةِ إِلَى الْجُمُعَةِ فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ تَهَدَمَتِ الْبُيُوتُ وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ وَهَلَكَتِ الْمَوَاشِي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اللَّهُمَّ عَلَى ظُهُورِ الْجِبَالِ وَالْأَكَامِ وَبُطُونِ الْأَوْدِيَةِ وَمَنَايِبِ الشَّجَرِ فَانْجَابَتْ عَنِ الْمَدِينَةِ أَنْجِيَابُ الثَّوْبِ الحدیث

تشریح از قطب نگویں۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ لوگ امام سے درخواست کریں کہ وہ ان کیلئے دعا کرے و زاد اسباط عن منصور صفحہ ۱۳۹ یہ عبارت قصہ میں داخل نہیں ہے اسے طرداً للباب ذکر کیا گیا ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ پہلے یہ بیان کیا تھا کہ اگر قحط آجائے تو امام سے دعا استسقاء کی درخواست کریں اب اس باب سے بتلاتے ہیں کہ امام کو چاہیے کہ ان کی درخواست قبول کرے۔

ترجمہ۔ جب قحط کے زمانہ میں مشرکوں
مسلمانوں سے درخواست کریں۔

بَابِ إِذَا اسْتَشْفَعَ الْمُشْرِكُونَ
بِالْمُسْلِمِينَ عِنْدَ الْقَحْطِ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ قریش کہ اسلام سے پیچھے رہے تو جناب نبی اکرم ﷺ نے ان پر بددعا فرمائی تو ان کو قحط سالی نے آپکڑا یہاں تک کہ وہ اس میں تباہ ہو گئے۔ مردہ جانور اور ہڈیاں تک کھاتے تھے۔ تو یوسفیان آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا اے محمدؐ آپ تو صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں یہاں آپ کی قوم ہلاک ہو رہی ہے تو آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے تو ان مسعودؓ نے یہ آیت تلاوت فرمائی فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُحَانٍ مُّبِينٍ الْآيَةَ لَمَّا عَادُوا إِلَىٰ كُفْرِهِمْ فَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَىٰ إِنَّ بُطْحَانَ الْكَافِرِينَ إِذْ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَزَادًا سِبَاطٌ عَنِ مَنْصُورٍ فَدَعَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَسَقُوا الْغَيْثَ فَأَطَقَتْ عَلَيْهِمْ سَبْعًا وَشَكَاتِ النَّاسِ كَثْرَةَ الْمَطَرِ فَقَالَ اللَّهُمَّ حَوِّالنَّوَالَ عَلَيْنَا فَإِنَّ حُدْرَتِ السَّحَابَةِ عَن رَأْسِهِمْ فَسَقُوا النَّاسَ حَوْلَهُمْ۔ الْحَدِيثِ

حدیث (۹۵۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ فَقَالَ إِنَّ قُرَيْشًا بَطَلُوا عَنِ الْإِسْلَامِ فَدَعَا عَلَيْهِمُ النَّبِيُّ ﷺ فَأَخَذَتْهُمْ سَنَةٌ حَتَّىٰ هَلَكُوا فِيهَا وَأَكَلُوا الْمَيْتَةَ وَالْعِظَامَ فَجَاءَهُ أَبُو سَفْيَانَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ جِئْتَ تَأْمُرُ بِصَلَةِ الرَّحِمِ وَإِنَّ قَوْمَكَ قَدْ هَلَكُوا فَادْعُ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ فَقَرَأَ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُحَانٍ مُّبِينٍ الْآيَةَ لَمَّا عَادُوا إِلَىٰ كُفْرِهِمْ فَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَىٰ إِنَّ بُطْحَانَ الْكَافِرِينَ إِذْ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَزَادًا سِبَاطٌ عَنِ مَنْصُورٍ فَدَعَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَسَقُوا الْغَيْثَ فَأَطَقَتْ عَلَيْهِمْ سَبْعًا وَشَكَاتِ النَّاسِ كَثْرَةَ الْمَطَرِ فَقَالَ اللَّهُمَّ حَوِّالنَّوَالَ عَلَيْنَا فَإِنَّ حُدْرَتِ السَّحَابَةِ عَن رَأْسِهِمْ فَسَقُوا النَّاسَ حَوْلَهُمْ۔ الْحَدِيثِ

اور ہمارے اوپر نہ ہو۔ چنانچہ بادل آپ کے سر مبارک سے ہٹ گیا اور مدینہ کے لوگ مع اردگرد والوں کے سیراب ہو گئے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ یعنی مسلمانوں کو ضرورت نہیں اور کفار دعا کی درخواست کریں تو کیا کرے۔ امام بخاری نے اس کا

کوئی جواب ذکر نہیں فرمایا۔ اس لئے کہ مختلف احتمالات ہیں۔ ایک یہ کہ دعا کر دے۔ جیسا کہ حضور اقدس ﷺ نے کر دی تھی۔ اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ اگر اپنی بند دعا سے یہ قحط آیا ہے تو دعا استسقاء کرے ورنہ غمناک نہ رہے۔ زاد اسباط یہ ابن مسعود کی روایت ہے اور یہ بالاتفاق مکہ کی ہے۔ اس میں اسباط نے فدعا رسول اللہ ﷺ ہا دیا۔ اس پر شرح نے اور میرے حضرت نے اعتراض کیا کہ ابن مسعود کی روایت مکہ کی ہے اور کثرت مطر کا واقعہ مدینہ کا ہے۔ حافظ لکن حجر نے توجیہ فرمائی کہ ممکن ہے کہ دونوں جگہ یہ واقعہ پیش آیا ہو اور میری رائے یہ ہے کہ زاد اسباط فدعا رسول اللہ ﷺ یہ پہلا واقعہ ہے اور لکن مسعود کی مکہ والی روایت کے متعلق ہے۔ فاطبت علیہا سبعاً یہ مدینہ کا واقعہ ہے اسباط نے تبعاً و استطراداً اس کو ذکر فرمایا ہے۔ نیز اہل پہلے گزر چکا کہ لوگوں کی حالت دیکھنے کے بعد استسقاء کی دعا کرنی چاہیے کہ وہ لوگ خدا کی رحمت کے الٰہ ہیں یا نہیں یہ بھی دلیل ہے کہ مشرکین کے واسطے دعا نہ کرنی چاہیے۔

بَابُ الدَّعَاءِ إِذَا كَثُرَ الْمَطَرُ

ترجمہ۔ جب بارش زیادہ ہو جائے تو حوالینا
ولا علینا کے الفاظ کے ساتھ دعا کرنی چاہیے

حَوَالِنَا وَلَا عَلَيْنَا۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے تو کچھ لوگ اٹھ کر چیخ کر کہنے لگے یا رسول اللہ بارش رک گئی درخت سرخ ہو گئے۔ اور چوپائے جانور ہلاک ہو گئے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں سیراب کرے۔ آپ نے دو مرتبہ فرمایا اے اللہ ہمیں سیراب فرما۔ اللہ کی قسم ہمیں بادل کا کوئی ٹکڑا دکھائی نہیں دیتا تھا کہ اچانکہ بادل اٹھا اور برسنے لگا جناب رسول اللہ ﷺ منبر سے اترے اور نماز پڑھی پھر واپس گھر کو لوٹے یہ بارش اگلے جمعہ تک ہوتی رہی پھر جناب نبی اکرم ﷺ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے تو لوگوں نے آپ سے چیخ کر کہا کہ گھر گر گئے اور راستے بند ہو گئے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ اس بارش کو ہم سے روک لے تو جناب نبی اکرم ﷺ مسکرا دیئے اور فرمایا اے اللہ ہمارے ارد گرد بارش ہو ہم پر نہ ہو اور مدینہ کھل گیا تو وہ بادل مدینہ کے

حدیث (۹۶۰) حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْعَنْبَرِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَيَقَامُ النَّاسُ فَصَاحُوا فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَحَطَ الْمَطَرُ أَحْمَرَتِ الشَّجَرُ هَلَكَتِ الْبَهَائِمُ فَادْعُ اللَّهُ أَنْ يُسْقِنَا فَقَالَ اللَّهُمَّ اسْقِنَا مَوْتِنِ وَأَيُّمَ اللُّو مَانَرَى فِي السَّمَاءِ قَرْعَةً مِّنْ سَحَابٍ فَتَنَمَاتُ سَحَابُهُ وَأَمْطَرَتْ وَنَزَلَ عَنِ الْمِنْبَرِ فَصَلَّى فَلَمَّا انْصَرَفَ لَمْ تَزَلْ تُمَطِّرُ إِلَى الْجُمُعَةِ الَّتِي تَلِيهَا فَلَمَّا قَامَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ صَاحُوا إِلَيْهِ تَهَدَّمَتِ الْبُيُوتُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللَّهُ بِحُسْنِهَا عَنَّا فَتَسَمَّ النَّبِيُّ ﷺ وَقَالَ اللَّهُمَّ حَوَالِنَا وَلَا عَلَيْنَا وَتَكَشَفَتِ الْمَدِينَةُ فَجَعَلَتْ تُمَطِّرُ حَوْلَهَا وَمَا تَمَطِّرُ

ارد گرد تو بارش برساتا تھا لیکن مدینہ میں ایک قطرہ بھی نہیں
برساتا تھا۔ تو میں نے ذرا غور سے مدینہ منورہ کو دیکھا کہ وہ مدینہ
تاج کی طرح کی چیز میں ہے۔

بِالْمَدِينَةِ قَطْرَةٌ فَظَنَرْتُ إِلَى الْمَدِينَةِ وَإِنَّمَا لَقِيْتُ
مِثْلَ الْإِكْلِيلِ... الحديث...

تشریح از قطب گنگوہی۔ آنحضرت ﷺ کو تعجب ہوا کہ تھوڑی سی مدت کی بارش سے گھبرا گئے۔ اور اس پر بھی تعجب

ہوا کہ تھوڑے سے زمانہ میں ان کی حالت بدل گئی۔

تشریح از شیخ زکریا۔ یعنی کثرت بارش کے وقت اس کو مد کرنے کی دعا جانتے تھے۔ اور یہ الفاظ ولا علینا اولیٰ ہیں۔ شرح

کے نزدیک اس باب سے قبل جو باب الدعاء اذا انقطعت السبل گذرا ہے اس سے الفاظ دعا مراد ہیں۔ اور یہاں نفس دعا مراد ہے۔ اور
میرے نزدیک اس باب کی غرض یہ ہے کہ دعا کا ادب بیان کیا جاتا ہے۔ کہ حضور اقدس ﷺ کے فرمائے الفاظ سے دعا کرنی چاہیے۔ کیونکہ
یہ نہایت جامع الفاظ ہیں اور حکمت سے مد بھی ہیں۔

ترجمہ۔ استسقاء میں دعا کھڑے ہو کر مانگنی چاہیے

باب الدَّعَاءِ فِي الْإِسْتِسْقَاءِ قَائِمًا

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن یزید انصاری نکلے لو ان کے
ہمراہ حضرت عبد بن عازب اور زید بن ارقم بھی تھے تو انہوں نے
بارش طلب کی کہ اپنے دونوں پاؤں پر بغیر منبر کے کھڑے ہو گئے
دعا استسقاء مانگی پھر درود کھٹ لٹل اور فرمائی جس میں قرآن کو بلند
آواز سے پڑھا۔ لیکن نہ اذان ہوئی اور نہ تکبیر۔ ابو اسحاق کہتے ہیں
کہ عبداللہ بن یزید نے جناب نبی اکرم ﷺ کی زیارت کی ہے۔

حدیث (۹۶۱) وَقَالَ لَنَا أَبُو نُعَيْمٍ الْعَمْرِيُّ
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ الْأَنْصَارِيُّ وَخَرَجَ مَعَهُ الْبَرَاءُ بْنُ
عَازِبٍ وَزَيْدُ بْنُ أَرْقَمٍ فَاسْتَسْقَى فَقَامَ لَهُمْ عَلَى
رِجْلَيْهِ عَلَى عَيْرٍ مِنْبَرٍ فَاسْتَسْقَى ثُمَّ صَلَّى رَكَعَتَيْنِ
يَجْهَرُ بِالْقُرْآنِ وَلَمْ يُؤَذِّنْ وَلَمْ يَقُمْ قَالَ أَبُو اسْحَاقَ
وَرَأَى عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ النَّبِيَّ ﷺ.....

ترجمہ۔ حضرت عبد بن عازب بن تیم کے چچا جو اصحاب النبی
ﷺ میں سے تھے وہ ان کو خبر دیتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ
لوگوں کو لے کر بارش مانگنے کیلئے نکلے۔ کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ
سے دعا کی۔ پھر قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے اور چاروں کو الٹ پلٹ
کیا پس لوگوں کو پانی سے سیراب کیا گیا۔

حدیث (۹۶۲) حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الْعَمْرِيُّ
وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ
ﷺ خَرَجَ بِالنَّاسِ يَسْتَسْقَى لَهُمْ فَقَامَ فَدَعَا اللَّهَ
قَائِمًا ثُمَّ تَوَجَّهَ قِبَلَ الْقِبْلَةِ وَحَوْلَ رِجْلَيْهِ فَاسْقُوا.

تشریح از شیخ زکریاؒ - چونکہ دعائیں تضرع مقصود ہے اس لئے آداب میں سے یہ ہے کہ یہ دعا قائم ہو۔

باب الْجَهْرِ بِالْقِرَاءَةِ فِي الْإِسْتِسْقَاءِ

ترجمہ - استسقاء میں قرأت بلند آواز سے ہونی چاہیے

ترجمہ - حضرت عباد بن تمیم کے چچا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ بارش مانگنے کیلئے باہر تشریف لائے قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا مانگی چادر کو الٹ پلٹ کیا پھر دو رکعت نماز پڑھی جس میں قرأت کو بلند آواز سے پڑھا۔

حدیث (۹۶۳) حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ الْخَمَّالِيُّ عَنْ عَمِّهِ خُرَجَ النَّبِيُّ ﷺ يَسْتَسْقِي فَوَجَّهَ إِلَى الْقِبْلَةِ يَدْعُو وَحَوْلَ رِكَدَاءٍ هُ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ يَجْهَرُ فِيهِمَا بِالْقِرَاءَةِ... الْحَدِيثُ...

تشریح قطب گنگوہیؒ - صلی رکتین یجہر فیہما کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے دو رکعت نماز استسقاء پڑھی اور

اس میں قرأت کو بلند آواز سے پڑھا۔ اما صاحبؒ کا مسلک بھی یہی ہے کہ اگرچہ نماز استسقاء میں داخل نہیں لیکن کوئی امام نماز پڑھے تو اسے قرآن پڑھنے کی آواز سے پڑھنی چاہیے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ - مسئلہ متفق علیہا ہے۔ خروج النبی ﷺ یستسقی یہ روایت اجماع کے خلاف ہے کیونکہ اس پر

اجماع ہے کہ صلوٰۃ الاستسقاء میں خطبہ نماز کے بعد ہوگا۔ اور اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ہوگا۔ اب اس کی توجیہ یہ ہے کہ روایت میں قلب واقع ہوگا۔ یا یہ کہا جائے کہ تم ترتیب ذکر کے لئے ہے۔

باب كَيْفَ حَوْلَ النَّبِيِّ ﷺ ظَهْرَهُ إِلَى النَّاسِ

ترجمہ - جناب نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کی طرف پیٹھ کیسے پھیری

ترجمہ - حضرت عباد بن تمیم کے چچا فرماتے ہیں کہ جس دن آپ بارش کی دعا مانگنے کے لئے باہر تشریف لائے تو میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے لوگوں کی طرف اپنی پیٹھ پھیری۔ قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے دعا فرماتے تھے۔ اور اپنی چادر کو الٹ پلٹ کرتے تھے۔ پھر آپ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی جس میں آپ نے قرآن بلند آواز سے پڑھا۔

حدیث (۹۶۴) حَدَّثَنَا إِدْرِمُ الْخَمَّالِيُّ عَنْ عَمِّهِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَوْمَ خُرَجَ يَسْتَسْقِي قَالَ فَحَوْلَ إِلَى النَّاسِ ظَهْرَهُ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ يَدْعُو ثُمَّ حَوْلَ رِكَدَاءٍ لَنَا رَكْعَتَيْنِ جَهْرَ فِيهِمَا بِالْقِرَاءَةِ... الْحَدِيثُ...

تشریح از قطب گنگوہی۔ اس حدیث سے تحویل کی بعض صورتوں کو بیان فرمایا ہے۔ یہ نہیں کہ آپ کی تحویلہ کی کیا کیفیت ہوتی تھی۔ تو اس حدیث کو اس باب میں لا کر بتا دیا کہ آپ کا پیٹھ کو پھیرنا دعا سے پہلے ہوتا تھا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ میری رائے یہ ہے کہ اگر ترجمہ یوں ہو تا کیف حول النبی ﷺ ردانہ تو امام بخاری کی شان کے زیادہ لائق ہوتا۔ کیونکہ تحویلہ دعا کی کیفیت میں اختلاف ہے لیکن چونکہ امام بخاری نے حول ظہورہ کا باب باندھا ہے۔ اسلئے ہم انشاء اللہ تعالیٰ اختلاف تو پیدا ہی کر دیں گے۔ اس لئے کہ پیدا ہونے سے لے کر مرنے تک اختلاف ہی اختلاف ہے اور علماء اس میں مختلف ہیں کہ دعا کس وقت کرے۔ یہ تو ضرور ہے کہ دعا مستقبل قبلہ ہوگی۔ مگر اس کا محل اور وقت کیا ہے۔ آیا خطبتین کے درمیان ہے یا خطبہ ثانیہ کے شروع میں۔ یا درمیان یا آخر میں۔ اس صورت میں کیفیت متنی کے معنی میں ہوگا۔ اور یہ کیف کے ساتھ ساتھ تو ان باب ہے۔ اور میرے نزدیک یہ کیفیت ثابت کرنے کے لئے نہیں ہوتا۔ بلکہ کیفیت کے اختلاف کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ تو یہاں بھی یہ اختلاف ہے کہ تحویل کس وقت ہوگی۔ امام احمد کے نزدیک خطبہ کے بعد اور امام شافعی کے نزدیک پہلے خطبہ کے درمیان بعض علماء کے نزدیک دونوں خطبوں کے درمیان ہوگی۔

باب صَلَوةِ الْاِسْتِسْقَاءِ رَكَعَتَيْنِ

ترجمہ۔ استسقاء کی نماز دو رکعت ہے

حدیث (۹۶۵) حَدَّثَنِي قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ صَلَاةِ الْاِسْتِسْقَاءِ فَقَالَ رَكَعَتَيْنِ وَقَلْبٌ رَدَّاهُ... الحديث...

ترجمہ۔ حضرت عباد بن تمیم کے چچا کی روایت ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے بارش طلب فرمائی تو دو رکعت نماز پڑھی اور اپنی چادر کو الٹ پلٹ کیا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ مطلب یہ ہے کہ دو رکعت سے زیادہ نہیں ہے اس لئے کہ زیادتی ثابت نہیں۔

باب الْاِسْتِسْقَاءِ فِي الْمَصَلِيِّ

ترجمہ۔ نماز استسقاء عید گاہ میں پڑھی جائے

حدیث (۹۶۶) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْخَطَّابِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى الْمَصَلِيِّ يَسْتَسْقِي وَيَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةَ فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ وَقَلْبٌ رَدَّاهُ قَالَ سَفِينٌ وَابْنُ أَبِي حَتْمَةَ الْمَسْعُودِيُّ عَنْ أَبِي بَكْرٍ قَالَ جَعَلَ الْيَمِينَ عَلَى الشِّمَالِ. الحديث

ترجمہ۔ حضرت عباد بن تمیم کے چچا فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نماز استسقاء کے لئے عید گاہ میں تشریف لائے۔ قبلہ رو ہوئے دو رکعت نماز پڑھی چادر کو الٹا کیا اہل بحر سے مروی ہے کہ دائیں طرف کو بائیں طرف پر رکھا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ غرض باب یہ ہے کہ استسقاء کی نماز اگر عید گاہ میں پڑھیں تو کوئی حرج نہیں۔ اور جس طرح مسجد جامع میں جائز ہے ایسے ہی عید گاہ میں بھی جائز ہے۔ اور جو روایت میں واقعہ ہے یہ ۶ھ کا ہے۔ جعل الیمین علی الشمال کیفیت قلب رداء میں روایات مختلف ہیں۔ ایک تو یہ کہ جعل الیمین علی الشمال ہے اور دوسری روایت میں چادر کا اوپر سے نیچے کر دینا ہے دونوں روایات میں علماء نے جمع فرمادیا ہے۔

باب اسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ

ترجمہ۔ استسقاء میں قبلہ رو ہونا چاہیے

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن زید انصاریؓ خبر دیتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ جب نماز پڑھنے کیلئے عید گاہ کی طرف تشریف لائے تو جب دعائے یاد عامانگی یاد عامانگے کا ارادہ کیا تو قبلہ کی طرف رخ کیا اور چادر کو بدلا۔

حدیث (۹۶۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدِ الْأَنْصَارِيِّ أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ إِلَى الْمُصَلَّى يُصَلِّيُ وَإِنَّهُ لَمَادَعَا أَوَّارَادَ أَنْ يَدْعُوَ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَحَوْلَ رِذَاءِ هُ

ترجمہ۔ امام مختاریؒ فرماتے ہیں۔ عبداللہ بن زید مازن کے قبیلہ کے ہیں۔ اور پہلا عبداللہ کوئی ہے۔ جو زید کا پوتا ہے۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ هَذَا مَا زَنِيٌّ وَالْأَوَّلُ كُوفِيٌّ هُوَ ابْنُ زَيْدٍ

تشریح از شیخ زکریا۔ میں بتلا چکا ہوں کہ استسقاء کے خطبہ میں استقبال قبلہ ہوگا۔ قال ابو عبداللہ چونکہ باپ کے نام میں صرف یا عدم یا کفر ہے بقیہ نام متحد ہے۔ اس لئے ممکن تھا کہ کسی کو وہم ہو جائے کہ دونوں ایک ہی ہیں۔ تو امام مختاریؒ نے تمبیہ فرمادی کہ یہ مازنی ہیں اور اول کوئی ہیں۔

ترجمہ۔ لوگ نماز استسقاء میں امام کے ساتھ ہی اپنے ہاتھوں کو اوپر اٹھائیں۔

باب رَفْعِ النَّاسِ أَيْدِيهِمْ مَعَ الْإِمَامِ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ دیہاتیوں میں سے ایک دیہاتی آدمی جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا یا رسول اللہ! مویشی ہلاک ہو گئے میرا کنبہ اور لوگ ہلاک ہو گئے تو آپ رسول اللہ ﷺ دونوں ہاتھ اٹھا کر

حدیث (۹۶۸) وَقَالَ أَيُّوبُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرٍ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ أَتَى رَجُلٌ أَعْرَابِيٌّ مِنْ أَهْلِ الْبَدْوِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ

دعا فرمانے لگے لوگ بھی آپ کے ساتھ اپنے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے لگے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں ہم ابھی مسجد سے باہر نہیں نکلے تھے کہ بارش شروع ہو گئی۔ پھر یہ بارش ہم پر دوسرے جمعہ تک رہی۔ پس ایک آدمی جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا یا رسول اللہ مسافر سفر سے عاجز آگئے۔ راستے رک گئے (بشق معنی مل آگیا جانا عاجز ہونا) حضرت انسؓ یہ بھی فرماتے ہیں کہ حضور انور ﷺ نے دونوں ہاتھ اٹھائے تو میں نے حضورؐ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی۔

يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ هَلَكَتِ الْمَاشِيَةُ هَلَكَ الْعِيَالُ هَلَكَ النَّاسُ فَرَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدَيْهِ يَدْعُو أَوْ رَفَعَ النَّاسُ أَيْدِيَهُمْ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَدْعُونَ قَالَ فَمَا خَرَجْنَا مِنَ الْمَسْجِدِ حَتَّى مُطِرْنَا فَمَا زِلْنَا نُمْطَرُ حَتَّى كَانَتْ الْجُمُعَةُ الْأُخْرَى فَاتَى الرَّجُلُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِشِقِّ الْمُسَافِرِ وَمُنَعِ الطَّرِيقُ بِشِقِّ أُمِّي مَلَّ. بسند آخر رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى رَأَيْتُ بَيَاضَ إِبْطِيهِ.....

تشریح از شیخ زکریا۔ اس باب کی غرض ان لوگوں پر رد کرنا ہے جو کہتے ہیں کہ استسقاء میں صرف امام ہی دعا کے لئے رفع یدین کرے۔ یہ حضرات ویسے ہی ہاتھ اٹھائے بغیر آئین کہیں گے۔ جمہور کے نزدیک دعا کے وقت امام اور مقتدی دونوں رفع یدین کریں گے امام بخاریؒ کی رائے بھی یہی ہے۔ اتنی رجل اعرابی من اهل البدر میں یہ بیان کر چکا ہوں کہ یہ ۹ھ کا واقعہ ہے کیونکہ میرے نزدیک یہ چار واقعے ہیں۔ ایک تو مکہ مکرمہ کا۔ دوسرا ۴ھ کا۔ تیسرا ۶ھ کا جس میں نماز پڑھی۔ اور چوتھا ۹ھ کا جو غزوہ تبوک سے واپسی پر ہوا۔ شرح کے کلام میں بعض جگہ ان میں تخیل واقع ہو گئی ہے۔

باب رَفَعَ الْأِمَامُ يَدَهُ فِي الْأِسْتِسْقَاءِ ترجمہ۔ امام کا استسقاء میں اپنے ہاتھ کو اٹھانا

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ دعا میں کسی جگہ ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے سوائے استسقاء کے۔ اور اس میں اس قدر اونچے ہاتھ اٹھاتے کہ آپ کے بغلوں کی سفیدی دکھائی دیتی تھی۔

حدیث (۹۶۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ (البحر) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي كَيْسٍ مِنْ دُعَائِهِ الْأَفْرِ الْأِسْتِسْقَاءِ وَانَّهُ يَرْفَعُ حَتَّى يَرَى بَيَاضَ إِبْطِيهِ.. الحديث...

تشریح از شیخ زکریا۔ پہلے باب میں امام بخاریؒ رفع الناس ایدیہم مع الامام فرما چکے ہیں۔ جس سے امام کا رفع یدین ہو گیا یہ باب مکرر ہو گیا۔ شرح فرماتے ہیں کہ اولاً استطراداً تھا اور یہ استقلالاً ہے۔ مگر میں یہ کہتا ہوں کہ اگر یہی تھا تو اولاً امام بخاریؒ کو اس کی شرافت کی وجہ سے استقلالاً ذکر کرنا چاہیے تھا۔ پھر استطراداً بھی ذکر فرمادیتے لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ باب سابق کی غرض تو وہ ہے

جو میں بیان کر چکا اور اس باب سے کیفیت رفق ثابت کرنا ہے اور وہ اس طرح پر کہ رفق میں مبالغہ کرے حتیٰ کہ بیاض ابطین ظاہر ہو جائیں

ترجمہ۔ جب بارش برس رہی ہو تو کون سے کلمات

کہے جائیں ان عباس صیب کی تفسیر مطر سے کرتے ہیں اور غیر ان عباس صاب و اصاب یصوب سے مشتق گردانتے ہیں

باب مَا يُقَالُ إِذَا مَطَرَتْ وَقَالَ

ابْنُ عَبَّاسٍ كَصَيْبِ الْمَطَرِ وَقَالَ
غَيْرُهُ صَابٌ وَاصَابٌ يَصُوبُ

ترجمہ۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ

ﷺ جب بارش کو دیکھتے تو فرماتے اے اللہ اس کو نفع دینے والی بارش بنا دے۔

حدیث (۹۷۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِقَاتٍ النَّخَعِيُّ

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا رَأَى الْمَطَرَ قَالَ اللَّهُمَّ صَيْبًا نَافِعًا تَابِعَهُ الْقَاسِمُ

تشریح از شیخ زکریا۔ یعنی بارش کے وقت یہ دعا کرنی چاہیے۔ چونکہ لفظ صیب خود حدیث پاک میں آ رہا ہے۔ اس لئے امام

بخاری کا ذہن آیت کریمہ او کصیب من السماء کی طرف منتقل ہو گیا۔ اور اس کی تفسیر فرمادی کہ اس کے معنی بارش کے ہیں۔ نیز! مطر کا لفظ آیا تھا۔ اور صیب کے معنی بھی مطر کے ہیں۔ اس لئے آیت کی طرف ذہن منتقل ہو گیا۔ وقال غیر وصاب و اصاب الخ امام بخاری نے تنبیہ فرمادی کہ صیب اجوف واوی ہے۔ اجوف یائی نہیں اور یا تفصیل کی وجہ سے ہے کیونکہ یہ صاب یصوب سے مشتق ہے۔ اب حضرت امام بخاری پر یہاں اشکال کیا گیا کہ امام نے صاب اور اصاب دونوں کا مضارع یصوب لکھا۔ ان کو اتنی بھی خبر نہیں کہ اصاب کا مضارع یصوب نہیں یصیب ہے۔ مدافعین عن البخاری جواب دیتے ہیں کہ امام بخاری کی غرض صرف یہ ہے کہ صاب اور اصاب دونوں ایک معنی میں ہیں۔ اصاب کا مضارع ذکر نہیں فرمایا۔ اللهم صیباً نافعاً۔ نافعاً اس وجہ سے فرمایا کہ بعض اوقات بارش ضرور نقصان کا سبب بن جاتی ہے اس لئے مقید فرمادیا کہ نافع ہو ضرور نہ ہو۔

ترجمہ۔ جو شخص بارش میں نہاتا ہے۔ حتیٰ کہ

بارش آپ کی داڑھی پر اترتی ہے یا پہنچتی ہے

باب مَنْ نَمَطَرَ فِي الْمَطَرِ

حَتَّى يَتَحَادَرَ عَلَى لِحْيَتِهِ

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں جناب

رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک مرتبہ لوگ قحط سالی میں مبتلا ہو گئے دریں اثناء جناب رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن خطبہ

حدیث (۹۷۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِقَاتٍ النَّخَعِيُّ

حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ أَصَابَتِ النَّاسَ سَنَةٌ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَبَيَّنَّارَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَخْطُبُ

دے رہے تھے کہ ایک دیہاتی کھڑا ہو کے کہنے لگا یا رسول اللہ! مال ہلاک ہو گیا اہل وعیال بھوکے مر گئے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ ہم پر بارش برسائیں چنانچہ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ دعا کے لئے اٹھائے حالانکہ آسمان میں کوئی ٹکڑا بادل کا نہیں تھا۔ مگر ایک لخت پہاڑوں میں بادل پھیل گئے۔ ابھی جناب رسول اللہ ﷺ منبر سے نہیں اترے تھے یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ بارش کے قطرے آپ کی داڑھی مبارک پر اتر رہے ہیں۔ راوی فرماتے ہیں اس دن بھی سارا دن ہم پر بارش ہوتی رہی دوسرے دن۔ تیسرے دن۔ چوتھے دن حتیٰ کہ دوسرے جمعہ تک بارش رہی۔ پھر وہی دیہاتی یا کوئی دوسرا کھڑا ہو کر کہنے لگا۔ یا رسول اللہ عمارتیں گر گئیں مال غرق ہو گیا پس ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے۔ تو حضور اکرم ﷺ نے دعا کے لئے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور فرمانے لگے اے اللہ! ہمارے ارد گرد ہو ہم پر بارش نہ ہو۔ پس آپ آسمان کے جس طرف بھی اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے وہ کھل جاتا تھا۔ یہاں تک مدینہ چھاتے کی طرح ہو گیا اور

داوی قناتہ مہینہ بھر چلتی رہی۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ مدینہ کے اطراف میں سے جو شخص بھی آتا وہ کثیر بارش کی خبر دیتا تھا۔

عَلَى الْمُنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَامَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلَكَ الْمَالُ وَجَاعَ الْعِيَالُ فَادْعُ اللَّهَ لَنَا إِنَّ يَسْفِينَا قَالَ فَرَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدَيْهِ وَمَا فِي السَّمَاءِ قَزَعَةٌ قَالَ فَتَارَ سَحَابٌ أَمْثَالَ الْجِبَالِ ثُمَّ لَمْ يَنْزِلْ عَنْ مُنْبَرِهِ حَتَّى رَأَيْتُ الْمَطَرَ يَتَحَادَرُ عَلَى رِجْلَيْهِ قَالَ فَمَطَرْنَا يَوْمَنَا ذَلِكَ وَمِنَ الْعِدِّ وَمِنَ بَعْدِ الْعِدِّ وَالَّذِي يَلِيهِ إِلَى الْجُمُعَةِ الْأُخْرَى فَقَامَ ذَلِكَ الْأَعْرَابِيُّ أَوْ رَجُلٌ غَيْرُهُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ تَهْدِمُ الْبِنَاءَ وَغَرِقَ الْمَالُ فَادْعُ اللَّهَ لَنَا فَرَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدَيْهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ حَوَالِنَا وَلَا عَلَيْنَا قَالَ فَمَا جَعَلَ يُبَشِّرُ بِيَدِيهِ إِلَى نَاحِيَةِ مِنَ السَّمَاءِ الْآتَفَرَجَتْ حَتَّى صَارَتْ الْمَدِينَةَ فِي مِثْلِ الْجُوبَةِ حَتَّى سَالَ الْوَادِي قَنَاةَ شَهْرًا قَالَ فَلَمْ يَجِئْ أَحَدٌ مِّنْ نَّاحِيَةِ الْإِحْدَكِ بِالْجُودِ

تشریح از شیخ زکریا۔ حضرت امام بخاریؒ کے اصول مطرہ میں سے یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ امام بخاریؒ بعض اوقات

ترجمہ سے کسی ایسی روایت کی تائید کرتے ہیں جس کا مضمون تو صحیح ہوتا ہے مگر روایت شرط کے مطابق نہیں ہوتی۔ اور بعض اوقات تردید فرماتے ہیں۔ جبکہ مضمون بھی امام بخاریؒ کے نزدیک صحیح نہ ہو۔ یہاں مسلم کی روایت میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ پر ہلکی ہلکی پھوار پڑ رہی تھی تو آپ نے چادر اتار دی اور بارش کو اپنے اوپر لینے لگے۔ اور فرمایا حدیث عہد بو بہ ابھی ابھی اپنے رب کی طرف سے آئی ہے۔ چونکہ یہ روایت امام بخاریؒ کی شرط کے مطابق نہیں تھی مگر مضمون صحیح تھا اس لئے امام نے اس کی تائید فرمائی۔ اور تائید اس طرح کر دی کہ حضور اکرم ﷺ پر بارش ہو رہی تھی مگر حضور اقدس ﷺ نے نہیں۔ تمطر سے مراد قائم رہے۔ اس حدیث کی بنا پر بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ موسم کی سب سے پہلی بارش میں غسل کرنا چاہیے۔

باب إِذَا هَبَّتِ الرِّيحُ

ترجمہ۔ جب ہوائیں چلیں

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جب سخت آندھیاں چل رہی تھیں تو جناب نبی اکرم ﷺ کے چہرہ میں اس کا اثر پہچانا جاتا تھا۔

حدیث (۹۷۲) حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ الْعَنْدَسِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ كَانَتْ الرِّيحُ الشَّدِيدَةَ إِذَا هَبَّتْ عُرِفَ ذَلِكَ فِي وَجْهِ النَّبِيِّ ﷺ. الحديث

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حاصل یہ کہ چونکہ ریح شدیدہ عذاب الہی کا پیش خیمہ ہے اسلئے ایسے وقت میں مشغول ہو جانا چاہئے

ترجمہ۔ آپؐ کا ارشاد ہے کہ پردا ہوا سے میری مدد کی جاتی ہے

باب قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ نَصِرْتُ بِالصَّبَا

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا پردا ہوا سے میری مدد کی گئی۔ اور پچھم کی ہوا سے عادی قوم برباد ہوئی۔

حدیث (۷۹۳) حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ (الْخ) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ نَصِرْتُ بِالصَّبَا وَأُهْلِكَ عَادُ بِالْأَبْوَرِ.. الحديث..

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شرح فرماتے ہیں کہ اس باب سے امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ وہ صباء کا استثناء فرما رہے ہیں اور

مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ پر خوف اس وقت طاری ہوتا تھا جبکہ دیور پچھم کی ہوا ہو۔ صبا پردا ہوا کے وقت خوف طاری نہیں ہوتا تھا

ترجمہ۔ زلزلوں اور قدرت کی نشانیوں

باب مَا قِيلَ فِي الزَّلَازِلِ

کے بارے میں جو کچھ فرمایا گیا ہے۔

وَالْآيَاتِ

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اس وقت تک قیامت برپا نہیں ہوگی یہاں تک کہ دینی علم اٹھالیا جائے گا۔ زلزلے کثرت سے ہوں گے زمانہ گھٹنا جائے گا۔ فتنے ظاہر ہوں گے۔ اور ہرج یعنی قتل بہت ہوں گے یہاں تک کہ تمہارے اندر مال کی کثرت ہوگی پس بننے لگے گا یعنی عام ہو جائے گا۔

حدیث (۹۷۴) حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ (الْخ) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَقْبَضَ الْعِلْمُ وَتَكْثُرَ الزَّلَازِلُ وَيَتَقَارَبَ الزَّمَانُ وَتَظْهَرَ الْفِتْنُ وَيَكْثُرَ الْهَرْجُ وَهُوَ الْقَتْلُ حَتَّى يَكْثُرَ فِيكُمْ الْمَالُ فَيَفِضُ.. الحديث....

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ ہرج کے معنی قتل کے ہیں دوسرے قتل قتل یا تو اسلئے کہا گیا کہ مجاز کا وہم نہ ہو یا تکرار سے کثرت کی طرف اشارہ ہے

تشریح از شیخ زکریا۔ چونکہ زلازل کا وقوع شدت ہو میں اکثر ہوا کرتا ہے۔ اس لئے زلازل کو بھی اس میں ذکر فرمادیا

اب ان زلازل وغیرہ میں استسقاء کی طرح نماز ہے یا نہیں۔ حنابلہ کے یہاں ہے اور جمہور کے نزدیک نہیں۔ البتہ چونکہ یہ علامات قیامت میں سے ہے اس لئے تضرع و زاری کرنا چاہیے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہونا چاہیے۔ بتقارب الزمان تقارب زمان کے کئی مطلب ہیں۔ اکثر کی رائے یہ ہے کہ برکت جاتی رہے گی۔ ایسے طور پر دن و رات گزریں گے کہ کچھ پتہ نہیں چلے گا کہ رات کب آئی اور دن کب ختم ہوا۔ اور اسی معنی کے قریب بعض علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ لذات اور شہوات میں اتنا غلو ہو گا کہ کچھ پتہ نہ چلے گا کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی شے میں انہماک ہوتا ہے تو وقت کا پتہ نہیں چلتا کب گذر اور کتنی دیر میں گذرنا۔ نہ اہل معاصی کو اور نہ ہی اہل طاعت کو پتہ چلتا ہے اور تیسرا مطلب بعض علماء نے یہ لکھا ہے کہ کثرت مصائب کی وجہ سے دن و رات کا پتہ نہ چلے گا۔ مگر اشکال یہ ہے کہ مصیبت کے وقت ایک گھڑی کا شاہی مشکل ہو جاتا ہے اور پہاڑ سا معلوم ہوتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کثرت مصائب کی وجہ سے اس میں تعطل پیدا ہو جائیگا اور پتہ ہی نہ ہو گا کہ کب رات آئی اور کب دن ختم ہوا۔ یا اس کے برعکس۔ نیز ایک اور مطلب بھی بتلایا جاتا ہے کہ دن رات میں مساوات فی المقدر ہو جائے گی مگر یہ معنی یہاں مراد نہیں بلکہ یہ کتاب الرزق والی حدیث میں مراد لیا جائے گا کیونکہ مساوات کے وقت خواب صحیح ہوتا ہے اور اس زویا والی کا دوسرا مطلب یہ بھی ہے کہ قرب قیامت مراد ہے کہ قرب قیامت میں خواب سچ ہونے لگیں گے۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اے اللہ ہمارے شام اور یمن میں ہمارے لئے برکت فرمادے۔ راوی کہتے ہیں لوگوں نے کہا نجد کے بارے میں بھی۔ آپ نے پھر فرمایا کہ اے اللہ ہمارے لئے ہمارے شام اور یمن میں برکت فرمادے لوگوں نے پھر کہا ہمارے نجد کے بارے میں بھی دعا فرمائیے آپ نے فرمایا وہاں زلزلے ہوں گے اور فتنے برپا ہوں گے اور وہیں سے شیطان کا لشکر نکلے گا۔

حدیث (۹۷۵) حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى النَّخَعِيُّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي شَامِنَا وَرَفِي يَمِنِنَا قَالَ قَالُوا أَوْفِي نَجْدِنَا قَالَ قَالَ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي شَامِنَا وَرَفِي يَمِنِنَا قَالُوا أَوْفِي نَجْدِنَا قَالَ هُنَالِكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَبِهَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ الْحَدِيثُ

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تم نے

اپنی روزی یہی ہنالی ہے کہ تم جھٹلاتے رہو گے
ابن عباسؓ رزق کی تفسیر شکر سے کرتے ہیں۔

باب قَوْلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ
وَتَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ أَنْكُمْ تَكْدِبُونَ
قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ شُكْرُكُمْ

تشریح از قطب گنگوہی۔ تَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ اِي حِطْمِكُمْ وَفَسْطِكُمْ رِزْقُكُمْ مَعْنَى حِصَّةِ كُمْ هِيَ۔ ابْنُ عَبَّاسٍ نے

اس کی تفسیر شکر سے کی ہے۔ اور شکر سے مراد بارش ہے یعنی تم نے اپنا حصہ قرآن سے بھی بنا لیا ہے کہ تم اسے جھٹلاتے رہو۔ یا یہ کہ اپنے رزق کا شکر یہ بھی ادا کیا کہ قرآن کو جھٹلاتے رہو۔ واللہ اعلم

حدیث (۹۷۶) حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ (الرخ) عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُهَنِيِّ أَنَّهُ قَالَ صَلَّى لِنَارِ سَوْلِ اللَّهِ صَلَّى صَلَاةُ الصُّبْحِ بِالْحُدَيْبِيَّةِ عَلَيَّ أَنْزَلَ سَمَاءَ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلَةِ فَلَمَّا انْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى أَقْبَلَ عَلَيَّ النَّاسِ فَقَالَ هَلْ تَذَرُونَنِي مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ فَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللَّهِ وَرَحْمَتِهِ فَذَلِكَ مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ وَأَمَّا مَنْ قَالَ بِنُوءٍ كَذَا وَكَذَا فَذَلِكَ كَافِرٌ بِي مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ .. الحديث ...

ترجمہ۔ حضرت زید بن خالد جہنیؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حدیبیہ کے مقام پر صبح کی نماز پڑھائی جبکہ رات کو بارش ہونے کی وجہ سے ابھی اس کے آثار باقی تھے۔ جب حضور اقدس ﷺ نماز سے فارغ ہو کر پھرے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے اس وقت کیا فرمایا۔ انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ فرمایا بعض میرے بندے تو مجھ پر ایمان لانے والے بنے اور بعض کافر ہوئے جس نے کہا کہ ہم پر اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش ہوئی تو وہ تو مجھ پر ایمان لانے والے اور ستاروں سے کفر کرنے والے بن گئے لیکن جس نے کہا کہ

ہم پر تو بچھتر اور برج میں جانے کی وجہ سے بارش ہوئی تو یہ مجھ سے کفر کرنے والا اور ستارے پر ایمان لانے والا ہوا۔

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب آئے گی۔

باب لَا يَدْرِي مَتَى يَجِيءُ الْمَطَرُ
إِلَّا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ پانچ چیزیں ہیں جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى خَمْسٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللَّهُ

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا غیب کی چابی پانچ ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ چنانچہ کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا۔ اور یہ بھی کوئی نہیں جانتا کہ چہ دانیوں میں کیا ہے۔ اور کوئی جی یہ بھی نہیں جانتا کہ

حدیث (۹۷۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى مِفْتَاحُ الْغَيْبِ خَمْسٌ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللَّهُ لَا يَعْلَمُ أَحَدٌ مَا يَكُونُ فِي عَدْوٍ وَلَا يَعْلَمُ أَحَدٌ مَا يَكُونُ فِي الْأَرْحَامِ وَلَا تَعْلَمُ

وہ کل کیا کمائے گا اور کوئی جی یہ بھی نہیں جانتا کہ کون سی زمین میں اسے موت آئے گی۔ اور کوئی یہ بھی نہیں جانتا کہ بارش کب آئے گی۔

نَفْسٌ مَّا ذَاكَ كَسِبَ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ
تَمُوتُ وَمَا تَدْرِي أَحَدٌ مَّتَى يَجِيئُ الْمَطَرُ...

تشریح از شیخ زکریا۔ یعنی بارش کے متعلق یہ یقین نہ کرنا چاہیے کہ فلاں وقت ہوگی جیسا کہ ماہرین فلکیات کہہ دیتے ہیں یہ صرف اٹکل بچو ہے۔ سب اللہ کے قبضہ میں ہے اور ہے قرآن تو ہر اوقات اس کے خلاف بھی ہو جاتا ہے۔ اسی طرح بقیہ پانچ چیزیں جن کا ذکر حدیث میں ہے ان کا بھی علم یقینی صرف اللہ کو ہے۔

الحمد لله على ذلك تمت كتاب الاستسقاء۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

أَبْوَابُ الْكُسُوفِ

بَابُ الصَّلَاةِ فِي كُسُوفِ الشَّمْسِ

ترجمہ۔ سورج کے بے نور ہونے کے وقت نماز پڑھنا

ترجمہ۔ حضرت ابی بکرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم جناب نبی اکرم ﷺ کے پاس تھے کہ سورج گرہن لگ گیا۔ تو آپؐ کھڑے ہو گئے اور چادر کو کھینچتے ہوئے مسجد میں داخل ہو گئے۔ ہم بھی مسجد میں داخل ہوئے تو آپؐ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی یہاں تک سورج کھل کر روشن ہو گیا جس پر آپؐ نے فرمایا کہ سورج اور چاند کسی کی موت کی وجہ سے بے نور نہیں ہوتے اور جب تم اس قسم کے حوادث دیکھو تو نماز پڑھو اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرو یہاں تک کہ وہ مصیبت تم سے ٹل جائے۔

حدیث (۹۷۸) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ (النخ)
عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَأَنْكَسَفَتِ
الشَّمْسُ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُجْرِدَاءَ حَتَّى
دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلْنَا فَصَلَّى بِنَارٍ كَعَيْنَيْنِ حَتَّى
انْجَلَّتِ الشَّمْسُ فَقَالَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ
لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَإِذَا رَأَيْتُمُوهَا فَصَلُّوا
وَادْعُوا حَتَّى يَكْشَفَ مَا بَيْنَكُمْ... الحديث...

ترجمہ۔ حضرت ابو مسعود انصاریؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا بے شک سورج اور چاند لوگوں میں سے کسی کے مرنے کی وجہ سے بے نور نہیں ہوتے لیکن یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ جب ان کو دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ اور نماز پڑھو۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ وہ جناب نبی اکرم ﷺ سے خبر دیتے ہیں کہ بے شک سورج اور چاند کسی کے مرنے یا کسی کی زندگی کی وجہ سے بے نور نہیں ہوتے بلکہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں نشانیاں ہیں۔ جب ان کو دیکھو تو نماز پڑھو۔

ترجمہ۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں جس دن کہ آپ کے صاحبزادے ابراہیم کی وفات ہوئی تو سورج گرہن لگ گیا۔ لوگ کہنے لگے کہ صاحبزادہ ابراہیم کی موت کی وجہ سے سورج بے نور ہوا جس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک سورج اور چاند کسی کی موت اور حیات کی وجہ سے بے نور نہیں ہوتے تو جب اس قسم کے حوادث دیکھو تو نماز پڑھو اور اللہ سے دعا کرو۔

حدیث (۹۷۹) حَدَّثَنَا شِهَابُ بْنُ عَبْدِ الْوَالِدِ أَخْبَرَنَا أَنَّهُ سَمِعْتُ أَبَا مَسْعُودٍ يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ مِنَ النَّاسِ وَلِكِنَّهُمَا آيَاتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَاقْرَأُوا فَاصْلُوا...

حدیث (۹۸۰) حَدَّثَنَا أَصْبَغُ بْنُ الْوَالِدِ أَخْبَرَنَا عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ يُخْبِرُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ وَلَكِنَّهُمَا آيَاتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَاصْلُوا... الحديث

حدیث (۹۸۱) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا عَنِ الْمَغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَيَّ عَهْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ مَاتَ إِبْرَاهِيمُ فَقَالَ النَّاسُ كَسَفَتِ الشَّمْسُ لِمَوْتِ إِبْرَاهِيمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَاصْلُوا وَادْعُوا اللَّهَ.

تنبیہ۔ حضرت شیخ الاسلام شیخ العرب والجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کے افادات جلد اول کے تحیۃ المسجد تک ختم ہو گئے۔ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا قدس سرہ کے افادات جو تقریر بخاری اردو کے نام سے طبع ہوئے وہ کتاب الاستقواء پر ختم ہو گئے۔ اب حضرت شیخ مدنی کے فرمان پر کہ شیخ الحدیث مولانا زکریا مرحوم و مغفور کو حکم ہوا کہ آپ فقیہ امت حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کی تقریر جو مولانا زکریا کے والد ماجد مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی نے ضبط فرمائی تھی۔ اس کو طبع کر اگر شائع کریں تاکہ حضرت گنگوہی کے افادات سے مستفید ہوں چنانچہ اب آئندہ پہلے حضرت گنگوہی کے افادات درج ہوں گے پھر اس پر جو حاشیہ مولانا زکریا نے لامع الدراری علی الجامع البخاری کے نام سے طبع ہوا اس کو تحریر کیا جائے گا۔ هو اللہ الموفق

تشریح از شیخ گنگوہی۔ لکنہما ایٹان من آیات اللہ الخ الہیۃ جو کہتے ہیں کہ سورج گرہن چاند کے سورج اور زمین کے درمیان حائل ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ یہ حدیث اس کے منافی نہیں ہے۔ اس لئے کہ آیت کے معنی علامت کے ہیں اور سورج و چاند دونوں اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت کی نشانیاں ہیں اور سورج گرہن کے موقع پر ان دونوں کے نور کا سلب ہو جانا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان پر پوری قدرت حاصل ہے وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ مسئلہ کسوف میں دس احاث ہیں جن کی تفصیل اوجز مسالک میں بیان کی گئی یہاں اختصار لیتا جاتا ہے پہلی بحث تولفت میں ہے کسوف۔ خسوف۔ انکساف اور انکساف لغت کے اعتبار سے سب ہم معنی ہیں۔ البتہ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ کسوف شمس کے لئے اور خسوف قمر کے لئے اور بعض اوقات ایک دوسرے پر بھی اطلاق ہوتا ہے۔ فقہاء کے یہاں یہی مشہور ہے اور جمہور یہ فرماتے ہیں کہ کسوف اور خسوف دونوں میں بالکلیہ ان کی روشنی چلی جاتی ہے۔ اور بعض اوقات کچھ حصہ روشنی کا چلا جاتا ہے۔ اور بعض فرماتے ہیں کہ خسوف دونوں کے رنگ کا چلا جاتا ہے۔ اور کسوف میں رنگ کی تبدیلی ہوتی ہے۔

دوسری بحث یہ ہے کہ الہیہ والحساب کہتے ہیں کہ کسوف شمس کی کوئی کیفیت حقیقت نہیں سورج میں کبھی تغیر نہیں آتا البتہ کبھی کبھی زمین اور سورج کے درمیان چاند حائل ہو جاتا ہے۔ سورج کا نور باقی رہتا ہے جیلوۃ ارض کی وجہ سے کسوف قمر میں روشنی بالکل باقی نہیں رہتی۔ علامہ ابن العربی نے ان کے استدلال کو اس طرح باطل کیا ہے کہ الہیۃ کے نزدیک مسلمہ ہے کہ سورج چاند سے کئی گنا جسامت میں زیادہ ہے تو پھر اصغر اکبر کے لئے کیسے حاجب ہو گا۔ علامہ عینی نے بھی تفصیل سے ان کا ابطال کیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تخویف کیلئے کبھی کبھی اللہ تعالیٰ اس طرح اپنی قدرت کا اظہار فرمادیتے ہیں۔ الہی حساب کی بات اگر حق بھی ہو تو وہ تخویف کے منافی نہیں جیسے زلزلہ ان کے نزدیک تحت الارض والجبال تغیر احوال کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ دنیا میں کوئی ایسا شخص نہیں جو ان سے نہ ڈرتا ہو علامہ عینی فرماتے ہیں کہ کسوف ایک ایسا تغیر الہی ہے جو اللہ تعالیٰ سورج اور چاند میں اس امر کے لئے پیدا کر دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے لیکن اس حکمت کا ہمیں ادراک نہیں۔

تیسری بحث یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں یہ مشہور تھا کہ سورج گرہن اور چاند گرہن کسی امر عظیم یا کسی کی موت و حیات کے لئے ہوتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے ان کے اس خیال کو رد فرمادیا۔

چوتھی بحث یہ ہے کہ کسوف کا حکم کیا ہے اور اس کے کیا فوائد ہیں۔ تو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ جب یہ آیات الہیہ ظاہر ہوتی ہیں تو نفوس انسانیہ پر ان کا اثر ہوتا ہے۔ اور وہ دنیا سے کٹ کر ذکر الہی کی طرف مجبور ہوتے ہیں۔ یہ حالت مومن کیلئے نعمت ہے کہ وہ دعا اور نماز میں مشغول رہے چنانچہ رسول اللہ ﷺ جب بھی ان حوادث کو دیکھتے تو گھبرا کر دعا و نماز میں مشغول ہو جاتے تھے پانچویں بحث یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے عہد میں کسوف کب اور کتنی مرتبہ ہوا ملاحظہ فرمائیے تو فرماتے ہیں صرف ۵۵ مرتبہ

ہسوف ہوا۔ مگر جمہور اہل السیر کی تحقیق یہ ہے کہ یہ سوف ۱۰ھ ربیع الاول کے مہینہ میں ہوا جبکہ صاحبزادہ ابراہیم کی وفات ہوئی۔ اسلئے لوگ کہنے لگے کہ ان کی وفات کی وجہ سے سورج گرہن ہوا۔

چھٹی حدیث یہ ہے کہ بھول اہل بیت عموماً سوف مہینہ کی آخری تاریخ ۲۸ اور ۲۹ کو ہوتا ہے مگر اہل تاریخ کے نزدیک اس کے اوقات مختلف ہیں۔ چنانچہ صاحبزادہ ابراہیم کی وفات ۱۰ھ ربیع الاول کی دس کوبدھ کے دن ہوئی۔ جس دن سورج گرہن ہوا۔ اور شہادت امام حسینؑ کا شورہ محرم میں ہوئی اس دن بھی سورج بے نور ہوا۔

ساتویں حدیث یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں کئی بار سوف ہوا۔ علامہ خطابی وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ آپ کے عہد میں دوسرے سوف ہوا پہلی مرتبہ ۶ھ میں حدیبیہ کے موقع پر اور دوسرا ۱۰ھ میں وفات ابراہیم پر مگر اہل قیم اور علامہ بیہقی کا میلان اس طرف ہے کہ آپ کے زمانہ میں سوف صرف ایک ہی مرتبہ ہوا ہے وہ ۱۰ھ جبکہ صاحبزادہ ابراہیم کی وفات ہوئی۔ خلاصہ یہ کہ کتب احادیث سے سوف شمس تو صرف ایک مرتبہ ثابت ہے۔ اور خسوف قمر حضور ﷺ کے زمانہ میں دوسرے مرتبہ ہوا ہے۔

آٹھویں حدیث صلوٰۃ سوف کی ہے اس میں بھی چند مسائل ہیں۔ پہلا تو یہ ہے کہ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک صلوٰۃ سوف سنت مؤکدہ ہے مالکیہ کے نزدیک سنت غیر مؤکدہ۔ علماء احناف کے نزدیک علامہ یعنی فرماتے ہیں الاصح انہا سنة اور بعض نے وجوب کا قول بھی نقل کیا ہے۔ مگر متفق علیہ مسئلہ سنیہ کا ہے۔ دوسرا مسئلہ وقت کا ہے۔ شافعی کے نزدیک تو اس کا کوئی وقت نہیں۔ کیونکہ یہ صلوٰۃ ذات سبب ہے۔ حنبلیہ اور حنفیہ نے اوقات مکروہہ کو مستثنیٰ کیا ہے۔ اور مالکیہ کے نزدیک رائج یہ ہے کہ وقتھا وقت العید۔ تیسرا مسئلہ صلوٰۃ سوف کی کیفیت کا ہے۔ احناف کے نزدیک یہ نماز دو رکعت برو عین (دور کوع کے ساتھ) ہے۔ اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ہر رکعت میں دور کوع ہیں۔ چوتھا مسئلہ قراءۃ کے جہر اور سر کا ہے۔ احناف اور حنبلیہ جہر کے قائل ہیں۔ اور دیگر ائمہ سر کے قائل ہیں۔ پانچواں مسئلہ یہ ہے کہ ائمہ اربعہ کے نزدیک اس کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا سنت ہے بعض کہتے ہیں کہ جماعت مشروع نہیں ہے۔ چھٹا مسئلہ خطبہ کا ہے امام شافعیؒ اور اسحاق بن راہویہ نماز کے بعد خطبہ کی سنیہ کے قائل ہیں۔ ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ نماز سوف کے بعد خطبہ نہیں ہے۔

نویں حدیث خسوف قمر کے بارے میں ہے شرح احیاء میں ہے کہ خسوف قمر ۴ھ جمادی الاخریٰ میں واقع ہوا حضور اکرم ﷺ نے اس پر لوگوں کو جمع نہیں کیا۔ اور دوسرا خسوف حسب قول سیرۃ ابن حبان ۵ھ جمادی الاخریٰ میں ہوا۔ جس میں آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔

دسویں حدیث یہ ہے کہ صلوٰۃ سوف کی طرح یا اس سے مختلف ہے امام مالکؒ تو فرماتے ہیں کہ سوائے سوف شمس کے آپ نے خسوف قمر میں کوئی نماز نہیں پڑھی۔ البتہ دار قطنی نے ابن عباسؓ کی روایت نقل کی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے سوف و خسوف میں چار رکوع اور چار سجدے کئے ہیں بہر حال احناف کے نزدیک اگر صلوٰۃ خسوف پڑھی جائے تو بغیر تکرار رکوع اور بدون الخطبہ پڑھی جائے اور جماعت مالکیہ کے نزدیک مکروہہ ہے۔ احناف کے نزدیک غیر مسنون ہے۔

تنبیہ - حضرت امام بخاری نے ترجمہ صلوٰۃ الکسوف کا باندھا جس کے تحت چند ایسی روایات ذکر فرمائیں جن کے اندر تعدد رکوع کا ذکر نہیں ہے۔ ظاہر یہی ہے کہ امام بخاری تعدد رکوع کو نہیں لیتے ورنہ کوئی ایک روایت تو اس بارے میں ذکر فرماتے۔ چنانچہ علامہ سندھی فرماتے ہیں کہ صلی بنا رکعتین یہ حدیث اس پر دال ہے۔ کہ صلوٰۃ کسوف صلوٰۃ نافلہ کی طرح ہے اور نساہی میں یہ زیادتی بھی ہے صلوٰۃ اکماکتتم تصلاتون اور صلوٰۃ معلومہ نافلہ ہے۔ نیز ہر رکعت میں دس رکوع کی روایات بھی آئی ہیں۔ ان کو کیوں چھوڑا جاتا ہے۔ مزید تفصیل اوپر میں دیکھی جاسکتی ہے۔

قولہ اصحاب الہیئۃ - گذر چکا کہ الہیئۃ کے جتنے مقدمات ہیں وہ سب باطل ہیں۔ اگر تسلیم بھی کر لئے جائیں تو اگر ان کی غرض صرف یہ ہے کہ عادت اللہ یونہی جاری ہے۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر ان کا مقصد یہ ہے کہ یہ عقائد واجب ہے اس کی حسب ذاتہ تاثیر ہے تو یہ باطل ہے۔ کیونکہ لا مؤثر فی الوجود الا اللہ تعالیٰ۔ فان الایۃ ہی العلامۃ کرمانی فرماتے ہیں کہ علامۃ لعذاب الناس یا قیامت کے قرب کی نشانی ہے یا سورج کے مخلوق ہونے کی نشانی ہے کہ وہ اللہ کی قدرت میں اس طرح مسخر ہے کہ اس کو اپنے نفس سے دفع کرنے کی قدرت نہیں۔ چہ جائیکہ وہ کسی غیر پر قدرت رکھے۔

ترجمہ۔ کسوف کے وقت صدقہ خیرات بھی کرنا چاہئے

باب الصَّدَقَةِ فِي الْكُسُوفِ

ترجمہ۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ

ﷺ کے زمانے میں سورج بے نور ہوا تو حضور رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو اس طرح نماز پڑھانی کہ کھڑے ہوئے اور قیام بہت لمبا کیا تو رکوع کو بھی لمبا کیا پھر کھڑے ہو گئے تو قیام کو اتنا لمبا کیا کہ وہ پہلے قیام سے کم تھا۔ پھر رکوع کیا اور رکوع کو اتنا لمبا کیا کہ وہ پہلے رکوع سے کم تھا۔ پھر سجدہ کیا اور سجدہ کو لمبا کیا پھر دوسری رکعت میں بھی ایسا کیا جیسے کہ پہلی رکعت میں کیا تھا۔ پھر نماز سے فارغ ہو کر اس وقت پھر سے جبکہ سورج مکمل چکا تھا تو لوگوں کو خطبہ دیا اس طرح کہ پہلے اللہ کی حمد بیان کی اور پھر تعریف فرمائی پھر فرمایا کہ سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں جو کسی کی موت اور حیات کیلئے

حدیث (۹۸۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِالنَّاسِ فَقَامَ فَاطَالَ الْقِيَامُ ثُمَّ رَكَعَ فَاطَالَ الرُّكُوعَ ثُمَّ قَامَ فَاطَالَ الْقِيَامَ وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ فَاطَالَ الرُّكُوعَ وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ سَجَدَ فَاطَالَ السُّجُودَ ثُمَّ فَعَلَ فِي الرُّكُوعِ الْأُخْرَى مِثْلَ مَا فَعَلَ فِي الرُّكُوعِ الْأَوَّلِي ثُمَّ أَنْصَرَفَ وَقَدْ تَحَلَّتِ الشَّمْسُ فَنَظَرَ النَّاسُ فَحَمِدَ اللَّهُ وَأَثَمَ عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَاتُ اللَّهِ

ے نور نہیں ہوتے۔ پس جب تم اس کو دیکھو تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرو تکبیر پڑھو اور نماز پڑھو اور صدقہ کرو۔ پھر فرمایا اے امت محمد ﷺ! اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت مند کوئی نہیں ہے کہ اس کا منہ یا اس کی باندی زنا کرتے ہیں۔ اور اے امت محمد ﷺ! اللہ کی قسم! کہ جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم جانتے ہوتے تو تھوڑا ہنستے اور بہت روتے۔

لَا يُخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ فَاذَارَايْتُمْ ذَلِكَ فَاذُعُوا اللَّهَ وَكَبِّرُوا وَصَلُّوا وَتَصَدَّقُوا كَمَا قَالَ يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ وَاللَّهِ مَا مِنْ أَحَدٍ آخِرٍ مِنَ اللَّهِ أَنْ يُزَيِّنَ عَبْدَهُ أَوْ تُزَيِّنَ أُمَّتَهُ يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ وَاللَّهِ كَوْ تَعْلَمُونَ مَا عَظِمَ لَصِحْحَتِكُمْ قَبْلًا وَكَبَّيْتُمْ كَبِيرًا. الحديث

تشریح از شیخ گنگوہی۔ کوف سے اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت کا علم ہو گیا تو اللہ تعالیٰ کے محارم کی پردہ دہری اور معاصی کے ارتکاب کے وقت اس کے انتقام اور ایمان کے سلب ہونے اور دیگر مصائب سے بے خوف نہیں ہونا چاہیے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ ما من احد غیر من اللہ الخ اللہ تعالیٰ کی طرف غیرت کی نسبت مجازاً ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ زانی اور زانیہ پر نہایت غضب و غصہ کا اظہار فرماتے ہیں یا یہ استعارہ مصرحہ قبعیہ ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ اپنے عبد زانی اور زانیہ سے انتقام اور عذاب و عتاب کا نزول فرمائیں گے اس حالت کے ساتھ تشبیہ ہے جبکہ وہ اپنے غلام زانی کے ساتھ زجر و تعزیر کا سلوک کرتا ہے اس کلام کو ما قبل سے تعلق یہ ہے کہ جب رسالت مآب ﷺ نے اپنی امت کو کوف سے ڈراتے ہوئے نماز دعا تکبیر اور صدقہ و خیرات کا حکم دیا۔ اب ارادہ فرما کر ان کو دیگر گناہوں سے بھی روکا جائے ان معاصی میں سے زنا کی خصوصیت یہ ہے کہ نفس کا جتنا میلان زنا کی طرف ہوتا ہے اتنا دیگر معاصی کی طرف نہیں ہوتا۔ اس معاملہ میں خلق الانسان ضعیفاً چونکہ زنا حق معاصی میں سے ہے اور اس کا اثر نفوس کے بھروسے اور غلبہ غضب میں زیادہ اس کو غیرت مند کی پکڑ اور گرفت سے ڈر لیا گیا۔

قال العارف الرومی ابر نیاید ازہیے منع کوة وزنا افتد بلا اندر جہات

ترجمہ۔ زکوٰۃ روکنے سے بارش نہیں آتی۔ اور زنا کی وجہ سے چاروں طرف سے آفات بلایا نازل ہوتی ہیں۔ (مرتب)

باب النِّدَاءِ بِالصَّلَاةِ جَامِعَةً

ترجمہ۔ کوف میں الصلوة جامعۃ کے

الفاظ سے اعلان کیا جائے۔

فِي الْكُوفِ

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں جب سورج گرہن لگا تو اعلان کیا گیا کہ الصلوة جامعۃ یعنی پھک نماز جمع کرنے والی ہے۔

حدیث (۹۸۳) حَدَّثَنِي اسْحَاقُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ لَمَّا كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ نُوْدِي أَنَّ الصَّلَاةَ جَامِعَةً. الحديث

تشریح از شیخ گنگوہی۔ امام حاریؒ نے صلوٰۃ عیدین کو اس پر قیاس کرتے ہوئے فرمایا کہ جیسے کسوف میں نداء ہوتی ہے

عیدین میں بھی ہونی چاہیے۔ لیکن علماء احنافؒ فرماتے ہیں کہ عیدین میں اس حکم کا تعدیہ نہیں ہو سکتا کیونکہ کسوف میں ہر شخص متنبہ نہیں ہوتا۔ ہاں جب کسوف سے اندھیرا چھا جائے تو جب لوگوں کو سنبھہ ہوتا ہے۔ خلاف عیدین کے کہ ان کا دن اور ان کا وقت کسی پر پوشیدہ نہیں ہوتا۔ بایں ہمہ روایات میں آچکا ہے۔ لم یکن الصلوٰۃ العیدین اذان ولا اقامة ولا شیء تویہ لا شیء کاللفظ دوسری ہر چیز کی نفی کرتا ہے او الصلوٰۃ جامعة تو بہر حال ایک شیء ہے جس کا کوئی جواز نہیں ہو سکتا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ حافظ لکن جمر الصلوٰۃ جامعة میں دونوں پر نصب کے قائل ہیں۔ الصلوٰۃ کی نصب جامعہ کی نصب

حال پر محمول ہے۔ ای احضر والصلوٰۃ فی حال کونہا جامعة یعنی نماز میں سب لوگ حاضر ہو جاؤ جبکہ وہ جمع کرنے والی ہے اور بعض نے دونوں پر رفع پڑھا ہے۔ الصلوٰۃ مبتداء اور جامعہ خبر بمعنی ذات جملتہ۔ بہر حال علماء کا اس پر اجماع ہے کہ صلوٰۃ کسوف میں نہ تو اذان ہے نہ اقامت ہے اور نہ ہی کوئی اور چیز ہے البتہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر منادی الصلوٰۃ جامعة کا نعرہ لگائے تاکہ لوگ مسجد کی طرف آجائیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن اس میں امام شافعیؒ متقدم ہیں۔ جو حدیث عبد اللہ بن عمرؓ سے استدلال کرتے ہیں۔ جمہور فرماتے ہیں کہ حدیث عبد اللہ بن عمرؓ ابتداء اسلام پر محمول ہے۔ کیونکہ ابتداء میں صلوٰۃ کسوف کا لوگوں کو علم نہیں تھا۔ اس لئے نداء کا حکم دیا گیا چنانچہ مسلم شریف میں حضرت جابر بن عبد اللہؓ کی روایت ہے لا اذان فی یوم الفطر حین یخرج الامام ولا بعدما یخرج الامام ولا اقامة ولا ندا ولا شیء۔ یعنی حضرت جابرؓ فرماتے ہیں عید الفطر میں جب امام باہر آتا تھا تو اس وقت اذان ہوتی اور نہ ہی امام کے باہر آنے کے بعد کوئی اقامت نہ کوئی نعرہ اور نہ ہی کوئی اور شیء ہوتی تھی اور جزم میں لکن تمیم کا قول نقل کیا گیا ہے کان النبی ﷺ اذا انتہی الی المصلی اخذ فی الصلوٰۃ من غیر اذان ولا قول الصلوٰۃ جامعہ والسنة لا یفعل شیء من ذلك۔ یعنی جب نبی اکرم ﷺ عید گاہ پہنچتے تھے تو نماز شروع کر دیتے تھے نہ اذان ہوتی تھی اور نہ ہی الصلوٰۃ جامعہ کا نعرہ ہوتا تھا۔ پس سنت یہ ہے کہ ان میں سے کوئی چیز نہ کی جائے۔ چنانچہ بعض نے اسے مکروہ و خلاف اولیٰ بحد بدعت تک کہا ہے۔ یہاں اشکال یہ ہے کہ خود حضرت گنگوہیؒ نے کوکب درری میں اس کی مشروعیت کا قول کیا ہے۔ چنانچہ بغیر اذان ولا اقامة کے بعد فرماتے ہیں هذا لیس لہا للاعلام مطلقا بل هذا نفی للاعلام بطریق مخصوص الخ۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ شاید شیخ نے اختلاف ائمہ کی طرف اشارہ فرمایا ہو کہ بعض احنافؒ بعد میں اس کے جواز کے قائل ہو گئے۔ (ملخصاً)۔

ترجمہ۔ کسوف میں امام کا خطبہ دینا۔ دونوں بہنیں

حضرت عائشہؓ اور اسماءؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم

ﷺ نے خطبہ دیا۔

باب خُطْبَةِ الْإِمَامِ فِي الْكُسُوفِ۔

وَقَالَتْ عَائِشَةُ وَأَسْمَاءُ خُطِبَ النَّبِيُّ ﷺ

حدیث (۹۸۴) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ أَخْبَرَنَا عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فِي حَيَاةِ النَّبِيِّ ﷺ فَخَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ قَالَ فَصَفَتِ النَّاسُ وَرَأَاهُ فَكَبَّرَ فَقَرَأَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قِرَاءَةَ طَوِيلَةً ثُمَّ كَبَّرَ فَرَكِعَ رُكُوعًا طَوِيلًا ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقَامَ وَلَمْ يَسْجُدْ وَقَرَأَ قِرَاءَةَ طَوِيلَةً هِيَ أَدْنَى مِنَ الْقِرَاءَةِ الْأُولَى ثُمَّ كَبَّرَ وَرَكِعَ رُكُوعًا طَوِيلًا هُوَ أَدْنَى مِنَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ كَمَا سَجَدْتُ لَكَ قَالَ فِي الرُّكُوعَةِ الْآخِرَةِ مِثْلَ ذَلِكَ وَاسْتَكْمَلَ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِي أَرْبَعِ سَجَدَاتٍ وَأَنْجَلَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ يَنْصَرِفَ ثُمَّ قَامَ فَأَتَى عَلَى اللَّهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ هُمَا آيَاتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهَا فَافْرَعُوا إِلَى الصَّلَاةِ وَكَانَ يُحَدِّثُ كَبِيرُ بْنُ عَبَّاسٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ كَانَ يُحَدِّثُ يَوْمَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ بِمِثْلِ حَدِيثِ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ فَقُلْتُ لِعُرْوَةَ إِنَّ أَخَاكَ يَوْمَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ بِالْمَدِينَةِ لَمْ يَزِدْ عَلَى رَكَعَتَيْنِ مِثْلَ الصُّبْحِ قَالَ أَجَلٌ لِأَنَّهُ أَخْطَأَ السَّنَةَ... الحديث

ترجمہ۔ حضرت عائشہ صدیقہ زوجہ النبی ﷺ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں سورج بے نور ہوا تو آپ مسجد کی طرف تشریف لائے تو لوگوں نے آپ کے پیچھے صف باندھی۔ آپ نے تکبیر کی اور جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک لمبی قرأت پڑھی۔ پھر تکبیر کہہ کر ایک لمبارکوع کیا پھر سمع اللہ لمن حمدہ فرمایا اور سجدہ نہ کیا بلکہ پھر ایک لمبی قرأت پڑھی جو پہلی قرأت سے کم تھی۔ پھر تکبیر کہہ کر لمبارکوع کیا جو پہلے رکوع سے قدرے کم تھا پھر سمع اللہ لمن حمدہ اور دینا و لك الحمد فرمایا۔ پھر سجدہ میں چلے گئے پھر دوسری رکعت میں بھی ویسا کیا جیسا پہلی رکعت کے اندر کیا تھا تو اس طرح چار رکوع چار سجدوں کے ساتھ کئے اور حضور ﷺ کے نماز سے فارغ ہونے سے پہلے پہلے سورج روشن ہو گیا۔ پھر کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کی جیسے کہ وہ اس کا مستحق ہے پھر فرمایا کہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں جو کسی کی موت اور حیات کی وجہ سے بے نور نہیں ہوتے۔ جب تم اس کو دیکھو تو گھبرا کر نماز کی طرف جاؤ۔ امام زہری فرماتے ہیں۔ کثیر بن عباس حدیث بیان کرتے تھے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس جس دن سورج بے نور ہوا تو ایسے ہی حدیث بیان کرتے تھے جیسے حضرت عروہ تو میں نے یعنی زہری نے حضرت عروہ سے کہا کہ آپ کے بھائی عبد اللہ بن الزبیر تو جس دن مدینہ میں سورج بے نور ہوا تھا تو صبح کی نماز کی طرح دور رکعت سے

زائد نہیں پڑھتے تھے۔ تو انہوں نے فرمایا ہاں وہ اس طرح پڑھتے تھے کیونکہ انہوں نے سنت کا خلاف کیا۔

تشریح از شیخ منگوبھی۔ امام زہری کی تحقیق حضرت امام ابو حنیفہ کے مذہب پر واضح دلیل ہے اسلئے کہ حضرت عروہ

تاہی ہیں جو کسی دوسرے سے سن کر بیان کر رہے ہیں اور حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ صحابی ہیں اور خود حدیث بیان کر رہے ہیں یہ نہیں ہو سکتا کہ صلوٰۃ کسوف کے مسئلہ کی تحقیق کے بغیر وہ قوم کی امامت کرتے ہوں۔ نیز! ان کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت ہے جن سے ان کے فعل پر انکار منقول نہیں ہے۔ اگر نکیر ہو تا تو جیسے ان کے چھوٹے بھائی جو سنا علماء چھوٹے ہیں ان کا انکار نقل کیا ہے تو بڑے بھائی پر نکیر کو ضرور نقل کیا جاتا۔ معلوم ہوا کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے قول کو مان لیا اور اسے اچھا سمجھا۔ مزید برآں یہ کہ حضرت عروہؓ کے انکار کا معنی حضرت عائشہؓ کی روایت ہے جس سے صلوٰۃ ابن الزبیرؓ کی مخالفت معلوم ہوتی ہے جس سے ان کو گمان ہو گیا کہ ان کا فعل سنت کے خلاف ہے۔ حالانکہ حضرت عائشہؓ صلوٰۃ کسوف کے وقت وہاں موجود نہیں بلکہ اپنے حجرہ میں تھیں جو نفس الامر اصل واقعہ کو نہیں جانتیں حالانکہ جو لوگ واقعہ میں موجود تھے وہ حضور اکرم ﷺ کے فعل کو معلوم کرنے کی کوشش کر رہے تھے وہ مسلک احناف کے بالکل موافق ہے کہ ہر رکعت میں ایک رکوع تھا۔ بایں ہمہ خود حضرت عائشہؓ کی روایت مضطرب ہے کسی میں ہر رکعت کے اندر چار رکوع۔ کسی میں چھ رکوع منقول میں معلوم ہوا ان کے نزدیک کوئی امر واضح نہیں تھا۔ راویوں نے اپنی ترجیحات کے مطابق ان سے روایات نقل کر دیں۔

تشریح از شیخ زکریا۔ حافظ لکن حجر نے حضرت عائشہؓ کی روایت کی بنا پر فرمایا کہ صلوٰۃ کسوف میں سنت یہ ہے کہ ہر رکعت

میں دو رکوع ہوں۔ مگر علامہ یعنی نے جواب دیا کہ عروہؓ تاہی ہیں عبداللہ بن الزبیرؓ صحابی ہیں۔ صحابی سنت رسولؐ کو زیادہ جانتا ہے یا تاہی اس لئے خطا کی نسبت عروہؓ تاہی کی طرف مناسب ہے نہ کہ صحابی کی طرف جو کہ اپنے علم کے مطابق عمل کر رہے ہیں پھر حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ خلیفہ ہیں ایک غلط کثیران کے پیچھے نماز پڑھتی ہے۔ اگر اس نے سنت کی خلاف ورزی کی تو سب صحابہ اور غیر صحابہ غلطی ہوئے کہ ان میں سے کوئی بھی ایک حرف نہیں بولتا۔ نیز مثل الصبح ایسے ہے جیسے ابوداؤد کی روایت میں ہے کا حدیث صلوٰۃ صلیتموها تو یہ تشبیہ وحدت رکوع میں ہے تعدد رکعتیں میں نہیں ہے۔ بلکہ کسی روایت سے یہ ثابت نہیں ہے کہ آپ نے فرمایا ہو صلوٰۃ کصلوٰتی هذا بلکہ احادیث میں یا صلوٰۃ مطلقہ کا حکم ہے۔ اور صلوٰۃ الصبح سے تشبیہ وارد ہوئی ہے۔

الافی حجر تھا۔ اور وہ خود بھی اس طرح اپنے حجرہ میں صلوٰۃ کسوف پڑھ رہی تھیں اور دوسری عورتیں بھی وہاں جمع ہو گئیں

چنانچہ نسائی میں الفاظ ہیں عن عائشہؓ ان النبی ﷺ خرج مغرباً فاحسب الشمس فخرجنا الى الحجره فاجتمع الينا نساء واقبل رسول الله ﷺ فقام قیاماً طویلاً۔ ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ باہر تشریف لے گئے تو سورج بے نور ہو گیا تو ہم حجرہ کی طرف نکلیں اور دوسری عورتیں بھی ہماری طرف جمع ہو گئیں۔ حضور ﷺ تشریف لائے تو لبا قیام فرمایا۔ الی اخرہ۔

وتحوی فعل النبی ﷺ چنانچہ حضرت سرۃ بن جندبؓ فرماتے ہیں کہ میں اور انصار کا ایک لڑکا تیرا انداز کر رہے تھے

تو جب سورج دو نیزے یا تین نیزے کی مقدار تک پہنچا تو سیاہ ہو گیا۔ تو ہم نے ایک دوسرے سے کہا کہ چلو حضور ﷺ کا حال دیکھیں کہ وہ ایسی صورت میں کیا کرتے ہیں ابوداؤد کے الفاظ ہیں کہ فیہ الصلوٰۃ برکوع واحداً اور مسلم کے الفاظ ہیں قرء بسورۃین وصلی رکعتین

اور اسی طرح عبد الرحمن بن سمرہ کی حدیث ہے قلت لانظرن ما احدث لرسول الله ﷺ في كسوف الشمس اليوم - تو اس میں بھی رکعتیں ای رکوعین ہے۔ بہر حال یہ اہتمام کے ساتھ حضور ﷺ کے فعل کو دیکھنے والے صحابہ ہر رکعت میں ایک ہی رکوع نقل فرماتے ہیں۔ فہی مترددة فی رواية القصة چنانچہ ائمہ ست نے تو حضرت عائشہ سے ہر رکعت میں دو رکوع نقل کئے ہیں۔ اور مسلم میں ہر رکعت میں تین رکوع۔ مسلم کے الفاظ ہیں ست رکعات اربع سجعات چھ رکوع اور چار سجدے تھے۔ تو روایت عائشہ مضطرب ہوئی۔ کیف يستدل بها

باب هَلْ يَقُولُ كَسَفَتِ الشَّمْسُ أَوْ خَسَفَتْ وَقَالَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ وَوَخَسَفَ الْقَمَرُ

ترجمہ۔ کیا سورج کیلئے کسوف اور خسوف دونوں کہہ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے خسفت القمر تو جب قمر کیلئے خسوف ہے تو شمس کیلئے کسوف ہو گا دونوں صحیح ہیں۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ زوج النبی ﷺ حضرت عروہ کو خبر دیتی ہیں کہ جس دن سورج بے نور ہوا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھنی شروع کی کہ کھڑے ہو کر تکبیر کہی پھر لمبی قرأت فرمائی پھر رکوع لبا کیا پھر سر اٹھا کر سمع اللہ لمن حمدہ فرمایا پھر ایسے کھڑے ہوئے جیسے کہ وہ پہلے کھڑے ہوتے تھے پھر لمبی قرأت فرمائی جو پہلی قرأت سے قدرے کم تھی اور رکوع بھی اتنا لبا کیا جو پہلے رکوع سے قدرے کم تھا پھر لبا سجدہ فرمایا پھر دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کیا پھر اس وقت سلام پھیرا جبکہ سورج روشن ہو چکا تھا تو لوگوں کو خطبہ دیا۔ پھر کسوف شمس اور قمر کے بارے میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہیں۔ کسی کی موت و حیات کے لئے بے نور نہیں ہوتے۔ پس جب تم ایسے حوادث دیکھو تو گھبرا کر نماز کی طرف جاؤ۔

حدیث (۹۸۵) حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَفِيرَةَ النَّخَعِيُّ أَن عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ صَلَّى يَوْمَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ فَكَبَّرَ فَقَرَأَ قِرَاءَةً طَوِيلَةً ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقَامَ كَمَا هُوَ ثُمَّ قَرَأَ قِرَاءَةً طَوِيلَةً وَهِيَ أَدْنَى مِنَ الْقِرَاءَةِ الْأُولَى ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهِيَ أَدْنَى مِنَ الرَّكَعَةِ الْأُولَى ثُمَّ سَجَدَ سُجُودًا طَوِيلًا ثُمَّ فَعَلَ فِي الرَّكَعَةِ الْآخِرَةِ مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ سَلَّمَ وَقَالَ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ فَخَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ فِي كُسُوفِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ إِنَّهُمَا آيَاتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ لَا يُخَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ فَاذَارَ أَيْتُمُوها فَأَفْرَعُوا إِلَى الصَّلَاةِ. الحدیث

تشریح از شیخ گنگوہی۔ فقال فی کسوف الشمس والقمر الخ اس سے امام بخاری نے ترجمہ الباب ثابت کیا ہے کہ

پہلے تور اوئی نے دونوں کے لئے کسوف کا لفظ استعمال کیا پھر لایخسفان کے لفظ سے ذکر فرمایا۔ معلوم ہوا کہ دونوں لفظوں کا اطلاق معاً جائز ہے۔ اگرچہ غالب شمس کے لئے کسوف اور قمر کے لئے خسوف ہے جیسا کہ آیت کریمہ میں قمر کے لئے خسوف اور روایت میں شمس کے لئے کسوف وارد ہوا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عروہؒ کی روایت میں ہے لا تقولوا کسفت الشمس ولكن قولوا خسفت تو امام بخاریؒ نے حضرت عروہؒ کی تائید میں حدیث باب ذکر فرمائی کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں خسفت الشمس لیکن علامہ عینیؒ اور قسطلانیؒ نے بہت سی احادیث صحیحہ نقل کر کے بتلادیا ہے کہ لفظ کسفت بھی بہت جگہ استعمال ہوا ہے چنانچہ مسلم کی روایات کثیرہ اس پر دل ہیں۔ لیکن امام بخاریؒ کے نزدیک کوئی قول راجح نہیں تھا تو انہوں نے ہل استفہامیہ سے ترجمہ باندھا البتہ خسف القمر کو لانے سے ان کا میلان یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب قمر کے لئے خسوف ہے تو شمس کے لئے کسوف ہوگا۔ چنانچہ فقہاء کے یہاں بھی یہی مشہور ہے کہ کسوف شمس کے لئے اور خسوف قمر کے لئے۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ لغت کے اعتبار سے کسوف کا مدلول اور ہے اور خسوف کا اور ہے۔ کیونکہ کسوف تو تغیر الی سواد کو کہتے ہیں اور خسوف کے معنی نقصان کے ہیں۔ تغیر اور نقصان شمس و قمر دونوں میں ہوتا ہے۔ لہذا ان میں ترادف ہوگا الغرض حضرت عروہؒ کے قول سے جو قول کا اختصاص کا احتمال پیدا ہوتا تھا اس کو دفع فرمایا کہ دونوں کا استعمال دونوں میں صحیح ہے۔ پھر امام بخاریؒ نے ترجمہ میں آیت کریمہ ذکر فرمائی۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں اس سے اشارہ فرمایا کہ قرآن مجید میں خسف القمر آیا ہے۔ تو اس کیلئے کسف نہ لایا جائے۔ مگر احادیث کثیرہ میں قمر کے لئے بھی کسف کا لفظ وارد ہوا ہے۔ لہذا حضرت شیخ گنگوہیؒ کی توجیہ اوجہ اور راجح ہوگی کہ دونوں کا اطلاق دونوں کے لئے جائز ہے۔

ترجمہ۔ جناب رسول اللہ ﷺ کا فرمانا کہ اللہ تعالیٰ کسوف کے ذریعہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے حضرت ابو موسیٰؓ نے جناب نبی اکرم ﷺ سے اس طرح روایت کیا ہے۔

باب قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ يُخَوِّفُ اللَّهُ عِبَادَهُ بِالْكَسُوفِ
قَالَ أَبُو مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

ترجمہ۔ حضرت ابو بکرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے شک سورج اور چاند اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ جو کسی کی موت کیلئے بے نور نہیں ہوتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ ان دونوں کے ذریعہ اپنے بندوں کو ڈراتے ہی عبدالوارث وغیرہ نے یونس سے اس جملہ کو نقل کیا۔ البتہ موسیٰ اور اشعث نے

حدیث (۹۸۶) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ (الخ) عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَاتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَكِنْ يُخَوِّفُ اللَّهُ بِهِمَا عِبَادَهُ لَمْ يَذْكُرْ عَبْدَ الْوَارِثِ (الخ) يُخَوِّفُ اللَّهُ بِهَا عِبَادَهُ وَتَابَعَهُ مُوسَى (الخ)

عَنِ النَّبِيِّ ﷺ يُخَوِّفُ اللَّهُ بِهِمَا عِبَادَهُ وَتَابِعَهُ
حَضْرَتِ حَسَنٍ سے اس جملہ کو نقل کیا ہے۔
أَشْعَثُ الْخ... الْحَدِيثُ....

تشریح از شیخ گنگوہی - تابعہ موسیٰ یعنی روایت مذکورہ کے ذکر کرنے میں موسیٰ نے یونس کی متابعت کی ہے رہ گیا

تخویف کا ذکر کرنا اس میں متابعت کے ذکر نہ کرنے سے کوئی نقصان نہیں ہو تا ظاہر عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ متابعت ذکر تخویف میں ہے کیونکہ تخویف کے سوا اس ترجمہ میں اور کسی سے تعرض نہیں کیا گیا تو ان دونوں حضرات کا روایت کو ذکر کرنا جبکہ اس مقصد کو ذکر نہ کیا جائے جس کے اثبات کے لئے مصنف درپے ہے تو کوئی فائدہ بخش نہیں ہے اور بعض لوگ کہتے ہیں عدم ذکر تخویف میں متابعت ہے تو متن کا نسخہ اس کی تردید کرتا ہے۔ کیونکہ اس میں تخویف کا ذکر صراحتاً موجود ہے۔ نیز! موسیٰ اور اس کے ساتھی کو اس جماعت سے الگ کر دینا جنہوں نے اس جملہ کو ذکر نہیں کیا مناسب نہیں بلکہ ان کو ایک مسلک میں پروتا دینی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان سب حضرات نے تخویف کا جملہ ذکر نہیں کیا۔ صرف حماد بن زید نے ذکر کیا اس کی متابعت موسیٰ نے مبارک کے واسطے سے اور اشعث نے بغیر واسطہ کے حسن سے روایت کی ہے تو تابعہ کی ضمیر یونس کی طرف راجع کرنا بہتر ہے اور مقام کا بھی تقاضا ہے کیونکہ یونس کی روایت سے وہی روایت مراد ہے جس میں یہ جملہ تخویف مذکور ہے۔

تشریح از شیخ زکریا - تابعہ موسیٰ چنانچہ علامہ عینی نے بھی یہی کیا ہے۔ تابعہ یونس فی روایۃ عن الحسن موسیٰ

عن مبارک حضرت شیخ گنگوہی نے متابعت کی وضاحت میں بطن سے کلام فرمایا ہے۔ وجہ یہ ہے بخاری کے نسخے مختلف ہیں۔ تابعہ اشعث ان ہمارے نسخوں میں موسیٰ کے متابعت کے بعد مذکور ہے اور حافظ نے اس کی تقدیم کو راجح قرار دیا ہے اور اس اختلاف سے متابعت کی غرض مختلف ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حافظ لکن حجر اور علامہ عینی نے بطن سے کلام کیا ہے کرمانی خاموش ہے۔ قسطلانی نے حافظ لکن حجر کے کلام کا لحاظ کیا ہے مختصر یہ ہے کہ امام بخاری فرماتے ہیں کہ عبدالوارث۔ شعبہ۔ خالد بن عبد اللہ اور حماد بن سلمہ ان سب نے یونس سے روایت مذکورہ نقل نہیں کی جس میں جملہ تخویف کا ذکر ہے۔ البتہ یونس کی متابعت اس روایت کے بارے میں جس میں جملہ تخویف موجود ہے۔ اشعث نے کی ہے اور موسیٰ نے بھی بواسطہ مبارک ان کی متابعت فرمائی تو اس متابعت سے ان لوگوں کا رد کرنا مقصود ہے جو حضرت حسن بصری کے سماع عن ابی بجرہ کے قائل نہیں ہیں۔ چنانچہ امام نسائی نے لولاً حدیث یونس عن الحسن کو مفصلاً ذکر کیا جس میں جملہ تخویف موجود ہے بعد میں اشعث عن الحسن کی روایت مختصراً بیان فرمائی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔ صلی رکعتین و ذکر کسوف الشمس۔

ترجمہ۔ کسوف کی نماز میں عذاب قبر سے

پناہ مانگنا۔

باب التَّعْوِذِ مِنَ عَذَابِ الْقَبْرِ

فِي الْكُسُوفِ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ زوج النبی ﷺ فرماتی ہیں کہ ایک یہودی عورت آئی جو ان سے کچھ مانگتی تھی۔ جس نے حضرت عائشہؓ سے کہا اللہ تعالیٰ تجھے قبر کے عذاب سے پناہ دے حضرت عائشہؓ نے اس کے متعلق جناب رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا لوگوں کو اپنی قبروں میں عذاب دیا جائے گا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ پناہ پکڑتے ہوئے فرمایا۔ پھر جناب رسول اللہ ﷺ ایک دن صبح کے وقت سواری پر سوار ہوئے تو سورج گرہن لگ گیا تو حضور انور ﷺ چاشت کے وقت واپس تشریف لائے تو آپ رسول اللہ ﷺ کا گذر حجرات ازواج رضی اللہ عنہن کے درمیان سے ہوا۔ پھر حضور ﷺ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے اور لوگ بھی آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ پس آپ نے ایک لمبا قیام کیا اور لمبا رکوع کیا۔ پھر ایک لمبا قیام کیا جو پہلے قیام سے کم تھا اور لمبا رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا۔ پھر سر اٹھایا اور سجدہ کیا۔ پھر قیام کیا تو لمبا قیام کیا جو پہلے قیام سے کم تھا اور لمبا رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا۔ پھر سر اٹھایا اور لمبا قیام کیا جو پہلے قیام سے کم تھا اور لمبا رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا۔ پھر سر اٹھایا اور لمبا قیام کیا جو پہلے قیام سے کم تھا اور لمبا رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا۔ نماز سے فارغ ہو کر پھرے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ آپ نے بیان فرمایا پھر لوگوں کو حکم دیا کہ وہ عذاب قبر سے پناہ پکڑیں۔

حدیث (۹۸۷) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْخِ
عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ يَهُودِيَّةً جَاءَتْ
تَسْأَلُهَا فَقَالَتْ لَهَا أَعَاذُكَ اللَّهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَسَأَلَتْ
عَائِشَةَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَيُعَذَّبُ النَّاسُ فِي قُبُورِهِمْ
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَائِدًا بِاللَّهِ مِنْ ذَلِكَ ثُمَّ رَكَبَ
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ذَاتَ عَدَاةٍ مَرَكِبًا فَحَسَفَتِ الشَّمْسُ
فَرَجَعَ ضَحَى فَمَرَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَيْنَ ظَهْرَانِي الْحُجْرِ
ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي وَ قَامَ النَّاسُ وَرَأَاهُ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا ثُمَّ
رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ
الْأَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ فَسَجَدَ ثُمَّ قَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ
دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ
دُونَ الرَّكُوعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ
دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ
دُونَ الرَّكُوعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ فَسَجَدَ وَانصَرَفَ
فَقَالَ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَقُولَ ثُمَّ أَمَرَهُمْ أَنْ يَتَعَوَّذُوا
مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ..... الحديث..

تشریح از شیخ زکریاؒ - تسنلھا وہ فقر کی وجہ سے مانگتی تھی۔ اعاذک اللہ یہ جملہ دعائیہ اس نے شکر یہ کے طور پر کہا۔

قیام طویل اور رکوع طویل دونوں قیام کے بعض حضرات نے جمع بین الروایات کے طور پر یہ تاویل کی ہے کہ جب ہر دوسرا قیام اور رکوع پہلے قیام اور رکوع سے کم ہوتا تھا تو یہ اس گمان کی بنا پر ہے کہ بعض مقتدی تھکاؤ کی وجہ سے سر اٹھا کر دیکھتے تو وہ یہ سمجھتے کہ آگے والے حضرات دوسرے قیام اور رکوع میں ہیں۔ حالانکہ وہی پہلا طویل قیام اور رکوع ہوتا تھا اسلئے کہ دو قیام اور دو رکوع کی بات پچھلی صفوں والے سچے اور

عورتیں بیان کرتی ہیں۔ اگلے صفحوں والے مرد تو وہی عام صلوة کا ذکر کرتے ہیں اور ایسے مجامع میں ایسا عموماً ہو جاتا ہے۔

تشریح از شیخ محمد زکریا - اعاذك الله قالت لها ذلك شكرا حضرت عائشہؓ سے عذاب القبر کے بارے میں

روایات مختلفہ ہیں۔ کتاب الجنائز میں تو حضرت عائشہ سے امام بخاریؒ نے یہ روایت بیان کی ہے کہ ایک یہودیہ حضرت عائشہؓ کے پاس آئی اور اس نے عذاب القبر کا ذکر کیا۔ تو حضرت عائشہؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ سے پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں عذاب قبر حق ہے اور کتاب الدعوات میں حضرت عائشہؓ سے امام بخاریؒ یوں روایت بیان کرتے ہیں کہ یہودیہ کی دو بیویاں عورتیں حضرت عائشہؓ کے پاس آئیں اور انہوں نے کہا کہ اہل قبور اپنی قبور میں عذاب دیئے جائیں گے۔ تو حضرت عائشہؓ نے ان دونوں کی تکذیب کی حضور اکرم ﷺ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو آپؐ ڈر تو گئے لیکن فرمایا کہ یہود عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ پھر چند روز کے بعد حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میری طرف وحی آئی ہے کہ مسلمان قبور میں معذب ہوں گے۔ تو پھر ہمیشہ آپؐ عذاب قبر سے پناہ مانگتے تھے تو ان دونوں روایتوں میں مخالفت معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس دور سری روایت سے انکار اور پہلی روایت سے اقرار ثابت ہوتا ہے۔ تو امام نوویؒ نے تو رفع تعارض کی یہ توجیہ کی ہے کہ یہ دو قصے ہیں۔ پہلے قصہ میں آپؐ کو علم نہیں تھا بعد میں بذریعہ وحی آپؐ کو اطلاع ہوئی تو آپؐ نے انکار کے بعد اس کا اقرار کیا۔ حضرت عائشہؓ کو چونکہ علم نہ ہو سکا تھا اسلئے انہوں نے تعجب کا اظہار کیا تو اس کے بعد حضور اکرم ﷺ اعلانیہ عذاب قبر سے تہود کرتے رہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ ان سب روایات سے یہ ثابت ہوا کہ آنجنابؐ کو عذاب القبر کا علم مدینہ منورہ میں آخری ایام میں ہوا جیسے کسوف کا واقعہ اس پر شاہد ہے لیکن قرآن مجید کی آیت سے اس پر اشکال ہوتا ہے کہ *بیش اللہ الذین امنوا الایة یہ کلیہ ہے اور اسی طرح النار یعرضون علیہا غدوا و عشیا کہ آگ ان پر صبح شام پیش کی جائے گی۔ یہ بھی کلیہ ہے تو احادیث اور آیات میں تعارض واقع ہوا۔ جواب یہ ہے کہ پہلی آیت سے عذاب قبر کا ثبوت بطریق منہوم مخالف کے کفار کے لئے ثابت ہوتا ہے۔ اور دوسری آیت بطور منطوق آل فرعون کے بارے میں ہے جو عام کفار کیلئے بھی ہوگا۔ تو جس عذاب قبر کا آپؐ نے انکار کیا وہ موحدین کے بارے میں تھا۔ کفار کے بارے میں تو آپؐ کو ان آیات کی وجہ سے شک نہیں تھا۔ لیکن صلوة کسوف میں جب آپؐ کو معلوم ہوا کہ عذاب قبر یقع عن من یشاء تو اس سے آپؐ کو جزم ہو گیا۔ اور مسلمانوں کو حکم دیا تہودوا من عذاب القبر اور خود بھی تعلیم اللافتنہ کثرت سے استعاذہ کرنے لگے اس طرح تعارض رفع ہو گیا۔*

قام قیاماً طویلاً الخ تعدد رکوع کی روایات کی توجیہ کے بارے میں احنافؒ کے مختلف اقوال ہیں بعض قریب ہیں بعض بعید ہیں

ان میں سے چند کو میں نے او جزیں بیان کیا ہے۔ ایک توجیہ یہ ہے کہ روایت تعدد مضطر بہ میں کما مر۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ روایات تعدد قولی روایت کے مخالف ہیں۔ جب قول اور فعل میں تعارض ہو تو قول کو ترجیح ہوتی ہے۔ اور تیسری توجیہ یہ ہے کہ جب لوگوں نے رکوع معتاد سے رکوع کسوف کو طویل دیکھا تو جناب رسول اللہ ﷺ کو رکوع میں پایا تو انہوں نے بھی رکوع کر دیا۔ پھر اس طرح دوسری مرتبہ اور تیسری مرتبہ کیا تو وہ بھی رکوع کرتے رہے۔ اور ان سب نے یہ گمان کیا کہ یہ سب کچھ جناب رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہے۔

اسلئے اپنے گمان کے مطابق ہر ایک روایت کو تار بہ اور یہ اٹھابہ آخری صفوف کو ہوں اور اس قسم کا مشاہدہ اعیاد کی نمازوں میں ہوتا رہتا ہے اور چونکہ توجیہ یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب سورج کی حالت معلوم کرنے کے لئے سر اٹھاتے تو بعض لوگ اسے نیار کوع سمجھ لیتے باقی توجیہات کو جزی میں دیکھ لی جائیں۔

باب طُولِ السُّجُودِ فِي الْكُسُوفِ

ترجمہ۔ کسوف میں سجدہ کو لمبا کرنا

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں جب سورج بے نور ہوا تو الصلوٰۃ جامعہ کا اعلان کیا گیا تو جناب نبی اکرم ﷺ نے ایک رکعت میں دو رکوع کئے پھر کھڑے ہوئے تو دوسری رکعت میں دو رکوع کئے۔ پھر بیٹھ گئے پھر کہیں جا کر سورج کھلا اور اس میں روشنی آئی وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے کبھی بھی ایسا لمبا سجدہ نہیں کیا۔

حدیث (۹۸۸) حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ النَّخَعِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ وَأَنَّهُ قَالَ لَمَّا كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ نُودِيَ أَنَّ الصَّلَاةَ جَامِعَةٌ فَرُكِعَ التَّيْبِيُّ ﷺ رَكَعَتَيْنِ فِي سَجْدَةٍ ثُمَّ قَامَ فَرُكِعَ رَكَعَتَيْنِ فِي سَجْدَةٍ ثُمَّ جَلَسَ ثُمَّ جَلَسَ عَنِ الشَّمْسِ قَالَ وَقَالَتْ عَائِشَةُ مَا سَجَدْتُ سُجُودًا قَطُّ كَانَ أَطْوَلَ مِنْهَا.. الحديث

ترجمہ۔ کسوف کی نماز جماعت سے ہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے لوگوں کو زمزم کے چبوترے میں نماز پڑھائی اور حضرت علی بن عبداللہ بن عباسؓ نے بھی لوگوں کو جماعت سے نماز کسوف پڑھائی اور اس طرح عبداللہ بن عمرؓ نے بھی لوگوں کو نماز کسوف پڑھائی۔

باب صَلَاةِ الْكُسُوفِ جَمَاعَةً
وَوَصَلَى لَهُمُ ابْنُ عَبَّاسٍ فِي صَفَةِ زَمَزَمَ
وَجَمَعَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ ابْنَ عَبَّاسٍ
وَوَصَلَى ابْنُ عُمَرَ..

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں سورج بے نور ہوا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی پس قیام اتنا لمبا فرمایا کہ سورہ بقرہ کی قرأت کے مثل تھا۔ پھر لمبا رکوع کیا پھر سر اٹھا کر لمبا قیام کیا جو پہلے قیام سے کم تھا۔ پھر لمبا رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا۔ پھر سجدہ فرمایا۔ بعد ازاں ایک طویل قیام فرمایا جو

حدیث (۹۸۹) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ النَّخَعِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ أَنْخَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ فَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِقَامٍ قِيَامًا طَوِيلًا نَحْوًا مِنْ قِرَاءَةِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا ثُمَّ رَفَعَ لِقَامٍ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ

پہلے قیام سے کم تھا۔ بعد ازاں رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا پھر سر اٹھایا پس ایک لمبا قیام فرمایا۔ جو پہلے قیام سے کم تھا۔ پھر لمبا رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا۔ پھر سجدہ فرمایا پھر نماز سے فارغ ہو کر اس وقت پھرے جبکہ سورج کھل چکا تھا۔ پس فرمایا بے شک سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ جو کسی کی موت و حیات کے واسطے بے نور نہیں ہوتے پھر جب تم اس قسم کا حادثہ دیکھو تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرو صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم آپ کو اپنی اسی جگہ پر کسی چیز کو پکڑتے اور لیتے دیکھا۔ پھر ہم نے دیکھا کہ آپ پیچھے ہٹ گئے۔ فرمایا میں نے جنت کو دیکھا۔ اور میں اس کا ایک انگور کا خوشہ لے رہا تھا اگر میں اس کو پہنچ جاتا تو جب تک دنیا باقی رہتی تم اس کو کھاتے رہتے۔ اور میں نے جہنم کو دیکھا پس آج کے دن کی طرح میں نے کبھی بھی کوئی منظر قبیح نہیں دیکھا اور میں نے جہنم والی اکثر عورتیں دیکھیں صحابہ کرام نے عرض کیا کس وجہ سے یا رسول اللہ۔ فرمایا اپنے کفر کی وجہ سے۔ کہا گیا کیا اللہ تعالیٰ سے کفر کرتی ہیں۔ فرمایا شوہر کی ناشکری کرتی ہیں۔ اور اس کے احسان کی ناقدری کرتی ہیں۔ اگر تم ان میں سے کسی ایک کے ساتھ زندگی بھر احسان کرتے رہو پھر وہ تم سے کوئی شکوہ دیکھے

دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ قَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ أَنْصَرَفَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ فَقَالَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَاتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ فَاذَا رَأَيْتُمْ ذَلِكَ فَادْكُرُوا اللَّهَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ رَأَيْنَاكَ تَنَاولْتَ شَيْئًا فِي مَقَامِكَ ثُمَّ رَأَيْنَاكَ تَكْفَمُكَ فَقَالَ إِنِّي رَأَيْتُ الْجَنَّةَ وَتَنَاولْتُ عَنْقُودًا وَلَوْ أَصْبَتْهُ لَأَكَلْتُمْ مِنْهُ مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا وَارْبَتْ النَّارُ فَلَمْ أَرْ مِنْظَرًا كَالْيَوْمِ قَطُّ أَفْطَحَ وَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ قَالُوا بِمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ بِكُفْرِهِنَّ قِيلَ أَيَكْفُرْنَ بِاللَّهِ قَالَ يَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ وَيَكْفُرْنَ الْإِحْسَانَ لَوْ أَحْسَنْتَ إِلَى إِحْدَاهُنَّ الدَّهْرَ كُلَّهُ ثُمَّ رَأَتْ مِنْكَ شَيْئًا قَالَتْ مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ... الحديث...

تو کہیں گی کہ میں نے تو تیرے سے کبھی کوئی بھلائی دیکھی ہی نہیں ہے۔ گویا کہ وہ احسان کا اعتراف نہیں کرتیں۔

تشریح از شیخ گنگوہی۔ اگر اشکال ہو کہ لیلۃ المعراج میں بھی آپ نے جنت دوزخ کا مشاہدہ فرمایا پھر ایوم کی نفی عموم کی کیسے صحیح ہوگی۔ جواب یہ ہے کہ وہاں مشاہدہ ایسا تھا جس میں یہ قباحت نہیں تھی۔

تشریح از شیخ زکریا۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ایوم سے مطلق وقت مراد ہے اسلئے لیلۃ المعراج کی روایت سے اشکال نہ ہوگا۔ البتہ یہ شبہ ضرور ہوگا کہ لیلۃ المعراج میں جنت دوزخ کی روایت اس اجمالی روایت سے وسیع تھی وہاں قباحت کیوں نہ ظاہر ہوئی۔

توضیح نگویں نے بہترین جواب دیا کہ وہاں کی روئے قباحت اور شاعت سے خالی تھی۔ جن کی تائید مسلم وغیرہ کی ان روایات سے ہوتی ہے جس میں روئے نار کی کیفیت بیان کی گئی ہے کہ جب تم نے مجھے پیچھے ہٹے دیکھا مجھے ڈر لگا کہ کہیں مجھے اس کی لپیٹ نہ پہنچ جائے۔ اور جنم میں بعض لوگوں کو بھس پر سوار ہوتے دیکھا۔ بہر حال کہنا پڑے گالیلہ المعراج والی روئے جمال تھی اور کسوف والی روئے ہلالی تھی جس سے گہرا ہٹ لاحق ہوئی۔

باب صَلَوةِ النِّسَاءِ مَعَ الرِّجَالِ فِي الكُسُوفِ۔

ترجمہ۔ کسوف میں عورتوں کا
مردوں کے ساتھ نماز پڑھنا۔

ترجمہ۔ حضرت اسمٰئیل علیہ السلام فرماتی ہیں کہ میں اپنی بہن حضرت عائشہ زوج النبی ﷺ کے پاس آئی۔ جبکہ سورج بے نور ہو چکا تھا تو میں کیا دیکھتی ہوں کہ لوگ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں اور حضرت عائشہ بھی کھڑی نماز پڑھ رہی ہے تو میں نے پوچھا لوگوں کو کیا ہو گیا ہے تو انہوں نے اپنے ہاتھ سے آسمان کی طرف اشارہ فرمایا اور کہنے لگیں۔ سبحان اللہ تو میں نے کہا یہ کوئی قدرت الہی کی نشانی ہے انہوں نے اشارہ سے بتلایا کہ ہاں! نشانی ہے۔ حضرت اسما فرماتی ہیں میں بھی نماز میں کھڑی ہو گئی لیکن شدت گرمی کی وجہ سے مجھ پر بے ہوشی طاری ہو گئی تو میں اپنے سر پر پانی ڈالنے لگی جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہو کر پھرے تو اللہ کی حمد و ثناء بیان فرمائی پھر فرمایا کہ کوئی چیز ایسی نہیں جس کو میں نے نہ دیکھا ہو۔ مگر میں نے اسے اس مقام پر دیکھ لیا حتیٰ کہ جنت اور جہنم کو بھی دیکھا اور میری طرف وحی بھی مسمیٰ کہ تم لوگ قبور میں مثل یا قریب قنہ و حال کے آزمائش میں مبتلا ہو گے مجھے معلوم نہیں کہ حضرت اسما نے مثل کا لفظ کہا یا قریب کا بہر حال ان دو میں سے ایک ضرور تھا حضرت اسما فرماتی ہیں کہ آپ نے فرمایا تم میں سے ایک کو لایا جائے گا تو اس سے

حدیث (۹۹۰) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ عَنْ
عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ أَنَّهَا قَالَتْ أَتَيْتُ عَائِشَةَ
زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ حِينَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فَاذَّ النَّاسُ
يَوْمَ يُصَلُّونَ فَاذَاهِي فَأْتَمَّةٌ تُصَلِّي فَقُلْتُ مَا لِلنَّاسِ
فَأَشَارَتْ بِيَدِهَا إِلَى السَّمَاءِ وَقَالَتْ سُبْحَانَ اللَّهِ
فَقُلْتُ آيَةٌ فَأَشَارَتْ أَيْ نَعَمْ قَالَتْ فَكُمْتُ حَتَّى
تَجَلَّأَنِي الْغَيْسُ فَجَعَلْتُ أَصْبُ فَوْقَ رَأْسِي الْمَاءَ
فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَمِدَ اللَّهَ وَالنَّبِيَّ
عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْ شَيْءٍ كُنْتُ لَمْ أَرَهُ إِلَّا وَقَدْ رَأَيْتُهُ
فِي مَقَامِي هَذَا حَتَّى الْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيَّ
أَنَّكُمْ تُفْتَنُونَ فِي الْقُبُورِ مِثْلَ أَوْ قَرِيبًا مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَالِ
لَا أُدْرِي أَيُّنَهُمَا قَالَتْ أَسْمَاءُ يُؤْتِي أَحَدَكُمْ لِيَقَالَ لَهُ
مَا عَلِمْتَ بِهَذَا الرَّجُلِ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُونَ أَوْ قَالَ الْمُؤْمِنُونَ
لَا أُدْرِي أَيُّ ذَلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ فَيَقُولُ مُحَمَّدٌ
رَسُولُ اللَّهِ جَاءَ نَابًا بَيِّنَاتٍ وَالْهُدَى فَاجْتَبْنَا وَآمَنَّا

پوچھا جائے گا کہ تمہیں اس آدمی کے بارے میں کیا علم ہے مؤمن یا مومن ان میں سے ایک لفظ تھا وہ تو کہے گا یہ محمد رسول اللہ ہیں جو ہمارے پاس واضح دلائل اور ہدایت لے کر تشریف لائے ہم نے ان کی دعوت قبول کی ایمان لے آئے اور ہم نے ان کی

وَاتَّبَعْنَا قِيَالَهُ نَمَّ صَالِحًا فَقَدْ عَلِمْنَا إِنْ كُنْتَ
لَمُوقِنًا وَأَمَّا الْمُتَنَفِقُ أَوِ الْمُرْتَابُ قَالَ لَا أَدْرِي أَيُّهُمَا
قَالَتْ أَسْمَاءُ فَيَقُولُ لَا أَدْرِي سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ
شَيْئًا فَقُلْتُهُ .. الْحَدِيثُ

بیرونی کی تو اس سے کہا جائے گا کہ تو ٹھیک ٹھاک ہو کر سو جا ہمیں علم تھا کہ تو بے شک مومن ہو گا۔ لیکن منافق یا مرتاب۔ ان میں سے ایک لفظ کما وہ کہے گا کہ میں تو نہیں جانتا البتہ لوگوں سے سنا وہ کچھ بات کہتے تھے تو میں بھی کہنے لگا بہر حال اس روایت سے ترجمہ الباب ثابت ہو گیا کہ عورتوں نے مردوں کے ساتھ پچھل صوف میں نماز کسوف پڑھی۔ حالانکہ گزر چکا ہے کہ عورتیں حضرت عائشہؓ کی حجرہ میں جمع تھیں مع الرجال نہیں تھیں۔

ترجمہ - کسوف کی نماز مسجد میں ادا کرنا

باب صَلَاةِ الْكُسُوفِ فِي الْمَسْجِدِ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک یہودی عورت ان کے پاس آئی جو ان سے کچھ مانگتی تھی۔ تو اس نے کہا اللہ تعالیٰ تجھے عذاب قبر سے پناہ دے۔ پس حضرت عائشہؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا لوگوں کو قبر میں عذاب دیا جائے گا۔ تو حضور اکرم ﷺ نے اس عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ پناہ پکڑتے ہوئے اثبات میں جواب دیا پھر ایک مرتبہ صبح سویرے آپ رسول اللہ ﷺ کسی سواری پر سوار ہوئے تو سورج بے نور ہو گیا حضور ﷺ چاشت اشراق کے وقت واپس آگئے۔ تو آپ ازواج مطہرات کے حجرات کے درمیان سے گزرے پھر کھڑے ہو کر نماز شروع کر دی لوگ بھی آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے تو آپ نے ایک لمبا قیام فرمایا پھر لمبا رکوع کیا پھر سر اٹھا کر لمبا قیام کیا جو پہلے قیام سے کم تھا پھر لمبا رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا پھر سر اٹھایا اور لمبا سجدہ کیا۔ پھر کھڑے ہو کر لمبا قیام فرمایا جو پہلے قیام سے کم تھا پھر لمبا رکوع کیا جو پہلے

حَدِيثُ (۹۹۱) حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ الْخَنَّازِيُّ عَنْ
عَائِشَةَ أَنَّ يَهُودِيَّةً جَاءَتْ تَسْأَلُهَا فَقَالَتْ أَعَاذِكِ اللَّهُ
مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَسَأَلَتْ عَائِشَةَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ
أَيُّ عَذَابِ النَّاسِ فِي قُبُورِهِمْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ
عَائِدَاتُ الْإِبِلِ مِنْ ذَلِكَ ثُمَّ رَكِبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ذَاتَ
عَدَاوٍ مَرْكَبًا فَكَسَفَتِ الشَّمْسُ فَرَجَعَ ضُحَى فَمَرَّ
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَيْنَ ظَهْرَانِي الْحَجَرِ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى
وَقَامَ النَّاسُ وَرَاءَهُ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا
طَوِيلًا ثُمَّ رَفَعَ وَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ
ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ
رَفَعَ ثُمَّ سَجَدَ سُجُودًا طَوِيلًا ثُمَّ قَامَ قِيَامًا طَوِيلًا
وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ

رکوع سے کم تھا۔ پھر لیا قیام فرمایا جو پہلے قیام سے کم تھا پھر لبا رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا۔ پھر سجدہ کیا جو پہلے سجدہ سے کم تھا۔ پھر نماز سے فارغ ہو کر پھرے تو رسول اللہ ﷺ نے وہ کچھ فرمایا جو اللہ تعالیٰ نے چاہا پھر ان کو حکم دیا کہ وہ عذاب قبر سے پناہ لگیں (اگرچہ صراحتاً اس روایت کے اندر مسجد کا لفظ نہیں ہے لیکن امام بخاری نے جو ازواج مطہرات کے حجرات

دُونَ الرَّكُوعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ قَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الرَّكُوعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ سَجَدَ وَهُوَ دُونَ السُّجُودِ الْأَوَّلِ ثُمَّ انصَرَفَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَقُولَ ثُمَّ أَمَرَهُمْ أَنْ يَتَعَوَّذُوا مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، الحديث ..

کے بعد فصلی نقل کیا ہے اس سے ترجمہ ثابت فرمایا ہے نیز! مسلم میں اس حدیث کے اندر فصلی فی المسجد کی تصریح آگئی ہے) مرتب

ترجمہ۔ کسوف شمس کے موقعہ پر

جو غلام آزاد کرنا پسند فرماتے ہیں

بَابُ مَنْ أَحَبَّ الْعَتَاقَةَ

فِي كُسُوفِ الشَّمْسِ -

ترجمہ۔ حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے کسوف شمس میں غلام آزاد کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

حدیث (۹۹۲) حَدَّثَنَا رَيْعُ بْنُ يَحْيَى الْخِزَّالِيُّ عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ لَقَدْ أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِالْعَتَاقَةِ فِي كُسُوفِ الشَّمْسِ... الحديث ...

ترجمہ۔ سورج کسی کی موت و حیات کیلئے بے نور نہیں ہوتا ابو بکرؓ۔ مغیرہ۔ ابو موسیٰ۔ ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم نے روایت کی ہے۔

بَابُ لَا تَنْكَسِفُ الشَّمْسُ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ رَوَاهُ أَبُو بَكْرَةَ وَالْمَغِيرَةُ وَأَبُو مُوسَى وَابْنُ عَبَّاسٍ وَابْنُ عُمَرَ

ترجمہ۔ حضرت ابو مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سورج اور چاند کسی کی موت کی وجہ سے بے نور نہیں ہوتے۔ لیکن یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ پس جب تم ان دونوں کو اس حال میں دیکھو تو نماز پڑھو۔

حدیث (۹۹۳) حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ الْخِزَّالِيُّ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَكَانَهُمَا آيَاتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَصَلُّوا... الحديث ...

حدیث (۹۹۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعَن
عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ
رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ فَصَلَّى بِالنَّاسِ
فَاطَالَ الْقِرَاءَةَ ثُمَّ رَكَعَ فَاطَالَ الرُّكُوعَ ثُمَّ رَفَعَ
رَأْسَهُ فَاطَالَ الْقِرَاءَةَ وَهِيَ دُونَ قِرَاءَةِ بِنِ الْأُولَى ثُمَّ
رَكَعَ فَاطَالَ الرُّكُوعَ وَهُوَ دُونَ رُكُوعِهِ الْأَوَّلِ ثُمَّ
رَفَعَ رَأْسَهُ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ قَامَ فَصَنَعَ فِي الرُّكُوعِ
الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ قَامَ فَقَالَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ
لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ وَلَكِنَّهُمَا آيَاتَانِ
مِنْ آيَاتِ اللَّهِ يُرِيهُمَا عِبَادَهُ فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذَلِكَ فَانزِعُوا
إِلَى الصَّلَاةِ.. الحديث ...

باب الذِّكْرِ فِي الْكُسُوفِ رَوَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ -

حدیث (۹۹۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْعَن
عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ النَّبِيُّ
ﷺ فَرَزَّ عَائِشَةُ حَتَّى أَنْ تَكُونَ السَّاعَةُ فَاتَى الْمَسْجِدَ
فَصَلَّى بِأَطْوَلِ قِيَامٍ وَرُكُوعٍ وَسُجُودٍ رَأَيْتَهُ قَطُّ
يَفْعَلُهُ وَقَالَ هَذِهِ الْآيَاتُ الَّتِي يُرْسِلُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ
لَا تَكُونُ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ وَلَكِنْ يُخَوِّفُ اللَّهُ
بِهَا عِبَادَهُ فَإِذَا رَأَيْتُمْ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ فَانزِعُوا إِلَى
ذِكْرِ اللَّهِ وَدُعَائِهِ وَاسْتِغْفَارِهِ.. الحديث ..

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں سورج بے نور ہوا تو حضور نبی اکرم ﷺ کھڑے ہوئے لوگوں کو نماز پڑھائی تو قرآن کو لہا کیا پھر رکوع کیا تو رکوع کو لہا کیا۔ پھر اپنا سر اٹھایا پھر قرآن کو لہا کیا جو پہلی قرآن سے کم تھی پھر رکوع کیا جو رکوع کو لہا کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا پھر اپنے سر مبارک کو اٹھایا تو دو سجدے کئے۔ پھر کھڑے ہوئے تو دوسری رکعت میں بھی ایسا ہی کیا۔ پھر کھڑے ہو کر فرمایا۔ بے شک سورج اور چاند کسی کی موت اور کسی کی حیات کے لئے بے نور نہیں ہوتے۔ لیکن یہ دونوں اللہ کی قدرت کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دکھاتا ہے پس جب تم اس حال کو دیکھو تو جلدی نماز کی طرف دوڑ کے جاؤ۔

ترجمہ۔ کسوف میں ذکر الہی کرنا اس کو ابن عباسؓ نے روایت کیا ہے۔

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں کہ سورج بے نور ہوا تو جناب نبی اکرم ﷺ گھبرا کر کھڑے ہو گئے فکر لاحق ہوئی کہ کہیں قیامت نہ قائم ہو جائے۔ پھر مسجد کی طرف تشریف لائے ایسی نماز پڑھی کہ ایسا لمبا قیام رکوع اور سجدہ کبھی آپ کو کرتے نہیں دیکھا۔ اور فرمایا کہ قدرت کی نشانیاں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نہ کسی کی موت کے لئے اور نہ کسی کی حیات کے لئے بھیجتے ہیں بلکہ ان کے ذریعہ اپنے بندوں کو ڈراتے ہیں پس جب تم اس قسم کی حالت دیکھو تو ذکر الہی سے دعا اور استغفار کی طرف گھبرا کر جاؤ۔

باب الدَّعَاءِ فِي الْكُسُوفِ قَالَهُ

أَبُو مُوسَى وَعَائِشَةُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

حدیث (۹۹۶) حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ أَخْبَرَنَا سَمِعْتُ
الْمَغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ يَقُولُ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ يَوْمَ مَاتَ
إِبْرَاهِيمُ فَقَالَ النَّاسُ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ لِمَوْتِ
إِبْرَاهِيمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ
آيَاتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا
لِحَيَاتِهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَادْعُوا اللَّهَ وَصَلُّوا حَتَّى يَنْجَلِيَ

ترجمہ۔ کسوف میں دعا کرنا۔ یہ حضرت ابو موسیٰ اور
حضرت عائشہؓ نے جناب نبی اکرم ﷺ سے بیان کیا ہے

ترجمہ۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ فرماتے ہیں کہ جس دن
صاحبزادہ ابراہیم کی وفات ہوئی اس دن سورج گرہن لگا تو لوگوں
نے کہنا شروع کیا کہ یہ حضرت ابراہیمؑ کی موت کی وجہ سے
بے نور ہوا ہے پس جناب رسول اللہ نے فرمایا کہ سورج اور چاند
اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں یہ نہ تو
کسی کی موت کی وجہ سے اور نہ ہی کسی کی حیات کی وجہ سے بے نور
ہوتے ہیں پس جب تم ان آیات الہی کو دیکھو تو اللہ تعالیٰ سے

دعا مانگو اور نماز پڑھو یہاں تک کہ سورج کل جائے حضرت ابو موسیٰؓ مغیرہ بن شعبہؓ اور ابو بکرؓ جو اہل صغوف میں کھڑے ہوئے والے ہیں ان کی روایات
میں تعدد رکوع نہیں ہے البتہ اطالۃ رکوع و قیام اور سجود ضرور ہے۔ جس کو پیچھے کھڑے ہونے والے لوگوں نے تعدد پر محمول کر دیا۔

باب قَوْلِ الْإِمَامِ فِي خُطْبَةٍ

الْكُسُوفِ أَمَا بَعْدُ وَقَالَ أَبُو أُسَامَةَ -

حدیث (۹۹۷) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ أَبِي
قَالَتْ فَأَنْصَرَفَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ قَدَتْ جَلَّتِ الشَّمْسُ
فَخَطَبَ فَحَمِدَ اللَّهَ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ أَمَا بَعْدُ ...

ترجمہ۔ کسوف کے خطبہ میں امام کا اما بعد کہنا
ابو اسامہ نے ایسا کہا ہے۔

ترجمہ۔ حضرت اسامہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ
ﷺ اس وقت نماز سے پھرے جبکہ سورج کل چکا تھا تو آپ نے
خطبہ دیا۔ اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی جس کا وہ مستحق ہے
پھر فرمایا اما بعد۔

باب الصَّلَاةِ فِي كُسُوفِ الْقَمَرِ

حدیث (۹۹۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي
بَكْرَةَ قَالَ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ
ﷺ فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ الْحَدِيثُ

ترجمہ۔ چاند کے بے نور ہونے پر نماز ادا کرنا

ترجمہ۔ حضرت ابو بکرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ
ﷺ کے زمانے میں سورج بے نور ہوا تو آپ نے دو رکعت
نماز پڑھی۔

تشریح - اس حدیث سے امام حزاری نے بتلادیا کہ کسوف شمس میں تو نماز ہے لیکن کرمانی کی یہ توجیہ صحیح نہیں کیونکہ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ الاصلیٰ کی روایت میں انکساف القمر ہے۔ بدل الشمس تو اگر یہ روایت ثابت ہو جائے تو ترجمہ الباب سے مناسب ظاہر ہے۔ اور بعض نے کہا کہ حدیث مختصر ہے۔ مطول میں ہے اذ اربتمو ہما فصلوا تو اب ترجمہ ثابت ہو گیا۔ مرتب

ترجمہ۔ حضرت ابو بکرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں سورج بے نور ہوا تو حضور انور ﷺ چادر کھینچتے ہوئے باہر نکلے یہاں تک کہ مسجد تک پہنچے اور لوگ بھی آپ کی طرف جمع ہو گئے۔ تو آپ نے ان لوگوں کو دو رکعت پڑھائیں پس سورج کھل گیا۔ تو آپ نے فرمایا سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں یہ کسی کی موت کی وجہ سے بے نور نہیں ہوتے۔ پس جب یہ حالت ہو تو نماز پڑھو اور اس وقت تک اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہو جب تک کہ وہ مصیبت ٹل نہ جائے یا کھل نہ جائے (اس سے مصنف نے ترجمہ ثابت کیا ہے) اور یہ واقعہ تب پیش آیا جبکہ نبی اکرم ﷺ کا

حدیث (۹۹۹) حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَخَرَجَ يَجْرُرُ دَاءَهُ حَتَّى انْتَهَى إِلَى الْمَسْجِدِ وَثَابَ إِلَيْهِ النَّاسُ فَصَلَّى بِهِمْ رَكَعَتَيْنِ فَأَنْجَلَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَاتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَانَّهُمَا لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ فَإِذَا كَانَ ذَلِكَ فَصَلُّوا وَادْعُوا حَتَّى يُكْشَفَ مَا بَيْكُمْ وَذَلِكَ أَنَّ ابْنَ النَّبِيِّ ﷺ يُقَالُ لَهُ ابْنُ آدَمَ مَاتَ فَقَالَ النَّاسُ فِي ذَلِكَ الْحَدِيثِ

صاحبزادہ جن کو ابراہیم کہا جاتا تھا وہ وفات پاگئے تو لوگوں نے اس میں چہ میگوئیاں کرنی شروع کیں تو تب آپ نے یہ اصلاح فرمائی کہ یہ باطل عقیدہ ہے۔

ترجمہ۔ پہلی رکعت میں جب امام قیام لمبا کر دے تو عورت گرمی رفع کرنے کیلئے اپنے سر پر پانی پلٹ سکتی ہے

باب صَبَّ الْمَرْأَةِ عَلَى رَأْسِهَا الْمَاءَ إِذَا طَالَ الْإِمَامُ الْقِيَامَ فِي الرَّكَعَةِ الْأُولَى

تشریح از قاسمی - مرتب ' امام حزاری نے اس ترجمہ کے لئے حدیث ذکر نہیں فرمائی۔ صاحب توضیح فرماتے ہیں کہ حضرت اسماءؓ کی اس روایت پر اتفا کیا جو سات ابواب پہلے مفصل ذکر ہوئی۔ جس میں اس ترجمہ کے لئے نص موجود ہے یا بعض نے یوں بھی فرمایا کہ مصنف ترجمہ کے بعد حدیث بیان کرنا چاہتے تھے مگر ان کی غرض پوری نہ ہو سکی۔

ترجمہ۔ کہ کسوف کی نماز کی پہلی رکعت لمبی ہوتی ہے۔

باب الرَّكَعَةِ الْأُولَى فِي الْكُسُوفِ اطْوَلُ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے کسوف شمس میں ان کو نماز پڑھائی دو رکعتوں میں چار رکوع تھے جن میں پہلی رکعت لمبی سے لمبی تھی۔

ترجمہ۔ کسوف کی نماز میں قرأت بلند آواز سے پڑھی جائے

حدیث (۱۰۰۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غِيْلَانَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى بِهِمْ فِي كُسُوفِ الشَّمْسِ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِي سَجْدَتَيْنِ الْأُولَى أَطْوَلُ الْعَدِيثِ

باب الْجَهْرِ بِالْقِرَاءَةِ فِي الْكُسُوفِ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ صلوة کسوف میں جناب نبی اکرم ﷺ نے اپنی قرأت کو بلند آواز سے پڑھا جب قرأت سے فارغ ہوئے تو تکبیر کی پھر رکوع کیا جب رکوع سے سر اٹھایا تو سمع اللہ لمن حمدہ رہنا و لک الحمد پڑھا پھر صلوة کسوف میں قرأت کو بلند آواز سے پڑھا دو رکعتوں میں چار رکوع اور چار سجدے تھے۔ اور امام زہریؒ نے عروہ عن عائشہؓ سے یوں روایت کیا کہ سورج جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں بے نور ہوا تو منادی کو بھیجا جو الصلوة جامعہ کہتا تھا آپ آگے بڑھے تو دو رکعتوں میں چار رکوع اور چار سجدے کئے زہری فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عروہ سے کہا کہ میرے بھائی عبد اللہ بن الزہریؒ نے کیا کیا کہ دو رکعتیں مثل صبح کی پڑھی جبکہ انہوں نے مدینہ میں نماز پڑھائی تو انہوں نے فرمایا ہاں! بے شک وہ سنت سے بچ کر گئے۔ اس حدیث کی صفحہ باب عطیة الامام فی الکسوف میں گذر چکی ہے۔ یہ حال حدیث باب سے ترجمہ تو درست ہو گیا کہ صلوة کسوف میں قرأت جہرا ہونی چاہیے۔

حدیث (۱۰۰۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَهْرَانَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَهَرَ النَّبِيُّ ﷺ فِي صَلَاةِ الْكُسُوفِ يَقْرَأُ بِهِ فَإِذَا قَرَعَ مِنْ قِرَاءَتِهِ كَثُرَ كَرَعٌ وَإِذَا رَفَعَ مِنَ الرَّكْعَةِ قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ يَعْرُدُ الْقِرَاءَةَ فِي صَلَاةِ الْكُسُوفِ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِي رَكَعَتَيْنِ وَأَرْبَعَ سَجَدَاتٍ وَقَالَ الْأَوْزَاعِيُّ وَغَيْرُهُ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ الشَّمْسَ خَسَفَتْ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَبَعَثُ مُنَادِيًا الصَّلَاةَ جَامِعَةً فَتَقَدَّمَ فَصَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِي رَكَعَتَيْنِ وَأَرْبَعَ سَجَدَاتٍ قَالَ وَأَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ كَثِيرٍ سَمِعَ ابْنَ شِهَابٍ مِثْلَهُ قَالَ الزُّهْرِيُّ فَقُلْتُ مَا صَنَعَ أَخُوكَ ذَاكَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الزُّبَيْرِ مَا صَلَّى إِلَّا رَكَعَتَيْنِ مِثْلَ الصُّبْحِ إِذَا صَلَّى بِالْمَدِينَةِ وَقَالَ أَجَلٌ إِنَّهُ أَخْطَاءَ السَّنَةِ تَابَعَهُ سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ وَسُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ فِي الْجَهْرِ بِالْعَدِيثِ...

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتاب سجود القرآن

باب مَا جَاءَ فِي سُجُودِ الْقُرْآنِ وَسُتْبَهِهَا۔

ترجمہ۔ قرآن پاک کے سجدوں کے بارے میں
جو کچھ وارد ہوا ہے اور سجدہ کا طریقہ کیا ہے۔

حدیث (۱۰۰۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الْخ
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ النَّجْمُ بِمَكَّةَ فَسَجَدَ
فِيهَا وَسَجَدَ مَنْ مَعَهُ غَيْرَ شَيْخٍ أَخَذَ كِفَاةً مِنْ حِصِيٍّ
أَوْ تَرَابٍ فَرَفَعَهُ إِلَى جَبْهَتِهِ وَقَالَ يَكْفِيَنِي هَذَا فَرَأَيْتَهُ
بَعْدُ قُتِلَ كَافِرًا... الحديث...

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ
مکہ معظمہ میں آپ نے سورہ النجم پڑھی تو آپ نے اس میں سجدہ
کیا۔ اور ان لوگوں نے بھی سجدہ کیا جو آپ کے ساتھ تھے مگر
ایک بوڑھے آدمی نے نکتری یا مٹی کی مٹی لے کر اپنی پیشانی کی
طرف اٹھا کر لے گیا اور کہنے لگا مجھے یہی کافی ہے۔ پس میں نے
اس کو اس کے بعد دیکھا کہ وہ کافر ہو کر قتل ہوا۔ (بدر میں)

تشریح از شیخ گنگوہی۔ قتل کا کافر اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ پہلے مسلمان تھا پھر کافر ہو کر مر لیکھ مقصود یہ ہے کہ وہ
امیہ بن خلف کفر میں اتنا سخت تھا کہ مرتے دم تک کفر میں رہا اگرچہ دوسرے کافر ایمان لائے۔ یہ تو کبھی بھی ایمان نہیں لایا۔ جیسے فتح مکہ
وغیرہ موافق میں کئی کفار مسلمان ہو گئے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ اکثر شرح نے اس ترجمہ کی غرض یہ بتائی ہے کہ سجدہ طاعت سنت ہے۔ جو لوگ اس کے وجوب کے قائل
ہیں ان کا رد کرنا مقصود ہے۔ یعنی احناف۔ امام شافعی کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے لیکن اس فقیر کے نزدیک امام بخاری کی یہ غرض نہیں ہے

دو وجہ ہیں۔ پہلی وجہ تو یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے ایسی کوئی چیز اس باب میں ذکر نہیں فرمائی جو اس غرض کے مناسب ہو۔ دوسرے یہ کہ اس معنی کی طرف تو امام بخاریؒ کے نزدیک ایک باب آرہا ہے باب من رأى الله لم يوجب السجود تو اگر سنیت ثابت کرنا ہو تا تو پھر نکرار لازم آئے گا۔ میرے نزدیک ترجمہ کی غرض دو امر ہیں ایک تو ہدایت سجدہ کی طرف اشارہ کرنا ہے۔ تو حدیث سے معلوم ہوا کہ اس کی ہدایت سورہٴ نجم سے ہوئی۔ چنانچہ اسرائیل کی روایت میں سورہٴ النجم کی تفسیر میں ہے اول سورة انزلت فيها سجده کہ سورہٴ نجم پہلی سورت ہے جس میں آیت سجدہ نازل ہوئی۔ ان ابواب کو اس حدیث سے شروع کرنے کا راز مصنف کے نزدیک یہی معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اس پر اشکال یہ ہے کہ سورہٴ اقرأ تو اول سورہٴ نزلوائے جس میں آیت سجدہ بھی ہے۔ تو وہ النجم پر ساقب ہوئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سورہٴ اقرأ کا اوائل ساقب ہے۔ بقیہ تو بعد میں نازل ہوا جس کی دلیل ابو جہل کا واقعہ ہے جس میں اس نے جناب نبی اکرم ﷺ کو نماز پڑھنے سے روکا اور آیت سجدہ بھی اسی میں ہے۔ یا اولیت سے اولیت مقیدہ بشیء محذوف مراد ہے۔ چنانچہ ابو اسحاق سے روایت ہے کہ اول سورة استعلن بها رسول الله ﷺ والنجم واول سورة تلاها على المشركين النجم تو تینوں روایات کو جمع کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ پہلی سورت ہے جس میں آیت سجدہ ہے جس کو مشرکین پر بلند آواز سے تلاوت کیا گیا۔

دوسری غرض ترجمہ کی یہ ہے کہ یہاں سنت سے لغوی معنی طریقہ کے مراد ہیں تو اس سے امام بخاریؒ نے اس اختلاف کی طرف اشارہ فرمایا جو سجدہ تلاوت کے ادا کرنے کے طریقے میں ائمہ کے درمیان ہے چنانچہ ابن سیرینؒ امام شافعیؒ اور اسحاقؒ فرماتے ہیں کہ سجدہ تلاوت خواہ صلوٰۃ ہو یا غیر صلوٰۃ۔ تو سجدے کے لئے تکبیر اور اس سے رفع کرنا چاہیے۔ مالکیہ صلوٰۃ میں ان کے ساتھ ہیں۔ احناف کا مسئلہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے جس میں ہے کان رسول الله ﷺ قرء علينا القرآن فاذا امر بالسجدة كبر وسجد وسجدنا معه امام شافعیؒ سے یہ بھی منقول ہے کہ جب سجدہ خارج صلوٰۃ ہو تو دو تکبیریں کئے۔ ایک تکبیر افتتاح کے لئے اور دوسری سجدہ کے لئے۔ امام احمد بن حنبلؒ سجدہ تلاوت کے لئے سلام کو واجب کہتے ہیں۔ پھر یہاں ایک دوسرا مسئلہ بھی علماء کے درمیان مختلف نمٹا ہے۔ جس کو اوپر میں بسط سے بیان کیا گیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ عدد سجدات میں اختلاف ہے۔ اوپر میں بارہ مذہب بتائے گئے ہیں۔ احناف اور شوافع تو فرماتے ہیں کہ سارے قرآن پاک میں چودہ سجدات ہیں۔ مگر پھر سورہٴ ص کے سجدہ میں ان کے درمیان اختلاف ہو گیا۔ شافعیہ اس کے قائل نہیں۔ وہ سورہٴ حج کے دوسرے سجدہ کا قول کر کے اس طرح چودہ پورے کرتے ہیں۔ مالکیہ کے نزدیک گیارہ سجدے ہیں۔ وہ مفصلات کے تین سجدات کے قائل نہیں ہیں۔ اور امام احمدؒ کا مشورہ مذہب یہ ہے کہ وہ پندرہ سجدات کے قائل ہیں۔ سورہٴ ص کا سجدہ اور سورہٴ حج کے دونوں سجدوں کے قائل ہیں۔ اسحاق بن راہویہ کا بھی یہی قول ہے۔ بہر حال مشورہ مذہب کے مطابق عزائم سجد چودہ ہیں۔ امام احمدؒ کے نزدیک پندرہ ہیں۔ ان حزم فرماتے ہیں کہ ہم سورہٴ حج کے دوسرے سجدہ کے بالکل قائل نہیں ہیں بلکہ اس سے نماز باطل ہو جائے گی۔ کیونکہ اس میں حدیث نہیں صرف ایک اثر مرسل وارد ہے۔

قتل کافراً کے نام میں اختلاف ہے۔ قسطلانی نے امیہ بن خلف کا نام لیا ہے۔ یا ولید بن مغیرہ یا عتبہ بن ربیعہ وغیرہم۔ مگر شیخ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک تو عبداللہ بن مسعود کی روایت میں وہ متعین ہے۔ کیونکہ سورہ النجم کی تفسیر میں انہوں نے صراحت فرمایا کہ ہوامیہ بن خلف۔ مالکیہ اس کی سنیت یا فضیلت کے قائل ہیں۔ احناف فاسجدوا واسجدوا واقتراب کے امر سے وجوب ثابت کرتے ہیں کہ۔

باب سَجْدَةِ تَنْزِيلِ السَّجْدَةِ

ترجمہ۔ الم تنزیل السجدہ میں سجدہ کرنا

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں الم تنزیل السجدہ اور ہلی اتی علی الانسان پڑھتے تھے۔

حدیث (۱۰۰۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ الْعَنْبَرِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْجُمُعَةِ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ - أَلَمْ تَنْزِيلُ السَّجْدَةِ وَهَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ... الْحَدِيثُ...

تشریح از قاسمی۔ اگرچہ حدیث میں سجدہ کا ذکر نہیں ہے مگر مصنف نے تنزیل السجدہ سورہ کے نام سے سجدہ ثابت کیا ہے۔ یا حدیث کی شرح ترجمہ میں کر دی گئی۔ تو ترجمہ شارحہ ہوا یا قسطلانی فرماتے ہیں کہ طبرانی کی اس روایت کی طرف اشارہ ہے جس میں ہے کہ سجدہ فی صلوة الصبح فی تنزیل السجدہ بہر حال تنزیل سجدہ میں سجدہ ثابت ہوا۔

باب سَجْدَةِ صَ -

ترجمہ۔ سورہ ص میں سجدہ ہے

ترجمہ۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ سورہ ص کا سجدہ عزائم سجدہ میں سے نہیں ہے۔ البتہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو اس میں سجدہ کرتے دیکھا ہے۔

حدیث (۱۰۰۴) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الْعَمَلِيُّ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ صَ لَيْسَ مِنْ عَزَائِمِ السُّجُودِ وَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَسْجُدُ فِيهَا...

باب سَجْدَةِ النَّجْمِ

ترجمہ۔ سورہ نجم میں سجدہ ہے ابن عباس نے اس کو جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا ہے

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے سورہ نجم تلاوت کی تو آپ نے اس میں

حدیث (۱۰۰۵) حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ الْغَنَوِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ النَّبِيِّ ﷺ قَرَأَ سُورَةَ النَّجْمِ فَسَجَدَ بِهَا

فَمَا لِقَىٰ أَحَدٍ مِّنَ الْقَوْمِ إِلَّا سَجَدًا فَخَذَرَ جُلَّ مِّنَ الْقَوْمِ
كَفَّامِنَ حِصْبَىٰ أَوْ تَرَابٍ فَرَفَعَهُ إِلَىٰ وَجْهِهِ وَقَالَ
يَكْفِينِي هَذَا قَالَ عَبْدُ اللَّهِ فَلَقَدْ رَأَيْتَهُ بَعْدُ قُتِلَ
كَافِرًا... الحديث..

باب سُجُودِ الْمُسْلِمِينَ مَعَ الْمُشْرِكِينَ
وَالْمُشْرِكُ نَجَسٌ لِّسَّ لَهُ وَضُوءٌ وَكَانَ
ابْنُ عُمَرَ يُسْجُدُ عَلَىٰ غَيْرِ وَضُوءٍ..

حدیث (۱۰۰۶) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الْخِ عَنِ
ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سَجَدَ بِالنَّجْمِ وَسَجَدَ
مَعَهُ الْمُسْلِمُونَ وَالْمُشْرِكُونَ وَالْجِنُّ وَالْإِنْسُ الْخِ

سجدہ کیا قوم میں سے کوئی ایک بھی باقی نہ رہا جس نے سجدہ نہ کیا ہو
مگر قوم میں سے ایک آدمی نے ننگری یا مٹی کی مٹھی بھر لی اور
اس کو اپنے چہرہ کی طرف اٹھا کر لے گیا کہنے لگا مجھے تو یہی کفایت
کرے گا۔ حضرت عبد اللہ فرماتے ہیں کہ بے شک میں نے
اس کو دیکھا کہ وہ احد میں بدر کے اندر کافر ہو کر قتل ہوا۔

ترجمہ۔ مسلمانوں کا مشرکوں کے ساتھ سجدہ کرنا
مشرک نجس ہے اس کے وضو کا کوئی اعتبار نہیں
اور حضرت ابن عمرؓ بغیر وضو کے سجدہ کرتے تھے۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب
نبی اکرم ﷺ نے سورہ نجم میں سجدہ کیا تو آپ کے ساتھ
مسلمانوں نے مشرکوں نے جن اور انسانوں سب نے سجدہ کیا۔

تشریح از شیخ گنگوہی۔ امام حناری نے اس باب سے یہ ثابت کیا ہے کہ سجود تلاوت طہارت پر موقوف نہیں ہیں۔ کیونکہ
اس میں سجود المشرکین کا ذکر ہے۔ ظاہر یہی ہے کہ نہ وہ وضوء پر تھے اور نہ ہی نبی اکرم ﷺ نے ان کو سجود سے روکا۔ نیز! اس میں
سجود المشرکین والمسلمین تو مذکور ہے۔ لیکن اس میں یہ مذکور نہیں کہ آیا مسلمان بھی وضوء پر تھے یا نہ تھے۔ تو دونوں امر برآمد رہے
کسی کو ترجیح نہ ہوئی۔ اور اسی طرح جن اور انس میں طہور کی قید نہیں ہے۔ لہذا استدلال تام نہ ہوا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ امام حناری کے ترجمہ کی غرض ظاہر ایسی معلوم ہوتی ہے کہ وہ سجدہ تلاوت بلا وضوء کے جواز کے
قائل ہیں۔ حالانکہ اس سجدہ کے لئے بھی وہی شرائط ہیں جو صلوة نافلہ کے لئے فرماتے ہیں۔ سوائے امام شعیبی کے اس مسئلہ میں امام
حناری کے کوئی بھی موافق نہیں ہے۔ اور حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ امام حناری کا سجود مشرکین سے استدلال کرنا صحیح نہیں۔ اس لئے کہ
ان کا سجود تو عبادت کے لئے نہیں تھا۔ بلکہ القاء شیطان کی وجہ سے تھا۔ وہ قصہ مشہور یہ ہے کہ تلك الغرائق العلی وان شفا عتھن لقد
تروجی شیخ گنگوہی نے اگرچہ یہاں اس قصہ سے تعلق نہیں کیا لیکن کو ب دردی میں اس کے ابطال پر بسط سے کلام کیا ہے۔ سجدہ مشرکین
کی صحیح توجیہ یہ ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے جب سورہ النجم تلاوت فرمائی تو اللہ تعالیٰ کا جلال اور کبریائی نے اطراف عالم کا احاطہ کر لیا
حتی کہ عالم میں مومن۔ مشرک۔ جن وانس حتی کہ کوئی درخت ایسا نہ رہا جس نے حضور ﷺ کی قرأت پر حضور ﷺ کے ساتھ

سجدہ نہ کیا ہو۔ تو یہ آپ کا معجزہ ہوا اور وہ قصہ موضوع ہے کیونکہ اکرم المرسلین خیر المخلوقات پر شیطان کیسے مسلط ہو سکتا ہے تو مشرکین کا یہ سجدہ اضطراری ہوا جیسے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کَلِمًا اَصْأٰ لَهُمْ مَشْوَاهِيَهٗ چنانچہ حجۃ البالیغہ میں بھی شاہ ولی اللہ کی فرماتے ہیں ظہر الحق ظہورا بینا فلم یکن لاحدا لا الخضوع والاستسلام فلما رجعوا الی طبیعتهم کفرو من کفرو اسلم من اسلم قریش کے شیخ نے جو اس غاشیہ الہیہ کو قبول نہ کیا اس لئے کہ اس کے دل پر مرگ چکی تھی اس نے مٹی کو پیشانی تک اٹھایا تو اس کو بدر میں جلدی عذاب میں مبتلا کیا گیا۔ اور اس کے قریب وہ قول ہے جو علامہ عینی نے نقل کیا ہے کہ عن ابی ہریرۃؓ ان النبی ﷺ کتبت عنده سورة النجم فلما بلغ السجدة سجد وسجدنا معه وسجدت الدواة والقلم مسند بزار اسنادہ صحیح .

وہما لم یقید ابالطہور حافظ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ صغریٰ کی وجہ سے اس واقعہ میں تو حاضر نہ تھے تو اس واقعہ کو انہوں نے آپ سے بالمشافہ سنایا کسی واسطہ سے سنا۔ حافظ نے اس کلام سے کرمانی پر رد کیا ہے جو کہتے ہیں کہ راوی کو جن کا سجدہ کیسے معلوم ہو گیا۔ تو کہا جائے گا کہ اما باخبار الرسول او بازالۃ اللہ الحجاب یعنی جناب رسول اللہ ﷺ کے خبر دینے سے راوی کو علم ہو گیا یا اللہ تعالیٰ نے درمیانی محاب زائل فرمائے۔ بخود جمادات کے اور واقعات بھی مندری نے ذکر فرمائے ہیں۔ بہر حال جناب نبی اکرم ﷺ بعد میں اس سجدہ کا بہت اہتمام کرتے تھے۔

باب من قرأ السجدة ولم یسجد

ترجمہ۔ جس نے آیت سجدہ تلاوت کی مگر سجدہ نہ کیا

حدیث (۱۰۰۷) حَدَّثَنَا سَلِيمَانُ بْنُ دَاوُدَ اَنَّ
اَنَّهٗ سَاَلَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ فَرَعَمَ اَنَّهٗ قَرَأَ عَلٰی النَّبِيِّ ﷺ
وَالنَّجْمِ فَلَمْ يَسْجُدْ فِيهَا ..

ترجمہ۔ حضرت زید بن ثابتؓ نے فرمایا کہ انہوں نے
جناب رسول اللہ ﷺ پر سورہ النجم پڑھی لیکن آپ نے اس میں
سجدہ نہ کیا۔

حدیث (۱۰۰۸) حَدَّثَنَا اَدَمُ بْنُ اَبِيْ اَيَّاسٍ اَنَّ
عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ قَرَأْتُ عَلٰی النَّبِيِّ ﷺ وَالنَّجْمِ
فَلَمْ يَسْجُدْ فِيهَا ...

ترجمہ۔ حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ میں نے
جناب نبی اکرم ﷺ پر سورہ النجم پڑھی آپ نے اس میں سجدہ
نہیں کیا۔

تشریح از قاسمی۔ امام بخاری اس باب کی دو حدیثوں سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ سجدہ تلاوت واجب نہیں ہے۔ جیسا کہ زید بن ثابت کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ مگر کہا جائے گا کہ وجوب علی الفور نہیں ہے۔ ورنہ ما قبل میں ذکر کردہ احادیث سے معلوم ہو چکا ہے کہ آپ نے بعد میں سورہ النجم کے سجدہ کو بھی ترک نہیں فرمایا۔ اصول حدیث کے مطابق نافی اور مثبت میں جب تعارض ہو تو مثبت حدیث کو ترجیح دی جاتی ہے۔

باب سَجْدَةِ إِذِ السَّمَاءِ انْشَقَّتْ

ترجمہ۔ اس میں بھی سجدہ ہے حالانکہ یہ مفصلات میں سے ہے

حدیث (۱۰۰۹) حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ بْنُ أَبِرَاهِيمَ النَّخَعِيُّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ رَأَيْتُ أَبَاهُ رِيْرَةً قَرَأَ إِذِ السَّمَاءِ انْشَقَّتْ فَسَجَدَ بِهَا فَقُلْتُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ لِمَ أَرَاكَ تَسْجُدُ قَالَ لَوْلَمْ أَرِ النَّبِيَّ ﷺ سَجَدْتُ لَمْ أَسْجُدْ

ترجمہ۔ حضرت ابو سلمہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہؓ کو دیکھا کہ انہوں نے اذالسماء انشقت پڑھی اور اس میں سجدہ کیا میں نے عرض کی کہ اب تک تو میں نے آپ کو

سجدہ کرتے نہیں دیکھا۔ انہوں نے فرمایا کہ اگر میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کو سجدہ کرتے نہ دیکھا ہوتا تو سجدہ نہ کرتا۔ حدیث باب سے معلوم ہوا کہ اذالسماء انشقت میں سجدہ ہے۔ اس سے مالکیہ پر رد فرمایا جو مفصلات میں سجدہ کے قائل نہیں۔ (مرتب)

باب مَنْ سَجَدَ بِسُجُودِ الْقَارِئِ

ترجمہ۔ جو قاری کے سجدہ کی وجہ سے سجدہ کرتا ہے

وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ لَتَمِيمٍ بِنِ حَدَلْمٍ وَهُوَ غَلَامَةٌ فَقَرَأَ عَلَيْهِ سَجْدَةً فَقَالَ أَسْجُدُ فَإِنَّكَ إِمَامُنَا فِيهَا..

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے اپنے غلام تميم بن حدلم سے فرمایا تو انہوں نے آپ پر آیت سجدہ تلاوت کی تو انہوں نے فرمایا سجدہ کرو اسلئے کہ تم اس بارے میں ہمارے امام ہو

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ وہ نبی اکرم ﷺ پر وہ سورۃ تلاوت کرتے تھے جس میں سجدہ ہوتا تھا تو حضور ﷺ خود بھی سجدہ کرتے اور ہم بھی سجدہ کرتے حتیٰ کہ ہم میں سے بعض کو پیشانی رکھنے کی جگہ بھی نہیں ملتی تھی۔

حدیث (۱۰۱۰) حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ عَلَيْنَا السُّورَةَ الَّتِي فِيهَا السَّجْدَةُ فَيَسْجُدُ وَنَسْجُدُ حَتَّى مَا يَجِدُ أَحَدُنَا مَوْضِعَ جَبْهَتِهِ.. الْحَدِيثُ ...

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ اپنے سجدہ کو جناب نبی اکرم ﷺ کے سجدہ پر مرتب فرمایا جس سے اس روایت کا اس باب میں لانا

صحیح ہو گیا کہ سجدہ قاری کی وجہ سے سامع پر بھی سجدہ لازم ہوتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ لدلالتها علی سجدہ السامع مع سجدہ القاری۔ یہ مسئلہ خلافیہ ہے احناف کے نزدیک قاری

اور سامع دونوں پر سجدہ تلاوت واجب ہے مطلقاً خواہ سماع کا مقصد ہو یا نہ ہو خواہ تالی (تلاوت کرنے والا) امامت کا اہل ہو یا نہ ہو۔ شافعیہ کے نزدیک راجح یہ ہے کہ سجدہ تلاوت واجب نہیں ہے بلکہ سنت ہے سامع کے لئے اور سنت مؤکدہ مستمع کے لئے۔ کیونکہ ان کے نزدیک گویا استماع ضروری ہے۔ مالکیہ کے نزدیک چند شرائط کے ساتھ سامع پر سجدہ سنت ہے۔ ایک شرط کہ سامع قصد کرے۔ دوسرے یہ کہ قاری سجدہ کرے۔ تیسرے یہ کہ قاری سامع کے امام بننے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ اور چوتھی شرط یہ ہے کہ تلاوت سے مقصود لوگوں کو سنانا ہو۔

ایک مسئلہ یہاں حائضہ کا ہے۔ جب وہ آیت سجدہ سے تو انہیں مسیّب فرماتے ہیں کہ وہ سجدہ کے لئے سر سے اشارہ کرے۔ احناف کے نزدیک حائضہ پر سجدہ نہیں ہے۔ جب وہ نماز کی اہل نہیں تو سجدہ کی اہل کیسے ہوگی۔ اسجد فانك امامنا فيهما اي متبوعنا مطلب یہ ہے کہ یہ سجدہ ہم پر تمہاری طرف سے واجب ہو اس لئے آپ سجدہ کریں تاکہ ہم بھی سجدہ کریں۔ یہ مطلب نہیں کہ اگر آپ سجدہ نہ کریں تو ہم بھی نہ کریں۔

ترجمہ۔ جب امام آیت سجدہ تلاوت کرے
لوگوں کا رش ہو، بھیرا ہو تو کیا کرے۔

بابِ اَزْدِحَامِ النَّاسِ اِذَا قَرَأَ الْاِمَامُ السَّجْدَةَ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ آیت سجدہ پڑھتے تھے اور ہم آپ کے پاس بیٹھے ہوتے تھے آپ سجدہ کرتے تو ہم بھی آپ کے ساتھ سجدہ کرتے اتنا رش ہو جاتا کہ ہم میں سے کوئی ایک بھی اپنی پیشانی کے لئے جگہ نہ پاتا جہاں سجدہ کر سکے۔

حدیث (۱۰۱۱) حَدَّثَنَا بَشِيرُ بْنُ اَدَمَ النَّخَعِيُّ عَنْ اَبْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ السَّجْدَةَ وَنَحْنُ عِنْدَهُ فَيَسْجُدُ وَنَسْجُدُ مَعَهُ فَنَزِدُ حِمَّ حَتَّى مَآيَجِدُ اَحَدًا لَجِهَتِهِ مَوْضِعًا يَسْجُدُ عَلَيْهِ الْحَدِيثُ

تشریح از شیخ گنگوہی۔ امام بخاری نے ترجمہ میں کوئی حکم نہیں بتایا شاید ترجمہ سے غرض یہ ہو کہ سجدہ تلاوت حتمی ہے کسی عذر کی وجہ سے چھوڑا نہیں جاسکتا۔ اور اس کے بعد جو ترجمہ باندھا ہے اگرچہ اس کا عنوان بدلا ہوا ہے مگر مضمون ایک ہے۔ وہاں عنوان ہے من لم یجد مَوْضِعًا لِّلسَّجْدِ مِنْ اَزْدِحَامٍ اس باب کی غرض اس کا حکم بیان کرنا ہے۔ کہ ایسا شخص کیا کرے آیا دوسرے وقت تک مؤخر کر دے یا دوسرے کی پیٹھ پر سجدہ کرے۔ یا سجدہ اس سے ساقط ہو جائے گا۔ چونکہ ان احتمالات میں سے مصنف کے نزدیک کوئی متعین نہیں تھا اس لئے حکم بیان نہیں کیا۔ بلکہ اسے مبہم رکھا۔ اور روایت جو ذکر کی ہے اس سے کوئی چیز ظاہر نہیں ہوتی۔

تشریح از شیخ زکریا۔ حضرت گنگوہی نے دو ترجموں کا فرق واضح کر دیا۔ لیکن تعجب ہے کہ شرح قاطبہ غرض ترجمہ سے

ساکت ہیں۔ ترجمہ کو ٹکرا سے چانے کی کوئی سعی نہ کی۔ شیخ گنگوہی نے پہلے ترجمہ کی غرض یہ بتائی کہ ان السجود حتم لا یتروک بعذر اور دوسرے ترجمہ سے حکم کے اختلاف کی طرف اشارہ فرمایا۔ لہذا درہ ماذا یفعل یہ مسئلہ خلاف ہے امام احمدؒ۔ اسحاق بن راہویہ اور حضرت عمرؓ کا مسلک ہے کہ دوسرے کی پیٹھ پر سجدہ کرے۔ عطاء اور زہریؒ امام مالکؒ اور جمہور فرماتے ہیں کہ مؤخر کرے۔ یہ حکم سجدہ فریضہ میں ہے تو یہی حکم سجدہ تلاوت میں بھی ہوگا۔ امام بخاری کے عنوان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ قدر استطاعت سجدہ کرے۔ اگرچہ دوسرے کی پیٹھ پر ہی کرنا پڑے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ دوسرے کی پیٹھ اور قدم پر بھی کر سکتا ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ایسا نہ کرے

ورنہ اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ ان کا استدلال جناب رسول اکرم ﷺ کا قول ہے ممکن جہتکم علی الارض کہ پیشانی کو زمین پر رو کو ہمارا استدلال حضرت عمرؓ کا یہ قول ہے۔ کہ اذا شد الزحام فلیسجد علی ظہر اخیہ یہ آپ نے محض صحابہؓ میں جمعہ کے دن ارشاد فرمایا کسی نے اس کی مخالفت نہ کی۔ تو گویا یہ اجماع صحابہؓ ہو گیا۔

باب مَنْ رَأَى أَنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ
لَمْ يُوجِبِ السُّجُودَ وَقِيلَ لِعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ
الرَّجُلُ يَسْمَعُ السَّجْدَةَ وَلَمْ يَجْلِسْ لَهَا قَالَ
أَرَأَيْتَ لَوْ قَعَدَ لَهَا كَأَنَّهُ لَا يُوجِبُهُ عَلَيْهِ وَقَالَ
سَلْمَانُ مَالِ هَذَا غَدُونًا وَقَالَ عُمَانُ إِنَّمَا
السَّجْدَةُ عَلَى مَنْ اسْتَمَعَهَا وَقَالَ الزُّهْرِيُّ
لَا يَسْجُدُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ طَاهِرًا فَإِذَا سَجَدَتْ
وَأَنْتَ فِي حَضْرٍ فَاسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ فَإِنْ كُنْتَ
رَاكِبًا فَلَا عَلَيْكَ حَيْثُ كَانَ وَجْهَكَ وَكَانَ
السَّلْبِيُّ ابْنُ يَزِيدَ لَا يَسْجُدُ لِسُجُودِ الْقَائِصِ -

ترجمہ۔ باب ان لوگوں کے بارے میں جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سجدہ تلاوت واجب نہیں کیا حضرت عمران بن حصینؓ صحابی سے کہا گیا کہ جو آدمی سجدہ کی آیت سنتا ہے لیکن وہ اس کے لئے بیٹھا نہیں تھا یعنی سماع کا قصد نہیں تو انہوں نے فرمایا اگر وہ اس کیلئے بیٹھا ہو تا تو پھر بتلاؤ اس کا کیا حکم ہے۔ کانہ سے امام بخاریؒ فرماتے ہیں گویا کہ وہ اس پر سجدہ واجب نہیں کرتے اور حضرت عثمان بن عفانؓ کا قول ہے کہ سجدہ تلاوت اس پر ہے جو قصداً کان لگا کر سنے اور امام زہریؒ نے فرمایا کہ تم سجدہ نہ کرو جب تک طاہر نہ ہو اور جب تو سجدہ حضر کے اندر کرے تو قبلہ رو ہو کر کرو اگر

سوار ہو تو پھر جدھر تمہارا رخ ہو اس میں تم پر کوئی گرفت نہیں اور حضرت سائب بن یزید واعظ کے سجدہ کی وجہ سے سجدہ نہیں کرتے تھے کیونکہ وہ نہ تلاوت کا قصد کرتا ہے اور نہ ہی سماع مقصود ہوتا ہے۔

ترجمہ۔ حضرت ربیعہؓ حضرت عمر بن الخطابؓ سے خبر دیتے ہیں کہ جمعہ کے دن حضرت عمرؓ نے منبر پر سورہ نحل پڑھی جب آیت سجدہ پڑھی تو اتر کر سجدہ کیا اور دوسرے لوگوں نے بھی سجدہ کیا یہاں تک کہ جب اگلا جمعہ آیا پھر انہوں نے یہ سورہ پڑھی۔ جب آیت سجدہ آئی تو فرمایا اے لوگو! ہم آیت سجدہ سے گزرے ہیں جس نے سجدہ کر لیا اس نے ٹھیک کیا اور جس نے سجدہ نہ کیا اس پر کوئی گناہ نہیں اور خود حضرت عمرؓ نے سجدہ نہ کیا۔ حضرت نافع نے ابن عمرؓ سے یہ الفاظ زائد نقل کئے کہ

حدیث (۱۰۱۲) حَدَّثَنَا ابْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى النَّخَعِيُّ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَرَأْتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى الْمُنْبَرِ سُورَةَ النَّحْلِ حَتَّى إِذَا جَاءَ السَّجْدَةَ نَزَلَ فَسَجَدَ وَسَجَدَ النَّاسُ حَتَّى إِذَا كَانَتِ الْجُمُعَةُ الْقَابِلَةَ قَرَأْتُ بِهَا حَتَّى إِذَا جَاءَتْ السَّجْدَةَ قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا نُمِرُ بِالسُّجُودِ فَمَنْ سَجَدَ فَقَدْ أَصَابَ وَمَنْ لَمْ يَسْجُدْ فَلَا إِمَّامَ عَلَيْهِ وَلَمْ يَسْجُدْ عُمَرُ زَادَ

نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ اللَّهَ لَمْ يَفْرِضِ السُّجُودَ إِلَّا أَنْ تَشَاءَ... الْحَدِيثُ....

اللہ تعالیٰ نے سجدہ فرض نہیں کیا مگر اگر ہم چاہیں تو کر سکتے ہیں

تشریح از شیخ از گنگوہی - ارایت لو قعد لها الخ امام بخاری کے کلام سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ سماع کے لئے بیٹھے یا نہ بیٹھے بہر حال اس پر سجدہ تلاوت واجب نہیں ہے۔ مگر یہاں تاویل کی گنجائش ہے کہ علی الفور واجب نہیں۔ سوا قعد اولم بقعد کا نہ لایوجہ علیہ میں کان کے لفظ سے تعبیر کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ مصنف کو تعین مراد میں ایک قسم کا تردد ہے۔ علی من استمعها جو اس کے قرآن کے سننے کا قصد کرے اس پر سجدہ تلاوت واجب ہے۔ جیسا کہ باب الفتنال سے اس کا ہونا اس پر دل ہے۔ لا تسجد الا ان تكون طاهرا الخ اس کے دو مطلب ہیں ایک یہ ہے کہ جب سجدہ تلاوت تجھ پر واجب ہے خواہ کسی طرح سے ہو تو اس کی ادائیگی طہارت کے بغیر جائز نہیں تو اس کا یہاں لانا محض احکام سجد کے مناسبت سے ہو گا۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ سجدہ تلاوت تم پر اس وقت تک واجب نہیں جب تک تم طاہر نہ ہو۔ اگر طاہر نہیں تو سجدہ بھی واجب نہیں۔ تو پھر اس کا اس باب سے ہونا ظاہر ہے۔ کیونکہ اس سے معلوم ہوا کہ غیر متطہر پر سجدہ واجب نہیں ہے۔ اسی طرح فان كنت راكبا بھی اس پر دل ہے کہ رکوب کی حالت میں فرض استقبال ساقط ہو جائے گا۔ جیسا کہ اول کلام سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ محدث سے بھی استقبال قبلہ ساقط ہو جائے گا۔ فمن سجد اى على الفور فقد اصاب الا ان نشاء اى ابقا نہ على الفور۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے تو ہم پر سجدہ فرض نہیں کیا البتہ ہم اگر فی الفور ادا کرنا چاہیں تو اس کا ہمیں اختیار ہے۔

تشریح از شیخ زکریا - کانہ سے تردد کی طرف اشارہ کیا ہے کہ شیخ گنگوہی نے بہترین توجیہ کی اور کسی شارح نے اس طرف توجہ نہیں فرمائی۔ البتہ کرمانی اور علامہ عینی نے اتنا کہا ہے کہ کانہ لایوجب علیہ یہ کلام امام بخاری کا ہے کہ حضرت عمران بن حصین مستمع پر وجوب سجدہ کے قائل نہیں تھے۔ تو سامع پر تو بطریق اولیٰ واجب نہیں ہو گا۔ الغرض امام بخاری نے اس ترجمہ سے ایک مسئلہ اختلافیہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ آیا سجدہ تلاوت واجب ہے یا نہیں۔ چونکہ امام بخاری منکرین وجوب کے موافق نہیں اس لئے باب میں من رای سے ترجمہ باندھا۔ جیسا کہ ما قبل سے ان کی عادت معلوم ہو چکی۔ حاصل یہ ہے کہ سجدہ تلاوت عند الحنفیہ واجب۔ عند الشافعیہ عند الحنبلیہ سے مؤکدہ وعند المالکیہ سے فضیلتہ یہ دونوں قول مشہور ہیں۔ شیخ ابن قیم فرماتے ہیں کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کا کلام سن کر سجدہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف فرمائی ہے۔ اور جو سجدہ نہیں کرتے ان کی مذمت فرمائی ہے۔ لہذا جو لوگ وجوب سجدہ کے قائل ہیں ان کا قول دلیل کے اعتبار سے قوی ہے۔ علی من استمعها قال الکرمانی لاعلی السامع والفرق بینہما ان السامع من کان قاصداً للسمع مصفیاً یعنی مستمع وہ ہے جو کان لگا کر بالقصد قرآن سن رہا ہو۔ السامع من اتفق سماعہ من غیر القصد الیہ یعنی جو بغیر قصد کے اتفاقاً قرآن سن لیتا ہے وہ سامع ہے۔ فایزادہ ہما لان الباب فی عدم وجوب السجدة اس معنی کے اعتبار سے اثر ترجمہ پر

دلالت نہیں کرتا اس لئے میرے نزدیک اس کی توجیہ یہ ہے کہ اس کو اس لئے ذکر کر دیا کہ یہ امام زہریؒ کے اثر کا جزء ہے۔ استدلال کے لئے پیش نہیں کیا۔

لا تسجدوا ان تلون طاهراً۔ حافظ فرماتے ہیں کہ یہ قول عدم وجوب سجدہ پر دلالت نہیں کرتا اس لئے کہ مدعی یہ ہے کہ فعل سجود کو وجود طہارت کی شرط سے معلق کیا گیا ہے تو جب شرط پائی جائے گی یعنی طہارت تو تب سجدہ واجب ہوگا۔ حالانکہ یہ مقصد نہیں ہے بلکہ موضع ترجمہ اثر کا یہ جملہ ہے ان کنت را کہا تو یہ اس کے نقل ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ اسن کے زمانہ میں واجب داہہ پر ادا نہیں کیا جاتا۔ مگر سجدہ را کہا احناف کے مسلک کے خلاف نہیں۔ کیونکہ احناف کا مسلک یہ ہے جو سجدہ داہہ پر واجب ہو اس کو داہہ پر ہی ادا کیا جائے ادی کما وجبت اور جو زمین پر واجب ہو اس کو داہہ پر ادا نہ کیا جائے البتہ امر ثلاثہ یہ فرماتے ہیں کہ اذا كان على راحلة في السفر جازان يومى بالسجود حيث كان وجهه كصلوة النافلة لمن سجد ادى على الفور على مسلک الحنفية کرمانی فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کا یہ فعل بمحضرت الصباحہ ہے جس پر کسی نے مخالفت نہیں کی تو عدم وجوب پر اجماع سکوتی ہوا۔ علامہ سندھی اس اجماع کے متعلق فرماتے ہیں کہ مختلف فیہ کا انکار غیر لازم ہے خصوصاً جبکہ قائل امام ہو یا قول عمرؓ من سجدہم علی الفور ومن لم یسجد علی الفور پر محمول کریں گے۔ فیض الباری میں حضرت انور شاہ کی تقریر ائین نقل کی گئی ہے کہ سورۃ نحل میں حضرت عمرؓ کا یہ فعل حضور اکرم ﷺ کے اس فعل کی اقتداء میں تھا جو آپ نے سورۃ ص کے سجدہ میں اختیار فرمایا جبکہ آپ نے بھی اس کو منبر پر پڑھا تھا جیسے سورۃ ص بعد میں حتی ہو گیا ایسے سجدہ نحل بھی حتی ہوگا۔ تو حضور نبی اکرم ﷺ کے فعل کا اعتبار ہوا نہ کہ فعل عمرؓ کا۔ دوسری دلیل امر ثلاثہ کی المن عمرؓ کا یہ قول ہے ان الله لم يفرض علينا لیکن احناف فرماتے ہیں کہ فرضیہ کے ہم بھی قائل نہیں البتہ ہم وجوب سجدہ کا قول کرتے ہیں اگر یہ کہا جائے کہ واجب غیر الفرض یہ اصطلاح جدید ہے جو صحابہ کے زمانہ میں نہیں تھی تو کہا جائے گا کہ جب اللہ لغت فرض واجب اور دیگر احکام شرعیہ میں لغت کے اعتبار سے فرق کرتے ہیں تو کیا صحابہ کرام کو اپنی زبان کی لغت بھی معلوم نہیں تھی۔ باقی فلائم علیہ کا مطلب ہے لا الم علیہ فی الناحیہ اس طرح لم یسجد عمرؓ اس میں یہ احتمال ہے کہ کسی عارض کی وجہ سے علی الفور سجدہ نہ کیا ہو یا اشارہ ہو کہ علی الفور واجب نہیں اس کی دلیل من سجد فقد اصحاب ای اصحاب السنۃ ہے اور جناب نبی اکرم ﷺ سے مواضع سجود القرآن میں سجدہ ثابت ہے قد تواترت الاخبار عن النبی ﷺ۔

ترجمہ۔ جو نماز میں آیت سجدہ تلاوت کرے

تو اسے نماز میں ہی سجدہ کرنا چاہیے۔

باب مَنْ قَرَأَ السُّجْدَةَ

فِي الصَّلَاةِ فَسَجَدَ بِهَا

ترجمہ۔ حضرت ابو رافع فرماتے ہیں کہ میں نے عشاء کی نماز حضرت ابو ہریرہؓ کے پیچھے پڑھی تو انہوں نے اس میں اذا السماء انشقت پڑھا اور سجدہ کیا۔ میں نے کہا یہ کیسا سجدہ ہے فرمایا کہ میں نے جناب ابو القاسم کے پیچھے سجدہ کیا تھا اب میں

حدیث (۱۰۱۳) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ النَّخَعِيُّ عَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ الْعَتَمَةَ فَقَرَأَ إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ فَسَجَدْتُ فَهَذَا مَا هَدَاهُ قَالَ سَجَدْتُ بِهَا خَلْفَ أَبِي الْقَاسِمِ ﷺ فَلَا زَالَ أُسْجِدُ فِيهَا

ہمیشہ اس میں سجدہ کرتا رہوں گا یہاں تک کہ آپ سے جا کر ملوں۔

حَتَّىٰ الْقَاهُ... الْحَدِيثُ....

تشریح از قاسمی۔ اس سے بھیہ پر رد ہوا جو مفصلات کا سجدہ نہیں مانتے۔

ترجمہ۔ جو شخص بھیڑ بھڑا کی وجہ سے سجدہ

بَابُ مَنْ لَمْ يَجِدْ مَوْضِعًا

کرنے کی جگہ نہ پائے تو کیا کرے۔

لِلسُّجُودِ مِنَ الزَّحَامِ -

حدیث (۱۰۱۴) حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ النَّح

عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ السُّورَةَ

الَّتِي فِيهَا السُّجُودُ فَيَسْجُدُ وَنَسْجُدُ حَتَّىٰ مَا يَجِدُ

أَحَدًا مَكَانًا لِمَوْضِعِ جَبْهَتِهِ... الْحَدِيثُ..

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم

ﷺ وہ سورت تلاوت فرماتے تھے جس میں سجدہ کی آیت ہوتی

تو آپؐ بھی سجدہ کرتے اور ہم بھی سجدہ کرتے یہاں تک ہمیں

کوئی ایسی جگہ نہیں ملتی تھی جہاں ہم اپنی پیشانی رکھ سکیں۔

اس کی مفصل بحث گذر چکی ہے اور دونوں باب کی غرض بھی الگ الگ بیان ہو چکی ہے

أَبْوَابُ تَقْصِيرِ الصَّلَاةِ

ترجمہ۔ نماز میں کمی کے بارے میں جو کچھ وارد ہوا ہے

اور کتنے دن اقامت کرے یہاں تک کہ قصر کرتا رہے

بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّقْصِيرِ

وَكَمْ يُقِيمُ حَتَّىٰ يَقْصُرَ -

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب

نبی اکرم ﷺ انیس دن مقیم رہے تو قصر کرتے رہے۔ ہم بھی

جب انیس دن کا سفر کرتے تو قصر کرتے اس سے زائد ہوتا تو پھر

اتمام کرتے تھے۔

حدیث (۱۰۱۵) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ النَّح

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ تِسْعَةَ عَشَرَ

يُقْصِرُ فَنَحْنُ إِذَا سَافَرْنَا تِسْعَةَ عَشَرَ قَصْرًا وَإِنْ

زِدْنَا أَتَمْنَا... الْحَدِيثُ..

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم

ﷺ کے ہمراہ مدینہ سے مکہ کو نکلے تو آپؐ دور کعت پڑھتے تھے

یہاں تک ہم مدینہ واپس پہنچے۔ میں نے پوچھا کہ مکہ میں کتنا دار

قیام رہا فرمایا ہم اس میں دس دن مقیم رہے۔

حدیث (۱۰۱۶) حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ النَّح سَمِعْتُ

أَبَا بَكْرٍ يَقُولُ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى

مَكَّةَ فَكَانَ بَصُلِيٌّ رَكَعَتَيْنِ حَتَّىٰ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ

فَلَمْ أَقْمَمْ بِمَكَّةَ شَيْئًا قَالَ أَقْمْنَا بِهَا عَشْرًا. الْحَدِيثُ

تشریح از شیخ ذکریا۔ قصر اقصاء اور تقصیر سب کے معنی ایک ہیں۔ اور تینوں لغت صحیح ہیں۔ قصر سے مراد باقی نماز

میں تخفیف کر کے دو رکعت کرنا ہے۔ مغرب اور صبح میں قصر نہیں ہے۔ اس پر سب کا اجماع ہے۔ اس پر تو متفق ہیں کہ سفر کو قصر کے اندر تاثیر ہے اس پر تو سب کا اتفاق ہے۔ البتہ پھر پانچ مواضع پر اختلاف ہے۔ ۱ حکم قصر کیا ہے۔ ۲ کتنی مسافت پر قصر ہے۔ ۳ کون سے سفر میں قصر ہے۔ ۴ کہاں سے قصر کی ابتداء کرے۔ پانچوں یہ ہے کہ جب مسافر کسی جگہ مقیم ہو جائے تو قصر کے لئے زمانہ کی کیا تعداد ہے شیخ نگوہی "ترمذی اور ابوداؤد میں بھی تقاریر میں مفصل بحث کر چکی ہیں۔ یہاں دو حشیں ہیں۔ ایک حکم قصر کیا ہے۔ احناف کے نزدیک مسافر پر قصر فرض ہے۔ اتمام نہ کرے۔ شافعیہ کے نزدیک قصر اور اتمام دونوں فرض ہے جس کو چاہے اختیار کرے۔ جیسے واجب کفارہ میں اختیار ہے۔ امام مالک کی اشہر روایت یہ ہے کہ قصر سنت ہے اور امام شافعی کی اشہر روایات میں یہ ہے کہ قصر رخصت اتمام افضل ہے۔ امام احمد سے مختلف روایات ہیں۔ قصر فرض ہے۔ سنت ہے۔ اور افضل ہے اور ان سے یہ بھی منقول ہے انی احب العافیة عن هذه المسئلة دوسری بحث مہذب القصر میں ہے حضرت عائشہ سے تو منقول ہے کہ الصلوة اول ما فرضت رکعتان فاقوت صلوة السفر اتمت صلوة الحضر لیکن سب اولہ کے جمع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز لیلۃ الاسراء میں دو رکعت فرض ہوئی۔ سوائے مغرب کے پھر ہجرت کے بعد اس میں اضافہ ہوا سوائے فجر کے پھر نزول آیت کی وجہ سے فرض رباعی سفر میں نصف ہو گیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ شرح بخاری میں جو جمع بین الروایات کی صورت بیان کی گئی وہ مذہب شافعی پر مبنی ہے کہ الصلوة قصر الاتمام اور آیت میں قصر سے قصر مہینہ مراد ہے۔ باب کی دونوں روایتوں میں بظاہر تقاض معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایک سے انیس دن اور دوسرے سے دس دن اقامت ہمکنہ معلوم ہوتی ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ انیس دن قیام فتح مکہ کے موقع پر رہا۔ اور دس دن حجۃ الوداع کے موقع پر۔ البتہ بعض روایات میں فتح مکہ قیام سترہ۔ بعض اٹھارہ دن۔ اور بعض پندرہ دن وارد ہوا ہے۔ علامہ بیہقی نے ان کو یوں جمع کیا ہے کہ تسعة عشر میں تو یوم دخول و خروج شامل ہے سبعة عشر میں شامل نہیں ہے اور ثمانیۃ عشر میں ایک دن کو شامل کیا گیا دوسرے کو نہیں کیا گیا۔ رہ گئی پندرہ کی روایت تو اس کو امام نووی نے ضعیف گردانا ہے۔

ترجمہ۔ مقام منیٰ میں نماز کیسے پڑھے۔

باب الصَّلَاةِ بِمَنَى

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ میں نے مقام منیٰ میں جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ دو رکعت نماز پڑھی اس طرح حضرت ابو بکر حضرت عمر اور حضرت عثمان کے ابتدائی دور خلافت میں پھر وہ اتمام کرنے لگے۔

حدیث (۱۰۱۷) حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ الْخ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِمَنَى رَكَعَتَيْنِ وَابْنُ بَكْرٍ وَعُمَرُ وَمَعَ عُثْمَانَ صَدْرًا مِّنْ أَمَا رَتِهِ ثُمَّ أَتَمَّهَا .. الْحَدِيث ...

ترجمہ۔ حضرت حارثہ بن وہب فرماتے ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ سب سے زیادہ امن والے تھے تو ہمیں مقام منیٰ میں دو رکعت پڑھانی۔

حدیث (۱۰۱۸) حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الْخ سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ قَالَ قَالَ صَلَّى بِنَا النَّبِيِّ ﷺ مِنْ أَمَا رَتِهِ ...

ترجمہ۔ حضرت عبدالرحمن بن زید فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت عثمان بن عفان نے منیٰ میں چار رکعت پڑھانی۔

حدیث (۱۰۱۹) حَدَّثَنِي قُتَيْبَةُ الْخ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ زَيْدٍ يَقُولُ صَلَّى بِنَا عُثْمَانَ بْنِ عَفَانَ

تو اس بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے پوچھا گیا پہلے تو انہوں نے انا لله وانا اليه راجعون پڑھا پھر فرمایا کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ مقام منیٰ پر دو رکعتیں پڑھیں حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ساتھ بھی دو رکعت پڑھیں حضرت عمر بن الخطابؓ کے ساتھ بھی منیٰ میں دو رکعت پڑھی کاش! مجھے ان چار رکعات کے بدلے وہ دو مقبول بارگاہ رکعتیں میرے حصہ میں آئیں۔

تشریح از قاسمی - آمن ماکان اس روایت سے امام بخاری نے ان لوگوں پر رد کیا ہے جو قصر کو خوف اور حرب کے ساتھ مختصر کرتے ہیں۔ یہ حدیث جمہور کی دلیل ہے کہ قصر فی السفر بغیر خوف جائز ہے۔

ترجمہ۔ کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے اپنے حج کے دوران مکہ میں کتنے دن قیام فرمایا۔

باب كُمْ أَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ فِي حَجَّتِهِ

حدیث (۱۰۲۰) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ النَّخَعِيُّ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَصْحَابُهُ لَصُحْبٍ رَابِعَةٍ يُبْتَوْنَ بِالْحَجِّ فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَجْعَلُوهَا عُمْرَةَ الْأَمْنِ كَانَ مَعَهُ هَذِي تَابَعَهُ عَطَاءٌ عَنْ جَابِرِ الْحَدِيثِ

تشریح از قاسمی - اگرچہ اس حدیث میں مدت کی تصریح نہیں ہے لیکن لاصح رابعہ موضع ترجمہ ہے جس سے معلوم ہوا کہ آپ نے مکہ میں حج الوداع کے موقع پر دس دن قیام فرمایا جو تھی ذوالحجہ کو پہنچے اور چودہ کو واپس ہوئی۔

باب فِي كُمْ تَقْصُرُ الصَّلَاةُ

وَسَمَى النَّبِيُّ ﷺ السَّفَرِيَّوَمَا وَوَلِيَّةٌ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ يَقْصُرَانِ وَيُقَطِّرَانِ فِي أَرْبَعَةِ يَوْمٍ وَهُوَ سِتَّةٌ عَشَرَ قَوْمِيًّا.... روزہ اظہار کرتے تھے۔ اور چار برید سولہ فرسخ کے ہیں اور ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے۔ اور برید بارہ میل کا ہوتا ہے۔ اس طرح گویا کہ مسافر کی مدت سفر تاہیں میل ہوئی جس پر قصر کیا جاتا ہے۔

حدیث (۱۰۲۱) حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ النَّخَعِيُّ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَا تَسَافِرُ الْمَرْأَةُ لثَلَاثَةِ أَيَّامٍ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ.. الحدیث

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ اور آپ کے اصحاب کرامؓ ذوالحجہ کی چارہ حج کو مکہ پہنچے تو وہ حج کا تلبیہ کہہ رہے تھے پھر حضور اکرم ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اس کو عمرہ بنا لیں مگر ہاں جس شخص کے ساتھ قربانی کا جانور ہو وہ دونوں کا تلبیہ کہے۔

ترجمہ۔ کتنی مسافت میں نماز میں قصر کیا جاتا ہے

ترجمہ۔ اور جناب نبی اکرم ﷺ نے ایک دن اور رات کی مسافت کا نام بھی سفر رکھا ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن عباسؓ چار برید کے اندر نماز قصر کرتے تھے اور

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے وہ حضرت نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آنجناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کوئی عورت تین دن کا سفر بغیر محرم کے نہ کرے۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کوئی عورت تین دن کا سفر نہ کرے مگر اس کے ساتھ اس کا عرم ضرور ہو۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا مرد عورت جو اللہ تعالیٰ پر اور آخری دن پر ایمان رکھتی ہے اس کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ ایک دن اور ایک رات کا سفر اس حال میں کرے کہ اس کے ساتھ کوئی حرمت والا آدمی نہ ہو۔

تشریح از قاسمی۔ اس روایت میں یوم و لیلۃ آیا ہے۔ دوسری روایت میں یوم اور ایک میں یومین آیا ہے۔ اور ابن عمرؓ سے تین دن کی روایت گزر چکی ہے۔ ان اختلاف روایات کی وجہ سے مسافر اور اقل سفر کی تفسیر میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہو گیا۔ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ روایات اس پر متفق ہیں کہ عورت کے لئے تین دن کا سفر بغیر محرم کے حلال نہیں ہے۔ البتہ مادون الثلث میں روایات میں اختلاف ہے تو اب ہم دیکھتے ہیں کہ مادون الثلث کی روایات ٹکٹ کی روایات سے حقدم ہیں یا متاخر ہیں۔ اگر حقدم ہیں تو ٹکٹ والی روایات ان کے لئے ناخ ہوں گی۔ ورنہ ٹکٹ کے ذکر کا کوئی فائدہ نہیں۔ اور اگر وہ متاخر ہیں تو یہ تو ممکن نہیں کہ وہ خبر ٹکٹ کے لئے ناخ ہو۔ البتہ حرمت زائدہ کے لئے خبر ٹکٹ مثبت ہوگی۔ تو یہ مادون الثلث کو بھی حرام قرار دے گی۔ اور ٹکٹ کی حرمت تو باقی ہے ہی تو حدیث ٹکٹ بہر حال واجب الاستعمال ثابت ہوئی۔ تو خبر غلاٹ دونوں حالتوں میں واجب الاستعمال ہوئی۔ اور مادون الثلث صرف تاخیر کی صورت میں واجب الاستعمال ہوئی۔ تو وہ حدیث جو دو حالتوں میں واجب الاستعمال ہو وہ اس حدیث سے لوٹی ہے جو صرف ایک حالت میں واجب الاستعمال ہو قطعاً۔

الماصل امام حناری نے ترجمۃ الباب کو تین طرح سے ثابت کیا ہے کیونکہ سفر میں ایہام تھا پہلے تو اس کی تفسیر یوم و لیلۃ سے کی دوسرے ابن عمرؓ و ابن عباسؓ کے قول سے تفسیر فرمائی کہ سفر چار ہرید ہے اور ہر ہرید بارہ میل کا اس طرح ۴۸ میل ہوئے۔ اور تیسری تفسیر سفر مرآۃ ثلاثہ ایام سے کی۔ اور ایہام ترجمہ ان تینوں صورتوں کو شامل ہے۔ ہاں میں اختلاف ۴۸ میل تک کی مسافت کو سفر قرار دیتے ہیں۔ شوافع یوم و لیلۃ الخ۔

ترجمہ۔ مسافر جب اپنے گھر سے نکلے تو قصر کرنا شروع کر دے چنانچہ حضرت علی بن ابی طالبؓ نے قصر فرمایا حالانکہ وہ ابھی گھروں کو دیکھ رہے تھے جب واپس آئے تو کہا گیا یہ تو کوفہ نظر آرہا ہے۔ آپ کیسے قصر فرما رہے ہیں فرمایا جب تک ہم کوفہ میں داخل نہیں ہوں گے اس سے پہلے قصر کر سکتے ہیں یہی اختلاف کا مسلک ہے کہ جب تک شہر میں اور ان کے قیام میں داخل نہ ہو اتمام نہ کرے۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں نے مدینہ منورہ میں تو جناب نبی اکرم ﷺ کے ساتھ طہر کی نماز

حدیث (۱۰۲۲) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ دَلَّغَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ هُنَّ النَّبِيِّ قَالَ لَا تُسَافِرُ الْمَرْأَةُ لِأَنَّ الْأَمْعَاءَ دُونَ مَحْرَمٍ. الْحَدِيثُ

حدیث (۱۰۲۳) حَدَّثَنَا أَدَمُ الْخِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا يَحِلُّ لِلْمَرْأَةِ تَوَمُّنٌ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُسَافِرَ مَسِيرَةَ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ كَيْسَ مَعَهَا حُرْمَةٌ تَابَعَهُ يَحْيَى. الْحَدِيثُ

حدیث (۱۰۲۴) حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ الْخِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ صَلَّيْتُ الطَّهْرَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ

چار رکعت پڑھی اور ذی الحلیفہ میں عمر کی نماز دور رکعت پڑھی
ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ پہلے پہلے جو نماز
فرض ہوئی تھی وہ دور رکعت ہے پھر سفر کی نماز تو برقرار رہی البتہ
حضر کی نماز میں اتمام کیا گیا۔ امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے
حضرت عروہؓ سے پوچھا کہ حضرت عائشہؓ اتمام کیوں کرتی تھیں
تو انہوں نے فرمایا کہ وہ بھی وہی تاویل کرتی تھیں جو حضرت
عثمانؓ کرتے تھے۔

تشریح از قاسمی۔ لفظ سفر سے امام بخاریؒ نے ترجمہ ثابت کیا ہے۔ اوقات صلوة السفر اور سرتب شروع ہوتا ہے جب

مسافر گھر سے نکل کھڑا ہو۔ اب ابن الامتہ اس میں اختلاف ہے کہ قصر فرض ہے یا اتمام بھی کر سکتا ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور بعض مالکیہ کا
قول یہ ہے کہ قصر فرض ہے۔ اتمام اللہ تعالیٰ کے عطیہ کو رد کرتا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر بن الخطابؓ فرماتے ہیں کہ صلوة السفر رکعتان
تمام غیر قصر علی لسان نبیکم علیہ السلام ابن عمرؓ فرماتے ہیں من تارك السنة كفو امام شافعیؒ کے نزدیک قصر اور اتمام دونوں
جائز ہیں۔ ان کا استدلال حضرت عثمانؓ کی بخوبی سے ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ مکہ میں متاہل ہو گئے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ دیہاتی لوگ
یہ نہ سمجھ لیں کہ سفر اور حضر میں فرض صلوة دور رکعت ہیں۔ لیکن حضرت عائشہؓ کے اتمام پر اشکال باقی رہے گا۔ چنانچہ امام زہریؒ نے حضرت
عروہ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا وہ بھی حضرت عثمانؓ والی تاویل کرتی تھیں اور حضرت عثمانؓ کے اتمام کا اصلی سبب یہ تھا کہ وہ قصر اس شخص
کے ساتھ مختص کرتے جو ہمیشہ چلتا رہے کہیں اقامت نہ کرے۔ چنانچہ امام احمدؒ نے روایت کیا ہے کہ حضرت عثمانؓ جب مکہ میں آتے تو
اتمام کرتے۔ ظہر عصر عشاء چار چار رکعت پڑھتے۔ جب منیٰ اور عرفات جاتے تو قصر کرتے جب حج سے فارغ ہو کر منیٰ میں مقیم ہوتے تو
اتمام کرتے اس روایت سے حضرت عائشہؓ کی خبر اور ان کے فعل کے درمیان جو اختلاف ہے وہ بھی رفع ہو جائے گا۔ کہ وہ بھی اس مسافر
کے لئے قصر کی قائل تھیں جو ہمیشہ چلتا رہے۔ اقامت نہ کرے جہاں اقامت کی خواہ وہ کچھ دن کی کیوں نہ ہو وہاں اتمام۔ پھر سفر شروع تو
ترجمہ۔ سفر میں مغرب کی نماز تین رکعات پڑھی جائے

باب يُصَلِّي الْمَغْرِبَ ثَلَاثًا فِي السَّفَرِ

حدیث (۱۰۲۶) حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ
إِذَا عَجَلَهُ السَّيْرُ فِي السَّفَرِ يُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ حَتَّى
يَجْمَعَ بَيْنَهُمَا بَيْنَ الْعِشَاءِ قَالَ سَلِمٌ وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ
بْنُ عُمَرَ يَقْعَلُهُ إِذَا عَجَلَهُ السَّيْرُ وَزَادَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي
يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ سَلِمٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ
يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِالْمَزْدَلِفَةِ قَالَ سَلِمٌ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے
جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب انہیں سفر میں جلدی جانا ہوتا
تو مغرب کی نماز کو مؤخر کر دیتے یہاں تک کہ مغرب اور عشاء
کی نماز میں جمع فرماتے حضرت سالمؓ فرماتے ہیں کہ میرے
باپ ابن عمرؓ کو بھی جب جلدی جانا ہوتا تو وہ بھی ایسا ہی کرتے تھے
دوسری سند میں سالمؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ
مغرب اور عشاء کو مزدلفہ میں جمع کرتے تھے۔ پھر حضرت سالمؓ
نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت ابن عمرؓ کی بیوی حضرت صفیہ

وَأَخْرَجَ ابْنُ عُمَرَ الْمَغْرِبَ وَكَانَ اسْتُصْرِخَ عَلَيَّ
 أَمْرَاتِهِ صَفِيَّةُ بِنْتُ أَبِي عُبَيْدٍ فَقُلْتُ لَهُ الصَّلَاةُ فَقَالَ
 سُرُّ فَقُلْتُ لَهُ الصَّلَاةُ فَقَالَ سُرُّ حَتَّى سَارِمِيلَيْنِ
 أَوْ ثَلَاثَتَهُمْ نَزَلَ فَصَلَّى ثُمَّ قَالَ لِهَكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ
 ﷺ يُصَلِّي إِذَا أَعَجَلَهُ السَّيْرُ وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ
 رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ إِذَا أَعَجَلَهُ السَّيْرُ يَقِيمُ الْمَغْرِبَ
 فَيُصَلِّيهِمَا ثَلَاثَةً يُسَلِّمُ ثُمَّ قَلَّمَ يَلْبِثُ حَتَّى يَقِيمُ الْعِشَاءَ
 فَيُصَلِّيهِمَا رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ يُسَلِّمُ وَلَا يَسْبَحُ بَعْدَ الْعِشَاءِ

بنت اہل عیبہ کی مدد کے لئے جب انہیں جلدی بلایا گیا تو انہوں نے مغرب کی نماز کو مؤخر کر دیا۔ میں ان سے نماز گزارا گیا۔ انہوں نے فرمایا چلو میں نے پھر نماز کے بارے میں کہا تو ان کا حکم یہ تھا کہ چلو یہاں تک وہ دو یا تین میل تک چلے گئے پھر اترے نماز مغرب کی اقامت ہوئی تو اس کی انہوں نے تین رکعات پڑھی پھر سلام پھیرا۔ ابھی تھوڑی ہی دیر ٹھہرے ہوں گے کہ عشاء کی تکبیر ہوئی تو اس کی دو رکعات پڑھیں سلام پھیرا اور عشاء کے بعد کوئی نفل نہ پڑھی یہاں تک کہ آدھی رات کو تہجد کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

تشریح از قاسمی۔ حدیث ابن عمرؓ سے ترجمہ الباب تو بہر حال ثابت ہوا اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سفر میں فرائض کے سوا کچھ نہ پڑھا۔ حتیٰ کہ وتر کا ذکر بھی نہیں ہے۔ شاید امام بخاریؒ کا مقصد احنافؒ پر رد کرنا ہو جو وجوب وتر کے قائل ہیں مگر کہا جائے گا کہ یہ استحکام امر وتر سے قبل کا واقعہ ہے۔ اور جمع سے جمع صوری مراد ہے۔ البتہ مزدلفہ میں جمع حقیقی ہوتی ہے۔

باب صَلَاةُ التَّطَوُّعِ عَلَى الدَّوَابِّ حَيْثَمَا تَوَجَّهَتْ۔۔

ترجمہ۔ نفل نماز چالوروں پر سواری کی حالت میں اس طرح ادا کی جائے کہ جدھر جانور منہ کر لے فہم وجہ اللہ کے تحت نفل نماز اس طرف پڑھ سکتا ہے۔

حدیث (۱۰۲۷) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ النَّخَعِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي عَلَيَّ رَاحِلَتِهِ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهِ.. الْحَدِيثُ
 حَدِيثُ (۱۰۲۸) حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ النَّخَعِيُّ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّي التَّطَوُّعَ وَهُوَ رَاكِبٌ فِي غَيْرِ الْقِبْلَةِ....

ترجمہ۔ حضرت عامرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کو سواری پر جدھر کا وہ رخ کرتی تھی اس طرف آپؐ کو نماز پڑھتے دیکھا۔

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ خبر دیتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نفل نماز سوار ہو کر غیر قبلہ کی طرف پڑھتے تھے۔

حدیث (۱۰۲۹) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَادٍ النَّخَعِيُّ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يُصَلِّي عَلَيَّ رَاحِلَتِهِ وَيُؤْتِرُ عَلَيْهَا وَيُخْبِرُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَفْعَلُهُ

ترجمہ۔ حضرت نافعؓ فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ نفل نماز اپنی سواری پر پڑھتے تھے اور وتر بھی اسی پر پڑھتے اور خبر دیتے تھے کہ جناب نبی اکرم ﷺ اس طرح کرتے تھے۔

تشریح از قاسمی۔ یہی ائمہ خلافت کا مذہب ہے کہ وتر سواری پر پڑھے جاسکتے ہیں۔ احنافؒ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ وجوب وتر

سے قبل کا ہے۔ کمام اور ابن عباسؓ کو جب رخ کا علم ہوا تو انہوں نے اس سے رجوع کیا پھر وتر کو سواری سے اتر کر پڑھتے تھے۔

باب الْاِيْمَاءِ عَلَى الدَّابَّةِ

ترجمہ۔ سواری پر نماز میں رکوع و سجود اشارہ سے کرنا

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن دینار فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سفر میں سواری پر نماز پڑھتے تھے جس طرف اس کا رخ ہوتا تھا۔ اور اشارہ کرتے تھے اور ذکر کرتے تھے کہ جناب نبی اکرم ﷺ اسی طرح کرتے تھے۔

حدیث (۱۰۳۰) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْعَدَنِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دِينَارٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ يُصَلِّي فِي السَّفَرِ عَلَى رَاحِلَتِهِ أَيْنَمَا تَوَجَّهَتْ بِهِ يَوْمِي وَذَكَرَ عَبْدُ اللَّهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَفْعَلُهُ الْعَبْتِ

باب يُنْزَلُ لِلْمَكْتُوبَةِ

ترجمہ۔ فرض نماز ادا کرنے کیلئے سواری سے اتر جاتے تھے

ترجمہ۔ حضرت عامر بن ربیعہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو سواری پر سوار نفل نماز اس طرح پڑھتے دیکھا کہ جدھر بھی رخ کرتے اپنے سر سے اشارہ کرتے تھے اور جناب رسول اللہ ﷺ ایسا فرض نماز میں نہیں کرتے تھے۔ نیز! دوسری سند کے ساتھ حضرت سالمؓ فرماتے ہیں کہ رات کے وقت حضرت عبداللہ بن عمرؓ سفر کی حالت میں اپنی سواری پر نماز پڑھتے تھے جس طرف اس کا رخ ہوتا اس کی پرواہ نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ بھی سواری پر ایسے نفل پڑھتے تھے جدھر اس کا رخ ہوتا تھا۔ مگر فرض نماز اس پر نہیں پڑھتے تھے۔

حدیث (۱۰۳۱) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ الْعَدَنِيُّ أَنَّ عَامِرَ بْنَ رَبِيعَةَ أَخْبَرَهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ عَلَى الرَّاحِلَةِ يَسْبِحُ يَوْمِي بِرَأْسِهِ قَبْلَ أَيِّ وَجْهِ تَوَجَّهَ وَلَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَصْنَعُ ذَلِكَ فِي الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنْ أَبِي شَهَابٍ قَالَ قَالَ سَالِمٌ كَانَ عَبْدُ اللَّهِ يُصَلِّي عَلَى كَأْتَمِهِ مِنَ اللَّيْلِ وَهُوَ مُسَافِرٌ مَا يَبَالِي حَيْثُ كَانَ وَجْهَهُ قَالَ أَبُو عُمَرَ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَسْبِحُ عَلَى الرَّاحِلَةِ قَبْلَ أَيِّ وَجْهِ تَوَجَّهَ وَيُؤْتِرُ عَلَيْهَا غَيْرَ أَنَّهُ لَا يُصَلِّي عَلَيْهَا الْمَكْتُوبَةَ...

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہ بیان فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ اپنی سواری پر مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے جب فرض نماز ادا کرنا چاہتے تو سواری سے اتر جاتے اور قبلہ کی طرف رخ فرما لیتے۔

حدیث (۱۰۳۲) حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ قُضَيْبَةَ حَدَّثَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّي عَلَى رَاحِلَتِهِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ فَإِذَا ارَادَ أَنْ يُصَلِّيَ الْمَكْتُوبَةَ نَزَلَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ... الْحَدِيثُ ...

چوتھا پارہ ختم شد